ایم اے راحت

بحری عقاب
ایم اے راحت
حصہ
اوّل

BEHRI UQAB
M.A. RAHAT
PART- I
Rs. 45/-

itsurdu.blogspot.com

نام ناول : بحری عقاب حصہ اول

مصنف : ایم۔ اے۔ راحت

سن اشاعت : ۱۹۹۳ء

قیمت مجلد : 45/-

رف : 25/-

مطبوعہ : فائن آفسٹ پریس، شاہدرہ، دہلی ۳۲

ناشر : کتاب والا،

۲۷۹۴، گلی جھوت والی، پہاڑی بھوجلہ، دہلی ۱۱۰۰۰۶

بحری عقاب

سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کا سینہ چیرتا ہوا اپنی منزل کی جانب بڑھ رہا تھا۔ میں عرشے پر کھڑا ریلنگ پر مضبوطی سے دونوں ہاتھ جمائے سمندر کی موجوں کا جائزہ لے رہا تھا صرف ایک روز پہلے ہی جہاز کے بوڑھے اور تجربہ کار کپتان اسٹیلے نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ ہم عنقریب بحرالکاہل کے بدترین طوفان سے دوچار ہونے والے ہیں۔ اسٹیلے کا تعلق پرتگال کے ایک عیسائی خاندان سے تھا۔ بحری عقاب پر وہ تقریباً اٹھارہ سال سے کپتان تھا اور اس جہاز پر اس نے دنیا کے بیشتر ممالک اور دُور دراز کا سفر بارہا کیا تھا۔ عمر کے ساتھ ساتھ اس کا تجربہ بھی وسیع اور گہرا ہو گیا تھا۔ جہاز کے نام سے اس کی شخصیت بھی بڑی حد تک مناسبت رکھتی تھی۔ اس کی آنکھیں ہر وقت کسی ایسے عقاب ہی کے مانند چمکتی رہتی تھیں جو اپنے دشمن پر جھپٹنے کے لیے بے قرار رہتا ہے بظاہر وہ ایک سیدھا سادا اور کم سخن شخص واقع ہوا تھا لیکن اس کی شخصیت کی گہرائی اور اس کے تجربے کا اندازہ اس کے چہرے اور پیشانی پر نظر آنے والی شکنوں سے بخوبی لگایا جا سکتا تھا۔ اس کی رنگت جلے ہوئے "تانبے" کی طرح اور بال بھورے تھے۔ عمر کی پچاس سے زیادہ منزلیں طے کر لینے کے باوجود اس کے قویٰ بے حد مضبوط تھے۔ وہ ہر وقت مستعد اور چاق و چوبند رہنے کا عادی تھا۔ اس وقت بھی کہ جب میں ریلنگ سے لگا کھڑا لاپروا نظروں سے موجوں کے "تلاطم" سے لطف اندوز ہو رہا تھا اسٹیلے اپنے مخصوص انداز میں دوربین نظروں سے لگائے کسی آنے والے خطرے کو محسوس کرنے میں منہمک تھا۔

میں کچھ دیر تک عرشے پر تنہا کھڑا رہا۔ میرا وفادار کتا مامی میرے قریب ہی موجود تھا۔ اس کی ہلتی ہوئی دُم ایک بار میرے پیروں سے ٹکرائی تو میں نہ جانے کیوں ساری جان سے

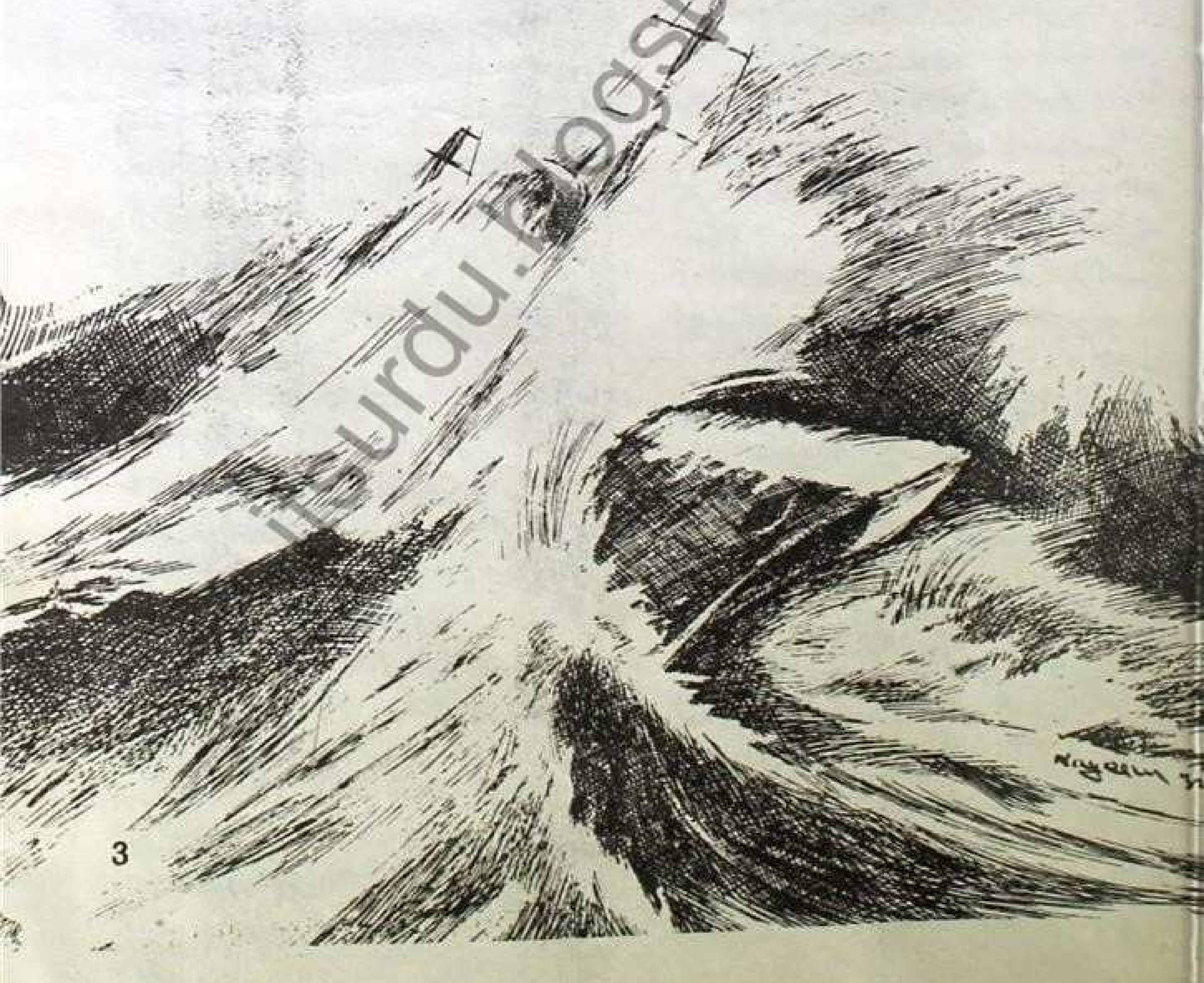

لرزا تھا، میری محویت ٹوٹ گئی۔ میں نے نظریں نیچی کر کے ٹامی کو دیکھا جو میرے اچانک چونکنے سے ایک لمحے کو خود بھی گڑبڑا گیا تھا پھر جب اُسے اپنی غلطی کا احساس ہوا تو اُس نے اپنی زبان باہر نکال لی اور مجھے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جس میں شرمندگی کا اظہار کوٹ کوٹ کر بھرا تھا۔ مجھے ٹامی پر بے اختیار پیار آ گیا، میں نے قدرے جھک کر اُس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرا تو اُس کی آنکھیں خوشی سے چمک اٹھیں اور اُس نے عقیدت سے میرے قدموں پر اپنی تھوتھنی مسلنی شروع کر دی میں پہلے یہ بتانا ضروری سمجھتا ہوں کہ ٹامی کو اس بحری سفر میں اپنے ساتھ لینے میں میرے ارادے کو مطلق کوئی دخل نہیں تھا۔ یہ بات بھی درست ہے کہ ٹامی مجھے اپنی موجودہ تنہا اور اُداس زندگی میں بہت عزیز تھا لیکن میں نے اچانک جس خطرناک سفر پر روانہ ہونے کا ارادہ کیا تھا اُس میں ٹامی کو شریک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ گھر سے روانہ ہوتے وقت میں نے اپنے ملازم کو ٹامی کے سلسلے میں سختی سے تاکید کی تھی کہ میری غیر موجودگی میں ٹامی کا خاص خیال رکھا جائے اور اُسے کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ پھر جب ملازم ٹامی کو میرے سامنے سے ہٹا کر دوسرے کمرے میں لے گیا تو میں تیز تیز قدم اُٹھاتا اپنی شاندار حویلی سے باہر آ گیا جہاں میرے ساتھی کار میں میرے منتظر تھے۔ ڈرائیور نے مجھے آتا دیکھ کر بڑی مستعدی سے آگے بڑھ کر کار کا دروازہ کھولا۔ میں ابھی کار کے قریب ہی پہنچا تھا کہ پشت سے ملازم کے چیخنے کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی پھر میں نے ٹامی کو دیکھا جو جست بھرتا میرے قریب آ کر میرے قدموں میں یوں لوٹنے لگا جیسے وہ کسی قیمت پر میرا ساتھ چھوڑنے کو آمادہ نہیں ہے۔ مجھے اس بے زبان مگر وفادار جانور پر ترس آ گیا اور یوں ٹامی بھی میرا ہم سفر بن گیا۔

عرشے پر اس وقت میرے اور ٹامی کے سوا کوئی تیسرا فرد موجود نہیں تھا۔ میں نے نظریں اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا جہاں گہرے اودے رنگ کے بادل کسی لمحے بھی پوری گھن گرج کے ساتھ برس پڑنے کے لیے پر تول رہے تھے۔ ہوا بھی بتدریج تیز ہو رہی تھی۔ میں نے ایک سرسری نگاہ بوڑھے اینسلے پر ڈالی جو کنٹرول روم کے شیشے سے ٹکا ہوا اپنا بل کھایا ہوا بے ہنگم پائپ سلگانے میں محو تھا۔ میں نے ٹامی کی زنجیر ریلنگ سے نکال کر اپنے ہاتھ میں لی پھر قدم اُٹھاتا اپنے کیبن کی سمت جا رہا تھا کہ ایک موڑ پر اچانک جہاز کا نائب کپتان جیکسن جو ڈنمارک کا رہنے والا تھا، سامنے آ گیا۔ حسبِ معمول اس وقت بھی اُس نے میرے بجائے پہلے ٹامی پر ایک گہری نظر ڈالی پھر اُس کے ہونٹوں پر ایک پُراسرار تبسم اُبھر آیا۔ جیکسن کی اس مخصوص عادت کو میں بحری سفر کے آغاز ہی سے متعدد بار نوٹ کر چکا تھا، جانے کیوں وہ ٹامی کو دیکھتے ہی کسی گہری سوچ میں غرق ہو جاتا پھر اُس کے ہونٹوں پر ایک پُراسرار مسکراہٹ اُبھر آتی۔ پہلے میرا خیال تھا کہ شاید جیکسن کو کتے پالنے کا شوق رہا ہوگا لیکن بحری ملازمت میں وہ اس شوق کی تکمیل کرنے سے مجبور تھا مگر ایک روز جب میں نے یوں ہی برسبیلِ تذکرہ جہاز کے کپتان اینسلے سے اس امر کا تذکرہ کیا تو بوڑھے کپتان کی کشادہ پیشانی پر ناگوار تاثرات کے اظہار کے طور پر بے شمار آڑی ترچھی لکیریں اُبھر آئیں۔ چند ثانیے تک وہ اپنی تجربہ کار نگاہوں سے مجھے گھورتا رہا پھر گوشت چباتے ہوئے قدرے مدھم آواز میں کہا۔

"ہو سکتا ہے جیکسن کو ٹامی کے جسم کے اندر بھی کوئی پُراسرار روح بھٹکتی نظر آ رہی ہو۔"

"کیا مطلب؟" اینسلے کی زبان سے کسی بھٹکتی ہوئی پُراسرار روح کا ذکر سن کر میرے دل کی دھڑکنیں اچانک تیز ہو گئیں۔ میں نے اس بوڑھے کو دزدیدہ نظروں سے دیکھا ایک لمحے کو میرے دل میں یہی خیال اُبھرا کہ شاید اینسلے کو بھی کسی طرح میرے سفر کی غرض و غایت کا علم ہو گیا ہے، ممکن ہے میرے دوست سرجن کیلاکشس نے اینسلے کو ان دور دراز جزیروں کے بارے میں کریدنے کی کوشش کی ہو جو اپنے "تاریخی پس منظر کے اعتبار سے پُراسرار مشہور تھے اور جہاں ہم جانے کا ارادہ بھی رکھتے تھے۔" ہو سکتا تھا کہ بوڑھے کپتان نے جو بحری سفر کا طویل تجربہ رکھتا تھا محض کیلاکشس کی زبانی ان جزیروں کا نام سن کر ہمارے سفر کے بارے میں کچھ نتائج اخذ کر لیے ہوں اور پُراسرار روحوں کا ذکر صرف ایک اتفاقیہ مطابقت ہو جس نے مجھے وقتی طور پر چونکنے پر مجبور کر دیا۔

میں بدستور اینسلے کو وضاحت طلب نظروں سے گھورتا رہا۔ معاً میرے ذہن میں اپنے دوسرے دوست جیکب کا خیال بڑی سرعت سے اُبھرا۔ جیکب ایک اینگلو انڈین پادری کا لڑکا تھا باپ کے انتقال کے بعد حالات نے اُسے خادر جیکب بنا دیا تھا۔ رنگ اور شکل و صورت کے اعتبار سے وہ اینگلو انڈین کے بجائے انگریز لگتا تھا۔ گورا چٹا، دراز قد اور گٹھے ہوئے جسم کا مالک لیکن بقول سرجن کیلاکشس کے اُس کے پاس سوائے عقل کے اور کسی چیز کی کمی نہ تھی اور اس کمی کو پورا کرنے کی صرف ایک صورت تھی۔ جیکب کی کھوپڑی کا آپریشن کر کے اس میں تھوڑا سا بھیجہ رکھ دیا جاتا۔ بہرحال ہم تینوں ہی بہت گہرے دوست تھے اور اسی لیے میں نے اصرار کر کے کیلاکشس اور جیکب دونوں کو اپنا شریکِ سفر بنا لیا تھا۔ عجب نہیں تھا کہ جیکب نے اپنی معصوم حماقت

isurdu.blogspot.com

کا ثبوت دیتے ہوئے کپتان ایشلے کو میرے سفر کی پراسرار نوعیت سے آگاہ کر دیا ہو اور وہ بوڑھا پرتگالی اس وقت بھٹکتی ہوئی روحوں کا تذکرہ چھیڑ کر میرا بھید لینے کی کوشش کر رہا ہو۔ میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے قدرے درشت لہجے میں اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے کہا: "بھلا ٹامی کی ذات کا کسی بھٹکتی ہوئی روح سے کیا تعلق ہو سکتا ہے؟"

"ٹامی کا نہ سہی لیکن جیکسن کا بھٹکتی ہوئی روحوں سے بہرحال بہت گہرا تعلق ہے۔" ایشلے نے لاپروائی سے جواب دیا۔ "اس کا دعویٰ ہے کہ وہ روحوں کو بلانے کا عمل جانتا ہے۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟" میں نے بوڑھے کو کریدتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تم جیکسن کے دعوے کی تصدیق نہیں کرو گے؟"

"مجھے غلط سمجھنے کی کوشش مت کرو میرے عزیز۔" ایشلے نے بڑے سپاٹ اور خشک لہجے میں کہا۔ "جیکسن میرا ہم پیشہ ہے۔ گزشتہ اٹھارہ سال سے وہ بھی اسی جہاز پر اپنے فرائض انجام دے رہا ہے۔ ہمارے درمیان آج تک کبھی کوئی اختلاف نہیں ہوا لیکن......"

"لیکن کیا؟" میں نے ایشلے کے اچانک خاموش ہو جانے پر بے چینی سے دریافت کیا۔

"ذاتی طور پر میں ان فضول باتوں کا قائل نہیں ہوں۔" ایشلے نے ٹالتے ہوئے جواب دیا۔ "میں نے آج تک کبھی جیکسن کو روحوں کو بلانے کا عمل کرتے نہیں دیکھا۔ البتہ اس جہاز پر سفر کرنے والے اکثر شوقین سیاحوں نے جیکسن کے دعوے کی تصدیق کی ہے۔"

"جیکسن کی شخصیت کے بارے میں تمہاری ذاتی رائے کیا ہے؟" میں نے بات کو ذرا آگے بڑھانے کی کوشش کی۔

"نہایت دلیر اور تجربہ کار شخص ہے۔ میرے ساتھ اس کا طرزِ عمل ہمیشہ دوستانہ رہا ہے۔ آج تک اس نے کبھی بحیثیت کپتان کے مجھے اپنے کسی عمل سے شکایت کا موقع نہیں دیا۔ خطروں کے وقت وہ ہمیشہ پیش پیش رہنے کی کوشش کرتا ہے۔ موت برحق ہے، شاید اسی لیے جیکسن کبھی ہراساں نظر نہیں آتا۔ مجھے اس کی عادت بے حد پسند ہے۔"

"کیا وہ شادی شدہ ہے؟" میں نے یونہی دریافت کیا۔

"بارہ سال پرانی بات ہے۔" ایشلے نے زنگ آلود تیلی کی سلائی سے پائپ کی راکھ کو کریدتے ہوئے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "جیکسن نے جزیرہ ہوائی کی ایک نوخیز اور الھڑ سی حسینہ سے اپنی پسند کی شادی کی تھی۔ اس وقت وہ بے انتہا خوش تھا لیکن اس کی یہ خوشی بڑی عارضی اور ناپائیدار ثابت ہوئی۔ شادی کے صرف دو روز بعد ہوائی سے جزیرہ سولومن کے سفر کے دوران اس کی بیوی ہمیشہ کے لیے اس سے روٹھ گئی۔ اس کی موت اس قدر اچانک اور غیر متوقع تھی کہ جہاز کے عملے کے تمام افراد حیران رہ گئے۔ اس روز میں نے پہلی اور آخری بار جیکسن کو کسی معصوم بچے کی مانند پھوٹ پھوٹ کر اور بلک بلک کر روتے دیکھا تھا پھر اس نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنی محبت کو سمندر کی بیتاب لہروں کے حوالے کر دیا اور......"

"اور کیا؟" میں نے تجسس بھری آواز میں پوچھا۔

"اس دن کے بعد سے جیکسن نے روحوں کو بلانے کا عمل سیکھنا شروع کر دیا۔" ایشلے نے پائپ کی سرد راکھ کو نیچے گراتے ہوئے جواب دیا۔ "شروع شروع میں میں نے اسے روکنے کی کوشش کی تھی لیکن جب اس کا شوق دیوانگی کی حد تک پہنچ گیا تو میں نے اپنی زبان بند کر لی۔ یوں بھی ہم اپنی اپنی مرضی کے مختار ہیں۔ بلاوجہ ایک دوسرے کے معاملات میں ٹانگ پھنسانا اکثر دشواریوں اور حادثات کا پیش خیمہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ ڈیڑھ پونے دو سال تک جیکسن پر ہر وقت روحوں کو بلانے کا عمل سیکھنے کا بھوت سوار رہا پھر وہ نارمل نظر آنے لگا۔ شاید وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکا تھا —— ایک بار اس نے مجھ سے کہا بھی تھا کہ اب وہ جب چاہتا ہے اپنی روٹھی ہوئی محبت کو دوبارہ غیر مادی صورت میں حاصل کر لیتا ہے اور پہروں اس سے باتیں کرتا رہتا ہے۔ میں نے اس کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ زیرِ لب مسکرا کر چپ ہو گیا۔ جیکسن کو غالباً میری خاموشی گراں گزری تھی شاید اسی لیے اس نے دوبارہ کبھی اس مسئلے پر مجھ سے گفتگو نہیں کی۔"

میں ایشلے سے کچھ اور معلوم کرنا چاہتا تھا لیکن عملے کے ایک کارندے نے اسے آکر انجن روم کی بابت کچھ بتایا تو وہ مجھ سے معذرت طلب کرتا ہوا نہایت برق رفتاری سے انجن روم کی جانب چلا گیا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔ اس کے بعد کچھ تو سفر کے سلسلے میں اور کچھ اپنے دوستوں کے ساتھ اتنا مصروف رہا کہ جیکسن کی ذات میں مزید دلچسپی نہ لے سکا لیکن اس وقت اچانک مڈبھیڑ ہوئی اور ٹامی کو دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر پھر وہی پراسرار تبسم ابھرا تو میں ضبط نہ کر سکا اور از خود اس کے قریب رکتے ہوئے بولا۔

"میرے دوست! اگر تم کو میرا ٹامی پسند آگیا ہے تو میں بخوشی اسے تمہاری نذر کر سکتا ہوں۔"

"شکریہ محترم۔" اس نے بڑے مہذب انداز میں جواب دیا۔ "آپ کا ٹامی حقیقتاً بہت خوب صورت ہے۔"

"تم چاہو تو اسے لے سکتے ہو۔" میں نے دوستانہ انداز میں اُسے دوبارہ پیش کش کی تو وہ مسکرا دیا۔

"مجھے پالتو جانوروں کا کبھی اس حد تک شوق نہیں رہا کہ انھیں گلے کا ہار بنا لوں۔" جیکسن نے کہا پھر ٹامی کو بغور دیکھنے لگا۔

"کیا تمھیں میرے ٹامی میں کوئی خاص بات نظر آ رہی ہے؟" میں نے اس کی محویت کو محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔" وہ یک لخت گہری سنجیدگی سے بولا پھر لاپروائی سے کہنے لگا۔ "آپ ممکن ہے میری بات کو مذاق سمجھیں لیکن میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ موجودہ سفر میں ٹامی آپ کے اور آپ کے ساتھیوں کے لیے بےحد اہم ثابت ہوگا۔ ہو سکتا ہے کسی خاص موقع پر ٹامی آپ تینوں کے لیے نجات دہندہ بھی بن جائے۔"

"بہت خوب۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے بے تکلفی سے کہا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ تمھیں مستقبل میں جھانکنے کا شوق بھی ہے؟"

"نجوم اور پامسٹری سے مجھے کوئی دلچسپی نہیں میرے محترم ورنہ مغرب میں ایسے افراد کی کمی نہیں جو چھوٹے موٹے شعبدوں پر بھی ایمان لے آتے ہیں اور بازی گروں کو منہ مانگی رقم دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔" جیکسن نے کھل کر مسکراتے ہوئے کہا پھر محتاط ہو کر بولا۔ "ہاں میں نے یوں ہی تفریحِ طبع کے لیے روحوں کو بلانے کے دو تین گر سیکھ رکھے ہیں۔"

"اوہ۔" میں اس طرح چونکا جیسے اس کی یہ صفت پہلی بار میرے علم میں آئی ہو۔ "پھر تو تم ہمارے لیے بےحد کارآمد آدمی ثابت ہو سکتے ہو مثلاً تم کسی روح کو طلب کرکے یہ بھی دریافت کر سکتے ہو کہ ہمارا یہ سفر کامیاب ہوگا یا نہیں اور۔۔ یہ کہ ہم نے جس مقصد کے لیے یہ سفر اختیار کیا ہے اس میں ہمیں کس حد تک کامیابی ہوگی۔"

"کیوں نہیں۔" وہ بڑے پُراعتماد لہجے میں بولا۔ "روحوں کو آنے والے حالات کا بخوبی علم ہوتا ہے لیکن۔۔ لیکن سیاح قسم کے لوگ اس قسم کی باتوں پر یقین نہیں رکھتے، وہ اسے محض وقت گزاری کا مشغلہ سمجھتے ہیں۔"

"کیا تم ہمارے لیے بھی اپنے اس فن کا مظاہرہ کر سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔ بشرطیکہ آپ اسے پسند کریں۔"

"ٹامی کے سلسلے میں تمھیں روح نے کیا اطلاع دی ہے؟" میں نے جیکسن کو ذرا چھیڑنے کی خاطر زیرِ خندہ سے پوچھا۔

ایک لمحے کو جیکسن کے چہرے کے تاثرات میں کھنچاؤ پیدا ہو گیا اُسے میری بات گراں گزری تھی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ اپنے ہونٹوں پر تبسم بکھیرتے ہوئے نہایت خندہ پیشانی سے بولا۔ "میرے محترم۔ غیب کا علم خدا کے سوا کسی اور کو نہیں ہو سکتا مگر قیاس کرنے پر کوئی پابندی کبھی نہیں، علم قیافہ کے بارے میں بھی میں نے پڑھے لکھے لوگوں سے بہت کچھ سن رکھا ہے، کالے جادو کے بارے میں تو میں نے بےشمار لوگوں کو قسم کھاتے سنا ہے۔ مگر بات اپنے اپنے عقیدے کی ہے۔ میں آواگون کے مسئلے کو نہیں مانتا لیکن ہندو دھرم کے بڑے بڑے پنڈت پجاری اس پر اعتقاد رکھتے ہیں۔"

"میں عقیدوں اور اعتقاد کی باتوں میں نہیں اُلجھنا چاہتا میرے دوست۔" میں نے جیکسن کے لہجے کی کاٹ کو محسوس کرتے ہوئے دوستانہ انداز میں کہا۔ "البتہ ٹامی میں تمھاری بڑھتی ہوئی دلچسپی کا سبب ضرور دریافت کرنا چاہتا ہوں۔"

"فی الحال میں آپ کو صرف اتنا بتا سکتا ہوں میرے محترم! ٹامی آپ کے لیے کسی موقع پر ایسی ڈھال ثابت ہوگا جو موت اور زندگی کے بھیانک کھیل میں بڑا اہم اور نمایاں کردار ادا کرتی ہے۔"

"گویا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ ٹامی ہمیں کسی وقت موت کے منہ سے باہر نکال لے گا۔" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میں پھر کسی وقت تفصیل سے اس مسئلے پر آپ سے گفتگو کروں گا بشرطیکہ آپ پسند کریں۔" جیکسن نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اس وقت میں فوری طور پر کپتان اینٹلے سے مل کر اُسے یہ بتلانے جا رہا ہوں کہ آج کی رات بحری عقاب اور اس کے مسافروں کے لیے بھاری ہے۔"

"اینٹلے مجھے پہلے ہی بتا چکا ہے کہ ہم عنقریب بحرِ شمالی کے خطرناک سائیکلون سے بھی دوچار ہو سکتے ہیں۔" میں نے لاپروائی سے جواب دیا۔

جیکسن نے مجھے دیکھنے کے بجائے ایک بار پھر ٹامی کو دلچسپ نظروں سے دیکھا پھر مسکراتا ہوا کنٹرول روم کی سمت چلا گیا۔ غالباً اُس نے میری بات پر توجہ نہیں دی تھی یا پھر دیدہ و دانستہ اُس نے میری ذات سے زیادہ ٹامی کے وجود کو اہمیت دینے کی کوشش کی تھی۔ میں چند ثانیے اپنی جگہ خاموش کھڑا رہا پھر قدم اٹھاتا ہوا اپنے کیبن میں آ گیا۔ اس وقت شام کے پانچ کا عمل رہا ہوگا۔

بحری عقاب ڈنمارک کے ایک بگڑے دل رئیس زادے کا انتہائی خوبصورت جہاز تھا جسے اُس نے اپنے ذاتی اور خاص استعمال کے لیے تیار کرایا تھا لیکن جب اس کا دل آ گیا تو اُس نے اپنے لیے دوسرا جہاز بنوا لیا اور بحری عقاب کرائے

پر چلانا شروع کر دیا۔ اس میں نئے کے رہائشی کمروں کے علاوہ کچھ پر تعیش کیبن، ایک کامن روم اور علیحدہ علیحدہ ڈرائنگ اور ڈائننگ روم بھی موجود تھے۔ دو مختصر کیبن بھی تھے جو غالباً مخصوص ملازموں کے لیے بنوائے گئے تھے، غرضیکہ بحری عقاب سیاحوں کے لیے ہمیشہ توجہ کا مرکز بنا رہتا تھا۔ میں اسے اپنی خوش قسمتی ہی کہوں گا کہ میں نے جس خطرناک سفر کا ارادہ کیا تھا اس کے لیے مجھے بحری عقاب بہ آسانی مل گیا۔ صرف یہی نہیں بلکہ میرے بہترین اور عزیز ترین دوست کیلاش اور جیکب بھی خلافِ توقع اس سفر پر میرے ساتھ شریک ہونے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ شاید اس لیے کہ انھیں اس سفر کے دوران پیش آنے والے ان سنگین اور ہولناک واقعات کا وہم و گمان بھی نہیں تھا جن کا ذکر میں آگے کروں گا۔

ہمارے اس بحری سفر کا آغاز سیلون سے ہوا تھا۔ روانگی سے قبل میں نے سفر کے دوران استعمال ہونے والا تمام سامان وافر مقدار میں خرید لیا تھا، کیلاش نے دواؤں کے علاوہ اپنا تحریری کا سامان بھی ساتھ لے لیا تھا۔ جیکب نے اپنی مذہبی کتابیں خاص طور پر اپنے ہمراہ رکھی تھیں، اس کے علاوہ بحر الکاہل کے ان دیکھے جزائر میں بولی جانے والی مختلف زبانوں کی کتابیں بھی جیکب ہی کے اصرار پر خریدی گئی تھیں۔ جیکب کا خیال تھا کہ زبان کا مسئلہ حل ہو جانے کے بعد وہ ان جزائر میں جہاں ابھی تک مذہب کی کرن نہیں پہنچی تھی اور لوگ مذہب سے دور بھاگتے تھے اپنی شخصیت سے انھیں مرعوب و مسحور کر کے بہ آسانی اپنے رنگ میں ڈھال سکے گا۔ ہر چند کہ میں ایسی کتابوں کو خریدنے کے حق میں نہیں تھا لیکن کیلاش کی سفارش پر میں نے جیکب کی بات مان لی تھی۔ ان کتابوں کی اہمیت کا اندازہ مجھے بعد میں ہوا۔

بہرحال ہمارے سفر کا آغاز انتہائی خوشگوار حالات اور موسم میں ہوا۔ سیلون اور پھر فری مینٹل سے ہوتے ہوئے ملبورن تک کا سفر نہایت فرحت انگیز تھا، ملبورن کی بندرگاہ سے ہم نے ایندھن کے سامان کے علاوہ دیگر کچھ ضروری اشیا بھی خرید لیں۔ ملبورن سے کپتان ایسٹلے کی سفارش پر ایک سیاہی جوڑا بھی ہمارا شریکِ سفر بن گیا۔ اس جوڑے کو آسٹریلیا کی حکومت نے اپنی حدود سے نکل جانے کا حکم صادر کر دیا تھا، کپتان ایسٹلے کو سیاہی عورت کی آہ و زاری پر رحم آ گیا، چنانچہ ہم نے ان میاں بیوی کو ملازموں کی فہرست میں شامل کر کے اپنے ساتھ لے لیا اور وہ چھوٹا کیبن اُن کے تصرف میں دے دیا جو خاص ملازموں کے لیے وقف تھا۔ جیکب نے دبی زبان میں اس سیاہی جوڑے کو ساتھ لینے کی مخالفت کی تھی لیکن کیلاش نے انسانیت کے نام پر اُسے چپ رہنے کی تاکید کی تو وہ خاموش ہو گیا۔

ملبورن سے سڈنی کے سفر کے دوران کوئی ایسا قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جس کا تذکرہ ضروری ہو۔ سڈنی سے ہمارا جہاز سووا (SUVA) کی طرف روانہ ہوا جو سڈنی سے سترہ سو میل کے فاصلے پر تھا۔ خوشگوار موسم سڈنی تک ہمارے ساتھ رہا لیکن سڈنی کی بندرگاہ سے روانہ ہوتے ہی بوڑھے پرتگالی کپتان نے ہمیں خطرناک طوفانوں سے مقابلے کے لیے تیار رہنے کی تاکید کر دی تھی۔ کیلاش مضبوط طبیعت کا مالک تھا اس پر طوفانوں کے ذکر کا کوئی اثر نہ ہوا لیکن جیکب کی حالت طوفان آنے سے پیشتر ہی غیر ہونے لگی۔ وہ ہر وقت ہونٹوں کے درمیان کچھ بڑبڑاتا رہتا اور بار بار آسمان کی جانب نظریں اٹھاتا تھا جیسے خداوند سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ رہا ہو۔

رات کے کھانے کے بعد ہم ڈرائنگ روم میں جمع ہوئے تو اس وقت بھی جیکب کا چہرہ زرد ہو رہا تھا اور ہونٹوں کی جنبش بدستور آہستہ آہستہ جاری تھی۔ باہر بارش کا زور شروع ہو چکا تھا لیکن بارش کی وجہ سے ہوا کی شدت میں کمی آ گئی تھی اور میرا خیال تھا کہ سمندری سفر میں تیز بارشیں اتنی خطرناک نہیں ہوتیں جتنی تیز ہوائیں زحمت کا باعث بن جاتی ہیں۔ میں نے کرسی پر آرام سے بیٹھتے ہوئے ایک نظر اپنی دستی گھڑی پر ڈالی۔ اس وقت رات کے سوا نو کا عمل تھا، کھانے کے بعد آخری بار جب میں عرشے کی طرف گیا تھا تو موسلا دھار بارش کا تانتا لگا ہوا تھا۔ کپتان ایسٹلے نے بحرِ شمال میں آنے والے سائیکلون کی تباہ کاریوں کے امکانات کے پیشِ نظر ہمیں محتاط رہ کر حالات سے مقابلے کا مشورہ دیا تھا لیکن جیکب نے بڑے واضح طور پر کہا تھا کہ آج کی رات بحری عقاب اور اس کے مسافروں پر بھاری ہے۔

ہر چند کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے میں کچھ عقیدوں کا قائل نہیں لیکن نہ جانے کیوں مجھے جیکب کی پیشین گوئی میں وزن محسوس ہوا تھا۔ اسی وجہ سے میں کھانے کے بعد اپنے دوستوں کے ساتھ ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ اس طرح جیکب کی پریشانی بھی کچھ کم ہو گئی تھی لیکن چہرے کی زردی ابھی تک برقرار تھی۔ میں نے کچھ دیر کی خاموشی کے بعد کیلاش کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"جیکب کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟"

"اچھا خاصا صحت مند آدمی ہے، بظاہر اسے کوئی ایسی بیماری نظر نہیں آتی جسے ہماری زبان میں مہلک یا خطرناک کہا جائے

itsurdu.blogspot.com

لیکن " کیلاش نے اچانک میرے چہرے کی سنجیدگی نوٹ کرتے ہوئے کہا۔ "تم کو اس وقت جیکسن کا خیال کیسے آگیا؟"

"سنا ہے وہ روحوں کو بلانے کا عمل جانتا ہے۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟"

"بوڑھے کپتان نے بتایا تھا۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ پھر قدرے توقف سے بولا۔ "جیکسن میری کہانی میں ضرورت سے زیادہ دلچسپی لے رہا ہے، میں نے اس غرض سے ایسٹے کو ٹٹولنا ضروری سمجھا تھا کہ جیکسن کا ناپ سمجھ سکوں۔"

"کتے میں دلچسپی!" جیکب نے حیرت سے کہا پھر برا سا منہ بنا کر اپنی رائے کا اظہار کیا۔ "ہو سکتا ہے بحری ملازمت اختیار کرنے سے پہلے وہ میونسپلٹی کا ملازم ہو اور آوارہ کتوں کو پکڑ کر ٹھکانے لگانا اس کے فرائض میں شامل رہا ہو۔"

"بکو مت۔" کیلاش نے اسے گھورتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے ڈانٹا۔ "اگر ایسا ہوتا تو اس وقت تم ہمارے درمیان نہ ہوتے، اب تک وہ تمھیں بھی کہیں نہ کہیں ٹھکانے لگا چکا ہوتا۔"

"تم سے اس سے زیادہ معیاری مذاق کی توقع بھی نہیں کی جاسکتی۔" جیکب نے حقارت سے کہا۔

"جیکسن کا خیال ہے کہ میلزا ہی کسی موقع پر ہمیں موت کے منہ سے بچانے میں بے حد کارآمد ثابت ہوگا۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔

"شعبدہ بازی۔" جیکب کیلاش کو گھورتے ہوئے بولا۔ "اکثر اناڑی ڈاکٹر اور سرجن بھی مریض کو دیکھتے ہی بلاوجہ اس کے معمولی مرض کو بہت بڑھا چڑھا کر بیان کرتے ہیں، صرف اپنی اہمیت بڑھانے کے لیے مگر میرے نزدیک یہ نہایت گھٹیا اور لچر طریقہ ہے۔"

"ایک ماہر سرجن کا فرض ہے کہ وہ مرض اور مریض دونوں کو دیکھ کر کوئی رائے قائم کرے۔" کیلاش مسکرایا۔ "اور تمھارے بارے میں جو رائے میں قائم کر چکا ہوں وہ نہایت مستند ہے۔"

"جیکسن نے ایک اہم بات اور بھی کہی ہے جس کا تعلق آج رات سے ہے۔" میں نے کیلاش اور جیکب کی نوک جھونک نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "اس کا کہنا ہے کہ آج کی رات جہاز اور اس کے مسافروں پر بھاری گزرے گی۔"

"مجھے اس کا اندازہ اس وقت ہو گیا تھا جب تم دونوں نے سیامی جوڑے کو جہاز پر جگہ دی تھی۔" جیکب کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

"تم بھول رہے ہو جیکب کہ ان میاں بیوی کو جہاز پر سوار ہوئے کئی دن گزر چکے ہیں جبکہ جیکسن نے آج کی رات کو جہاز کے لیے بھاری قرار دیا ہے۔" کیلاش نے جیکب کو سمجھاتے ہوئے کہا پھر دبی زبان میں بولا۔ "تم نے شاید اس سیامی عورت کو غور سے نہیں دیکھا، سر سے پاؤں تک قیامت ہی قیامت نظر آتی ہے، بے حد خوب صورت اور حسین۔"

"شیطان ہمیشہ ایسے ہی خوب صورت اور حسین چہروں میں نظر آتا ہے۔"

"اگر تمھارا یہی خیال ہے تو پھر تم فجی جزیرے پر جہاز سے نیچے اترنے کی زحمت گوارا نہ کرنا اس لیے کہ وہاں تمھیں قدم قدم پر حسین چہروں سے واسطہ پڑے گا۔" کیلاش نے جیکب کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ "میں نے تو یہاں تک سنا ہے کہ فجی جزیرے کی حسین لڑکیاں پادریوں کو اپنے خوب صورت جال میں پھانس کر ہمیشہ کے لیے پالتو بنا لیتی ہیں۔"

ابھی کیلاش اور جیکب میں یہ دلچسپ نوک جھونک جاری تھی کہ کمرے میں جیسے اچانک بھونچال آگیا۔ یقیناً کسی تیز لہر نے پوری شدت سے بحری عقاب کی قوت کو للکارا تھا اور نتیجے کے طور پر جہاز کے ہچکولا کھانے سے ڈرائنگ روم کی بیشتر آرائشی چیزیں اپنی جگہ چھوڑ کر فرش پر آگئیں۔ میرے ذہن میں جیکسن کی پیش گوئی کے الفاظ گونجنے لگے۔ کیلاش بھی یک لخت سنجیدہ ہو گیا اور جیکب کے چہرے کو دیکھ کر تو یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے اسے سانپ سونگھ گیا ہو۔ اس کے ہونٹوں کی بدبداہٹ بھی تیز ہو گئی تھی۔

ہم نے خاموش نگاہوں سے ایک دوسرے کو دیکھا لیکن بیشتر اس کے کہ کچھ زیادہ خیال کر سکتے جہاز نے ایک ہچکولا اور کھایا۔ میں نے اگر کرسی کے ہتھوں پر اپنی گرفت مضبوطی سے نہ جمائی ہوتی تو یقیناً منہ کے بل فرش پر لڑھک گیا ہوتا۔ کیلاش نے بھی نہایت پھرتی سے خود کو سنبھال لیا لیکن جیکب دوسرے جھٹکے کی زد سے خود کو نہ بچا سکا اور اپنی نشست سے لڑھک کر نیچے فرش پر گر پڑا تھا۔

"خداوند رحم!" جیکب کی خوف زدہ آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی۔

جہاز کے دوسرا ہچکولا کھاتے ہی نانی نے جو میرے قدموں کے قریب خاموش بیٹھی تھی کریہہ آواز میں بھونکنا شروع کر دیا تھا۔ حالات نے اس قدر اچانک اور غیر متوقع طور پر کروٹ لی تھی کہ ہم بڑبڑا کر رہ گئے۔ پھر کیلاش نے غالباً جیکب کو فرش سے اٹھانے کے لیے اپنی نشست چھوڑی تھی کہ تیسرے ہچکولے کے ساتھ وہ بھی لڑکھڑاتا ہوا فرش پر بچھے دبیز قالین پر ڈھیر ہو گیا۔ اسی لمحے ایک فانوس بجھ گیا ہوا کیبن کے دروازے پر

itsurdu.blogspot.com

نمودار ہوا اور چیخ کر بولا۔" حضرات باہر شدید طوفان ہے، خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش کیجیے۔"

ملاح کے جاتے ہی میں نے کیلاشس کو دوبارہ سنبھل کر اُٹھتے ہوئے دیکھا لیکن جہاز جو غالباً طوفانی لہروں کے درمیان پھنس چکا تھا بُری طرح ہچکولے کھانے لگا تھا۔ "ٹامی" بدستور بھونکے جا رہا تھا۔ کیلاشس بڑی مشکل سے ایک ستون کا سہارا لیتا ہوا دوبارہ اپنی کرسی پر آگیا۔ میرے لیے کرسی پر ہونے کے باوجود اپنا توازن برقرار رکھنا مشکل ہو رہا تھا۔ باہر سے اُٹھنے والا موجوں اور ہواؤں کے تیز جھکڑوں کا ملا جُلا شور کان کے پردوں کو پھاڑنے لگا تھا۔ بحری عقاب جس کے بارے میں سفر کے آغاز کے وقت ہمارا اندازہ تھا کہ وہ بڑے سے بڑے طوفانوں کا مقابلہ کر سکتا ہے اس وقت خوفناک لہروں کے سامنے پوری طرح بے بس ہو کر اپنی بقا کے لیے تڑپ رہا تھا اور ہچکولے کھا رہا تھا۔

"فادر جیکب" کیلاشس نے پوری قوت سے چیختے ہوئے جیکب کو مخاطب کیا جو جہاز کے ہچکولوں کے ساتھ ساتھ اِدھر اُدھر فرش پر گردش کر رہا تھا اور کسی ٹھوس چیز سے ٹکرا کر کسی خطرناک حادثے سے دوچار بھی ہو سکتا تھا۔ "ہوش میں آؤ۔ ہمت سے کام لو۔ کوشش کر کے کسی کرسی یا میز کے پائے کو مضبوطی سے پکڑ لو ورنہ...."

ورنہ کے بعد کیلاشس کی آواز بھی حلق کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئی۔ اس بار کسی بپھری ہوئی طوفانی لہر نے اتنی قوت سے جہاز کو اُچھالا تھا کہ ہمارے دِل دہل گئے، کرسیوں کے ہتھوں پر ہماری گرفت مضبوط نہ رہ سکی اور دوسرے ہی لمحے میں اور کیلاشس بھی منہ کے بل فرش پر آ گئے۔ میں نے فرش پر لڑھکتے ہوئے فرش سے جڑی ہوئی میز کے ایک پائے کو پکڑنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے پورا کیبن گھپ اندھیرے میں ڈوب گیا۔ شاید جہاز کے ڈائنمو نے کام کرنا بند کر دیا تھا۔

تاریکی کے باعث میں میز کے پائے کو نہ تھام سکا اور پوری قوت سے لڑھکتا ہوا کیبن کی دیوار سے ٹکرا کر رک گیا۔ "ٹامی" برابر خوفناک انداز میں بھونکے جا رہا تھا لیکن اس کے باوجود اس کی وفاداری میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اندھیرے کے باوجود میری بُو سونگھتا ہوا قریب آ کر میرے پیروں سے چمٹ گیا تھا۔ یہ دیگر بات ہے کہ طوفانی لہر کے دوسرے ریلے نے اس بے زبان کو پھر مجھ سے دُور کر دیا۔

"تم... جما... ل... تم... کس... طر... دف... ہو؟" کیلاشس کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ وہ میرے قریب ہی بائیں جانب کہیں تھا لیکن مجھے اس طوفانی شور و غل میں اس کی آواز بہت دُور سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔ میں نے کیلاشس کو اپنی پوزیشن سے آگاہ کرنا چاہا لیکن اسی لمحے میری آنکھوں کے سامنے اَن گنت جگنو چمک کر گھپ اندھیروں میں غائب ہو گئے۔ میرا سر کسی ٹھوس اور وزنی شے سے ٹکرایا تھا۔ چوٹ اتنی شدید تھی کہ میرا ذہن تاریکیوں میں مدغم ہونے لگا۔ موت کا تصور میرے اعصاب کو جھنجوڑ گیا۔ اس وقت مجھے کسی بات کا ہوش نہیں تھا لیکن ڈوبتے ہوئے ذہن میں ایک ہی سوال صدائے بازگشت بن کر بار بار گونج رہا تھا۔

"کیا میں اپنی کامل۔ اپنی درخشاں کو دوبارہ حاصل کر سکوں گا؟"

طوفان کی شدت کتنی دیر برقرار رہی اور ہم کتنی دیر تک بے ہوشی کی کیفیتوں سے دوچار رہے اس کا اندازہ ہمیں نہیں تھا البتہ دوسری بار میرے ذہن نے آہستہ آہستہ اس وقت جاگنا شروع کیا تھا جب کیبن کے دروازے کو باہر سے پوری شدت سے پیٹا جا رہا تھا۔ میں غنودگی اور نیم بے ہوشی کی حالت میں لڑکھڑاتا ہوا اُٹھا اور بمشکل دروازے تک جا کر اُسے کھول دیا۔ شاید رات کو ہم میں سے کسی نے اسے اندر سے مقفل کرنے کی حماقت کر دی تھی یا پھر طوفان کی وجہ سے دروازہ از خود لاک ہو گیا تھا۔

دروازہ کھلتے ہی سورج کی نیم گرم روشنی اور ہوا کے تازے جھونکوں نے میرے ذہن پر بڑا خوش گوار اثر ڈالا۔ میرے ذہن میں گزرے ہوئے طوفان کی یاد تازہ ہونے لگی۔ میں نے دروازے کے باہر کھڑے ہوئے جہاز کے عملے کے اُن چار افراد کو دیکھا جو غالباً کپتان کے حکم پر دروازہ توڑنے کے لیے وہاں یکجا ہوئے تھے۔ اپسٹلے ان کے پیچھے فکرمند کھڑا تھا۔ دروازہ کھلتے ہی وہ تیزی سے لپک کر سامنے آگیا۔

"میرے عزیز۔ خدا کا شکر ہے کہ میں تمہیں زندہ اور سلامت دیکھ رہا ہوں۔ لیکن تمہارے دوسرے ساتھی...."

"میں بھی خیریت سے ہوں۔" میری پشت سے کیلاشس کی آواز اُبھری۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے چہرے پر ایک دو جگہ معمولی سی خراشیں تھیں لیکن بظاہر کوئی شدید چوٹ نظر نہیں آ رہی تھی۔ اسی لمحے ٹامی بھی میرے قریب آ کر دم ہلانے لگا۔ وہ پوری طرح تازہ دم نظر آ رہا تھا۔

"جیکب کا کیا حال ہے؟" میں نے کیلاشس سے دریافت کیا۔

"وہ فرش پر آبنوسی میز کے نیچے اوندھا پڑا ہے۔ میں اس کی نبض ٹٹول چکا ہوں۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ معمولی بے ہوشی

ہے جو کچھ دیر بعد آپ ہی آپ دُور ہو جائے گی۔" کیلاش نے لاپروائی سے کہا پھر ایشلے سے بولا۔ "رات کا طوفان کس نوعیت کا تھا؟"

"ربِ عظیم کی برکتوں کا نتیجہ ہے میرے عزیز کہ رات کا طوفان بہت جلد ٹل گیا اور ہمیں کسی جانی یا مالی نقصان سے دوچار نہیں ہونا پڑا۔" کپتان نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر زیرلب مسکراتے ہوئے بولا۔ "سمندر میں اس قسم کے طوفان تو آتے ہی رہتے ہیں۔"

"کیا آئندہ بھی ایسے طوفانوں سے دوچار ہونے کا امکان ہے؟" کیلاش نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"ابھی تو ابتدا ہوئی ہے عزیز۔" ایشلے نے بدستور مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "سمندر کی گہرائی جتنی بڑھتی جائے گی طوفانوں کے خطرے بھی اتنے ہی بڑھتے جائیں گے لیکن ان طوفانوں سے کیا ڈرنا، ملاح اور سیاح تو طوفانوں کو بحری سفر کا ایک اشد ضروری حصہ سمجھتے ہیں۔"

"میرا مقصد کچھ اور تھا۔" کیلاش نے جلدی سے بات بناتے ہوئے سوال کیا۔ "میں دراصل یہ تو پوچھنا چاہتا تھا کہ کیا ہمارا جہاز شدید اور منہ زور طوفانوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہے؟"

"میرے عزیز۔ قبل از وقت یقینی طور پر کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" ایشلے نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "جہاں تک بحری عقاب کی مضبوطی کا تعلق ہے تو میں گزشتہ اٹھارہ سالوں سے اس کی کارکردگی دیکھ رہا ہوں۔ اس نے بڑے بڑے طوفان دیکھے اور برداشت کیے ہیں لیکن اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ معمولی درجے کے طوفانوں نے اس سے زیادہ بڑے بڑے اور مضبوط جہازوں کو غرق کر دیا ہے۔ موت اور زندگی کا اختیار تو قدرت کے ہاتھوں میں ہے۔"

کپتان اور اس کے ساتھی کچھ دیر بعد چلے گئے تو ہم واپس ڈرائنگ روم میں آ گئے جہاں ہر طرف افراتفری کا سماں تھا۔ زیادہ تر وزنی فرنیچر فرش سے جڑے ہوئے تھے اس لیے اپنی جگہ سے ٹس سے مس نہیں ہوئے لیکن ڈیکوریشن کا تمام سامان اور دیواروں پر لگی ہوئی تصاویر ادھر ادھر بکھری ہوئی تھیں۔ صوفوں اور کرسیوں کے درمیان آبنوسی میز کے نیچے جیکب بدستور اوندھے منہ پڑا تھا۔ اس کی گردن کچھ عجیب زاویے سے مڑی نظر آ رہی تھی جسے دیکھ کر مجھے تشویش ہونے لگی۔ میں نے کیلاش سے کہا۔

"کیلاش۔ ذرا دیکھو کہیں اس غریب کی گردن کی ہڈی تو نہیں ٹوٹ گئی۔"

"گھبرانے کی ضرورت نہیں۔" کیلاش نے فرش پر بیٹھ کر دوبارہ جیکب کی نبض کی رفتار دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ پوری طرح زندہ ہے اور عنقریب ہوش میں آنے والا ہے۔ یوں بھی ڈھیٹ قسم کے لوگ آسانی سے نہیں مرا کرتے۔"

مجھے کیلاش کا وہ بے وقت ریمارک بالکل پسند نہیں آیا۔ یہ درست ہے کہ ہم تینوں ایک دوسرے کے نہ صرف یہ کہ ہم جماعت رہ چکے تھے بلکہ بہترین جگری دوست بھی تھے لیکن اس کے باوجود آڑے وقتوں میں ہمیں ایک دوسرے کے لیے بری بات زبان سے نکالنے کا کوئی حق نہیں تھا۔ جیکب اور کیلاش میں ہر وقت ٹھنی رہتی لیکن وہ دل کی گہرائیوں سے ایک دوسرے کو چاہتے تھے۔ بہرحال، میں کیلاش کی بات سن کر اس کے بے وقت مذاق پر کوئی سخت تنقید کرنے کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ جیکب نے آہستہ سے خود کو فرش پر چت پوزیشن میں لا کر کراہتے ہوئے کہا۔

"بے ہوشی میں مر ہی گیا ہوتا۔ اتنی اذیت تو نہ برداشت کرنی پڑتی۔"

"فکر نہ کرو۔ وہ وقت بھی دُور نہیں جب دھرتی تمہارے بوجھ سے ہمیشہ کے لیے چھٹکارا حاصل کرے گی لیکن فی الحال تمہیں موت کی نہیں اس آبِ حیات کی ضرورت ہے۔" کیلاش نے سنجیدگی سے کہا پھر قریب رکھی ہوئی برانڈی کی بوتل اٹھا کر جیکب کے منہ سے لگا دی اور میں جو ایک لمحہ پیشتر کیلاش کو سرزنش کرنے کے بارے میں سوچ رہا تھا بے اختیار مسکرانے لگا۔ برانڈی سے جیکب کی حالت کچھ بہتر ہوئی تو وہ اٹھ کر ایک صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کیا طوفان گزر گیا؟" اس نے آرام سے بیٹھنے کے بعد کیلاش سے دریافت کیا۔

"نہیں۔" کیلاش نے تیزی سے کہا۔ "تمہیں بے ہوش دیکھ کر وقتی طور پر ٹل گیا تھا اب دوبارہ شروع ہو جائے گا۔"

"تم تباؤ جمال۔" جیکب نے مجھے مخاطب کیا۔ "کیا ہم سب واقعی محفوظ ہیں؟"

"ہاں۔ خدا کا شکر ہے کہ جو مصیبت آئی تھی وہ بخیر و خوبی ٹل گئی۔" میں نے جیکب کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ "کوئی جانی و مالی نقصان بھی نہیں ہوا۔"

"پھر بھی۔ جو پیشین گوئی جیکسن نے کی تھی وہ درست ثابت ہوئی۔" جیکب کے لہجے میں سنجیدگی تھی۔

"اوہ۔" میں چونکا۔ "جیکسن کو تو میں بھول ہی گیا تھا۔"

"میں نہیں مانتا۔" کیلاش نے تیزی سے کہا۔ "تجربہ کار جہاز راں اس قسم کی پیشین گوئیاں اکثر کرتے رہتے ہیں۔ ہمارے دیش میں موسم کی پیشین گوئیاں کرنے والوں کا حال دیکھ لو۔ جہاں

پانی کا کوئی قطرہ آسمان سے ٹپکا یا آکاش پر اوشٹ کالے بادلوں کی کوئی ٹکڑی نظر آئی، دوسرے دن برشٹ دھڑلے سے دھواں دھار بارش کی خبر آجاتی ہے۔"

"تم اپنے دیش اور اپنے دھرم کی بات مت کرو۔" جیکب اڑ گیا۔ "تمہارے دھرم میں تو آواگون (دوسرا جنم لینے کا عقیدہ) کو بھی مانا جاتا ہے۔"

"کیا ثابت کرنا چاہ رہے ہو فادر؟" کیلاش نے سپاٹ نظروں سے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارے دھرماتماؤں کے مطابق آتما ایک شریر کو چھوڑ کر اگر دوسرے شریر کو اپنا سکتی ہے یا جنم لے سکتی ہے تو کیا شریر سے نکلی ہوئی اسی آتما کو جنتر منتر کے ذریعہ بلایا نہیں جا سکتا؟" جیکب نے دلیل پیش کی۔

"گویا تم دونوں اس بات پر ایمان لے آئے ہو کہ جیکسن روحوں کو بلانے کا عمل جانتا ہے اور اس کے منہ سے جو بات نکلے گی وہ ہمیشہ سچ ثابت ہوگی۔" کیلاش نے ہم دونوں کو گھورتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"غیب کا حال سوائے خدا کے کسی اور کو نہیں معلوم ہو سکتا لیکن بہرحال جیکسن نے گزشتہ رات کے بارے میں جو کچھ کہا تھا وہ بھی غلط نہیں تھا۔" میں نے دبی زبان میں جواب دیا۔ نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ جیکسن کی شخصیت یقینی طور پر پُراسرار ہے۔

"بہت خوب۔" کیلاش قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "عجیب منطق ہے، ایک طرف تم لوگ خدا کے وجود کو عظیم و برتر مان رہے ہو اور دوسری طرف یہ بھی تسلیم کرنے کے لیے مجبور ہو کہ جیکسن کی کہی ہوئی بات بھی غلط ثابت نہیں ہوئی۔"

"ہم اس جھگڑے کو ختم کرنے کے لیے جیکسن کا امتحان بھی لے سکتے ہیں۔" جیکب نے تجویز پیش کی۔

"تجویز معقول ہے۔" میں نے جیکب کی تائید کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"مغرب کے لوگ بلیک میجک کو بہت زیادہ مانتے ہیں۔" جیکب نے کیلاش کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ "تم ان کو کیا کہو گے؟"

"وہ بھی تمہاری ہی طرح احمق کہلانے کے مستحق ہیں۔" کیلاش نے اُلجھتے ہوئے جواب دیا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "ہمیں چل کر اپنے کیبنوں کا حال بھی دیکھنا چاہیے۔ خدا جانے وہاں کیا افراتفری ہماری توجہ کی منتظر ہو۔"

کیلاش یہ کہتا ہوا باہر چلا گیا تو جیکب کے ہونٹوں پر ایک گہری مسکراہٹ اُبھر آئی۔ بڑی رازداری سے بولا۔

"تم نے دیکھا میرے دوست کیلاش میری دلیلوں کے سامنے ہتھیار ڈالنے پر مجبور ہو گیا۔"

"خوش فہمی ہے تمہاری۔" میں نے بھی کرسی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "کیلاش بنیادی طور پر سرجن ہے۔ چیر پھاڑ کرنا اس کی عادت ہے۔ ذرا بچ کر رہنا۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم اپنی تبلیغی صلاحیتوں کو اس پر آزمانے کی کوشش کرو اور وہ تمہیں بھی چیر پھاڑ کر رکھ دے۔"

"خیر چھوڑو۔ یہ بتاؤ جیکسن کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" جیکب نے بڑی خوب صورتی سے بات بدلتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اس کی صلاحیتوں کا امتحان لے ڈالیں۔ اگر وہ سچا ہے تو آیندہ ہمارے لیے بہت کارآمد ہو سکتا ہے؟"

"تم کیلاش کو آمادہ کر لو۔ جیکسن کو عملی مظاہرے کے لیے تیار کرنا میرا کام ہوگا۔"

"ٹھیک ہے۔ میں کیلاش کو رام کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

جیکب بھی اٹھ کر میرے ساتھ ہو لیا۔ ہم دونوں ڈائننگ روم سے ایک ساتھ ہی نکلے۔ جیکب خاصے خوش گوار موڈ میں تھا لیکن باہر نکلتے ہی، اس کی نظر سب سے پہلے جس چیز پر پڑی وہ وہی سیاہی عورت تھی جسے ہم نے ملبورن کی بندرگاہ سے ساتھ لیا تھا۔ وہ اس وقت تنہا اپنے کیبن کے سامنے کھڑی اپنی دراز زلفوں کو سنوارنے میں مصروف تھی۔ جیکب روزِ اول ہی سے اس سیاہی جوڑے کو منحوس قرار دے رہا تھا اس لیے ظاہر ہے کہ اس عورت کو دیکھتے ہی اس کا خوش گوار موڈ یکدم چوپٹ ہو گیا۔ اس نے اس قدر حقارت سے منہ بنا کر اپنا چہرہ دوسری طرف گھمایا کہ مجھے بے اختیار ہنسی آگئی پھر قبل اس کے کہ میں اس سے کچھ کہتا وہ تیز تیز قدم مارتا اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔ چند ثانیے میں اپنی جگہ کھڑا جیکب کی ضعیف الاعتقادی پر مسکراتا رہا پھر خاموشی کے ساتھ اپنے کیبن کی سمت بڑھ گیا۔

رات کے طوفان نے ہم سب ہی کی حالت غیر کر دی تھی چنانچہ ہم صرف دوپہر کے کھانے کے وقت ایک ساتھ جمع ہوئے پھر اپنے اپنے کیبنوں میں واپس چلے گئے۔ خدا کا شکر ہے کہ شام تک موسم اور خوش گوار ہو گیا اور گزشتہ رات کی تھکن اور خوف کا اثر بھی جاتا رہا۔ شام کو چائے پینے کے بعد ہم کیبنوں کے سامنے ریلنگ کے قریب کرسیاں ڈال کر بیٹھ گئے۔

جہاز کا عملہ نہ صرف یہ کہ اس وقت بھی مستعد نظر آرہا تھا بلکہ ان کے چہروں پر بشاشت بھی موجود تھی۔ میں نے ان کے چہروں سے ہی اندازہ لگایا تھا

کہ عنقریب ہم کسی نئے طوفان سے دوچار نہیں ہوں گے۔ جہاز کا کپتان کنٹرول روم کے باہر چھوٹے سے چبوترے نما پلیٹ فارم پر ریلنگ پر کہنیاں ٹکائے کھڑا تاحدِ نظر پھیلے ہوئے نیلگوں سمندر میں غالباً اپنی جوانی کے بیتے ہوئے خوب صورت ایام کی یاد تازہ کرنے میں محو تھا۔

معاً مجھے جیکسن کا خیال آگیا۔ وہ گزشتہ رات کے بعد سے اب تک کہیں نظر نہیں آیا تھا۔ جیکسن کا خیال آتے ہی میں نے اشاروں میں جیکب سے دریافت کیا کہ کیا وہ کیلاش کو روحوں کو بلانے والا عمل دیکھنے کے لیے آمادہ کر چکا ہے۔

جیکب نے نفی میں اشارہ کیا۔ کیلاش اس وقت دوسری طرف متوجہ تھا مگر اس نے جیکب کو نفی میں سر ہلاتے دیکھ لیا۔ جیکب کو بھی اس کا احساس ہوگیا کہ اس کی چوری پکڑی گئی ہے اس لیے اس نے خود کو لاپروا ثابت کرنے کے لیے اپنے چہرے پر جو تاثرات پیدا کرنے کی کوشش کی اس نے کیلاش کو اور زیادہ چونکنے پر مجبور کر دیا۔ مجھے جیکب کی معصوم اداکاری پر ہنسی آئی تو کیلاش کا شبہ یقین میں بدل گیا کہ اس کے خلاف ضرور کوئی ناخوشگوار سازش ہو رہی ہے۔

"کیا بات ہے میرے عزیز دوست!" کیلاش نے جیکب کو سنجیدگی سے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم اپنی گردن میں کچھ تکلیف محسوس کر رہے ہو؟"

"بالکل نہیں۔" جیکب نے تیزی سے جواب دیا۔

"پھر ابھی تمہاری یہ سارس کی طرح لمبی گردن جھٹکے کیوں کھا رہی تھی؟"

"یونہی۔" جیکب نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "معمولی سا درد ہے، جاتا رہے گا۔"

"تم جس درد کو معمولی سمجھ رہے ہو وہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔" کیلاش نے پرتشویش لہجہ اختیار کر لیا۔ "طوفان گزر جانے کے بعد جمال نے تمہیں جس انداز میں پڑا دیکھا تھا اس وقت اسے بھی شبہ ہوا تھا کہ شاید تمہاری گردن ٹوٹ چکی ہے۔"

"موسم اس وقت خاصا خوشگوار ہو رہا ہے۔" جیکب نے کیلاش کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے موضوع بدلنے کی کوشش کی۔ "ہوا بھی خاصی خنک اور فرحت بخش محسوس ہو رہی ہے۔"

"اور ہوا کی یہی خنکی تمہاری گردن کے معمولی درد میں اگر بیٹھ گئی تو تمہارے دنیا سے اٹھ جانے کا سبب بھی بن سکتی ہے۔" کیلاش بدستور سنجیدہ تھا۔

"لعنت ہے۔" جیکب جھلا گیا۔ "کیا تم میری گردن کا پیچھا نہیں چھوڑ سکتے؟"

"سیدھی طرح بتاؤ، تم میرے خلاف جمال سے کیا سازش کر رہے تھے ورنہ تمہاری گردن بیچ بیچ توڑ دوں گا۔" کیلاش نے اچانک جیکب کی گردن پکڑ لی۔

"تمہیں انجیل مقدس کی قسم۔ میری گردن پر قوت آزمائی مت کرو۔" جیکب نے گڑگڑاتے ہوئے کہا پھر اصل بات بھی اگل دی۔

"میں پہلے ہی کہہ چکا ہوں کہ اس قسم کی لغویات سے مجھے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی۔" کیلاش نے جیکب کی گردن چھوڑتے ہوئے جواب دیا۔

"تم نے ابھی تک شادی بھی نہیں کی۔" جیکب نے گردن سہلاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم شادی بیاہ کی ضرورتوں کو بھی لغویات کی فہرست میں شامل کر چکے ہو؟"

"شادی!" کیلاش کے چہرے کی سنجیدگی یک لخت دور ہوگئی۔ بڑے رومانی انداز میں مسکراتے ہوئے اس نے جیکب کو نیم باز و خوابیدہ نظروں سے دیکھا اور مدھم آواز میں بولا۔ "میرے دوست میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ تم نے مجھے بروقت زندگی کی ایک اہم ضرورت کا احساس دلا دیا۔ مجھے اب پہلی فرصت میں شادی کر ڈالنی چاہیے۔"

"ہوش میں آجاؤ میرے بھائی۔" جیکب نے اس کے چہرے کے سامنے ہاتھ ہلاتے ہوئے کہا۔ "ہم اس وقت ہندوستان کی سرزمین پر نہیں، بحر الکاہل میں سفر کر رہے ہیں۔"

"میں اس سیاحی حسینہ سے معلوم کروں گا۔" کیلاش نے بے حد سنجیدگی سے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "اگر اس کی کوئی بہن ہوئی تو۔"

"لعنت ہے تم پر۔" جیکب نے یک لخت برا سا منہ بنا کر تیزی سے کہا۔ "اتنے خوشگوار موسم میں اتنی گھٹیا بات۔"

میں جیکب اور کیلاش کی دلچسپ چھیڑ چھاڑ پر خاموش بیٹھا مسکرا رہا تھا کہ ایک ملاح گھبرایا ہوا کیلاش کے قریب آکر بڑی لجاجت سے بولا۔ "ڈاکٹر صاحب! اگر آپ کو زحمت نہ ہو تو میرے ساتھی کو چل کر دیکھ لیں۔ اس کی حالت بہت تیزی سے خراب ہو رہی ہے۔"

"چلو۔"

کیلاش فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا، لپک کر کیبن سے وہ اپنا ایمرجنسی بیگ لایا پھر ہم سب تیز تیز قدم اٹھاتے اس ملاح کے ساتھ ہو گئے۔ جہاز پر ملاحوں یا مسافروں کی طبیعت اکثر خراب ہوتی رہتی ہے۔ بیشتر لوگوں کو پہلے سمندری سفر کے دوران شدید چکر اور الٹیاں شروع ہو جاتی ہیں، کچھ بادہ خوری کی عادت کی بنا پر فوڈ پوائزن کا بھی شکار ہو جاتے ہیں لیکن ہے

اس ملاح کے ساتھی کے ساتھ بھی کوئی ایسا ہی معمولی حادثہ پیش آیا ہو لیکن اس کے لب و لہجے میں یقیناً کوئی ایسی خاص بات ضرور تھی جس نے میرے دل کی دھڑکنوں کو تیز کر دیا۔ سفر کے آغاز پر ہی یہ بات جہاز کے بیشتر عملے کو معلوم ہو گئی تھی کہ کیلاکش سرجن ہے چنانچہ سفر کے دوران اکثر عملے کے افراد کو اس کی ضرورت پیش آتی رہتی تھی اور کیلاکش ہمیشہ نہایت محبت اور خندہ پیشانی سے ان کے کام آتا تھا لیکن اس وقت ملاح کی بوکھلاہٹ نے اسے بھی جانے کیوں گڑبڑا دیا تھا۔

ہم آگے پیچھے تیز تیز قدم اٹھاتے ایک مختصر سے کیبن میں داخل ہوئے جہاں ایک ملاح فرش پر پڑا ماہیٔ بے آب کی مانند تڑپ رہا تھا۔ صورت شکل اور جسمانی اعتبار سے اسے بے حد تندرست و توانا کہنا بیجا نہ ہوگا۔ اس کی صحت قابلِ رشک تھی لیکن اس وقت اس کے چہرے پر شدید کرب اور اذیت کے ملے جلے تاثرات ابھر رہے تھے وہ کسی ذبح ہوتے ہوئے بکرے کی طرح آپ ہی آپ فرش پر پچھاڑیں کھا رہا تھا۔ اس کے دانت سختی سے ایک دوسرے سے جکڑے ہوئے تھے اور منہ سے جھاگ اٹھ رہے تھے، دونوں ہاتھوں کی انگلیاں بری طرح اکڑ کر رہ گئی تھیں یوں جیسے انہیں شکنجوں میں جکڑ کر ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا گیا ہو۔ ایک بات جو میں نے پہلی نظر میں خاص طور پر محسوس کی وہ یہ تھی کہ کرب کی حالت سے دوچار شخص کے تمام جسم پر خون کی سرخی نظر آ رہی تھی — لیکن اس کے چہرے اور گردن پر ہلدی جیسی زردی چھائی ہوئی تھی۔

"اسے یقیناً مرگی کا دورہ پڑا ہے۔ میں اس کے حق میں دعا کرتا ہوں۔" جیکب نے ہمدردانہ انداز میں کہا پھر کیبن سے باہر جا کر آسمان کی جانب چہرہ بلند کر کے اور آنکھیں موند کر کچھ پڑھنے میں مصروف ہو گیا۔

کیبن میں آدمیوں کی تعداد بڑھتی جا رہی تھی اس لیے کیلاکش نے میرے اور بیمار کے ساتھی کے علاوہ باقی تمام افراد کو باہر نکالا پھر ایمرجنسی بیگ کھول کر وہ کوئی انجکشن تیار کرنے لگا۔

"ڈاکٹر صاحب۔ میرا ساتھی ٹھیک تو جائے گا؟"

"اوپر والے پر بھروسہ رکھو۔ وہ بہتر کرتا ہے۔" کیلاکش نے انجکشن تیار کرتے ہوئے مریض کے ساتھی سے کہا۔ "اسے پوری قوت سے پکڑ لو تاکہ میں اسے ٹیکہ لگا سکوں۔"

میں نے جھک کر ملاح کے ساتھ مریض کو جکڑنے کی کوشش کی لیکن وہ اپنے ہوش میں نہیں تھا، اس کے جسم میں نہ جانے کون سی ایسی شیطانی قوت پیدا ہو گئی تھی کہ وہ ہم دونوں کے سنبھالے نہیں سنبھل رہا تھا اور پچھاڑیں کھاتا ہوا بار بار ہماری گرفت سے نکل جاتا تھا۔ میں محسوس کر رہا تھا کہ آہستہ آہستہ زردی اس کی گردن سے نیچے اترتی آ رہی ہے ایسا لگ رہا تھا جیسے اس کے جسم کا خون غائب ہوتا جا رہا ہو۔

"جمال۔" کیلاکش نے مجھے انگریزی میں مخاطب کرتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "اسے ایک لمحے کو جکڑنے کی کوشش کرو تاکہ میں انجکشن کے ذریعے دوا اس کے جسم میں پہنچا سکوں اگر اسے فوری طور پر انجکشن نہ دیا گیا تو اس کی حالت تشویش ناک حد تک خراب ہو جائے گی۔"

میں نے پھر پوری قوت صرف کر دی۔ مریض کا دوسرا ساتھی بھی پسینے پسینے ہو رہا تھا لیکن مریض کسی طرح ہمارے قابو میں نہیں آ رہا تھا۔ میں نے تجویز پیش کی ایک دو آدمیوں کو وقتی طور پر کیبن کے اندر بلا لیا جائے تاکہ مریض کو انجکشن دیا جا سکے۔ کیلاکش نے میرے مشورے سے متفق ہو کر ہاتھ کے اشارے سے دو تندرست آدمیوں کو اندر بلا لیا پھر ہم چاروں نے مل کر بمشکل مریض کو اس حد تک جکڑ لیا تھا کہ کیلاکش اپنا کام انجام دے سکتا۔ کیلاکش کے بموجب مریض کی زندگی بچانے کے لیے ایک ایک لمحہ بڑا قیمتی اور اہم تھا چنانچہ مریض کے قابو میں آتے ہی کیلاکش نے اسپرٹ میں ڈوبی ہوئی روئی اس کے بازو کی تڑپتی ہوئی مچھلی پر پھیری اس کے بعد جو کچھ بھی رونما ہوا اس نے ایک لمحے کو ہم سب کو گنگ کر دیا۔ کیلاکش نے بازو پر اسپرٹ لگانے کے بعد بڑی سرعت سے انجکشن لگانے کی کوشش کی تھی مگر اچانک مریض کے جسم نے اتنی حیرت انگیز قوت اور برق رفتاری سے جھٹکا کھایا کہ نہ صرف ہم چاروں کی گرفت سے نکل گیا بلکہ اس کا ہاتھ پوری قوت سے لہرا کر کیلاکش کے منہ پر پڑا۔ ضرب اتنی شدید اور غیر متوقع تھی کہ کیلاکش جو گھٹنوں کے بل فرش پر بیٹھا تھا پلٹ کر دوسری طرف چاروں شانے چت گرا اور سرنج اس کے ہاتھ سے نکل کر کیبن کی دیوار سے ٹکرا کر پاش پاش ہو گئی۔

یہ سب کچھ اس قدر اچانک ہوا تھا کہ ہماری عقلیں حیران رہ گئیں پھر قبل اس کے ہم مریض کی جان بچانے کے لیے دوبارہ سنبھل کر کوئی تدبیر اختیار کرتے وہ آنکھیں کھول کر پاگلوں کی طرح اٹھا اور باہر کی جانب دوڑا، انداز ایسا تھا جیسے کوئی غیبی قوت اسے کنٹرول کر رہی ہو۔ باہر کھڑا ہوا مجمع کائی کی طرح چھٹ گیا، کچھ لوگوں نے اسے پکڑنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ کسی بلا خیز عفریت کی طرح ہاتھ اٹھا کر بھاگتا ہوا عرشے کی طرف گیا اور ایک ہی جست میں جنگلا پھلانگ گیا کہ یہ دیکھ کے

اُوپر سے گزرتا ہوا سمندر کی لہروں میں گم ہوگیا۔

اس حادثے کی اطلاع بجلی کی طرح عملے کے افراد میں پھیل گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے عملے کے بیشتر لوگ عرشے پر جمع ہوگئے۔ وہ ریلنگ پر جھکے اپنے اس ساتھی کو دیکھنے کی کوشش کررہے تھے جس کا نام نارمن تھا۔ نارمن جو کچھ دیر پیشتر اُن کے درمیان تھا لیکن اب سمندر کی تہوں میں کہیں گم ہوکر رہ گیا تھا۔ ہمیشہ کے لیے۔

کپتان ایسٹے نے تیس منٹ کی کوشش کے بعد لوگوں کو واپس اُن کے کام پر جانے کی تلقین میں کامیابی حاصل کرلی تھی ایک گھنٹے بعد سب کچھ دوبارہ نارمل ہوگیا۔ عملے کے جذبات میں پیدا ہونے والی گرمی بھی سرد ہوچکی تھی البتہ نارمن کے کیبن میں اس کے ساتھ رہنے والا دوست اڈگر ابھی تک اپنے کیبن کے سامنے کھڑا مغموم نگاہوں سے سمندر کی جانب گھورے جارہا تھا۔ ہم دوبارہ اپنی کرسیوں پر واپس آ گئے۔

ہم میں سے کسی نے اس حادثے کے بارے میں کوئی گفتگو نہیں کی گم صم بیٹھے اپنی اپنی سوچوں میں غرق تھے اپنے اپنے طور پر اس پُراسرار حادثے اور نارمن کی حیرت انگیز موت کے بارے میں غور کررہے تھے۔ کیلاش ہمیشہ سے خوش مزاج ہنس مکھ اور نڈر ہونے کے ساتھ ساتھ ہم سب سے زیادہ طاقتور بھی تھا اپنے پیشے کے اعتبار سے اسے سنگدل بھی کہا جاسکتا تھا لیکن اس وقت خلافِ توقع وہ بھی گہری فکرمندی کا شکار نظر آرہا تھا۔ خاصی دیر تک ہمارے درمیان خاموشی طاری رہی پھر میں نے گفتگو کی ابتدا کرتے ہوئے کیلاش سے دریافت کیا۔

"کیا تم نارمن کی موت کے بارے میں کوئی آخری نتیجہ اخذ کرسکے ہو؟"

"موت بہرحال موت ہی کہلائے گی۔" کیلاش نے ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ "البتہ نارمن کا مرض ابھی تک میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ پہلی نظر میں میری تشخیص یہی تھی کہ اُسے مرگی کا دورہ پڑا ہے لیکن دورے کی حالت میں یوں اچانک اُٹھ کر بھاگنا اور خاص طور پر خودکشی کا اقدام کرنا۔ یہ تمام باتیں قابلِ توجہ ہیں۔ میں نے آج تک ایسا پیچیدہ اور حیرت انگیز کیس نہیں دیکھا۔"

"خودکشی ہی کیوں؟" جیکب نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "وہ اگر دیوانگی کی حالت سے دوچار تھا تو باہر کھڑے لوگوں پر حملہ کرسکتا تھا کسی اور چیز سے ٹکرا سکتا تھا لیکن جس انداز میں اس عزیز نے ریلنگ کے قریب پہنچ کر چھلانگ لگائی تھی اس سے تو بظاہر یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ کوئی شیطانی قوت پوری طرح سے اُس کے ذہن پر حاوی تھی اور مرنے والا اس نادیدہ قوت کے ہاتھوں بے بس اور لاچار تھا۔"

"یہ سب توہم پرستی ہے۔" کیلاش ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔

"پھر۔ تم اُس کی موت کو کیا کہو گے؟" میں نے کیلاش کو سوالیہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "تم بھول رہے ہو کہ نارمن پر عین اس وقت شیطانی دورہ پڑا تھا جب تم انجکشن کی سوئی اُس کے جسم میں داخل کرنے والے تھے۔"

"دورہ کسی وقت بھی پڑسکتا ہے اس کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں کیا جاسکتا۔" کیلاش نے تلملاتے ہوئے جواب دیا لیکن انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ خود بھی اپنی باتوں سے مطمئن نہیں ہو۔

"تم خواہ کچھ بھی کہو لیکن میں پورے یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ نارمن کی موت کی پشت پر کسی شیطانی قوت کا ہاتھ ضرور شامل ہے۔" جیکب نے فیصلہ صادر کرتے ہوئے کہا۔ "جادو ٹونے کا ذکر تو مقدس کتابوں تک میں موجود ہے کیا تم اُسے رد کرسکو گے؟"

کیلاش نے سخت نظروں سے گھور کر جیکب کو دیکھا پھر ہونٹ کاٹنے لگا۔ چند لمحوں تک وہ غور و فکر میں ڈوبا رہا پھر اُس نے اڈگر کو اشارے سے قریب بلایا۔ وہ بیچارہ ابھی تک مغموم تھا اُس کی بھیگی پلکیں بتارہی تھیں کہ وہ نارمن کی موت پر بے حد غم زدہ ہے۔ کیلاش کا دوسرا اشارہ پاکر وہ ہمارے قریب ہی آلتی پالتی مار کر فرش پر بیٹھ گیا۔

"ہمیں نارمن کی موت کا اتنا ہی دکھ ہے میرے عزیز جتنا تمھیں ہے۔" کیلاش نے اڈگر سے نہایت نپے تلے اور ہمدردانہ انداز میں گفتگو کا آغاز کرتے ہوئے اپنی پیشہ ورانہ مہارت سے کہا۔ "اس کی جوان اور بے وقت موت پر جتنا غم کیا جائے کم ہے لیکن اب۔ ہم صرف یہی کرسکتے ہیں کہ آخرت میں اُس کے لیے نیک صلے کی دعا کریں۔"

"ربِ عظیم مرنے والے کے حق میں بہتر کرے گا۔" جیکب نے دعا دیتے ہوئے کہا۔

"کیا تمھارے ساتھی کو اس قسم کا دورہ پہلے بھی پڑتا رہا تھا؟" کیلاش نے اڈگر کو کریدنے کی خاطر پوچھا۔

"نہیں صاحب۔ آج پہلی بار اُس کی حالت اچانک خراب ہوئی تھی بس بیٹھے بیٹھے اُس نے ہذیان بکنا شروع کردیا پھر دیکھتے ہی دیکھتے فرش پر گر کر تڑپنے لگا۔" اڈگر بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "میں فوراً ہی آپ کو خبر کرنے دوڑا تھا اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ آپ کے سامنے ہوا۔"

"دورہ پڑنے سے پہلے اُس نے کچھ کھایا پیا تو نہیں تھا؟ میرا مطلب ہے کوئی ایسی شے جو زہریلی ہو اور جس نے تمہارے دوست کی ذہنی حالت کو یک لخت بے قابو کر دیا ہو؟" کیلاکش نے آہستہ سے سوال کیا۔

"نہیں صاحب۔ اُس نے دوپہر کا کھانا اور شام کا قہوہ میرے ساتھ ہی لیا تھا۔" اڈگر نے مرنے والے کو یاد کرتے ہوئے کہا۔ "ہم دونوں نے چار سال پہلے بحری عقاب پر ایک ساتھ ہی ملازمت اختیار کی تھی، نارمن کو باڈی بلڈنگ کا شوق دیوانگی کی حد تک تھا، جو کام چار آدمی مل کر نہ کر سکیں وہ اُسے اکیلا ہی کر ڈالتا تھا، کپتان سے لے کر نچلے عملے تک کے تمام لوگ اُس سے بے پناہ محبت کرتے تھے، وہ تھا بھی ایسا ہی کہ اُس سے محبت کی جائے۔ ہر وقت ہنستے بولتے رہنا اُس کی عادت تھی۔ مجھے تو ایسا لگ رہا ہے صاحب جیسے میرا ایک بازو ٹوٹ گیا ہو۔"

"کیا تمہارا دوست شادی شدہ تھا؟" میں نے بھی گفتگو میں شامل ہوتے ہوئے پوچھا۔

"نہیں صاحب۔ وہ شادی کے سخت خلاف تھا۔ کہا کرتا تھا عورت وہ دیمک ہے جو اگر مضبوط سے مضبوط درخت کو لگ جائے تو اُسے بھی چاٹ جاتی ہے۔"

"پھر تو وہ اپنے قریب عورت کے وجود کو بھی برداشت نہ کرتا ہوگا۔" جیکب نے کہا۔ "مجرد ہونا بڑی بات ہے۔ ایسے لوگ تبلیغی کاموں کے لیے بڑے کارآمد ثابت ہوتے ہیں۔ کاش وہ کچھ دنوں اور زندہ رہتا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ نارمن کی کبھی کسی سے دشمنی نہیں ہوئی تھی؟" کیلاکش نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے دریافت کیا۔ "ہو سکتا ہے کہ تمہارے دوست کی موت کا سبب کوئی پرانی عداوت ہو۔"

"میں بھی نہیں صاحب۔" اڈگر نے تیزی سے چہرہ اُٹھا کر کیلاکش کو وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"ہو سکتا ہے کہ کسی دشمن نے تمہارے دوست کو کالے جادو یا سفلی کا نشانہ بنا دیا ہو۔"

کیلاکش کے منہ سے پہلی بار کالے جادو یا سفلی کا نام سن کر میرے علاوہ جیکب کو بھی تعجب ہوا تھا لیکن کیلاکش کی سنجیدگی میں کوئی فرق نہیں آیا۔ وہ بدستور ٹکٹکی باندھے اڈگر کو دیکھ رہا تھا جو کالے جادو کے نام پر یوں چونکا تھا جیسے اچانک کوئی بھولی ہوئی مگر اہم بات یاد آگئی ہو۔ کوئی ایسی بات جو اُس کے لاشعور میں محفوظ تھی اور کیلاکش کے کریدنے سے شعور کے پردوں پر اُبھر آئی ہو۔

ایک لمحے تک وہ کیلاکش کو پلکیں جھپکائے بغیر گھورتا رہا۔ اُس کی آنکھیں چمک رہی تھیں جیسے اُلجھی ہوئی ڈور کا سرا اچانک اُس کے ہاتھ آ گیا ہو۔ آہستہ آہستہ وہ غیر ارادی طور پر اپنی مٹھیاں بھینچ رہا تھا، اُس کے اندر یقینی طور پر کوئی طوفان سر اُبھار رہا تھا، جذبات کی طغیانی نے اُس کے چہرے سے معصومیت کے پھیکے تاثرات یک لخت دھو ڈالے تھے۔ آہستہ آہستہ اُس کے اعصاب میں نمایاں تناؤ سا پیدا ہو رہا تھا پھر اُس نے اپنے ہونٹ کے گوشے کو دانتوں تلے روندنا شروع کر دیا۔

"اڈگر۔" کیلاکش کی آواز آہستہ سے اُبھری۔ "کیا میرا اندازہ درست ہے؟"

"جی۔" وہ یوں چونکا جیسے اچانک کسی جذبے نے اُسے ہم لوگوں کی موجودگی سے کچھ دیر کے لیے بے خبر کر دیا ہو۔ "آپ نے کچھ کہا صاحب؟"

"کیا تم بدروحوں اور اُن کے انتقام پر اعتقاد رکھتے ہو؟" کیلاکش نے نئے زاویے سے اُسے ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"روح اگر جسم کو متحرک رکھ سکتی ہے تو انتقام بھی لے سکتی ہے صاحب۔" اڈگر نے اپنے معیار کے مطابق منطق پیش کرتے ہوئے کہا۔ "جسم انتقام لے تو تمام دنیا کو نظر آ جاتا ہے لیکن روح کے انتقام پر کسی قانون کا عمل دخل نہیں ہوتا۔"

"گویا ڈاکٹر صاحب کا خیال درست ہے۔" اس بار جیکب بولا۔ "تمہارا دوست نارمن کسی پرانی دشمنی کا شکار ہوا ہے۔"

"شاید۔" اڈگر ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ پھر اپنے دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں زور زور سے بھینچنے لگا، اُس کی دونوں کنپٹیوں کے قریب کی نسیں پھول کر خاصی اُبھر آئی تھیں، خون کی تمازت بھی چہرے پر دوچند ہو گئی تھی۔

"تم جانتے ہو کہ نارمن کا دشمن کون تھا؟" میں نے اڈگر کی حالت کو بدلتے دیکھ کر آہستہ سے پوچھا۔

"ہاں۔" اس بار بھی اُس کا جواب بڑا مختصر مگر معنی خیز تھا۔ وہ فوری طور پر ہمارے سامنے کھل کر کسی بات کے اقرار سے گریز کر رہا تھا لیکن اُس کے چہرے کے تاثرات اِس بات کی ترجمانی کر رہے تھے کہ وہ اپنے دوست کی پُراسرار موت کے راز کو پا چکا ہے۔

"کیا اس دشمن کا تعلق بھی بحری عقاب سے ہے؟" میں نے لوہے کو تپتا دیکھ کر دوسری ضرب لگائی، مجھے اپنے سوال سے مایوسی نہیں ہوئی۔ نارمن یوں چونک کر حیرت سے مجھے دیکھنے لگا جیسے وہ مجھ سے زبانِ خاموش سے دریافت کر رہا ہو کہ مجھے اِس بات کا علم کس طرح ہوا اور اڈگر کی اس اضطرابی کیفیت پر میرے دل کی دھڑکنیں بھی تیز ہونے لگیں۔

میں نے جو تیر محض اندازے سے اندھیرے میں چھوڑا

تھا وہ ٹھیک نشانے پر بیٹھا تھا میرے ذہن میں بس یونہی جیکس کا خیال آگیا تھا جس کے بارے میں جہاز کے بوڑھے کپتان نے بتایا تھا کہ وہ روحوں کو بلانے کا عمل جانتا ہے اُس نے یہ بھی کہا تھا کہ جیکسن اپنے اس عمل کے بارے میں کسی قسم کا مذاق برداشت کرنے کا عادی نہیں ہے لہٰذا جہاز کے عملے کے تمام افراد اس سلسلے میں محتاط رہتے تھے۔

نارمن عملے کے کارندوں میں سب سے زیادہ تنومند اور طاقت ور تھا اس لیے ممکن ہے اُس نے کسی موقع پر جیکسن کو مذاق میں کوئی ایسی بات کہہ دی ہو جو اُسے ناگوار گزری ہو اور پھر۔ نارمن نے جس انداز میں دیوانگی کی حالت میں خودکشی کے عمل کا مظاہرہ کیا تھا اُس کے پیچھے بھی مجھے کسی بدروح یا کالے جادو کا ہاتھ نظر آیا تھا، موت سے قبل وہ یقینی طور پر کسی ایسی نادیدہ قوت کے زیر اثر تھا جو اس پر پوری طرح حاوی تھی۔ غرضیکہ میرا اندازہ ٹھیک ہی ثابت ہوا۔ اڈگر کچھ دیر تک مجھے حیرت بھری نظروں سے گھورتا رہا پھر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اچانک اُس کی نظر عرشے پر بائیں جانب پڑی اور دوسرے ہی لمحے وہ تیزی سے اٹھا اور ہم سے کچھ کہے بغیر تیر کی طرح اپنے کیبن کی طرف واپس چلا گیا، جاتے وقت اُس کی آنکھوں میں خون کی سرخیاں بڑی نمایاں طور پر جھلک اٹھی تھیں۔

میں نے اڈگر کے جانے کے بعد غیر اختیاری طور پر عرشے کی بائیں جانب نظر ڈالی تو خود بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا وہاں جیکسن انتہائی لاپرواہی سے ریلنگ پر جھکا کھڑا سگریٹ کے کش لگانے میں محو تھا مجھے یہ فیصلہ کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی کہ نارمن کی موت میں کسی نہ کسی زاویے سے جیکسن کا ہاتھ ضرور شامل ہے اور اڈگر اس کو دیکھنے کے بعد ہی ہمارے قریب سے اٹھ گیا تھا۔ میرے علاوہ جیکب اور کیلاش نے بھی اڈگر کے اچانک اٹھ کر وہاں سے اضطراری حالت میں جانے اور عرشے پر جیکسن کی موجودگی کو نوٹ کیا تھا۔

"آئی سی" کیلاش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ اُس کی آنکھوں میں تفکرات کے گہرے تاثرات موجود تھے۔ اُس کی نظریں بدستور جیکسن پر جمی ہوئی تھیں۔

"گویا تم بھی ایمان لے آئے" جیکب نے مسرت کا اظہار کرتے ہوئے کہا "مجھے پہلے ہی شک تھا کہ نارمن کی موت غیر طبعی حالات میں ہوئی ہے۔"

"ہمیں اب سنجیدگی سے جیکسن کے سلسلے میں غور کرنا پڑے گا" میں قدرے حقارت سے بولا۔

"تشخیص اگر غلط ہو جائے تو مرض بڑھ کر کسی مریض کو موت کے گھاٹ تک پہنچا دیتا ہے" کیلاش نے بڑے سلجھے ہوئے لہجے میں کہا "ہمیں کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کرنا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ جو ہم سوچ رہے ہوں وہ غلط ہو اور محض ہماری باتوں نے اڈگر کے دل میں بھی جیکسن کی طرف سے حقارت اور انتقام کے جذبے کو ہوا دے دی ہو۔ ظاہر ہے نارمن کی موت سب ہی کے لیے پراسرار ثابت ہوئی ہے۔ ایسی حالت میں نارمن کے قریبی دوستوں کی ذہنی حالت کو نارمل ہونے میں کچھ وقت ضرور لگے گا لیکن کبھی کبھی توہمات کی جڑیں انسانی وجود میں اچانک اتنی گہری اور مضبوط ہو جاتی ہیں کہ ایک معمولی سی مطابقت بھی شکوک کا پیش خیمہ بن جاتی ہے اور اس کے بعد حالات سنگین صورت بھی اختیار کر جاتے ہیں۔"

"اگر تم سرجن نہ بنتے تو ایک کامیاب مقرر ضرور بن سکتے تھے" جیکب نے اکتائے ہوئے لہجے میں کہا "ہمارے دیش کے نیتا بھی تمہارے ہی انداز میں سیدھی سادی باتوں کو اُلجھا کر اور غلط رنگ دے کر عوام کو بہکانے میں کامیاب ہو جاتے ہیں میری مانو سرجری چھوڑ کر لیڈری کے پیشے کو اپنا لو۔"

کیلاش نے جیکب کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ مسکرا کر یوں ٹال گیا جیسے اُس نے جیکب کو کوئی اہمیت دینی مناسب نہ سمجھی ہو۔

"بہرحال" میں نے کیلاش کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ "اتنا تو تم مانتے ہو کہ اڈگر جیکسن کو دیکھنے کے بعد ہی ہمارے پاس سے اٹھا تھا۔"

"سو فیصد تسلیم کرتا ہوں۔ لیکن اس سے یہ کب ثابت ہوتا ہے کہ نارمن کی موت میں جیکسن ہی کا ہاتھ ہو سکتا ہے۔" کیلاش نے جرح شروع کر دی "ٹھوس ثبوت کے بغیر دُنیا کا کوئی قانون کسی شخص کو مجرم یا قاتل نہیں گردان سکتا۔"

"شک و شبہ تو کیا جا سکتا ہے" جیکب تیزی سے بولا۔

"وہ تو تمہاری ذات پر بھی کیا جا سکتا ہے" کیلاش جھلا گیا "ہو سکتا ہے تم نے نارمن کو تبلیغ کے ذریعہ اپنے مذہب میں شامل کرنے کی کوشش کی ہو اور اُس کے انکار پر تم نے ربِ عظیم سے اس کے حق میں بھیانک اور ہولناک موت کی دعا مانگی ہو جو قبول ہو گئی ہو۔"

"گویا اب تم سمجھے......"

"بکواس مت" کیلاش نے اُس کی بات تیزی سے کاٹتے ہوئے کہا "اڈگر پر نارمن کی موت نے بڑا گہرا اثر کیا ہے اور

ایسی حالت میں آڈگر کے ذہن کو ایک ذرا سی کوشش سے کسی کے خلاف بھی بہ آسانی بھڑا جا سکتا ہے۔"

"میں تمھاری بات تسلیم کرتا ہوں لیکن کیا تم جکسن کی ذات کو یکسر فراموش کر سکتے ہو؟" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا حالات کے پیشِ نظر اُس کی ذات اور پُراسرار وجود کو نظر انداز کر دینا دانش مندی کے مترادف ہوگا؟"

"تم بھی جذباتی ہو رہے ہو جمال۔" کیلاش نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے کب کہا کہ جکسن کی ذات قیاسی امکانات سے بالاتر ہے، ہو سکتا ہے کہ تم لوگوں کے خیال کے مطابق اصل مجرم جکسن ہی ہو لیکن ہمیں اُس کے خلاف فردِ جرم عائد کرنے سے پہلے کچھ ایسے ٹھوس ثبوت تلاش کرنے ہوں گے جو نارمن کی پُراسرار موت کا متحرک بنے ہوں اور اس تحریک میں جکسن کا ہاتھ بھی ملوث ہو۔"

"اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے کہ ہم جکسن کے قریب ہونے کی کوشش کریں۔" حبیب نے کہا۔

"اینٹے نے مجھے بتایا تھا کہ جکسن مسافروں کی تفریحِ طبع کے لیے اُن کی فرمائش پر روحوں کو بلانے کے عمل کا مظاہرہ کرتا رہتا ہے۔" میں نے حبیب کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "ہم بھی جکسن سے فرمائش کر سکتے ہیں۔ بشرطیکہ تم بھی آمادہ ہو۔" آخری جملے پر میں نے دیدہ و دانستہ زیادہ زور دیا تھا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔" کیلاش بولا۔ "نارمن کی موت کے بعد میں بھی جکسن کی ذات میں دلچسپی لینے پر مجبور ہو گیا ہوں۔"

"دیکھو۔ وہ ہماری ہی طرف آ رہا ہے۔" حبیب نے آہستہ سے کہا۔

ہم نے پلٹ کر دیکھا، جکسن حسبِ معمول مسکراتا ہوا ہماری جانب آ رہا تھا، ہم اپنی اپنی نشستوں پر سنبھل کر بیٹھ گئے لیکن اس طرح کہ جکسن کو یہ احساس بھی نہیں ہونے دیا کہ ہم اُس کی ذات پر شک کر رہے ہیں یا اُس کی وجہ سے محتاط ہوئے ہیں۔

"میرے محترم۔ آج آپ کا ساتھی نظر نہیں آ رہا؟" جکسن نے قریب آ کر براہِ راست مجھ سے دریافت کیا۔

"اوہ۔" میں نے قدرے مسکرا کر جواب دیا۔ "نارمن کی موت کے بعد میں اُسے کیبن میں بند کر آیا تھا۔"

"مجھے بھی نارمن کی موت پر دکھ ہوا ہے۔" جکسن نے یک لخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ عملے میں سب سے زیادہ جاندار اداکار تھا۔"

"تمھارا کیا خیال ہے میرے دوست؟" میں نے اس بار بے تکلفی سے پوچھا۔ "کیا نارمن کی موت کو تم پُراسرار نہیں کہو گے؟"

"دنیا میں ہزاروں ایسے اسرار و رموز موجود ہیں عقل جن کی توجیہہ پیش کرنے سے قاصر ہے، ہم ہزاروں باتوں پر ایک دوسرے سے متفق نہیں ہوتے اور انہیں ضعیف الاعتقادی کہہ کر درگزر کر جاتے ہیں لیکن جب ایسی ہی کوئی ناقابلِ یقین بات یا حادثہ ہمارے علم میں آتا ہے تو ہم اُس کے بارے میں سوچنے پر مجبور ہو جاتے ہیں مگر بہت جلد ایسے حادثوں کو کھرچ کر اپنے ذہنوں سے نکال پھینکتے ہیں۔" جکسن کا چہرہ کسی قسم کے اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری تھا۔ وہ نہایت سنجیدگی سے اپنا سلسلۂ کلام جاری رکھتے ہوئے بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ آپ حضرات نارمن کی موت کو بھی ناقابلِ توجیہہ سمجھ رہے ہوں لیکن مجھے یقین ہے کہ اُس کی موت کالے جادو کا نتیجہ ہے۔"

"کالا جادو۔" کیلاش نے چونکنے کی بڑی شاندار اداکاری کرتے ہوئے حیرت سے کہا۔

"تمھیں اس بات کا یقین کیسے ہے کہ نارمن کی موت کالے جادو کے سبب ہوئی ہے؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"میرا خیال ہے کہ تم غالباً اس کی موت کے وقت کہیں قریب موجود بھی نہیں تھے۔" حبیب دبی زبان میں بولا۔

"آپ کا خیال درست ہے بولی فاعدہ۔" جکسن نے بڑے احترام سے حبیب کو دیکھتے ہوئے جواب دیا۔ "جس وقت نارمن کی موت واقع ہوئی اس وقت میں انجن روم میں جہاز کے فرسٹ انجینئر مسٹر باسٹن کے ساتھ تھا۔ آپ چاہیں تو تصدیق کر سکتے ہیں۔"

"اس کے باوجود تم اتنے وثوق کے ساتھ نارمن کی موت کو بلیک میجک کا کرشمہ کیسے کہہ رہے ہو؟" حبیب نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے سوال کیا۔ اس وقت وہ خلافِ توقع بڑی دانش مندی کی باتیں کر رہا تھا۔

"وہ حالات جو مجھے میرے ساتھیوں نے بتائے ہیں۔" جکسن بولا۔ "روحیں جب کسی کو اپنے انتقام کا نشانہ بنانا چاہتی ہیں تو وہ جیتے جاگتے انسانوں کی مداخلت برداشت نہیں کرتیں۔ شاید اسی لیے ڈاکٹر صاحب انجکشن دینے میں بھی ناکام رہے اور مرنے والے نے سب لوگوں سے فرار حاصل کر کے خود کو سمندر کی آغوش میں پھینک دیا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے مسٹر جکسن لیکن....."

"ایک منٹ ڈاکٹر۔" جکسن نے کیلاش کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "ابھی میں نے اپنی بات ختم نہیں کی۔ مجھے میرے ساتھیوں نے یہ بھی بتایا تھا کہ نارمن کے چہرے اور گردن پر خون کی تمازت کے بجائے زردی پھیلی ہوئی تھی اور یہی چیز اس

nsurdu.blogspot.com

بات کی علامت ہے کہ وہ بلیک میجک کا شکار ہوا ہے۔ ویسے ممکن ہے کہ کچھ لوگ نارمن کی موت میں میرا ہاتھ محسوس کر رہے ہوں۔"

جیکسن کا آخری جملہ سن کر کیلاش کے علاوہ میں بھی چونک اٹھا۔ جیکسن کی گفتگو نے اچانک پیچیدہ اور پُراسرار صورت اختیار کر لی تھی۔ ایک طرف تو وہ پورے یقین سے نارمن کی موت کو کسی بد روح کا انتقام بتا رہا تھا اور دوسری طرف اس نے بڑی خوب صورتی سے اور صفائی کے ساتھ اپنی ذات کو بھی شامل کر لیا تھا۔ مگر کیوں؟... کیا اسے ہماری باتوں کی بھنک مل گئی تھی یا پھر اس کی پُراسرار قوتوں نے اسے ہمارے دلوں کے بھید سے آگاہ کر دیا تھا اور محض ہمارا مضحکہ اڑانے کے لیے ایسی باتیں کر رہا تھا۔ میں نے ایک بار پھر بغور اس کے چہرے کا جائزہ لیا مگر اب وہ بالکل نارمل نظر آ رہا تھا۔ میں اس کی لاپروائی پر اندر ہی اندر تلملا کر رہ گیا شاید اس لیے کہ میں نہ جانے کیوں اسے مجرم سمجھنے لگا تھا۔

"تمہارا ہاتھ؟" کیلاش نے حیرت سے پوچھا۔ "میں سمجھا نہیں جب تم موقع واردات پر موجود ہی نہیں تھے اور جہاز کے ایک ذمہ دار آفیسر کے ساتھ انجن روم میں تھے تو پھر تمہارے اوپر کیوں کر شبہ کیا جا سکتا ہے؟"

"اس لیے کہ یہ بات جہاز کے کپتان سے لے کر عملے کے تمام افراد کو معلوم ہے کہ میں روحوں کو بلانے کا عمل کرتا ہوں اور اس ضمن میں کسی کا مذاق برداشت نہیں کرتا۔" جیکسن نے اس بار بھی لاپروائی سے کہا۔ "ایک روز پیشتر ہی کی بات ہے، نارمن نے اڈگر کی موجودگی میں میرے اس فن پر کچھ رکیک جملے کہے تھے لیکن میں ہنس کر ٹال گیا تھا۔ دوسرا کوئی ہوتا تو شاید میں برداشت نہ کرتا مگر نارمن کی بات اور تھی۔ میں اسے اس کی محنت اور جانفشانی کی وجہ سے بہت پسند کرتا تھا لیکن اس کی موت کے بعد۔ ہو سکتا ہے اڈگر میری ذات پر شبہ کر رہا ہو۔"

"اڈگر کا شبہ بے بنیاد ہے۔" کیلاش تیزی سے بولا۔ "تم فکرمند نہ ہو۔ ہم اس بات کے گواہ ہیں کہ تم حادثے کے وقت وہاں موجود نہیں تھے۔"

"جیکسن۔" میں نے اپنے دل کی تیز ہوتی دھڑکنوں پر بمشکل قابو پاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم روحوں کو بلانے کا عمل کر کے معلوم کر سکتے ہو کہ نارمن کی موت کے پیچھے کیا راز پوشیدہ ہے؟"

"کیوں نہیں۔" جیکسن نے بڑے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا پھر معاً سنجیدہ ہو کر بولا۔ "مگر میری بات پر یقین کون کرے گا۔ لوگ میرے عمل دیکھ کر اسے شعبدہ بازی کہتے ہیں۔"

"لیکن ہم تمہارا عمل ضرور دیکھنا پسند کریں گے۔" کیلاش نے دل چسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"اور میں تو پہلے ہی تم سے اپنی دلچسپی کا اظہار کر چکا ہوں۔" میں خون کے گھونٹ پی کر بے تکلفی سے بولا۔ "خاص طور پر اس لیے کہ تم نے مسٹر شامی کو اس سفر میں ہمارے لیے بہت کار آمد بتایا تھا۔"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا میرے محترم۔ شامی کیا ہے؟ اس کا اندازہ آپ کو قبل از وقت نہیں ہو سکتا مگر آنے والا وقت اور حالات شاید میری بات کی تصدیق ضرور کریں گے۔"

"کیا خیال ہے۔" کیلاش بولا۔ "کیوں نہ آج رات کھانے کے بعد ہم تمہارے کیبن میں آ جائیں؟"

"یہ میری خوش قسمتی ہو گی لیکن آج کی رات اگر مجھے معاف کر دیں تو میں بے حد شکر گزار ہوں گا۔"

"کیوں۔ کیا آج کی رات روحوں کو بلانے کے لیے سازگار نہیں ثابت ہو گی؟" کیلاش مسکرا دیا۔

"آپ غلط سمجھے ڈاکٹر۔" کیلاش کی ہنسی کو جیکسن نے محسوس کرتے ہوئے پہلی بار ناگوار لہجے میں کہا پھر فوراً ہی خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "آج رات میری ڈیوٹی کنٹرول روم میں ہے اور میں ڈیوٹی کے معاملے میں مسٹر لیسلے کو اپنی جانب سے شکایت کا کوئی موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"آئی سی..... ٹھیک ہے ہم کل رات تمہارے کیبن میں موجود ہوں گے۔" کیلاش نے جلدی سے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔ شاید اس نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ اس کی مسکراہٹ اور طنز بھرا رویّہ جیکسن کو ناگوار گزرا تھا۔

"میں آپ حضرات کا منتظر رہوں گا۔" جیکسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر سر کو خم دیتا ہوا چلا گیا۔

جیکسن کے جانے کے بعد ہم بڑی دیر تک اس کی پراسرار باتوں پر بحث کرتے رہے۔ مجھے خاص طور پر اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ اب کیلاش بھی میری اور حبیب کی طرح جیکسن کی ذات میں دل چسپی لینے پر مجبور ہو گیا تھا۔

اس رات کھانے کے بعد میں اپنے کیبن میں سونے کی غرض سے جا کر لیٹ تو گیا مگر نیند میری آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ نارمن کی حیرت انگیز موت اور جیکسن کی پراسرار شخصیت نے میرے ذہن کو بری طرح پراگندہ کر دیا تھا۔ بڑی دیر تک میں اپنے بستر پر کروٹیں بدلتا رہا لیکن کسی طرح نیند نہ آئی۔ میں نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ ابھی کچھ ایسی زیادہ رات بھی نہیں ہوئی تھی۔ ساڑھے نو کا عمل تھا۔ میں پڑھنے کے ارادے سے اٹھ بیٹھا پھر نہ جانے کیوں مجھے خیال آیا کہ وہ اپنی داستان قلم بند

کر ڈالوں۔ زندگی اور موت کا کوئی اعتبار نہ تھا، پھر جو سفر میں نے اختیار کیا تھا اس کی کامیابی کا بھی کیا یقین تھا، کسی وقت بھی کوئی حادثہ ہماری سانس کو ہمارے جسم کی قید سے ہمیشہ کے لیے آزاد کر سکتا تھا۔

اپنی داستان رقم کرنے کا خیال مجھے کچھ یوں بھی زیادہ ہوا کہ میں اپنی جائداد کا تنہا وارث تھا اور میری اچانک موت کی صورت میں میرے عزیز و اقارب جن سے میں نے سارے رشتے ترک کر دیئے تھے میری جائداد کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے جو مجھے مرنے کے بعد کسی صورت میں منظور نہیں تھا چنانچہ میں نے بڑے جذباتی انداز میں ایک موٹی سی مجلد کاپی نکالی اور اپنے ماضی کے واقعات کو ایک ایک کر کے اس میں لکھنے بیٹھ گیا۔ تاکہ میری موت کے بعد بھی اگر میری خود نوشت داستان باقی رہ جاتی تو وہ میری جائداد کے لیے قانونی طور پر تحفظ کا سامان پیدا کر سکتی تھی۔ اس کے علاوہ ماضی میں مجھے حیرت انگیز واقعات پیش آئے تھے اور وقت نے مجھے جن راستوں سے گزارا تھا میں دنیا والوں کے لیے انھیں بھی رقم کرنا چاہتا تھا۔ کاپی اور قلم لے کر میں میز پر آ گیا، ذہن کی یکسوئی کے لیے میں نے ایک سگریٹ جلا کر اس کے متعدد طویل کش لیے پھر لکھنا شروع کیا۔

"میرا نام جمال اصغر ہے۔ چالیس سال قبل میں نے ایک جاگیردار گھرانے میں آنکھ کھولی تھی۔ میرے والد اصغر حسین نے میری پیدائش پر پوری جاگیر میں دل کھول کر دھوم دھڑکا کیا اس لیے کہ میں بڑی منتوں اور مرادوں کے بعد پیدا ہوا تھا، میری پیدائش پر جہاں میرے والدین کی خوشیوں کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہاں میرے قریبی عزیزوں اور رشتے داروں کے سینوں پہ سانپ بھی لوٹنے لگے تھے اس لیے کہ میں اپنے والد کی جاگیر کا جائز حق دار بن کر ان کے ارمانوں پہ اوس بن کر ٹپک پڑا تھا۔

میرے والد میں غرور و تکبر نام کو نہ تھا، انھیں کبھی بھی دولت کی ریل پیل یا جاگیر سے وہ لگاؤ نہیں رہا جو عام طور پر جاگیردارانہ ذہنیت رکھنے والے جاگیرداروں کو ہوتا تھا، وہ انتہائی دیانت دار اور صوم و صلوٰۃ کے پابند تھے، غریبوں سے ان کا برتاؤ ہمیشہ بڑا ہمدردانہ ہوتا، خواہ وہ کسی ذات یا نسل سے تعلق رکھتے ہوں لوگوں کے دکھ درد میں کام آنا اور ہر طرح سے ان کی دل جوئی کا خیال رکھنا ان کی عادت تھی شاید اسی لیے وہ جاگیردار اصغر حسین کے بجائے مولوی اصغر حسین کے نام سے مشہور ہو گئے تھے ان کی خدا ترسی اور نیک فطرت نے جہاں ان کے لاکھوں دوست بنا لیے تھے وہاں کچھ ایسے دشمن بھی تھے جو والد صاحب کو نقصان پہنچانے اور بدنام کرنے کے لیے گھات لگائے بیٹھے تھے۔

میری پیدائش نے والد صاحب کو بڑھاپے میں جینے کا نیا حوصلہ بخش دیا تھا لیکن کاتبِ تقدیر کو شاید میرے مختصر خاندان کی خوشیاں منظور نہیں تھیں میں ابھی بارہ تیرہ برس کے سن کو پہنچا تھا کہ میری والدہ کا انتقال ہو گیا، ماں کے انتقال نے میرے والد کی کمر توڑ دی لیکن وہ اب میرے لیے زندہ رہنے پر مجبور تھے۔

ماں کی موت کے کچھ عرصے بعد والد صاحب نے تعلیم میں میری بڑھتی ہوئی دلچسپی اور ذہانت کو دیکھتے ہوئے مجھے کروڑی سے (جو جیر کوٹ کے قریب ایک بڑا قصبہ ہے) الٰہ آباد بھیج دیا، انھیں میری جدائی ایک پل کو بھی منظور نہیں تھی لیکن انھیں میرا مستقبل بھی عزیز تھا اس لیے مجبوراً خود سے جدا کرنا پڑا، میری نگہداشت کے لیے انھوں نے اپنا ایک پرانا اور قابلِ اعتماد ملازم میرے ساتھ کر دیا۔

مجھے اپنے والد کی محبت اور غم دونوں کا اندازہ تھا، حالات نے انھیں زندگی کے ایک عجیب دوراہے پر لا کھڑا کیا تھا جہاں ایک سمت اولاد کی محبت انھیں جینے پر مجبور کر رہی تھی اور دوسری طرف بیوی کی طویل رفاقت کے بعد اچانک جدائی کا غم ان کے لیے ناقابلِ برداشت تھا، مجھے ان باتوں کا بخوبی احساس تھا چنانچہ میں نے پوری محنت اور دل جمعی سے پڑھنا شروع کیا، میری محنت رائیگاں نہیں گئی، میٹرک کا امتحان میں نے اعلیٰ درجے اور ممتاز نمبروں سے پاس کیا، میرے والد کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا، میں کچھ دنوں کے لیے چھٹیوں میں کروڑی آ گیا، میری شاندار کامیابی نے میرے والد کے غم کو بڑی حد تک ہلکا کر دیا تھا۔

میٹرک کے بعد میں نے بی اے بھی الٰہ آباد سے کیا اور اس بار پہلی پوزیشن حاصل کی، میری تصویر تمام مقامی اخبارات میں پہلے صفحے پر شائع ہوئی، میرے والد کی مسرتیں دو چند ہو گئیں، ان کی خواہش تھی کہ اب میں کروڑی ہی میں مستقل قیام کروں اور جاگیر کی ذمہ داریاں سنبھال لوں لیکن مجھے جاگیرداری سے زیادہ علم حاصل کرنے کا شوق تھا اس لیے میرے والد نے مجھے روکنے کی کوشش نہیں کی میرے والد خود بھی اعلیٰ تعلیم یافتہ تھے اس لیے میری ضد کے آگے مجبور ہو کر انھوں نے مجھے لندن جانے کی اجازت دے دی جہاں سے میں بار ایٹ لا کی ڈگری لے کر واپس آیا اور الٰہ آباد میں باقاعدہ پریکٹس شروع کر دی۔

میرے والد کے پاس دولت اور میرے پاس ذہانت کی کوئی

کمی نہیں تھی۔ ہر چند کہ قانون کے میدان میں میرے مقابلے پر بڑے بڑے سورما اور مردِ میدان موجود تھے جو برسوں سے اسی پیشے سے منسلک تھے اور جن کی پیروی کسی بھی مقدمے کی کامیابی کی ضمانت سمجھی جاتی تھی لیکن میں نے ہمت نہیں ہاری اور بہت کم مدت میں اپنی لگن اور شب و روز کی انتھک کوششوں سے اپنا مقام بنا لیا اور صفِ اوّل کے قانون دانوں میں شمار ہونے لگا۔

میرے پاس بھی ہر وقت موکلوں کی بھیڑ لگی رہتی تھی لیکن پھر اچانک ایک مقدمے نے مجھے ایسی شہرت بخشی جس سے الٰہ آباد میں میرے نام کا طوطی بولنے لگا۔ یہ ایک جائیداد کی وراثت کا کیس تھا جس کی ایک فریق مرنے والے کی بیوہ اور اس کی اکلوتی لڑکی تھی اور دوسری طرف مرنے والے کے چند ایسے عزیز دار تھے جو ہر قیمت پر بیوہ کو جائیداد سے بے دخل کر کے اس کا حق بھی غصب کرنا چاہتے تھے۔ مجھے اندرونی حالات کا اندازہ نہیں تھا، عام طور پر میں ایسے کیس بھی نہیں لیتا تھا جس میں مجھے کسی بیوہ یا یتیم کے خلاف کھڑا ہونا پڑتا مگر مذکورہ کیس میں نے جان بوجھ کر اپنے ذمہ لے لیا اس لیے کہ بیوہ کا کیس الٰہ آباد کے سب سے بڑے بیرسٹر گھوش بنرجی لڑ رہے تھے اور بنرجی کے مقابلے پر آ کر دوسرے بیرسٹر اپنی ساکھ کو خراب نہیں کرنا چاہتے تھے پھر یہ کہ فریق دوم کے پاس اتنا کمزور مواد تھا جو دوسری تیسری پیشی ہی میں مقدمہ ختم کرا دیتا۔

جب میں نے اس کیس کے سلسلے میں ہامی بھر لی تو فریق دوم کی خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ میرے خاص منشی نے مجھے روکنے کی ہر ممکن کوشش کی، میرے دوست اور بہی خواہ بیرسٹروں نے بھی سمجھانے کی کوشش کی کہ کیس میں کوئی جان نہیں، مفت میں بنی بنائی ساکھ اور عزت کو داؤ پر لگانے سے کیا فائدہ۔ وکالت نامہ واپس لے لو۔ لیکن میں نے چونکہ فریق دوم کو زبان دے دی تھی اس لیے اب میرے لیے پیچھے ہٹنا یا پشت دکھا کر اپنی شکست کا اعتراف کر لینا ناممکن تھا۔

گھوش قانون کے میدان میں میرا سب سے بڑا حریف اور دشمن تھا۔ بہت عرصے سے ہم دونوں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی کوشش کر رہے تھے لیکن ابھی تک ہمیں ایک دوسرے کے سامنے آنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ گھوش بظاہر بڑا ملنسار اور خوش مزاج آدمی تھا لیکن اس کا باطن اس کے ظاہر کے بالکل برعکس تھا، انتہائی کینہ پرور اور گندی ذہنیت رکھتا تھا دوسروں پر کیچڑ اچھالنا اور ان کو ذلیل کرنا اس کی دل پسند ہابی تھی۔ عمر میں وہ چونکہ مجھ سے بڑا تھا اس لیے میں اس کا احترام کرتا تھا۔ بہرحال جس روز میں نے ہائی کورٹ میں اپنا وکالت نامہ داخل کرایا اس کے دوسرے ہی دن بنرجی نے فون کر کے میرا مضحکہ اڑانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"جمال بیٹے۔ میں نے سنا ہے کہ بیوہ کی جائیداد والے کیس میں تم نے دوسرے فریق کی پیروی کرنے کی ہامی بھری ہے۔"

"یس انکل۔" میں نے دل ہی دل میں مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیوں کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"بیوہ کا کیس میں لڑ رہا ہوں۔" بنرجی نے ٹھوس لیکن گھٹیا انداز میں اپنی برتری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "میرا مشورہ مانو تو اپنا وکالت نامہ واپس لے لو اس لیے کہ تم ابھی بچے ہو تمھیں قانون کے میدان میں ابھی بہت کچھ سیکھنا ہے میں نہیں چاہتا کہ تمھاری ساکھ کو موجودہ کیس میں کوئی ایسا شدید دھچکا پہنچے کہ تمھاری پریکٹس کو نقصان پہنچ جائے۔"

"انکل۔ آپ میرے بزرگ ہیں اس لیے میں آپ کا ہمیشہ بہت احترام کرتا ہوں مگر مجھے افسوس ہے کہ ایک بار وکالت نامہ داخل کرا دینے کے بعد اسے واپس لینا میرے اصول کے خلاف ہے۔" میں نے نہایت مؤدب لہجے میں کہا پھر ہلکا طنز کرتے ہوئے بولا۔ "ہاں اگر بیوہ کے معاملے میں آپ کا کوئی ذاتی مفاد شامل ہے تو دوسری بات ہے، آپ کے مفاد کی خاطر میں آپ کا ہر حکم مان سکتا ہوں۔"

"بیٹے جمال۔ تم ذہین اور ہوشیار ہو اس لیے میں تمھاری قدر کرتا ہوں لیکن ذرا سوچو۔ کیس ہارنے کے بعد جب مقامی اخبارات تصویر کے ساتھ تمھاری شکست کے حقائق کو نمک مرچ لگا کر شائع کریں گے تو تمھارے دل پر کیا گزرے گی۔" بنرجی نے اس بار کھلے الفاظ میں مجھے نہ صرف بے حد کمتر ثابت کرنے کی کوشش کی تھی بلکہ یہ بھی باور کرانا چاہا تھا کہ مقدمہ ہار جانے کی صورت میں وہ میرے خلاف اس کیس کی تشہیر میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے گا اور مجھے ذلیل و خوار کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہیں کرے گا۔ میرا دل چاہا کہ اسی انداز میں پلٹ کر کوئی ایسی تلخ اور سخت بات کہوں کہ دوبارہ بنرجی کو یوں کسی کا مضحکہ اڑانے کی ہمت نہ پڑے مگر میں نے ضبط سے کام لیا۔

"انکل۔ جو لوگ شکست پر نظر نہیں رکھتے وہ شاذ و نادر ہی فاتح کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں۔" میں نے خون کا گھونٹ پیتے ہوئے سپاٹ آواز میں جواب دیا پھر جھنجلا کر ریسیور کریڈل پر دے مارا۔

بنرجی کا فون موصول ہونے کے بعد سے میں نے اپنی

تمام تر توجہ اسی کیس پر صرف کرنی شروع کر دی۔ میں نے پورے کیس کی نئے سرے سے اسٹڈی کی۔ جہاں جہاں جھول تھا اُسے پُر کرنے کے لیے نئے دلائل اور نئی ترمیم کیے۔ موکلوں کو بلا کر انھیں نئے سرے سے پوری صورتِ حال اور کیس کے اہم پہلوؤں کے بارے میں آگاہ کیا۔ گواہوں کی فہرست میں بھی تھوڑی رد و بدل کی اور اُن کے بیانات پوری طرح انھیں فرداً فرداً طلب کر کے ذہن نشین کرا دیے۔ غرضیکہ کیس کی صورت ہی کچھ ایسے انداز میں بدل دی کہ پہلی ہی پیشی پر بنرجی تلملا کر رہ گیا۔

کسی کیس میں مقدمے کی ہار جیت کا انحصار دلائل اور ٹھوس ثبوت پر ہوتا ہے اور کسی بھی صورت میں ایک کامیاب وکیل یا بیرسٹر کو ہر مقدمے کو اپنی انا کا مسئلہ نہیں بنا لینا چاہیے ورنہ وہ جذباتی ہو جاتا ہے اور جذبات کی رو میں بہک کر اکثر ایسی فاش غلطیاں کر بیٹھتا ہے جو مقدمے کی بساط کو یکسر پلٹ کر رکھ دیتی ہیں۔ کچھ یہی پوزیشن مذکورہ کیس میں بنرجی کے ساتھ بھی در پیش آ رہی تھی۔ میں بلا کسی جھجک تسلیم کرتا ہوں کہ بنرجی میرے مقابلے میں کہیں زیادہ تجربہ کار، دور اندیش اور دگی گی قسم کا کھلاڑی تھا۔ بیوہ کے کیس کے سلسلے میں اُسے ضرورت سے کچھ زیادہ ہی اس بات کا اعتماد تھا کہ وہ جب چاہے گا کیس جیت لے گا چنانچہ وہ مجھے غصہ دلانے کی خاطر ڈھیل دیتا رہا لیکن اُس کا ضرورت سے زیادہ اعتماد ہی اُسے لے ڈوبا اور ڈیڑھ سال بعد جب کیس کا فیصلہ ہوا تو وہ میرے موکلوں کے حق میں تھا۔

اُس روز مجھے جس قدر خوشی ہوئی اُس کا اندازہ میرے سوا اور کون لگا سکتا تھا۔ وہ اخبارات جو بنرجی کے خلاف تھے میری شان میں دو دو قصیدے چھاپ رہے تھے۔ مجھے ہر طرف سے مبارکباد کے پیغام موصول ہو رہے تھے۔ بنرجی کو اپنی شکست کا اتنا افسوس ہوا کہ اُس نے کورٹ آنا جانا بند کر دیا۔ وہ وکیل اور بیرسٹر جو بنرجی کا نشانہ بن چکے تھے انھیں بنرجی کے خلاف زبان کھولنے کا بہانہ ہاتھ آ گیا تھا۔ غرضیکہ ایک ہی مقدمے نے مجھے فرش سے اُٹھا کر عرش پر بٹھا دیا تھا لیکن میری یہ خوشی بھی بہت عارضی ثابت ہوئی۔ خوشیوں کے ان ہی ایام میں مجھے ایک دن اچانک وہ منحوس خبر سننی پڑی جس نے مجھے میرے موجودہ پیشے سے بددل کر دیا۔

کروڑی سے میرے والد کے سب سے دیرینہ ملازم دیوان جی نے مجھے میرے والد کی اچانک موت کی اطلاع دی تو دنیا میری نگاہوں میں اندھیر ہو گئی۔ میں اسی حالت میں دفتر سے اُٹھ کر کروڑی کے لیے روانہ ہو گیا۔ مجھے اپنے والد کی موت کا گہرا صدمہ ہوا تھا۔ رسومات وغیرہ ختم ہونے کے بعد ایک روز دیوان جی نے جائداد کے سلسلے میں والد صاحب کا وصیت نامہ میرے حوالے کیا تو میری آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برس پڑیں۔ والد صاحب نے اپنی تمام جائداد منقولہ و غیر منقولہ میرے نام کر دی تھی۔ میرے سینے پر سے غموں کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو مجھے ایک نیا زخم سہنا پڑا۔ دیوان جی نے مجھے دبی زبان میں بتایا کہ بیوہ والے مقدمے میں میری کامیابی کی خبر ہی میرے والد کے لیے ہلاکت ثابت ہوئی تھی اس لیے کہ میری جیت نے ایک بیوہ کے بسے بسائے آشیانے کو اُجاڑ دیا تھا۔ اس کے علاوہ میرے والد کو اس بات کا علم بھی تھا کہ جن لوگوں نے بیوہ کے خلاف مقدمہ دائر کیا تھا وہ بے ایمان اور جھوٹے لوگ تھے۔ انھوں نے جھوٹے کاغذات تیار کرائے تھے جو اُن کی کامیابی کی ضمانت بن گئے۔

میں ہاتھ مَل کر رہ گیا۔ جو تیر کمان سے نکل چکا تھا واپس نہیں آ سکتا تھا۔ تقدیر میرے حق میں جو فیصلہ صادر کر چکی تھی وہ اٹل تھا۔ میری پشیمانی یا شرمندگی میرے مرحوم باپ کی روح کو تسکین تو پہنچا سکتی تھی لیکن میری یتیمی کے داغ کو دھو نہیں سکتی تھی شاید اس لیے کہ میں نے زندگی کی ابتدا ہی میں اپنے لیے غلط راستے کا انتخاب کر لیا تھا۔ یہ میرے والد کی تربیت کا نتیجہ ہو یا میری فطرت، مجھے بہرحال جھوٹ اور مکر و فریب سے شدید نفرت تھی جبکہ میرے پیشے کی بنیاد ہی جھوٹ پر تھی۔ ایک بیرسٹر ہونے کے ناتے اپنے موکل کا تحفظ کرنا میرا فرض تھا۔ لوگ قتل کرتے تھے مجھے اُن کو قانون کی نگاہوں میں مظلوم ثابت کرنا پڑتا۔ وہ گناہ کرتے اور مجھے انھیں بے گناہ ثابت کرنے کے لیے ایڑی چوٹی کا زور لگانا پڑتا۔ مجھے اسی بات کا معاوضہ ملتا تھا۔ میں نے ہر چند کہ غلط اور جھوٹے مقدموں سے اپنا دامن بچانا چاہا تھا لیکن مجھے کیا خبر تھی کہ اس پیشے میں زندگی کی سب سے اہم کامیابی ہی میری یتیمی کا باعث بن جائے گی اور والد صاحب یوں خاموشی سے مجھے داغِ مفارقت دے کر دنیا سے منہ موڑ لیں گے۔ بہرحال باپ کی موت کے غم اور صدمے سے میرا دل اتنا بیزار ہوا کہ میں نے وکالت کا پیشہ ہمیشہ کے لیے ترک کر دینے کا فیصلہ کر لیا۔ لوگ میرے اس فیصلے پر انگشت بدنداں رہ گئے۔ میرے ہم پیشہ دوستوں نے مجھے سمجھایا۔ میرا فیصلہ واپس لینے کے لیے بڑے زوردار اپیلیں کیں لیکن میرا فیصلہ اٹل تھا۔ اس میں کسی لچک یا ترمیم کی کوئی گنجائش نہیں تھی۔

وقت کے ساتھ میرے دل کے زخم بھی مندمل ہوتے گئے۔ میں الٰہ آباد کی سکونت ترک کر کے کروڑی آ گیا۔ دولت کی فراوانی ہو تو فکرِ معاش کیسے ہوتی ہے۔ جاگیر سے ہونے والی آمدنی کے

علاوہ والد صاحب کی چھوڑی ہوئی دولت اور جائداد میرے لیے اس قدر کافی تھی کہ اگر میں چاہتا تو تمام عمر ہاتھ پہ ہاتھ رکھے آرام سے گزار سکتا تھا لیکن آرام طلبی سے میرا دل بہت جلدی ہی اکتا گیا۔ جاگیر کے کاموں سے مجھے شروع ہی سے نفرت تھی اس لیے میں نے اس کا انتظام دیوان جی کے سپرد کیا اور خود وقت گزاری کے لیے لکھنے کو اپنا مشغلہ بنا لیا۔ میرے نام کی شہرت دُور دُور تھی لہٰذا میری پہلی کتاب ہاتھوں ہاتھ فروخت ہوگئی۔ دوسری کتاب بھی بازار میں آتے ہی غائب ہوگئی۔ میری بڑھتی ہوئی شہرت نے اخبار والوں کو میری طرف متوجہ ہونے پر مجبور کر دیا۔ میں نے اُن کے لیے جرأت مندانہ مضامین لکھنے شروع کیے جو غلطی مجھ سے ایک بار سرزد ہوگئی تھی اس کے تدارک اور تلافی کی خاطر میں نے سماج کے رِستے ہوئے ناسوروں کو اپنا موضوع بنایا تھا۔ عوام میں میری شہرت اخبارات میں لکھنے کی وجہ سے بہت زیادہ ہوگئی تھی لیکن اس طرح ایک طرف اگر میں نے پڑھے لکھے اور سمجھ دار لوگوں میں اپنا ایک مخصوص اور اعلیٰ مقام بنا لیا تھا تو سماج کے طاقتور اور منہ زور ٹھیکیداروں کو اپنا دشمن بھی بنا لیا تھا۔

وہ اخبارات جو بڑے سرمایہ داروں کے ہاتھوں بکے ہوئے تھے انھوں نے میرے خلاف مہم شروع کر دی۔ میرے مضامین کو عوام کے سامنے غلط رنگ سے پیش کرنے کی کوشش کی گئی۔ مجھ پر فحاشی اور آوارگی کے الزامات تراشے گئے، یہاں تک لکھا گیا کہ میں نے وکالت کا پیشہ باپ کی موت کے بعد اس لیے ترک کیا کہ اُن کی چھوڑی ہوئی دولت کو لٹاؤں اور عیاشی کروں۔ یہ سارے الزامات ہر چند کہ بے بنیاد اور انتہائی گندہ ذہنوں کی پیداوار تھے لیکن میں نے دل برداشتہ ہو کر لکھنے سے بھی توبہ کر لی اور جاگیر سے دُور جا کر اپنے محل نما مضافاتی مکان میں رہنے لگا۔ جو حسین آباد میں واقع تھا۔ وہاں کی آبادی تقریباً تین ہزار کے لگ بھگ تھی اور وہاں ہر مذہب کے لوگ رہتے تھے۔

میری حسین آباد والی حویلی اتنی بڑی اور وسیع و عریض علاقے میں پھیلی ہوئی تھی کہ اس کے بعض حصے دیکھنے کی فرصت کبھی بھی نہ حاصل ہو سکی۔ حویلی کے دو جانب وسیع باغ تھے اور قریب ہی ایک جنگل بھی تھا جو شکارگاہ کہلاتا تھا۔ یہ چونکہ پہاڑی علاقہ تھا اس لیے یہاں قدرتی حسن کی بہتات تھی اور ہر سمت حسین نظارے بکھرے ہوئے تھے۔ مجھے شکار سے کبھی بھی کوئی دل چسپی نہیں تھی بلکہ میں خوب صورت پرندوں اور چرندوں کو محض شوق کی تکمیل کی بنا پر مارنا پسند نہیں کرتا تھا اس لیے میں نے حسین آباد میں رہتے ہوئے جنگل کا رُخ کبھی نہیں کیا۔ چونکہ وقتی طور پر کوئی اور مصروفیت نہیں تھی اس لیے میں اپنا بیشتر وقت یا تو مطالعہ میں گزارتا یا پھر صبح و شام فطرت کے حسین مناظر سے لطف اندوز ہونے کے لیے سیر کرنے کی غرض سے دور دور نکل جایا کرتا۔

حسین آباد میں کچھ عرصے تک میں بڑے سکون سے رہا لیکن پھر وہاں بھی تنہائی مجھے راس نہ آئی۔ ایک نوجوان اور دولت مند جاگیردار کی گوشہ نشینی بلاشبہ تعجب خیز بات تھی لہٰذا وہاں بھی میرے بارے میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں کچھ لوگوں نے جو بلاوجہ دوسروں کو بدنام کرنے میں لطف محسوس کرنے کے عادی ہوتے ہیں یہ افواہ پھیلانی شروع کر دی کہ میں نے حویلی کو عیاشی کا اڈہ بنا رکھا ہے۔ ہر چند کہ مضافاتی علاقے کی بیشتر آبادی میرے حق میں تھی لیکن مجھے بہرحال یہ فکر لاحق ہو گئی کہ مجھے بے کار رہنے کے بجائے کچھ نہ کچھ کرنا چاہیے تاکہ لوگوں کی زبان بند ہو سکے اور میں سکون کا سانس لے سکوں۔

اُن ہی دنوں جب میں اپنی تنہائی دُور کرنے کی تدبیر سوچ رہا تھا مجھے ایک دن اپنے دوست جیکب کا خط ملا جو اپنے باپ کے انتقال کے بعد اب فادر جیکب بن چکا تھا اور کردی کے ایک گرجا گھر کا پادری تھا۔ جیکب کے بارے میں مجھے اس بات کا قطعی علم نہیں تھا کہ وہ مجھ سے اس قدر قریب ہے۔ حسین آباد میں بھی ایک پرانا اور چھوٹا سا گرجا گھر موجود تھا لیکن کسی پادری کے نہ ہونے کے سبب غیر آباد تھا چنانچہ علاقے کے عیسائی گھرانے کرسمس منانے کے لیے کردی جایا کرتے تھے۔ میں نے دل میں ایک اسکیم مرتب کی اور فوراً ہی جیکب کو لکھا کہ وہ اپنی بیوی سمیت حسین آباد آ جائے۔ تیسرے روز جیکب میرے پاس تھا۔ اس کی بیوی سلویا گو کہ بڑی خوب صورت اور صحت مند تھی لیکن انتہائی شکی مزاج واقع ہوئی تھی اور ہر لمحہ جیکب کی دُور مضبوطی سے کھینچے رہتی تھی کہ کہیں وہ بے لگام ہو کر کسی دوسری لڑکی یا عورت کے جال میں نہ پھنس جائے۔ پادری ہونے کے ناتے جیکب کا واسطہ اکثر و بیشتر عیسائی لڑکیوں اور عورتوں سے پڑتا رہتا تھا۔

مجھے سلویا کی فطرت کچھ پسند نہ آئی لیکن اس کی یہی فطرت میرے کام آ گئی۔ میں نے جیکب کو جب حسین آباد میں مستقل قیام کرنے کی پیشکش کی اور کہا کہ میں اس کی خاطر مقامی گرجا گھر کی حالت ازسرِنو بہتر بنا دوں گا اور اُسے ایک ہزار روپے ماہوار تاحیات دیتا رہوں گا تو جیکب میری پیشکش سے اُلجھن میں پڑ گیا۔ غالباً میری دیرینہ دوستی کی وجہ سے اُسے یہ ملازمت منظور نہیں تھی لیکن سلویا نے فوراً ہامی بھر لی اس لیے کہ حسین آباد میں اُسے جیکب کی طرف سے اتنا خطرہ نہیں تھا جتنا کردی

میں تھا۔ سلویا کے ہاں کر دینے کے بعد جیکب کے فرشتے بھی انکار نہیں کر سکتے تھے لہٰذا ایک ہفتے بعد ہی جیکب اور سلویا کراچی سے منتقل ہو کر حسین آباد آ گئے۔ میری خواہش تھی کہ جیکب اور سلویا میرے ساتھ ہی حویلی میں قیام کریں لیکن جیکب نے میری اس پیشکش کو کسی طرح قبول نہیں کیا اور میری حویلی کے قریب ہی ایک چھوٹا سا خوبصورت کاٹیج نما مکان کرائے پر لے کر سلویا کے ساتھ آباد ہو گیا۔

جیکب اور سلویا کے آ جانے سے مجھے بے حد خوشی ہوئی۔ ہم روزانہ کچھ وقت ساتھ گزارتے اور اپنے ماضی کے قصوں کو دہرا کر قہقہے لگایا کرتے۔ ایک دن میں نے سوچا کیوں نہ کیلاش کو بھی حسین آباد بلا لیا جائے۔ کالج کے زمانے میں ہم تینوں دوست تھے۔ حسین آباد میں لوگوں کے علاج معالجے کے لیے کوئی معقول بندوبست بھی نہیں تھا۔ جیکب نے میرے خیال کی پرزور تائید کی لیکن ساتھ یہ بھی کہا کہ کیلاش اب سرجن بن چکا ہے اور کراچی کے سرکاری اسپتال میں تعینات ہے۔ شاید وہ اتنی بڑی جگہ چھوڑ کر چھوٹی جگہ آنا پسند نہ کرے۔ جیکب کا خیال کسی حد تک درست تھا لیکن مجھے اپنی دوستی پر اعتماد تھا چنانچہ میں نے کیلاش کو ایک تفصیلی خط لکھا پھر جیکب کی شادی کی اطلاع دیتے ہوئے یہ بھی لکھا کہ وہ سنیچر کی شام کو ہر قیمت پر حسین آباد آ جائے اور اس دعوت میں ضرور شرکت کرے جو میں نے سلویا اور جیکب کی شادی کی خوشی میں دی ہے۔ میں نے یہ خط اپنے ایک کارندے کے ہاتھ دستی روانہ کیا تھا۔ دوسرے روز کیلاش کا جواب آ گیا کہ وہ دو روز کی چھٹی لے کر جیکب کی شادی پر ہنگامہ کھڑا کرنے کے ارادے سے پہنچ رہا ہے۔

سنیچر کی شام کو ہم تینوں دوست یکجا ہوئے تو میری حویلی میں خوشیوں اور مسرتوں کا طوفان آ گیا۔ جیکب اور کیلاش کی نوک جھونک پر سلویا بھی دل کھول کر قہقہے بکھیرتی رہی پھر کھانے کے بعد وہ جیکب کو ہمارے بے حد اصرار پر حویلی میں چھوڑ کر اپنے گھر چلی گئی تو ہمارے درمیان بے تکلف ماحول پیدا ہو گیا۔ میں نے انہی خوش گپیوں کے دوران کیلاش کو بتایا کہ حسین آباد میں کوئی ڈھنگ کا اسپتال نہیں ہے جس کی وجہ سے مقامی لوگوں کو اکثر سخت تکلیف اور اذیت کا سامنا کرنا پڑتا ہے پھر ایک طے شدہ پروگرام کے تحت جیکب نے کیلاش کو اکساتے ہوئے اس بات کی پیشکش کی کہ اگر وہ اسپتال چلانے کی ذمہ داری قبول کرے تو پرانے اسپتال کی بوسیدہ عمارت کو جدید اور ماڈرن شکل بھی دی جا سکتی ہے۔ کیلاش ہماری سازش کو سمجھ چکا تھا۔ جیکب کو امید نہیں تھی کہ وہ ہماری پیشکش قبول کرے گا مگر جب کیلاش نے ہامی بھر لی تو میں بھی خوشی سے اچھل پڑا۔

میں نے دوسرے ہی دن سے اسپتال کی پرانی عمارت پر نئے سرے سے کام شروع کرا دیا۔ کیلاش ایک ماہ بعد ملازمت چھوڑ کر حسب وعدہ میرے پاس آ گیا پھر میری اور کیلاش کی مشترکہ کوششوں سے وہ اسپتال جدید ترین عمارت میں تبدیل ہو گیا اور اس کا شمار بہت جلد ایسے معیاری اسپتالوں میں ہونے لگا کہ دور دراز کے مریض بھی وہاں علاج کی غرض سے آنے لگے۔ حسین آباد کے پرفضا اور پرسکون ماحول اور سرجن کیلاش کی دیرینہ شہرت نے اس اسپتال کو بہت جلد اتنی کامیابی عطا کر دی کہ ہمیں اسپتال کے لیے دوسرے قابل اور تجربے کار ڈاکٹروں اور نرسوں کا بھی بندوبست کرنا پڑا۔

میری خدمات نے میرے علاقے کے لوگوں کو میرا گرویدہ بنا دیا۔ ان کی زبانیں جو کبھی میرے خلاف زہر اگلا کرتی تھیں اب میرا کلمہ پڑھنے لگیں۔ میں کیلاش اور جیکب کے آ جانے سے بے انتہا مسرور تھا۔ کیلاش چونکہ میری ہی طرح تنہا تھا اس لیے میرے کہے بغیر ہی اس نے حویلی کے ایک حصے پر اپنا قبضہ جما لیا تھا۔ ہم دونوں رات گئے تک ساتھ رہتے اور دنیا جہاں کی باتیں کیا کرتے۔ جیکب بھی ہماری محفلوں میں برابر کا شریک رہتا لیکن سلویا کے ڈر سے وہ کوئی نہ کوئی بہانہ تراش کر گیارہ بجے فوراً ہی بعد چلا جاتا۔ ایک دن جیکب نے اچانک بیٹھے بیٹھے ایک ٹھنڈی سانس لیتے ہوئے کہا۔

"یار جمال۔ کیا تم دونوں کو اس طرح زندگی گزارنے میں کچھ عجیب سا نہیں لگتا؟"

"کیا مطلب؟" میں نے مشروب کا گلاس درمیانی میز پر رکھتے ہوئے جیکب کو وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"رب عظیم نے تمہیں بہت کچھ دے رکھا ہے تمہارے پاس دولت ہے جائیداد ہے لیکن عورت کے بغیر زندگی مکمل نہیں کہی جا سکتی۔" جیکب نے سنجیدگی سے باری باری مجھے اور کیلاش کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "میرا مشورہ ہے کہ تم دونوں اب شادی کر ڈالو۔"

"شادی۔" کیلاش نے بے اختیار ایک فلک شگاف قہقہہ بلند کرتے ہوئے کہا۔ "بھگوان کے لیے کوئی ادھ بات کرو۔"

"کیوں۔ کیا میں نے کوئی غلط بات کہہ دی ہے؟"

"میرے باپ کی توبہ۔" کیلاش نے مسکرا کر کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے جواب دیا۔ "بھائی جیکب تمہارا حشر دیکھ لینے کے بعد کون کم بخت اب شادی کی حماقت کے بارے میں

سوچ سکتا ہے۔"

"تم دونوں نرے احمق اور گاؤدی ہو۔" جیکب غصّے سے بولا۔ "سلویا اور میں ایک دوسرے سے کتنی محبت کرتے ہیں تم لوگ اُس کا اندازہ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"وہ تو تمھاری صورت ہی سے ظاہر ہے۔" کیلاش بولا۔ "اوّل درجے کے جورو کے غلام لگتے ہو۔"

"میری زبان میں ایسے لوگوں کو بے دُم کا بوم کہتے ہیں۔" میں نے آہستہ سے گرہ لگائی تو جیکب تلملا اُٹھا۔

"گویا تم لوگوں کے نزدیک بیوی کی باتیں مان لینا یا اُس کے مشوروں پر عمل کرنا غلامی ہے؟" اُس نے کیلاش سے سوال کیا۔

"کسی دن بھابی کی بات نہ مان کر دیکھو تمھیں خود ہی اپنی اوقات کا اندازہ ہو جائے گا۔" کیلاش مسکرا کر بولا۔

"بھابی — آپ! ابھی تو آٹھ بھی نہیں بجے۔" میں نے یکلخت جیکب کی پشت پر کھلنے والے دروازے کی سمت نظر اٹھا کر اتنی سنجیدگی سے کہا کہ جیکب بوکھلا کر اٹھ کھڑا ہوا اور پھر جب کیلاش نے فلک شگاف قہقہے لگا کر جیکب کا مذاق اڑانا شروع کیا تو وہ بھی مسکرا دیا۔

"میں اب اجازت چاہوں گا۔" وہ جھینپتے ہوئے بولا۔ "اگر سچ مچ سلویا آگئی تو تم لوگوں کے سامنے اور کرکری ہوگی۔"

جیکب کے جانے کے بعد بھی میں اور کیلاش اُس کے بارے میں باتیں کر کے ہنستے رہے پھر تقریباً آدھی رات گزرنے کے بعد کیلاش بھی جماہیاں لیتا ہوا اٹھ گیا اس لیے کہ اُسے صبح اسپتال بھی جانا تھا۔ اس روز میں نے جی کھول کر جیکب کی شادی والی بات پر اس کا مذاق اڑایا تھا لیکن اُسی رات جب میں اپنے نرم و گرم بستر پر سونے کے ارادے سے دراز ہوا تو پہلی بار تنہائی کا احساس مجھے کسی زہریلے ناگ کی طرح ڈسنے لگا۔ مجھے اپنے گرد و پیش سے بیزاری ہونے لگی۔ بڑی دیر تک میں بستر پر لیٹا کروٹیں لیتا رہا۔ مجھے اپنے جسم پر لاتعداد سرخ اور ننھی منی چیونٹیاں رینگتی محسوس ہو رہی تھیں۔ میں نے اٹھ کر ٹھنڈے پانی سے اپنا خشک گلا تر کیا اور سگریٹ جلا کر اپنی تنہائی کو بہلانے کی خاطر اپنی خواب گاہ میں چہل قدمی کرنے لگا۔ پھر — پھر میں نے اُس رات ایک اہم فیصلہ کر لیا۔ شادی کرنے کا فیصلہ اور اسی فیصلے نے میری زندگی میں ہولناک اور اذیت ناک انقلاب پیدا کر دیا۔ میری ہنستی کھیلتی زندگی کا رُخ موڑ دیا۔ مجھے وطن سے دور دربدر کر دیا اور — اور ۔۔۔۔"

میرے کیبن میں لگی ہوئی دیوار گیر گھڑی نے ایک ناخوش گوار کھڑکھڑاہٹ کی آواز کے ساتھ رات کے بارہ بجنے کا اعلان شروع کیا تو میرے خیالات کا تسلسل ٹوٹ گیا۔ میں نے اپنی ڈائری لکھنی بند کر دی۔ طویل انگڑائی لے کر اٹھا۔ باہر شاید سمندر پُرسکون تھا ورنہ میں اتنی دیر تک سکون سے کیسے لکھ سکتا تھا۔ بتی بجھا کر میں دوبارہ اپنے بستر پر آگیا۔ ابھی میرے ذہن پر ہلکی ہلکی غنودگی اور نیند کا خمار ہی طاری ہوا تھا کہ وہی جانا پہچانا اور مانوس سا خوب صورت اور حسین پیکر میرے تصورات کے پردوں پر آہستہ آہستہ اُبھر آیا۔

اُس کے دل کش اور گداز نقوش بتدریج واضح ہوتے گئے۔ اُس نے شب خوابی کا ہلکا آسمانی لباس پہن رکھا تھا۔ پلکوں پر جادو جگاتی، ہونٹوں پر مسکراہٹیں سجائے اور خوابیدہ نگاہوں میں سحر سمیٹے وہ آہستہ آہستہ میرے سرہانے آکر بیٹھ گئی۔ وہ — وہ یقیناً میری کامل تھی۔ میری درخشاں تھی۔ میں اُسے دُنیا کی تمام حسین عورتوں اور نوخیز کلیوں کے ہجوم میں بھی دُور سے شناخت کر سکتا تھا۔ میں بھلا اُسے کیسے بھول سکتا تھا؟ میں اُس کے جسم سے پھوٹنے والی خوشبو کو اپنی سانسوں سے بہت قریب محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اُٹھنے کی کوشش کی تو اُس نے ایک ہاتھ میری آنکھوں پر رکھ دیا اور دوسرے ہاتھ سے میرے اُلجھے ہوئے بالوں میں کنگھی کرتے ہوئے نشے میں ڈوبی آواز میں بولی۔

"نہیں جمال — تم سوتے رہو۔ تمھیں آرام اور سکون کی ضرورت ہے۔ اس لیے کہ ابھی تمھیں مجھے دوبارہ پانے کے لیے طویل سفر کرنا ہے۔ ایسا سفر جس کے بارے میں مَیں نے تمھیں یقین دلایا ہے۔ میں اب بھی تمھیں یقین دلاتی ہوں۔ جہاں محبت لازوال ہوتی ہے۔ کبھی فنا نہیں ہوتی۔ تم یقین رکھو۔ میں تم کو دوبارہ ملوں گی۔ بہت جلد لیکن شرط یہ ہے کہ تم ہمت نہ ہار دینا۔ میری تلاش میں تھک کر نہ بیٹھ جانا۔"

اُس کی آواز میرے کانوں میں رس گھول رہی تھی اور پھر میں گہری نیند کی آغوش میں گم ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

صبح میں سوکر اٹھا تو رات کے خواب کا اثر میرے ذہن پر بدستور طاری تھا، میرا جسم بوجھل بوجھل ہو رہا تھا اور بری طرح ٹوٹ رہا تھا، میری سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ مجھے کیا ہوتا جا رہا ہے؟ میری رفیقۂ حیات کو مجھ سے جدا ہوئے یعنی دنیا سے منہ موڑے ہوئے چھ ماہ سے بھی زیادہ عرصہ گزر چکا تھا لیکن اس کی یادوں کی مہک ابھی تک میرے وجود سے لپٹی ہوئی تھی، میں ہر لمحہ اسے اپنے سے قریب تر محسوس کرتا تھا، اس کی باتیں میرے کانوں میں بیشتر وقت گونجا کرتی تھیں، اس کے قدموں کی آہٹ اور معطر لباس کی سرسراہٹ دبے قدموں میرا تعاقب کرتی رہتی اور کبھی کبھی تو میں اسے خود سے اس قدر قریب محسوس کرتا کہ چونک اٹھتا لیکن وہ مادی صورت میں میرے لیے ناپید ہو چکی تھی صرف میری محبت کی شدت میں اسے روپ اور لباس بدل بدل کر میرے تصور میں اجاگر کر دیتی تھیں۔

خاصی دیر تک میں بستر پر لیٹا اپنی بے چین زندگی کے بارے میں سوچتا رہا پھر اس خیال سے کہ شاید رات اس کا قرب بھی محض میرے تخیلات کا ایک خیالی ہیولا ہو میں نے بستر چھوڑ دیا، طویل انگڑائی لیتا ہوا اٹھا، سب سے پہلے میری نظر اس مجلد کاپی پر پڑی جس پر میں نے گزشتہ رات سے اپنی پراسرار اور حیرت انگیز داستان لکھنی شروع کی تھی، میں نے آگے بڑھ کر لکھے ہوئے صفحات پر ایک نظر ڈالی، ایک بار میرا دل چاہا کہ اس ہولناک داستان کو صرف اپنے سینے کی گہرائیوں میں دفن رہنے دوں کسی اور کو ان تلخیوں کی بھنک بھی نہ ہونے دوں جنھوں نے میرا سینہ فگار کر رکھا تھا، میرے وجود سے جونک بن کر چمٹ گئی تھیں اور آہستہ آہستہ مجھے اندر ہی اندر کھوکھلا کرتی جا رہی تھیں لیکن میں نے ایسا نہیں کیا، کاپی اٹھا کر احتیاط سے الماری میں بند کی پھر غسل خانے میں نہانے کے ارادے سے چلا گیا، میں نے طے کر لیا تھا کہ اپنی داستان ضرور قلم بند کروں گا تاکہ مر جانے کی صورت میں لوگ میری موت کو محض دیوانگی خیال نہ کریں۔

ناشتے کی میز پر ہم تینوں دوست جمع ہوئے تو کیلاش مسکرا رہا تھا لیکن جیکب خلافِ توقع کچھ سنجیدہ نظر آ رہا تھا، میں نے سوچا شاید ان کے درمیان پھر کوئی نوک جھونک ہوئی ہو، وہ دونوں ایک دوسرے کو چھیڑے اور ستائے بغیر زندہ نہیں رہ سکتے تھے، کچھ دیر کے لیے وہ سنجیدہ ہو جاتے پھر کچھ دیر بعد ہی یوں بے تکلف دوستوں کی طرح ہنسنے بولنے لگتے جیسے ان کے درمیان کبھی کسی تلخی نے سرے سے جنم ہی نہ لیا ہو۔

"میرا خیال ہے رات موسم کچھ زیادہ خوشگوار نہیں رہا؟" میں نے جیکب کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے کیلاش سے پوچھا۔

"رات تو آسمان بالکل صاف اور کھلا ہوا تھا، سمندر کی موجیں بھی پرسکون تھیں البتہ صبح سے مطلع کچھ کچھ ابر آلود نظر آ رہا ہے۔" کیلاش نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے بوندا باندی کا امکان ہو۔"

"فضا میں کچھ کثافت بھی شامل معلوم ہوتی ہے۔"

"مجھے تو ضمیر بھی گرد آلود دکھائی دیتا ہے۔" کیلاش نے نہایت حاضر جوابی سے فقرہ چست کیا۔

"کیا میں احمق ہوں؟" اچانک جیکب غصے سے بولا۔

"ہاں نہیں۔" کیلاش نے سنجیدگی سے پوچھا۔ "تم پر اچانک اس حقیقت کا انکشاف کس طرح ہو گیا؟"

"تم دونوں کی احمقانہ گفتگو اور جملے بازی سن کر۔" جیکب نے جھلا کر جواب دیا۔ "کیا میں اتنا بھی نہیں سمجھ سکتا کہ اس وقت موسم اور فضا کی کثافت کا ذکر کس لیے چھیڑا گیا ہے۔"

"جل۔" کیلاش نے سنجیدگی سے مجھے گھورا۔ "یہ سراسر تمہاری زیادتی ہے۔ موسم کا ذکر تم نے شروع کیا تھا۔"

"براہِ راست مجھ سے بھی دریافت کیا جا سکتا تھا کہ میری سنجیدگی کی کیا وجہ ہے؟" جیکب نے بدستور خفگی سے کہا۔

"چلو اب بتا دو۔" میں نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا بات ہے؟"

"پہلے وعدہ کرو کہ تم دونوں میری بات کا مذاق نہیں اڑاؤ گے۔"

"وعدہ رہا۔" ہم دونوں نے بیک زبان جواب دیا۔

"اس چڑیل نے کل رات گئے میرے کیبن کے دروازے پر دستک دی تھی۔" جیکب نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"چڑیل کون؟" کیلاش نے نہایت معصومیت سے پوچھا۔

"وہی سیاہی عورت۔" جیکب نے جواب دیا۔ "اس کے جسم پر شب خوابی کا انتہائی ناکافی لباس تھا اور وہ منحوس عورت مجھ سے سردرد کی گولیاں طلب کرنے آئی تھی۔"

"تمہیں کس چیز پر زیادہ اعتراض ہے؟" میں نے یوں ہی غیر ارادی طور پر دریافت کیا۔ "شب خوابی کے لباس پر یا سردرد کی گولیوں پر؟"

"دونوں پر۔" جیکب تلملا کر بولا۔ "آخر اسے کیا ضرورت تھی اتنی رات گئے میرے کیبن پر دستک دینے کی۔"

"بے وقوفی کی باتوں سے پرہیز کیا کرو۔" کیلاش نے کہا۔ "ہو سکتا ہے اس غریب کے سر میں واقعی درد رہا ہو اور میرے

fsurdu.blogspot.com

دھوکے میں وہ تمھارے کیبن پر چلی گئی ہو۔"

"ہاں وہ مجھے ڈاکٹر ہی سمجھ کر آئی تھی لیکن خود کیوں آئی؟ اگر سر میں درد تھا تو اپنے شوہر کو گولی لینے بھیج دیتی۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ اسے سر درد کے علاوہ کوئی اور بھی تکلیف لاحق ہو۔" میں نے جیکب کی نظریں بچا کر کیلاش کو آنکھ مارتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"خلل دل کی تکلیف۔" کیلاش نے میرا اشارہ سمجھتے ہوئے جیکب سے پوچھا۔ "بہرحال کیا تم نے اسے گولی دے دی تھی؟"

"رب عظیم کی قسم، اگر وہ میرے دھتکارنے پر فوراً میرے کیبن کے سامنے سے چلی نہ گئی ہوتی تو میں شاید گلا گھونٹ کر ہمیشہ کے لیے اسے سر درد سے نجات دلا دیتا۔" جیکب ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "میری بات کا یقین کرو، وہ عورت نہ صرف یہ کہ منحوس ہے بلکہ بدکردار بھی ہے۔"

"گویا تمھارا منہ صبح سے اسی وجہ سے سوجا ہوا ہے کہ رات ایک ایسی عورت نے جو شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھی تمھارے کیبن کے دروازے پر دستک کیوں دی، کیوں یہی بات ہے نا؟" کیلاش نے پوچھا۔

"تم اسے معمولی بات سمجھ رہے ہو۔ ذرا سوچو، اگر سلویا زندہ ہوتی تو؟"

"لعنت ہے تمھاری سوچ پر۔" کیلاش جھلا گیا۔ "بیوی کے مرنے کے بعد بھی غلامی کی بو باس نہیں گئی۔"

"بات غلامی کی نہیں میری حیثیت کی ہے۔" جیکب نے بھی تلملا کر کہا۔ "تم لوگ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اگر کسی کو میری شخصیت اور میرے کردار پر انگلی اٹھانے کا موقع مل گیا تو میری سالہا سال کی محنت اکارت جائے گی۔"

"میں سمجھ رہا ہوں بات کی نزاکت کو۔" میں نے درمیان میں جلدی سے بولتے ہوئے کہا۔ "میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے کہ ہمیں اگلی بندرگاہ پر اس سیاہی جوڑے کو جہاز سے اتار دینا چاہیے۔"

"میرا خیال اس کے برعکس ہے۔" کیلاش بولا۔ "پکنک یا طویل سفر میں کسی عورت کا ساتھ ہونا اشد ضروری ہے۔ اس سے تھکے ہوئے اعصاب کو سکون ملتا ہے۔"

جیکب نے گھور کر کیلاش کو دیکھا لیکن بات ناشتہ آ جانے کی وجہ سے ختم ہو گئی۔ میں نے دوبارہ نارمن کی پراسرار موت کا مسئلہ چھیڑ دیا۔ کیلاش کا خیال تھا کہ کیبن میں جا کر روحوں کو بلانے کا عمل دیکھنے سے پیشتر ڈاگر کو مزید کریدا جائے۔ اس طرح ممکن تھا کہ جیکسن کے بارے میں کچھ اور ایسے ثبوت مل جاتے جو ہمارے شبہات کو تقویت پہنچا سکتے۔ مگر میں نے اس خیال کی تردید کر دی مبادا کہ جیکسن کو اس کی بھنک مل جاتی اور وہ ہم لوگوں سے اور زیادہ محتاط ہو جاتا۔ اس کے علاوہ میرا خیال تھا کہ ڈاگر اب کسی قیمت پر اپنی زبان نہیں کھولے گا۔ ہماری باتوں سے قاتل کا ایک دھندلا سا سراغ مل جانے کے بعد ہی اس کی آنکھیں انتقامی جذبوں سے چمک اٹھی تھیں اور وہ جیکسن کو دیکھتے ہی ہمارے قریب سے ہٹ گیا تھا۔ جانے کیوں مجھے رہ رہ کر یہی خیال آ رہا تھا کہ ڈاگر کسی نہ کسی طرح اپنے مرحوم دوست کا انتقام جیکسن سے ضرور لے گا۔

پھر یکلخت میرے ذہن میں ایک اور خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ اگر کہیں رات ہونے سے پیشتر ہی ڈاگر نے جیکسن کو ٹھکانے لگا دیا تو کیا ہوگا؟ ایک لمحے کو میں الجھ کر رہ گیا مگر دوسرے ہی لمحے مجھے خود اپنی حماقت پر شرمندگی ہونے لگی۔

اگر یہ بات درست تھی کہ جیکسن ہی نے بدروحوں کے ذریعے نارمن کے ذہن کو تسخیر کر کے اسے ہولناک موت سے ہمکنار کر دیا تھا تو پھر اس کے تابع روحوں نے اسے یہ بھی ضرور بتا دیا ہوگا کہ بحری عقاب پر نارمن کا ایک دوست اسے مار ڈالنے کی خاطر گھات لگائے بیٹھا ہے۔ مختصر بات تھی کہ اگر جیکسن ہی نارمن کی موت کا ذمہ دار تھا تو وہ حالات سے غافل بھی نہیں رہا ہوگا لیکن ان تمام باتوں کے باوجود اس بات کے امکانات کو بھی یکسر طور پر نظرانداز نہیں کیا جا سکتا تھا کہ جیکسن کی زندگی کو ڈاگر کی طرف سے قاتلانہ حملے کا خطرہ لاحق ہو چکا تھا۔

ہم ناشتے سے فارغ ہو کر عرشے پر آ گئے۔ سمندر اس وقت بے حد پرسکون اور خاموش تھا۔ ہوا بھی زیادہ تیز نہیں تھی۔ نہایت خنک اور خوشگوار تھی۔ ناشتے کے بعد جیکب کا موڈ بھی ٹھیک ہو گیا۔ ہمارے درمیان آئندہ سفر سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کہ اینسلے آ گیا۔

"صبح بخیر میرے عزیزو۔" اس نے میرے قریب آ کر کہا پھر سمندر کی جانب دیکھتا ہوا بولا۔ "میری آمد آپ لوگوں کے لیے کسی مداخلت کا باعث تو نہیں بنی؟"

"نہیں مسٹر اینسلے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "ہمارے درمیان کوئی راز و نیاز کی باتیں نہیں سفر سے متعلق گفتگو ہو رہی تھی۔"

"میں بھی یہی دریافت کرنے کی غرض سے آیا تھا کہ فجی جزیرے کی سیر کے بعد آپ لوگوں کا کیا پروگرام ہے؟"

"جزیرہ فجی کے بعد ہم ہوائی جزیرہ بھی دیکھنا پسند کریں گے۔" میں نے اپنے ذہن میں طے شدہ پروگرام کو دہراتے ہوئے

tsurdu.blogspot.com

کہا۔ "جزیرہ ہوائی سے واپسی پر ہم درمیان کے کچھ اور جزیرے مثلاً کرسمس اور فیننگ (CHRISTMAS AND FANNING) کو بھی دیکھ لیں گے۔ اس کے بعد ہم خاص طور پر ایسٹر جزیرے پر جائیں گے اور پھر کولمبس کو عبور کر کے ہم نیوگنی بھی جانا پسند کریں گے۔"

میں یاد کر کر کے اپنے سفر کے مقامات گنواتا رہا۔ بحری عقاب کا بوڑھا پرتگالی کپتان نہایت خاموشی اور توجہ سے میری باتوں پر غور کرتا رہا۔ اس کا چہرہ کسی اندرونی جذبات کی ترجمانی سے یکسر عاری اور سپاٹ نظر آ رہا تھا لیکن جب میں خاموش ہوا تو اس نے مجھے بہت غور سے دیکھ کر مسکراتے ہوئے کہا۔

"میرے عزیز! آپ نے بحری عقاب اور اس کے عملے کی خدمات پورے دو ماہ کے لیے حاصل کر رکھی ہیں اس لیے ہمارا فرض ہے کہ آپ کے ہر حکم کی بلا کسی چون و چرا کے تعمیل کی جائے لیکن بحیثیت کپتان مجھ پر یہ ذمہ داری بھی عائد ہوتی ہے کہ آپ حضرات کو سفر کے دوران پیش آنے والی مشکلات سے قبل از وقت آگاہ کر دوں۔"

"کیا تمہارے خیال میں کوئی بحری سفر بغیر مشکلات کے بھی ختم ہوا ہے؟" کیلاش نے جو طبعیتاً ہی منہ پھٹ واقع ہوا تھا ایسٹلے سے سوال کیا۔

"آپ نے میری بات کا غلط مطلب لیا ہے میرے عزیز۔" ایسٹلے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "مشکلات سے میری مراد موسم سے تھی جو بدلتے رہتے ہیں۔ بحری سفر کے دوران ہمیں سیزن اور موسم کے متوقع تغیرات کا خاص خیال رکھنا پڑتا ہے۔"

"تمہیں کیا اندازہ ہے مسٹر ایسٹلے۔" میں نے بوڑھے کپتان سے دریافت کیا۔ "کیا میں نے جو پروگرام مرتب کیا ہے اس کے دوران موسم کا تغیر کہیں حائل ہوتا ہے؟"

"میں آپ کو سفر کے اختصار کا مشورہ دوں گا میرے عزیز۔" ایسٹلے نے اپنا پائپ بھرتے ہوئے سپاٹ انداز میں جواب دیا۔ "اپیا کی بندرگاہ سے جزیرہ ہوائی جانے کے بعد اگر ہم ایسٹر آئی لینڈ کی طرف اپنا رخ موڑ لیں تو ان متوقع طوفانوں سے بچ جائیں گے جو ہمارے لیے پریشان کن ثابت ہو سکتے ہیں۔ دوسری صورت میں ہمیں وقت بچانے کے لیے جزیرہ ایسٹر کا پروگرام ترک کرنا ہو گا۔ لیکن یہ صرف میرا مشورہ ہے ہم دو ماہ تک بہر حال آپ کا ہر حکم ماننے کو تیار ہیں اس لیے کہ کھرا اور سچا جہاز راں سائیکلون اور موت دونوں کا مقابلہ کرنے کے لیے ہر دم تازہ دم رہتا ہے۔"

"اور نڈر اور بے خوف قسم جو بھی موت کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مسکرانے کا عادی ہوتا ہے۔" کیلاش بولا۔ "سیاح اگر موت سے ہراساں ہونے لگیں تو پھر وہ دنیا کے ان عجائبات کی سیر نہیں کر سکتے۔ جو قابلِ دید ہوتے ہیں۔"

"آپ نے درست کہا میرے عزیز لیکن جان بوجھ کر خطروں کو دعوت دینا اور آنکھ موند کر اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دینا بھی میرے نزدیک دانش مندی نہیں۔" اس بار ایسٹلے نے قدرے خشک لہجے میں کہا۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ ہماری جانب سے آپ حضرات کو شکایت کا موقع نہیں ملے گا۔"

"میرا خیال ہے کہ ہم اپیا کی بندرگاہ سے جزیرہ ہوائی کا سفر اختیار کریں اور اس کے بعد موسم کے تیور دیکھنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کریں گے۔" میں نے بوڑھے کپتان کے لہجے کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ شاید ایسٹلے کو کیلاش کی بات ناگوار گزری تھی۔

"میں نے سنا ہے کہ جزیرہ ایسٹر کے کھنڈرات تاریخ سے قبل کے دور کی بہترین یادگاریں ہیں اور وہاں کی ہر چیز نہ صرف یہ کہ ناقابلِ اعتبار اسرار اپنے اندر رکھتی ہے بلکہ ہر لحاظ سے قابلِ دید بھی ہے۔" کیلاش نے اپنی معلومات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"آپ نے درست سنا ہے میرے عزیز۔" ایسٹلے بدستور سنجیدگی سے بولا۔ "لیکن ایک جزیرہ ایسٹر پر ہی کیا موقوف ہے اس وسیع و عریض دنیا میں کروڑوں ایسے حادثات رونما ہوتے رہتے ہیں عقل جن کی کوئی توجیہہ پیش کرنے سے قاصر ہے اور ہزاروں مقامات ایسے بھی موجود ہیں جہاں ابھی تک علم اور تہذیب کی روشنی نہیں پہنچ سکی۔ افریقہ کے گھنے جنگلات اور دور دراز علاقوں میں آج بھی وہی تہذیب موجود ہے جو ہزاروں سال پہلے تھی۔ ہم جس سمندر کی لہروں پر سفر کر رہے ہیں اس کے نیچے بھی ایک پراسرار عجیب و غریب دنیا موجود ہے لیکن اس پراسرار اور نادیدہ دنیا کی سیر کرنے کی خاطر ہم دیدہ و دانستہ اگر اپنا جہاز غرق کر دیں تو میرے نزدیک یہ عمل دانش مندی کے منافی ہو گا۔ سیاحوں اور جہاز رانوں کے بھی کچھ اصول مقرر ہوتے ہیں۔"

بوڑھے کپتان کی باتوں سے صاف ظاہر تھا کہ وہ اپنے وسیع تجربے کے آگے کیلاش کے کتابی اور سطحی تجربے کی باتیں سن کر جھلا گیا تھا۔ کیلاش نے بھی ایسٹلے کی بات سن کر برا سا منہ بنایا اس لیے کہ ہم نے بہر حال بحری عقاب کو دو ماہ کے لیے کرائے پر حاصل کر لیا تھا اور اس عرصے میں اسے

اپنی مرضی کے مطابق استعمال کرنے کا حق رکھتے تھے۔
میں حالات کی نزاکت کو سمجھ رہا تھا، ایشلے کے خلاف کھل کر کوئی حکم جاری کرنے کی صورت میں بھی سفر کے دوران ہمیں بے شمار خطرات کا سامنا کرنا پڑ سکتا تھا اس لیے کہ اس کی حیثیت بہر حال ناخدا کی تھی، دوسری طرف اگر میں کیلاکش کو کپتان کے سامنے سمجھانے کی کوشش کرتا تو وہ بھی میری باتوں کا برا مان سکتا تھا، ابھی میں کوئی درمیانی راستہ نکالنے کے بارے میں غور کر ہی رہا تھا کہ جیکب نے ایشلے کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔
”رب عظیم کی قسم! میں بھی موت سے نہیں ڈرتا لیکن منحوس اور نادیدہ قوتوں سے ہمیشہ دور رہنے کی کوشش کرتا ہوں۔“
”فادر جیکب۔ میں آپ کا اشارہ سمجھنے سے قاصر ہوں۔“ بوڑھے کپتان نے پائپ کا ایک کش لے کر جیکب کی سمت وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ ”کیا آپ کے خیال میں میں نے کوئی غلط بات......؟“
”نہیں میرے دوست۔“ جیکب جلدی سے بولا۔ ”تم میرا مطلب نہیں سمجھ سکے، دراصل میرا اشارہ اس سیامی جوڑے کی طرف تھا جو ہمارے ساتھ اسی جہاز میں سفر کر رہا ہے اور......“
”کل رات اس سیامی عورت نے شب خوابی کے باریک لباس میں آدھی رات گئے فادر جیکب کے سکون کو برباد کرنے کی کوشش کی تھی۔“ میں نے جیکب کا جملہ تیزی سے کاٹتے ہوئے کچھ ایسے انداز اور لہجے میں یہ بات کہی کہ بوڑھا کپتان بھی زیر لب مسکرانے پر مجبور ہو گیا۔
”اوہ۔“ ایشلے نے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے اور جیکب کے چہرے پر ابھرنے والی جھلاہٹ کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ ”اگر مجھے معلوم ہوتا کہ وہ عورت اچھے کردار کی مالک نہیں ہے تو میں اسے اور اس کے ساتھی کو کبھی بحری عقاب پر پناہ نہ دیتا۔“
”مجھے بھی صرف یہی شکایت ہے میرے دوست۔“ جیکب نے معصوم صورت بنا کر ایشلے کو مخاطب کیا۔ ”تم نے جسے پناہ دی ہے میں اس سے بھی پناہ مانگنے پر مجبور ہو گیا ہوں اور میرے دونوں عقل مند دوست میری بے بسی کو سمجھنے کے بجائے مجھ پر فقرے چست کرنے سے باز نہیں آتے۔“
”آپ مطمئن رہیں فادر جیکب میں اس عورت کو نہ صرف یہ کہ تنبیہ کر دوں گا بلکہ اگلی بندرگاہ پر اسے اتار بھی دوں گا۔“
اور ایشلے کی بات سن کر جیکب نے سکون کا اتنا لمبا سانس لیا تھا کہ اس کی پوزیشن اور مضحکہ خیز بن گئی، ایشلے مسکراتا ہوا اپنے کیبن کی طرف چلا گیا تو میں نے بھی اطمینان کا سانس لیا لیکن کیلاکش جیکب پر برس پڑا۔

حضرت آدم علیہ السلام سے آج تک کے انسان کی کہانی

حق و باطل، خیر و شر کی قوتوں کے مابین کشمکش کی ایک تاریخی داستان

جس میں تہذیب و تمدن کے راز آشکار ہوئے ہیں۔

ابلیکا

جیسے تاریخی ناولوں کے شہنشاہ

اسلم راہی نے لکھا

8 حصے قیمت فی حصہ -/35

قیمت رف ایڈیشن : -/۲۵ روپے

کتاب والا

۲۷۹۴، پہاڑی بھوجلہ، دہلی ۱۱۰۰۰۶

"تمہیں دیلشے کے سامنے حماقت کی باتیں نہیں کرنی چاہیے تھیں۔"

"حماقت ہی سہی لیکن ربِ عظیم کی قسم مجھے یہ سن کر بے حد سکون ملا ہے کہ بہت جلد ہم اس منحوس اور ناپسندیدہ جوڑے سے نجات حاصل کر لیں گے۔"

"اگر تم نے مزید حماقت کی بات کی تو میں اس سیاہی جوڑے کو اپنا مہمان بنا کر سفر کی دعوت دینے پر آمادہ ہو جاؤں گا۔"

"میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑ کر رحم کی درخواست پیش کرتا ہوں۔" جیکب نے روہانسی آواز میں ہاتھ باندھتے ہوئے کہا تو کیلاش بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد میں آرام کرنے کی غرض سے اپنے کیبن میں آ گیا۔ ایشلے کی باتوں نے میرے ذہن کو اور الجھا دیا تھا۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے مجھے روحوں کی واپسی کا یقین نہیں تھا، ہندو دھرم میں آواگون کا تصور ضرور موجود ہے، ان کے عقیدے کے مطابق روح کبھی نہیں مرتی، موت ایک عارضی جدائی ہوتی ہے اور روح ایک جسدِ خاکی کو چھوڑ دینے کے بعد پھر کسی اور رنگ روپ اور جسم میں واپس آ جاتی ہے، کیلاش نے مجھے یہی بتایا تھا لیکن میرا عقیدہ اس سے مختلف تھا پھر مجھے اس بات کا یقین کیوں نہیں آ رہا تھا کہ درخشاں مجھ سے ہمیشہ کے لیے روٹھ چکی ہے اس کو میرا ساتھ چھوڑے پورے چھ ماہ ہو چکے تھے، یہ اور بات تھی کہ میں اس کی یاد کو ابھی تک اپنے وجود سے لپٹائے ہوئے تھا، یہ محبت کی شدتیں تھیں جو میری ماضی کی حسین یادوں کو تازہ کیے ہوئے تھیں لیکن محبت کی شدتیں مرنے والوں کو نئی زندگی تو نہیں عطا کر سکتی تھیں پھر میں مرنے والی کے تعاقب میں کیوں بھاگ رہا تھا؟ کیا صرف اس لیے کہ اس نے مجھے اس بات کا یقین دلایا تھا کہ ہماری جدائی عارضی ہے اور ہم دوبارہ پھر ملیں گے؟

ہو سکتا ہے میری زندگی نے میری محبت کی شدتوں کا اندازہ لگا لیا ہو اور محض سکونِ دل کی خاطر اس نے مجھے دوبارہ ملاقات کی نوید دی ہو، خواب ہمیشہ سچ تو نہیں ثابت ہوتے، کبھی کبھی ان کی تعبیریں بڑی بھیانک اور ہولناک ثابت ہوتی ہیں، میں ان باتوں کو سمجھتا تھا لیکن پھر بھی شاید اس لیے سفر پر نکل کھڑا ہوا کہ مرنے والی کی آخری خواہش تھی، اس کی آرزو تھی جس کی تکمیل کی خاطر میں نے خود کو حالات کے دھارے پر چھوڑ دیا تھا، جب میں نے زندگی میں اس کی کسی بات کی نفی نہیں کی، اس کے کسی تصور کو غلط نہیں کہا۔ اس کی کسی خواہش کو رد نہیں کیا تو پھر اس کے مرنے کے بعد اس کی روح کو صدمہ کیوں کر پہنچا سکتا تھا، شاید اسی لیے میں ایک ایسے سفر پر نکل کھڑا ہوا تھا جس کی کوئی منزل معین نہیں تھی، پہلے سے کوئی مقام طے نہیں تھا، بس سفر برائے سفر کے سوا کچھ نہ تھا اس لیے کہ اس نے۔ میری کاجل نے، میری درخشاں نے مجھے طویل سفر کا حکم دیا تھا۔

ایشلے کی باتوں نے مجھے سفر میں آئندہ پیش آنے والے اندیشوں کے بارے میں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا، شاید وہ بھی ہم سے یہی کہنا چاہتا تھا کہ ہمیں وہ بے مقصد اور بے معنی سفر ترک کر دینا چاہیے، غالباً اس نے میرے دل کا چور پکڑ لیا تھا اور باور کرانا چاہتا تھا کہ مجھے کسی سائے کے پیچھے بھٹکنے سے پرہیز کرنا چاہیے لیکن کیلاش کی باتوں نے اسے ناراض کر دیا تو وہ خاموش ہو گیا تھا بالکل اس سمندر کی طرح جس کی ساکت لہروں کے اندر بھی ہزاروں بھیانک اور خوفناک طوفان چھپے ہوتے ہیں۔ موجوں کی خاموشی اور سکون میں ایک فریب ہوتا ہے، سراب کی مانند جسے پانی سمجھ کر مسافر بھاگنا شروع کر دیتا ہے لیکن اس کی پیاس ختم نہیں ہوتی، تشنگی اور بڑھ جاتی ہے۔

میں بھی شاید سراب کے تعاقب میں نکل کھڑا ہوا تھا، زندگی کی مسرتیں ایک ایک کر کے مجھ سے روٹھ چکی تھیں، زمانے نے مجھے جو زخم دیے تھے اس سے میرا سینہ پہلے ہی فگار تھا اس لیے سراب کے پیچھے اندھا دھند بھاگنے میں بھی میرے لیے ایک کیف تھا، ایک کسک تھی، فریب ہی سہی مگر اس فریب میں تلخیوں کے بجائے میری کھوئی ہوئی محبت کی کچھ حسین یادیں پوشیدہ تھیں، اگر یہ دھوکا تھا تو میں نے خود اسے دیدہ و دانستہ کھانے کی کوشش کی تھی، اچانک دوسروں کے ہاتھوں سے جو زخم ملتے ہیں اس کے مقابلے میں یہ دھوکا بھی میرے لیے بہت کم اذیت ناک تھا۔ امیدوں کے سہارے کچھ وقت تو گزر رہا تھا۔ البتہ میں نے اپنے دو جگری دوستوں کو ساتھ لے کر شاید خود غرضی کا ثبوت دیا تھا۔ مجھے اپنی زندگی پر اختیار تھا لیکن مجھے اس بات کا حق تو نہیں تھا کہ اپنے دوستوں کو بھی اپنی بدنصیبیوں میں کچھ بتائے بغیر شامل کر لیتا، جیکب کی بات جدا تھی وہ بھی میری ہی طرح ستم رسیدہ تھا اس کی بیوی بھی اسے اچانک داغِ مفارقت دے گئی تھی لیکن کیلاش نے تو ابھی تک اس سفر کا آغاز ہی نہیں کیا تھا جو شادی کے بعد دو ہمسفر مل جل کر ایک ساتھ شروع کرتے ہیں۔

میرا ذہن ان ہی باتوں سے الجھ رہا تھا کہ میرے کیبن کے دروازے پر کسی نے آہستہ سے دستک دی، میرے خیالات کا شیرازہ منتشر ہو گیا، ابھی کچھ دیر پیشتر ہی ہم تینوں دوست کھانے کی میز پر موجود تھے اس لیے دستک دینے والا یقینی طور پر جیکب یا کیلاش کے سوا کوئی اور تھا۔ میں نے ایک لمحے کو سوچا، ممکن ہے وہ آواز میرا وہم ہی ہو لیکن جب دوسری بار دستک کی آواز سنائی دی تو میں بستر سے اٹھا، کیبن کا دروازہ کھولا تو ڈگر لیک کر اتنی تیزی سے اندر داخل ہوا کہ ایک لمحے کو میں سہم گیا، اندر آ کر مجھ سے اجازت لیے بغیر اس نے کیبن کو اندر سے بولٹ کر دیا۔ اس کے

جسم پر وحشت اور دیوانگی کے ملے جلے تاثرات موجود تھے۔ میں نے موقعے کی نزاکت کو بڑی سرعت سے محسوس کیا گو بدلتے ہوئے حالات اور ماضی کے اندوہناک حادثات نے مجھے خود اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کا عادی بنا دیا تھا، جتنی دیر میں اڈگر نے کیبن کو بولٹ کیا میں تیزی سے لپک کر اپنے بستر کے پاس آ گیا جہاں تکیے کے نیچے میرا امریکن کولٹ پستول موجود تھا، کسی خطرے سے نمٹنے کے لیے اب میں پوری طرح تیار تھا، اڈگر اور میرے درمیان گو کہ تین گز سے زیادہ فاصلہ نہیں تھا مگر جتنی دیر میں وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کے لیے چھلانگ لگاتا میں پستول تکیے کے نیچے سے نکال کر اس کا جسم بہ آسانی چھلنی کر سکتا تھا، میری عقابی نگاہیں اڈگر پر جمی ہوئی تھیں، دل اندر ہی اندر دھڑک رہا تھا لیکن میں نے چہرے سے کچھ ظاہر نہیں ہونے دیا۔ پھر وہ جیسے ہی دروازے کو بولٹ کر کے گھوما، میں نے تیز اور الجھتے ہوئے لہجے میں پوچھا

"تم اس وقت مجھے ذہنی طور پر بہت زیادہ پریشان اور الجھے ہوئے دکھائی دے رہے ہو؟"

"صاحب" اس نے پرامید نگاہوں سے مجھے دیکھتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "مجھے آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔"

"جیکسن کے سلسلے میں؟" میں نے سوال کیا تو اس نے بڑی سرعت سے اثبات میں سر کو جنبش دی۔

کچھ دیر خاموش رہ کر وہ بڑی رازداری سے بولا۔ "صاحب مجھے شبہ ہے کہ میرے دوست نارمن کو اسی جیکسن نے کسی بدروح کا نشانہ بنایا ہو گا۔"

"تمہارے پاس کوئی ثبوت ہے اس بات کا؟" میں نے اڈگر سے سپاٹ لہجے میں سوال کیا، اس کی جانب سے متوقع خطرہ دور ہو جانے کے بعد میں اطمینان سے اپنے بستر پر بیٹھ گیا۔

"ثبوت تو نہیں ہے صاحب لیکن موت سے صرف ایک روز قبل نارمن نے جیکسن کا مذاق اڑایا تھا۔" اڈگر نے سرگوشی کرتے ہوئے پلٹ کر دروازے کی سمت کچھ ایسی مشکوک نظروں سے دیکھا جیسے اسے شبہ تھا کہ باہر کوئی دروازے سے لگا کھڑا اس کی باتیں سن رہا ہے۔

"دوستوں کے درمیان تو ہنسی مذاق کا سلسلہ چلتا ہی رہتا ہے۔" میں نے اس بار اپنے ساتھی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا جو کیبن کے ایک گوشے میں خاموشی سے بیٹھا ہم دونوں کی باتوں کو بے حد غور سے کان لگائے سن رہا تھا۔

"آپ نہیں سمجھے صاحب" نارمن نے روحوں کو بلانے والے عمل کے سلسلے میں جیکسن کا مذاق اڑایا تھا۔" اڈگر نے اپنے تنفس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "جیکسن اس بات کو کسی قیمت پر برداشت نہیں کرتا کہ اس عمل کے سلسلے میں کوئی اس کا مذاق اڑائے، اس نے نارمن سے کہا بھی تھا کہ اسے وہ مذاق بہت مہنگا پڑ سکتا ہے۔"

"گویا تمہارا خیال ہے کہ جیکسن نے کسی بدروح کے ذریعہ نارمن کو موت کے گھاٹ اتروا دیا؟"

"یہی بات ہے صاحب۔"

"لیکن تم اس قتل کو ثابت کیوں کر کرو گے؟" میں نے کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ ثبوت کے بغیر اسے بھلا کس طرح قاتل ٹھہرایا جا سکتا ہے؟"

"بدروحوں کے خلاف دنیا کا کوئی قانون ثبوت نہیں پیش کر سکتا۔" اس بار اڈگر کا لہجہ بڑا سرد اور سفاک تھا۔ "اگر جیکسن بھی کسی ایسے حادثے کا شکار ہو جائے جس کا ثبوت نہ مل سکے تو کیسی رہے گی؟"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے دریافت کیا۔

"جس وقت نارمن پر دیوانگی کا دورہ پڑا تھا اس وقت جیکسن جہاز کے ایک ذمہ دار افسر مسٹر باسٹن کے ساتھ انجن روم میں موجود تھا، میں نے اس بات کی تصدیق بھی براہ راست مسٹر باسٹن سے کر لی ہے۔"

"اور اس کے باوجود تم جیکسن کو قاتل سمجھ رہے ہو؟"

"ہاں صاحب۔ اس لیے کہ جیکسن ہزاروں آدمیوں کی موجودگی میں بھی کوئی حرکت کیے بغیر جسے چاہے مار سکتا ہے۔" اڈگر نے کہا۔ "بدروحیں نظر تو نہیں آتیں لیکن عمل کرنے والے کے اشاروں پر ناچنے کے لیے ضرور مجبور ہوتی ہیں۔"

"تمہاری باتیں میرے لیے معمہ سے کم نہیں۔" میں مسکراتے ہوئے بولا۔ "اگر اس بات کو مان لیا جائے کہ جیکسن ہی نے کسی بدروح کے ذریعے نارمن کو اس کے مذاق کی عبرت ناک سزا دی ہے تو کیا وہ تمہیں بھی۔ میرا مطلب ہے کہ جیکسن کی روحیں اس بات سے بھی خبردار کر سکتی ہیں کہ تم اسے قاتل سمجھ رہے ہو۔"

"جیکسن کے فرشتوں کو بھی اس بات کا علم نہیں ہو سکتا۔" اڈگر نے مسکرا کے جواب دیا۔ "میں نے بھی اسے قتل کرنے کا جو منصوبہ بنایا ہے وہ اپنی جگہ مکمل ہے اور میرے خلاف بھی قتل کا کوئی ثبوت نہیں پیش کیا جا سکتا۔"

"گویا تم جیکسن کو قتل کر دو گے؟" میں نے چونکتے ہوئے اسے گھورا۔

"اس وقت دوپہر کے دو بج کر ٹھیک تین منٹ ہوئے ہیں۔" اس نے میرے کیبن میں لگی ہوئی گھڑی کو بغور دیکھتے ہوئے ایک ایک لفظ چبا کر کہا۔ "مجھے آپ کے کیبن میں آئے تقریباً

پندرہ منٹ ہو چکے ہیں یعنی میں آپ کے پاس ٹھیک ایک بج کر اڑتالیس منٹ سے موجود ہوں' اب اگر اس عرصے میں کوئی تیسرا شخص جیکسن کے ناپاک وجود کو ختم کر دے یا جیکسن از خود کسی حادثے سے دوچار ہو کر مر جائے تو کیا آپ یقین کر لیں گے کہ اسے میں نے موت کے گھاٹ اتارا ہے؟"

ایڈگر کے ہونٹوں پر ابھرنے والی شیطانی مسکراہٹ دیکھ کر میں اچھل پڑا۔ اس نے یقیناً جیکسن کے خلاف کوئی خطرناک منصوبہ بنایا تھا اور مجھے بھی بلاواسطہ اپنا گواہ بنانا چاہتا تھا' میرے ذہن میں بجلی کوندا اٹھی' ایڈگر نے نہایت خوب صورتی اور چالاکی سے مجھے اپنی سازش میں شریک کرنے کی کوشش کی تھی میرا دل متوقع اندیشوں سے دھڑکنے لگا' میں نے ایڈگر کو بغور گھورا' اس کے ہونٹوں پر بدستور بڑی معنی خیز اور زہریلی مسکراہٹ پھیلی ہوئی تھی' میں نے خود کو بے پروا ثابت کرنے کی بھرپور کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"میرے نادان دوست ممکن ہے تم نے جیکسن کے خلاف جو خونی منصوبہ بنایا ہے اس میں کامیاب بھی ہو جاؤ لیکن تم شاید یہ بھول رہے ہو کہ تم ایک ذمہ دار شخص کے سامنے اپنے جرم کا اعتراف بھی کر چکے ہو۔"

"میں تسلیم کرتا ہوں صاحب لیکن مجھے آپ پر پورا پورا اعتماد ہے۔" وہ یک لخت سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے یقین ہے کہ آپ میرے خلاف گواہی نہیں دیں گے۔"

"اس یقین کی کوئی وجہ بھی ضرور ہو گی۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"جی ہاں۔" ایڈگر نے ہونٹ چباتے ہوئے میری نظروں میں نظریں ڈال کر کہا۔ "آپ اور آپ کے دوست نارمن کی عبرت ناک موت کے عینی شاہد ہیں' اس وقت تک میرا ذہن جیکسن کی طرف نہیں گیا تھا' میں نارمن کی موت کو مشیتِ ایزدی سمجھ رہا تھا لیکن جب آپ لوگوں نے مجھے کریدا اور کسی دشمن کا حوالہ دیا تو میرا ماتھا ٹھنک اٹھا۔ صاحب ایمان سے کہیے گا کیا آپ لوگ بھی جیکسن کی شخصیت کو مشکوک نہیں سمجھ رہے ہیں؟"

"تم نے جیکسن کو قتل کرنے کے لیے کیا منصوبہ بنایا ہے؟" میں نے ایڈگر کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے پوچھا۔ اس کی دلیل اتنی معقول تھی کہ میں نے اسے ٹال جانا ہی مناسب سمجھا تھا۔

"مجھے افسوس ہے صاحب کہ میں قبل از وقت آپ کو اپنے منصوبے سے آگاہ نہیں کر سکتا' بہرحال میں آپ کے سامنے اعتراف کرتا ہوں کہ میں جیکسن کو ہر قیمت پر برباد کر کے ہی دم لوں گا خواہ اس کے لیے مجھے خود اپنی جان کی بازی کیوں نہ لگانی پڑے۔" ایڈگر ٹھوس آواز میں بولا۔

"اگر تم نے کسی دوسرے شخص کو اعتماد میں لے کر جیکسن کو قتل کرانے کی کوشش کی ہے تو یہ سراسر تمہاری حماقت ہو گی۔" میں نے ہوا میں تیر چلاتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "اگر وہ شخص پکڑا گیا تو اپنی جان بچانے کے لیے یقینی طور پر تمہاری سازش کو بے نقاب کر دے گا۔"

"ایسا نہیں ہو گا صاحب۔" ایڈگر نے گھڑی پر دوبارہ نظر ڈالی' اس وقت دو بج کر گیارہ منٹ ہو رہے تھے' وہ دروازے کی سمت جانے کے لیے پلٹا پھر دروازے کا بولٹ گراتے ہوئے گھوم کر کہنے لگا۔ "کیا میں یقین رکھوں کہ آپ میرے اعتماد کو ٹھیس نہیں پہنچائیں گے؟"

میں نے کوئی جواب نہیں دیا' صرف ایڈگر کو سپاٹ نظروں سے گھورتا رہا' وہ میری خاموشی کو میری نیم رضامندی سمجھتے ہوئے تیزی سے دروازہ کھول کر کیبن سے باہر چلا گیا' میرا ساتھی بدستور اپنی جگہ آنکھیں کھولے چپ چاپ بیٹھا تھا' میں نے اٹھ کر کیبن کو دوبارہ بولٹ کر دیا۔ ایڈگر کی آمد اور اس کی باتوں نے میرے سکون کو مزید درہم برہم کر دیا تھا' جس انداز میں اس نے مجھے اچانک قابلِ اعتماد سمجھ لیا تھا وہ بھی میرے لیے کچھ کم تعجب خیز نہیں تھا' اس کی باتیں عجیب اور مبہم سی تھیں' اس نے مجھے گواہ بنا کر اپنی پوزیشن مضبوط کر لی تھی' اگر میں اس کے اعتماد پر پورا اترتا تو بلاشبہ اسے مجرم نہیں سمجھا جا سکتا تھا لیکن اس کا یہ یقین کہ قاتل بھی قانون کی گرفت میں آ جانے کے باوجود اپنی زبان بند رکھے گا اس کی خوش فہمی ہی کہا جا سکتا تھا یا پھر شاید ایڈگر نے بھی جیکسن کو راستے سے ہٹانے کے لیے کوئی انوکھی اور پُراسرار طریقہ ہی اختیار کیا ہو گا ورنہ وہ اتنا پُراعتماد کیسے ہو سکتا تھا؟

میں ابھی ایڈگر کی باتوں سے ذہن میں ابھرنے والی ان ہی گتھیوں کو سلجھانے میں منہمک تھا کہ اچانک کرب میں ڈوبی ہوئی ایک اذیت ناک چیخ میرے کانوں میں گونجی' انداز کچھ یوں تھا جیسے کسی تنومند آدمی کو اچانک دس بارہ آدمیوں نے گھیرے میں لے کر انتہائی بیدردی سے ذبح کرنے کی کوشش کی ہو' چیخ سن کر میرا بے اختیار اچھل پڑنا قدرتی بات تھی لیکن اس سے زیادہ حیرت انگیز بات یہ تھی کہ ابھرنے والی چیخ پوری شدت سے بلند ہو کر اچانک ہی گھٹتی چلی گئی۔

اسی لمحے تانی نے بھونکنا شروع کر دیا۔ میں نے لپک کر تکیے کے نیچے سے اپنا پستول نکالا اور جیب میں ڈالتا ہوا باہر آ گیا جہاں میرے کیبن سے داہنی جانب کچن روم والے راستے پر دس بارہ افراد کا ہجوم پہلے ہی سے اکٹھا تھا' میں تیزی سے قدم اٹھاتا مجمعے کے قریب پہنچا تو حیرت سے میری آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

اڈگر جو چند منٹ پہلے میرے سامنے کھڑا جیکسن سے نارمن کی موت کا انتقام لینے کا دعویٰ کر رہا تھا اس وقت بڑی بے بسی کی حالت میں بجلی کے تاروں میں الجھا پڑا تھا، اس کی آنکھیں خوف زدہ انداز میں حلقوں سے ابل کر باہر آگئی تھیں اور پھر موت نے انھیں ساکت و جامد کر کے بڑا بھیانک انداز بخش دیا تھا، اس کا سارا جسم اکڑ کر رہ گیا تھا اور جلد کی رنگت یوں سیاہ ہو گئی تھی جیسے ننگے تاروں میں دوڑنے والے کرنٹ نے مرنے والے کو ضرورت سے کچھ زیادہ ہی روسٹ کر دیا ہو۔ لوگ اسے دور کھڑے حیرت سے گھور رہے تھے۔ بوڑھا کپتان ہجوم کو مرنے والے سے دور رہنے کی ہدایت کر رہا تھا' شاید اڈگر جن تاروں سے الجھا تھا وہ ابھی تک جاگ رہے تھے چند لمحوں بعد بجلی آف کی گئی تو اڈگر کو ان تاروں سے علیحدہ کیا گیا جس سے ٹکرا کر وہ منٹوں میں موت سے ہمکنار ہو گیا تھا۔

جیکب کے علاوہ کیلاش بھی چیخ کی آواز سن کر آ گیا تھا اس نے اڈگر کی موت کی تصدیق کر دی تو دوسرے ملاح اس کی مڑی تڑی اور سیاہ لاش کو اٹھا کر ضروری رسومات کے لیے لے گئے ان لوگوں کے جانے کے بعد میں پلٹا تو جیکسن بھی مجھے نظر آ گیا۔ اڈگر کی موت سے وہ بھی کچھ پریشان پریشان لگ رہا تھا لیکن پیشتر اس کے کہ میں اسے مخاطب کر پاتا وہ تیزی سے میرے برابر سے گزرتا ہوا ان لوگوں کے ساتھ شریک ہو گیا جو بجلی کے تاروں کو سمیٹ کر لاشے سے ہٹا رہے تھے۔

بظاہر اڈگر کی موت کو ایک اتفاقیہ حادثہ کہا جا سکتا تھا' انجن کے قریب بجلی کا تار جھول کر قدرے نیچے آ گیا تھا جسے ہم پہلے بھی ایک دو بار دیکھ چکے تھے، کسی ضرورت کے تحت تاروں کی مرمت درمیان سے کر کے انھیں جوڑا گیا تھا لیکن اوپر نہیں کیا گیا، مجھ سے رخصت ہونے کے بعد اڈگر کسی سے ملنے انجن کی طرف جا رہا ہوگا کہ غیر ارادی طور پر اس کا ہاتھ تاروں سے مس ہو گیا... شاید تاروں کو جوڑنے والی ٹیپ درمیان سے کہیں ہٹ گئی ہو گی، اڈگر کو کرنٹ لگا تو اس نے ہاتھ ہٹانے کے بجائے ننگے تاروں کو اور مضبوطی سے تھام لیا ہو پھر جو کچھ نتیجہ ہو سکتا تھا وہ ہماری نظروں کے سامنے تھا۔ کیلاش اور جیکب نے بھی اسی خیال کا اظہار کیا لیکن میں کچھ اور سوچ رہا تھا۔ اڈگر تو ممکن ہے اپنی بوکھلاہٹ کا شکار ہو گیا ہو لیکن جیکسن کیسے زندہ نظر آ رہا تھا'

میرا ذہن کچھ اس قدر الجھ رہا تھا کہ میں نے جیکب اور کیلاش کو بھی یہ بتانا ضروری نہیں سمجھا کہ مرنے والا کچھ دیر پیشتر میرے کیبن میں کھڑا کسی اور کی متوقع موت پر پُراسرار انداز میں مسکرا رہا تھا، چند سرسری باتیں کرنے کے بعد میں اپنے کیبن میں آ کر بے سدھ ہو کر بستر پر لیٹ گیا اور جیکسن کے بارے میں

دہلی کا واقعہ

محمد اعظم نے ٹی وی خریدا جس کی گارنٹی ایک سال کی تھی جب بھی ٹی وی بگڑا محمد اعظم نے کمپنی کو فون کیا۔ مکینک آیا اور درست کر گیا۔

ایک سال بعد خراب ہوا تو اپنے علاقے کے مکینک سے رجوع کرنا پڑا۔ مکینک نے تیس روپے فیس جمع کرائی۔ شام کو آیا ٹی وی دیکھا، اینٹینا گھمایا اور چلا گیا ٹی وی کام کرنے لگا۔ ہر مہینے میں ایک دو بار ایسا ہوتا رہا۔ ایک روز اعظم نے ایک دوکان پر "ٹی وی گائیڈ" نامی کتاب رکھی دیکھی، دس روپے میں خرید لی۔ پڑھا تو معلوم ہوا کہ ۷۵٪ ٹی وی کی خرابی صرف اینٹینا کی خرابی سے ہوتی ہے۔ آخر میں کتاب والا کا چھاپا ہوا کلر ٹی وی گائیڈ کا بھی اشتہار دیکھا، اعظم نے کلر ٹی وی گائیڈ بھی پینتیس روپے میں خرید لی اور اسے پوری توجہ سے کئی کئی بار پڑھا۔ بہت سی باتیں معلوم ہوئیں تو اعظم نے ہمت کر کے مرمت کا سامان جو ٹی وی کو چیک کرنے میں مدد دیتا ہے ستر روپے میں خرید لیا۔ اپنے ٹی وی پر ہی پہلا کام کیا اور کامیاب رہا۔ ہمت بڑھی۔ پڑوس کے لوگوں کے ٹی وی بھی درست کیے اور تین مہینے میں خود پر بھروسہ کرنے لگا۔ ایک دن دیکھا۔ اعظم کے گھر پر بورڈ لگا تھا۔

"کلر و بلیک اینڈ وہائٹ ٹی وی ری پیئر ہاؤس۔

ملنے کا وقت: صبح ۸ تا ۹ بجے اور شام ۶ بجے کے بعد۔

اس طرح محمد اعظم نے اپنے لئے پارٹ ٹائم ورک حاصل کر کے اپنی آمدنی بڑھائی اور اپنے ٹی وی کی مرمت فیس سے بھی بچ گیا۔ ہر وہ انسان جو اردو پڑھنا جانتا ہو اور ٹی وی سے دلچسپی رکھتا ہو "ٹی وی گائیڈ" اور "کلر ٹی وی گائیڈ" پڑھ کر اچھا مکینک بن سکتا ہے۔

—— رام کرشن اگروال

itsurdu.blogspot.com

سوچنے لگا جس کی شخصیت ہر لمحہ پُراسرار اور ہولناک رُخ اختیار کرتی جا رہی تھی۔

پروگرام کے عین مطابق ہم رات کے کھانے کے بعد جیکسن کے کیبن میں جمع ہو گئے۔ میری اور جیکب کی آنکھیں حیرت سے کیبن کے چاروں طرف دیواروں پر گھومنے لگیں جہاں انواع و اقسام کے جانوروں کی مردہ کھوپڑیوں کے ڈھانچے اور پنجر بڑے سلیقے سے لگائے گئے تھے ان کے علاوہ بھیانک اور ڈراؤنی صورت والے مردوں اور عورتوں کی تصویریں بھی فریم میں موجود تھیں ان تصویروں کے نیچے دنیا کے مشہور و معروف جادوگروں اور جادوگرنیوں کے نام درج تھے۔ ان کے چہروں کو کچھ ایسے ہی ماہرانہ انداز میں پینٹ کیا گیا تھا کہ دیکھنے والا انھیں بھوت اور چڑیل بھی سمجھ سکتا تھا۔ درمیان میں فرش سے جڑی ہوئی گول میز پر شیشے کے دو سفید گلوب رکھے ہوئے تھے۔ غرضیکہ کیبن کے ماحول کو مکمل طور پر پُراسرار بنانے کے تمام تر ساز و سامان موجود تھے۔ میں نے کیبن کے ساز و سامان پر نظر ڈالنے کے بعد کیلاشس کی سمت دیکھا اس کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ بھی ہوئی تھی یوں جیسے وہ خود کو بے پروا اور ماحول سے لاتعلق رکھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

جیکسن نے بڑے پُرتپاک انداز میں ہمارا خیر مقدم کیا۔ مجھے حیرت اس بات پر تھی کہ جیکب یا کیلاشس نے شام کی چائے یا رات کے کھانے کے درمیان بھی اڈگر کی موت کے سلسلے میں کوئی گفتگو نہیں کی ممکن ہے ان دونوں نے آپس میں گفتگو کی ہو۔۔۔ لیکن میری موجودگی میں ایسا کوئی ذکر نہیں ہوا۔ میں نے بھی جان بوجھ کر اس بات کو گول ہی ہو جانے دیا۔ میرا خیال تھا کہ اڈگر کی موت کے بعد جیکب ضرور کچھ پریشان ہوگا اس لیے کہ وہ اڈگر کے بارے میں اپنے شبہے کا اظہار اسی روز کر چکا تھا جس دن ناردن پُراسرار حالات میں موت کا شکار ہوا تھا لیکن جیکب بھی خلافِ توقع مطمئن اور نارمل نظر آ رہا تھا۔

ہم جیکسن کے کہنے کے مطابق گول میز کے اطراف کرسیوں پر بیٹھ گئے تو جیکسن نے نہایت ادب سے کیلاشس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"میرے محترم! سب سے پہلے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ کوئی سوال کریں میں روحوں کے ذریعے اس کا جواب دینے کی کوشش کروں گا۔"

"اس قسم کے کھیل تماشے میں ہندوستان میں اکثر سرِ سڑک کشادہ فٹ پاتھوں پر بھی دیکھ چکا ہوں جہاں اکثر دق کے مریض جیسا کوئی لاغر اور مفلوک الحال شعبدہ باز سیاہ رنگ کے لمبے چغے اور گول اور لانبی سی بے ہنگم ہیٹ میں ملبوس کھڑا لوگوں کو اپنی آستین کے اندر سے رنگ برنگے رومال نکال کر تالیاں بجانے پر مجبور کر دیا کرتا تھا پھر کھیل ختم ہونے کے بعد اپنی اسی بے ہنگم ہیٹ میں لوگوں سے ریزگاری جمع کر کے اپنا پیٹ پالتا تھا۔" کیلاشس نے جیکسن کی دعوت پر مسکراتے ہوئے کہا پھر بولا۔ "میرے دوست تم نے غالباً ہمیں سوال جواب کے لیے یہاں جمع نہیں کیا بلکہ روحوں کو بلانے کا عمل دکھانے کا دعویٰ کیا تھا۔"

میرا خیال تھا کہ جیکسن کیلاشس کی بات پر خفا ہو جائے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کیلاشس کی بات کو اس نے بے حد سنجیدگی اور خندہ پیشانی سے برداشت کرتے ہوئے کہا۔ "مجھے خوب یاد ہے میرے محترم کہ میں نے کیا کہا تھا لیکن اصل کھیل شروع ہونے سے پیشتر اگر ہم سوال جواب کے ذریعے خود کو ماحول کے سانچے میں ڈھال لیں تو کیا یہ مناسب نہ ہوگا ؟"

"میں یہاں کھیل کھیلنے کے ارادے سے نہیں آیا ہوں۔" کیلاشس نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ میں ایک مشہور و معروف سرجن ہوں اور ہماری میڈیکل سائنس ان باتوں کی نفی کرتی ہے بہرحال میں روحوں کو بلانے کا عمل دیکھنا ضرور پسند کروں گا بشرطیکہ تم اس کا مظاہرہ کر سکو۔"

میرا دل دھڑکنے لگا اس لیے کہ کیلاشس برابر ایسے جملے بول رہا تھا جو جیکسن کو برے اور ناگوار محسوس ہو سکتے تھے۔ وہ ہمیں باور بھی کرا چکا تھا کہ اپنے فن کے سلسلے میں کسی قسم کا مذاق برداشت کرنے کا عادی نہیں ہے۔ کیلاشس کو ان حالات کا اندازہ بھی نہیں تھا جن کے تحت اڈگر کی موت واقع ہوئی تھی۔ ممکن ہے وہ محض ایک اتفاقیہ حادثہ ہی رہا ہو لیکن حالات اور واقعات نے مجھے نہ جانے کیوں خوف زدہ کر دیا تھا۔ میں کیلاشس کو اشارے سے ٹوکنا چاہتا تھا کہ وہ ذرا محتاط ہو کر گفتگو کرے لیکن جیکسن نے اسی وقت ہاتھ بڑھا کر میز پر رکھے ہوئے دودھیا رنگ کے گلوب کو روشن کر دیا اور کیبن کی دوسری بتیاں گل کر کے دونوں ہاتھ گلوب کے اردگرد لہرا لہرا کر کوئی عمل پڑھنے لگا۔ اس کے ہونٹ متحرک تھے نگاہیں پوری توجہ سے روشن گلوب پر مرکوز تھیں اور ہاتھوں کی پھیلی ہوئی انگلیاں بدستور گلوب کے چاروں طرف منڈلا رہی تھیں۔

کچھ دیر تک کیبن میں موت کی سی خاموشی طاری رہی پھر روشن گلوب کے اوپر کچھ پرچھائیاں اور چھوٹے چھوٹے سائے منڈلانے لگے۔ کیلاشس نے غالباً اس موقعے پر کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن جیکسن نے تیزی سے اسے گھور کر دیکھا۔ اس کی آنکھیں خون اگلتی نظر آ رہی تھیں کیلاشس کو خاموش رہنے کا اشارہ کرتے ہوئے اس نے دوبارہ گلوب پر اپنی نظریں جما دیں

پھر کچھ توقف کے بعد اس کی مخصوص آواز مدھم سروں میں سرسراتی ہوئی کیبن میں گونجنے لگی۔ وہ گلوب سے مخاطب تھا۔

"مقدس روحو! میں تمہارا شکر گزار ہوں کہ آج پھر تم نے میری دعوت پر یہاں آنے کی زحمت گوارا کر لی۔ میں تمہارے درمیان بھٹکنے والی ایک روح جس کا جسمانی نام ماریا تھا کا شوہر ہوں اور اسے کھونے کے بعد میں نے تمہارا سراغ پایا ہے۔ میں آج پھر تم سے درخواست کرتا ہوں کہ اس کیبن میں اپنی نادیدہ موجودگی کا کوئی ایسا ثبوت پیش کرو کہ میرے مہمان جو اس وقت میرے ساتھ بیٹھے ہیں تمہارے وجود کا تماشا دیکھ سکیں اور اس پر یقین کر سکیں۔ میں ماریا کے رشتے سے تم سے مخاطب ہوں مقدس روحو مجھے یقین ہے کہ تم جیکسن کو مایوس نہیں کرو گی۔"

جیکسن مخصوص آواز میں بولتا رہا پھر جیسے ہی وہ خاموش ہوا کیبن کے مغربی گوشے میں رکھا ہوا ستار آپ ہی آپ بجنے لگا، کھونٹی پر ٹنگے ہوئے جیکسن کے کپڑے وہاں سے اتر کر یوں فضا میں گردش کرنے لگے جیسے کسی نادیدہ جسم نے انھیں پہن کر باقاعدہ رقص شروع کر دیا ہو۔ کچھ انجانی آوازیں بھی گونجنے لگیں اس کے بعد دیواروں پر موجود جانوروں کے ڈھانچے اور پنجر بھی متحرک ہونے لگے۔ جیکسن کی نظریں بدستور گلوب پر جمی ہوئی تھیں البتہ اب اس کے ہونٹ حرکت نہیں کر رہے تھے۔

میں نے تھوک نگل کر اپنے خشک گلے کو تر کرتے ہوئے جیکب کو کنکھیوں سے دیکھا۔ اس کے چہرے اور پیشانی پر بھی پسینے کے قطرے جھلملا رہے تھے لیکن کیلاش اس وقت بھی سنجیدہ نظر آ رہا تھا پھر جب جیکسن نے روشن گلوب کی لائٹ آف کر کے دوسری بتیاں روشن کیں اور کیلاش کی جانب داد طلب نظروں سے دیکھا تو کیلاش نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

"یہ درست ہے کہ تم نے کچھ حیرت انگیز حرکتوں اور عمل کے ذریعے وقتی طور پر ہمارے ذہنوں کو تسخیر کر لیا مگر میں اب بھی۔۔۔"

"ڈاکٹر پلیز!" جیکسن نے تیزی سے احتجاج کرتے ہوئے کہا۔

"ہر وہ چیز یا عمل جو ناقابلِ یقین ہو پُراسرار کہلاتی ہے لیکن اسے شعبدہ یا نگاہوں کا فریب تو نہیں کہا جا سکتا۔ ان باتوں کے پیچھے کوئی نہ کوئی محرک ضرور ہوتا ہے۔"

"میں جانتا ہوں لیکن اس محرک کو روحوں کی پُراسرار موجودگی بھی نہیں کہا جا سکتا۔" کیلاش نے بھی سنجیدگی سے جواب دیا۔

"ہو سکتا ہے کہ اس وقت ہم نے جو کچھ دیکھا وہ پہلے سے کسی خاص طریقے سے ترتیب دیا گیا ہو اور ہمارے انہماک اور ذہنوں میں پہلے سے موجود واہموں نے اسے ایک شکل دے دی ہو۔ ستار کی آواز اور کھوپڑیوں کی حرکت کسی برقی عمل کا کرشمہ بھی ہو سکتی ہے۔ رہا کپڑوں کا رقص تو ناچیز کے میں یہ سب کچھ ممکن ہے۔"

"میرے محترم!" جیکسن نے اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے کاٹتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کوئی ایسا طریقہ بھی ہے جو آپ کو میری باتوں کا یقین دلا سکے؟"

"روحوں کی موجودگی کو ثابت کرنا تمہارا کام ہے، میرا نہیں اس لیے طریقے کا انتخاب بھی تمہیں خود کرنا چاہیے۔" کیلاش نے بے پروائی سے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے۔" جیکسن اچانک اپنی کرسی سے اٹھتا ہوا بولا پھر دروازے کے بائیں جانب رکھی ہوئی الماری کھول کر اس میں سے پلان چٹ نکال لایا۔ یہ ایک عجیب سا آلہ تھا جو دو پہیوں اور ایک پنسل پر قائم تھا اور جب کوئی شخص اس پر انگلی رکھتا تھا تو پنسل خود بخود حرکت کرنے لگتی تھی۔ پلان چٹ کو میز پر کیلاش کے سامنے رکھتے ہوئے پہلے جیکسن نے اس آلے کے بارے میں تفصیل بتائی پھر بڑی تیز نظروں سے گھورتا ہوا بولا۔ "ڈاکٹر! کیا آپ کو یاد ہے کہ اس سفر پر روانہ ہونے سے پیشتر آپ نے آخری آپریشن کس کا کیا تھا؟"

"وہ ایک انتہائی خوب صورت اور حسین عورت تھی اور آپریشن کے بعد اسے سینے کے کینسر سے نجات مل گئی تھی اگر یہ آپریشن نہ ہوتا تو کینسر کی جڑیں اسے زندگی سے محروم کر دیتیں۔" کیلاش نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیا آپ کو اس عورت کی شکل اچھی طرح یاد ہے؟"

"کیوں نہیں۔ وہ ہندوستان کے ایک کروڑ پتی تاجر کی بیوی تھی اور آپریشن کے بعد تو ہمارے درمیان بالکل خاندانی تعلقات استوار ہو گئے تھے۔"

"اب میں آپ سے درخواست کروں گا کہ اس معزز خاتون کا نام چھپا کر کاغذ پر لکھیں اور اپنے پاس محفوظ کر لیں۔"

کیلاش نے جیب سے قلم نکال کر اپنا ہاتھ میز کے نیچے کر کے اپنی ہتھیلی پر آشا ماتھر لکھا تھا لیکن قریب بیٹھے ہونے کے سبب میں نے بھی پڑھ لیا تھا۔ نام لکھنے کے بعد کیلاش نے اپنی مٹھی بند کر لی۔ جیکب چونکہ دوسری جانب تھا اس لیے وہ لکھے ہوئے نام کو نہ پڑھ سکا مگر اب تک جیکسن نے جو کچھ عمل بھی پیش کیا تھا جیکب اس سے بری طرح متاثر اور مرعوب نظر آ رہا تھا۔

"اس مریضہ کا نام میری ہتھیلی پر محفوظ ہے۔" کیلاش نے جیکسن کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "اب مجھے کیا کرنا ہوگا؟"

"اب آپ اپنا سیدھا ہاتھ اس پنسل پر آہستہ سے رکھ دیں اور کچھ دیر کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور اس وقت تک دوبارہ آنکھیں نہ کھولیں جب تک میں آپ سے ایسا کرنے

کو نہ کہوں۔"

کیلاش نے مسکرا کر جیکسن کو دیکھا پھر پلان چٹ والی پنسل پر ہاتھ رکھ کر آنکھیں بند کر لیں۔ جیکسن کے ہونٹ اچانک دوبارہ متحرک ہو گئے وہ کوئی عمل پڑھ رہا تھا اور اس بار اس کی نظریں اس سادہ کاغذ پر مرکوز تھیں جس پر اس نے پلان چٹ رکھا تھا۔ کیبن میں ہماری سانسوں کے علاوہ اور کوئی آواز نہیں سنائی دے رہی تھی پھر اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب پنسل نے آپ ہی آپ سادہ کاغذ پر حرکت کرنی شروع کر دی اور ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے کاغذ پر ایک حسین اور خوب صورت عورت کے چہرے کے نقوش ابھاگر ہونا شروع ہو گئے۔ تصویر بڑی تیزی سے مکمل ہو رہی تھی میرے علاوہ جیکب کی پلکیں بھی جھپکنا بھول چکی تھیں پھر اس وقت تو میں حیرت سے اچھل پڑا جب تصویر مکمل ہونے کے بعد پنسل نے متحرک ہو کر اس کے نیچے آشا ماتھر کے نام کے حروف مکمل کر دیے۔

جیکسن کے کہنے پر جب کیلاش نے اپنی آنکھیں کھولیں اور تصویر پر نظر ڈالی تو اس کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ اس نے چونک کر جیکسن کی جانب دیکھا جس کے ہونٹوں پر فاتحانہ مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔

"اب کیا خیال ہے محترم ڈاکٹر، کیا آشا ماتھر کی اس تصویر کو بھی آپ نگاہوں کا فریب یا شعبدہ بازی کہیں گے۔"

"نہیں۔ یہ ہو بہو اسی عورت کی تصویر ہے جس کا آپریشن میں نے آج سے تقریباً تین سال پہلے کیا تھا۔" کیلاش نے اقرار کرتے ہوئے کہا۔ "ہر چند کہ میں روحوں کی پراسرار کارکردگی کو نہیں مانتا لیکن......"

"آج آپ کو بہرحال اس کا اعتراف کرنا پڑ رہا ہے۔" جیکسن نے تیزی سے جملہ مکمل کیا۔ اس کے ہونٹوں پر بدستور فاتحانہ مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔

"ہاں۔ میں اب اس بات سے انکار نہیں کر سکتا۔" کیلاش نے اپنی شکست تسلیم کر لی۔

"رب عظیم کی قسم۔ تم حیرت انگیز صلاحیتوں کے مالک ہو۔" جیکب نے جیکسن کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم اپنے عمل کے ذریعے میری مرحوم بیوی سلویا سے میری ملاقات کرا سکتے ہو۔"

"کسی مخصوص روح کو طلب کرنا میرے امکان سے باہر ہے فادر جیکب البتہ اگر آپ اپنے کسی سوال کا جواب پوچھنا چاہیں تو پلان چٹ کے ذریعے معلوم کر سکتے ہیں۔ یہ آپ کے ہر سوال کا جواب دے سکتا ہے۔"

"اور اگر تم سلویا سے ملاقات پر بضد ہو تو میں بحیثیت سرجن بھی تمہاری یہ خواہش پوری کر سکتا ہوں۔" کیلاش نے اپنی جھینپ مٹانے کی خاطر جیکب کو چھیڑا۔ "مجھے صرف تمہاری شہ رگ پر ایک تیز نشتر لگانا پڑے گا، دوسرے ہی لمحے تم ہمیشہ کے لیے سلویا کا قرب حاصل کر لو گے۔"

"اس کے بعد میں بدروح بن کر تمہارا جینا بھی دوبھر کر دوں گا اور وہ سارے حساب کتاب بے باق کر دوں گا جو موجودہ صورت میں میرے لیے ممکن نہیں۔" جیکب نے پلٹ کر کہا۔

"یہ تمہارے بس کی بات نہیں مرنے کے بعد سلویا تمہاری روح کو بھی اپنا غلام بنا لے گی۔" کیلاش نے برجستہ جواب دیا۔

خاصی دیر تک ہمارے درمیان اسی قسم کی چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی جیکسن نے اپنی حیرت انگیز جادوئی مشین سے ہمارے بے شمار سوالوں کے جواب دیے جو حرف بحرف درست ثابت ہوئے۔ میرے جی میں آئی کہ اپنے سفر کے انجام اور اپنی درخشاں کے بارے میں بھی دریافت کر لوں کہ آیا وہ مجھے دوبارہ حاصل ہو سکے گی یا نہیں مگر میں نے اس سوال کو پھر کسی دوسرے وقت کے لیے ملتوی کر دیا۔ جیکب اور کیلاش کی موجودگی میں کوئی ایسا سوال کرنا مناسب نہیں تھا جو انہیں میرا مذاق اڑانے کا موقع فراہم کر دیتا۔

ہم جیکسن کے کیبن سے باہر آئے تو ہوا کے سرد اور خنک جھونکوں نے ہمارا استقبال کیا۔ سمندر کی لہروں کا شور آج روز کے مقابلے میں کچھ زیادہ تھا شاید اس لیے کہ چاند کی تاریخ بڑھتی جا رہی تھی۔ ہمارے درمیان عرشے سے گزرتے ہوئے بھی جیکسن کے عمل پر بحث ہو رہی تھی اچانک جیکب نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"میں جیکسن کی پراسرار مشین سے ایک سوال تو کرنا بھول ہی گیا۔"

"اچھا ہوا جو تم نے خود کو ایک حماقت سے باز رکھا۔" کیلاش نے سنجیدگی سے کہا۔

"میں یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ نارمن کے بعد ڈگمر کی موت کیوں کر واقع ہوئی۔" جیکب نے کیلاش کے جملے کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیوں؟ کیا تمہارے خیال میں نارمن کے بعد تمہاری موت واقع ہونی چاہیے تھی۔" کیلاش نے دوبارہ چوٹ کی تو جیکب جھلا گیا۔

"آخر تم یہ ہر وقت میرے ہی پیچھے کیوں پڑے رہتے ہو۔"

"تمہیں یہ احساس دلانے کی خاطر کہ تمہاری اکثر و بیشتر باتیں حماقت انگیز ہوتی ہیں۔"

"کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں گونگا بن جاؤں۔"

tsurdu.blogspot.com

"ایسی صورت میں اور زیادہ مسخرے اور مضحکہ خیز نظر آؤ گے۔"

"سمندر میں چھلانگ لگا دوں۔" جیکب چیخ اٹھا۔

"پہلی بار تم نے ایک دانش مندی کی بات کی ہے لیکن مجھے شبہ ہے کہ تم اس پر عمل نہیں کرو گے۔"

"یار جمال۔" جیکب نے مجھے مخاطب کر کے اکتائے ہوئے انداز میں کہا۔ "کیا تم کوئی ایسا طریقہ نہیں بتا سکتے کہ اس شخص کی فضول باتوں سے کسی طرح میری جان محفوظ ہو جائے؟"

"سلویا ہی جیسی کوئی لڑکی تلاش کر کے کیلاش کے پلے باندھ دو۔ مجھے یقین ہے کہ اس غریب کو تمہارا تو کیا خود اپنا ہوش بھی نہیں رہے گا۔" میں نے سنجیدگی سے مشورہ دیا جیکب نے ایک سرد آہ بھر کر آسمان کی سمت دیکھا پھر چپ اختیار کر لی۔

عرشے پر کچھ دیر تک چہل قدمی کرنے کے بعد ہم اپنے اپنے کیبنوں میں آ گئے۔ جیکب کی بات گو میں ہر چند کہ ہنسی میں اڑا گیا لیکن اب مجھے خود بھی احساس ہو رہا تھا کہ اڈگر کی موت کے سلسلے میں جیکسن سے معلوم کرنا چاہیے تھا۔ ہو سکتا تھا کہ اس کی حیرت انگیز پلان چیٹ خود اسی کے خلاف تحریری ثبوت مہیا کر دیتی لیکن ہم میں سے کسی کو بھی اس وقت اس کا خیال نہیں آیا تھا، شاید اس لیے کہ جیکسن نے ہمارے ذہنوں کو اس قدر الجھا دیا تھا کہ ہم اڈگر کی موت کو یکسر فراموش کر بیٹھے تھے۔ یہ بھی ممکن تھا کہ جیکسن نے روحوں کے ذریعے اڈگر اور نارمن کی اموات کے سلسلے میں ہماری زبانوں پر تالے ڈال دیے ہوں۔ بہرحال میں نے طے کر لیا تھا کہ کسی دوسری ملاقات میں جیکسن سے اپنے بقیہ سوالوں کے جواب ضرور طلب کروں گا خاص طور پر اپنے سفر کے انجام کے بارے میں۔

بستر پر سونے کے ارادے سے لیٹا تو مجھے اپنی اس موٹی کاپی کا خیال آ گیا جس میں میں نے اپنی زندگی کی داستان لکھنا شروع کی تھی۔ کچھ سوچ کر میں اٹھ بیٹھا۔ کاپی اور قلم نکال کر میز پر آ گیا اور اپنی المناک داستان کا بقیہ حصہ لکھنے بیٹھ گیا۔ جانے کیوں میری یہ خواہش تھی کہ جلد از جلد اپنے ماضی کے حالات کو قلم بند کر کے اسے حال سے ملا دوں تاکہ میرے مرنے کے بعد لوگوں کو میری زندگی کے ان نشیب و فراز کا علم ہو سکے جنہوں نے مجھے اپنی جاگیر، اپنے وطن، اپنی بے پناہ دولت، عزت و شہرت اور خود اپنے آپ سے بھی بیگانہ بنا دیا تھا۔ میں نے پورے انہماک سے قلم سنبھالا اور لکھنا شروع کیا۔

❁

• شادی کا فیصلہ کرنا قطعی طور پر ایک فطری بات تھی۔

نہ جانے کب

کوئی آپ کی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی نیت کرے۔ اس لئے ضروری ہے خود بھی اور اپنی اولاد کو بھی خود حفاظتی کے گر سکھائیے یہ اب کچھ مشکل نہیں رہا ہے .....

جاپانی طریقے پر عمل کر کے انتہائی آسانی سے بغیر استاد کے مشقیں سکھلانے والی چار باتصویر کتابیں۔

جوڈو	تیس روپیہ
آسان کراٹے	بیس روپیہ
ایکاڈو	پچیس روپیہ
جوکاڈو	پچیس روپیہ

ہمارا دعویٰ ہے کہ ان کتابوں کی مدد سے پریکٹس کرنے کے بعد اپنے سے زیادہ طاقتور کو ہی نہیں بلکہ تعداد میں زیادہ افراد سے بھی مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔

اظہر حسین راہی

ایک دوست دوسرے دوست سے:

"یہ کیسے ممکن ہے کہ تم تیس فٹ لمبی سیڑھی سے گرے اور تمہیں کوئی چوٹ نہیں آئی۔"

دوسرا دوست: "میں اس وقت آخری ڈنڈے پر تھا۔"

زندگی میں ہر بالغ نوجوان پر ایک ایسا وقت ضرور آتا ہے جب اسے کسی حسین ساتھی کا احساس بڑی شدت سے ٹوٹ کر ہوتا ہے، جیکب کی باتوں نے مجھے بھی میری تنہائیوں کا احساس دلا دیا، میرے ذہن میں ایک بار پھر اضطرابی کیفیت پیدا ہو چکی تھی، میں نے وکالت کا پیشہ ترک کر کے لکھنا شروع کیا تھا پھر حالات نے میرے قلم کی موشگافیوں پر پابندی عائد کر دی تو میں نے وقت سے مقابلہ کرنے کے بارے میں نہیں سوچا، میں جوان تھا، میری شریانوں میں تازہ اور گرم خون موجود تھا، میں چاہتا تو دنیا والوں سے بغاوت کر سکتا تھا، ان کو منہ توڑ جواب دے سکتا تھا لیکن میں نے ایسا نہیں کیا اس لیے کہ جو لوگ مجھ پر عرصۂ حیات تنگ کر دینے کے درپے تھے ان میں بہت سارے چہرے جانے پہچانے تھے، یہ میرے اپنے تھے جو دشمن بن کر مجھے برباد کرنا چاہتے تھے اور ان کی ناپاک اور گھناؤنی سازشوں کے پیچھے صرف ایک ہی جذبہ کارفرما تھا۔ وہ میرے خون اور میری دولت کے پیاسے تھے۔

والد صاحب نے اپنی زندگی میں جو وصیت لکھوائی تھی اس کی رو سے میرے سوا اور کوئی ان کی چھوڑی ہوئی جائداد میں شریک نہیں ہو سکتا تھا، انھیں ہونا بھی نہیں چاہیے تھا اس لیے کہ وہ ہمارے قریبی عزیز دار نہیں تھے، زندگی کے کسی موڑ پر انھوں نے ہمارے دکھ درد میں سچے دل سے شریک ہونے کی کوشش نہیں کی تھی، ہمیشہ میرے والد کی موت کی دعائیں مانگی تھیں تاکہ وہ ان کی بے پناہ دولت اور جائداد کو ہڑپ کر سکتے لیکن میں نے جنم لے کر ان کی آرزوؤں پر پانی پھیر دیا۔ چنانچہ وہ مجھ سے محبت کس طرح کر سکتے تھے، وہ میرے خلاف جو کچھ بھی کر رہے تھے اس میں حق بجانب تھے اس لیے کہ قدرت نے میری تقدیر اور میرے نصیب میں جو کچھ روزِ اول رقم کر دیا تھا وہ ہر قیمت پر پورا ہونا تھا، مشیتِ ایزدی کے خلاف تو میں کچھ نہیں کر سکتا تھا پھر دوسروں کے خلاف بھی کچھ کرنا میرے لیے بے سود ہی تھا۔

خدا نے مجھے میری حیثیت سے بڑھ کر نوازا تھا، مجھے دنیا کی ہر آسائش مہیا کر دی تھی، کروڑوں روپے بنک میں جمع تھے، لاکھوں کی جائداد تھی، جاگیر کی علیحدہ آمدنی تھی، رہنے کے لیے شاندار حویلی تھی، گھومنے پھرنے کے لیے کاریں تھیں، خدمت کے لیے ملازم ہر وقت میرے ایک اشارے کے منتظر رہتے لیکن اس کے باوجود میں تنہا تھا، دولت جسم کو راحت مہیا کر سکتی تھی لیکن روح کی تسکین کے لیے میرے پاس کیا تھا؟ میری زندگی کا مقصد کیا تھا؟ وہ دوسرا کون تھا جو میرے والد کی دولت اور جائداد کا وارث بنتا؟ کیا میرے وہی دیرینہ دشمن جو پہلے میرے والد کی موت کی دعا مانگتے تھے اور اب مجھے موت سے ہمکنار کرنے کے لیے مضطرب اور بے چین تھے؟

باپ کی تربیت نے میرے کردار کے پیروں میں بیڑیاں ڈال رکھی تھیں، وہ عیش و عشرت مجھے پسند نہیں تھے جو مجھ جیسے امیرزادوں کے لیے مقصدِ حیات ہوتے ہیں، مجھے تو ایک ایسے حسین ہمسفر کی ضرورت تھی جو صرف میری ساتھی ہوتی، زندگی کے ہر نشیب و فراز میں میرا ہاتھ تھامے رہتی میری رازدار ہوتی، میرے دل کی گہرائیوں میں جھانک کر میرے احساسات کو جان سکتی، میرے غموں کے بوجھ کو بانٹ سکتی، میری غمگسار ہوتی اور جب میں دنیا کے ہنگاموں سے تھکا ہارا شام کو گھر واپس آتا تو اس کی گھنیری اور مہکتی زلفوں کی ٹھنڈی چھاؤں تلے آرام کر سکتا، اس کی بے پایاں محبت میں ڈوب کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو جاتا، خوابوں کی حسین وادیوں میں کہیں اس طرح گم ہو جاتا کہ کوئی ہمارا سراغ نہ پا سکتا

مجھے ایک ایسی شریکِ زندگی درکار تھی جو میرے درد کا درماں بن سکتی، میرے غموں کا مداوا کر سکتی اور میری دولت اور جائداد کے لیے وارث پیدا کر سکتی جو میرے بڑھاپے کا سہارا ہوتی اور میرے دشمنوں کے ارمانوں پر ایسی بجلی بن کر گرتی کہ ان کے خواب ہمیشہ کے لیے جل کر خاکستر ہی ہو جاتے۔

لیکن میں ایسا کر سکنے کے باوجود نہیں کر سکتا تھا اس لیے کہ میں دنیا میں تنہا تھا اور میرے دشمنوں کی تعداد بے شمار تھی جو مجھے قدم قدم پر ڈسنے کے لیے کنڈلی مارے بیٹھے تھے، میں جس گھر میں بھی شادی کا پیغام بھیجتا میرے دشمن اس گھر کی خوشیوں کو بھی پامال کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کرتے، میں چوری چھپے شادی کر لیتا تو میرے اوپر پھر سے انگلیاں اٹھنی شروع ہو جاتیں، میرے لیے لڑکیوں کی کوئی کمی نہ تھی، والد کی موت کے بعد ہی سے میرے دشمنوں نے مجھے اپنی حسین لڑکیوں کی خوب صورت زلفوں کے جال میں پھانسنے کی ہر ممکن کوشش کی تھی، میرے لیے اچانک بے شمار رشتوں کی پیشکش آگئی۔ رشتے، جن کے پیچھے ہوس تھی، خود غرضی تھی، شاطرانہ چالیں پوشیدہ تھیں، میں نے ان تمام رشتوں کو نفرت اور حقارت سے ٹھکرا دیا۔

دنیا سے کٹ کر میں نے خود کو اپنی حویلی تک محدود کر لیا تھا لیکن اب یہاں بھی تنہائی کا احساس مجھے ڈس رہا تھا، جیکب کے شادی کے مشورے نے میرے ذہن میں ایسی ہلچل برپا کر دی کہ میرا جی ہر چیز سے اچاٹ ہو گیا، میں نے سوچا کیوں نہ سب کچھ چھوڑ کر گوتم بدھ کی طرح بن باس لے لوں کسی جنگل میں جا کر گیان حاصل کروں اور امر ہو جاؤں، ہر چیز سے کٹ کر

لڑکوں لیکن عقل کہتی ہے کہ زندگی سے فرار حاصل کر کے بے چین روح کو قرار نہیں ملتا، یوں بھی ترکِ دنیا اسلام میں جائز نہیں میں دنیا سے بغاوت کر سکتا تھا، حالات کو منہ توڑ جواب دینے کی طاقت رکھتا تھا لیکن باپ کی دی ہوئی تعلیم اور تربیت کے پیشِ نظر اپنے مذہب سے دور نہیں جا سکتا تھا۔ پھر—

اچانک ایک دن میں نے فیصلہ کر لیا کہ کچھ دنوں کے لیے اپنے ملک ہی سے دور چلا جاؤں اور کچھ عرصہ سکون سے گزار دوں، یہ طے کر کے میں نے سفر کی تیاریاں شروع کر دیں اور کیلاش اور حبیب کو حیران چھوڑ کر ایک روز سفر پر روانہ ہو گیا، جانے سے پہلے میں نے دیوان جی کو تمام ضروری ہدایتیں کر دی تھیں، خاص طور پر اس بات کی کہ میری عدم موجودگی میں میرے دوستوں کا زیادہ خیال رکھا جائے اور انھیں کسی قسم کی شکایت کا موقع نہ دیا جائے، اپنے دوستوں کو میں نے صرف یہی بتایا تھا کہ کسی ضروری کام سے باہر جا رہا ہوں اور جلد ہی واپس لوٹ آؤں گا۔

ذہن میں نہ کوئی منصوبہ تھا نہ قبل از وقت کسی منزل کا تعین کیا تھا، جہاں گردی کے لیے اس کی ضرورت بھی نہیں ہوتی۔ یورپ سے میرا دل بار ایٹ لا کرنے کے زمانے ہی میں بھر چکا تھا، وہاں کی رنگین فضاؤں میں تصنع اور بناوٹ کے سوا کچھ بھی نہ تھا، ہر چیز بکاؤ مال تھی جسے جب چاہے خریدا جا سکتا تھا اور جی اچاٹ ہو جانے کے بعد پرانے کھلونوں کے مانند توڑ کر پھینکا جا سکتا تھا، وہاں کا ہر تعلق مادی تھا جس کا روح کی گہرائیوں سے کوئی تعلق نہیں ہوتا تھا، ہر رشتے کے لیے ایک قیمت مقرر تھی جن کے پاس دولت ہوتی وہ چند ساعتوں کے عارضی ان رشتوں کو جس وقت چاہتے خرید سکتے تھے غرضیکہ وہاں کی فضا مجھے پسند نہیں تھی اس لیے میں نے پہلے کلکتہ کا رخ کیا۔ جب کلکتہ میں دل نہ لگا تو برما کی راہ لی۔

میرا خیال تھا کہ رنگون میں رہ کر کچھ دنوں کے لیے میرا دل بہل جائے گا، بدھ مت کے پگوڈاؤں کے بارے میں میں نے بہت کچھ سن اور پڑھ رکھا تھا، میں انھیں قریب سے دیکھنے کا آرزومند تھا، میں جاننا چاہتا تھا کہ بدھ مت کے پجاریوں نے زندگی کے کس پہلو کو اختیار کر کے خود کو دنیا کی الجھنوں سے دور کر رکھا ہے وہ باہر اور اندر سے اس قدر پُرسکون کیسے نظر آتے ہیں کیا ان کی زندگی میں کبھی کوئی ہلچل نہیں ہوتی، کبھی مد و جزر کی کیفیت پیدا نہیں ہوتی۔ میں ان کے سکون اور ٹھہراؤ کا راز جاننا چاہتا تھا لیکن جب میں نے ان پگوڈاؤں کی چار دیواری کے اندر قدم رکھا تو وہاں بھی مجھے جبر کا وہ بار جاری نظر آیا، تمام پگوڈاؤں میں تو ایسا نہیں تھا لیکن پھر بھی مت کی آڑ لے کر وہاں جو کھیل کھیلا جاتا تھا اسے دیکھ کر اور محسوس کر کے میرا ذہن چکرا گیا۔

برما سے دل اکتایا تو میں نے واپس ہندوستان کی جانب کوچ کیا، مدراس میں چند روز بسر کرنے کے بعد میں سیلون گیا یہاں بھی حسبِ معمول میں نے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کیا، ایک گائیڈ کی خدمات حاصل کیں صبح سے شام تک خاص خاص مقامات کی سیر کرتا، پھر رات کو آ کر ہوٹل میں پڑ رہتا۔ ایک ہفتے بعد میں نے سیلون کو بھی خیرباد کہنا چاہا لیکن شاید قدرت کو کچھ اور منظور تھا۔ روانگی سے ایک روز قبل میں ایک مقامی اخبار میں پریم ناتھ جی کا نام دیکھ کر چونکا۔ پریم ناتھ جی والد صاحب کے دیرینہ دوستوں میں تھے اور مجھے بھی بے حد پیار کرتے تھے، ان دنوں وہ سیلون میں سفیر کی حیثیت سے تعینات تھے کچھ پرانی یادوں نے ذہن میں کروٹ لی تو میں نے ہوٹل سے سفارت خانے فون کیا۔ پریم ناتھ جی پہلے تو میری آواز سن کر چونکے پھر مجھے پہچان جانے کے بعد اس بات پر برہم ہو گئے کہ میں نے کسی ہوٹل میں قیام کرنے کی ہمت کیسے کی، میں نے انھیں اپنی لاعلمی کا یقین دلانا چاہا اور اپنی روانگی کے بارے میں بتایا تو انھوں نے نہ جانے کیوں دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا، میرے دل پر ایک چوٹ سی لگی، مجھے پریم ناتھ جی سے یک لخت ایسی بے رخی کی توقع نہیں تھی، وہ مجھے ہمیشہ سے بہت چاہتے تھے، میں انھیں چاچا جی کہا کرتا تھا اور۔ اور چاچی جی مجھے ہمیشہ بیٹا جمال کہہ کر مخاطب کرتی تھیں، بالکل ماں کی طرح محبت کرتی تھیں لیکن وقت اور حالات کے ساتھ ساتھ شاید پریم ناتھ جی اور چاچی جی کی محبت بھی بدل گئی تھی۔

ایک میں تھا جو نہیں بدلا تھا، آج بھی میرے سوچنے کا انداز ویسا ہی تھا جیسا پہلے تھا، فون کا ریسیور رکھ کر میں چاچی جی کے بارے میں سوچنے لگا، وہ مجھے آج بھی یاد تھیں، وہ بے حد حسین اور خوب صورت تھیں، ان کے تراشیدہ ہونٹوں پر ہمیشہ پیار بھری مسکراہٹیں رقص کیا کرتی تھیں، ان کی عادت تھی کہ سب سے بے حد پیار اور بڑی اپنائیت سے ملتی تھیں اور ان کی آنکھیں۔ اگر بنگال کا سحر واقعی کوئی حقیقت رکھتا ہے تو وہ چاچی جی کی آنکھوں میں موجود تھا کس قدر پیاری پیاری اور سحر آلود آنکھیں تھیں، جسے دیکھتی تھیں اپنا بنا لیتی تھیں اور ان کے پیار کی یہی کشش تھی جس نے مجھے پریم ناتھ جی کو فون کرنے پر مجبور کیا تھا۔ میں سیلون چھوڑنے سے پہلے چاچی جی سے ملنا چاہتا تھا

fsurdu.blogspot.com

لیکن دوسری جانب سے اچانک رابطہ ختم کیا گیا تو میرا دل ٹوٹ کر رہ گیا۔

میں بڑی دیر تک ماضی کے حسین دھندلکوں میں گم رہا پھر جب کسی نے میرے کمرے کے دروازے پر دستک دی تو میرے خیالات کا حسین شیرازہ بکھر گیا، میں نے بجھے ہوئے دل سے اٹھ کر دروازہ کھولا تو حیرت سے میرا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا، میرے سامنے پریم ناتھ جی کھڑے مسکرا رہے تھے، انھوں نے اپنی حیثیت سے زیادہ والد صاحب سے اپنے پرانے تعلقات کا خیال کیا تھا جبھی تو سفارت خانے سے اٹھ کر سیدھے میرے پاس ہوٹل آ گئے تھے پھر قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا وہ بڑی گرم جوشی سے آگے بڑھے اور "میرا جمال بیٹا" کہتے ہوئے بے اختیار مجھے سینے سے لگا لیا پھر انھوں نے میری ایک نہ چلنے دی اسی وقت مجھے اپنے ساتھ اپنی کار میں بٹھا کر گھر لے گئے اور اپنے ملازم کو ہوٹل چھوڑ گئے تاکہ وہ بل وغیرہ ادا کر کے میرا سامان گھر لے آئے۔

گھر پہنچ کر انھوں نے مجھے میرا کمرہ دکھایا پھر کپڑے تبدیل کرنے کی غرض سے اندر چلے گئے، کچھ دیر بعد ان کا ملازم ہوٹل سے میرا لوریا بستر باندھ کر لے آیا اور میرے منع کرنے کے باوجود خود اپنے ہاتھوں سے میرا سامان کھول کھول کر کمرے میں سجانے لگا۔

"مہاشے" میں نے ملازم کو ٹوکتے ہوئے کہا "تم میرا کام بڑھا رہے ہو کل سیلون سے میری روانگی ہے، جہاز میں میری سیٹ بک ہو چکی ہے اب یہ سامان مجھے دوبارہ باندھنا پڑے گا۔"

"اس کی نوبت فی الحال نہیں آئے گی" اس نے نہایت ادب سے جواب دیا "بڑے سرکار نے ہوٹل جانے سے پیشتر ہی آپ کی سیٹ کینسل کرا دی تھی اور مجھ سے یہی کہا تھا کہ آپ ابھی کچھ دنوں یہاں قیام کریں گے۔"

میرے پاس خاموشی کے سوا اور کیا چارہ تھا، ملازم سے بحث فضول تھی ویسے مجھے خوشی ہوئی کہ پریم ناتھ جی نے سابقہ تعلقات کو فراموش نہیں کیا تھا بلکہ پہلے کی نسبت زیادہ اپنائیت کا ثبوت دیا تھا، شام کی چائے میں نے اپنے کمرے میں پی اس لیے کہ پریم ناتھ جی کسی سرکاری کام سے گئے ہوئے تھے۔ مجھے حیرت بھی تھی کہ ابھی تک چاچی جی میرے سامنے نہیں آئی تھیں نہ ہی مجھے طلب کیا گیا تھا۔ چراغ جلے بعد میں پریم ناتھ جی کے ساتھ ان کے خوب صورت ڈرائنگ روم میں بیٹھا باتیں کر رہا تھا وہ اب کچھ بوڑھے ہونے لگے تھے۔ گفتگو کے دوران میں نے انھیں والد صاحب کی موت کی خبر سنائی تو وہ رو پڑے، میں نے ان کا ذہن بٹانے کے لیے چاچی جی کے بارے میں پوچھا تو ان کی آنکھیں اور برسنے لگیں، وہ بھی پریم ناتھ جی سے اپنے جیون کے تمام بندھن توڑ کر ملک عدم کو روانہ ہو چکی تھیں، اس خبر کو سن کر میری پلکوں کے گوشے بھی بھیگ گئے۔

ابھی میری آنکھوں میں آنسوؤں کی نمی باقی تھی کہ میرے سامنے کا دروازہ کھلا اور میں دم بخود رہ گیا۔ مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے چاچی جی اچانک زندہ ہو کر میرے سامنے آ گئی تھیں، وہی رنگ و روپ، وہی ناک ونقشہ، وہی سحر میں ڈوبی ہوئی خوابیدہ خوابیدہ سی آنکھیں، بالکل ویسی ہی سیاہ اور لانبی زلفیں، ناگن کی طرح شانوں پر بکھری اور بل کھاتی ہوئی میں اسے حیرت زدہ نظروں سے گھورنے لگا جیسے —— میں کوئی خواب دیکھ رہا تھا پھر پریم ناتھ جی کی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میری محویت کا طلسم ٹوٹ کر کرچیوں کی طرح ریزہ ریزہ ہو گیا۔

"تم بھی اسے دیکھ کر دھوکا کھا گئے۔ مجھے وشواس تھا کہ ایسا ہی ہوگا۔" پریم ناتھ جی نے مسکراتے ہوئے کہا پھر دروازے کے قریب کھڑی لڑکی کو مخاطب کرتے ہوئے بولے "ادھر آؤ کاجل بیٹی۔ ان سے ملو یہ میرے بہت ہی پیارے اور سورگ باشی متر کے اکلوتے بیٹے ہیں۔"

"تسلیم" میں نے اس کے احترام میں کھڑے ہوتے ہوئے کہا۔

"نمستے" وہ ہاتھ باندھ کر بولی پھر لہراتی بل کھاتی بڑھی اور پھولوں سے لدی کسی لچکتی شاخ کی طرح جھک کر باپ کے قریب بیٹھ گئی۔

"کیوں جمال بیٹے! ہے نا ہو بہو اپنی ماں کی تصویر" پریم ناتھ جی نے مسکراتے ہوئے مجھ سے سوال کیا۔

"میں تو یوں محسوس کر رہا تھا جیسے جاگتے میں خواب دیکھ رہا ہوں" میں نے جھینپتے ہوئے جواب دیا "ایسی حیرت انگیز مماثلت شاذ و نادر ہی دیکھنے میں آتی ہے، رائی برابر بھی تو فرق نہیں محسوس ہوتا۔"

"اب شاید آپ رائی کا پربت بنانے کی کوشش کر رہے ہیں" کاجل کی مترنم آواز گونجی اور میرے کانوں میں رس گھول گئی۔

"دیکھا تم نے" پریم ناتھ جی بیٹی کی بات سن کر بولے۔ "بالکل اپنی ماں کی طرح شوخ و چنچل بھی ہے اب یہ تمھیں سیلون کی سیر کرائے گی، اپنی ماں کی طرح اسے بھی گھومنے پھرنے اور نئے نئے علاقے دیکھنے کا بے حد شوق ہے۔"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے چاچا جی" میں نے بے تکلفی سے کہا "گائیڈ کے پیسے بھی بچ جائیں گے۔"

پریم ناتھ جی کے علاوہ کاجل بھی میرا جواب سن کر مسکرا دی تھی۔

تقدیر میرے حالات کے گرد نئے تانے بانے بننے میں مصروف تھی۔ میں یکسوئی کی تلاش میں دنیا کی سیاحت کو نکلا تھا اور قسمت نے مجھے سیلون کی بھول بھلیوں میں الجھا رکھا تھا۔ کاجل میری زندگی میں اس قدر دبے قدموں اور چور دروازے سے داخل ہوئی کہ میں سوچ بھی نہ سکا، اس وقت چونکا جب بات میرے اختیار سے باہر ہو چکی تھی۔

پریم ناتھ کے حکم کے بموجب کاجل نے مجھے سیلون اور اس کے اطراف کے علاقے دکھانے شروع کر دیئے۔ ایک حسین رہبر کے ساتھ میں نے جی بھر کر سیر کی، وہ جلد ہی مجھ سے یوں گھل مل گئی جیسے ہم برسوں سے ایک دوسرے سے واقف رہے ہوں اور سالہا سال کی جدائی کے بعد دوبارہ ہماری ملاقات ہوئی ہو۔ میں چاچا جی کا بے حد احترام کرتا تھا۔ ہمارے تعلقات دیرینہ تھے اس لیے گھر میں کسی قسم کی روک ٹوک کا سوال ہی نہیں تھا اور پھر روکنے والا تھا بھی کون؟ چاچا جی پہلے ہی سورگ باش ہو چکی تھیں۔ رہے چاچا جی، انھیں اوّل تو اپنے سفارتی کاموں سے چھٹی نہیں ملتی تھی اور اگر کچھ وقت بچتا تو وہ اسے پنڈت اور پجاریوں کے درمیان گزارتے تھے۔ اپنے دھرم کے معاملے میں وہ بے حد سخت اور کٹر واقع ہوئے تھے اور گیان دھیان کی باتوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، ان کے گھر کے ملازم بھی زیادہ ہندو تھے اور پریم ناتھ کی طرح وہ بھی پوجا پاٹ اور دھرم کے معاملے میں پکے تھے۔

میں جانتا تھا کہ کاجل سے میرا ملاپ ناممکن ہے۔ میں اس سے محض دوستوں کی طرح بڑی اپنائیت سے ملتا تھا لیکن کاجل نے تو جیسے میرے دل و دماغ پر جادو کر دیا تھا۔ میری دنیا ہی بدل دی تھی، اس کی سیاہ اور نشیلی آنکھوں کا سحر میرے ہوش و حواس پر چھاتا چلا گیا۔ اس کے باریک گلاب جیسے ہونٹوں کی مسکراہٹ میرا سب کچھ لوٹ لے گئی، میرے پاس کچھ بھی باقی نہ بچا۔ اس کی مدھر آواز میں جھرنوں کا ترنم تھا اور میں اس ترنم میں پوری طرح کھو چکا تھا، جب جاگنے کی کوشش کی تو دل نے میری بات ماننے سے انکار کر دیا۔ کاجل نے مجھے جو پیار دیا تھا وہ میرے لیے زندگی کا سب سے بڑا سرمایہ تھا، میں اس دولت کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس حسین وجود سے اپنی تنہا زندگی کے سونے گوشوں کو مہکانا اب میری زندگی کی سب سے بڑی آرزو تھی لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ پریم ناتھ جیسا کٹر ہندو اور دھرماتما میری خواہش کو کبھی پورا نہ ہونے دے گا اور مذہب کی دیوار مجھے کاجل سے کبھی قریب تر نہ ہونے دے گی۔ میں نے اس مسئلے پر جتنا سوچا میرا ذہن اتنا ہی الجھتا گیا۔

میرے دل و دماغ، میرے احساسات اور میرے وجود پر کاجل کا قبضہ تھا۔ میں اس کی آنکھوں کی جھیل میں ایسا گم ہوا تھا کہ مجھے اپنے گرد و پیش تک کی خبر نہ رہی تھی۔ مجھے ہمیشہ یوں لگتا جیسے ہم ایک دوسرے کے لیے تخلیق کیے گئے ہیں، جیسے ہمارا ملاپ اتفاقیہ نہیں تھا، قدرت مجھے خود کاجل سے ملانے کے لیے سیلون تک کھینچ لائی تھی، جذبات کی رو میں بہہ کر میں اور کاجل ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے بہت دور نکل چکے تھے۔ ہم نے ایک ساتھ جینے اور ایک ساتھ مرنے کی قسم کھائی تھی، عہد و پیماں کیے تھے کہ کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے اور زندگی کے پُرپیچ راستوں پر ہمیشہ ایک دوسرے کا ہاتھ تھامے ہنستے مسکراتے اور گنگناتے آگے بڑھتے رہیں گے۔

محبت نے ہم دونوں کو اندھا کر دیا تھا شاید اس لیے کہ محبت کا کوئی دین دھرم نہیں ہوتا۔ محبت کا جذبہ دنیا کے تمام جذبوں سے پاک اور مقدس ہوتا ہے لیکن ہم یہ بھول رہے تھے کہ ہمارے درمیان سماج کی دیوار کسی مضبوط قلعے کی طرح حائل تھی، کاجل اگر کسی درمیانے طبقے سے تعلق رکھتی تو اور بات تھی لیکن وہ ایک سفارت کار کی بیٹی تھی اور اس کا باپ اپنے دھرم کا پکا تھا۔ میرے ذہن میں کاجل سے جدائی کا تصور ابھرا تو میں دیوانہ ہو گیا۔ میں کاجل کو حاصل کرنے کے لیے ساری دنیا سے ٹکرا سکتا تھا لیکن پریم ناتھ میرے والد کے دوستوں میں سے تھے اور باپ کی تربیت مجھے پریم ناتھ کے خلاف بغاوت کرنے سے روک رہی تھی، ایک روز میں نے سوچا کہ چپ چاپ سامان باندھ کر وہاں سے چلا جاؤں لیکن کاجل کے پیار نے میرے قدموں میں بیڑیاں ڈال دی تھیں، میں اس سے ایک پل کی دوری بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا مگر یہ بھی جانتا تھا کہ محبت کی یہ گھڑیاں گنی چنی رہ گئی ہیں، محبت کی مہک دوسروں سے پوشیدہ نہیں رکھی جا سکتی تھی، جس دن بھی پریم ناتھ کو ہمارے تعلقات کا علم ہوتا اس روز گھر میں طوفان اٹھ کھڑا ہوتا۔ انہی پریشان خیالات نے میری دنیا اندھیر کر رکھی تھی، ایک دن کاجل نے میری بے چینی محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا بات ہے جمال۔ تم کچھ دنوں سے آخر اتنے کھوئے کھوئے کیوں رہتے ہو؟"

"تمھاری محبت نے مجھے دیوانہ بنا دیا ہے کاجل۔" میں نے اسے بہلانے کی کوشش کی۔

"مجھے بناتے ہو۔" وہ نشیلی آنکھوں سے مجھے دیکھتے ہوئے بولی۔ "سچ بتاؤ جمال کیا بات ہے؟ تمھاری پریشانی کا کیا کارن ہے؟"

"کچھ بھی تو نہیں۔" میں نے اس کا نرم و ملائم ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔ "تمھیں وہم ہو گیا ہے۔"

"تمھیں میری سوگند۔"

میں کاجل کے قسم دلانے پر تڑپ اٹھا، کاجل مجھے اپنی زندگی سے زیادہ عزیز تھی، میں اس کی قسم کے آگے مجبور ہو گیا، جو اندیشے میرے ذہن میں آتش فشاں کی طرح اندر ہی اندر پک رہے تھے، میں نے وہ سارے کے سارے کاجل کے سامنے بیان کر دیے، وہ ہکا بکا میری باتیں سنتی رہی، میں نے اپنے دل کے سارے زخموں کو کھول کر رکھ دیا تو وہ کچھ دیر گم صم رہی پھر اس نے نظریں اٹھا کر میری طرف دیکھا تو میں تڑپ اٹھا، اس کی ہرنیوں جیسی آنکھیں بھیگ گئی تھیں، میں نے جلدی سے رومال نکال کر اس کے آنسو جذب کیے پھر بے اختیار اسے اپنے بازوؤں کے حصار میں لیتا ہوا بولا۔

"کاجل، خدا کے لیے ان آنسوؤں کو روک لو ورنہ میں مر جاؤں گا۔"

"نہیں جمال، ہم زندہ رہیں گے۔" اس نے اچانک میرے بازوؤں کے حصار سے نکل کر بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "ہم نے تو جنم بھر ایک دوسرے کے سنگ سنگ رہنے کا وعدہ کیا ہے۔ ہم آزاد پنچھیوں کی طرح اڑ کر کہیں دور چلے جائیں گے کسی ایسی جگہ جہاں محبت کے بیری ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہ کر سکیں۔"

"اس دھرتی پر ایسی کوئی جگہ نہیں کاجل۔" میں نے جذباتی لہجے میں جواب دیا۔ "ہم جہاں بھی جائیں گے دھرم کی دیوار ہمارے درمیان حائل رہے گی۔"

"ہم اس دیوار کو توڑ دیں گے۔" وہ بڑے یقین سے بولی۔ "محبت میں بڑی شکتی ہوتی ہے۔"

"لیکن تمھارے پتا جی؟"

"میں جانتی ہوں۔" کاجل نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "وہ مر جائیں گے لیکن ہمیں ایک نہ ہونے دیں گے اس لیے کہ اگر ایسا ہوا تو دھرم کے نام پر کالک لگ جائے گی اور وہ اسے کبھی پسند نہیں کریں گے۔"

"میں بھی یہی سوچتا ہوں کاجل کہ چاچا جی کیا کہیں گے۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "میں نے ان کے وشواس کو ٹھیس پہنچائی ہے، کیا منہ دکھاؤں گا ان کو۔"

"ایسا مت سوچو جمال، ہم نے پریم کیا ہے کوئی پاپ نہیں کیا۔" وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔ "پریم تو امر ہوتا ہے۔"

"تمھارے لیے میں تمام دنیا سے ٹکرا سکتا ہوں مگر تمھارے چاچا جی کے سامنے زبان نہیں کھول سکتا۔" میں تڑپ کر رہ گیا۔

"ایک بات پوچھوں جمال؟"

"کیا تمھیں اجازت کی ضرورت ہے؟" میں نے اسے حیرت سے دیکھا۔

"اگر میں تم کو نہ مل سکی تو ......؟" کاجل نے بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"تو ...." میں تڑپ اٹھا۔ "شاید میں زندہ نہ رہ سکوں۔"

"اتنا پیار کرتے ہو مجھ سے؟" وہ مسکرا دی۔

"تمھارے ایک اشارے پر سب کچھ قربان کر سکتا ہوں چاہو تو آزما کر دیکھ لو۔"

"آزمائش وہاں ہوتی ہے جہاں من میں کھوٹ ہوتا ہے۔" وہ بدستور مسکراتے ہوئے بولی۔ "تم اپنا من میلا نہ کرو جمال، پتا جی سے میں خود ہاتھ پھیلا کر اپنا ادھیکار مانگوں گی۔"

"وہ تمھاری بات نہیں مانیں گے۔" میں نے کہا۔ "ہماری شادی کا صرف ایک ہی راستہ ہے۔"

"میں جانتی ہوں۔" کاجل نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگر پتا جی نے میری بات نہ مانی تو تمھیں پانے کے لیے میں اپنا دھرم بدل لوں گی، مسلمان ہو جاؤں گی تو پھر دھرم کی دیواریں بھی ایک ایک کر کے ٹوٹ جائیں گی۔ ہمارے راستے کی تمام رکاوٹیں دور ہو جائیں گی۔"

اور پھر کاجل نے جو کچھ کہا تھا وہ پورا کر دکھایا۔ اس نے اپنے والد کے سامنے اپنی خواہش کا اظہار کیا تو پورے گھر میں جیسے بھونچال آ گیا۔ پریم ناتھ نے یہی جواب دیا تھا کہ وہ کاجل کو اپنے ہاتھوں سے موت کے گھاٹ تو اتار سکتے ہیں لیکن اسے مجھ سے شادی کی اجازت نہیں دے سکتے۔ انھیں اپنا دھرم اولاد کی محبت سے زیادہ عزیز تھا۔ ہونا بھی چاہیے تھا۔ انھوں نے کاجل کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو کاجل خاموش ہو گئی، اس نے بات بڑھانے کی کوشش نہیں کی، کسی بپھرے ہوئے طوفان کی طرح وقتی طور پر چپ ہو گئی۔ پریم ناتھ جی نے یہی سمجھی کہ —— میں نے —— کاجل کو بہکا کر ان کے گھر کا سکون برباد کرنے کی کوشش کی ہے اس لیے وہ بپھرے ہوئے زخمی درندے کی طرح مجھ پر برس پڑے۔ میں گردن جھکائے ان کی باتیں سنتا رہا، وہ غصے میں آپے سے باہر ہو رہے تھے، جو ان کے منہ میں آتا کہتے چلے جا رہے تھے، میں کاجل کو چھوڑنا نہیں چاہتا تھا اس لیے خاموش رہا۔ پریم ناتھ اپنے دل کی بھڑاس نکال چکے تو میں نے ڈرتے ڈرتے دبی زبان میں کہا۔

”چاچا جی! میں کاجل کو حاصل کرنے کی خاطر...“

”خبردار! چپ ہو جا!“ وہ دوبارہ بھڑک اٹھے۔ ”میں کسی قیمت پر کاجل کو تیرے حوالے نہیں کر سکتا۔ پاپی! ایراوتی اگر تو میرے جگر (دوست) کا لڑکا نہ ہوتا تو میں تیری زبان گدی سے کھینچ کر اپنے چرنوں تلے روند ڈالتا۔ تیری بھلائی اسی میں ہے کہ چپ چاپ اپنا سامان لے کر میرے گھر سے چلا جا اور جتنی جلدی ممکن ہو سیلون سے بھی دور چلا جا نہیں تو تیرے حق میں اچھا نہیں ہوگا۔“

”میں ابھی اور اسی وقت یہاں سے چلا جاتا ہوں چاچا جی!“

”خبردار جو تو نے اب مجھے چاچا جی کہا۔“ وہ گرج کر بولے۔ ”جا۔ دور ہو جا میری نظروں کے سامنے سے۔“

میرے لیے اب کچھ کہنے سننے کی گنجائش نہیں تھی۔ پریم ناتھ نے ملازموں کے سامنے میری جس بے عزتی کی تھی وہی بہت تھی۔ شاید اگر میں مزید کچھ کہنے کی کوشش کرتا تو وہ مجھے دھکے دے کر اپنے گھر سے نکلوا دیتے چنانچہ میں نے جلدی جلدی سامان سمیٹا اور وہاں سے چل دیا۔ پریم ناتھ کے بوڑھے ملازم رام پرشاد نے میرے ساتھ اتنی مہربانی کی تھی کہ میرے لیے ٹیکسی لا دی تھی پھر جب میں ٹیکسی میں بیٹھنے لگا تو اس نے میری گود میں ایک مڑا تڑا کاغذ پھینکا اور پلٹ کر تیزی سے اندر چلا گیا۔

ٹیکسی میرے بیٹھتے ہی چل پڑی۔ میں نے ڈرائیور کو اسی ہوٹل کا پتہ بتایا جہاں میں نے شروع میں قیام کیا تھا۔ رام پرشاد کا پھینکا ہوا کاغذ کا ٹکڑا میرے ہاتھ میں تھا۔ میرا دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔ میں جانتا تھا کہ اس کاغذ کے ٹکڑے میں کاجل کا کوئی پیغام ہوگا۔ اسی لیے میں اسے کھولتے ہوئے ڈر رہا تھا۔ کاغذ کا وہ مختصر ٹکڑا میری موت اور زندگی کا مسئلہ بن گیا تھا۔ کاجل نے باپ کے سامنے جس طرح خاموشی اختیار کر لی تھی اس سے یہی ظاہر ہوا تھا کہ وہ باپ سے خوف زدہ ہو گئی ہے لیکن دوسری طرف اس نے مجھ سے بھی محبت کے سیکڑوں عہد و پیماں کیے تھے۔ بڑی دیر تک میں کاغذ کے ٹکڑے کو الٹ پلٹ کر دیکھتا رہا پھر اسے کھول کر دیکھا۔ پیغام بڑا مختصر تھا۔ کاجل نے صرف اتنا لکھا تھا کہ ”جلد بازی میں کوئی فیصلہ کر بیٹھنا، میرا انتظار کرنا۔“

سیلون میں اب ایک منٹ کے لیے میرا رکنے کو جی نہیں چاہتا تھا، اگر کاغذ کا وہ ٹکڑا میرے قدموں کی زنجیر نہ بن جاتا تو شاید میں دوسرے ہی دن اپنی قسمت کی بدنصیبیوں کو سمیٹے وہاں سے کسی اور ملک کے لیے روانہ ہو جاتا لیکن کاجل

تعظیم

ایک پولیس آفیسر کی حیثیت سے میرے والد نے ملکہ کی کئی سرکاری برتھ ڈے پریڈز میں شرکت کی۔ پریڈ میں انہیں گھنٹوں کھڑا رہنا پڑتا تھا اور اس عرصے میں سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ انہیں اپنا پائپ اور تمباکو چھپانے کی کوئی جگہ نہیں ملتی تھی کیونکہ یونیفارم اتنی تنگ ہوتی تھی کہ پائپ کا ابھار صاف نظر آ جاتا تھا۔

پھر وہ سال بھی آیا جب میرے والد کو ایک دستے کی قیادت کرنی تھی۔ سرکاری رسم کے سامنے کھڑے ہو کر اس نے ہزاروں افراد کی موجودگی میں سر سے ہیٹ اتار کر ملکہ کو تعظیم پیش کی۔

”ہر میجسٹی کے لیے تین سلام۔“

”تو اس میں بھلا حیرت کی کیا بات ہے؟“ واقعہ سننے والے نے بیزاری سے کہا۔

”میرے والد مملکت برطانیہ کے وہ واحد افسر ہیں جنہوں نے سر پر تمباکو کا پاؤچ رکھ کر ملکہ کو تعظیم پیش کی تھی۔“

”اب وہ موٹی میرا کھانا کھا جائے گی“

کا حکم ملا تھا۔ میرے اختیار کی بات نہیں تھی۔ اس نے انتظار کرنے کو لکھا تھا اور میں مرتے دم تک اس کا انتظار کرنے کو تیار تھا۔
میں نے خود کو ہوٹل کے کمرے تک محدود کر لیا۔ مجھے ہنگاموں سے شدید نفرت ہو چکی تھی۔ چار روز تک میں اپنے کمرے میں بند پڑا رہا۔ اس دوران نہ تو کاجل نے کوئی پیغام بھیجا، نہ فون پر مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی۔ میری امیدیں لمحہ لمحہ دم توڑ رہی تھیں پھر میں نے سوچا کہ کاجل کو بھلا کیا خبر ہوگی کہ میں نے کہاں قیام کیا ہے۔ ہو سکتا ہے وہ میری تلاش میں بھٹکتی پھر رہی ہو۔ اس خیال نے میرے رہے سہے سکون کو بھی برباد کر دیا۔ میری سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ کیا کروں۔ پریم ناتھ کے گھر فون کرنا قیامت کو دعوت دینے کے مترادف تھا اور اس کے سوا کاجل کا حال احوال معلوم کرنے کا کوئی دوسرا ذریعہ بھی نہ تھا۔
گزرتے وقت کا ایک ایک لمحہ میرے لیے بڑا اذیت ناک تھا۔ میں نے دو روز انتظار کیا پھر مایوس ہو کر سیلون کو خیر باد کہنے کا ارادہ کر لیا۔ چھٹے روز صبح میں نے شیو کیا اور کپڑے تبدیل کر کے اپنی سیٹ بک کرانے کی خاطر ہوٹل سے جانے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔
"کون ہے۔ اندر آ جاؤ۔" میں نے یہ سوچ کر کہ کوئی ہوٹل کا بیرا ہوگا جھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔
دوسرے ہی لمحے دروازہ کھلا اور رام پرشاد گھبرایا گھبرایا سا میرے سامنے موجود تھا۔ میرا دل یک لخت دھڑکنے لگا۔
"رام پرشاد۔ تم؟" میں نے تیزی سے اس کے قریب جاتے ہوئے کہا۔ "سب خیریت تو ہے؟"
رام پرشاد نے بوڑھی نظروں سے میرے چہرے کی سمت دیکھا پھر اپنی بنڈی سے ایک لفافہ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ میں نے تیزی سے لفافہ چاک کیا۔ اندر سے کاجل کا لکھا ہوا پیغام ملا۔ "جمال! مجھے امید ہے کہ تم ابھی تک میرا انتظار کر رہے ہوگے۔ کچھ مجبوریاں تھیں جو میں تم کو پہلے کچھ نہ لکھ سکی لیکن اب حالات استوار ہو گئے ہیں۔ رام پرشاد میرے بھروسے کا آدمی ہے اس لیے اس کو تمہارے پاس بھیج رہی ہوں۔ وقت کم ہے اس لیے زیادہ نہیں لکھ سکتی۔ میری بات دھیان سے سنو۔ کل شام ٹھیک سات بجے بندرگاہ پر سامان سمیت میرا انتظار کرنا۔ باقی سارا بندوبست میں نے کر لیا ہے۔ تم نراش مت ہونا۔ کاجل کو دنیا کی کوئی طاقت تم سے جدا نہیں کر سکتی۔ موت بھی نہیں۔"
میں خط پڑھنے میں اتنا محو تھا کہ مجھے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ کاجل کا خط پا کر میں آسمانوں پر اڑ رہا تھا۔ اس نے مجھے زندگی کی نوید دی تھی۔ میں بار بار اس خط کو پڑھتا رہا پھر نظریں اٹھائیں تو رام پرشاد وہاں موجود نہیں تھا۔ میں ہاتھ ملتا رہ گیا۔ رام پرشاد سے میں اپنی کاجل کے بارے میں بہت کچھ دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن وہ غالباً کچھ دیر رک کر واپس چلا گیا تھا۔
کاجل کا خط پا لینے کے بعد میری مسرتوں کا کوئی ٹھکانا نہ تھا۔ ملاپ کی گھڑیوں نے عارضی جدائی کے لمحات کو بڑا کٹھن بنا دیا تھا۔ کل تک میں کتنا اداس، کس قدر مایوس تھا لیکن محبت کے ایک تحریر نے جیسے میرے مردہ جسم میں نئی روح پھونک دی تھی۔ میں نے سوچا کاجل کو فون کروں۔ فون وہ ریسیو کرتی تو دو چار باتیں کر لیتا، کوئی اور کال ریسیو کرتا تو میں فون بند کر سکتا تھا لیکن میں نے اپنے دل کو سمجھایا۔ اتنی بے چینی بھی اچھی نہیں اور وقت گزارنے کے لیے اپنا سامان پیک کرنا شروع کر دیا۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ گزارنا مشکل ہو رہا تھا۔
خدا خدا کر کے وقت گزرا۔ اگلے روز میری بے چینی قابلِ دید تھی۔ میں نے ساڑھے پانچ بجے ہی ٹیکسی منگوائی پھر ٹھیک چھ بجے بندرگاہ پہنچ گیا۔ کاجل نے سات بجے کا لکھا تھا۔ میں سامان رکھوا کر ہجوم میں تلاش کرنے لگا مگر اس کے آنے میں ابھی دیر تھی بہرحال میں نے یہ معلوم کر لیا کہ جو جہاز اس وقت کنارے پر لنگر انداز تھا اسے ٹھیک ساڑھے سات بجے بمبئی کے لیے روانہ ہونا تھا۔ میں نے کاجل کے انتظار میں چہل قدمی شروع کر دی۔ میری نگاہیں بار بار لوگوں کے ہجوم کی جانب اٹھ جاتی تھیں۔ وقت چیونٹی کی رفتار سے گزر رہا تھا۔ مسافروں نے جہاز پر چڑھنا شروع کر دیا تو میرا اضطراب بڑھنے لگا۔ پونے سات بجے ایک نووارد جو کوئی مقامی ہی باشندہ نظر آ رہا تھا، اچانک میرے سامنے آ کر رک گیا۔ اس کا انداز اس قدر بھونڈا تھا کہ مجھے غصہ آ گیا۔ جن نظروں سے وہ مجھے گھور رہا تھا اس سے یہی ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ کوئی سراغرساں ہو اور میں کوئی عادی مجرم جو اچانک رنگے ہاتھوں پکڑا گیا تھا۔ مجھے اس کی حرکت سخت گراں گزری۔ میں نے تیوری پر بل ڈال کر اسے تیکھی نظروں سے دیکھا۔ کچھ بولنا چاہا لیکن نووارد نے پہل کر دی۔
"کیا مسٹر جمال اصغر آپ ہی کا نام ہے؟"
"جی۔" میں اپنا نام سن کر چونکا۔ "جی ہاں میں جمال اصغر ہوں لیکن آپ؟"
"مجھے یہ لفافہ آپ تک پہنچانے کا حکم ملا تھا۔" اس نے ایک لفافہ میری جانب بڑھاتے ہوئے کہا۔ "اس میں آپ کے کاغذات اور ٹکٹ موجود ہیں۔"

"شکریہ" میں نے لفافہ اس کے ہاتھ سے لیتے ہوئے بے چینی سے پوچھا "باقی لوگ کہاں ہیں؟"

"آئی ایم سوری مجھے باقی باتوں کا کوئی علم نہیں" اس نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر تیزی سے گھوم کر ہجوم میں گم ہوگیا۔

میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے لفافہ کھولا اس میں فرسٹ کلاس کے کیبن کا بمبئی تک کا ٹکٹ موجود تھا بندرگاہ پر لگے ہوئے اسپیکر پر بار بار اعلان ہو رہا تھا کہ مسافر پریشانی سے بچنے کی خاطر جلد از جلد افسر رابطہ سے مل کر جہاز پر پہنچنے کی کوشش کریں میں نے دستی گھڑی دیکھی۔ سات بجنے میں دو منٹ باقی تھے، میں نے ایک بار پھر ہجوم پر نگاہ ڈالی لیکن کاجل کا دور دور تک کوئی نشان نہیں تھا، اچانک میرے ذہن میں ایک خیال بڑی سرعت سے ابھرا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ کاجل کی آڑ میں پریم ناتھ نے مجھے دھوکا دے کر سیلون سے بھگانے کے لیے چال چلی ہو۔ اس خیال سے میرا دل ڈوبنے لگا لیکن پھر یہ خیال زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکا اس لیے کہ پریم ناتھ کے گھر سے روانہ ہوتے وقت بھی رام پرشاد نے کاجل کا پیغام مجھے دیا تھا اور بندرگاہ تک پہنچنے کا پیغام بھی وہی لایا تھا۔ میں نے اپنے دل کو سمجھایا پھر اس خیال سے کہیں کاجل پہلے ہی سے جہاز میں نہ موجود ہو اور اس نے مجھے دیر سے پہنچنے کی تاکید اس لیے کی ہو کہ بندرگاہ پر ہم دونوں کا ایک ساتھ دیکھا جانا ہمارے لیے پریشانیوں کا سبب بھی بن سکتا تھا۔ میں نے جلدی جلدی ضروری کارروائی مکمل کرائی اور سامان سمیت اپنے کیبن میں آگیا لیکن کاجل وہاں بھی نہیں تھی۔

میں سامان کیبن میں رکھوا کر باہر نکل آیا، میری الجھن قابل دید تھی میری نگاہیں جہاز پر اور نیچے کھڑے ہوئے لوگوں میں کاجل کو تلاش کر رہی تھیں گزرتا ہوا ایک ایک پل میری وحشتوں میں اضافہ کر رہا تھا پھر جب جہاز اور ساحل کو ملانے والی سیڑھیاں ہٹائی گئیں تو میں تڑپ اٹھا، جہاز کے روانہ ہونے میں اب صرف دس منٹ باقی تھے لیکن کاجل نہیں آئی تھی میرا دل ڈوبنے لگا، پلکوں کے نیچے مایوسی کا گھپ اندھیرے چھانے لگے، میرے ساتھ کہیں نہ کہیں کوئی دھوکا ضرور ہوا تھا لیکن میرا دل یہ تسلیم کرنے کو تیار نہیں تھا کہ کاجل نے میرے ساتھ دیدہ و دانستہ بے وفائی کی ہوگی۔

ٹھیک ساڑھے سات بجے جہاز کو حرکت ہوئی اور آہستہ آہستہ وہ ساحل سے دور ہونے لگا، مسافروں اور بندرگاہ پر کھڑے ہوئے لوگوں کے درمیان الوداعی سلام کا سلسلہ ابھی جاری تھا، ہاتھ ہلا ہلا کر وہ ایک دوسرے کو رخصت کر رہے تھے میری امیدیں ایک ایک کر کے ٹوٹ چکی تھیں میں ریلنگ پر جھکا کھڑا ان موجوں کو دیکھ رہا تھا جو جہاز اور ساحل کے درمیان تڑپ رہی تھیں، مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے میرا سانس گھٹ کر رہ جائے گا، میں نے سوچا کیوں نہ خود کو بھی سمندر کی ان موجوں میں گرا دوں جو ساحل تک تڑپ کر جاتی تھیں اور سر ٹکرا کر بے نیل و مرام واپس آجاتی تھیں۔ بہت دیر تک میں ریلنگ تھامے کھڑا حالات کی ستم ظریفی پر غور کرتا رہا پھر جب بندرگاہ کے برقی قمقمے دھندلانے لگے تو میں کسی لٹے ہوئے مسافر کی طرح گردن ڈالے اپنے کیبن میں آگیا اور تب۔ تب مجھے یوں لگا تھا جیسے میں کوئی خواب دیکھ رہا ہوں مجھ پر شادی مرگ کی کیفیت طاری ہونے لگی میں نے جلدی جلدی آنکھیں مل کر غور کیا مگر وہ خواب نہیں تھا، وہ حقیقت تھی جو میری کاجل کے روپ میں میرے کیبن کے اندر میرے سامنے کھڑی مسکرا رہی تھی۔

"تم۔ کاجل تم؟" میں نے حیرت سے اس کے قریب جاتے ہوئے پوچھا۔

"ہاں جمال" "میں ہوں تمہاری کاجل" اس نے بڑے دل آویز انداز میں کہا "کیا تمہیں یقین نہیں آ رہا؟"

"کاجل۔ تم نہ آتیں تو میں......"

"چپ" اس نے میرے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ کر تیزی سے کہا "خوشی کے موقعوں پر ایسی بری باتیں منہ سے نہیں نکالتے۔"

"کاجل۔ میری زندگی" میں نے بے خود ہو کر پہلی بار اسے اپنی آغوش میں پوری شدت سے بھینچ لیا۔ اتنا قریب کر لیا کہ ہمارے دل کی دھڑکنیں بھی آپس میں ٹکرانے لگیں۔ کائنات کا ذرہ ذرہ ہمارے ہم آغوش ہونے پر جھوم اٹھا۔

بمبئی پہنچ کر ہم نے ایک اعلیٰ درجے کے ہوٹل میں قیام کیا، دوسرے دن کاجل اپنا دھرم بدل کر مسلمان ہوگئی، میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی مگر اس کے ارادے اٹل تھے، وہ اپنی مرضی اور خوشی سے مسلمان ہونے کا ارادہ کر کے آئی تھی، اس نے باقاعدہ اور خلوص قدم اٹھایا تھا، میں نے اس کا نام درخشاں تجویز کیا جسے اس نے بخوشی قبول کر لیا۔

کاجل سے درخشاں بننے کے بعد ہم نے اسلامی طریقے سے دو معزز گواہوں کی موجودگی میں شادی کر لی، وہ رات میری زندگی کی حسین ترین رات تھی، اس رات دو بے چین روحیں ایک ہوئی تھیں اس رات میں نے درخشاں کے ساتھ مل کر ایک نئی زندگی کے حسین سفر کا خوب صورت آغاز کیا، درخشاں کو اس رات اپنے ماں باپ کی یاد بھی آئی جو فطری بات تھی لیکن مجھے پا لینے کے بعد وہ بھی بہت مسرور تھی۔

میں نے شادی کے دوسرے روز کیلاش اور جیکب کو بھی اس کی اطلاع کر دی۔ دیوان جی کو پیغام روانہ کیا کہ حویلی کو نئے سرے سے آراستہ کیا جائے تاکہ درخشاں کا شاندار استقبال ہو سکے۔ درخشاں کو پالینے کے بعد مجھے ایسا محسوس ہو رہا تھا جیسے تمام کائنات کی خوشیاں اور نعمتیں سمٹ کر میرے دامن میں آگئی ہیں۔ وہ جاگتی ہوتی تو میں اس کے سامنے بیٹھا اس کی پرستش کرتا رہتا۔ وہ سو جاتی تو میں اس کے خوابیدہ حسن کو پہروں اس طرح تکتا رہتا جیسے وہ سب کچھ ایک خواب ہو۔

میں درخشاں کے ساتھ پورے ہندوستان اور پوری دنیا کی سیر کرنا چاہتا تھا لیکن درخشاں بضد تھی کہ پہلے وہ اپنے اصلی گھر جائے گی پھر کوئی دوسرا پروگرام مرتب کیا جائے گا۔ چنانچہ میں نے دیوان جی کو اپنے پہنچنے کا تار روانہ کیا اور تیسرے ہی روز حسین آباد پہنچ گیا جہاں کیلاش اور جیکب نے توقعات سے بڑھ کر ہمارا شاندار اور پرتپاک خیر مقدم کیا۔ سلویا نے سگی بہنوں کی طرح آگے بڑھ کر درخشاں کو گلے لگا لیا۔

دیوان جی نے میرے حکم کے بموجب حویلی کا نقشہ ہی بدل ڈالا تھا۔ ہر چیز کو نئے سرے سے ترتیب دیا گیا تھا اور نہایت سلیقے سے سجایا گیا تھا۔ میرے ملازمین بھی میری شادی پر بہت خوش تھے۔ میں ان سب سے بڑی گرمجوشی سے ملا پھر درخشاں اور اپنے دوستوں کے ساتھ اندر آگیا۔

"بھگوان قسم جمال! تم تو استری کے بجائے دیوی اٹھا لائے ہو۔" کیلاش نے درخشاں کی تعریف کرتے ہوئے کہا۔ "میں نے تو سپنوں میں بھی نہیں سوچا تھا کہ میری بھابی اتنی سندر اور کومل ہو گی۔ بھگوان سدا تم دونوں کی جوڑی بنائے رکھے۔"

"کوے کے چونچ میں انگور والی مثال صادق آرہی ہے۔" جیکب نے سرد آہ بھر کر شوخی سے کہا۔ "میں بھی تمہارے انتخاب کی داد دیتا ہوں اور یہ نصیحت بھی کرتا ہوں کہ بھابی کی قدر اسی طرح کرنا جس طرح ......"

"خبردار جمال!" کیلاش تیزی سے بول پڑا۔ "اس پادری کے سائے سے بھی دور رہنا ورنہ تم بھی جورو کے غلام بن جاؤ گے۔"

"پوت کے پاؤں پالنے میں نظر آجاتے ہیں کیلاش جی۔" جیکب سنجیدگی سے بولا۔ "میں تو خیر جو ہوں وہ ہوں لیکن جمال۔ تم ان مہاشے کو بھی دیکھ لینا، میرا دعویٰ ہے کہ بیوی اتنی خوب صورت اور حسین ہو تو مرد ......"

"مرد نہیں رہتا۔ فادر جیکب بن کر بیوی کے تلوے چاٹنے لگتا ہے۔" کیلاش نے برجستہ کہا تو میں مسکرا دیا۔ جیکب بھی جھینپ کر رہ گیا۔

درخشاں اور سلویا بھی ہمارے قریب آگئیں۔ سلویا نے بھی مجھے مبارک باد دی اور بڑی حسرت سے کہا کہ درخشاں اتنی خوب صورت اور حسین ہے کہ اس دنیا کی مخلوق نہیں لگتی، پریوں کے دیس کی راج کماری لگتی ہے۔ درخشاں اپنی تعریف سن کر مسکرا دی پھر اس نے اپنے حسنِ اخلاق سے فوراً ہی کیلاش اور جیکب کو بھی اپنا گرویدہ بنا لیا۔ کچھ دیر بعد اجنبیت کا ماحول ختم ہو گیا اور ہم سب مل جل کر ایک ساتھ یوں قہقہے لگا رہے تھے جیسے برسوں سے ایک دوسرے کو جانتے ہوں۔

دوسرے روز جیکب اور کیلاش نے مل کر ہماری دعوت کا اہتمام کیا۔ اس پرتکلف دعوت میں حسین آباد اور کروی کے خاص خاص لوگوں کو بھی مدعو کیا گیا تھا اور کچھ سرکاری افسروں کو الہ آباد سے بھی بلایا گیا تھا۔ رات گئے تک دعوت کا سلسلہ جاری رہا۔ میرے دوستوں نے مجھے اپنی پرخلوص مبارک باد اور قیمتی تحائف سے نوازا پھر وہ ایک ایک کر کے رخصت ہونے لگے۔ میں کیلاش اور جیکب کے ساتھ مل کر مہمانوں کو رخصت کرنے میں لگا ہوا تھا کہ دیوان جی نے آکر مجھے ایک طرف بلایا پھر آہستہ سے بولے۔

"سرکار! چترکوٹ کے ڈپٹی کمشنر صاحب آپ کو تخلیے میں بلا رہے ہیں۔"

میں نے دیوان جی کی بات کو کوئی اہمیت نہیں دی اور ان کے ساتھ اندر چلا گیا جہاں ڈپٹی کمشنر آنند کمار اور پنڈت اوم پرکاش ایک کمرے میں میرے منتظر تھے۔ آنند کمار کو میں پہلے سے جانتا تھا۔ ہمارے درمیان کوئی مستقل راہ و رسم نہیں تھی لیکن جاگیر کے سلسلے میں دو تین بار ملاقات کے دوران اچھی خاصی سلام دعا ہو گئی تھی۔ پنڈت اوم پرکاش کو کیلاش نے مدعو کیا تھا۔ اس لیے کہ وہ کروی کے سب سے بڑے پنڈت تھے اور ہندوؤں کے حلقے میں ان کو بڑی قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔

میں کمرے میں داخل ہوا تو ڈپٹی کمشنر آنند کمار نے اٹھ کر مسکراتے ہوئے مجھ سے مصافحہ کیا لیکن پنڈت اوم پرکاش نے مجھے دیکھتے ہی کچھ ایسا کڑوا سا منہ بنا کر نظریں پھیریں کہ میرا ماتھا ٹھنکے بغیر نہ رہ سکا۔ میں نے زیادہ توجہ اس لیے نہیں دی کہ مجھے معلوم تھا کہ پنڈت پجاری قسم کے لوگ علاقے میں ہونے والی دعوتوں میں شریک ہونے سے انکار تو نہیں کرتے لیکن جہاں مسئلہ غیر مذہب اور دھرم کا آجائے وہاں کچھ زیادہ ہی چھوت چھات کا مظاہرہ شروع کر دیتے ہیں تاکہ اپنے حلقے میں ان کی زیادہ شہرت ہو سکے۔

"میں آپ کو شادی کی دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں مسٹر جمال" ڈپٹی کمشنر نے بڑی گرم جوشی سے مجھے مبارک باد دیتے ہوئے کہا۔

"شکریہ مسٹر آنند" میں نے بھی مسکرا کر جواب دیا پھر پوچھا۔ "فرمائیے میں آپ کی کیا خدمت کرسکتا ہوں؟"

"اس خوشی کے موقعے پر مجھے اپنی سرکاری حیثیت کا اظہار کرتے ہوئے کچھ عجیب سا لگ رہا ہے لیکن میں آپ سے کچھ ضروری باتیں دریافت کرنے کے لیے مجبور ہوں۔"

"تکلف چھوڑیے آنند جی" میں نے ڈپٹی کمشنر کے لہجے کی سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "آپ جو دریافت کرنا چاہتے ہیں خوشی سے دریافت کیجیے۔"

"آپ کی بیوی کا نام کیا ہے؟" ڈپٹی کمشنر نے سگریٹ نکال کر جلاتے ہوئے پوچھا۔

مجھے آنند کمار کے سوال پر ایسا لگا جیسے بھرے مجمعے میں کسی نے میرے کپڑے اتار لیے ہوں۔ میں نے حالات کی نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے پنڈت اوم پرکاش کے چہرے پر نظر ڈالی جو بدستور منہ پھلائے بیٹھا تھا۔ آنند کمار کے سوال کے ساتھ ہی پنڈت جی کی کشادہ پیشانی پر لاتعداد آڑی ترچھی شکنیں بھی ابھر آئیں۔ میں سمجھ گیا کہ میرے سسر پریم ناتھ جی نے مجھے ہراساں کرنے کی خاطر غالباً اپنا اثر و رسوخ استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔ مجھے اس بات کا اندازہ پہلے نہیں تھا۔ میرا خیال تھا کہ پریم ناتھ کو اس بات کی خبر ضرور مل گئی ہوگی کہ کاجل اب کاجل نہیں بلکہ اپنی مرضی سے درخشاں بن چکی ہے اور اس بات کے علم میں آجانے کے بعد پریم ناتھ کو بات بڑھا کر خود اپنی جگ ہنسائی نہیں کرانی چاہیے تھی لیکن شاید وہ بھی اپنی دھرم برادری کے ہاتھوں مجبور ہو کر حماقت کرنے پر آمادہ ہو گئے تھے۔ ایک لمحے کو میں نروس ضرور ہو گیا لیکن پھر میں نے بڑی سنجیدگی سے ڈپٹی کمشنر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا مسٹر آنند؟"

"میں نے آپ کی بیوی کا شبھ نام دریافت کیا تھا۔" آنند کمار نے سنجیدگی سے اپنا سوال دہرا دیا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ نے دعوت نامہ پڑھنے کی ضرورت نہیں سمجھی تھی ورنہ میری بیگم کا نام دریافت کرنے کی زحمت سے ضرور بچ جاتے۔" میں نے زہرخند سے ڈپٹی کمشنر کو گھورتے ہوئے جواب دیا تو وہ سٹپٹا کر رہ گیا۔ پنڈت اوم پرکاش اپنی گنجی کھوپڑی سہلانے لگا۔

"آپ نے پریم ناتھ جی کا نام تو سنا ہوگا۔" ڈپٹی کمشنر نے پینترا بدل کر کہا۔ "سیلون میں سفیر کے عہدے پر تعینات ہیں۔"

"خوب اچھی طرح واقف ہوں۔" میں ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "وہ میرے والد کے بڑے اچھے اور پرانے دوستوں میں سے ہیں۔"

"پھر تو آپ نے پریم ناتھ کی بیٹی کاجل کا نام بھی ضرور سنا ہوگا۔" آنند کمار نے الفاظ چباتے ہوئے دریافت کیا۔

"جی ہاں۔" میں قدرے تیز ہو گیا۔ "آپ جس کاجل کا ذکر کر رہے ہیں وہ مسلمان ہو چکی ہے اس کا نام اب درخشاں ہے اور وہ میری بیوی ہے۔ فرمائیے اور کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں آپ؟"

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آپ نے زبردستی کاجل کو مسلمان کر کے اس سے شادی کرلی ہے۔" ڈپٹی کمشنر نے آواز اونچی اٹھانے کی کوشش کی۔

"مسٹر آنند" میں نے اسے خونخوار نظروں سے گھورا۔ "اگر آپ یہاں رنگ میں بھنگ ڈالنے آئے ہیں تو میں اس کے لیے بھی تیار ہوں اور اگر آپ کا مقصد قانون کے دائرے میں رہ کر واقعات کی چھان بین کرنا ہے تو میں صبح آپ کے دفتر بھی آسکتا ہوں۔"

"اپنی عزت پر میل آیا تو تم کیسے ناچ اٹھے۔" پنڈت اوم پرکاش نے اچھلتے ہوئے تیز آواز میں کہا۔ "دوسروں کی عزت کا بھی کچھ دھیان ہے تمہیں۔"

"پنڈت جی" میں نے بڑی مشکل سے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو میرے معاملات میں دخل دینے کا کوئی اختیار نہیں اگر آپ اپنی زبان بند رکھیں تو زیادہ بہتر ہوگا۔"

"کیا کرلو گے تم میرا۔" پنڈت نے لال پیلا ہوتے ہوئے پوچھا۔ "کیا ملازموں سے دھکے دے کر نکلوا دو گے؟"

"مسٹر آنند" میں نے قدرے سخت لہجے میں ڈپٹی کمشنر سے احتجاج کیا۔ "پنڈت جی کو روکنے کی کوشش کیجیے ورنہ میں بھی تلخ کلامی پر آمادہ ہو جاؤں گا۔ اگر آپ کی کوئی عزت ہے تو آپ کو میری عزت اور حیثیت کا خیال بھی رکھنا چاہیے۔"

"حالات کی نزاکت کو سمجھنے کی کوشش کیجیے مسٹر جمال۔" آنند کمار نے مجھے آپے سے باہر ہوتا دیکھ کر پنڈت اوم پرکاش کو اشارے سے خاموش رہنے کی تاکید کرتے ہوئے کہا۔ "میرے پاس اس بات کی تحریری رپورٹ موجود ہے کہ آپ نے ایک ہندو لڑکی کو ورغلا کر پہلے مسلمان کیا پھر اس سے شادی کرلی۔ بحیثیت ڈپٹی کمشنر مجھے اختیار ہے کہ واقعات کی چھان بین کروں۔"

"اور چھان بین کے لیے آپ نے اسی وقت کا انتخاب کیا

ہے؟" میں نے غصے سے ہونٹ چباتے ہوئے سرد آواز میں پوچھا۔

"آپ کو اگر یہ وقت مناسب نہیں لگتا تو کل صبح آپ میرے دفتر تشریف لے آئیں۔" آنند کمار نے میری جھلاہٹ دیکھ کر زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا۔

"بہتر ہے۔ میں ضمانت پیش کر لوں گا۔ کل میں آپ کے دفتر آجاؤں گا۔"

"اگر زحمت نہ ہو تو اپنے ساتھ ثبوت کے طور پر ضروری دستاویز بھی لے آیئے گا تاکہ بعد میں دوبارہ پریشانی نہ اٹھانی پڑے گی۔"

"آل رائٹ۔" میں نے بات ختم کرنے کی غرض سے خون کے گھونٹ پیتے ہوئے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔

"اگر ناگوارِ خاطر نہ ہو تو اپنی مسز کو بھی ساتھ لے آئیں مجھے ان کا بیان بھی درکار ہوگا۔" آنند کمار نے مسکراتے ہوئے کہا۔ وہ بار بار آگ پر تیل چھڑک رہا تھا۔ میں اس خوشی کے موقعے پر کوئی بدمزگی نہیں چاہتا تھا لیکن مجھے یہ اندازہ بھی ہو رہا تھا کہ وہ آسانی سے نہیں ٹلیں گے اور میں بات کو جتنا ختم کرنے کی کوشش کروں گا وہ اتنا ہی شیر ہوتے جائیں گے چنانچہ میں نے کچھ سوچ کر کہا۔

"مسٹر آنند۔ آپ شاید بھول رہے ہیں کہ میں بار ایٹ لا بھی ہوں۔"

"اوہ۔ آئی سی۔" ڈپٹی کمشنر سنجیدہ ہو گیا۔ "یہ بات تو میں بھول ہی گیا تھا۔ اچھا، اب اجازت چاہتا ہوں۔"

"ون منٹ۔" اس بار میں نے الفاظ چباتے ہوئے کہا۔ "آپ کو اگر زحمت نہ ہو تو اپنے دفتر سے میرے نام کا ایک نوٹس ضرور جاری کرا دیجیے گا اس لیے کہ میں بغیر نوٹس کے کسی دفتر میں جا کر اپنا وقت برباد کرنے کا عادی نہیں ہوں۔ دوسری بات یہ ہے کہ نوٹس اور سمن جاری ہونے سے ایک فائدہ یہ بھی ہوتا ہے کہ کیس فائل پر آ جاتا ہے اور اس کی روداد اخبار والوں کو بھی بہ آسانی ملتی رہتی ہے۔"

"کیا مطلب؟" آنند کمار نے چونکتے ہوئے مجھے گھورا۔

"میں نے کوئی ایسی بات نہیں کہی تھی جو سمجھ میں نہ آسکے۔" میں تلخ آواز میں بولا۔ "تالی ایک ہاتھ سے نہیں بجتی اس کے لیے دوسرے ہاتھ کا ہلانا بھی ضروری ہوتا ہے۔ میرا مطلب یہ ہے کہ اگر پریم ناتھ خود اپنی بدنامی چاہتے ہیں اور اپنی شہرت کا ڈھنڈورا پیٹنا چاہتے ہیں تو پھر مجھے خاموش رہنے کی کیا ضرورت ہے۔ میرا خیال ہے کہ اگر قانونی نوعیت کی کوئی ذاتی دستاویز بار بار کا جھگڑا نمٹانے کے لیے ایک بار اخبار میں نمایاں طور پر شائع کرا دی جائے تو اس سے دو فائدے ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ انسان بہت ساری زحمتوں سے بچ جاتا ہے اور دوسرے یہ کہ اس سے دوسرے فریق کی شہرت کو بھی عالمی پبلسٹی مل جاتی ہے۔ ایسی پبلسٹی جو اس کے نام اور کارناموں کو راتوں رات بڑے اونچے مقام پر پہنچا دیتی ہے۔"

"اس سے نقصِ امن کا خطرہ بھی لاحق ہو سکتا ہے۔" آنند کمار نے پہلی بار ہونٹ چباتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"تحریری رپورٹوں کو دبایا بھی تو نہیں جا سکتا مسٹر آنند۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا پھر معصوم صورت بنا کر پوچھا۔ "بہرحال میرے لیے کیا حکم ہے آپ کا۔ دوسری ملاقات کب اور کہاں مناسب رہے گی؟"

"میں آپ سے فون پر بات کر کے طے کر لوں گا۔" آنند کمار نے جھلاتے ہوئے کہا۔

"جیسی آپ کی مرضی ڈپٹی کمشنر صاحب۔" میں نے زہرخند سے جواب دیا۔

آنند کمار پلٹ کر تیزی سے باہر جانے لگا، پنڈت..... اوم پرکاش نے وقتی طور پر اپنی زبان بند کر لی تھی لیکن اس کی نگاہوں سے نفرت اور حقارت کی چنگاریاں ابل رہی تھیں جاتے جاتے اس نے مجھے ایسی نظروں سے گھورا جیسے کہنا چاہتا ہو۔ "بالک۔ تم نے ہمیں چھیڑ کر اچھا نہیں کیا۔ تمھیں اپنے کیے پر پچھتانا پڑے گا۔"

میں نے پنڈت اوم پرکاش کے منہ لگنا مناسب نہیں سمجھا، خاموش کھڑا اسے گھورتا رہا، جب وہ بھی کمرے سے چلا گیا تو میں نے اطمینان کا سانس لیا اور قدم اٹھاتا ہوا باہر آگیا جہاں دوسرے مہمان میری راہ دیکھ رہے تھے۔ میں انھیں رخصت کرنے میں مصروف ہو گیا۔ بظاہر میں خود کو بڑا پرسکون رکھنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اندر ہی اندر یہ خیال بھی مجھے پریشان کر رہا تھا کہ کھیل ابھی ختم نہیں ہوا۔ شروع ہوا ہے۔

کاجل کو درخشاں کے روپ میں حاصل کر کے مجھے جو سکون ملا تھا وہ اسے برباد کرنا چاہتے تھے۔ بڑے احمق اور نادان لوگ تھے، اتنا بھی نہیں جانتے تھے کہ اب جمال اور درخشاں ایک جان دو قالب بن چکے تھے، ہماری خوشیاں اور غم مشترک تھے، یہ کیسے ممکن تھا کہ جسم کے ایک حصے کو گزند پہنچتا اور دوسرے کو مطلق احساس نہ ہوتا۔ جانے وہ کس انداز میں سوچ رہے تھے۔

میرا خیال تھا کہ شادی کے بعد پریم ناتھ دانش مندی کا ثبوت دیتے ہوئے خاموشی اختیار کرلیں گے۔ وہ پڑھے لکھے تھے، سوجھ بوجھ رکھتے تھے جب ہی تو اعلیٰ عہدے پر تعینات تھے، انھیں سمجھ لینا چاہیے تھا کہ تیر کمان سے نکل چکا ہے، اسے واپس لانے کی کوشش بے سود تھی، ان کا ترکش یوں بھی خالی ہو چکا تھا، انھیں ہتھیار ڈال دینے چاہیے تھے۔ کاجل بالغ تھی، ہوشیار تھی، تعلیم یافتہ تھی، اس نے اپنی زندگی اور اپنے مستقبل کے لیے جو فیصلے کیے تھے بہت سوچ سمجھ کر اپنی مرضی اور خوشی سے کیے تھے، دنیا کا کوئی قانون اسے اس کی مرضی کے خلاف زندگی گزارنے پر مجبور نہیں کر سکتا تھا، یوں بھی کاجل سے درخشاں بن کر اس نے پرانے رشتوں کے درمیان مذہب کی دیوار حائل کرلی تھی مگر وہ شاید دیوانے ہو گئے تھے جب ہی تو ہماری زندگی میں خوشیوں کے بجائے زہر گھولنے کی کوشش کر رہے تھے۔

پریم ناتھ نے ہماری شادی کو اپنے دھرم کی آن کا مسئلہ بنا لیا تھا، شاید اسے اس کے حلقے کے پنڈت پجاریوں نے اکسا دیا تھا، دیوی دیوتاؤں کی لازوال ماورائی قوتوں کے احساس نے غالباً ان کی آنکھوں پر پٹیاں باندھ دی تھیں یا پھر حکومت نے انھیں غیرت دلائی تھی اور اس بات کا دباؤ ڈالا گیا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو ہمیں ایک دوسرے سے علیحدہ کر دیا جائے، غرضیکہ وہ اوچھا وار کرنے پر اتر آئے تھے۔

میں نہیں چاہتا تھا کہ درخشاں کو حالات کا علم ہو اور اس کا معصوم وجود خزاں کی تپش محسوس کرکے کمھلانے لگے اس لیے میں نے دعوتوں کو قبول کرنے کا سلسلہ ہی ختم کر دیا۔ میری جاگیر اور علاقے کے لوگ چاہتے تھے کہ مجھے مدعو کریں، میں نے ان کے لیے اسپتال کی تعمیر کے سلسلے میں جو کچھ کیا تھا وہ اس کا اظہارِ عقیدت کرنا چاہتے تھے اس کے لیے انھیں موقعے کی تلاش تھی اور میری شادی نے وہ موقع انھیں فراہم کر دیا تھا، مگر میں ان کے خلوص کو اپنے اندیشوں کے پیشِ نظر بڑی خوب صورتی سے ٹالتا رہا، کبھی کسی بات کا بہانہ کرکے دعوتوں سے پہلو تہی کر جاتا تھا مبادا کہ پھر کوئی ایسا ناخوشگوار واقعہ پیش نہ آسکے جو درخشاں کے لیے بھی باعثِ پریشانی ثابت ہو۔

میں نے دیوان جی کے علاوہ دوسرے تمام ملازمین کو بھی اس بات کی سختی سے تاکید کر دی تھی کہ کسی اجنبی کو حویلی کی حدود میں میری اجازت کے بغیر نہ داخل ہونے دیا جائے۔ میں نے ملاقات کا کمرہ بھی حویلی کے باہر قائم کرا دیا تھا تاکہ وہ قدم حویلی کے اندر نہ آسکیں جو ہمارے گلشن کے لیے منحوس ثابت ہوں اور ہماری بہاروں کو تاراج کر دیں، میں کسی بھی قیمت پر ان باتوں کو درخشاں کے کانوں تک نہیں پہنچنے دینا چاہتا تھا ورنہ وہ ہراساں ہو جاتی، میری زندگی اسے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز تھی، اسی لیے اس نے اپنا دھن دولت، دھرم اور گھر بار چھوڑ کر مجھے اپنا لیا تھا۔ اس نے میری خاطر جو قربانیاں دی تھیں وہ بہت بڑی تھیں، بیرونی سازشوں سے آگاہ کرکے میں اسے کسی نئی آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتا تھا۔

کیلاش اور حبیب والی دعوت نے مجھے محتاط ہو جانے پر مجبور کر دیا تھا۔ میں ڈپٹی کمشنر آنند کمار سے خائف نہیں تھا، اسے بھی میری حیثیت کا بخوبی اندازہ تھا، وہ یہ بھی جانتا تھا کہ اگر معاملہ عدالت تک پہنچا اور درخشاں نے اپنی مرضی سے مسلمان ہونے کا بیان عدالت کے روبرو دے دیا اور اسلام قبول کرنے کی سند پیش کر دی تو آنند کمار کی کرکری ہو جائے گی۔ آنند کمار خاصا سمجھدار اور ہوشیار تھا، وہ افسر ہونے کی وجہ سے کسی طرح دھونس دھڑلے سے کام نکالنا چاہتا تھا اسی لیے اس نے دعوت کے درمیان مجھے ہراساں کرنے کی کوشش کی تھی اور آنکھیں لال پیلی کرکے اپنا الو سیدھا کرنا چاہا تھا۔ مگر جب میں بھی سنجیدہ ہو گیا تو وہ پنڈت اوم پرکاش کو لے کر خاموشی سے چلا گیا۔ بات بڑھ جانے کی صورت میں اس کی شخصیت پر حرف بھی آسکتا تھا۔ میں اس پر ہتک عزت کا دعویٰ کر دیتا تو اسے جان بچانی مشکل ہو جاتی۔ اس نے موقعے کی نزاکت کو بھانپ لیا اسی لیے تیزی سے چلا گیا اور اب مجھے اپنی غلطی کا احساس ہو رہا تھا، مجھے وہ موقع ضائع نہیں کرنا چاہیے تھا۔ گربہ کشتن روزِ اول کے مصداق عمل کرتا تو وہ دوبارہ کھل کر سامنے آنے کی جرأت نہ کر سکتے لیکن وقت گزر چکا تھا، اب اس پر پچھتانا یا کفِ افسوس ملنا بیکار تھا بہرحال میں نے طے کر لیا تھا کہ اگر دوبارہ میری عزت پر حملہ کرنے کی کوئی کوشش کی گئی یا میری غیرت کو سرِ بازار اچھالا گیا تو میں بھی خاموش نہیں رہوں گا، اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا۔

میں نے آنند کمار اور پنڈت اوم پرکاش والی گفتگو

کا تذکرہ کیلاشس یا جیکب سے دیدہ و دانستہ نہیں کیا۔ میں حالات کا رنگ دیکھنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ رام پرکاش کیلاشس کو صورتِ حال سے ضرور مطلع کرے گا۔ کیلاشس میرا دوست تھا لیکن وہ بہرحال ہندو تھا۔ کچھ لوگوں کے لیے دوستی دنیا کے تمام رشتوں سے زیادہ اہم ہوتی ہے۔ دوستی کی خاطر وہ سب کچھ قربان کر دیتے ہیں لیکن کچھ لوگ مذہب کو دوسری تمام باتوں پر ترجیح دینے کے عادی ہوتے ہیں۔ میں کیلاشس کو آزمانا چاہتا تھا کہ وہ کس شمار و قطار میں ہے۔ حویلی کے ایک حصے میں میرے ساتھ رہنے اور دوستی کے مقدس رشتے کی بنا پر بھی وہ مجھ سے سب سے زیادہ قریب تھا۔ وہ چاہتا تو بڑی آسانی سے رات کے گھپ اندھیرے میں عقب سے میری پشت میں چھرا گھونپ سکتا تھا۔ مجھے سب سے پہلے کیلاشس کے سلسلے میں سوچنا چاہیے تھا مگر میں نے ایسا نہیں کیا۔ مجھے اپنی دوستی پر اعتماد تھا اور میں نے اسی اعتماد کو آزمانے کے لیے خاموشی اختیار کر رکھی تھی۔

دیوان جی جاگیر کے سب سے پرانے اور قابلِ اعتماد ملازم تھے۔ والد صاحب بھی ان پر اندھا اعتماد کرتے تھے چنانچہ میں نے بھی دیوان جی کو جاگیر کے کاموں کے سلسلے میں عملی طور پر سیاہ و سفید کا مالک بنا رکھا تھا۔ وہ ہر معاملے میں مجھ سے مشورہ کرنا اپنا فرض سمجھتے تھے اور میں ہر بار یہی جواب دیتا تھا کہ وہ جو مناسب سمجھیں کریں، میری طرف سے کلی اختیار ہے۔ دیوان جی کا اصل نام خان شہباز خان تھا۔ ہماری ملازمت اختیار کرنے سے پہلے وہ پولیس میں ہیڈ کانسٹیبل کے عہدے پر تعینات تھے۔ اپنے سرکاری عہدے اور اختیارات سے جتنا فائدہ دیوان جی نے اٹھایا تھا وہ شاید ہی کسی اور نے اٹھایا ہو۔ خان شہباز خان صرف نام ہی کے نہیں کام کے بھی شہباز تھے۔ انہوں نے اپنے علاقے میں کبھی جرم کو پروان چڑھنے کی اجازت نہیں دی۔ بڑا رعب اور دبدبہ تھا ان کا لیکن دوسرے علاقے میں بیشتر جوئے کے اڈے، ناجائز شراب خانے اور کالے دھندے خان شہباز خان ہی کے دم سے زندہ تھے۔

والد صاحب کے کہنے کے بموجب خان شہباز خان نڈر، بے خوف اور جان دار آدمی تھا۔ ایک وقت میں بھی اس کا نام خوب تھا لیکن کوئی ٹھوس ثبوت نہ ملنے کی وجہ سے اس پر کوئی آنچ نہیں آئی تھی۔ وہ خود بھی کھاتا تھا اور دوسروں کو بھی کھلانے کا عادی تھا لیکن کسی کی دھونس اور برتری برداشت کرنا اس کے اصول کے خلاف تھا اسی وجہ سے افسر بھی اس کے منہ لگنے سے گریز کرتے تھے اور یہی وجہ تھی جو تھانہ انچارج کے بجائے شہباز خان دیوان جی کے نام سے پورے علاقے میں مشہور ہو گئے تھے۔

دور دراز کے علاقوں تک شہباز خان کی دھاک جمی ہوئی تھی۔ کیا مجال تھی کہ کوئی پرندہ بھی اشارے کے بغیر اس کے علاقے میں پر مار جاتا۔ شروع شروع میں اسے اپنی دھاک جمانے کے لیے بڑے پاپڑ بیلنے پڑے تھے۔ ان لوگوں سے ٹکرانا پڑا تھا جو پہلے سے اپنے قدم جمائے ہوئے تھے۔ کسی کے منہ سے تر نوالا چھین لینا بچوں کا کھیل نہیں۔ شہباز کو اپنا لوہا منوانے کے لیے اچھی خاصی محنت کرنی پڑی تھی۔ متعدد بار اسے حریفوں کے ہاتھوں گہری چوٹ بھی برداشت کرنی پڑی تھی لیکن وہ دھن کا پکا تھا۔ اس نے ہمت نہیں ہاری۔

دوسرے بدمعاشوں اور غنڈوں کی طرح شہباز تاریکی میں چھپ کر وار کرنے اور دشمنوں کا صفایا کرنے کا عادی نہیں تھا۔ وہ للکار کر اپنے دشمن پر حملہ کرنے کا عادی تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جو لوگ پشت سے وار کرتے ہیں وہ مرد نہیں، زنخے ہوتے ہیں چنانچہ شہباز کو سرغنہ بننے کے لیے اچھی خاصی جدوجہد کرنی پڑی تھی تب کہیں جا کر اس کا سکہ چلنا شروع ہوا تھا۔ بڑے بڑے بدمعاشوں نے شہباز کے نام کے آگے کان پکڑ کر توبہ کر لی تھی اور اس کو بڑا مان لیا تھا۔

کئی برسوں تک اس کے نام کا ڈنکا دور دور تک بجتا رہا پھر شہباز کی زندگی میں بھی ایک انقلاب آیا۔ شراب اور جوئے کے ساتھ ساتھ اسے جوان اور خوب صورت لڑکیوں کی بھی لت پڑ گئی تھی۔ اس میدان میں بھی وہ خاصی شہرت حاصل کر چکا تھا۔ جو لڑکی اسے پسند آ جاتی وہ اسے حاصل کیے بغیر دم نہیں لیتا تھا۔ اس کے ڈر اور خوف سے شریف لڑکیوں نے گھر سے باہر نکلنا چھوڑ دیا تھا لیکن شہباز کے گرگے اسے کسی نہ کسی طرح خبر پہنچا دیتے تھے کہ فلاں گھر کے اندر ایک نئی کلی نے چٹکنا شروع کیا ہے اور شہباز خان پہلی فرصت میں اس کلی کو پھول بنانے کے منصوبے بنانا شروع کر دیتا۔ اسے اپنے ارادوں میں کبھی ناکامی کا منہ نہیں دیکھنا پڑتا تھا۔ جو رکاوٹ درمیان میں آتی اسے شہباز کے گرگے ٹھوکر مار کر دور کر دیا کرتے تھے۔

شہباز خان کا نام اور کام زور شور سے چل رہا تھا۔ والد صاحب کی جاگیر کے قریب ہی وہ ایک گاؤں میں دو کمروں کے مکان میں تنہا رہتا تھا۔ اس کے بزرگوں یا عزیز رشتے داروں کے بارے میں کسی کو کوئی خبر نہ تھی۔ ایک دو بار کچھ لوگوں نے اس سے دریافت کرنے کی کوشش کی تھی لیکن شہباز نے ہر بار مونچھوں پر تاؤ دے کر ایک ہی جواب دیا۔ "میں آسمان سے

اوروں کے ساتھ ٹھیکا تھا۔ میرے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔ لوگوں نے اس کے بارے میں عجیب و غریب باتیں مشہور کر رکھی تھیں مگر شہباز نے ان باتوں کا کوئی نوٹس نہیں لیا اس لیے کہ یہی باتیں اس کے لیے فائدہ مند ثابت ہوئی تھیں۔ لوگ اس سے خائف رہنے لگے تھے اور ان کا یہی خوف شہباز کے لیے علاقے میں اور علاقے کے باہر قدم جمانے میں بڑا کارآمد ثابت ہوا پھر جب اس نے ایک بار دشمنوں کو زیر کر لیا تو راوی نے اس کے حق میں چین لکھنا شروع کر دیا تھا۔

ڈیوٹی سے فراغت پانے کے بعد شام کو شہباز خان اپنے کچے پکے مکان کے سامنے کھلے میدان میں اپنی محفل جماتا تھا۔ اس کی محفل میں اس کے گرگوں کے علاوہ اکثر دوسرے علاقے کے افراد اور پولیس کے نچلے طبقے کے کارندے بھی نظر آتے۔ شہباز کچے کنوئیں کے قریب نیم کے درخت کے نیچے اپنی چارپائی پر لیٹا کارندوں کی رپورٹ اور کارگزاری سنتا رہتا اور وہیں ہاتھ کے ہاتھ فیصلے بھی جاری کرتا رہتا۔ اس کے اندر بلا کی ذہانت اور چالاکی موجود تھی۔ ذاتی طور پر وہ صرف چار جماعتیں پڑھا ہوا تھا لیکن جب باتیں کرتا تھا تو یوں محسوس ہوتا تھا جیسے عالم فاضل اور منشی فاضل کے تمام امتحانات پاس کر رکھے ہیں۔ قدوقامت جسامت اور خدوخال کے اعتبار سے بھی وہ ببر شیر لگتا تھا۔ بڑے بڑے بال اور گھنیری مونچھوں نے اس کی شخصیت کو اور رعب دار بنا دیا تھا لیکن زندگی کے ایک ہی انقلاب نے اس کی کایا پلٹ کر رکھ دی۔

یہ ان دنوں کی بات تھی جب شہباز خان کے نام کا سکہ نصف النہار پر چمک رہا تھا۔ اس روز وہ اچھی خاصی ترنگ میں بیٹھا تھا جب ایک گرگے نے موقع پا کر اس کے کانوں میں رامو کمہار کی اکلوتی لڑکی کا نام پھونک دیا جو جوانی کی سرحد میں قدم رکھ چکی تھی۔ شہباز ایک دو بار پہلے بھی بندیا کا نام سن چکا تھا وہ کسی نیچی ذات پر ہاتھ ڈالنا مناسب نہیں سمجھتا تھا مگر اس روز شہباز کے خاص گرگے نے کچھ ایسے لذیذ انداز میں ہونٹ کاٹ کاٹ کر بندیا کا ذکر کیا کہ شہباز کا نشہ دو آتشہ ہو گیا۔ اس نے اسی وقت فیصلہ کر لیا کہ بندیا بھی اس کی آغوش میں ضرور چہکے گی اور پھر ویسے بھی چڑھتی جوانی کی کوئی ذات پات نہیں ہوتی، جوانی صرف جوانی ہوتی ہے وہ اگر سرکش بھی ہو تو اسے زیر کرنے میں زیادہ لطف آتا ہے۔

شہباز نے اسی گرگے کو حکم دیا کہ وہ دو تین آدمیوں کے ساتھ رات کا اندھیرا پھیلتے ہی جائے اور چپ چپاتے بندیا کو اٹھا لائے۔ گرگے نے فوراً ہی ہامی بھر لی اس لیے کہ وہ رامو کمہار کا مقروض تھا اور لین دین کے معاملے میں رامو سے کئی بار دوسروں کے سامنے ذلیل بھی کر چکا تھا چنانچہ اس نے رامو سے اپنا انتقام لینے کی خاطر شہباز کے کان بندیا کی اٹھتی جوانی کے ذکر سے بھر دیئے تھے۔

شہباز کا اشارہ پا کر اس شخص کی آنکھیں چمک اٹھیں۔ اسی رات وہ دو آدمیوں کے ساتھ رامو کے گھر جا پہنچا اور بندیا کو اٹھا لایا۔ رامو نے مزاحمت کی کوشش کی تو پوری قوت سے ایک لٹھ اس کے سر پر پڑا اور وہ ہمیشہ کے لیے چپ اختیار کر کے اپنے کچے آنگن کے فرش پر ڈھیر ہو گیا۔ بندیا کے منہ میں کپڑا ٹھونس کر ڈھاٹا باندھ دیا گیا تھا۔ کام اس قدر ہوشیاری اور خاموشی سے کیا گیا کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوئی اور بندیا کو شہباز خان کے کمرے میں لا ڈالا گیا۔ شہباز نے بندیا کو دیکھا تو پھڑک اٹھا۔ اس نے اپنے آدمیوں کو انعام دے کر رخصت کیا پھر کمرے کی کنڈی چڑھا کر دوبارہ مونڈھے پر بیٹھ کر دارو کی چسکی لگانے لگا۔ اس کی نظریں بندیا کے حسین سراپا پر جمی ہوئی تھیں جو اس کے سامنے فرش پر بندھی پڑی تھی لیکن بڑی حقارت بھری نظروں سے شہباز کو گھور رہی تھی۔

شہباز خان مدہوش ہو کر اٹھا اور اس نے بندیا کو بندش کی قید سے آزاد کر دیا پھر اس کے منہ سے کپڑا بھی نکال پھینکا۔ وہ شہباز خان کے جسمانی پھیلاؤ کو سہمی سہمی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ شیر اور بکری کا کوئی مقابلہ نہیں تھا اس لیے بندیا کی آنکھوں میں حقارت کے بجائے رحم کی درخواست چھلکنے لگی۔ اس نے شہباز خان کے آگے ہاتھ جوڑ کر خود کو محفوظ رکھنے کی کوشش کی اسے دیوی دیوتاؤں کے نام پر خطرناک ارادے سے باز رکھنے کے لیے منت سماجت کرنے لگی۔ شہباز خان مونچھوں پر تاؤ دیتا اور بندیا کو عجیب سی نظروں سے گھورتا آگے بڑھا تو بندیا نے اسے خدا اور رسولؐ کا واسطہ بھی دیا لیکن شہباز خان ایسے خوب صورت موقعوں پر گونگا اور بہرہ ہو جانے کا عادی تھا۔ وہ آہستہ آہستہ لڑکھڑاتے قدموں سے آگے بڑھتا رہا۔

بندیا خوف زدہ انداز میں پیچھے ہٹتی رہی ہاتھ جوڑ جوڑ کر التجا کرتی رہی۔ خوف و دہشت نے اس کے چہرے پر خون کی تازگی بڑھا دی تھی۔ اس کا تنفس بے ترتیب ہو رہا تھا لیکن اسی بے ترتیبی نے اس کے حسن کو چار چاند لگا دیئے تھے۔ وہ پھٹی پھٹی نظروں سے شہباز کو دیکھتی رہی پھر اس کا دل اچھل کر حلق میں آ گیا۔ وہ دیوار سے ٹکرا کر رک گئی تھی۔ پیچھے جانے کا راستہ ختم ہو گیا تھا۔ آگے اس کی بربادی نشے میں جھومتی لڑکھڑاتی آہستہ آہستہ اس کی جانب بڑھ رہی تھی۔ اچانک بندیا نے ایک اہم فیصلہ کر لیا۔ وہ مر جائے گی لیکن اپنی عزت کو کسی رندہ

سکا تھا نہیں بٹنے دے گی۔"

شہباز خان نے قریب پہنچ کر اسے اپنے ہاتھوں کے آہنی حصار میں سمیٹنے کی کوشش کی تو بندیا بڑی تیزی سے جھکائی دے کر دروازے کی جانب بھاگی۔ شہباز نے اسے پکڑنے کے لیے دوڑنے بھاگنے کی زحمت گوارا نہیں کی، قہقہہ لگانا شروع کر دیا تھا۔ بندیا سے پہلے دوسری لڑکیوں نے بھی فرار کی راہ اختیار کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کامیاب نہیں ہو سکی تھیں۔ شہباز جب اندر شکار کر رہا ہوتا تو اس کے دو خاص آدمی باہر پہرہ دیتے رہتے اور فرار ہونے کے ارادے سے باہر بھاگنے والی لڑکیوں کو دوبارہ پکڑ کر اندر ان کی قربان گاہ میں پہنچا دیا کرتے تھے۔ شہباز کو یقین تھا کہ بندیا بھی بچ کر نہیں جائے گی چند لمحوں میں اس کے وفادار اور تجربہ کار ساتھی اسے بے بس کر کے دوبارہ اس کے قدموں میں لا ڈالیں گے۔ اسی خیال کے تحت اس نے قہقہہ لگانا شروع کر دیا پھر آگے بڑھ کر دارو کا گلاس بھرنے لگا۔ وہ بندیا کو حاصل کرنے سے پیشتر پوری طرح نشے میں ڈوب جانا چاہتا تھا لیکن دو گھڑی کے بعد ہی شہباز خان کا سارا نشہ ہرن ہو گیا۔ اس کے دونوں ساتھی گھبرائے ہوئے اندر داخل ہوئے پھر انھوں نے خبر دی کہ بندیا نے ان کے گھیرے سے بچنے کے لیے پچھلے کنوئیں میں چھلانگ لگا دی ہے۔

دارو کا گلاس شہباز خان کے ہاتھوں سے نیچے گر گیا۔ اس نے باہر جا کر بندیا کو کنوئیں سے باہر نکلوایا لیکن وہ اس کی دسترس سے بہت دور جا چکی تھی اس نے مر کر شہباز خان کو اتنی کھری اور اذیت ناک شکست دی تھی کہ شہباز خان تلملا کر رہ گیا۔ اس کے گرگوں نے راتوں رات بندیا اور رامو کی لاشوں کو اس طرح ٹھکانے لگا دیا کہ ان کا سراغ پانا مشکل تھا لیکن شہباز خان۔ وہ مہینوں بندیا کی دی ہوئی شکست کے احساس سے چھٹکارا نہ پا سکا۔ اس کے کانوں میں ہر وقت بندیا کی آہ و زاری گونجتی رہتی جسے وہ ہیچ ذات سمجھ رہا تھا اس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی خاطر اپنی موت کو گلے لگا کر شہباز خان کی تنی ہوئی گردن پر ایسی کاری ضرب لگائی تھی کہ وہ بلبلا اٹھا اور پھر۔ پھر شہباز خان کے اندر سویا ہوا انسان جاگ اٹھا۔ اس نے ایکسائز کی ملازمت سے استعفیٰ دے دیا، کچھ دنوں بیکار رہا پھر اس نے والد صاحب کے ہاں ملازمت اختیار کر لی۔ ملازمت کی درخواست کرنے سے پیشتر اس نے والد صاحب کے سامنے اپنا پورا ماضی کھول کر رکھ دیا تھا وہ اپنے ماضی پر شرمندہ تھا۔ وہ عزت کی زندگی گزار کر اپنے گناہوں کے بوجھ کو کچھ ہلکا کرنا چاہتا تھا چنانچہ والد صاحب نے اسے مایوس نہیں کیا اور ملازم رکھ لیا۔

شروع شروع میں والد صاحب اس کی طرف سے محتاط رہے اس کی ایک ایک نقل و حرکت پر کڑی نگرانی رکھی گئی لیکن وقت نے یہ ثابت کر دیا کہ شہباز خان نے خود کو یکسر بدل دیا ہے اور باقاعدہ نماز روزہ شروع کر دیا ہے، والد صاحب کا اعتماد بحال ہوا تو انھوں نے شہباز خان کو ترقی دینی شروع کر دی۔ اسے صرف دیوان جی کے نام سے یاد کیا جاتا تھا اس لیے کہ شہباز خان کو اس نے خود اپنے ہاتھوں سے مار کر دفن کر دیا تھا اور صرف دیوان جی رہ گیا تھا۔ دیوان جی جسے میں نے پوری جاگیر کی ذمے داری سونپ رکھی تھی۔

آنند کمار اور پنڈت اوم پرکاش کے سلسلے میں بھی دیوان جی نے مجھے اطلاع دی تھی پھر شاید اس نے ہمارے درمیان ہونے والی گفتگو بھی سن لی تھی وہ اس بات کو بھی محسوس کر لیا تھا کہ میں کیلاش اور حبیب والی دعوت کے بعد سے بہت زیادہ محتاط ہو گیا ہوں میں نے لوگوں سے ملنا جلنا بھی بند کر دیا تھا، دعوتوں میں شرکت سے بھی کترانے لگا تھا سو وہ روز تک وہ نظریں جھکائے خاموشی سے سب کچھ دیکھتا رہا۔ تیسرے روز میں صبح کے وقت باغ میں چہل قدمی کر رہا تھا کہ وہ اچانک میرے پاس آ گیا اور ہاتھ باندھ کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔

"کہیے دیوان جی! کوئی خاص کام ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"چھوٹے سرکار! مجھے آپ سے چند ضروری باتیں کرنی ہیں۔" اس نے قدرے تامل سے کہا۔

"جاگیر کا کوئی معاملہ ہے؟" میں نے پوچھا۔

"جی نہیں۔" اس کا جواب بڑا مختصر اور نامکمل تھا۔

"کچھ پیسوں کی ضرورت تو نہیں درپیش آ گئی ہے؟" میں نے اصل بات معلوم کرنے کی خاطر قیاس آرائی شروع کر دی۔

"آپ کا دیا میرے پاس بہت کچھ ہے چھوٹے سرکار!" دیوان جی بولے۔ "مالک کا کرم ہے جو اس نے آپ لوگوں کے سائے تلے مجھے عزت دی ہے۔"

"کیا مجھ سے کوئی شکایت ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"میری اتنی کہاں مجال کہ ایسی گستاخ نگاہیں اونچی کر سکوں۔" دیوان جی نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "مجھے کوئی شکایت نہیں چھوٹے سرکار لیکن۔ لیکن....."

"لیکن کیا دیوان جی؟" میں نے قدرے الجھتے ہوئے کہا۔ "آپ جو کچھ کہنا چاہتے ہیں کہہ ڈالیے۔"

"چھوٹے سرکار!" دیوان جی نے پہلی بار مجھ سے نظریں ملاتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ اب اس جاگیر اور حویلی کو میری خدمات

fsurdu.blogspot.com

کی ضرورت نہیں رہی۔ میں آپ سے رخصت لینے آیا ہوں۔"

"دیوان جی!" میں چونکتے ہوئے بولا۔ "یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟ آپ کو کس بات سے یہ احساس ہوا کہ مجھے یا جاگیر کو آپ کی ضرورت نہیں رہی کہیں کیلاش یا حبیب کی کسی بات سے تو آپ کی دل شکنی نہیں ہوئی؟ اگر ایسی بات ہے تو میں......"

"خدا کے لیے چھوٹے سرکار اس کے آگے کچھ کہہ کر مجھے شرمندہ نہ کیجیے گا۔" دیوان جی نے ہاتھ باندھتے ہوئے تیزی سے کہا۔

"کچھ پتہ تو چلے۔ آخر بات کیا ہے؟" میں نے نرمی سے دریافت کیا۔

"دراصل مجھ سے ایک غلطی سرزد ہو گئی ہے۔" دیوان جی نظریں جھکا کر بولے۔ "میں اسی کی تلافی کرنا چاہتا ہوں۔"

"کھل کر بات کیجیے دیوان جی! میں ابھی تک کچھ نہیں سمجھ سکا۔" میں نے وضاحت طلب نظروں سے پوچھا۔

"دعوت والے روز میں نے آپ کی اور ڈپٹی کمشنر آنند کمار کی باتیں سن لی تھیں۔" دیوان جی سنجیدگی سے بولے۔

"اوہ۔" میں نے مسکراتے ہوئے بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "تو یہ بات ہے۔"

"یہ بات اتنی معمولی نہیں ہے چھوٹے سرکار!" دیوان جی نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "ہماری خاموشی ہمارے دشمنوں کو اور اچھلنے کودنے کا موقع فراہم کرے گی۔ آپ ان پنڈت پجاریوں کو مجھ سے زیادہ نہیں جانتے، اگر ابھی سے ان کی گوشمالی نہ کی گئی تو یہ ہمارا جینا حرام کر دیں گے۔ آپ کا ان لوگوں کے منہ لگنا ٹھیک نہیں ہوگا لیکن میں خوب جانتا ہوں کہ ایسے لوگوں سے کس زبان میں بات کی جاتی ہے۔"

"والد صاحب نے مجھے آپ کے بارے میں سب کچھ بتا دیا تھا دیوان جی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کی وفاداری کی قدر کرتا ہوں مگر آپ یہ کیوں بھول رہے ہیں کہ میں بیرسٹر بھی ہوں۔ اگر آنند کمار نے کسی حماقت کا ثبوت دیا تو میں اس کے دانت کھٹے کر دوں گا۔"

"ایسے معاملات قانون یا کورٹ کچہری کے ذریعے نہیں سلجھائے جاتے چھوٹے سرکار۔" دیوان جی نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "میں یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ آنند کمار نے صرف اپنی حیثیت کی آڑ لے کر آپ کو ڈرانے دھمکانے کی کوشش کی تھی لیکن ان پنڈت پجاریوں کا چکر کچھ اور ہی ہوتا ہے۔ ہمیشہ حبیب کو اندھیرے میں پیچھے سے وار کرتے ہیں اور وہ بھی جنتر منتروں کا۔ اوپر سے جتنے بگلا بھگت نظر آتے ہیں اندر سے اتنے ہی سیاہ اور کالے ہوتے ہیں۔"

"آپ کے خیال میں ہمیں پنڈت ادم پرکاش کے ساتھ کیا برتاؤ اختیار کرنا چاہیے؟" میں نے دیوان جی سے سوال کیا۔

"اس سے پہلے کہ وہ کوئی شرارت کرے ہمیں اسے جتا دینا چاہیے کہ ہم نے بھی ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔" دیوان جی بولے۔ "آپ مجھے حکم دیں! میں پنڈت جی کو ایسی زبان میں سمجھا دوں گا کہ وہ دوبارہ حویلی کی طرف نظر اٹھانے کی جرأت بھی نہیں کریں گے۔"

"ابھی اس کی ضرورت نہیں ہے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ہاں اگر ان کی طرف سے کوئی بات ہوئی تو پھر دیکھا جائے گا۔"

دیوان جی تھوڑی دیر تک مجھے پنڈت پجاریوں کے بارے میں اپنے تجربات سے نوازتے رہے پھر میرے سمجھانے پر یہ وعدہ لینے کے بعد واپس ہوئے کہ اگر دوسری جانب سے کوئی کارروائی شروع ہوئی تو وہ بھی خاموش نہیں رہیں گے۔ اسی رات جب میں کھانے سے فارغ ہو کر درخشاں کے ساتھ اپنی خوابگاہ میں جا رہا تھا کیلاش نے مجھے روک لیا۔ اس نے کہا تھا کہ وہ مجھ سے اسپتال کے سلسلے میں کچھ اہم اور ضروری باتیں کرنا چاہتا ہے۔ میں درخشاں کو خوابگاہ تک چھوڑ کر کیلاش کے ساتھ اس کے کمرے میں آ گیا۔ کیلاش خلافِ توقع کچھ زیادہ ہی سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میں آرام کرسی پر بیٹھ گیا تو اس نے بغیر کسی تمہید کے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جمال! میں چاہتا ہوں کہ تم بھابی کو ساتھ لے کر کچھ دنوں کے لیے حسین آباد سے کہیں دور چلے جاؤ۔"

"خیریت؟" میں نے چونکتے ہوئے کیلاش کو دیکھا۔ "کیا اس وقت تم نے مجھے صرف یہی مشورہ دینے کے لیے بلایا تھا؟"

"ہاں۔" کیلاش بولا۔ "شادی کے بعد تمہیں ہنی مون منانے کے لیے دور دراز علاقوں کا تفریحی سفر اختیار کرنا چاہیے اور تم ہو کہ حویلی میں گھس کر بیٹھ گئے ہو۔ جگران نے تمہیں سب کچھ دے رکھا ہے۔ میری مانو تو کل ہی کسی پہاڑی علاقے کی طرف نکل جاؤ۔" کیلاش نے اچانک مسکراتے ہوئے کہا۔ "یہی دن تو سیر و تفریح کے ہوتے ہیں۔ بچے پیدا ہونے شروع ہو جائیں تو پھر گھومنے پھرنے کا مزہ کرکرا ہو جاتا ہے۔"

"یہ مشورہ تم مجھے پہلے بھی دے سکتے تھے۔" میں نے کیلاش کو بغور دیکھتے ہوئے کہا۔ "سچ بتاؤ۔ کیا کوئی خاص بات ہے؟"

"تم تو بلاوجہ ہر بات کے پیچھے ادھیڑنے بیٹھ جاتے ہو۔" کیلاش نے دوستانہ لہجے میں جواب دیا۔ "میں تمہیں تفریح کے لیے کسی پر فضا مقام پر جانے کا مشورہ دے رہا ہوں۔ رام پر نہیں بھیج رہا جو تمہاری جان نکل جا رہی ہے۔"

"محاذِ جنگ پر ڈٹے رہنا ہی مردانگی کی دلیل ہے۔ دشمن کو پشت دکھا کر بھاگنے والے بزدل کہلاتے ہیں۔" میں مسکرا کر بولا۔

"بہت خوب۔" کیلاش نے تالی بجاتے ہوئے کہا۔ "تم نے غالباً لکھنے لکھانے کا کام پھر شروع کر دیا ہے۔"

"تمہارے خیال میں سیر و تفریح کے لیے کون سا پہاڑی مقام زیادہ مناسب رہے گا؟" میں نے کیلاش کی باتوں کو محسوس کرتے ہوئے پوچھا۔ میں جان رہا تھا کہ وہ مجھے حسین آباد سے دور جانے کا مشورہ کیوں دے رہا ہے۔ شاید اسے بھی حالات کا علم ہو گیا تھا یا پھر اس نے محسوس کر لیا تھا کہ اگر میں حسین آباد میں رہا تو مجھے زیادہ خطرہ پیش آ سکتا ہے۔

"نینی تال چلے جاؤ۔" وہ بے پروائی سے بولا۔ "آج کل سیزن بھی ہے اور وہاں میرے واقف کاروں کے دو ایک رہائشی مکان بھی ہیں۔ تمہیں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی اور ہنی مون بھی شان دار رہے گا۔"

"فساد کی آگ جب پھیلتی ہے کیلاش تو صرف میدانی علاقوں تک محدود نہیں رہتی، صحرا اور پہاڑ بھی اس کی زد میں آجاتے ہیں۔" میں نے کیلاش کو معنی خیز نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "یہ بتاؤ، تم نے کیا سنا ہے؟"

"کیا سنا ہے!" کیلاش نے حیرت سے پلکیں جھپکاتے ہوئے کہا۔ "یہ اچانک تمہاری کھوپڑی پر بقراط کہاں سے سوار ہو گیا؟ کیا بے پر کی اڑا رہے ہو؟"

"بے پر کی نہیں، بڑے پتے کی بات پوچھ رہا ہوں۔" میں نے سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ "یہ بتاؤ کہ پنڈت.... ادم پرکاش نے تم سے کیا باتیں کی ہیں؟"

"اوہ۔" کیلاش یک لخت سنجیدہ ہو گیا۔ "گویا تمہیں بھی تمام باتوں کی خبر ہو گئی ہے۔"

"مجھے اسی روز خبر ہو گئی تھی میرے دوست جس دن آنند کمار اور پنڈت ادم پرکاش تمہاری دعوت میں آکر یہاں براجمان ہوئے تھے۔"

"کیا ادم پرکاش نے براہِ راست بھی تم سے کچھ کہا تھا؟" کیلاش نے چونکتے ہوئے سوال کیا تو میں سمجھ گیا کہ اسے دعوت والے روز کی باتوں کا علم نہیں ہے۔ وہ میرا دوست تھا، میرے ساتھ ایک ہی چھت کے نیچے رہتا تھا۔ میں نے اس سے کچھ چھپانا مناسب نہیں سمجھا اور آنند کمار سے اپنی تمام گفتگو شروع سے آخر تک دہراتا چلا گیا۔ کیلاش میری باتوں کو بہت غور سے سن رہا تھا۔ اس کے چہرے پر خون کی گردش ہر لمحہ تیز ہوتی جا رہی تھی جب وہ تمام روداد سن چکا تو اٹھ کر دبیز قالین پر ٹہلنے لگا۔ اس کے چہرے پر الجھن اور غصے کے ملے جلے تاثرات نظر آ رہے تھے۔ میں اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو بغور تکتا رہا، اچانک کیلاش ٹہلتے ٹہلتے رک گیا۔

"جمال! تمہیں ابھی پوری طرح حالات کا اندازہ نہیں ہے۔" اس نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "پنڈت ادم پرکاش اور اس کے چیلے تمہارے ساتھ بڑے پیمانے پر محاذ آرائی کا منصوبہ بنا رہے ہیں۔"

"کیا چاہتے ہیں وہ مجھ سے؟" میں نے سپاٹ آواز میں پوچھا۔

"وہ کاجل کی واپسی چاہتے ہیں۔"

"کاجل نہیں۔ درخشاں۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا پھر بولا۔ "تمہارا کیا مشورہ ہے؟"

"تم نے کیا اندازہ لگایا ہے میرے بارے میں؟" اچانک کیلاش نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بے حد سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا میں اتنا نیچ ہو سکتا ہوں کہ تم کو بھابی کی واپسی کا مشورہ دوں گا؟"

"میں نے......"

"نہیں۔" اس نے بڑے کرب میں ڈوبے لہجے میں میری بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "پہلے میرے سوال کا جواب دو۔ کیا تم

آپ کا ریڈیو اور ٹی وی خراب بھی ہو سکتا ہے — ریڈیو اور ٹی وی رکھنے والے کیوں کہ ان کی تکنیک سے واقف نہیں ہوتے اس لئے پریشان رہتے ہیں — اور معمولی معمولی خرابیوں کے لئے بہت زیادہ پیسہ بھی خرچ کر دیتے ہیں۔

ٹی وی کی تصاویر عموماً انٹینا کے ٹیڑھا ہونے سے خراب ہوتی ہیں جو ہر شخص خود درست کر سکتا ہے — ریڈیو اور ٹی وی پر جدید ٹیکنالوجی کی بہترین کتابیں۔

ریڈیو گائیڈ	۳۰/= روپے
ٹی وی ریپیئر گائیڈ	۱۵/= روپے
کلر ٹی وی گائیڈ	پینتیس روپے

دوستی کے مقدس رشتوں کو ذات پات سے کمتر سمجھتے ہو؟ کیا اس دھرتی پہ پیار و محبت اور دوستی سے زیادہ بھی کوئی انمول شے موجود ہے؟"

"مجھے غلط مت سمجھو کیلاشں۔" میں نے جلدی سے کہا "میں نے صرف تم سے مشورہ طلب کیا تھا۔"

"میں تمھارا دوست ہوں۔" کیلاشں جھلاتے ہوئے بولا۔ "ایک ڈاکٹر ہوں اور سرجن بھی ہوں۔ میرے ہاتھوں میں مریضوں کی زندگیاں ہوتی ہیں۔ ان مریضوں میں ہر رنگ، ونسل اور ذات پات کے لوگ ہوتے ہیں لیکن جانتے ہو ایک ڈاکٹر کا دھرم کیا ہوتا ہے۔ مریض کی سچے دل سے سیوا کرنا اور اسے زندگی کی خوشیوں سے ہمکنار کرنا۔ جو ایسا نہیں کرتے وہ انسان نہیں درندے ہوتے ہیں۔ راکشس ہوتے ہیں اور میں۔ میں تو تمھارا دوست ہوں۔"

"اگر میری کسی بات سے تمھیں دکھ پہنچا ہے تو میں معافی چاہتا ہوں لیکن حالات نے میرا ذہن بری طرح الجھا رکھا ہے۔" میں نے کیلاشں کے خلوص کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میری جگہ تم ہوتے تو شاید تم بھی گھبرا جاتے۔"

"تم نے کیا سوچا ہے؟"

"میں اپنی خوشیوں کو اتنی آسانی سے غموں کے حوالے نہیں کروں گا۔" میں نے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "میں اپنے دشمنوں سے ڈٹ کر مقابلہ کروں گا۔ میں آنند کمار کو بتاؤں گا کہ میرے مقابلے میں اس کی کیا حیثیت ہے۔ پنڈت اوم پرکاشں نے اگر دھرم کرم کا چکر چلایا تو میں اسے بھی دیکھ لوں گا۔ میں نے اب تک بہت برداشت کیا لیکن اب — زندگی میں پہلی بار میں نے سکون کا سانس لینے کی کوشش کی ہے تو وہ میرا سکون برباد کر دینا چاہتے ہیں مگر خدا کی قسم میرے دوست! انھوں نے اقبال اصغر کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔ بات اگر صرف میری اپنی خوشیوں کی ہوتی تو شاید میں دامن بچا کر کترا کر نکل جاتا۔ اس کے سامنے گھٹنے ٹیک دیتا لیکن درخشاں کی خوشیاں مجھے اپنی زندگی سے بھی زیادہ عزیز ہیں اس لیے جو ہاتھ اس کی خوشیوں کی طرف بڑھیں گے کاٹ دیے جائیں گے۔ جس گندی اور ناپاک زبان پہ درخشاں کا مقدس نام آئے گا میں اس زبان کو گدی سے گھسیٹ کر اپنے جوتے تلے مسل ڈالوں گا۔ میں آخری سانسوں تک ان کے مقابلے پر ڈٹا رہوں گا۔"

میں جذبات کی رو میں بہتا رہا۔ کیلاشں خاموشی سے میری باتیں سنتا رہا پھر میں خاموش ہوا تو وہ بولا۔

"پنڈت اوم پرکاشں آج میرے پاس اسپتال آیا تھا گروجی اور پاس پڑوس کے علاقوں میں وہ سب سے بڑا پنڈت مانا جاتا ہے۔ وہ مجھے سمجھانے کی کوشش کر رہا تھا کہ میں کسی طرح درخشاں بھابی کو پریم ناتھ جی کے پاس جانے کے لیے تیار کر لوں۔"

"تم نے کیا جواب دیا؟"

"میں نے اوم پرکاشں کو باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ کاجل اپنی مرضی سے مسلمان ہوئی ہے اور کسی قیمت پہ وہ اپنے باپ کے گھر واپس جانے پہ تیار نہ ہوگی۔"

"پھر؟"

"پھر کیا۔ وہ مجھے یہ دھمکی دے کر چلا گیا کہ اگر گھی سیدھی انگلیوں سے نہ نکلا تو وہ دوسرا طریقہ اختیار کریں گے۔"

"اور تم اسی لیے مجھے حسین آباد سے دور چلے جانے کا مشورہ دے رہے تھے۔" میں زہر خند سے بولا۔ "ان باتوں سے کچھ حاصل نہ ہوگا کیلاشں! اگر پنڈت اوم پرکاشں اور پریم ناتھ نے مجھ سے دشمنی کی ٹھان لی ہے تو پھر میں بھی خاموش نہیں رہوں گا۔"

"میں تمھارے ساتھ ہوں میرے دوست لیکن تمھیں شاید ان کی طاقت کا اندازہ نہیں۔" کیلاشں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر میری نگاہوں میں ابھرنے والی نفرت اور حقارت کو محسوس کرتے ہوئے تیزی سے بولا۔ "میری بات سمجھنے کی کوشش کرو جمال! عزت کی خاطر ایک شخص جان ہتھیلی پہ رکھ کر دس آدمیوں سے مقابلہ کر سکتا ہے لیکن مادیت اور گندی ذہنیت جہاں موجود ہوں وہاں انسان بے بس اور مجبور ہو کر رہ جاتا ہے۔"

"مایوسی میرے مذہب میں حرام ہے کیلاشں!" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "قدرت نے ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ بھی پیدا کیا ہے۔"

پھر میں کچھ دیر بعد واپس اپنی خواب گاہ میں آ گیا جہاں درخشاں میری منتظر تھی۔ میں نے اپنے ہونٹوں پہ مسکراہٹیں سجا لیں تاکہ وہ میرے اندر کا راز نہ بھانپ سکے۔ میں اسے باہر کی سازشوں سے لاعلم رکھنا چاہتا تھا اس لیے کہ اس نے میری اجاڑ زندگی کو بڑی قربانیاں دے کر آباد کیا تھا۔ میری کایا پلٹ دی تھی۔ اس نے ہر شے کو نئے سرے سے آراستہ کیا تھا۔ ہر چیز کو نئی ترتیب دی تھی۔ اس نے ہر شخص کو اپنا گرویدہ بنا لیا تھا میرے علاوہ حویلی کے تمام ملازمین بھی اس کے اشاروں پہ جان دینے کے لیے تیار رہتے تھے۔ وہ آزاد پنچھی کی طرح حویلی میں اڑتی پھرتی اور میں اسے دیکھ دیکھ کر خوش ہوتا۔ دن بھر ہم ایک ساتھ مل کر تمام کام انجام دیتے۔ شام کو سورج غروب ہوتا تو میں اور کیلاشں

fsurdu.blogspot.com

کے ساتھ خوش گپیاں ہوتیں پھر ہم سب کو رخصت کر کے اپنی خواب گاہ میں آجاتے۔

اس وقت بھی میں کیلاش کے پاس سے اٹھ کر خواب گاہ میں داخل ہوا تو درخشاں نے مسکرا کر خندہ پیشانی سے میرا استقبال کیا تھا۔

کیلاش سے ہونے والی خشک گفتگو نے میرا سارا موڈ چوپٹ کر دیا تھا لیکن درخشاں کی ایک ادا، ایک مسکراہٹ نے میرے وجود کو جو فرحت بخشی وہ اپنی مثال آپ تھی۔ اس کی آنکھوں کے اندر چھلکتے خمار کی ایک جھلک نے مجھے بھی مدہوش کر دیا۔

صبح میری آنکھ قدرے دیر سے کھلی۔ میرے ذہن پر رات کیلاش سے ہونے والی گفتگو اور درخشاں کی لازوال محبت کا ملا جلا اثر باقی تھا۔ درخشاں کی آواز دالان سے ابھری تو میں جلدی سے بستر چھوڑ کر غسل خانے میں گھس گیا۔ وہ ملازم سے ناشتے کی میز لگوا رہی تھی۔ میں جلدی جلدی اپنا حلیہ درست کر کے باہر آیا تو وہ کولہے پر ہاتھ ٹکائے میرے سامنے کھڑی ہو گئی۔

"جانتے ہو اس وقت کیا بج رہا ہے؟" اس نے مجھے پیار بھری نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"ساڑھے نو۔" میں نے دیوار پر ٹنگی کلاک کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے نہایت سادگی سے جواب دیا۔

"تیسری بار ناشتے کی میز لگوائی گئی ہے۔" اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آمیز خفگی ابھر آئی۔

"کل سے جلدی اٹھنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے وعدہ کر لیا۔

پھر ہم دونوں ہنستے مسکراتے ناشتے کی میز پر آگئے۔ ناشتے سے فراغت پانے کے بعد درخشاں سلویا سے ملنے کے ارادے سے جانے لگی تو میرا دل دھڑکنے لگا۔ حویلی اور حبیب کے مکان کا درمیانی فاصلہ کچھ اتنا زیادہ بھی نہیں تھا لیکن نہ جانے کیوں میں نہیں چاہتا تھا کہ درخشاں حویلی سے باہر قدم نکالے۔ حالات کے پیش نظر میں ایک ذرا سا بھی خطرہ مول لینے کو تیار نہیں تھا اور کھل کر بھی نہیں بتا سکتا تھا کہ باہر جانے سے دشمن گھات لگائے بیٹھے ہیں۔ ایک دوسرے سے جدا کر دینے کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ میں نے درخشاں کو روکنے کے لیے باتوں میں الجھا لیا۔ میری سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ کس طرح اسے باہر جانے سے منع کروں لیکن پھر قدرت نے میری مشکل حل کر دی۔ سلویا خود ہی کسی کام سے آگئی تو میں نے سکون اور اطمینان کا لمبا سانس لیا۔ پھر ان دونوں کو چھوڑ کر باہر آگیا۔ میرا ذہن بدستور پراگندہ ہو رہا تھا۔ میں سوچ رہا تھا کہ اگر اس وقت سلویا نہ آتی تو درخشاں کو روکنے کے لیے کیا بہانہ تراشتا اور بہانے آخر کب تک تراشے جا سکتے تھے۔ کب تک حالات کی پردہ پوشی کی جا سکتی تھی۔ میں بہت دیر تک انھی خیالوں میں الجھا رہا۔ پھر اچانک میں نے ایک فیصلہ کر لیا۔ اندر جا کر میں نے لباس تبدیل کیا۔ باہر آکر گاڑی نکلوائی اور ڈرائیور کو ڈپٹی کمشنر آفس چلنے کی ہدایت کر کے آرام سے سیٹ کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں۔

وقت اور حالات نے میری شریانوں میں دوڑتے لہو کی گردش اچانک ہی تیز کر دی تھی۔ پریم ناتھ کی جانب سے مجھے پریشان کرنے کی ابتدا ہو چکی تھی۔ میں خون کا گھونٹ پی کر صبر کر گیا تھا۔ میں آنند کمار سے اچھی طرح واقف تھا۔ خوب جانتا تھا کہ وہ کس قماش اور کس کینڈے کا آفیسر ہے۔ اس کی شخصیت اس کی حیثیت کے مقابلے میں بڑی گھٹیا تھی۔ اس کی ترقی کا راز اس کی ذاتی اہلیت نہیں، اس کی بیوی تھی جو نہایت بے باک اور موڈرن واقع ہوئی تھی۔ آنند کمار نے ترقی کے جتنے مدارج طے کیے تھے وہ سب اس کی بیوی کماری نرملا کی بدولت تھے۔ نرملا سے شادی سے پہلے آنند کمار صرف پولیس انسپکٹر تھا لیکن نرملا اس کی زندگی میں لکشمی بن کر داخل ہوئی۔ صرف پانچ سال کے مختصر عرصے میں وہ انسپکٹر سے ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک جا پہنچا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اپنے سامنے دوسروں کی کوئی عزت اور وقعت نہیں سمجھتا تھا لیکن مجھے معلوم تھا کہ وہ باہر سے جتنا دلیر اور نڈر نظر آتا ہے، اندر سے اتنا ہی بزدل اور کمزور تھا۔ اسی لیے میں نے اس وقت اچانک اس سے ملاقات کرنے کی ٹھان لی تھی۔ مجھے معلوم تھا کہ وہ درخشاں سے میری شادی کے سلسلے میں کبھی بھی قانونی نوٹس بھیجنے کی حماقت نہیں کرے گا۔ اگر وہ ایسا کرتا تو خود کو گلے گلے جھنور میں پھنسا لیتا۔ میں اسے عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کر کے جتنا ذلیل و رسوا کرتا اسے اس کا احساس پہلے ہی ہو گیا تھا۔ وہ بیرسٹر کی حیثیت سے میری کارکردگی سے بخوبی واقف تھا۔ اسی لیے اس نے دعوت سے جانے کے بعد خاموشی اختیار کر لی تھی لیکن کیلاش سے پنڈت اوم پرکاش کے گندے عزائم معلوم ہو جانے کے بعد میں نے خود پہل کرنے کی ٹھانی تھی۔ میں چاہتا تھا کہ اس طرح کم از کم اپنے دشمنوں کو اس بات کا احساس دلا دوں کہ میں نے ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔ میری خاموشی میرے دشمنوں کے حوصلے بڑھا سکتی تھی چنانچہ میں نے اچانک سامنے آکر ان کے حوصلے پست کر دینے

کا ارادہ کر لیا تھا۔ میں ان کو باور کرانا چاہتا تھا کہ اگر انھوں نے میری جانب ایک اینٹ پھینکی تو میں اس کا جواب میں پتھروں سے دوں گا۔ دنیا نادیدہ اور سفلی قوتوں کا معاملہ تو مجھے اس کے بارے میں زیادہ تجربہ نہیں تھا مگر میں نے اتنا ضرور سن رکھا تھا کہ ان گندی طاقتوں کا مقابلہ بھی گندی ہی طاقتوں سے کیا جا سکتا ہے۔ کم از کم اس وقت تک میرے علم میں یہی بات تھی۔

حسین آباد سے روانہ ہونے کے تقریباً دو گھنٹے بعد میں ڈپٹی کمشنر آفس میں موجود تھا۔ میں نے چپراسی کے ذریعے اپنا وزیٹنگ کارڈ اندر بھجوا دیا۔ میرا خیال تھا کہ آنند کمار مجھے ٹالنے کی کوشش کرے گا یا پھر مجھے اپنے دروازے کے باہر انتظار کروا کے دوسروں پر اپنی برتری کا رعب جمانے کی کوشش ضرور کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا اس نے مجھے فوراً ہی اندر بلوالیا۔ ڈرائیور نے گاڑی کا دروازہ کھولا تو میں نیچے اتر آیا۔ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں میرے کچھ واقف کار بھی موجود تھے جو میرے احترام میں اٹھ کھڑے ہوئے۔ میں گردن کے اشارے سے ان کے سلام کا جواب دیتا اندر پہنچا تو آنند کمار اپنے کمرے میں تنہا نہیں تھا۔ اس کی لکشمی بیوی نرملا بھی وہاں موجود تھی جس نے بڑی گرم جوشی کے ساتھ مسکراتی نظروں سے میرا استقبال کیا۔ مجھے اس بات کا اندازہ لگانے میں دشواری نہیں ہوئی کہ میری فوری طلبی کی اصل وجہ نرملا تھی۔ غالباً آنند کمار سے یہ حماقت سرزد ہو گئی تھی کہ اس نے نرملا کو میرے بارے میں کچھ بتا دیا تھا چنانچہ نرملا مجھے دیکھنے کے لیے بے چین ہو گئی اور اسی کی ایما پر مجھے فوراً طلب کر لیا گیا۔ اگر یہ بات نہ ہوتی تو پھر آنند کمار کے چہرے پر بھی ناگواری کے بجائے پسندیدگی کے تاثرات نمایاں ہونے چاہیے تھے۔ مجھ سے ہاتھ ملاتے وقت بھی آنند کمار نے سرد مہری کا مظاہرہ کیا البتہ نرملا مجھے دلچسپ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میں کرسی پر بیٹھ گیا تو آنند کمار نے اپنی نشست پر کسمساتے ہوئے نہایت سرد اور خشک لہجے میں پوچھا۔

"فرمائیے مسٹر جمال کیسے زحمت کی آپ نے؟"

"میرا خیال ہے کہ میں ناوقت آگیا ہوں۔" میں نے آداب محفل کا لحاظ رکھتے ہوئے جان بوجھ کر نرملا کی سمت دیکھا تو آنند کمار ایک لمحے کو تلملا گیا لیکن پھر فوراً خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔

"یہ میری مسز ہیں۔ مسز کماری نرملا۔" آنند کمار نے کماری پر خاصا زور دیا تھا۔

"خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" میں نے براہ راست نرملا کو مخاطب کیا۔

"مجھے بھی آپ کو دیکھنے کا بڑا شوق تھا۔" نرملا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "آنند اس وقت جلدی میں تھے لیکن میں نے آپ کا کارڈ دیکھ کر آپ کو اندر بلوایا اور سنائیے، آپ نے وکالت کیوں چھوڑ دی؟ میرا مطلب ہے کہ میں نے اخبارات میں گھوش بنرجی کے مقابلے میں آپ کی شاندار جیت کی سرخیاں دیکھی تھیں مگر بعد میں یہ جان کر دکھ ہوا کہ آپ نے اچانک پریکٹس کو ہمیشہ کے لیے ترک کر دیا۔"

"اس وقت حالات کا تقاضا یہی تھا کہ میں اپنا پیشہ ترک کر دیتا لیکن اب۔" میں نے ذرا رک کر کہا۔ "سوچ رہا ہوں کہ دوبارہ پریکٹس شروع کر دوں۔"

"اوہ شیور، شیور۔" نرملا نے بے تکلفی سے کہا پھر معنی خیز لہجے میں بولی۔ "میرا خیال ہے کہ پریکٹس دوبارہ شروع کرنے کا خیال آپ کو شادی کے بعد آیا ہے؟"

"جی ہاں۔" میں نے کرسی پر سنبھلتے ہوئے جواب دیا۔ "ضرورت انسان کو بہت کچھ کر گزرنے پر مجبور کر دیتی ہے۔"

"آپ بڑے دلچسپ اور زندہ دل معلوم ہوتے ہیں۔" نرملا مسکرائی۔

"ذرہ نوازی ہے آپ کی۔" میں نے اخلاقاً کہا پھر یک لخت سنجیدگی سے آنند کمار کو دیکھتے ہوئے بولا۔ "میں اس وقت آپ کو ایک چھوٹی سی زحمت دینے کے ارادے سے حاضر ہوا تھا۔ مجھے اس تحریری شکایت کی ایک نقل درکار ہے جو آپ کی عدالت میں میرے خلاف غالباً پریم ناتھ جی نے پیش کی ہے۔"

"جی۔" آنند کمار اچھل پڑا پھر پہلو بدل کر بولا۔ "میں نے شری مان پریم ناتھ کا نام کب لیا تھا؟"

"خیال ہے میرا۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "نقل ملے گی تو اصل آدمی کی نشان دہی بھی ہو جائے گی۔"

"فی الحال میں نے اس درخواست کے بارے میں کوئی آخری فیصلہ نہیں کیا۔" آنند کمار نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر قانونی کارروائی کی ضرورت محسوس کی تو آپ کو نوٹس دے کر طلب کر لیا جائے گا۔"

"درخواست کی نقل کے بارے میں کیا فیصلہ صادر فرماتے ہیں آپ؟" میں نے نرم لہجے میں دریافت کیا۔ "اگر اس کی ایک کاپی مل جاتی تو میں بھی ذرا جوابی کارروائی کی کچھ تیاری کر لیتا۔"

"ابھی اس شکایت کو باقاعدہ فائل پر نہیں لایا گیا ہے اس لیے نقل کی فراہمی کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔" آنند کمار کی آواز میں افسری موجود تھی۔

"گویا اب تک بے قاعدگی سے کام لیا گیا ہے۔" میں نے

بھرپور اور ٹھوس لہجے میں طنز کیا۔

"مسٹر جمال!" اس بار نرملا نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے پوچھا: "سنا ہے آپ نے کسی ہندو لڑکی سے شادی کر کے اسے مسلمان کر لیا ہے؟"

"پیشے کے اعتبار سے آپ مجھے اس وقت بھی بیرسٹر جمال کہہ سکتی ہیں۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "قانونی باتوں میں الفاظ کا الٹ پھیر خاصی اہمیت رکھتا ہے۔ اس لیے میں آپ کی اطلاع کے لیے تھوڑی سی ترمیم کرنا چاہوں گا۔ میں نے جس لڑکی سے شادی کی ہے وہ پہلے مسلمان ہوئی تھی اس کے بعد میرے نکاح میں آئی ہے۔"

"عورت ہر حال میں عورت ہی رہتی ہے۔ دھرم بدل جانے سے اس کے حسن میں کوئی کمی نہیں آ جاتی۔"

"لیکن کچے شیشوں میں بال ضرور آ جاتا ہے۔" میں نے مسکرا کر آنند کمار پر چوٹ کی۔ "کچھ لوگ اسے اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں اور کچھ لوگ بلاوجہ درمیان میں آ کر پس جاتے ہیں اور اپنی بنی بنائی ساکھ کا ستیاناس کر لیتے ہیں۔"

"آنند کا کہنا ہے کہ اس لڑکی کو زبردستی مسلمان ہونے پر مجبور کیا گیا ہے۔" نرملا نے نہایت سلجھے ہوئے لہجے میں کہا۔ "میں پسند کی شادی کو کوئی عیب نہیں سمجھتی لیکن کسی لڑکی کو مجبور کرنا میرے نزدیک مردانگی نہیں ہے۔"

"میں آپ کے خیال کی قدر کرتا ہوں نرملا دیوی!" میں نے نرملا کی تائید کرتے ہوئے جواب دیا۔ "کبھی تشریف لائیے نا میرے گھر۔ اسی بہانے آپ میری بیوی سے تصدیق کر سکتی ہیں کہ اسے زبردستی مسلمان بنایا گیا ہے یا وہ اپنی مرضی سے مسلمان ہوئی تھی۔"

"ضرور آؤں گی۔" نرملا مسکراتے ہوئے بولی۔ "مجھے ایک کیس میں آپ سے کچھ مشورہ کرنا ہے۔ آپ کی مسز سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔"

"مجھے آپ کے آنے کی دلی مسرت ہوگی۔"

"مسٹر جمال!" نرملا نے کچھ توقف سے کہا۔ "آپ کا کیا خیال ہے کیا محبت کی بھی کوئی ذات پات یا دین دھرم ہوتا ہے؟"

"شادی بیاہ کے معاملات میں یہ باتیں میرے نزدیک فطرت کے سوا کچھ نہیں۔" میں نے کہا۔ "دو دلوں کا ملاپ نہ جانے دنیا والوں کو اتنا برا کیوں لگتا ہے۔"

"جہاں دھرم کی بات آ جائے وہاں لوگ جذباتی بھی ہو جاتے ہیں۔" آنند کمار نے پائپ جلاتے ہوئے کہا۔ "فرقے وارانہ فسادات محض تفریحاً تو نہیں ہوتے۔ ان فسادات اور بلوؤں کے پیچھے کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔"

"میں یہاں آپ سے اتفاق کرتا ہوں لیکن صرف اس حد تک کہ ان فسادات کا محرک نیک نہیں ہوتا۔ جو فساد فرقہ وارانہ ہوتے ہیں ان کے پیچھے یقیناً کچھ گندے عوامل کارفرما ہوتے ہیں۔ کچھ لیے سیاسی یا ذاتی اغراض و مقاصد ہوتے ہیں جو گندے ذہنوں کی پیداوار ہوتے ہیں۔ ان جھگڑے فساد میں بہت سے لوگ اپنا الو بھی سیدھا کر لیتے ہیں۔ کچھ بے موت مارے جاتے ہیں لیکن دونوں ہی صورتوں میں زہر کے بیج دلوں کے اندر بو دیے جاتے ہیں جو رفتہ رفتہ پروان چڑھتے رہتے ہیں۔ میری ہی مثال لے لیجیے۔" میں نے آنند کمار کو گھورتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔ "پریم ناتھ جی خاصے پڑھے لکھے اور سمجھدار آدمی ہیں۔ سفارتی عہدے پر تعینات ہیں۔ اتنی سوجھ بوجھ بھی رکھتے ہیں کہ کاجل کے درخشاں ہو جانے کے بعد وہ قانونی طور پر بے بس ہو گئے ہیں لیکن جس قسم کے اوچھے وار ان کی جانب سے کیے جا رہے ہیں۔ اسے آپ کیا کہیں گے؟"

"کاجل۔" نرملا نے چٹخارہ لیتے ہوئے کہا۔ "ہاؤ سویٹ، کتنا خوب صورت نام ہے۔"

"خود بھی وہ اپنے نام ہی کی طرح خوب صورت ہے۔"

"گریٹ۔" نرملا نے تیزی سے کہا۔ "آپ پہلے آدمی ہیں جس کے منہ سے میں بیوی کی تعریف سن رہی ہوں ورنہ۔" اس نے کنکھیوں سے اپنے شوہر کی جانب دیکھتے ہوئے کہا۔ "بیوی اگر اپنا تن من دھن سب کچھ نچھاور کر دے پھر بھی اس میں کوئی نہ کوئی برائی ضرور تلاش کر لی جاتی ہے۔"

"اپنے اپنے ظرف اور اپنی اپنی سوچ کی بات ہوتی ہے نرملا دیوی۔" میں نے موقعے سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "وقت اور دام نکل جانے کے بعد آنکھیں پھیر لینا تو آج کل کے مردوں کا شیوہ بن چکا ہے۔"

"مسٹر جمال!" آنند کمار نے جلدی سے درمیان میں لقمہ دیتے ہوئے مجھ سے کہا۔ "لوگوں کی سوچ اور ان کے ذہن برابر نہیں ہوتے۔"

"تعلیم یافتہ اور جاہل آدمی کے درمیان بہر حال کوئی نہ کوئی فرق تو ضرور ہونا چاہیے۔" میں سنجیدگی سے بولا۔

"دولت اور شہرت پاس ہو تو انسان کو اپنی عزت کا احساس بھی زیادہ ہوتا ہے۔" آنند کمار نے نہایت بھونڈی مثال دی۔ "ایسا شخص ہر بات کو اپنی انا کا مسئلہ بنا لیتا ہے۔"

"عہدوں کا لالچ بھی اکثر انسانوں کو ان کی سطح سے گرا دیتا ہے۔" میں نے ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔ "ابھی تک کوئی ایسا پیمانہ بھی ایجاد نہیں ہوا جو عزت، شہرت اور دولت کو تول کر اس کا کوئی معیار مقرر کر سکے۔ ممکن ہے ایک فریق جو

اپنے آپ کو دوسرے فریق کے مقابلے میں زیادہ دولت مند اور شہرت یافتہ سمجھتا ہو اس سے کہیں زیادہ کمتر ہو، ایسی صورت میں آپ کیا کہیں گے؟

"میں آپ کے ساتھ بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔" آنند کمار تلملا کر افسرانہ شان پر اتر آیا۔ "بہرحال میرا مشورہ ہے کہ اگر موجودہ معاملے میں آپ ٹھنڈے دل و دماغ سے کام لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"گویا دوسرے لفظوں میں آپ مجھے بحیثیت ڈپٹی کمشنر یہ مشورہ دے رہے ہیں کہ دو کوڑی کے لوگ میرے منہ لگنے کی کوشش کریں اور میں خاموش رہوں۔ مذہب کے نام پر تعصب بازی کرنے والے بازاری لوگ میرا سکون برباد کرنا چاہیں اور میں چپ بیٹھا دیکھتا رہوں۔ مجھ سے طاقت کے نام پہ یہ مطالبہ کیا جائے کہ میں اپنی بیوی کو زبردستی گھر سے دھکے مار کر اس لیے نکال دوں کہ اس کے باپ کو یہ رشتہ پسند نہیں۔" میں یکلخت تیز ہوگیا۔ ڈپٹی کمشنر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر گرج دار آواز میں بولا۔ "اگر کوئی ایسا ہی مطالبہ آپ سے کیا جائے تو آپ کے دل پہ کیا گزرے گی؟"

"میں سمجھی نہیں مسٹر جمال۔" آنند کمار کے بجائے نرملا نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا پریم ناتھ جی یہ چاہتے ہیں کہ آپ اپنی دھرم پتنی کو ان کی خاطر چھوڑ دیں؟"

"جی ہاں۔ دوسری صورت میں عرصہ حیات میرے اوپر تنگ کر دیا جائے گا۔" میں زہریلے ناگ کی طرح بل کھا کر بولا۔ "پریم ناتھ اور اس کے ماتحت افسروں نے غالباً مجھے بزدل سمجھ رکھا ہے۔"

"آئی سی۔" نرملا نے اپنے شوہر کی طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "یہ تو بڑی ناانصافی کی بات ہے آنند۔"

"میں قانونی پوزیشن سمجھ رہا ہوں مسٹر جمال۔" آنند کمار نے پہلی بار غالباً نرملا کی وجہ سے ایک اہم حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے کہا۔ "دنیا کا کوئی قانون کسی بالغ لڑکی کو اس کی مرضی کے خلاف زندگی گزارنے پر مجبور نہیں کر سکتا اور ایسی صورت میں کہ جب اس نے اپنا دھرم بدل کر باقاعدہ شادی بھی کر لی ہو۔"

"کچھ قوانین اور بھی ہیں مسٹر ڈپٹی کمشنر۔" میں نے دانت پیستے ہوئے بے باکی سے کہا۔ "پنڈت پجاریوں کا قانون جو مندروں اور دھرم شالاؤں میں دیوی دیوتاؤں کے نام پر دھرم کی آڑ لے کر وضع کیا جاتا ہے۔ جنتروں اور منتروں کا قانون جو یوتہ مرگ چھالا (پاک صاف کپڑے) پر آسن جما کر دوسروں کو تباہ و برباد کرنے کے لیے ہوتا ہے۔ اور سفلی قوتوں کا قانون جو گندے خونوں کی گندی پیداوار ہوتا ہے لیکن دشمنوں کو موت کے گھاٹ اتار کر دم لیتا ہے۔ آپ جس قانون کی بات کر رہے ہیں مسٹر آنند وہ بھی اندھا ہوتا ہے لیکن پھر بھی ان قوانین سے بہتر ہوتا ہے جن کی مثالیں میں نے دی ہیں مگر آپ کا قانون ان دیکھے قوانین کے خلاف کوئی فرد جرم عائد نہیں کر سکتا اس لیے کہ..."

"میں سمجھا نہیں۔" ڈپٹی کمشنر نے جھلاتے ہوئے میری بات درمیان سے کاٹ دی۔ "آپ کہنا کیا چاہ رہے ہیں؟"

"میں آپ کو قبل از وقت حالات سے باخبر کر رہا ہوں جناب والا۔" میں نے پیشہ ورانہ لب و لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ کل حالات اچانک خراب صورت اختیار کر لیں اور قانون کو بلاوجہ کسی ایک فریق سے شکایت پیدا ہو۔"

"میں اس جملے کی وضاحت چاہوں گا۔" آنند کمار نے الفاظ چباتے ہوئے افسرانہ انداز میں کہا۔

"پنڈت اوم پرکاش جو آپ کے ساتھ میری حویلی میں بھی آ چکا ہے گھٹیا طریقے اختیار کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔" میں دبنگ آواز میں بولا۔ "اس روز دعوت میں اس نے آپ کی موجودگی میں بھی مجھ سے گستاخی کی کوشش کی تھی اور اب۔ اب اس نے سرجن کیلاش سے مل کر یہ مطالبہ کیا ہے کہ میں اپنی بیوی کو اس کے گھر واپس بھیج دوں بصورت دیگر انجام بہتر نہ ہوگا۔"

"کیا سرجن کیلاش تحریری طور پر اپنا بیان دے سکتے ہیں؟"

"میں فی الحال اپنے کسی دوست کو آزمائش میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ البتہ اگر آپ چاہیں تو میں جمال اصغر بار ایٹ لا آپ کو باقاعدہ تحریری بیان دینے کو تیار ہوں اور ان چہروں کی نشاندہی بھی کر سکتا ہوں جو پریم ناتھ کے گندے مشن میں اس کا ساتھ دینے کی کوشش کر رہے ہیں۔" میں نے اس بار سخت لہجے میں کہا پھر فوراً ہی معنی خیز انداز میں آنند کمار کی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھتے ہوئے بولا۔ "بات اگر آگے بڑھی تو میں بھی دوسروں کے ماضی کو بے نقاب کرنے سے گریز نہیں کروں گا۔"

"آپ چنتا نہ کریں جمال صاحب۔" آنند کمار کے بجائے نرملا نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ آنند اس معاملے میں آپ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کریں گے۔"

"شکریہ نرملا دیوی۔" میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ اگر میرے ساتھ انصاف نہ کیا جا سکے تو بے انصافی سے بھی گریز کیا جائے۔ میں اگر دوسروں کی مجبوریوں کو سمجھ رہا ہوں تو دوسروں کا بھی فرض ہے کہ وہ ان حالات کو سمجھنے کی کوشش کریں جو انسان کو مجبوراً شرافت کو خیرباد کہہ دی

کی راہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیتے ہیں:"

"استری مرد کی عزت ہوتی ہے اور اپنی عزت بچانے کے لیے منش سب کچھ کر گزرتا ہے:" نرملا نے مسکراتے ہوئے کہا: "ایسا کرنا میرے نزدیک پاپ نہیں بلکہ پُن ہے:"

"بہت بہت شکریہ نرملا دیوی! میں صرف یہی جواب سننے کی خاطر یہاں حاضر ہوا تھا:" میں نے نرملا کو تشکر آمیز نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا پھر پلٹ کر سنجیدگی سے آنند کمار کی سمت دیکھا جو نرملا کے جواب پر اندر ہی اندر تلملا رہا تھا۔ جھلس کر رہ گیا تھا لیکن سوائے ہونٹ چبا کر چپ ہو جانے کے وہ اور کر بھی کیا سکتا تھا مجھے اس کی بے بسی دیکھ کر مسرت ہو رہی تھی۔

"میں اب اجازت چاہوں گا مسٹر آنند:" میں نے ڈپٹی کمشنر کو مخاطب کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا: "میرا وعدہ ہے کہ پہل میری جانب سے نہیں ہوگی لیکن اگر میرے سکون کو برباد کرنے کی کوشش کی گئی تو اپنے بچاؤ کے لیے اور زندہ رہنے کے لیے مجھے بھی ہاتھ پاؤں مارنے پڑیں گے:"

پھر میں آنند کمار سے مصافحہ کر کے واپس آ گیا۔ اس کی آنکھوں میں چھلکنے والا اضطراب میرے لیے بڑا تسکین بخش ثابت ہوا۔ میری کھری کھری باتیں سن کر وہ الجھ گیا تھا۔ وہ ایک ذمہ دار افسر تھا، علاقے میں امن و امان برقرار رکھنا اس کی ذمہ داری تھی لیکن حالات سے مجبور ہو کر اس نے جس غیر ذمہ داری کا ثبوت دیا تھا وہ اس کے لیے اب سر درد بن گیا تھا۔ جلد بازی میں شاید وہ بھول گیا تھا کہ جمال اصغر بار ایٹ لا نے وقتی طور پر وکالت سے علیحدگی اختیار کر لی تھی لیکن وہ مرا نہیں۔ زندہ تھا۔

آنند کمار کے کمرے سے نکلتے وقت میں نے خاص طور پر اس کے چہرے کے تاثرات کو پڑھا تھا۔ میری اچانک آمد اور بے باک باتوں نے اسے ذہنی طور پر الجھا دیا تھا لیکن نرملا کی حالت اس کے برعکس تھی۔ شاید اسے مکمل حالات کا اندازہ نہیں تھا یا پھر وہ ان خشک باتوں میں الجھ کر اپنے جسم کی تر و تازگی اور چہرے کی شگفتگی کو متاثر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ میرے کمرے سے رخصت ہوتے وقت بھی اس کی بے باک اور مسکراتی نظروں نے دروازے تک میرا تعاقب کیا تھا۔ ان نگاہوں میں کسی اجنبیت کا نہیں بلکہ اپنائیت کا اظہار تھا۔ شاید وہ حسین اور ساحرانہ نظریں ہر گزرتے شخص سے اپنائیت اور بے تکلفی کا اظہار کرنے کی عادی ہو چکی تھیں۔

✱

اچانک مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے میرے کیبن کے دروازے

صرف رف ایڈیشن میں

دیوتا ۲۹ حصے	محی الدین نواب	فی حصہ	۲۵/-
نیک نام	〃	〃	۲۰/-
شعلوں کی سیج	〃	〃	۲۰/-
پہنچی وہیں پہ خاک	〃	〃	۲۰/-
آسودگی	〃	〃	۲۰/-
سلابو ۲ حصے مکمل	ایم اے راحت	〃	۲۵/-
باغی	〃	〃	۲۵/-
بہرام	〃	〃	۲۰/-
بحری عقاب	〃	〃	۲۵/-
اژدہا ۴ حصے مکمل	〃	〃	۲۵/-
آتش گر مکمل	〃		۲۵/-
بہروپیہ	〃		۲۵/-
چیل کوٹھی	〃		۲۵/-
صیاد	〃		۳۰/-
چاندنی	〃		۲۰/-
محکوم خلیفہ	الیاس سیتاپوری		۲۰/-
انوکھی جنگ	〃		۲۰/-
شیشے کی دیوار	〃		۲۰/-
حسن کے کرشمے	〃		۲۰/-
دامن کی آگ	〃		۲۰/-
چھوٹی عورت	〃		۲۰/-
صلاح الدین ایوبی	〃		۲۵/-
قاصد	〃		۲۵/-
دوسری یلغار	〃		۲۵/-
خانہ جنگی	〃		۲۵/-
شکاری ۵ حصے	احمد اقبال	فی حصہ	۲۵/-
انسان اور شیطان ۲ حصے	محمد فراز	فی حصہ	۲۵/-
شکرال کا سرطان مکمل	مشتاق احمد		۲۰/-
گنگا اور طوفان 〃	یعقوب جمیل		۲۰/-
آوارہ گرد ۶ حصے	ابن آدم	فی حصہ	۳۰/-
ابلیکا ۸ حصے (مکمل)	اسلم راہی	(فی حصہ)	۲۵/-

itsurdu.blogspot.com

پھر کوئی آہستہ آہستہ دستک دے رہا ہو۔ میں غیر اختیاری طور پر اٹھ کھڑا ہوا۔ قلم اور کاپی بند کر کے جلدی سے الماری میں رکھا پھر بستر پر بیٹھ کر دروازے کی سمت دیکھنے لگا۔ مجھے خود بھی اپنی اس اضطرابی کیفیت پر تعجب ہوا۔ دستک کی آواز سن کر مجھے اصولی طور پر دروازے کے قریب جانا چاہیے تھا مگر نہ جانے وہ کون سی قوت تھی جو مجھے دروازے کے قریب جانے سے روک رہی تھی۔

بحری عقاب آہستہ آہستہ ہچکولے لے رہا تھا جس کا واضح مطلب یہی تھا کہ باہر سمندر کی موجوں میں تلاطم موجود ہے۔ میں نے دیوار پر لگی گھڑی پر نظر ڈالی اس وقت رات کے تقریباً ڈیڑھ کا عمل تھا۔ میں ڈائری لکھنے میں اتنا مستغرق ہو گیا تھا کہ وقت کا اندازہ نہ رہا لیکن دستک کی وہ آواز مدھم ہونے کے باوجود اس قدر پراثر تھی کہ میری محویت ٹوٹ گئی۔

میں بستر پر بیٹھا دروازے کو تکے جا رہا تھا۔ میرا یہ فعل یقینی طور پر احمقانہ اور بچگانہ تھا، اس لیے کہ باہر اگر کوئی تھا تو دروازہ کھلے بغیر نظر نہیں آسکتا تھا پھر میں بلاوجہ دروازے کو کیوں ٹکٹکی باندھے گھور رہا تھا۔ باہر سے موجوں کا شور بھی صاف سنائی دے رہا تھا۔ دستک کی آواز میرا وہم بھی ہو سکتی ہے۔ میں نے اپنے ذہن کو تسلی دینے کی کوشش کی۔ ڈائری میں میں نے اپنی ماضی کی داستان جہاں تک رقم کی تھی اس کے آگے جو واقعات اور حادثات رونما ہوئے تھے وہ آج بھی میرے لیے ناقابلِ فہم تھے۔ اگر ان پراسرار اور حیرت انگیز واقعات کا ذکر کسی اور سے کیا ہوتا تو شاید میں تمام عمر ان باتوں پر یقین نہ کرتا لیکن وہ سب کچھ میرے ساتھ گزرے تھے، میری آنکھیں ان ہولناک واقعات کی چشم دید گواہ تھیں۔ میں ان پراسرار باتوں کو بھلا کیسے فراموش کر سکتا تھا جنھوں نے آج تک مجھے کرب اور اذیت سے دوچار کر رکھا ہے۔ ان حادثات کا ایک ایک نقش آج بھی میرے ذہن کے نہاں خانوں میں محفوظ ہے۔

شاید ان ہی ناقابلِ ترجیہہ واقعات کا اثر تھا جو میرے لاشعور میں دبے ہوئے واہموں نے اس دستک کو میرے شعور میں بیدار کر دیا تھا۔ وہ یقیناً میرا وہم تھا۔ میں نے خود کو سمجھایا پھر کیبن کی لائٹ آف کر کے سونے کے ارادے سے بستر پر دراز ہو گیا۔ باہر سمندر کی لہریں بحری عقاب سے ٹکرا کر شڑاپ شڑاپ کی جو آوازیں پیدا کر رہی تھیں وہ لوری بن کر میرے کانوں میں گونج رہی تھیں۔ مجھ پر آہستہ آہستہ غنودگی طاری ہونے لگی، میری آنکھوں کے پپوٹے بوجھل ہونے لگے۔ نیند کا خمار مجھے تھپک تھپک کر سلا رہا تھا کہ دستک کی آواز پھر میرے کانوں میں گونجی اور میں بے اختیار ہڑبڑا کر اٹھ گیا۔ یوں جیسے کسی نے مجھے جھنجوڑ کر سوتے سے بیدار کر دیا ہو۔

آواز ہر چند کہ بڑی مدھم اور کمزور تھی لیکن میں نے اسے صاف طور پر سنا تھا۔ کچھ سوچ کر میں نے تکیے کے نیچے سے اپنا پستول نکال کر ہاتھ میں مضبوطی سے پکڑا اور پنجوں کے بل چلتا ہوا دروازے کے قریب آگیا۔ میرا یہ عمل بھی بلاشبہ حماقت پر مبنی تھا اس لیے کہ بحری جہاز پر مجھے کسی سے اپنی جان کا مطلق کوئی خطرہ نہ تھا، کسی سے میری دشمنی بھی نہیں تھی جو اچانک حملے کی توقع کی جا سکتی۔ بہرحال شاید ماضی میں گزرے ہوئے ہولناک واقعات اس وقت میرے ذہن پر زیادہ اثر انداز تھے جو میں پستول لے کر دروازے کی سمت جا رہا تھا۔

دروازے کے قریب پہنچ کر میں نے اپنا کان اس سے لگا دیا تاکہ دوسری جانب کی سن گن لے سکوں۔ کیبن کے اندر مجھے کوئی خطرہ درپیش نہیں آسکتا تھا اس لیے کہ میں آیت الکرسی کا ہمیشہ ورد رکھتا تھا اور حصار کھینچے بغیر سونے کا عادی نہیں تھا۔ ڈائری لکھنے کے لیے بیٹھنے سے پہلے ہی میں نے حصار کھینچ دیا تھا۔ ایک مسلمان کی حیثیت سے میرا عقیدہ ہے کہ حصار کے اندر دنیا کی کوئی دیدہ یا نادیدہ قوت کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

دو منٹ تک میں دروازے سے کان لگائے کھڑا رہا۔ باہر سے صرف موجوں اور ہواؤں کے ملے جلے شور کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ مجھے اپنی بزدلی پر غصہ آنے لگا۔ میں دروازے کے قریب سے ہٹ کر بیٹھنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ دستک کی باریک اور مدھم آواز پھر سنائی دی۔ ایسا لگتا تھا جیسے کوئی صرف انگلیوں ... پوروں سے دروازے کے پٹ ہلکے ہلکے چھو رہا ہو۔ دستک دینے کا وہ انداز بھی نہ صرف یہ کہ قابلِ غور بلکہ عجیب و غریب تھا پھر بھی میں نے نہایت آہستگی سے دروازے کے بولٹ گرائے اور یکلخت دروازہ کھول دیا مگر دوسرے ہی لمحے میں خوف و دہشت کے مارے اچھل کر دو قدم پیچھے بھی ہو گیا۔ جو کچھ میں نے دیکھا وہ بھی تعجب انگیز تھا۔

کیبن کے دروازے کے باہر ایک سیاہ رنگ کا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا اور اپنا پھن کاڑھے میری جانب متوجہ تھا۔ جس دستک کی آواز میں سن رہا تھا وہ یقینی طور پر میری موت کی دستک تھی۔ اگر میں فوراً ہی اچھل کر پیچھے نہ ہٹ گیا ہوتا تو شاید موت کا وہ ہرکارہ جو پورے چاند کی روشنی میں صاف نظر آرہا تھا مجھے ڈس چکا ہوتا۔ شاید میرے خوف کی یہی وجہ تھی اور قدرت مجھے کچھ دنوں اور زندہ رکھنا چاہتی تھی۔

میری نگاہیں سانپ پر جمی ہوئی تھیں میرا دل اس کا

درمیانی فاصلہ مشکل دس فٹ رہا ہوگا۔ وہ مجھے اپنے سامنے دیکھ کر غضب ناک انداز میں پھنکار رہا تھا اور سر مار رہا تھا لیکن حصار توڑ کر اندر داخل ہونے سے قاصر تھا۔ میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے پستول پر اپنی گرفت مضبوط کی۔ جلدی سے سانپ کے پھن کا نشانہ لیا، ٹریگر دبانا چاہتا تھا کہ یک لخت پستول پر میری گرفت ڈھیلی ہوگئی۔ میرے تنفس کی رفتار تیز ہوگئی۔ میں پھٹی پھٹی نگاہوں سے سانپ کے پھن کو دیکھنے لگا جس کے اندر مجھے اپنی درخشاں کی جیتی جاگتی صورت نظر آرہی تھی۔ وہ موت کے ہرکارے کے پھن میں جیسے محصور ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ میری درخشاں ہی تھی جسے میں لاکھوں میں شناخت کر سکتا تھا۔

میں کوئی خواب نہیں دیکھ رہا تھا حقیقت سے دوچار تھا۔ میری نظریں مجھے دھوکا نہیں دے رہی تھیں پھر درخشاں کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی اور اس کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجنے لگی۔

"جمال! اس قدر غور سے کیا دیکھ رہے ہو، کیا تمہیں اپنی نگاہوں پر یقین نہیں آرہا ہے؟"

"درخشاں... میں... تم... سانپ...." میں نے بے ربط الفاظ بولنے شروع کر دیئے۔

"ہاں جمال! تم سے ملنے کے لیے، تمہیں ایک نظر دیکھنے کے لیے مجھے طرح طرح کے روپ اختیار کرنے پڑتے ہیں لیکن یہ روپ عارضی ہیں میں تمہارے سامنے آکر تمہیں بار بار یقین دلانا چاہتی ہوں کہ ہم اسی دنیا میں ایک بار پھر ملیں گے۔"

"درخشاں!" میں نے ہانپتے ہوئے کہا۔ "تمہیں تلاش کرتے کرتے میں بہت تھک گیا ہوں۔"

"ہمت سے کام لو جمال! ہم بہت جلد ایک ہو جائیں گے۔" اس نے بڑی اپنائیت سے کہا پھر شکایت بھرے لہجے میں بولی۔ "تم مجھ سے اتنی دور کیوں کھڑے ہو... کیا تمہیں شاید میرا یہ روپ پسند نہیں آیا۔"

"درخشاں۔ درخشاں۔ درخشاں۔" میں نے اپنے بال نوچتے ہوئے کرب ناک لہجے میں کہا۔ "میں پاگل ہو جاؤں گا درخشاں۔"

"میرے قریب آؤ جمال! ڈرو نہیں۔"

درخشاں کی آواز سن کر میرے دل کی کیفیت ڈانواڈول ہو رہی تھی۔ میں نے ایک قدم آگے بڑھایا پھر ٹھٹک کر رک گیا۔ میرے دل نے کہا۔ اگر وہ درخشاں ہے تو حصار کے اندر آنے سے کیوں گریز کر رہی ہے۔ اس سے پہلے بھی وہ میرے قریب آچکی تھی پھر آج کیوں ہچکچا رہی تھی؟ اچانک میرے تن بدن میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ ماضی میں بھی میرے دشمنوں

نے مجھے ان گنت فریب دیئے تھے۔ میری معصوم درخشاں بھی ایک ایسے ہی فریب کا شکار ہو کر موت کے جنگل میں جا پھنسی تھی۔ اس کی موت کے بعد سے گندی طاقتوں نے میرا پیچھا چھوڑ دیا تھا لیکن شاید اب ایک بار پھر وہ میری اور درخشاں کی ملاقات کے درمیان حائل ہونا چاہتے تھے۔ درخشاں نے مجھ سے دور دراز سفر کے بعد عورت کے روپ میں ملنے کو کہا تھا پھر وہ سانپ کے روپ میں کیوں آئی تھی؟

سیاہ سانپ کی حقیقت کو آزمانے کے لیے میں نے اچانک اپنے چہرے پر برہمی کے تاثرات نمایاں کر لیے اور پستول اٹھا کر دوبارہ اس پر تان لیا۔ میری اس اچانک حرکت پر درخشاں کی آنکھوں میں بھی خوف کی جھلکیاں ابھر آئیں اور مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میری درخشاں نہیں بلکہ کوئی سفلی طاقت ہے جو درخشاں کے بعد اب مجھے خوب صورت فریب دے کر موت سے ہمکنار کرنا چاہتی تھی مگر وہ بہ حال درخشاں کا روپ دھار کر سامنے آئی تھی اس لیے میں نے فائر کرنے میں جلد بازی نہیں کی۔ للکارتی ہوئی سرد آواز میں بولا۔

"اگر تم درخشاں ہو تو اندر آجاؤ ورنہ میں تمہیں شوٹ کر دوں گا۔"

سیاہ سانپ نے غضب ناک ہو کر زمین پر پھن مارا۔ ناکامی کے خیال نے اسے سر مارنے پر مجبور کر دیا تھا۔ مجھے یقین ہو گیا کہ وہ میرا کوئی پرانا دشمن ہے جو مجھے درخشاں کی پرچھائیں سے بھی دور رکھنے کے لیے ابھی تک میرا تعاقب کر رہا تھا۔ میری آنکھوں میں خون اتر آیا۔ میں نے اللہ کا نام لے کر ٹریگر دبا دیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی سانپ تڑپ کر گرا پھر اچانک میری نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ میں نے کیبن سے باہر نکل کر اس کا تعاقب کرنے کی حماقت نہیں کی تھی۔ ماضی کے بے شمار واقعات اچانک میرے ذہن کے پردوں پر ابھر کر آپس میں گڈمڈ ہونے لگے۔ میرے دل کی دھڑکنیں پورے شباب پر تھیں۔ آنکھوں کے سامنے تاریکی پھیلنے لگی تو میں نے بڑھ کر کیبن کے دروازے کو دوبارہ بولٹ کیا پھر لڑکھڑاتا ہوا اپنے بستر پر آگیا۔ میرا تمام جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا۔ میں نے آہستہ سے خود کو پُرسکون رکھنے کے لیے آنکھیں موند لیں۔

صبح ناشتے کی میز پر حبیب خلاف توقع خاموش نظر آ رہا تھا۔ میں نے کیلاش کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا لیکن اس نے اشارے سے مجھے یہی سمجھانے کی کوشش کی کہ وہ بھی حبیب کی خاموشی کی وجہ سے لاعلم ہے۔ یہ سوچ کر کہ ممکن ہے وہ رات دیر تک جاگتا رہا ہو اور نیند کا خمار ابھی تک اس کے ذہن پر موجود ہو ہم نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔ ذاتی طور

پڑ میں الجھا ہوا نحوادات والا سیاہ سانپ ابھی تک میرے ذہن میں کنڈلی مارے بیٹھا تھا اور میں اسے غضب ناک انداز میں پھنکارتے سن رہا تھا۔

ایک عرصے بعد پھر ماضی کے زخم تازہ ہونے لگے۔ بیتی باتوں کے تجربے نے مجھے یہ سوچنے پر مجبور کر دیا تھا کہ بحری عقاب پر میرا کوئی دشمن ضرور موجود ہے، کوئی ایسا واقف کار دشمن جو میری سابقہ زندگی کے واقعات سے بخوبی واقف تھا اور مجھے درخشاں سے دور دیکھنے کے لیے میرے خون کا پیاسا ہو رہا تھا لیکن وہ کون تھا!

جیکسن، میرے ذہن میں اچانک نائب کپتان کا نام ابھر آیا۔ وہ پُر اسرار شخصیت کا مالک تھا۔ روحوں کو بلانے کا عمل جانتا تھا، پلان چیٹ کے ذریعے ہر بات کا جواب طلب کر سکتا تھا۔ ممکن ہے میرے دشمنوں نے سیلون سے روانگی کے وقت اس کی خدمات حاصل کر لی ہوں اور اب وہ آہستہ آہستہ مجھے اپنے جال میں پھانس رہا ہو۔ روحوں کے ذریعے وہ نہ صرف میرے ماضی کو کھنگال سکتا تھا بلکہ وہ جگہ بھی دریافت کر سکتا تھا جہاں درخشاں نے ایک نئے انداز اور ایک نئے روپ میں مجھ سے دوبارہ ملنے کو کہا تھا۔ یقیناً وہ جیکسن ہی ہو سکتا تھا جو میری موت کا خواہش مند تھا۔ میرے دشمنوں نے اس کی خدمات حاصل کرنے کے لیے بلاشبہ بھاری رقم دی ہو گی۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ گزشتہ رات کسی نے بھی کسی بدروح کی موجودگی کا نوٹس نہیں لیا، بے خبر سوتا رہا۔

میرے ذہن میں آندھیاں چلنے لگیں۔ حالات نے مجھے اس بار جس بھنور میں پھنسا دیا تھا اس سے بچ نکلنا میرے لیے دشوار تھا۔ بحری عقاب پر جیکسن کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی۔ ملاح سے لے کر کپتان تک سب ہی اس سے روحوں کے عمل کی وجہ سے کتراتے تھے۔ بات کسی شہر، گاؤں یا ملک کی ہوتی تو میں زندگی بچانے کے لیے دوڑ دھوپ کر سکتا تھا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ فرار ہو سکتا تھا لیکن سمندر پر تیرنے والے جہاز کی دنیا بڑی محدود ہے اور جیکسن اس دنیا کا بلا شرکت غیرے بادشاہ تھا۔ میں پوری طرح اس کے رحم و کرم پر تھا۔ میری حالت اس چوہے کی مانند تھی جو خونخوار بلی کے پنجوں میں کھلونا بن جاتا ہے۔ وہ دل بھر کر اس سے کھیلتی ہے۔ ایک لحہ کو آزاد چھوڑ دیتی ہے۔ وہ سہما سہما بیٹھا رہتا ہے پھر زندگی کو موت کے بے رحم ہاتھوں سے بچانے کی خاطر اچانک بھاگ کھڑا ہوتا ہے لیکن اسے پناہ نہیں ملتی۔ بلی ایک ہی جست میں دوبارہ اسے اپنے نوکیلے پنجوں میں دبوچ کر نڈھال کر دیتی ہے اور یہ کھیل اس وقت تک جاری رہتا ہے جب تک بلی کا دل نہیں اکتا جاتا۔ اس کے بعد وہ ایک ہی وار میں اپنے شکار کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔ میری حالت بھی کچھ ایسی ہی تھی۔ جیکسن ابھی مجھ سے کھیل رہا تھا۔ خوف زدہ کر کے ڈھیل دے رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ میرے لیے پناہ کی کوئی محفوظ جگہ نہیں ہے۔ میں راہِ فرار حاصل کرنے سے قاصر تھا، پوری طرح اس کے رحم و کرم پر تھا لیکن اب شاید وہ موت اور زندگی کے اس کھیل کو تیز کر دینے پر مجبور ہو جائے گا۔ اس نے گزشتہ رات جس روح کو سانپ کے روپ میں میری موت کا ہرکارہ بنا کر بھیجا تھا میں نے اسے زخمی کر دیا تھا۔ مجھے شکار سے کبھی کوئی دلچسپی نہیں رہی لیکن اتنا ضرور جانتا تھا کہ چوٹ کھایا ہوا شکار ہمیشہ خطرناک انداز میں پلٹ کر حملہ کرتا ہے۔ جیکسن بھی اب مجھے کسی رعایت کا مستحق نہیں سمجھے گا۔ اس کا دوسرا وار یقینی طور پر نپا تلا اور بھرپور ہو گا۔

ناشتے سے فارغ ہو کر ہم عرشے پر آ گئے۔ سمندر کی موجوں میں اس وقت بھی درمیانہ درجے کا انتشار موجود تھا لیکن اتنا زیادہ بھی نہیں کہ ہم کیبن کے سامنے بچھی ہوئی کرسیوں پر نہ بیٹھ سکتے۔ ہوا خاصی تیز اور خنک تھی۔ آسمان بالکل صاف تھا۔ عرشے پر آہستہ آہستہ زندگی بیدار ہو رہی تھی۔ بحری عقاب کے عملے کے افراد بیدار ہو کر اپنے اپنے کام میں مصروف ہو گئے تھے۔

”کیا تمہیں سانپ سونگھ گیا ہے؟“ کیلاش نے جیکب کی طویل خاموشی سے اکتاتے ہوئے کہا۔ سانپ کا نام سن کر میں بھی چونک اٹھا۔ کیلاش بدستور جیکب کو گھورتے ہوئے بولا۔ ”کچھ پتہ تو چلے کہ آخر بات کیا ہے، کیا سیاہی عورت نے کل رات پھر شب خوابی کے لباس میں تمہارے دروازے پر دستک دی تھی؟“

”نہیں۔“ جیکب نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ ”کل رات مجھے دستک کی آواز نہیں سنائی دی تھی لیکن میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ وہ سیاہی جوڑا ہمارے لیے بے حد منحوس ثابت ہو رہا ہے۔“

”میرا خیال ہے کہ تمہارا دماغ بالکل ہی چل گیا ہے۔“ کیلاش جھلا کر بولا۔ ”بلا وجہ کسی کے پیچھے پڑ جانا اخلاق کے خلاف ہے۔“

”کپتان ایشلے نے وعدہ کر لیا ہے کہ وہ اس جوڑے کو اگلی بندرگاہ پر بحری عقاب سے اتار دے گا۔“ میں نے گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ ہم دو روز بعد ہی جزیرے پر لنگر انداز ہوں گے۔“

"میں رب عظیم سے یہی دعا کروں گا کہ یہ دن آسانی اور خیر خوبی سے گزر جائیں۔"

"بھائی جیکب!" کیلاکش نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "کیا تم نے طے کر لیا ہے کہ جب تک وہ منحوس جوڑا جہاز پر موجود ہے تم اسی طرح منہ پھلائے ہمیں بور کرتے رہو گے؟ اس سے تو بہتر ہے کہ تم دو روز کے لیے اپنے کیبن میں بند ہو کر بیٹھ جاؤ۔"

"تم سرجن ہو میرے دوست، ہر بات کی نفی کرنے کے لیے اپنی میڈیکل سائنس کو درمیان میں گھسیٹ لاتے ہو اس لیے تم سے کچھ کہنا ایسا ہی ہے جیسے گدھے کے آگے بین بجانا۔" جیکب نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"محاوروں میں اتنی ہیرا پھیری نہیں چلتی میرے بھائی۔" کیلاکش نے بڑی برجستگی سے جواب دیا۔ "بھینس کے آگے بین بجانا صحیح محاورہ ہے۔"

"عقل کے مقابلے میں تم بھینس کو بھی جسامت کے اعتبار سے بڑا مانتے ہو اس لیے تم سے سامنے زبان سے کوئی بات نکالنا بے سود ہی ہے۔" جیکب سنجیدگی سے بولا۔

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں ہے تو کل رات پھر جیکب کے ساتھ کوئی حادثہ گزرا ہے" میں نے کہا پھر براہِ راست جیکب سے پوچھا۔ "کیوں جیکب؟"

"تمہارا اندازہ بالکل درست ہے لیکن میڈیکل سائنس..."

"سیدھی طرح بتاؤ کیا بات ہے؟" کیلاکش نے معاً جیکب کی گردن پر ایک ہاتھ سے گرفت مضبوط کرتے ہوئے کہا۔ "اگر اب تم نے میری میڈیکل سائنس کی شان میں ایک حرف بھی کہا تو گردن توڑ کر رکھ دوں گا۔"

"بتاتا ہوں۔ گردن تو چھوڑ دو۔" جیکب نے تیزی سے کہا۔ پھر کیلاکش کا ہاتھ ہٹا کر گردن سہلاتے ہوئے بولا۔ "کل رات تقریباً ڈیڑھ پونے دو بجے اچانک کوئی میرے کیبن سے اس طرح ٹکرایا تھا جیسے نشے میں دھت ہو۔ دروازے پر کھڑبڑاہٹ کی آواز سن کر میری آنکھ کھل گئی۔ پہلے میرا اندازہ سو فیصد یہی تھا کہ وہ عملے کا کوئی فرد ہو گا جس نے ضرورت سے زیادہ پی لی ہو گی اور نشے میں ہوش و حواس گم کر کے میرے کیبن سے ٹکرا گیا ہو گا لیکن بعد میں مجھے اپنے خیال کی تردید کرنی پڑی اور پھر۔ پوری رات میں نے جاگ کر گزاری ہے۔"

"کیوں بھئی؟" کیلاکش نے دلچسپی لیتے ہوئے پوچھا۔ "کیا کل رات وہ شب خوابی کے لباس کے بغیر ہی آ گئی تھی؟"

"وہ ہوتی تو یقین مانو میں کل رات ہی اس کا گلا گھونٹ کر ہمیشہ کے لیے اس کی نحوست سے نجات حاصل کر لیتا۔"

علم الاعداد

علم دست شناسی، علم تحریر، علم قیافہ، علم نجوم، علم کردار شناسی — نہ جادو ہیں نہ جھو منتر، اللہ تعالیٰ نے ہر ذی روح کو "دماغ" نام کا کمپیوٹر عطا کیا ہے اس کمپیوٹر میں سوچنے، سمجھنے اور محسوس کرنے کی صلاحیتیں بھر دی ہیں۔ ضرورت ہے کسی علم کی طرف توجہ دی جائے۔ صرف توجہ دینے ہی سے ہر گتھی کو دو اور دو چار کی طرح سلجھایا جا سکتا ہے —

سیکڑوں ماہرین نے ہزاروں سال تجربات کئے اور پھر ایس۔ صدیقی نے سب کے تجربات کو موجودہ صدی میں "دنیا کے چھ پر اسرار علوم" کے نام سے یکجا کر دیا ہے

پروفیسر عالم اقبال

ایک دبلا پتلا نوجوان اپنے تین حریفوں کی جم کر پٹائی کر رہا تھا۔ وہ تینوں اچھی صحت کے مالک تھے۔ مگر انہیں سنبھلنے کا موقع بھی نہیں مل رہا تھا، بالآخر وہ تینوں میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔

معلوم کرنے پر نوجوان نے بتایا کہ میں بینک سے کچھ رقم لے کر نکلا تھا یہ تینوں مرے پیچھے تھے۔ یہاں موقع دیکھ کر مجھ پر ہاتھ ڈال بیٹھے۔ شاید انہیں نہیں معلوم تھا کہ میں جوڈو اور کراٹے میں مہارت رکھتا ہوں۔ نوجوان نے سب کو مشورہ دیا کہ آپ بھی غنڈوں سے محفوظ رہنے کے لئے "آسان کراٹے" اور "فن جوڈو" نامی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ یہ کتابیں "کتاب والا" ۲۷۹۴ پہاڑی بھوجلا دہلی سے منگائی جا سکتی ہیں۔ میں بھی ان کتابوں سے مدد حاصل کر کے اس مقام تک پہنچا ہوں۔

"میرا خیال ہے صاحب جنت ایمپورٹ کر رہا ہے"

"پھر؟" میں نے جیکب سے دریافت کیا "تمہارے رات بھر جاگتے رہنے کی وجہ کیا تھی؟"

"مجھ سے یہ حماقت سرزد ہو گئی کہ میں نے اٹھ کر کیبن کا دروازہ کھول دیا تھا۔" جیکب نے نہ جانے کیوں جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ "دراصل میں یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ وہ کون ہے جو سسکنے لگنے کی وحشت ہو چکا ہے۔ میں نے سوچا تھا کہ اسے اس کے کیبن تک جا کر چھوڑ آؤں گا مبادا کہ وہ اس کیفیت میں سمندر کی لہروں پر چہل قدمی کا ارادہ نہ کر لے لیکن جانتے ہو پھر کیا ہوا؟"

"کیا ہوا؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔ کیلاش کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ وہ جیکب کو گھورے جا رہا تھا۔

"وہاں مجھے کوئی ذی روح نظر نہیں آیا۔" جیکب نے نہایت سنجیدگی سے جواب دیا۔ "البتہ کسی کے کراہنے کی آواز بڑے واضح طور پر میرے کانوں میں آ رہی تھی۔ میں نے ادھر ادھر دیکھا لیکن وہاں کسی کا نام و نشان بھی نہیں تھا۔"

"ممکن ہے کوئی اپنے کیبن کے اندر کراہ رہا ہو۔" کیلاش نے تیزی سے کہا۔ "تم نرے گاؤدی اور احمق ہو ذرا سی بات سے ڈر کر رات بھر جاگتے رہے۔"

"رب عظیم کی قسم، وہ میرا وہم نہیں تھا۔" جیکب نے قسم کھاتے ہوئے جواب دیا۔ "وہ آواز میرے کیبن کے بہت نزدیک سے آ رہی تھی۔ میں نے اس آواز کا تعاقب بھی کیا تھا۔ خدائے بزرگ و برتر کا سایہ مجھ پر برقرار رہے مجھے یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کوئی میرے کیبن کے دروازے کے بائیں جانب دیوار سے لگا بیٹھا ہولے ہولے کراہ رہا ہو۔ جیسے وہ زخمی رہا ہو اور اس نے اپنی آنکھیں بند کر رکھی ہوں اسی لیے وہ مجھے دیکھنے سے قاصر تھا۔ میں دو منٹ تک اس کی آوازیں سنتا رہا پھر میں نے دل پر جبر کر کے اس نادیدہ زخمی کو مخاطب کرتے ہوئے للکارا۔ کون ہے؟ اور پھر..." جیکب نے دوبارہ جھرجھری لے کر کیلاش کو گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا تم یقین کرو گے کہ میرے للکارتے ہی وہ آواز یک لخت ختم ہو گئی تھی؟"

جیکب کی بات سن کر کیلاش کے ہونٹوں پر مضحکہ خیز تبسم ابھر آیا لیکن میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ میں اس سیاہ سانپ کے بارے میں غور کرنے لگا جو رات میرے پستول کی گولی سے زخمی ہو کر اچانک نگاہوں سے اوجھل ہو گیا تھا۔ میں جس وقت ڈائری لکھنا بند کر کے اٹھا تھا اس وقت ڈیڑھ کا عمل تھا۔ جیکب نے ڈیڑھ پونے دو کے عمل کا حوالہ دیا تھا اور میرا کیبن بھی جیکب کے بائیں ہاتھ پر واقع تھا۔ اتنی ساری باتیں محض اتفاق نہیں ہو سکتی تھیں۔ جیکب جو کچھ کہہ رہا تھا حرف بحرف درست تھا۔ وہ نادیدہ قوت جو سانپ کا روپ اختیار کر کے مجھے ڈسنے آئی تھی میری گولی سے زخمی ہوئی پھر وہ نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ اس کے بعد غالباً وہی پراسرار طاقت جیکب کے کیبن سے ٹکرا گئی اور جیکب نے کراہ کی جو آواز سنی تھی وہ بھی اسی نادیدہ قوت کی رہی ہو گی۔ لیکن وہ کون سی قوت تھی؟ کیا وہ جیکسن کی شرارت تھی؟ میرا دل زور زور سے دھڑک رہا تھا۔

"میں تمہیں سنجیدگی سے ایک مشورہ دوں گا بشرطیکہ تم اسے مذاق نہ سمجھو۔" کیلاش نے اپنی شریر مسکراہٹ کو سنجیدگی میں تبدیل کرتے ہوئے جیکب سے کہا۔ "کچھ عرصے کے لیے یہ بھول جاؤ کہ تم پادری ہو۔"

"پھر؟"

"سسپنس خیز انداز کے پراسرار ڈرامے لکھنا شروع کر دو مجھے یقین ہے کہ بحیثیت ڈرامہ نگار تم زیادہ کامیاب ثابت ہو سکتے ہو۔"

"لعنت ہو تمہاری سنجیدگی اور تمہارے مشورے پر۔" جیکب تلملا کر بولا پھر اٹھ کر اپنے کیبن میں چلا گیا۔ کیلاش اس کی جھلاہٹ پر مسکرا رہا تھا۔

"میرا خیال ہے کہ جیکب جو کچھ کہہ رہا تھا وہ صرف مذاق نہیں ہے۔" میں نے آہستہ سے کہا۔

"کیا تم بھی اس قسم کی فضولیات پر یقین رکھتے ہو؟" کیلاش نے مجھے حیرت سے گھورا۔

"کیوں کیا تم بھول گئے ہو کہ ماضی میں اس قسم کے بے شمار حادثات میرے ساتھ پیش آ چکے ہیں؟"

"وہ پنڈت پجاریوں اور سفلی کرنے والوں کی شرارت تھی۔"

"کل رات جیکب نے جو کچھ محسوس کیا وہ بھی پرانے واقعات کے سلسلوں کی ایک کڑی ثابت ہو سکتی ہے۔"

"لیکن اب انہیں تمہاری ذات سے کیا دلچسپی باقی رہ گئی ہے؟"

"میری ذات سے نہ سہی لیکن درخشاں کی ذات سے ان کی دلچسپی بہرحال ختم نہیں ہو سکتی۔" میں نے سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "تم کو یاد ہو گا کہ اس نے مرتے وقت کیا کہا تھا۔ ہم اسی دنیا میں بہت جلد دوبارہ پھر ملیں گے۔"

"میں نہیں مانتا۔" کیلاش تیزی سے بولا۔ "تم سے شادی سے قبل وہ درخشاں نہیں کاجل تھی۔ ہو سکتا ہے مرتے وقت اسے آواگون کے عقیدے کا دھیان آ گیا ہو اور اس نے تمہارا دل بہلانے کے لیے وہ بات کہہ دی ہو۔"

"اگر وہ بات صرف میرا دل رکھنے کو کہی گئی ہوتی تو پھر

میرے دشمن مجھے کل رات موت کے گھاٹ اتارنے کی کوشش کبھی نہ کرتے۔"

"کیا؟" کیلاش اچھل پڑا، وہ نہایت سنجیدگی سے مجھے... گھورنے لگا۔

"ہاں میرے دوست۔" میں نے آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "جیسے جس نادیدہ قوت کی کراہ کی آواز سنی تھی وہ میرے پستول کی گولی سے زخمی ہوئی تھی۔"

کیلاش کے اصرار پر میں نے اسے گزشتہ رات کے واقعے کی تفصیل سنادی وہ بڑی دیر تک خاموش بیٹھا کرسی پر پہلو بدلتا رہا۔ متعدد بار اس نے مجھے ایسی نظروں سے بھی گھورا جیسے اسے میری صحت دماغی پر شبہ ہو پھر کچھ سوچ کر بولا۔

"اگر تمہاری بات تسلیم کرلی جائے تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ تم اب تک زندہ کس طرح ہو؟ میرا مطلب ہے کہ وہ پراسرار قوت جو تم پر رات کو حملہ آور ہونا چاہتی تھی وہ دن کی روشنی میں بھی نظر آئے بغیر تمہیں ختم کرسکتی ہے۔"

"اس کا جواب بھی وہی گندی قوتیں دے سکتی ہیں جو میرے درپے آزار ہیں۔" میں جھلاتے ہوئے بولا۔ "بہرحال ایک بات یقینی ہے کہ وہ مجھے اس سفر سے باز رکھنے کی کوشش کررہی ہیں۔"

"جمال۔" کیلاش نے بڑی اپنائیت سے کہا۔ "اگر تمہارا یہی خیال ہے تو پھر تمہیں اپنی زندگی بچانے کی خاطر یہ سفر فوراً ترک کردینا چاہیے۔ ایک دوست کی حیثیت سے میں بھی تم کو یہی مشورہ دوں گا۔"

"شکریہ۔" میں نے زہرخند سے جواب دیا۔

"کیا مطلب؟ کیا تمہیں اپنی زندگی عزیز نہیں ہے؟"

"موت برحق ہے میرے دوست، جہاں اور جس گھڑی لکھ دی گئی ہے انسان اس سے مفر حاصل نہیں کرسکتا۔" میں نے سمندر کی متلاطم لہروں کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "رہا میری زندگی کا سوال تو تم جانتے ہو کہ وہ درخشاں کی صورت میں مجھ سے روٹھ چکی ہے۔"

"ہم جیکسن سے مستقبل کے بارے میں معلوم کرسکتے ہیں۔" کیلاش نے تھوڑے توقف سے مشورہ دیا تو میں اس کی محبت کی شدتوں کو محسوس کرکے مسکرادیا۔ وہ جادو ٹونا اور مستقبل بینی وغیرہ کو فضولیات میں شمار کرتا تھا لیکن میری خاطر آج وہ خود مجھے جیکسن سے ملنے کا مشورہ دے رہا تھا۔ اس نے پیار بھری نظروں سے میری طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"آشا ماتھر کی تصویر اپنی نگاہوں سے دیکھ لینے کے بعد میں

دورِ جدید کی ٹکنک سے روشناس کرانے والی کتابیں جن کی مدد سے بیروزگاری ختم کی جاسکتی ہے۔ عام فہم زبان جسے معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ سکے۔

جدید الیکٹرک گائیڈ	۲۵/-
جدید الیکٹرک وائرنگ	۲۵/-
جدید ریڈیو گائیڈ	۳۰/=
جدید موٹر وائنڈنگ گائیڈ	۲۵/-
جدید گیس والیکٹرک ویلڈنگ	۲۵/-
کمپیوٹر گائیڈ	۲۵/-
جدید صابن سازی	۲۵/-
جدید پٹرول انجن گائیڈ	۳۵/-
جدید ڈیزل انجن گائیڈ	۱۵/-
جدید کلر ٹی وی گائیڈ	۳۵/-
ٹی وی ریپیرنگ گائیڈ	۱۵/-
جدید موٹرز گائیڈ	۱۵/-
جدید فوٹوگرافی	۲۰/-
جدید موٹر ڈرائیوری	۱۵/-
جدید گھڑی سازی	۳۰/-
ٹیپ ریکارڈر	۳۰/-
آئینہ سازی	۱۵/-
موم بتی بنانا	۱۵/-
درزی ماسٹر	۲۵/-
وی سی آر سروس گائیڈ	۳۰/-
ایمپلی فائر گائیڈ	۳۰/-
ٹرانسفارمر گائیڈ	۲۵/-
ریفریجریٹر گائیڈ	۵۰/-
ایرکنڈیشنر گائیڈ	۴۰/-
ٹی وی گائیڈ (ہندی)	۳۰/-
سکرین پرنٹنگ گائیڈ	۲۵/-

itsurdu.blogspot.com

بھی اس کا قائل ہو گیا ہوں۔"

"بیکار ہے کیلاش۔" میں نے اسے ٹالتے ہوئے کہا۔ "گزری ہوئی باتوں کے بارے میں کچھ بتا دینا اور بات ہے لیکن مستقبل کے بارے میں سوائے خدا کے اور کوئی کچھ نہیں بتا سکتا۔"

"ان راجاؤں اور نوابوں کو کیا کہو گے جنھوں نے اپنے آپ کو مطمئن کرنے کے لیے بڑے بڑے نجومی جوتشی اور رمل کے ماہر پال رکھے ہیں؟"

"وہ دوسروں کو نقصان پہنچانے کے لیے ہوتے ہیں۔ مستقبل ان کی نگاہوں میں روشن ہوتا تو وہ دوسروں کی ملازمتیں کرنے کے بجائے خود اپنے پیروں پر کھڑے ہونے کی کوئی سبیل تلاش کرتے اور راجا مہاراجاؤں کی طرح ٹھاٹھ سے زندگی گزار رہے ہوتے۔"

"پھر بھی ہو سکتا ہے کہ جیکسن ہمیں ہمارے سفر کے بارے میں کچھ بتا سکے۔"

اسٹیلے کے آجانے سے ہمارے درمیان جیکسن کا مسئلہ ختم ہو گیا۔ میں خود بھی اس ضمن میں کیلاش یا جیکب سے کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا۔ ذاتی طور پر میں نے طے کر لیا تھا کہ جیکسن کو ٹٹولے بنا آرام سے نہیں بیٹھوں گا۔ اگر وہی میری جان کا لاگو تھا تو میں اسے بتا دینا چاہتا تھا کہ وہ میری نظروں سے پوشیدہ نہیں ہے۔ میں نے اسے پہچان لیا ہے۔ میں اچانک اس کے سامنے جا کر اسے شکست دینا چاہتا تھا۔ میں نے ماضی میں اپنے دشمنوں کے ساتھ بھی یہی سلوک کیا تھا۔ میں کیلاش کو گزشتہ رات کے واقعات بھی کبھی نہ بتاتا لیکن مجھے جیکب پر رحم آگیا تھا۔ میں کیلاش کو مطمئن نہ کرتا تو کئی دنوں تک وہ نادیدہ قوت کی زخمی کراہ کا حوالہ دے کر جیکب کی عافیت تنگ کرتا رہتا۔ اسٹیلے نے اس وقت اچانک نمودار ہو کر میری ایک بڑی مشکل حل کر دی تھی۔

کیلاش کی کیفیت میرے برعکس تھی۔ وہ اسٹیلے کی نا وقت مداخلت پر تلملا کر رہ گیا تھا شاید اسی لیے اس نے اسٹیلے کو آتا دیکھ کر ہی اپنی توجہ دوسری جانب مبذول کر لی تھی لیکن میں نے جان بوجھ کر اسٹیلے کا خیر مقدم مسکراتی نظروں سے کیا۔ ہاتھ کے اشارے سے میں نے اسے خالی کرسی پر بیٹھنے کی دعوت دی تو وہ ایک لمحے کو کیلاش کو دیکھ کر ٹھٹکا پھر کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولا۔

"میرا خیال ہے کہ اس وقت میری آمد آپ لوگوں کے لیے کسی مداخلت کا سبب نہیں بنی ہوگی۔"

"اوہ، مسٹر اسٹیلے! تم؟" کیلاش نے اس کی آواز سن کر چونکتے ہوئے اس کی طرف دیکھا پھر مسکراتے ہوئے کہا۔ "میں ابھی تم کو ہی یاد کر رہا تھا۔ اگر کہاوتیں اپنے اندر وزن رکھتی ہیں تو یقیناً تمھاری عمر بہت طویل ہوگی۔"

"میرے لائق کوئی خدمت؟" اسٹیلے نے کیلاش سے بڑی گرم جوشی سے ہاتھ ملاتے ہوئے پوچھا۔

"کوئی خاص بات نہیں۔ دراصل میں تم سے سفر کے بارے میں گفتگو کرنا چاہتا تھا۔"

"آج آپ کے ساتھ فادر جیکب نظر نہیں آ رہے ہیں؟" اسٹیلے نے کیلاش کی بات کو بڑی خوب صورتی سے نظر انداز کرتے ہوئے کہا۔ "انھیں اب تو سیامی خاتون سے کوئی شکایت نہیں۔ ویسے میں نے ان دونوں میاں بیوی کو تنبیہ کر دی ہے کہ وہ آئندہ محتاط رہیں۔"

"تم نے برا کیا مسٹر اسٹیلے۔" کیلاش بولا۔ "ایک اچھی خاصی تفریح ہمارے ہاتھوں سے جاتی رہی۔ میں تو سوچ رہا تھا کہ سیامی خاتون کو کسی طرح اس بات پر آمادہ کر لیا جاتا کہ وہ باقاعدہ جیکب میں اپنی دلچسپی کا اظہار شروع کر دیتی۔ بھگوان کی سوگند، سفر نہایت دلچسپی اور آسانی سے گزر جاتا۔"

"اور یہ بھی ممکن تھا کہ یا تو جیکب خود سمندر میں چھلانگ لگا کر اس سے گلو خلاصی حاصل کر لیتا یا پھر اس عورت کو جان سے مار ڈالتا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔

"میرا ذاتی اندازہ بھی یہی ہے کہ فادر جیکب نہایت نیک دل اور پرہیزگار شخصیت کے مالک ہیں۔" اسٹیلے نے اپنا خیال ظاہر کیا پھر موضوع بدلتے ہوئے بولا۔ "میں اس وقت دراصل آپ لوگوں کو شکار کی دعوت دینے کی غرض سے حاضر ہوا تھا بشرطیکہ آپ حضرات پسند کریں۔"

"شکار؟" کیلاش نے تعجب سے پوچھا۔ "کیا بحری جہاز اس وقت کسی خشک اور گھنے جنگل کے درمیان سے گزر رہا ہے؟"

"آپ دلچسپ آدمی ہیں ہر جن کیلاش۔" بوڑھے پرتگالی کپتان نے جواب دیا۔ "شکار سے میری مراد وھیل مچھلی کا شکار تھی۔ ہم اس وقت سمندر کے جس حصے سے گزر رہے ہیں وہ چھوٹی وھیل سے بھرا پڑا ہے۔ مچھلیوں کا شکار میرا پسندیدہ مشغلہ ہے اس لیے میرے ساتھیوں نے بطورِ خاص آج اس کا اہتمام کیا ہے۔ اگر آپ بھی شریک ہونا پسند کریں تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔"

"کیا خیال ہے جال ہو جائے شکار؟"

"تم بڑے شوق سے شکار کھیلو۔ میں اتنی دیر میں ایک دو

اہم کام نمٹانے لیتا ہوں۔" میں نے کیلاشس کو ٹالنے کی خاطر کہا۔" البتہ تم جیکب کو ضرور ساتھ لے جاؤ اس لیے کہ اس کے بغیر تمہیں مزہ نہیں آئے گا۔"

"اور اگر جیکب کو دیکھ کر مچھلیوں نے جال میں پھنسنے سے انکار کر دیا تو؟" کیلاشس نے ہنستے ہوئے کہا پھر وہ جا کر جیکب کو زبردستی پکڑ لایا تھا۔

کیلاشس اور جیکب اسٹلے کی دعوت پر شکار کھیلنے کے لیے عرشے کے سامنے والے حصے کی جانب چلے گئے تو میں نے اطمینان کا سانس لیا کچھ دیر کے لیے میں اٹھ کر اپنے کیبن میں چلا گیا تاکہ کیلاشس یا جیکب میں سے کوئی فوراً کسی وجہ سے مجھے دیکھنے آئے تو میری بات غلط نہ ثابت ہو مجھے علم تھا کہ وہیل مچھلی کا شکار کس قدر دلچسپ اور فرصت طلب ہوتا ہے۔ میرے لیے جیکسن سے تنہائی میں ملاقات کرنے کا یہ بہترین موقع تھا۔ میں اس سے مل کر اپنے ذہن کی کچھ الجھی گرہوں کو سلجھانا چاہتا تھا یہ بھی اندازہ لگانا چاہتا تھا کہ وہ کتنے پانی میں ہے اور رات میرے ساتھ جو پراسرار اور حیرت انگیز حادثہ پیش آیا تھا اس میں جیکسن کا کس قدر ہاتھ ہے۔"

نصف گھنٹہ اپنے کیبن میں گزارنے کے بعد میں باہر نکلا اور تیز تیز قدم اٹھاتا جیکسن کے کیبن پر جا پہنچا لیکن مجھے اپنی حماقت کا احساس اس کے کیبن پر پہنچنے کے بعد ہی ہو سکا تھا۔ اسٹلے کی غیر موجودگی میں جیکسن کا کنٹرول روم میں ہونا لازمی بات تھی چنانچہ اس وقت وہ کنٹرول روم ہی میں تھا۔ میں نے ایک لمحے کو سوچا کہ واپس جا کر کیلاشس اور جیکب کے ساتھ شکار میں مصروف ہو جاؤں لیکن پھر اس ارادے کو ترک کر کے میں کنٹرول روم کی جانب قدم بڑھانے لگا۔

جیکسن وہاں تنہا نہیں تھا۔ بحری عقاب کا فرسٹ انجینئر باسٹن بھی اس کے ساتھ تھا۔ ان کے درمیان کسی بات پر زوردار بحث ہو رہی تھی جو میرے پہنچ جانے سے ختم ہو گئی۔ جیکسن نے مجھے دیکھ کر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔

"میرے محترم۔ آپ! کیا آپ کو شکار سے کوئی دلچسپی نہیں ہے؟"

"اپنی تفریح اور شوق کی خاطر کسی کو جان سے مارنا میرے نزدیک بے رحمی ہے مسٹر جیکسن۔" میں نے موقع کی مناسبت سے قدرے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

"اپنا اپنا نظریہ ہے میرے عزیز۔" جیکسن نے ایک نظر مسٹر باسٹن پر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "کچھ لوگ دوسروں کی جان لینا گناہ سمجھتے ہیں اور کچھ پیشے کے اعتبار سے کسی ذی روح کو مارنا اپنی شان سمجھتے ہیں۔"

"تم اپنا شمار کس صف میں کرو گے؟" میں نے جیکسن کا جواب سن کر چبھتے ہوئے دریافت کیا۔ "میرا مطلب ہے کہ کیا کسی بھاری معاوضے کی امید تمہیں کسی دوسرے کی جان لینے پر اکسا سکتی ہے؟"

"ابھی تک کسی ایسے تجربے سے میرا واسطہ نہیں پڑا۔" جیکسن مسکراتے ہوئے بولا۔ "ممکن ہے تگڑی رقم کی لالچ مجھے گناہ پر اکسا بھی دے لیکن میں سمجھتا ہوں کہ کسی انسان کو قتل کر دینا سب سے بڑا اور ناقابلِ معافی گناہ ہے اور دولت کی ہوس کی خاطر کسی کو موت کے گھاٹ اتارنا میرے نزدیک ذہنی قلاشی کی دلیل ہے۔ ہاں اگر بات عزت اور آن کی آ جائے تو پھر اشتعال انسان کو آدم خور درندوں سے بھی زیادہ خونخوار اور بے رحم بنا دیتا ہے۔"

باسٹن کی موجودگی میں جیکسن سے کھل کر بات نہیں کی جا سکتی تھی اس لیے میں ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا پھر جب باسٹن کچھ دیر بعد چلا گیا تو میں نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر جیکسن! میں کسی وقت بالکل تنہائی میں تم سے ملاقات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ ملاقات قطعی نجی اور ذاتی نوعیت کی ہو گی، میں یہی چاہوں گا کہ اس ملاقات کا علم میرے دوستوں کو بھی نہ ہو سکے۔"

"اگر میں آپ کے کسی کام آ سکا تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔" جیکسن نے میرے چہرے کے تاثرات کو پڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو کوئی اہم مسئلہ درپیش ہے؟"

"ہاں۔" میں نے گہری سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "اس مسئلے کا تعلق میری موت اور زندگی سے ہے۔"

"نہیں۔" جیکسن میرا جواب سن کر چونکا۔ "آپ میرے ساتھ مذاق تو نہیں کر رہے ہیں؟"

"یہ مذاق نہیں حقیقت ہے میرے دوست۔" میں نے اس کے چہرے پر نظریں جماتے ہوئے کہا۔ "یہ میری خوش قسمتی ہے کہ میں اس وقت تمہارے سامنے موجود ہوں، ورنہ عین ممکن تھا کہ گندی طاقتیں مجھے کل رات ہی ختم کر چکی ہوتیں۔"

"میرے محترم! یہ آپ کیا فرما رہے ہیں؟" جیکسن کے چہرے پر ابھرنے والا اضطراب قطعی طور پر تصنع و بناوٹ سے پاک تھا۔ اگر وہ اداکاری تھی تو پھر مجھے یہ تسلیم کر لینا چاہیے کہ وہ نیچرل اداکاری میں اپنا ثانی نہیں رکھتا ہو گا۔ بہر حال وہ میرے بیان پر تشویش کا اظہار کرتے ہوئے بولا۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بحری عقاب پر آج تک نادیدہ قوتوں نے۔ لیکن

نہیں۔" اچانک جیکسن نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "مجھے نارمن کی پُراسرار موت کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے۔ میں اسے فراموش کر چکا تھا لیکن اب مجھے سنجیدگی سے ان باتوں پر غور کرنا ہوگا۔ کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گے کہ کل رات آپ کے ساتھ کیا گزری؟"

"آج رات کھانے کے بعد تمہارے کیبن میں آؤں گا....."

میں نے جیکسن کی بات کو ٹالتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "مچھلی کے شکار کے بعد میرے ساتھی یقیناً تھک کر بہت جلد سونے کی کوشش کریں گے۔ میرا انتظار کرنا مسٹر جیکسن آج رات کھانے کے بعد۔" پھر اس سے پیشتر کہ جیکسن میری بات کا کوئی جواب دیتا میں تیزی سے پلٹ کر کنٹرول روم سے باہر آگیا۔

میرا اندازہ غلط نہیں تھا۔ دن بھر مچھلی کا شکار کھیلنے کے بعد جیکب اور کیلاکش بری طرح تھک کر چُور ہو گئے تھے۔ چھوٹی موٹی ندیوں یا جھیلوں کے کنارے بنسی لگا کر مچھلی پکڑنا اور بات ہے لیکن کھلے سمندر میں لوہے کے بڑے بڑے نیزوں اور مشینوں کے ذریعے وھیل یا شارک کا شکار کرنا خاصا دشوار اور تھکا دینے والا کام ہوتا ہے چنانچہ میرے دوستوں کی حالت بھی غیر ہو رہی تھی۔ رات کا کھانا بھی انھوں نے خلافِ معمول جلدی کھا لیا پھر اپنے اپنے کیبنوں میں جا کر گھوڑے بیچ کر سو گئے۔ میرا راستہ صاف تھا۔ میں جیکسن کے کیبن پر گیا تو وہ پروگرام کے مطابق میرا منتظر تھا۔ اس کے چہرے پر اس وقت گہری سنجیدگی مسلط تھی۔ میں نے اس کے چہرے کے تاثرات سے یہی اندازہ لگایا کہ وہ میرے آنے سے پہلے ہی سے میرے بارے میں سوچتا رہا ہے شاید وہ کوئی نتیجہ بھی اخذ کر چکا تھا۔

یہاں میں یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتا ہوں کہ میرا دل چونکہ جیکسن کی طرف سے گزشتہ رات والے حادثے کے بعد سے صاف نہیں تھا اس لیے اس کے کیبن میں جانے سے پہلے ہی میں نے خود کو پوری طرح حالات سے نبرد آزما ہونے کے لیے تیار کر لیا تھا۔ میرا آٹومیٹک خفیہ طور سے میرے ڈریسنگ گاؤن کے نیچے موجود تھا جسے میں حسبِ ضرورت فوری طور پر استعمال کر سکتا تھا۔ جیکسن کے اصرار پر میں نے اس کے ساتھ کافی پی پھر ہم اسی میز پر آگئے جہاں بیٹھ کر ایک بار پہلے بھی میں روح کو بلانے کا عمل دیکھ چکا تھا۔ کچھ توقف کے بعد میں نے جیکسن کو گزشتہ رات سیاہ سانپ کے نمودار ہونے کا پورا واقعہ تفصیل سے سنا دیا اور وہ قصہ بھی سنا دیا جس کا ذکر جیکب نے کیا تھا۔ جیکسن نہایت سنجیدگی سے میری روداد سنتا رہا۔ خلافِ توقع اس وقت وہ چونکنے یا حیرت کا کوئی اظہار کرنے کے بجائے بے حد پُرسکون اور نارمل نظر آرہا تھا البتہ سنجیدہ ضرور تھا۔ میں پوری تفصیل سنا چکا تو جیکسن نے سپاٹ لہجے میں پوچھا۔

"اب آپ مجھ سے کیا دریافت کرنا چاہتے ہیں؟"

"سب سے پہلے میں تم سے نارمن اور ڈاکٹر کی موت کے بارے میں معلوم کرنا پسند کروں گا۔" میں نے جیکسن کے اطمینان کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "کیا تم بتاؤ گے کہ ان دونوں کی موت کے پیچھے کون سی طاقت کارفرما تھی؟"

"بحری عقاب پر اس قسم کے پُراسرار واقعات پہلی بار رونما ہوئے ہیں میرے محترم۔" جیکسن نے سنجیدگی اور اطمینان سے جواب دیا۔ "اور اگر میں یہ کہوں کہ ان واقعات کا تعلق صرف آپ کی ذات سے ہے تو شاید غلط نہ ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" میں تیزی سے بولا۔ "کیا تم نارمن اور ڈاکٹر کی موت کا تعلق بھی میری ذات سے منسوب کرو گے؟"

"ناراض نہ ہوں میرے محترم دوست! کچھ سازشوں کی جڑیں اتنی گہری ہوتی ہیں کہ ان کی تہہ تک پہنچنا ناممکن ہوتا ہے لیکن آپ نے وہ مثال بھی ضرور سنی ہوگی کہ لوہا لوہے کو کاٹتا ہے۔" جیکسن نے اپنی دستی گھڑی کو دیکھتے ہوئے کہا۔ "موجودہ حادثات میں بھی ایک گہری سازش کام کر رہی ہے لیکن ہو سکتا ہے کہ آج کی رات ان سازشوں کی آخری رات ہو۔"

جیکسن نے آخری جملہ کہتے وقت میری جانب دیکھ کر جس انداز میں معنی خیز لہجہ اختیار کیا تھا اسے محسوس کر کے میری ریڑھ کی ہڈی میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ میں نے احتیاطاً اپنے سینے سے ہاتھ لگے بازو کو سہلایا اور انگوٹھے سے ٹٹول کر اس بات کا دوبارہ یقین کر لیا کہ میں اپنا بھرا ہوا آٹومیٹک ساتھ لانا نہیں بھولا تھا۔ آخری رات پر جیکسن نے خاص طور پر زور دیا تھا اور فوری طور پر مجھے یہی خیال گزرا تھا کہ شاید وہ آج کی رات مجھے ختم کر دینے کا فیصلہ کر چکا ہے اور غالباً میں نے اس کے کیبن میں آکر سخت حماقت اور نادانی کا ثبوت دیا تھا۔ بہرحال جو تیر کمان سے نکل چکا تھا واپس نہیں آسکتا تھا لہٰذا میں نے خود پر کسی حد تک قابو پاتے ہوئے جیکسن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر قدرے خشک آواز میں پوچھا۔

"سازشوں کی آخری رات سے تمہاری کیا مراد ہے؟"

"کچھ دیر اور صبر سے کام لیجیے میرے محترم! آپ کو آپ کے سوالات کے جواب مل جائیں گے۔" جیکسن نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کچھ باتیں ایسی بھی ہوتی ہیں جن کے انتظار کی کوفت انسان کے صبر کے پیمانوں کو لبریز کر کے چھلکا دیتی ہے اور....."

"اور وہ جذبات کی رو میں بہک کر گاؤن کے نیچے سے اپنا آٹومیٹک پستول نکال کر بلا سوچے سمجھے.....!"

"تمہارا خیال ٹھیک ہے مسٹر جیکسن۔" میں نے بڑی سرعت سے اپنا پستول گاؤن کے اندر سے نکالا پھر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ جس انداز میں جیکسن نے میرا جملہ درمیان سے کاٹا تھا اسی انداز میں میں نے بھی اس کا جملہ مکمل نہیں ہونے دیا۔ میرے لیے ایک ایک لمحہ اہم تھا۔ میں جیکسن کو سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا اس لیے اس کو پستول کی زد پر لیتے ہوئے نہایت سفاک لہجے میں بولا۔ "مجھے تمہاری ذات پر شبہ تھا اس لیے میں پوری تیاری کر کے آیا ہوں۔ خبردار، کسی حماقت کا ثبوت دینے کی کوشش فضول ہی ہو گی۔ میں بے دریغ تمہارا جسم چھلنی کر ڈالوں گا۔"

"عقل مندی سے کام لینے کی کوشش کیجیے میرے محترم۔" جیکسن نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "اگر میں آپ کا دشمن ہوتا تو پستول کی موجودگی کا اظہار کرنے کے بجائے اچانک اور اس قدر بھرپور وار کرتا کہ آپ کو بچاؤ کا موقع نہ مل پاتا۔ آپ کی اطلاع کے لیے یہ بھی عرض کر دوں کہ میں روحوں کے ذریعے تمام حالات معلوم کر چکا ہوں اور حالات سے نمٹنے کے لیے میں نے ایک روح کو روک بھی لیا تھا جو اس وقت میرے کیبن میں موجود ہے اور....."

"اور تم شاید مجھے باتوں میں الجھا کر کچھ وقت حاصل کرنا چاہتے ہو۔" میں نے ایک بار پھر جیکسن کے جملے کو درمیان سے اچکتے ہوئے کہا۔ "بہتر ہو گا کہ تم میرے سوالات کے ٹھیک ٹھیک جواب دیتے رہو ورنہ.....!"

میری نگاہیں بدستور جیکسن کے اوپر جمی ہوئی تھیں۔ اس نے اپنی جگہ سے ایک معمولی سی جنبش بھی نہیں کی البتہ اس کی پلکوں اور آنکھ کی پتلیوں نے کچھ عجیب انداز میں حرکت کی تھی۔ یوں جیسے کسی کو اشاروں میں آگے بڑھنے کی تلقین کی جاتی ہے اور پھر اچانک میرے حلق سے ایک کراہ نکل گئی۔ کسی نے یک لخت پوری قوت سے میرے سیدھے بازو پر اتنا شدید وار کیا کہ آٹومیٹک پستول میرے ہاتھ سے نکل کر جیکسن کے قدموں کے قریب جا پڑا۔ میں نے پلٹ کر دیکھا۔ کیبن میں میرے اور جیکسن کے علاوہ کوئی تیسری شخصیت موجود نہیں تھی۔ یقیناً وہاں کوئی روح موجود تھی جس نے جیکسن کی پلکوں کی جنبش کا مفہوم سمجھ کر مجھ پر اچانک حملہ کر دیا تھا۔ میں نے دوبارہ سہمے ہوئے انداز میں جیکسن کی سمت دیکھی۔ وہ میرا پستول فرش سے اٹھا چکا تھا۔

"میں شرمندہ ہوں میرے محترم! لیکن زندگی بچانے کی خاطر مجھے مجبوراً روح کی مدد حاصل کرنی پڑی۔" اس نے میرا پستول میز پر میری نشست کے سامنے رکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "آئیے! تشریف رکھیے۔"

میں آگے بڑھ کر اپنی کرسی پر دوبارہ بیٹھ گیا۔ پستول اٹھا کر میں نے ہولسٹر میں ڈال لیا۔ جیکسن کی طرف سے میرا دشمن ہونے کا شبہ دور ہو چکا تھا اور اب مجھے اپنی جلد بازی پر غصہ آ رہا تھا۔ کیبن میں چند ثانیے مکمل خاموشی رہی پھر جیکسن نے میرے تاثرات کو پڑھتے ہوئے کہا۔

"آپ کی جگہ میں ہوتا تو شاید میں بھی وہی سوچتا جو آپ نے سوچا ہے۔ میں نے پہلے ہی عرض کیا تھا موجودہ پراسرار واقعات میں ایک گہری سازش کام کر رہی ہے اور یہ اسی کا ردعمل تھا کہ آپ مجھے اپنا دشمن سمجھنے پر مجبور ہو گئے۔"

"تو کیا نارمن بھی اسی سازش کا شکار ہوا تھا؟" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"جی ہاں۔" جیکسن نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "دشمن کی کوشش یہ تھی کہ وہ نظروں میں آئے بغیر مجھے آپ لوگوں کی نگاہوں میں مشکوک کر دیں اور پھر اپنا کام خاموشی سے کر گزریں لیکن کل رات ان سے ایک بھول ہو گئی۔ ان کو اس بات کا علم نہیں تھا کہ آپ رات کے وقت اپنے کیبن کے گرد حصار باندھ دیتے ہیں۔ اس بات کے علم میں آنے کے بعد ہی انھوں نے کسی بہانے سے آپ کو اس حصار سے باہر لانے کی کوشش کی تھی لیکن انھیں کامیابی نہیں ہوئی البتہ اس طرح آپ کے دل میں میرے خلاف....."

"مسٹر جیکسن۔" میں نے اس کی بات کو کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "یہ درست ہے کہ میں رات کو جہاں بھی سوتا ہوں ایک مخصوص حلقے میں حصار کھینچ دیتا ہوں لیکن آخر رات ہی کیوں؟ کیا میرے دشمن دن میں مجھ پر حملہ آور نہیں ہو سکتے۔"

"یہ ایک طویل بحث ہو گی مسٹر جمال۔" جیکسن نے کہا۔ "فی الحال آپ یہ سمجھ لیں کہ کچھ قوتیں ایسی ہوتی ہیں جو رات کے گھپ اندھیروں میں زیادہ حیرت انگیز اور پراسرار قوتوں کی مالک بن جاتی ہیں اور اتنی خوب صورتی سے اپنے دشمن کو موت سے ہمکنار کرتی ہیں کہ دنیا کا کوئی قانون ان کے خلاف ایک رتی برابر بھی شبہ نہیں کر سکتا۔"

"درست ہے۔ لیکن نارمن اور ڈاکر کی موتیں تو روز روشن میں واقع ہوئی تھیں۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں پہلے ہی عرض کر چکا ہوں میرے محترم کہ نارمن اور

اڈگر کی موت کے ذریعے دشمن میرے خلاف ثبوت پیدا کرکے مجھے مجرم ثابت کرنا چاہتا تھا۔" جیکسن نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا "یہ نارمن نے اپنی موت سے ایک روز قبل میرے روحوں کو طلب کرنے والے عمل کا مذاق اڑایا تھا اور یہ بات سب ہی جانتے ہیں کہ میں اپنے اس عمل کے سلسلے میں کوئی مذاق برداشت کرنے کا عادی نہیں ہوں اور ایسا کرنے والوں کو ہمیشہ کسی عتاب کا نشانہ بننا پڑا ہے۔"

"ون منٹ جیکسن۔" میں نے کچھ سوچ کر چونکتے ہوئے پوچھا۔ "اگر تمہاری بات درست ہے تو اس کے دو مطلب نکلتے ہیں۔ پہلا یہ کہ سازش کرنے والوں کو اس بات کا علم ہوگیا تھا کہ نارمن نے تمہارا مذاق اڑایا ہے اور دوسرا۔ دوسرا یہ کہ وہ سازشی اس وقت بھی بحری عقاب پر موجود ہیں کیوں میرے دوست، میرا اندازہ غلط تو نہیں ہے؟"

"میں آپ کے خیال کی تردید نہیں کروں گا میرے محترم۔" جیکسن زہرخند سے بولا پھر اپنی دستی گھڑی دیکھنے لگا۔ اس بار میری نظر بھی اس کی گھڑی کی جانب اٹھ گئی جو رات کے ساڑھے نو کا اعلان کر رہی تھی۔ نہ جانے کیوں مجھے احساس ہو رہا تھا کہ کوئی پراسرار واقعہ پھر رونما ہونے والا ہے جس کا علم جیکسن کو روحوں کے ذریعے ہوچکا ہے اور شاید اسی لیے وہ باربار اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈال کر وقت کا اندازہ لگا رہا تھا میرا دل چاہا کہ اس ضمن میں بھی اسے کریدوں لیکن میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ ہوسکتا تھی کہ باربار گھڑی پہ نظر ڈالنا اس کی عادت بن گئی ہو جسے میں نے پہلے محسوس نہ کیا ہو۔

"اگر میرا وہ دشمن اسی جہاز پہ موجود ہے تو تم اس سے واقف بھی ضرور ہوگے۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"صبر سے کام لیجیے میرے محترم۔" جیکسن بڑے پُراعتماد انداز میں بولا۔ "آج کی رات بحری عقاب پہ جنم لینے والی گندی سازشوں کی آخری رات ہوگی۔"

"لیکن۔ وہ کون ہے؟" میں نے فطری بے چینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے سوال کیا۔ "اب میری ذات سے اس کو کیا دلچسپی ہے؟"

"میں نے تفصیل میں جانے کی کوشش نہیں کی لیکن روحوں نے مجھے یہی بتایا ہے کہ وہ آپ کو اس سفر سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔"

"سفر سے باز رکھنا چاہتے ہیں؟" میں نے جیکسن کے جملے کو حیرت سے دہرایا۔

میری حالت غیر ہونے لگی۔ درخشاں کے کہے ہوئے الفاظ میرے کانوں میں گونجنے لگے۔ اس نے مرنے سے کچھ دیر پیشتر بڑے سکون اور اعتماد کے ساتھ کہا تھا۔ "وقت بہت کم ہے جمال میرے سرتاج، مجھ سے وعدہ کرو کہ تم میری موت پہ پریشان نہیں ہوگے۔ مجھے دیکھو میں اس وقت کتنی مطمئن ہوں۔ اس لیے کہ ہم دوبارہ بہت جلد ملیں گے۔ تم میری خاطر ایک دور دراز کے سفر پر روانہ ہوگے۔ اس سفر کے اختتام پر تم ایک نئی سرزمین پہ قدم رکھوگے جہاں میں تمہارا انتظار کر رہی ہوں گی۔ شاید کچھ بدلے ہوئے روپ میں مگر تم مجھے اپنے دل کی بے قرار دھڑکنوں سے پہچان لوگے۔ سمجھ لوگے کہ میں تمہاری درخشاں ہوں۔"

اور جیکسن کو بھی روحوں نے یہی بتایا تھا کہ میرے دشمن مجھے اس سفر سے باز رکھنا چاہتے ہیں۔ تو کیا درخشاں نے جو کچھ کہا تھا وہ درست تھا؟ کیا میں اسے دوبارہ حاصل کرسکتا تھا؟ اگر نہیں تو پھر نادیدہ قوتیں مجھے اس سفر سے کیوں روکنا چاہتی تھیں؟ میرے ذہن میں بے شمار سوالات ابھرنے لگے۔ خنکی کے باوجود میرے چہرے پر پسینے کے قطرے ابھر آئے۔ جیکسن خاموش بیٹھا حیرت سے میری کیفیت کا اندازہ لگا رہا تھا۔ میں اس سے اپنے سفر کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا تھا لیکن میری قوت گویائی جیسے سلب ہوگئی تھی۔ میرا دل جیسے اندر ہی اندر ڈوبتا جا رہا تھا۔ میرے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہونے لگے تھے۔ میری آنکھیں ضرور کھلی ہوئی تھیں لیکن میرے وجود پہ گہرا خمار آہستہ آہستہ طاری ہو رہا تھا پھر۔

اچانک جیکسن نے اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی اور یک لخت اٹھ کر کھڑا ہوگیا۔ شاید وہ گھڑی آن پہنچی تھی جس کا وہ منتظر تھا اس کی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک بڑی بھیانک اور خوف ناک تھی۔ اس نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

"میرے محترم۔ اٹھیے اور خاموشی سے میرے پیچھے پیچھے آجایئے۔"

جیکسن یہ کہتا ہوا دروازے کی سمت بڑھ گیا اور میں مشینی انداز میں اٹھ کر اس کے پیچھے ہو لیا جیسے میں اس کی بات ماننے پر مجبور تھا۔ جیسے وہ اپنی پراسرار قوتوں سے مجھے پوری طرح تسخیر کرچکا تھا۔

جیکسن کی آواز میں سحر تھا۔ میں کسی معمول کی طرح اس کے پیچھے پیچھے قدم اٹھاتا رہا۔ میرے ذہن میں اس وقت بھی درخشاں کی آواز کہیں دور سے ابھرتی محسوس ہو رہی تھی۔ میں جیسے خواب بیداری کی کیفیتوں سے دوچار تھا۔ عرشے سے گزر کر جیکسن میرے کمرے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔ باہر پاؤں کی آہٹ سن کر اندر سے ٹامی نے بھونکنا شروع کر دیا تھا۔ وہ جانور تھا، لیکن میرے انتظار میں ابھی تک جاگ رہا تھا۔ ٹامی کے بھونکنے کی آواز سن کر میرے ذہن پر طاری غنودگی یک لخت چھٹ گئی۔ میں نے چونک کر جیکسن کو دیکھا، وہ اس وقت بے حد پراسرار نظر آ رہا تھا۔ مجھے اس کی باتیں یاد آنے لگیں۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"مسٹر جیکسن! کیا ہم آج رات اسی طرح گم صم گزار دیں گے؟"

"میرا مشورہ ہے کہ آپ ٹامی کو ساتھ لے لیں۔" جیکسن نے میرے سوال کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ ہماری مشکل بہتر طور پر آسان کرے گا۔"

میں ہونٹ چبا کر رہ گیا۔ کیبن کا دروازہ کھول کر میں نے ٹامی کو ساتھ لے لیا۔ مجھے دیکھتے ہی اس نے بھونکنا بند کر دیا تھا۔ جیکسن ٹامی کو معنی خیز نگاہوں سے دیکھ رہا تھا پھر وہ گھٹنے کے بل بیٹھ کر اس کے سر پر محبت سے ہاتھ پھیرنے لگا اور بار بار اس کے کانوں کو چومنے لگا۔ ٹامی سے اس کی محبت میرے لیے کوئی نئی یا انوکھی بات نہیں تھی۔ جیکسن نے ٹامی کے لیے بھی عجیب و غریب پیشین گوئیاں کی تھیں۔ وہ جب بھی ٹامی کو دیکھتا اس کی نگاہیں چمک اٹھتی تھیں لیکن نہ جانے کیوں اس وقت مجھے ٹامی سے جیکسن کا والہانہ عشق کچھ اچھا نہیں لگا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم وقت ضائع کر رہے ہیں۔" میں نے خشک اور تیز لہجے میں کہا۔

"صبر میرے محترم! جلد بازی کام کو خراب کر دیتی ہے۔" جیکسن سنجیدگی سے بولا پھر وہ اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور اس جانب قدم بڑھانے لگا جدھر ملازموں کے لیے دو چھوٹے کیبن بنے ہوئے تھے۔ وہ اس کیبن کے سامنے پہنچ کر رک گیا جس میں سیاہی جوڑا ٹھہرا ہوا تھا۔ میں نے جیکسن کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن اس نے مجھے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر دروازے سے کان لگا کر کچھ سنتا رہا۔ ٹامی ایسے موقعوں کو خاص طور پر پراسرار سمجھ کر بھونکنا شروع کر دیتا تھا اور خصوصاً رات کے وقت مگر خلافِ توقع وہ اس وقت بالکل خاموش تھا البتہ زبان باہر نکال کر اس نے ہانپنا شروع کر دیا تھا۔ ساتھ ہی وہ بار بار گردن اوپر اٹھا کر اس طرح جیکسن کو دیکھنے لگ تھا جیسے کسی حکم یا اشارے کا منتظر ہو۔

میرے صبر کا پیمانہ لبریز ہو کر چھلکنے والا تھا۔ میں نے جیکسن کو غصے سے دیکھا، وہ ابھی تک کیبن کے دروازے سے کان لگائے کھڑا تھا اور اس کے ہونٹ تیز تیز ہل رہے تھے۔ شاید وہ کچھ پڑھ رہا تھا۔ میں نے ہاتھ بڑھا کر اس کے شانے کو چھوا تو وہ اس طرح اچھل پڑا جیسے موت نے اسے دبوچنے کی کوشش کی ہو۔ خوف سے اس کی پیشانی پر پسینے کے ننھے ننھے قطرے چمک اٹھے۔

"تم یہاں کیا کر رہے ہو؟" میں نے اسے مخاطب کرتے ہوئے سرد آواز میں پوچھا۔

جیکسن نے میری بات کا کوئی جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔ آہستہ سے کیبن کے دروازے پر ہاتھ رکھ کر اسے کھولا اور لپک کر اندر داخل ہو گیا۔ میں اور ٹامی بھی جیکسن کے ساتھ ساتھ اندر داخل ہو گئے۔ ہماری نظروں کے سامنے سیاہی جوڑا کھڑا ہمیں پھٹی پھٹی نگاہوں سے دیکھ رہا تھا۔ عورت ہمیں دیکھ کر سہم گئی تھی لیکن مرد کی آنکھوں سے حقارت ابل رہی تھی وہ جیکسن کو کھا جانے والی نظروں سے ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہا تھا پھر اچانک اس نے چونک کر کیبن کے دروازے کی سمت دیکھا اور اس کی نگاہوں میں بھی خوف ابھر آیا۔ میں نے تیزی سے پلٹ کر دروازے کی سمت دیکھا لیکن وہاں کچھ بھی نہیں تھا پھر وہ شخص چونکا کیوں تھا؟ اور جیکسن مجھے اس کیبن میں کس غرض سے لایا تھا؟ میں ابھی ان سوالوں پر غور کر رہا تھا کہ معاً میری نگاہ سیاہی مرد کے بائیں بازو پر پڑی جہاں پٹی بندھی ہوئی تھی۔ اسی لمحے جیکسن کی سپاٹ آواز کیبن میں سرسراتی ہوئی سنائی دی۔

"مسٹر لاسا! مجھے افسوس ہے کہ اس وقت تمہیں تکلیف دے رہا ہوں لیکن کام کچھ ایسا ہی ہے کہ ہم تمہیں زحمت دینے پر مجبور ہو گئے۔"

"تم... تم اندر کیسے آ گئے؟" لاسا نے تعجب سے کہا۔ "کیبن کو میں نے اندر سے خود اپنے ہاتھوں سے بولٹ کیا تھا۔"

"تمہارا خیال ہے میرے دوست۔" جیکسن بولا۔ "اگر دروازہ بند ہوتا تو ہم اندر کس طرح آتے؟"

"یہی تو میں سوچ رہا ہوں۔" لاسا اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے بولا پھر عورت کو گھورتے ہوئے پوچھا۔ "رویا! کیا تو نے دروازہ کھولا تھا؟"

"نہیں۔" سیاہی عورت نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں تو تمہارے زخموں کی مرہم پٹی کرنے میں مصروف تھی۔"

itsurdu.blogspot.com

"یہ تمھارا ذاتی مسئلہ ہے لاسا۔" جیکسن نے ٹھوس اور خشک آواز میں کہا۔ "میں ایک خاص مسئلے میں تمھاری مدد لینے کی غرض سے آیا ہوں۔"

"میری مدد۔" لاسا چونک اٹھا۔ "میں سمجھا نہیں مسٹر جیکسن۔"

"مسٹر ایشلے نے تم کو بحری عقاب پر پناہ دے کر احسان کیا ہے۔ کیا تم اس احسان کا بدلہ نہیں چکاؤ گے؟" جیکسن کے لہجے میں گہرا طنز تھا۔

میں ویسے پھاڑ پھاڑ کر جیکسن اور لاسا کو دیکھ رہا تھا ان کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں البتہ لاسا کے بازو کا زخم نہ جانے کیوں مجھے رہ رہ کر کھٹک رہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس زخم سے میری ذات کا کوئی گہرا تعلق ضرور ہے۔ ٹامی کی نظریں بھی لاسا پر جمی ہوئی تھیں وہ غصے میں بڑی تیزی سے اپنی دُم ہلا رہا تھا لیکن مجھے حیرت تھی کہ اس نے ابھی تک ایک بار بھی بھونکنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں مسٹر ایشلے کا یہ احسان تمام زندگی یاد رکھوں گا۔" لاسا نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "اگر میں آپ کے کسی کام آسکوں تو یہ میری خوش قسمتی ہوگی۔"

"تمھیں جہاز کے کپتان سے زیادہ مسٹر جمال اصغر کا شکر گزار ہونا چاہیے اس لیے کہ بحری عقاب کو انھوں نے دو ماہ کے لیے کرائے پر حاصل کر رکھا ہے۔"

"میں آپ کا بھی شکر گزار ہوں مسٹر جمال۔" لاسا نے میری جانب دیکھ کر کہا لیکن اس کی نگاہوں میں اظہار تشکر کے بجائے مجھے نفرت اور حقارت کے ملے جلے تاثرات نظر آرہے تھے۔ شاید وہ میرا وہم ہی رہا ہو۔

"گزشتہ رات ایک سیاہ ناگ نے مسٹر جمال اصغر کو ڈسنے کی کوشش کی تھی لیکن جمال صاحب نے اسے زخمی کر کے بھگا دیا۔" جیکسن نے لاسا کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میں چاہتا ہوں مسٹر لاسا کہ تم اس ناگ کو پکڑنے میں میری مدد کرو۔"

لاسا نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ جیکسن کو خوں خوار نظروں سے گھورنے لگا اور تب اچانک میرا ذہن جاگ اٹھا۔ لاسا کے بازو کا زخم اس کی آنکھوں میں ابھرنے والے نفرت اور حقارت کے جذبے اور پھر اس کا جیکسن کو خطرناک نظروں سے گھورنا، میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں میری نگاہوں میں خون اتر آیا۔ میں لاسا کو قہر آلود نظروں سے گھورنے لگا۔ ٹامی کی اضطرابی کیفیت بھی بڑھتی جا رہی تھی مگر وہ بدستور خاموشی سے اپنی دُم کو تیز تیز حرکت دے رہا تھا۔

"تم نے میری درخواست کا کوئی جواب نہیں دیا۔" جیکسن نے زہر خند سے کہا۔ "کیا میں یہ سمجھوں کہ تم ہمارے دشمن کو پکڑنے میں ہماری مدد نہیں کرنا چاہتے ہو؟"

اس بار بھی لاسا چپ چاپ کھڑا جیکسن کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھتا رہا۔ اس کی نظریں ایک بار پھر دروازے کی جانب اٹھ گئیں پھر اس نے اچانک بڑی برق رفتاری سے زمین پر جھک کر لوٹ لگائی لیکن کراہ کر رہ گیا۔ اس کی آنکھوں سے شعلے برسنے لگے۔

"لوہے کو ہمیشہ لوہا ہی کاٹتا ہے۔" جیکسن حقارت سے بولا۔ "میں نے یہاں داخل ہونے سے پہلے ہی روحوں کو تمھارے اردگرد تعینات کر دیا تھا تاکہ تم پھر کوئی چمتکار دکھانے کی کوشش نہ کرو اور پھر تمھارے بازو سے بھی خاصا خون ضائع ہو چکا ہے۔ ایسی حالت میں تمھارا زیادہ اچھل کود کرنا کچھ مناسب بھی نہیں۔"

"میں۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ تم کیا کہہ رہے ہو؟" لاسا ہونٹ چباتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ "شاید تمھیں میرے متعلق کوئی غلط فہمی ہوئی ہے۔"

"میں اس غلط فہمی کو ابھی دور کیے دیتا ہوں۔" جیکسن سرد آواز میں بولا پھر اس نے گردن گھما کر میرے ٹامی کی طرف کھوئی ہوئی نظروں سے دیکھا ان خوابیدہ نظروں میں مجھے لاتعداد روحوں کا عجیب تماشہ رقص نظر آرہا تھا اور پھر۔

ٹامی نے اچانک خوں خوار انداز میں بھونکتے ہوئے جست بھری اور لاسا کی طرف لپکا، وہ یا سہم کر ایک طرف ہٹ گئی لاسا نے خود کو بچانے کے لیے ہاتھ پاؤں مارنے شروع کر دیے اور جانے کیا کیا بڑبڑا کر ہاتھ چلانے لگا لیکن ٹامی غضب ناک ہو چکا تھا۔ اس نے لاسا کو نیچے گرا کر بھنبھوڑنا شروع کر دیا تھا۔ لاسا کی کرب ناک چیخیں اور ٹامی کے بھونکنے کی آوازنے مل جل کر عجیب ماحول پیدا کر دیا تھا۔ روپا بدستور ایک جانب دیوار سے لگی کھڑی ہانپ رہی تھی۔ مجھے حیرت تھی کہ شور و غل کی بلند آوازوں نے ابھی تک جہاز کے عملے کے کسی فرد کو ہماری طرف متوجہ نہیں کیا تھا۔

رفتہ رفتہ لاسا کی قوتِ مدافعت کمزور پڑتی جا رہی تھی۔ ٹامی کے تیز دانت اس کے جسم کو لہولہان کر رہے تھے۔ لاسا کی چیخوں کی آوازیں مدھم پڑنے لگیں۔ تو جیکسن نے آگے بڑھ کر ٹامی کو ریک جانے کا اشارہ کیا اور اس وقت میری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب میں نے ٹامی کو یک لخت سر پڑتے دیکھا وہ سر جھکائے یوں لاسا کو چھوڑ کر ہٹ گیا جیسے یک لخت کیبن میں اس کی موجودگی کو فراموش کر بیٹھا ہو۔

میں نے پلٹ کر لاسا کی طرف دیکھا، اس کا لباس تار تار ہو چکا تھا اور جسم لہولہان نظر آ رہا تھا۔ وہ بے ہوش ہو چکا تھا۔

"جکیسن" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جکیسن کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: "کیا لاسا مر گیا؟"

"یہ مرے گا نہیں میرے محترم دوست البتہ تمہاری کے خوفناک وار سے اس کی یادداشت اور سفلی طاقتوں کو ہمیشہ کے لیے زنگ آلود ضرور کرے گا۔" جکیسن نے بڑے اطمینان سے کہا: "اب یہ ہمارے لیے قطعی بے ضرر ہو گیا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ اس کا ذہنی توازن ہی بگڑ جائے ایسی صورت میں ہمیں اسے باندھ کر رکھنا ہو گا۔"

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ سیاہ ناگ اسی کا دوسرا روپ تھا؟" میں نے لاسا کی طرف نفرت سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"روپا" اچانک جکیسن کی آواز میں پھر وہی خوابیدہ سحر بیدار ہو گیا جو میں نے اس کے کیبن سے اٹھتے وقت محسوس کیا تھا۔ وہ میری بات کا جواب دینے کے بجائے روپا کی طرف دیکھ رہا تھا جو بدستور کیبن کی دیوار سے لگی کھڑی پھٹی پھٹی نگاہوں سے لاسا کا حسرت ناک انجام دیکھ رہی تھی لیکن جکیسن کی آواز سن کر اس طرح چونکی جیسے طویل نیند سے اچانک بیدار ہو گئی ہو۔ "میرے قریب آؤ روپا۔" جکیسن نے اسے نرم آواز میں حکم دیا تو وہ آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی اس کے قریب جا کر کھڑی ہو گئی۔ تاملی میرے قریب آ کر میرے قدموں میں خاموش بیٹھ گیا تھا۔

مجھے وہ سب کچھ ایک خواب سا لگ رہا تھا۔ جکیسن میری توقعات سے کہیں زیادہ پُراسرار اور طاقت ور ثابت ہو رہا تھا جس انداز میں اس نے تمام فتنوں کو اپنے قابو میں کیا تھا وہ حیرت انگیز تھا ——— یقیناً اس نے میرے تاملی کے کانوں میں بھی کوئی سحر پھونک دیا تھا جو وہ بھی اس کا مطیع و فرماں بردار بن گیا تھا اور اب وہ روپا کے اوپر اپنی نادیدہ پُراسرار قوتوں کو آزما رہا تھا۔

"روپا" جکیسن کی نرم اور ٹھوس آواز کیبن میں ابھری۔ "تم لاسا کو کب سے جانتی ہو۔ تمہارے اور اس کے درمیان کیا رشتہ ہے؟"

"میں اس کی داسی ہوں۔" روپا نے یوں بولنا شروع کیا جیسے وہ خواب میں بڑبڑا رہی ہو۔ "ہماری ملاقات بنارس میں ہوئی تھی۔ میں دیوی درشن کے لیے وہاں کے بڑے مندر گئی تھی اور لاسا کے چرنوں میں دل ہار بیٹھی۔"

"لاسا نے کل رات ناگ کا روپ کیوں اختیار کیا تھا؟"

جکیسن نے بدستور روپا کی نگاہوں میں جھانکتے ہوئے سوال کیا۔

"وہ اس دشٹ (بدمعاش) کو مارنا چاہتا تھا جو ایک ویاکل آتما (بے چین روح) کا پیچھا کر رہا ہے۔" روپا نے جواب دیا: "لاسا کو ایک مہان پجاری نے حکم دیا تھا کہ وہ اس کام کو ترنت (جلدی) نمٹانے کی کوشش کرے لیکن کل رات وہ خود زخمی ہو گیا۔"

"کیا پجاری لاسا نے تم کو بھی جنتر منتر سکھا رکھے ہیں؟" جکیسن نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"نہیں۔ میرا کام کیول... اپنے شریر کی سندرتا سے لاسا کا من بہلانا ہے۔"

"روپا۔ کیا تم جانتی ہو کہ لاسا اس وقت کہاں اور کس حال میں ہے؟"

"ہاں۔" روپا نے پلکیں جھپکائے بغیر کہا: "اس سمے وہ میرے پاس اسی کیبن میں ہے۔ اسے جہاز کے مسٹنڈے نائب کپتان نے زخمی کر دیا ہے۔ اس مرد وشش پر کتا چھوڑ دیا تھا۔ جس نے میرے پلوتا کے اجلے شریر کو بھنبھوڑ ڈالا ہے۔"

"نہیں۔" اچانک جکیسن کی آواز ٹھوس اور بھاری ہو کر ابھری: "تم کو حالات کا کوئی علم نہیں تمہیں کچھ نہیں معلوم کہ لاسا کیسے زخمی ہوا۔ میری بات دھیان سے سنو داسی روپا۔ تم لاسا کے زخمی ہونے کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں۔ تم لاسا کے پہلو میں بے خبر سو رہی تھیں۔ صبح تمہاری آنکھ کھلی تو لاسا تمہیں زخمی نظر آیا۔ کیوں کیا تم میری بات سمجھ رہی ہو؟"

"ہاں میں سمجھ رہی ہوں۔" روپا نے خوابیدہ لہجے میں جواب دیا: "مجھے لاسا کے زخمی ہونے کا کارن نہیں معلوم۔ صبح میری آنکھ کھلی تو میں نے اپنے دیوتا کو زخمی پایا تھا۔"

"تم بہت سندر ہو روپا اب تمہیں نیند آ رہی ہے تم سب کچھ بھول کر سو جاؤ۔ گہری نیند۔" جکیسن نے بدستور روپا کی آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا پھر اس نے آگے بڑھ کر روپا کو ایک بازو سے سہارا دیا اور دوسرے ہاتھ سے اس کی آنکھوں کو آہستہ سے بند کر کے فرش پر لٹا دیا۔ اور ہم باہر آ گئے۔

جکیسن نے مجھے یقین دلا دیا تھا کہ اب لاسا میرے خلاف کچھ کرنے کے قابل نہیں رہا، مجھے اس کی باتوں پر یقین کر لینے کے سوا کوئی چارہ بھی نہیں تھا۔ جکیسن کی پُراسرار شخصیت جس انداز میں اچانک ابھر کر میرے ذہن پر مسلط ہوئی تھی اس نے مجھے اس کی باتوں پر اعتماد کر لینے کو مجبور کر دیا تھا۔ مجھے

میرے کیبن تک چھوڑنے کے بعد وہ بڑی بے پروائی سے سیٹی پر کوئی دھن بجاتا اپنے کیبن کی جانب چلا گیا۔ جانے سے پیشتر اس نے مجھے سختی سے تاکید کر دی تھی کہ میں ان باتوں کا ذکر کسی اور سے نہ کروں، اپنے دوستوں سے بھی نہیں ورنہ وہ دوبارہ میرے کسی کام نہیں آئے گا اور میں نے صدق دل سے اس سے مہر بلب رہنے کا وعدہ کر لیا اس لیے کہ وہ میرے لیے آیندہ بھی بہت کارآمد ثابت ہو سکتا تھا۔ مجھے ابھی اس سے اپنے سفر کے بارے میں، اپنی دو نعشوں کے بارے میں بہت کچھ معلوم کرنا تھا۔

اس رات میں بڑی دیر تک اپنے بستر پر لیٹا جیکسن کی پراسرار شخصیت کے بارے میں سوچتا رہا پھر کب نیند نے آہستہ سے بڑھ کر مجھے اپنی آغوش میں لیا اور کب میں دنیا و مافیہا کے ہنگاموں سے بے خبر ہوا، مجھے اس کے متعلق کوئی خبر نہیں۔

دوسری صبح میری آنکھ دیر سے کھلی۔ کیلاش اور جیکب بھی دیر سے اٹھے۔ مچھلی کے شکار کی تھکن اس وقت بھی ان دونوں کے چہروں سے عیاں تھی جب ہم ناشتے کے لیے ڈائننگ روم میں جمع ہوئے۔ خاص طور پر جیکب کا حال قابل دید تھا۔ جس انداز میں وہ ناشتے کی میز تک آیا تھا اس سے یہی ظاہر ہوا تھا جیسے وہ اپنے وجود کو زبردستی اپنی ٹانگوں پر گھسیٹ رہا ہو۔ پورے چہرے پر کرب ہی کرب نظر آ رہا تھا۔ کیلاش بھی تھکا تھکا تھا لیکن اس نے جیکب کی تھکن کا دل کھول کر مذاق اڑانا شروع کر دیا تھا اور اس طرح بڑی حد تک اپنی تھکن کو بھول گیا تھا۔ ناشتے کے دوران بھی اس نے جیکب کا پیچھا نہیں چھوڑا۔

"میں سوچ رہا ہوں کہ کپتان اینٹلے سے ایک بار پھر شکار کا بندوبست کرنے کی درخواست کروں۔" کیلاش نے سنجیدگی سے کہا۔ "کیوں برادرم جیکب تمہارا کیا خیال ہے؟"

"بڑا نیک خیال ہے۔" جیکب بولا۔ "لیکن اس بار میں آرام کروں گا اور جمال تمہارے ساتھ ہو گا۔"

"پھر وہی بات۔" کیلاش نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ جمال کو پرندوں، پرندوں اور درندوں کے شکار سے کوئی دلچسپی نہیں۔"

"جانتا ہوں۔" جیکب مجھے دیکھ کر بولا۔ "لیکن آبی مخلوق کا تجربہ جمال کے لیے یقیناً دلچسپ ہو گا۔"

"ہو سکتا تھا۔ لیکن تمہاری حالت دیکھ لینے کے بعد میرے فرشتے بھی اس تجربے کی حماقت نہیں کریں گے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"مجھے بھی کوئی دلچسپی نہیں تھی مگر یہ شخص مجھے زبردستی گھسیٹ کر لے گیا۔" جیکب نے کیلاش کی سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "یقین مانو جمال، جوڑ جوڑ دکھنے درد کے پھوڑا بن گیا ہے۔ میں مر رہا ہوں اور اس مردِ احمق کو مذاق سوجھ رہا ہے۔"

"شکار کیسا رہا؟" میں نے کیلاش سے پوچھا۔

"اینٹلے اس میدان کا خاصا پرانا اور تجربہ کار کھلاڑی معلوم ہوتا ہے۔ اس لیے وہ مجھ پر برتری لے گیا۔ ویسے تین عمدہ درمیانہ سائز کی مچھلیوں کے پیٹ میں نے بھی نیزے سے چاک کر دیے البتہ جیکب ضرور بال بال بچ گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت چاہی۔ "کیا جیکب نے شکار میں شمولیت نہیں اختیار کی تھی؟"

"نہیں۔" کیلاش نے سنجیدگی سے ایک طویل سانس لے کر جواب دیا۔

"گویا یہ صرف شکاریوں کے ساتھ ساتھ تھے۔" میں نے جیکب پر فقرہ چست کیا۔

"جو تم کہہ رہے ہو وہ بھی غنیمت ہوتا لیکن یہ مردود تو پورے شکار کے وقت ہاتھ باندھے اور معصوم صورت بنائے بیٹھا رہا۔" کیلاش نے جیکب کا مذاق اڑاتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "میں نے وجہ دریافت کی تو جانتے ہو اس نے کیا جواب دیا؟"

"کیا؟" میں نے زیرِ لب مسکراتے ہوئے پوچھا۔

"کہنے لگا مچھلی چونکہ مونث ہوتی ہے اس لیے اس کی غلامی بھی فرض ہے۔" کیلاش نے کہا پھر خود ہی جھلا کر بولا۔ "یار جمال اس شخص کی منطق میری سمجھ سے بالاتر ہے۔ سلویا کی بات اور تھی لیکن تمام مونث چیزوں کی غلامی۔۔۔"

"تمہیں ربِ عظیم کا واسطہ۔" جیکب نے رو دینے والے انداز میں کہا۔ "اب میرا پیچھا چھوڑ دو اور اگر ہو سکے تو کوئی ایسی دوا تجویز کر دو جو مجھے جوڑوں کی تکلیف سے نجات دلا دے۔ مقدس انجیل کی قسم جینا بھی دو بھر ہو رہا ہے۔"

"تمہاری تھکن اور جوڑوں کے درد کا بہترین علاج وہی سیاہی حسینہ ہے جسے تم منحوس گردان چکے ہو۔"

"لعنت بھیجو۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولا۔ "اگر میرے اختیار کی بات ہوتی تو ان دونوں کے ٹکڑے کر کے وہیل مچھلی کے آگے ڈال دیتا ہمیشہ کے لیے قصہ پاک ہو جاتا۔"

لاسا اور سوپا کے تذکرے پر مجھے بھی سنجیدگی اختیار کرنا پڑی۔ جیکسن کی پراسرار قوتوں نے لاسا کو جس انداز میں اچانک میرے لیے غیر موثر بنانے کی خاطر جارحانہ کارروائی کی تھی وہ انتہائی

سنسنی خیز تھی۔ اس نے لاسا کو اپنی روحوں کے ذریعے بے بس کرا دیا تھا پھر خود ملوث ہوئے بغیر میرے شامی کے ذریعے اس کے پورے وجود کو خون خون کرا ڈالا۔ روپا ان تمام باتوں کی واحد چشم دید گواہ تھی یا ایک میں تھا لیکن جیکسن نے اپنی ماورائی طاقتوں سے اس کے ذہن کو بھی یکسر پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ شاید وہ مسمریزم یا عمل تنویم میں بھی دخل رکھتا تھا۔ اس نے روپا کے ذہن میں لاسا کے زخمی ہونے کے سلسلے میں ایک کہانی بٹھا دی تھی اور یوں بے پروا ہو گیا تھا جیسے اب اسے کسی بات کی کوئی فکر ہی نہیں تھی۔

جیکسن کی شخصیت میرے لیے روز بروز پُراسرار ہوتی جا رہی تھی۔ اس کے جوہر آہستہ آہستہ کھل رہے تھے۔ وہ صرف روحوں کو بلانے کا عمل ہی نہیں جانتا تھا بلکہ جادو اور دیگر اسرار علوم میں بھی عمل دخل رکھتا تھا۔ اس کی نادیدہ قوتوں نے اسے یہ بھی بتا دیا تھا کہ میں نے بغلی ہولسٹر میں اس کے لیے آتشی کھلونا چھپا رکھا تھا۔ شاید وہ دلوں کا مخفی حال پڑھنے کی بھی قوت رکھتا تھا۔ ممکن ہے اسے میرے سفر کرنے کی اصل وجہ بھی معلوم ہو گئی ہو۔ روحوں نے اسے میرے بارے میں یقینی طور پر سب کچھ بتا دیا ہوگا۔ وہ یہ بھی جانتا ہوگا کہ ہمارے بحری سفر کا اختتام کہاں ہوگا۔ وہ کون سی سرزمین ہوگی جہاں درخشاں کی پیش گوئی کے مطابق میرے قدم پہلی بار پڑیں گے۔ جہاں درخشاں ایک نئے روپ میں میری راہ دیکھ رہی ہو گی۔ اور۔ اور جیکسن کو درخشاں کے اس نئے روپ کے بارے میں بھی روحوں نے بتا دیا ہوگا۔ وہ میرے ماضی کی مکمل داستان بھی روحوں کی زبانی سن چکا ہوگا لیکن اس نے ان باتوں کا ذکر مجھ سے نہیں کیا۔ میں نے سفر کے بارے میں اس سے دریافت بھی کیا تھا مگر وہ بڑی خوب صورتی سے ٹال گیا۔ شاید وہ یک لخت نہیں کھلنا چاہتا تھا۔ البتہ آہستہ آہستہ اپنی پُراسرار شخصیت کا ایک ایک پہلو اجاگر کر کے مجھے مرعوب کرنا چاہتا تھا۔ وہ آکٹوپس کی طرح بے انتہا زہریلا اور خطرناک تھا لیکن۔

جیکسن نے مجھے کوئی زک نہیں پہنچائی تھی میری مدد کی تھی۔ اگر وہ لاسا کی خطرناک اور پوشیدہ شخصیت کو بے نقاب کرتا تو شاید جلد یا بدیر لاسا کی کالی اور سفلی طاقتیں میرا قصہ بھی ہمیشہ کے لیے پاک کر دیتیں۔ میں تاریکی میں بڑی آسانی سے مار لیا جاتا۔ جیکسن نے میری جان بچا کر مجھ پر احسان کیا تھا اس لیے مجھے اپنے محسن کے بارے میں غلط انداز میں نہیں سوچنا چاہیے تھا۔ اس کی دوستی اور رفاقت میرے لیے بڑی فائدہ مند ثابت ہو سکتی تھی۔

"کاش۔ جیکسن مجھے پہلے مل گیا ہوتا۔" میں نے سوچا "میری اس کی ملاقات اس وقت ہو گئی ہوتی جب میرے دشمن درخشاں کو مجھ سے چھین لینا چاہتے تھے۔ ان کی نادیدہ قوتیں میرے سکون کو برباد کرنے کے درپے تھیں میرے پاس مفر کی گنجائش نہ تھی۔ میں درخشاں کو اپنے بازوؤں میں سمیٹے موت کے آہنی اور سرد پنجوں سے بچانے کے لیے شہروں شہروں بھاگتا پھرتا تھا۔ میرے لیے دنیا کی وسعتیں ان نادیدہ شیطانی قوتوں کی وجہ سے بہت تنگ ہو گئی تھیں اور پھر۔ میں تھک کر نڈھال ہو گیا۔ درخشاں کے قدموں میں ایک نئے وجود کی کروٹوں نے بیڑیاں ڈال دیں۔ وہ چلنے پھرنے کے قابل نہ رہ گئی۔ طویل بھاگ دوڑ اور پریشانیوں کے بعد جب ممتا کی خوشیوں نے بیدار ہو کر اس کے وجود پر اپنی نرم اور ٹھنڈی چھاؤں کا سایہ کرنے کی کوشش کی۔۔۔۔ تو بدذات پجاریوں کے جنتر منتر اس کی خوشیوں سے گھن بن کر چمٹ گئے اور اسے اندر ہی اندر چاٹ گئے۔ کاش۔ کاش۔ جیکسن کی رفاقت مجھے اس وقت حاصل ہوتی تو شاید میں بے بسی کا شکار نہ ہوتا۔ درخشاں مجھ سے نہ چھینی جا سکتی اور شاید آج میں یوں تنہا اور اداس نہ ہوتا۔"

"جمال۔ جمال۔ یہ بیٹھے بیٹھے تم کہاں غائب ہو گئے؟"

"آں۔ ہاں۔ کچھ بھی نہیں۔" میں نے جیکب کی آواز پر چونکتے ہوئے کہا۔ "تم دونوں کی جھڑپ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔"

"دوسرا کون؟" جیکب نے مجھے غور سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیلاش کو تو وہ منحوس عورت بلا کر لے گئی ہے کیا تمہیں اس کے آنے کی خبر بھی نہیں ہوئی۔ کہاں کھو گئے تھے؟"

میں نے سنبھل کر حالات کا جائزہ لیا۔ کیلاش واقعی وہاں موجود نہیں تھا۔ جیکب کے کہنے کے بموجب روپا آکر اسے ساتھ لے گئی تھی غالباً لاسا کے علاج کے لیے مگر مجھے مطلق خبر نہ ہوئی۔ شاید میں جیکسن کی شخصیت اور اپنے ماضی کے تانے بانوں میں الجھ کر اتنا محو ہو گیا تھا کہ روپا کے آنے اور کیلاش کے جانے کی خبر بھی نہ ہو سکی۔ میں جیکب کو مطمئن کرنے کی خاطر جلدی سے بولا۔

"رات میں دیر تک جاگتا رہا شاید اسی لیے کچھ دیر کو میری آنکھ لگ گئی لیکن کیلاش۔۔۔؟"

"وہ منحوس عورت کچھ دیر قبل گھبرائی ہوئی یہاں آئی تھی۔" جیکب نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "اس نے کیلاش کو بتایا کہ رات وہ اور اس کا مرد بڑے سکون اور آرام سے گہری نیند سوئے تھے لیکن صبح وہ بیدار ہوئی تو کیبن کا دروازہ کھلا ہوا تھا اور لاسا اسے خون میں لت پت نظر آیا۔" کیلاش یہ سنتے ہی اس

کے ساتھ چلا گیا۔"

"کیا تمھیں اس حادثے سے کوئی دل چسپی نہیں۔" میں نے تیزی سے اٹھتے ہوئے کہا۔ "انسانیت بھی کوئی چیز ہوتی ہے میرے دوست۔ آؤ، ہمیں بھی چل کر دیکھنا چاہیے کہ ان بے چاروں پر کیا گزری ہے۔" میں یہ کہتا ہوا کیبن سے باہر نکل گیا۔

میرے ذہن میں گزشتہ رات کا ایک ایک منظر گھوم گیا۔ روپا نے وہی بیان دیا تھا جو اسے جیکسن نے ذہن نشین کرایا تھا لیکن میں قریب پہنچ کر حالات کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔ روپا کی طرف سے میرے دل میں کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن لاسا... جیکسن نے اسے بے ہوشی کی حالت میں چھوڑا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ لاسا ہوش میں آنے کے بعد اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھے گا۔ تامی کے دانتوں کا زہر اس کے جسم میں سرایت کر کے اس کی... یادداشت الٹ پلٹ کر رکھ دے گا۔ لیکن یہ ضروری تو نہیں تھا۔ مضبوط اعصاب والے افراد اپنے اندر بڑی سے بڑی ٹوٹ پھوٹ بھی برداشت کر جانے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لاسا تو گندی طاقتوں کا مالک تھا، ہو سکتا تھا کہ کسی کالی قوت نے بے ہوشی کی حالت میں بھی اس کی مدد کی ہو اور اس کے ذہن کو محفوظ رکھا ہو۔

میں تیز تیز قدم اٹھاتا عرشے پر آ گیا۔ لاسا کے کیبن کے سامنے اچھا خاصا ہجوم ہو چکا تھا — اندر سے اس کی چیخوں کی آوازیں بھی سنائی دے رہی تھیں۔ میں نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ بھیڑ کو چیرتا ہوا اندر داخل ہوا تو میری آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ لاسا کے جسم پر وہی لباس تھا جو اس نے رات پہن رکھا تھا اور جسے میری نظروں کے سامنے تامی نے اپنے تیز دانتوں سے تار تار کر ڈالا تھا مگر اس وقت وہ لباس ثابت نظر آ رہا تھا البتہ اس پر خون کے جمے ہوئے دھبے ضرور موجود تھے۔

لاسا کو جہاز کے عملے کے دو افراد نے جکڑ رکھا تھا۔ اس کی پیشانی پر زخم کا خاصا بڑا نشان نظر آ رہا تھا اور وہ پاگلوں کی طرح واہی تباہی بک رہا تھا۔ اس کی ذہنی رو بہک چکی تھی شاید اسی لیے دو تنومند آدمیوں نے اسے مضبوطی سے جکڑ رکھا تھا اور کیلاکش قریب بیٹھا اس کا معائنہ کر رہا تھا۔ میں ابھی پھٹی پھٹی نگاہوں سے لاسا کی وحشت اور دیوانگی کا تماشہ دیکھنے میں مصروف تھا کہ جیکسن میرے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ اس وقت بھی قطعی نارمل اور بے پروا نظر آ رہا تھا۔ میں نے غیر اختیاری طور پر اسے مخاطب کرنا چاہا۔

"مسٹر جیکسن، کل رات۔۔۔۔"

"میں سن چکا ہوں میرے محترم۔" جیکسن نے پلٹ کر میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کل رات یہ دونوں میاں بیوی نہایت آرام اور سکون کی نیند سو رہے تھے لیکن صبح جب عورت بیدار ہوئی تو اس نے اپنے مرد کو زخمی دیکھا، کیبن کا دروازہ بھی کھلا ہوا تھا۔"

جیکسن کی آنکھوں میں کوئی ایسا سحر ضرور موجود تھا جو میں جھرجھری لیے بغیر نہ رہ سکا، پھر مجھے یاد آ گیا کہ اس نے گزشتہ رات سختی سے تاکید کی تھی کہ میں ان باتوں کا ذکر کسی اور کے سامنے نہ کروں ورنہ وہ آئندہ بھی میرے کام نہیں آئے گا۔ اس کی گھورتی نظروں نے مجھے اچانک اپنی حماقت کا احساس دلایا تو میں سنبھل گیا اور بات بناتے ہوئے بولا۔

"یہ سب کچھ اچانک کس طرح ہو گیا، میرا مطلب ہے کہ کل رات تک تو اسے عملے کے افراد نے بھی ٹھیک ٹھاک حالت میں دیکھا تھا۔"

"مشیت ایزدی اسی کو کہتے ہیں۔" جیکسن سرد آہ بھر کر بولا۔ "کل رات تک اس غریب کو بھی اس بات کا وہم و گمان نہ ہوگا کہ اگلی صبح کا سورج اس کی دیوانگی اور پاگل پن کا پیغام لے کر طلوع ہوگا۔"

تامن اور اڈگر کی موت کے بعد لاسا کی دیوانگی نے جہاز کے عملے کے افراد کو خاصا متاثر کیا تھا، وہ کیبن کے باہر جمع تھے اور آپس میں چہ میگوئیاں کر رہے تھے لیکن اینٹلے نے آ کر انھیں کام پر واپس جانے کی تلقین کی تو وہ سر جھکا کر واپس چلے گئے۔ اینٹلے اونچی آواز میں بڑبڑاتا اندر داخل ہوا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب لوگ شراب کے دو گھونٹ بھی ہضم نہیں کر سکتے تو پوری بوتل خالی کرنے کی حماقت کیوں کرتے ہیں۔"

"باس، کیا آپ نے دیکھا تھا کہ یہ۔۔۔" جیکسن نے اینٹلے کی طرف دیکھ کر سوال کیا لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتا اینٹلے نے بڑی صفائی سے اسے آنکھ ماری پھر زیادہ اونچی آواز میں بڑبڑانے لگا۔

"ہاں میں اس وقت عرشے پر چہل قدمی کر رہا تھا جب یہ نشے میں دھت ہاتھ میں پوری بوتل لیے لڑکھڑاتا جھومتا کیبن کھول کر چوری چوری باہر نکلا تھا پھر اس نے کیبن سے ذرا دور جا کر بوتل دوبارہ منہ سے لگائی اور آدھی بوتل بیک حلق نیچے اتار گیا۔ اس کے بعد اگر میں نے اسے نہ سنبھالا ہوتا تو عرشے پر یہ بھی لڑھکتا ہوا بوتل ہی کی طرح کھلے سمندر میں گر کر ڈوب جاتا۔" اینٹلے اپنے آدمیوں کو مطمئن کرنے کے لیے ایک نئی کہانی سنا رہا تھا۔ "جہاز نے ایک ذرا جھکولا کھایا تو یہ اپنا توازن برقرار

نہ رکو سکا لیکن اس کی قسمت اچھی تھی جو یہ ریلنگ کے لوہے سے ٹکرا کر رک گیا پھر میں نے دوڑ کر اسے پکڑ نہ لیا ہوتا تو شاید دوسرے جھٹکے میں یہ لہروں کے درمیان پڑا غوطے کھا رہا ہوتا۔ پیشانی کے زخم اور شراب کی تلخی نے اسے بے ہوش کر دیا تھا۔ میں نے اسے اٹھا کر واپس اس کے کیبن میں ڈال دیا تھا۔ لیکن اب یہ پاگلوں کی طرح شور کیوں مچا رہا ہے؟"

"یہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے مسٹر لینٹلے۔" کیلاش نے اٹھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "اگلی بندرگاہ تک ہمیں اسے باندھ کر رکھنا ہوگا۔"

"باندھ دو۔ باندھ دو۔" لینٹلے نے اپنے آدمیوں کو بے پروائی سے حکم دیا۔ "دائی کی کچی شراب زیادہ مقدار میں پی لی جائے تو کھوپڑی اسی طرح پلٹ کر رہ جاتی ہے۔ دو تین دنوں میں آپ ہی آپ ٹھیک ہو جائے گا۔"

لینٹلے کے حکم پر لاسا کو اس طرح رسیوں سے جکڑ دیا گیا کہ وہ ہاتھ پاؤں بھی نہیں ہلا سکتا تھا۔ کچھ دیر میں یہ خبر جہاز کے ایک کونے سے دوسرے کونے تک پھیل گئی کہ لاسا کثرت مے نوشی کی وجہ سے پاگل ہوا ہے۔ وہ انتشار جو کچھ دیر پیشتر عملے کے افراد کے ذہنوں پر طاری تھا یک لخت بادلوں کی طرح چھٹ گیا اور اب وہ دل کھول کر لاسا کی دیوانگی کا مذاق اڑا رہے تھے۔ البتہ روبا سکتے کی حالت سے دوچار تھی اور ٹکٹکی باندھے لاسا کو گھورے جا رہی تھی۔

ہم لاسا کے کیبن سے نکل کر دوبارہ عرشے پر آئے تو جیکسن اجازت لے کر کنٹرول روم کی سمت چلا گیا۔ کیلاش کو تنہائی ملی تو اس نے سنجیدگی سے کہا۔ "یار جمال۔ یہ لاسا والا کیس بھی میری سمجھ میں نہیں آ سکا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے وضاحت چاہی۔

"یہ بات اپنی جگہ درست ہے کہ وہ اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے لیکن اس کی وجہ شراب نہیں کچھ اور ہے۔"

"کیا لاسا کی پیشانی کا زخم تشویشناک نہیں ہے؟ میرا مطلب ہے ہو سکتا ہے کہ زخم کی وجہ سے اس کے ذہن کو دھچکا لگا ہو اور اس کی یادداشت متاثر ہو گئی ہو۔" میں نے کیلاش کو مطمئن کرنے کے لیے اپنا خیال ظاہر کیا۔ "دیوانگی اور پاگل پن وقتی بھی ہو سکتا ہے۔"

"شاید۔" کیلاش نے ہونٹ کاٹتے ہوئے بڑا مختصر سا جواب دیا۔ اس کا ذہن ابھی تک لاسا میں الجھا ہوا تھا لیکن جب وہ اپنے کیبن میں داخل ہوا تو جیکب کو دیکھ کر اس کے چہرے پر اچانک شریر مسکراہٹ ابھر آئی۔ میں بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکا۔

جیکب کیلاش کے کیبن میں آنکھیں بند کیے کھڑا منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑا رہا تھا اور بار بار ہاتھ سے سینے پر صلیب کے نشان بنا رہا تھا۔ ہمارے قدموں کی آہٹ سن کر اس نے آنکھیں کھول دیں پھر کیلاش کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیسی حالت ہے اس منحوس کی؟ زندہ ہے یا قصہ پاک ہو گیا؟"

"فکرمند مت ہو۔" کیلاش شوخی سے بولا۔ "تمہارے راستے کا کانٹا نکل چکا ہے یعنی لاسا اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے لیکن اس کی حسین و جمیل بیوی روبا بخیر و عافیت ہے اور تمہاری خیریت اب ہم لوگ خدا سے نیک چاہتے ہیں۔"

"تمہیں ربِ عظیم کی قسم۔ ٹھیک ٹھیک بتاؤ۔ کیا بات ہے؟" جیکب نے تلملاتے ہوئے پوچھا۔

"لاسا کو آج صبح اچانک اس بات کا علم ہو گیا تھا کہ اس کی بیوی نے ایک رات تمہارے کیبن کے دروازے پر شب خوابی کا باریک لباس پہن کر دستک دی تھی چنانچہ وہ یہ صدمہ برداشت نہ کر سکا اور ۔۔۔۔"

"پاگل ہو کر ہمارے لیے اور زیادہ منحوسیت پھیلانے کے لیے زندہ ہے۔" جیکب جھلاتے ہوئے بولا۔

"یہ تمہارے لیے سنہری موقع ہے نادر جیکب۔" کیلاش نے کہا۔ "روبا کی دلجوئی کے لیے اس وقت تمہیں اس کے پاس ہونا چاہیے۔"

جواب میں جیکب نے کوئی تلخ اور سخت بات کہنی چاہی تھی لیکن پھر اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا اور ہمیں کھا جانے والی قہر آلود نگاہوں سے گھورتا ہوا کیلاش کے کیبن سے باہر چلا گیا۔ جیکب کے جانے کے بعد کیلاش نے پھر لاسا کی دیوانگی کے سلسلے میں سنجیدگی اختیار کرنی چاہی لیکن میں اس ذکر سے بچنا چاہتا تھا اس لیے کچھ دیر بیٹھا یوں ہی ہاں ہوں کرتا رہا پھر اٹھ کر اپنے کیبن میں آ گیا۔

جیکسن نے جو چاہا تھا اور جس انداز میں سوچا تھا سب کچھ اسی طرح ہوا۔ کیبن میں آ کر میں بہت دیر تک اس کے بارے میں سوچتا رہا۔ پھر میرا ذہن درخشاں کی طرف چلا گیا۔ مجھے ایک مسلمان کی حیثیت سے یقین نہیں تھا کہ وہ مجھے اسی دنیا میں دوبارہ مل سکے گی لیکن واقعات اور حالات میرے یقین کی نفی کرتے تھے۔ پنڈت پجاریوں اور جوگیوں نے درخشاں کی زندگی میں بھی میرے اوپر آدم خور گدھوں کی طرح یلغار کر دی

تھی۔ ہر وقت وہ منحوس بگولوں کی مانند میری خوشیوں پر سائے کی طرح منڈلاتے رہتے' ان کی خواہش تھی کہ درخشاں کو مجھ سے چھین لیں' مجھے بربادیوں سے ہمکنار کر دیں' میں نے ان کے چنگل سے فرار حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کی' کچھ پاک روحوں اور مقدس طاقتوں نے میرا ساتھ بھی دیا تھا' مجھے وہ نورانی چہرے آج بھی یاد ہیں جنھوں نے بار ہا مجھے موت کے منہ سے بچایا تھا' اس دیوانے کی صورت آج بھی میری آنکھوں میں نقش بنی ہوئی ہے میں جسے پاگل سمجھا تھا' میرا خیال تھا کہ وہ کسی حسین' خوب رو' پری پیکر دوشیزہ کی زلف گرہ گیر میں الجھ کر اپنا ہوش و حواس کھو بیٹھا ہے' کسی کی عشوہ طرازیوں نے پہلے اس کا دل موہ لیا پھر اس کے مال و دولت کا صفایا کر کے اس طرح اپنی دہلیز سے نکال باہر کر دھتکارا ہو گا کہ وہ اپنا ذہنی توازن نہ برقرار رکھ سکا ہو گا' ہوش مند ہوتا تو کپڑے پھاڑ کے دیوانوں کی طرح گلی کوچوں اور ویران قبرستانوں میں گرد کیوں اڑاتا پھرتا۔

میں نے اس کے بارے میں کچھ یہی سوچا تھا لیکن وہ اس کے برعکس نکلا' وہ عشق مجازی کا نہیں عشق حقیقی کا دیوانہ تھا' اس کی پرواز میرے ذہن کی بلندیوں سے کہیں زیادہ تابناک ہوتی' وہ میری سطح سے بہت اونچا تھا' اس کی آنکھوں کی وسعتوں میں کائنات عریاں ہو کر رہ گئی تھی' وہ زمان و مکاں کی قید سے آزاد تھا' فاصلے اس کے لیے کوئی حقیقت نہیں رکھتے تھے۔ اللہ کے اس پیارے اور نیک بندے نے بھی میری مدد کی تھی لیکن قصور ان کا نہیں میرے نصیب کا تھا۔ میری حماقتوں نے مجھے اچھے اور برے کی شناخت بھلا دی تھی۔ میں راہ سے بھٹک گیا تھا۔ قدرت نے درخشاں کو میرے وجود سے علیحدہ کرنے کی ٹھان لی تھی پھر میں کیا کر سکتا تھا سوائے آنسو بہانے کے اور اپنا لہو پینے کے۔

درخشاں کی یاد نے ماضی کے زخموں کی کھرنڈ پھر ادھیڑی تو زخم ہرے ہو گئے۔ اندر ہی اندر رسنے لگے لیکن اب اس درد میں وہ تڑپ اور بے چینی نہیں تھی۔ وہ کرب اور اذیت نہیں تھی جسے محسوس کر کے میں چیخ اٹھتا تھا اور سسکنے لگتا تھا۔ اس وقت درخشاں میرے ساتھ تھی۔ اس کی جدائی کا تصور بھی میرے لیے ناقابل برداشت تھا مگر اب میں تنہا تھا۔ درخشاں کے تصور سے کھیلنا میری روح کی غذا بن گیا تھا۔ اس کی زلفوں تلے بیتے ہوئے وہ لمحے بھی مجھے بہت عزیز تھے جب میرے دشمنوں نے زندگی کی مسرتیں مجھ پر حرام کر دی تھیں۔ ان ہی یادوں نے تو ابھی تک درخشاں کے تصور کو میری ذات سے منتھی کر رکھا تھا' وابستگی برقرار تھی' ایک تعلق قائم تھا۔ یادوں کی کسک اور زخموں

پچھلے چند سالوں سے اردو زبان میں ٹیکنکل کتابوں کا قحط پڑ گیا تھا۔ اگر کوئی کتاب ملتی بھی تھی تو بہت پرانی ٹیکنک پر ہوتی تھی جو آج کے دور میں کسی کام نہیں آ سکتی تھی۔ ہم اظہر حسین راہی کے بے حد ممنون و مشکور ہیں جنہوں نے ہمارے اصرار پر موجودہ دور کی ضرورت کو پورا کرنے والی ٹکنیکل کتابیں چھاپنے کا بیڑہ اٹھایا۔ خدا کے فضل اور کرم سے وہ اب تک ذیل کی کتابیں چھاپ چکے ہیں:

(۱) جدید الیکٹرک گائیڈ (۲) جدید الیکٹرک وائرنگ (۳) جدید ریڈیو گائیڈ (۴) جدید موٹر وائنڈنگ (۵) جدید الیکٹرک و گیس ویلڈنگ (۶) کمپیوٹر گائیڈ (۷) جدید صابن سازی (۸) پریکٹیکل ٹرانسفارمر گائیڈ (۹) جدید گھڑی سازی (۱۰) پریکٹیکل ایمپلی فائر گائیڈ (۱۱) ڈیزل انجن گائیڈ (۱۲) پٹرول انجن گائیڈ (۱۳) T.V. ریپیئر گائیڈ (۱۴) کلر T.V. گائیڈ (۱۵) موم بتی و کھلونے بنانا (۱۶) آئینہ سازی (۱۷) V.C.R سروس گائیڈ اور (۱۸) ٹیپ ریکارڈر گائیڈ۔

یہ تمام کتابیں قابل اور سند یافتہ حضرات نے لکھی ہیں۔ ان کتابوں کی مدد سے I.T.I. کورس کرنے والے اور کم پڑھے لکھے بیروزگار نوجوان پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ ہر لحاظ سے مکمل' انتہائی آسانی سے سمجھائے گئے طریقے' فوٹو آفسیٹ پر چھاپی گئی ہیں۔ ہم ان نوجوانوں سے اپیل کریں گے جو بے روزگار ہیں کہ ادھر ادھر وقت برباد کرنے سے بہتر ہے کہ کتابوں کی مدد سے کسی بھی ہنر کو اپنا کر روزی پیدا کریں۔

(محمد تقی' ہارون رشید' واجد علی خاں' محمد اعظم خاں)

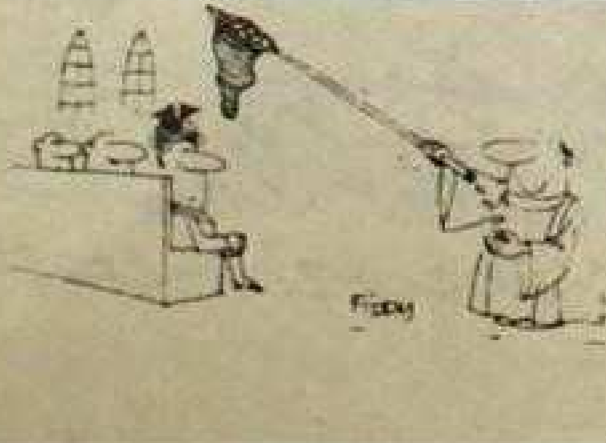

کی مَیں بھی اب میرے وجود کے لیے لازم بن گئی تھی۔ میں درخشاں کے تصور کو ہمیشہ تازہ رکھنا چاہتا تھا۔

اپنے کیبن میں آنے کے بعد میں بہت دیر تک باہمی کے تجزیوں میں بھی الجھتا رہا۔ لاسا نے درمیان میں آکر مجھے پھر اس وہم میں مبتلا کر دیا تھا کہ میں درخشاں کو دوبارہ حاصل کر لوں گا، خود درخشاں نے بھی یہی کہا تھا اور حالات کے نشیب و فراز بھی یہی نشاندہی کر رہے تھے کہ اب درمیانی فاصلے گھٹتے جا رہے ہیں بس کوئی لمحہ ایسا آنے والا تھا جب سمندر کا طویل سفر ختم ہوگا۔ میرے قدم ایک نئی سرزمین پر اتریں گے جہاں میری درخشاں میری زندگی، میری روح، میری دنیا ایک نئے روپ میں میری منتظر ہوگی اور میرے دل کی دھڑکنیں اسے بدلے ہوئے روپ میں بھی شناخت کر لیں گی۔ لاسا نے شاید ٹھیک ہی کہا تھا، جسم کا کیا ہے، یہ تو آنکھوں کی طرح رنگ بدلتے رہتے ہیں۔ زمانے کی سرد و گرم سے جھلس کر اپنی تازگی، اپنی شگفتگی اپنا حسن سب کچھ کھو دیتے ہیں۔ مسخ ہو جاتے ہیں تو ان کی پہچان مشکل ہو جاتی ہے لیکن روح کا رنگ ایک ہوتا ہے۔ وہ اپنی اصلیت کبھی نہیں بدلتی، دھڑکنیں بن کر دل کے نہاں خانوں کو گرماتی رہتی ہے۔ اسی تپش سے وجود کا احساس باقی رہتا ہے یہی دھڑکنیں شناخت کا بہترین ذریعہ ہوتی ہیں جو تعلق دل کی گہرائیوں سے قائم کیا جائے کبھی فنا نہیں ہوتا۔ اس کی یادیں کبھی نہیں مٹتیں البتہ پھولوں کی مہک بن کر ہواؤں میں کہیں گم ضرور ہو جاتی ہیں اور میں اسی مہک کی تلاش میں سرگرداں تھا جو میرے ہرے بھرے گلشن سے روٹھ کر کہیں دور ویرانوں میں گم ہو گئی تھی۔

تشنگی کی تندیوں نے مجھے سراب کے پیچھے سرپٹ بھاگنے اور دوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ میری تڑپ ابھی ختم نہیں ہوئی تھی، زندہ تھی اور اسی تڑپ نے مجھے کسی کی آخری خواہش کی تکمیل پر اکسا دیا تھا۔ میں اسے بھی اپنی دیوانگی سمجھ رہا تھا، جان بوجھ کر خود کو ایک حسین فریب دے رہا تھا لیکن شاید یہ فریب نہیں تھا۔ بحری عقاب پر لاسا کی موجودگی نے اس فریب کو ایک ڈھنگ عطا کر دیا تھا۔ وہ میری جان کا لاگو تھا۔ مجھے ختم کر دینا چاہتا تھا اس لیے کہ میں اپنا سفر جاری نہ رکھ سکوں۔ پنڈت اور پجاریوں نے دیوی دیوتاؤں کے اشارے سمجھ لیے ہوں گے، وہ جانتے ہوں گے کہ اگر میرا سفر کامیاب رہا تو اس کی منزل درخشاں کے روپ میں میرے سامنے ہوگی، وہ مجھے منزل تک پہنچنے سے پہلے ہی ختم کر دینا چاہتے تھے۔ یہ صرف میرا ذاتی خیال نہیں تھا، جگیشن نے بھی روحوں سے یہی کچھ دریافت کیا تھا۔

میں نے یکے بعد دیگرے کئی سگریٹ پھونک ڈالے، میرا اضطراب بڑھتا جا رہا تھا۔ منزل کی توقع نے میرے اندر ایک نئی تڑپ پیدا کر دی تھی، جگیشن کی باتوں نے میری آتش شوق کو ہوا دی تھی۔ میں اپنے کیبن میں ٹہلتا رہا۔ جب دل کو کسی طور چین نہ آیا تو میں نے الماری کھول کر مجلد کاپی اور قلم نکالا اور اپنی داستان کا بقیہ حصہ، جو میرا ماضی تھا اور مجھے بہت عزیز تھا۔ لکھنے بیٹھ گیا۔

"ڈپٹی کمشنر آنند کمار سے ملاقات کرنے کے بعد میں خود کو بڑا ہلکا محسوس کر رہا تھا۔ میرے ذہن پر جو بوجھ تھا اسے میں نے آنند کمار کے دفتر میں اپنے شانوں سے اتار پھینکا تھا، کل حالات کیا رخ اختیار کرتے، کسے علم تھا لیکن میں نے وہ قرض چکتا کر دیا تھا جو آنند کمار کا دعوت والے روز چڑھا گیا تھا، نرملا کی موجودگی نے مجھے اور شیر بنا دیا۔ میں جانتا تھا کہ اس کی موجودگی میں آنند کمار کل پرزے نکالنے کی جسارت نہیں کرے گا۔ اس لیے کہ نرملا کی ایما پر ہی مجھے اندر طلب کیا گیا تھا، وہ نہ ہوتی تو شاید مجھے اس ملاقات کے لیے دو چار چکر اور لگانے پڑتے، یوں بھی مجھے معلوم تھا جو مرد عورت کو اپنی ترقی کا زینہ بناتے ہیں وہ اس کی موجودگی میں زیادہ بڑھ چڑھ کر باتیں کرنے سے گریز کرتے ہیں۔ انہیں ہر دم یہ کھٹکا لگا رہتا ہے کہ اگر بلندیوں تک جانے والی سیڑھیاں کہیں اچانک پیروں تلے سے نکل گئیں تو وہ منہ کے بل واپس زمین پر آ گریں گے۔

آنند کمار کا بھی یہی حال تھا۔ نرملا اس کی دکھتی رگ تھی، اسی کی وجہ سے آنند کمار نے ترقی کی منزلیں طے کی تھیں اس لیے وہ اس سے ڈرتا تھا۔ وہ اس کی بیوی ہونے کے باوجود اس پر حاوی تھی اس لیے کہ اس نے آنند کمار کی خوشیوں کی خاطر اپنے جسم اور اپنی روح کی پاکیزگیوں کی قربانی دی تھی۔ آنند کمار کو بلندیوں تک لے جانے کے لیے خود پستیوں میں گر گئی تھی۔ آنند کمار اور اس کے درمیان صرف ایک ہی قدر مشترک تھی، دونوں ہی بے غیرت تھے، فرق صرف اتنا تھا کہ آنند کمار بے غیرتی کا مظاہرہ کرنے کے باوجود نرملا کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا لیکن نرملا اگر کھل کر بے غیرتی پر آ جاتی تو شاید آنند کمار کو بھاگنے کا راستہ نہ ملتا۔ یہی وجہ تھی کہ نرملا کی موجودگی میں وہ اندر ہی اندر کھولتا رہا، خون کے گھونٹ پیتا رہا لیکن خاموش رہا۔ ایک دو بار اس نے کرسی کی طاقت کے نشے میں پھریری لینے کی کوشش کی لیکن نرملا جس بے تکلفی سے مجھ سے ہمکلام تھی اسے دیکھ کر

وہ خود کو ٹھنڈا رکھنے پر مجبور ہو گیا۔

آنند کمار کے آفس سے نکل کر میں سیدھا حویلی کی طرف واپس ہو لیا' میرا دل چاہ رہا تھا کہ آج کا کام کل پہ ٹالوں اور پنڈت ادم پرکاشں سے بھی دو دو ہاتھ کرتا چلوں لیکن حویلی سے میری زیادہ دیر غیر حاضری درخشاں کو پریشان کر سکتی تھی اس لیے میں نے ادم پرکاشں سے ملنے کا ارادہ ترک کر دیا' یوں بھی میں دوپہر کے کھانے سے قبل حویلی پہنچنا چاہتا تھا لیکن ڈرائیور کی چابکدستی اور برق رفتاری کے باوجود میں پونے دو بجے سے پہلے حویلی نہیں پہنچ سکا' میرا اندیشہ غلط نہیں تھا' درخشاں میرے لیے سخت پریشان تھی۔ میں جاگیر کے کام کا بہانہ تراش چکا تھا۔ درخشاں مطمئن ہو گئی۔ اس نے فوری طور پر مجھ سے کچھ نہیں کہا۔ دل آویز مسکراہٹ ہونٹوں پر بکھیر کر میرا استقبال کیا' لباس تبدیل کرنے میں میری مدد کی پھر جب میں اس کے ساتھ میز پر بیٹھا کھانا کھا رہا تھا تو اس نے دبی زبان میں کہا۔

"جمال۔ میری بھی یہی خواہش تھی کہ آپ جاگیر کے کاموں میں دلچسپی لینا شروع کر دیں لیکن ایک درخواست ہے میری۔"

"حکم دو درخشاں۔" میں نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"درخواست کا لفظ تمھاری زبان پر جچتا نہیں۔"

"مجھے اپنا مقام معلوم ہے جمال۔" وہ مسکرا کر بولی۔ "میری جگہ آپ کے قدموں میں ہے' مجھے وہیں رہنے دیجیے۔"

"تم قدموں میں رہو گی تو آغوش خالی ہو جائے گی۔ وہاں کون رہے گا؟"

"آپ کو اختیار ہے۔" اس نے شرماتے ہوئے جواب دیا۔ "کسی اور کو آغوش کی زینت بنا لیں' میں اعتراض نہیں کروں گی۔"

"کیسی باتیں کر رہی ہو جانِ من۔" میں نے لپک کر ہاتھ سے اس کا ہاتھ دباتے ہوئے کہا۔ "میں اور تمھارے سوا کسی اور کے بارے میں سوچوں۔ خدا کرے اس سے پہلے......"

"میں منت کرتی ہوں۔" وہ یکلخت گھبرا کر بولی۔ "ایسی بری باتیں زبان پر مذاق میں بھی نہ لایا کیجیے۔"

"چلو غلطی ہو گئی۔ معاف کر دو اور یہ بتاؤ کیا کہنا چاہ رہی تھیں؟" میں نے اسے پیار سے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ آپ حویلی سے کہیں باہر جایا کریں تو مجھے بتا کر جایا کریں۔" اس نے آہستہ سے کہا۔ "اس طرح مجھے بھی اطمینان رہے گا۔"

"اطمینان۔ میں سمجھا نہیں؟" میں نے چونک کر درخشاں کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا' میرا دل اچانک دھڑکنے لگا۔ میں نے سوچا کہیں درخشاں کو ان حالات کا علم تو نہیں ہو گیا جو میں اس سے پوشیدہ رکھنا چاہتا تھا۔

"مجھے غلط نہ سمجھیے۔" وہ پریشان سی ہو گئی۔ "میں آپ پر کوئی بندش یا پابندی عائد نہیں کرنا چاہتی لیکن......"

"لیکن کیا درخشاں؟" میں نے پیار بھرے انداز میں کہا۔ "تم مجھ سے کیا کہنا چاہتی ہو۔ کچھ کہتے کہتے رک کیوں گئیں؟ جو کہنا ہے کہہ ڈالو میری جان' اس طرح ذہن کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے۔"

"پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے لیکن۔" اس نے ایک ادائے دلبرانہ سے کہا۔ "دراصل میں آپ سے زیادہ دیر الگ رہوں تو جانے کیوں میرا دل آپ ہی آپ دھڑکنے لگتا ہے' الٹے سیدھے خیالات من کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔"

"مثلاً؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"آپ سمجھنے کی کوشش کریں جمال۔" وہ اکتا کر بولی۔ "ہر وقت بس بچے بنے رہتے ہیں' کبھی تو بالغوں کی طرح بات کو سمجھ لیا کریں۔"

"درخشاں۔" میں نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔ "خدا کی قسم میں تمھاری باتوں کا مفہوم نہیں سمجھ سکا' تمھیں پا لینے کے بعد میں واقعی بچہ بن گیا ہوں' اب بالغ بننے کی کوئی خواہش نہیں رہی' دل چاہتا ہے ہمیشہ تمھاری گود میں سر رکھے لیٹا رہوں اور تم مجھے تھپک تھپک کر لوریاں دیتی رہو۔"

"دن بھر سوتے رہو اور رات آئے تو۔" وہ خود ہی اپنی سوچ پر بل کھا کر شرم سے دوہری ہونے لگی پھر شکایت کرتے ہوئے بولی۔ "کیا ہے جمال! کھانے کے دوران تو کچھ دیر کے لیے سنجیدہ ہو جایا کرو۔"

"اچھا سرکار' چلیے کھانا کھائیے' باقی باتیں اپنے کمرے میں چل کر ہوں گی۔"

ہم دونوں کھانے میں مصروف ہو گئے' درخشاں بار بار میری طرف دیکھتی اور اپنی کہی ہوئی بات کو سوچ کر جلدی سے نظریں جھکا لیتی' میں خاموشی سے کھانا کھا رہا تھا لیکن میرا ذہن درخشاں کی بات سے الجھ گیا تھا' مجھے خدشہ تھا کہ کہیں وہ بدلتے حالات سے واقف نہ ہو گئی ہو' کھانے کے بعد ہم اپنے کمرے میں جا کر لیٹے تو میں نے درخشاں کی ——— مہکتی زلفوں سے کھیلتے ہوئے اسے کریدا۔

"اب بتاؤ' وہ کیا بات تھی جو تم کھانے کے دوران مجھے سمجھانا چاہ رہی تھیں؟"

"جمال۔" وہ میری طرف کروٹ لے کر بولی۔ "تمہارا کیا خیال ہے کیا ڈیڈی کو میرے جدا ہو جانے کا دکھ نہ ہو گا؟"

"درخشاں" میں کانپ اٹھا۔ "کیا تمھیں اپنی غلطی پر ملال ہو رہا ہے۔"

"پھر وہی بچوں کی طرح سوچنا شروع کر دیا۔" اس نے میرے چہرے کے تاثرات پڑھے تو پیار سے میرے گالوں پر چٹکی لیتے ہوئے شوخی سے بولی۔ "اگر مجھے اپنی غلطی کا احساس ہوتا تو تم سے نہ کہتی، پہلے سے تمھیں چھوڑ کر بچھڑ ہو جاتی مگر ایسا نہیں ہے۔ میں نے تمھیں من کی گہرائیوں سے ٹوٹ کر چاہا ہے۔ اپنی مرضی سے اپنا دھرم بدل کر پرانے رشتوں سے منہ موڑ لیا ہے۔ تمھیں پانے کے لیے اپنا دھرم ترک کیا۔ میں اپنا جیون بھی بلیدان کر سکتی تھی۔" وہ آہستہ آہستہ جذباتی ہونے لگی۔

"ایک بات کہوں جانِ من۔" میں نے اس کی سنجیدگی ختم کرنے کی خاطر اسے چھیڑا۔ "تمھاری زبان سے ہندی کے لفظ بڑے میٹھے لگتے ہیں۔"

"میری طرف سے اپنے دل میں ایسا خیال کبھی نہ آنے دینا، یہ میری اور میرے پیار کی توہین ہوگی۔" اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے میری بات کو نظر انداز کر کے آہستہ سے کہا۔

"اچھا بابا! نہیں سوچوں گا ایسی باتیں۔" میں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے کہا پھر اسے گھور کر بولا۔ "تم ہو بڑی چالاک وہ بات پھر بڑی خوب صورتی سے ٹال گئیں جو کھانے کی میز پر شروع ہوئی تھی۔"

"جمال! میں چاہتی ہوں کہ تم کہیں جایا کرو تو مجھے بتا دیا کرو تاکہ ــــــ میں پریشان نہ ہوا کروں۔" وہ سنجیدگی سے میری طرف دیکھتے ہوئے بولی۔ اس کے لہجے میں مٹھاس تھی، اپنائیت تھی اور اس کی جھیل جیسی گہری نیلی آنکھوں میں میرے لیے پیار ہی پیار نظر آ رہا تھا۔

"پریشانی سے تمھاری کیا مراد ہے۔ کیا میں بچہ ہوں جو سڑک پر کھیلتے کھیلتے کہیں گم ہو جاؤں گا یا کوئی مجھے ٹافی کی لالچ دے کر اٹھا لے جائے گا؟"

"تم سمجھنے کی کوشش کیوں نہیں کرتے۔" درخشاں نے میری طرف جھکتے ہوئے کہا پھر میرے بالوں میں اپنی انگلیوں کو گھماتے ہوئے بولی۔ "زخم تازہ ہو تو درد اور تڑپ کا احساس زیادہ نہیں ہوتا لیکن......"

"خدا کے لیے درخشاں۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔ "جو کچھ کہنا ہے ایک بار کہہ ڈالو۔ زیادہ پریشان نہ کرو۔"

"میں تمھیں ڈیڈی اور ان کے پنڈت پجاریوں کے جتھے کے بارے میں بتانا چاہتی ہوں۔" وہ جلدی سے بولی۔ "تم ان لوگوں سے واقف نہیں ہو۔ میں جانتی ہوں کہ وہ اوپر سے جتنے اجلے اور صاف نظر آتے ہیں اندر سے اتنے ہی میلے اور سیاہ ہیں۔"

"مجھے ان لوگوں سے کیا لینا ہے؟" میں چڑ گیا پھر اس خیال سے کہ کہیں میری بات سے درخشاں کی دل آزاری نہ ہو میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "مجھے جو کچھ لینا تھا وہ لے چکا۔ اب ان لوگوں سے مجھے کچھ نہیں چاہیے، بھول جاؤ انھیں۔"

"میں انھیں بھول چکی ہوں جمال لیکن وہ۔ وہ ہمیں آسانی سے نہیں بھولیں گے۔" درخشاں نے سنجیدگی سے کہا۔ "ڈیڈی کے حلقے کے لوگ انھیں چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے، پھر کے لگاتے رہیں گے، کچوکے دیں گے، وہ ہر قیمت پر مجھے تمھاری زندگی سے واپس نکال لے جانے کی کوشش کریں گے۔"

"اور تمھارا کیا خیال ہے؟ میں ہاتھ پر ہاتھ رکھے دور بیٹھا تماشہ دیکھتا رہوں گا۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ "انھیں کھل کر سامنے آنے دو، خدا کی قسم میں ان کو چن چن کر موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ میری زندگی میں وہ تم کو ہاتھ بھی نہیں لگا سکتے۔"

"وہ اپنے دھرم کی آن کی خاطر اس سے بھی زیادہ دور کی سوچ سکتے ہیں۔" درخشاں ہاتھ ملتے ہوئے بولی۔ "وہ کالی کے مندر کے پجاری ہیں، دیوی نے انھیں چھوٹ دے رکھی ہے، وہ خود کو اپنی کالی قوتوں کی وجہ سے بہت بلوان سمجھتے ہیں۔ کٹھن جاپ اور تپسیا نے ان کو مغرور کر دیا ہے۔ اپنی طاقت کے آگے وہ کسی اور کو کچھ نہیں سمجھتے، بیٹھک اور جاپ کر کے انھوں نے جنتر منتر بھی سیکھ لیے ہیں۔ ایک سے ایک گیانی پڑا ہے جمال۔ میں ڈرتی ہوں کہ کہیں وہ تمھیں اکیلے میں کوئی نقصان پہنچانے کی کوشش نہ کریں۔ وہ بڑے نیچ ہیں، گری سے گری حرکت کر گزرنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔"

"ایک بات پوچھوں؟" میں نے درخشاں کو کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "ہماری شادی کو آج پورا ایک ماہ ہو چکا ہے تمھیں آج ہی ان باتوں کا خیال کیسے آ رہا ہے؟"

"آج سے پہلے تم اتنی دیر کے لیے باہر بھی تو نہیں گئے تھے۔" وہ بڑی معصومیت سے بولی۔

"ان واہموں کو دل سے نکال دو درخشاں۔" میں اسے تسلی دیتے ہوئے بولا۔ "اول تو یہ جوگی سادھو اور پنڈت پجاری میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے اور اگر کبھی ایسا ہوا تو پھر دیکھی جائے گی، ابھی سے ان باتوں کو سوچ سوچ کر اپنا خون جلانے سے فائدہ؟"

"خدا کرے میری عمر بھی تمھیں لگ جائے جمال، لیکن میں چاہتی تھی کہ تمھیں یہ تمام باتیں بتا دوں تاکہ تم محتاط رہو۔" درخشاں میرے بالوں کی ایک آوارہ لٹ کو اپنی نرم انگلی سے چھیڑتے ہوئے

بولی: "وہ بڑے چنڈال لوگ ہیں۔ دیوی دیوتاؤں نے انہیں دشمن کے ساتھ دیا کرنا نہیں سکھایا، گندی طاقتوں نے ان کے ذہنوں کو بھی گندا کر دیا ہے۔ ان کے جنتر منتر کے بر عکس بھی ان ہی کی طرح دلکشش ہوتے ہیں۔"

"درخشاں۔" میں نے اسے موضوع سے ہٹانے کے لیے کہا۔ "سنا ہے بھگوانے مندروں کے اندر یہ جو سندر سندر اور بھولی بھالی پجارنیں ہوتی ہیں یہ اندر سے بڑی انس بھری اور زہریلی ہوتی ہیں۔ یہ ان پنڈت پجاریوں کے ساتھ کیسے گزارا کرتی ہوں گی۔"

"ان پجارنوں کی مت پوچھو جمال' یہ پنڈت اور پجاریوں کے لیے اپنے شریر کی بھینٹ کو بھی بڑا پن سمجھتی ہیں۔" درخشاں زیر لب مسکرا کر بولی۔

"شریر کی بھینٹ اور پن۔ میں سمجھا نہیں۔"

"جسم کی قربانی ان پجارنوں کے لیے ثواب ہوتی ہے۔"

"سچ۔ میں شوخ ہو گیا۔ یہ بڑی لیٹیسٹ انفارمیشن دی تم نے۔ پہلے بتایا ہوتا تو کسی مندر میں پتھر کی مورتی کے سامنے آلتی پالتی مار کے دھونی رمانے بیٹھ گیا ہوتا۔ مجھ پر بھی حسن و شباب کی ٹھنڈی پھوار پڑتی اور برکھا برستی۔"

"ہٹو بھی تم نے پھر شروع کر دیں وہی باتیں۔"

"پجارن۔" میں نے بہکے ہوئے انداز میں اس کے کانوں میں سرگوشی کی۔ "آنکھیں کھولو۔"

"بری بات۔" اس نے شوخی بھری سنجیدگی سے مجھے ڈانٹا۔

"اچھے بچے ضد نہیں کرتے' کھانے کے بعد چپ چاپ آنکھ موند کر سو جاتے ہیں' چلو۔ موندو آنکھیں۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر میری آنکھیں بند کر دیں اور آہستہ آہستہ گنگنانے لگی' وہ مجھے لوری دے کر سلانا چاہتی تھی' میں آہستہ سے جماہی لیتا ہوا کچھ اور اس کے قریب ہو گیا پھر اس کے لباس اور جسم کی مہک نے سچ مچ میرے ذہن پر غنودگی طاری کرنا شروع کر دی۔

*

درخشاں نے جن خطروں کا اظہار کیا تھا وہ میرے پیش نظر تھے لیکن میں اسے اس کے باپ کے کرتوت بتا کر دکھی نہیں کرنا چاہتا تھا۔ اس طرح لاعلم بنا رہا جیسے میں سرے سے کچھ نہیں جانتا۔ دو روز تک میں درخشاں کے قریب رہا لیکن تیسرے روز میں کوٹھی سے باہر نکلا اور کردی کی طرف چل پڑا' پنڈت ادم پرکاش کا قرض ابھی میرے اوپر باقی تھا' میں اسے بھی چکتا کر دینا چاہتا تھا۔ ڈرائیور میرے اعتماد کا آدمی تھا پھر بھی میں نے اسے سختی سے ہدایت کر دی کہ اگر کوئی تیسرا شخص میرے بارے میں کچھ دریافت کرے تو اسے صرف یہی بتایا جائے کہ میں جاگیر پر گیا تھا۔

کردی پہنچ کر میں نے اپنی گاڑی بڑے مندر سے تقریباً ایک فرلانگ دور ہی رکوا دی' میں نہیں چاہتا تھا کہ ڈرائیور کو بھی اس بات کا علم ہو سکے کہ میں کہاں جا رہا ہوں۔ گاڑی سے نیچے اتر کر میں پیدل ہی بڑے مندر کی طرف چل دیا جو ایک وسیع و عریض احاطے کے اندر سرخ پتھروں سے تعمیر کیا گیا تھا' میں اس مندر کو باہر سے ہزاروں بار آتے جاتے دیکھ چکا تھا لیکن اس کے اندر داخل ہونے کا اتفاق پہلے نہیں ہوا تھا پھر بھی میں بے دھڑک بڑے پھاٹک سے احاطے میں داخل ہو گیا اور نظریں جھکائے تیز تیز قدم بڑھاتا اوپر چبوترے کی سمت جانے والی سیڑھیوں کے قریب پہنچ گیا' مندر کی تعمیر زمین سے تقریباً بیس فٹ بلند ایک چبوترے پر کی گئی تھی۔

چبوترے کے قریب رک کر میں نے آس پاس کے ماحول کا جائزہ لیا' سادھو اور پنڈت پجاری کھڑاؤں پہنے ادھر ادھر آتے جاتے نظر آ رہے تھے' ان کے جسم پر صندل کے برادے جیسی کوئی چیز ملی ہوئی تھی' بال یا تو بے حد بڑھے ہوئے تھے یا سر انڈے کے چھلکے کی مانند صاف تھا' کچھ پجاریوں کے ہاتھوں میں پیتل کی لٹیائیں بھی تھیں جو جل پانی کے لیے استعمال کی جاتی تھیں ان کے لباس گیروے یا سفید رنگ کے تھے' گلے میں مالائیں جھول رہی تھیں ان میں سے اکثر "اوم ہری اوم" کی صدا بلند کر رہے تھے' مندر کے اندر سے گھنٹیوں کی آوازیں بھی بلند ہو رہی تھیں۔

میں سیڑھیوں کے قریب کھڑا اپنے اگلے اقدام کے بارے میں سوچتا رہا' ایک مسلمان کی حیثیت میں میرا بڑے مندر کے اندر دندناتے ہوئے داخل ہونا کچھ مناسب نہیں تھا اس طرح بات اور خراب ہو سکتی تھی لیکن مجھے یہ بھی علم نہیں تھا کہ پنڈت ادم پرکاش سے اس وقت مندر کے کس حصے میں ملاقات ہو سکے گی' مندر کی پشت پر رہائشی مکانات تھے جن میں پنڈت اور پجاری رہا کرتے تھے لیکن میں نے اس طرف جانے سے گریز کیا مبادا کہ میرا کوئی جاننے والا مل جائے اور مندر

مہمان

ہوٹل میں ٹھہرے ہوئے ایک شخص نے استقبالیہ کلرک سے خط لکھنے کے لیے اسٹیشنری طلب کی۔
"کیا آپ ہوٹل میں مہمان ہیں؟" کلرک نے پوچھا۔
"نہیں۔" وہ آدمی بھنا گیا۔ "میں مہمان نہیں ہوں بلکہ ایک دن کے چالیس پاؤنڈ ادا کر رہا ہوں۔"

میں میری چہل قدمی کو غلط رنگ میں پیش کیا جائے۔ سیڑھیوں کے قریب میرا اس طرح کھڑا رہنا بھی نامناسب تھا۔ آتے جاتے پنڈت اور پجاریوں کی نظریں بار بار میری جانب اٹھ رہی تھیں۔ ابھی میں اسی ادھیڑبن میں تھا کہ ایک پجارن مندر سے باہر آئی۔ میں اس کا حسن اور جوانی دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ سرخ ساڑی میں وہ جوالا مکھی نظر آ رہی تھی۔ اس کا چہرہ غازے اور لپ اسٹک کی قید سے آزاد تھا پھر بھی حسن کی شعاعیں پھوٹ رہی تھیں۔ شرماتی، لجاتی نظریں جھکائے وہ چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی چبوترے کے کنارے آئی۔ جھک کر آخری بار مندر کی سمت دیکھ کر ڈنڈوت کیا پھر آہستہ سے چلتی اور ساڑی کا پلو سنبھالتی، لچکتی، بل کھاتی، جادو جگاتی سیڑھیوں سے نیچے اترنے لگی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس وقت بے شمار نگاہیں اس پجارن کے نازک ریشمی بدن پر پھسل رہی تھیں لیکن وہ ان نگاہوں کی کاٹ سے بے نیاز نیچے اترتی رہی۔ میرے قریب سے گزری تو ہوا کا ایک مست جھونکا اس کے جسم کی مہک سے میرے وجود کو معطر کر گیا۔

"سنو" میں نے غیر اختیاری طور پر اسے آواز دی۔ اس میں میرے ارادے کو کوئی دخل نہیں تھا۔ اس کی کم سنی کے بھرپور نظارے نے جیسے مجھ پر بے خودی طاری کر دی تھی۔ جیسے میں اس کی آنکھوں کے سحر میں کھو کر رہ گیا تھا۔ جیسے وہ آواز میرے لبوں سے نہیں دل کی گہرائیوں سے نکلی تھی۔

"جی" وہ یکدم رک گئی۔ آہستہ سے گھومی، نظریں جھکائے مترنم آواز میں پوچھا۔ "آپ نے مجھے آواز دی تھی بابوجی؟"

"ہم۔۔۔ میں آج پہلی بار اس مندر میں داخل ہوا ہوں۔" میں روانی میں کہہ گیا۔

"سیڑھیاں چڑھ کر سیدھے اوپر چلے جائیے۔ بھگوان کے چرنوں تک پہنچنے کے لیے کسی کی مدد کی ضرورت نہیں ہوتی۔" اس کے لہجے میں تلوار کی سی کاٹ تھی۔ شاید وہ مجھے بھی کوئی بوالہوس پنڈت یا حریص پجاری سمجھ رہی تھی۔ یقیناً اس کے کان اس قسم کی آوازیں سننے کے عادی ہو چکے ہوں گے۔ جبھی تو اس نے نظر اٹھا کر مخاطب کرنے والے کو دیکھنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔ بڑے سیدھے سادے مگر طنز بھرے انداز میں جواب دے کر چپ ہو گئی تھی۔

"میں ایک ضرورت کے تحت یہاں آیا ہوں۔" میں جلدی سے بولا۔ "مجھے پنڈت اوم پرکاش سے ملنا ہے اور۔۔۔ اور میں ہندو نہیں مسلمان ہوں۔"

اس نے پہلی بار چونک کر میری طرف دیکھی

"سلام مالک۔"

"تم۔ تم مجھے جانتی ہو؟" میں نے تعجب سے پوچھا۔

"میں مالتی ہوں سرکار، جیون لال مالی کی بیٹی۔" اس نے اپنا تعارف کراتے ہوئے کہا۔ "مجھے شما کر دیجیے میں آپ کو بھی پنڈت پجاری سمجھ بیٹھی تھی۔ پتاجی کو خبر ہوئی تو وہ ناراض ہوں گے۔"

"کوئی بات نہیں۔" میں نے اطمینان کا سانس لیا پھر ایک پجاری کو اپنی طرف بڑھتا دیکھ کر سپاٹ لہجے میں بولا۔ "مجھے پنڈت اوم پرکاش سے ملنا ہے۔ کیا تم مجھے اس کا پتہ بتا سکتی ہو؟"

"وہ مندر کے پیچھے املی والے پیڑ کے نیچے رہتے ہیں۔" مالتی نے بڑی معصومیت سے جواب دیا۔ "کسی سے بھی پوچھ لینا۔"

"شکریہ۔" میں نے مختصراً کہا۔ پجاری قریب آ چکا تھا۔ مالتی نے اسے دیکھا تو جلدی سے نظریں جھکا لیں۔ جسم کو جھکا کر اس نے مجھے تعظیم دی پھر پلٹ کر لمبے لمبے پگ مارتی بڑے پھاٹک کی جانب چلی گئی۔

پجاری میرے قریب پہنچ کر رک گیا۔ اس نے جاتی ہوئی مالتی کو نہایت میلی نظروں سے دیکھا پھر پلٹ کر مجھے سر سے پاؤں تک یوں گھورنے لگا جیسے اس نے مکمل لباس میں پہلی بار کسی آدمی کو دیکھا ہو۔ اس کی نگاہوں میں میرے لیے حقارت اور نفرت کا احساس جھلک رہا تھا۔ ممکن ہے اس نے پہچان لیا ہو کہ میں مسلمان ہوں۔ چند لمحے وہ اپنی بڑی بڑی خونخوار آنکھوں سے مجھے مرعوب کرنے کی کوشش کرتا رہا پھر خشک لہجے میں بولا۔

"کون ہو تم؟ اس چھوکری سے کیا باتیں کر رہے تھے؟"

"پنڈت اوم پرکاش کا پتہ دریافت کر رہا تھا۔" میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔

"مسلمان لگتے ہو۔ کیوں؟" اس نے مجھے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"تمہارا خیال درست ہے۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا پھر تیزی سے پلٹ کر مندر کے پچھلے راستے کی طرف قدم بڑھانے لگا۔

املی کے پیڑ کے نیچے دوسرے مکانوں سے الگ تھلگ ایک خوب صورت اور شاندار مکان موجود تھا۔ میں سیدھا اسی طرف گیا۔ میرا اندازہ ٹھیک ہی تھا۔ مکان سے باہر نکلنے والے ایک پجاری نے مجھے اس چبوترے پر —— بیٹھنے کو کہا جو درخت کے تنے کو درمیان میں لے کر بڑی خوب صورتی سے بنایا گیا تھا۔ غالباً اوم پرکاش اسی چبوترے پر بیٹھک جمانے کا عادی تھا۔ میں چبوترے کی طرف پلٹا تو ٹھٹک کر رک گیا۔ وہی ہٹا کٹا پجاری جو مجھے مندر کی سیڑھیوں کے قریب ملا تھا اس وقت

بھی وہ کھڑا خوں خوار نظروں سے مجھے گھور رہا تھا۔ شاید وہ مالتی کے پرستاروں میں سے تھا اور اسے میرا مالتی سے باتیں کرنا برا لگا تھا۔ میں اسے نظرانداز کر کے چبوترے کے قریب گیا اور اس سے ٹیک لگا کر کھڑا ہو گیا۔ ہٹا کٹا پجاری بدستور دور کھڑا مجھے گھورے جا رہا تھا۔ میں نے نفرت سے منہ پھیر کر اپنی توجہ دوسری جانب مبذول کر لی۔ یوں بھی میں چھوٹے موٹے پنڈت پجاریوں کو منہ لگا کر اپنی حیثیت خراب نہیں کرنا چاہتا تھا۔

مجھے زیادہ دیر انتظار نہیں کرنا پڑا۔ دو منٹ بعد ہی پنڈت اوم پرکاش اپنے مکان سے باہر نکلا لیکن مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے کے تاثرات تیکھے ہو گئے۔ کشادہ پیشانی پر لاتعداد آڑی ترچھی لکیریں پیدا ہو گئیں۔ ہاتھ کے اشارے سے اس نے اپنے پیچھے کھڑے ہوئے پجاری کو واپس اندر جانے کا اشارہ کیا پھر سینہ تان کر قدم اٹھاتا میرے قریب آ گیا۔ اس کے تیور ہر لحظہ خطرناک ہوتے جا رہے تھے۔ وہ میری غیر متوقع آمد سے کچھ الجھ بھی گیا تھا، شاید اسے مجھ سے اس جسارت کی امید نہیں تھی۔

"کیا بات ہے بالک!" اس نے قریب آ کر کھردرے لہجے میں پوچھا۔ "یہاں کیوں آیا ہے؟"

"آپ سے کچھ ضروری باتیں کرنا ہیں مہاراج۔" میں نے نرم آواز میں جواب دیا۔

"باتیں؟" اس نے الفاظ چباتے ہوئے کہا پھر زہرخند سے بولا۔ "کیا چاہتا ہے؟"

"اس روز دعوت میں آپ سے کھل کر باتیں نہیں ہو سکی تھیں۔" میں نے کہا۔ "اسی لیے میں یہاں حاضر ہو گیا ہوں۔"

"تو نے آنند کمار سے بھی ملاقات کی تھی۔ کیوں؟" اوم پرکاش نے مجھے کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

"آپ کا خیال ٹھیک ہے مہاراج۔" میں سپاٹ آواز میں بولا۔ "تین روز پیشتر میں آنند کمار جی سے بھی مل چکا ہوں۔"

"ہُم۔" وہ حقارت سے بولا۔ "ابھی تک بدھی (عقل) ٹھکانے نہیں آئی۔ ہواؤں میں اونچا اڑنے کی کوشش کر رہا ہے۔"

"مہاراج۔" میں نے اپنا غصہ ضبط کرتے ہوئے کہا۔ "کیلاش میرا متر (دوست) ہے اس نے مجھے تمہارا پیغام دیا تھا۔"

"پھر۔ کیا سوچا ہے تو نے؟" اوم پرکاش کا لہجہ اور سرد ہو گیا۔ "شکتی چاہتا ہے تو نادی کو لے جا کر اس کے پتا کے دوارے واپس چھوڑ آ۔"

"اور اگر میں انکار کر دوں؟"

"مورکھ۔" وہ کڑک کر بولا۔ "نظریں نیچی کر کے بات کر۔ تو نہیں جانتا کہ اس سمے کس سے باتیں کر رہا ہے۔"

"سنو مہاراج۔" میں نے یک لخت تیور بدل کر تیز آواز میں کہا۔ "میں تمہیں یہی بتانے آیا ہوں کہ میرا پیچھا چھوڑ دو۔ میں نے آنند کمار جی سے بھی یہی کہا ہے کہ میرا راستہ کاٹنے کی کوشش نہ کریں ورنہ....."

"خود کو بہت بلوان سمجھتا ہے۔ آخ تھو۔" اوم پرکاش نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے حقارت سے کہا پھر زمین پر تھوک کر بولا۔ "دھن دولت نے تیرا دماغ خراب کر دیا ہے۔ چار شبدیں (کتابیں) پڑھ کر بولنا سیکھ گیا۔ اجلے کپڑے سے تن ڈھانکنا سیکھ کر آکاش پھاڑنے کی کوشش کر رہا ہے پرنتو اتنا یاد رکھ مورکھ کہ ابھی تک تیرا پالا کاتروں سے پڑا ہے۔ کسی پنڈت پجاری سے پنجہ لڑائے گا تو پتہ چلے گا کہ شکتی کسے کہتے ہیں۔"

"میں یہاں تم سے شکتی یا اکھاڑے کے داؤ پیچ سیکھنے نہیں آیا ہوں پنڈت۔" میں نے غصے سے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "صرف یہ بتانے آیا ہوں کہ پریم ناتھ جی جس کاجل کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں وہ اب مسلمان ہو کر درخشاں بن گئی ہے اور میری بیوی ہے جسے دنیا کی کوئی طاقت مجھ سے نہیں چھین سکتی۔"

"کال کے سیوکوں سے نگاہیں ملا کر بات کر رہا ہے۔ بھسم ہو جائے گا مورکھ۔" اوم پرکاش بل کھا کر بولا۔ "سمے کی قدر کر۔ جا۔ جا کر کسی جوتشی کو ہاتھ کی ریکھائیں دکھا۔ وہ تجھے بتائیں گے کہ تیرے بھوش (مستقبل مقدر) میں کیا لکھا ہے۔ جا۔ چلا جا۔"

"میں یہاں تمہارا بھاشن سننے نہیں آیا ہوں مہاراج صرف یہ کہنے آیا ہوں کہ تالی دونوں ہاتھوں سے بجتی ہے۔" میں نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "بہتر ہوگا کہ تم میرا راستہ چھوڑ دو ورنہ مجھے بھی اپنے بچاؤ کے راستے آتے ہیں۔ میں بھی آنکھیں نیلی پیلی کر کے بات کرنے کا انداز جانتا ہوں۔"

"اپنی جوانی پر بڑا گھمنڈ ہے تجھے۔ کیوں؟" اوم پرکاش نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"تمہارے سامنے کھڑا ہوں پنڈت مہاراج، تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ساری سندرتا اوپر ہی اوپر کی ہے۔ اندر سے بالکل کھوکھلا ہے۔ ایک دم کنگال۔"

"اس کا فیصلہ تو وقت ہی کر سکتا ہے۔" میں نے اوم پرکاش کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔

"بڑھ بڑھ کر باتیں کرنا بھی سیکھ گیا ہے۔" پنڈت نے زہرخند سے کہا۔ "ان کے منہ آنے کی کوشش کر رہا ہے جنھوں نے دیوی دیوتاؤں کو راضی کرنے کے لیے اپنا جیون تیاگ دیا ہے۔"

itsurdu.blogspot.com

"میں جا رہا ہوں اوم پرکاش - میری باتوں کا دھیان رکھنا۔
میں نے تیزی سے کہا۔" میری تمہاری کوئی دشمنی نہیں ہے لیکن اگر تم نے مجھے چھیڑنے کی کوشش کی تو پھر مجھے بھی جوابی کارروائی کرنی پڑے گی۔"

میں جانے کے ارادے سے پلٹا، ایک قدم آگے بڑھایا، لیکن پھر ٹھٹک کر رک گیا۔ وہی ہٹا کٹا پجاری جس نے مالتی کے سلسلے میں مجھ سے باز پرس کی تھی میرا راستہ روکے کھڑا تھا۔ جسمانی اعتبار سے میرا اس کا کوئی جوڑ نہیں تھا میرے مقابلے میں وہ بہت زیادہ تنومند اور مضبوط قویٰ کا مالک نظر آ رہا تھا لیکن میں یہ بھی جانتا تھا کہ جنگ میں جیت ہمیشہ اسی فریق کی ہوتی ہے جس کے حوصلے بلند ہوں۔ میں تنہا اس مندر میں اس لیے تو نہیں آیا تھا کہ دو پجاری میرا راستہ روکیں اور میں اپنی شکست تسلیم کر لوں۔ میں تو جان ہتھیلی پر رکھ کر گھر سے نکلا تھا یہ سوچ کر آیا تھا کہ یا تو خود مر جاؤں گا یا اپنے دشمنوں کو مار کر دم لوں گا۔

پجاری کو سامنے دیکھ کر میرا خون گردش میں آ گیا۔ میں نے حقارت بھری نگاہوں سے اسے گھورا۔ اسے باور کرانے کی کوشش کی کہ وہ مجھ سے ٹکرا کر اپنی موت اور بربادی کو دعوت دے رہا ہے۔ جواب میں وہ مسکرا دیا۔ جیسے اسے میری بات سن کر ہنسی آ گئی ہو۔ میرا غصہ اور تیز ہو گیا لیکن قبل اس کے کہ میں اسے اپنے راستے سے ہٹانے کے لیے کوئی اقدام کرتا پنڈت اوم پرکاش کی آواز میرے کانوں میں گونجی۔
"راستہ چھوڑ دے گردھاری جانے دے اس اپرادھی کو۔"
"مہاراج۔" گردھاری نے احتجاج کیا۔" یہ تمہارا اپمان کر رہا تھا۔"
"ہٹ جا۔ چھوڑ دے اس کا راستہ۔" اوم پرکاش نے اسے دھتکارتے ہوئے کہا۔
"میں تمہارے چرنوں کی دھول ہوں مہاراج۔" گردھاری نے ہاتھ باندھ کر ونتی کی۔" مجھے آگیا دو۔ میں اس ملیچھ کو ایسا کشٹ دینا چاہتا ہوں جو اسے سارا جیون دیا کل رکھے گا۔"
"نہیں۔" اوم پرکاش سرد لہجے میں بولا۔" میں اس پوتر استھان پر گندا خون نہیں گرانا چاہتا۔ اسے جانے دے گردھاری ابھی اس کا سمے پورا نہیں ہوا۔"
گردھاری اوم پرکاش کے حکم پر نظریں جھکا کر میرے راستے سے ہٹ گیا۔ میں نے گھوم کر پنڈت کو دیکھا وہ غصے میں کھڑا اپنا نچلا ہونٹ چبا رہا تھا۔ میرا جی چاہا آگے بڑھ کر اس کا گلا گھونٹ دوں اس کے ناپاک وجود کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں اور گردھاری کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالوں لیکن میں نے خود کو سمجھایا کہ یہ اقدام دانش مندی کے منافی ہوگا، مندر کے احاطے کے اندر اگر میں ان سے دست و گریباں ہو جاتا تو لوگوں کی نظروں میں میری حیثیت بے حد کمزور ہو جاتی چنانچہ میں خون کا گھونٹ پی کر مندر کے احاطے سے باہر آ گیا۔ تیز تیز قدم اٹھاتا گاڑی تک گیا۔ ڈرائیور نے جلدی سے لپک کر پچھلی نشست کا دروازہ کھولا میں اسے واپس حویلی چلنے کا حکم دے کر اندر بیٹھ گیا نشست سے ٹیک لگا کر میں نے آنکھیں بند کر لیں مجھے سکون کی ضرورت تھی۔ گردھاری اور اوم پرکاش کی باتوں نے میرے خون کی گردش تیز کر دی تھی۔ میں خود کو حویلی پہنچنے سے پہلے نارمل کر لینا چاہتا تھا لیکن حالات نے اچانک ایک نیا رخ اختیار کر لیا میری جھلاہٹ کم ہو جانے کے بجائے اور بڑھ گئی۔

احمد علی میرے والد کے وقتوں کا ڈرائیور تھا۔ دس سال سے ہمارے ہاں ملازم تھا۔ اپنے کام میں بڑا ماہر تھا لیکن اس وقت اس نے نہ جانے کیوں گاڑی ایک نیم پختہ دیوار سے ٹکرا دی تھی۔ میری آنکھ دھماکے کی آواز سن کر ہی کھلی تھی۔ ہم اس وقت کیلاش کے ہسپتال کے قریب تھے حویلی بمشکل ایک میل دور رہ گئی تھی۔ میں تیزی سے پچھلا دروازہ کھول کر نیچے اترا۔ سڑک پر ایسا کوئی خاص ٹریفک بھی نہیں تھا کہ احمد علی جیسا مشاق ڈرائیور گھبرا کر کسی حادثے سے دوچار ہو جاتا۔ گاڑی جس انداز میں سڑک سے کچھ نیچے ڈھلان پر بنی ہوئی نیم پختہ دیوار سے ٹکرائی تھی اس سے پہلی نظر میں یہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ ڈرائیور یا تو نشے میں دھت تھا یا پھر اسٹیئرنگ پر بیٹھے ہی بیٹھے سو گیا تھا لیکن احمد علی میں یہ دونوں خامیاں نہیں تھیں ڈیوٹی کے اوقات میں وہ ہمیشہ نہایت مستعد اور چاق و چوبند رہنے کا عادی تھا اور شراب کو اس نے کبھی ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔ بہرحال یہ وقت ان باتوں کے سوچنے کا نہیں تھا۔

حسین آباد میں چونکہ میرے بے شمار جاننے والے تھے اس لیے دیکھتے ہی دیکھتے دس بارہ آدمی میرے قریب جمع ہو گئے۔ حادثے میں کوئی ایسا خاص نقصان بھی نہیں ہوا۔ گاڑی کا اگلا حصہ تھوڑا سا اندر کی جانب پچک گیا تھا البتہ احمد علی اسٹیئرنگ پر سر رکھے اس طرح بے حس پڑا تھا جیسے بے ہوش ہو گیا ہو۔ دو آدمیوں نے میری مدد کی۔ ہم احمد علی کو اٹھا کر ہسپتال کے اندر لے گئے۔ کیلاش موجود تھا۔ اسے خبر ملی تو بھاگتا ہوا آ گیا، احمد علی کو فوری طور پر طبی امداد پہنچانے کی کوشش کی گئی لیکن وقت گزر چکا تھا۔ احمد علی نے طبی امداد ملنے سے پیشتر ہی دنیا سے اپنا تعلق ختم کر لیا تھا۔ میں کیلاش کے ساتھ اس کے

کمرے میں جا کر بیٹھ گیا۔ احمد علی کی اچانک موت نے میرے ذہن پر بہت گہرا اثر کیا لیکن قدرت کو شاید یہی منظور تھا۔

"میرا خیال ہے کہ شاید اس غریب کی حرکت قلب اچانک بند ہو گئی تھی۔" میں نے اداس آواز میں کہا۔ "یہ بھی غنیمت ہوا کہ تمہارا ہسپتال قریب تھا ورنہ مجھے زیادہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑتا۔"

"کہاں سے آ رہے تھے؟" کیلاش نے پوچھا۔

"جاگیر کے ایک ضروری کام کے سلسلے میں کچھ لوگوں سے مشورے کرنے تھے۔" میں نے دروغ گوئی سے کام لیتے ہوئے کہا پھر پوچھا۔ "احمد علی کی موت کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ڈاکٹر عارف نے اسے اٹینڈ کیا تھا، وہی تفصیلی رپورٹ بنا رہے ہیں۔"

میں نے ہسپتال کے ایک آدمی کو بھیج کر گیراج سے مستری کو بلوایا اور اپنی گاڑی ٹھیک کرنے کے لیے اس کے حوالے کر دی۔ خود میں نے کیلاش کے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا اور درخشاں کو بھی اپنے ارادے سے باخبر کرا دیا تھا البتہ احمد علی کی موت کی خبر کو چھپا گیا تھا اس لیے کہ درخشاں بھی مرنے والے کو بہت عزیز رکھتی تھی۔ کیلاش اور میں بیٹھے اس کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ ڈاکٹر عارف بھی کمرے میں آ گئے۔

"کیا رہا ڈاکٹر؟" کیلاش نے پوچھا۔ "ہارٹ فیلیور ہوا؟"

"نو سر۔" ڈاکٹر عارف نے سنجیدگی سے کہا۔ "ڈرائیور کی موت برین ہیمرج کا نتیجہ ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اس کے دماغ کی شریانیں اچانک کسی دباؤ سے پھٹ گئیں اور خون جم گیا تھا اس لیے اس کی موت واقع ہوئی۔"

"آپ نے رپورٹ تیار کر لی؟" کیلاش نے پوچھا۔

"جی ہاں۔"

ڈاکٹر عارف کے جانے کے بعد کیلاش نے دیوان جی کو بلوا کر لاش کی تجہیز و تکفین کے لیے ضروری ہدایتیں دے دیں پھر وہ میری وجہ سے چلنے کی تیاری کرنے لگا۔ میں خاموش بیٹھا احمد علی کی موت کے بارے میں غور کرتا رہا۔ وہ مجرد زندگی گزار رہا تھا لیکن ہمیشہ بہت خوش و خرم رہنے کا عادی تھا۔ میرے علم میں ایسی کوئی بات نہیں تھی جسے اس کی پریشانی یا ذہنی دباؤ کا سبب بھی کہا جا سکتا۔ اس کی تنخواہ بھی خاصی معقول تھی، درخشاں نے خوش ہو کر اس میں تھوڑا اضافہ بھی کر دیا تھا۔ وہ حویلی کے اس حصے میں رہتا تھا جہاں ملازموں کے کوارٹر بنے تھے۔ تنہا آدمی تھا اس لیے میں نے اس کی آسانی کے لیے بطور خاص اس کے کھانے کا بندوبست بھی حویلی کے خاص باورچی خانے سے کر رکھا تھا۔ بظاہر وہ بڑا خوش حال اور مطمئن نظر آتا تھا۔

کیلاش اپنی تیاری مکمل کر کے تقریباً نصف گھنٹے بعد دوبارہ کمرے میں داخل ہوا تو کچھ الجھا الجھا اور سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔

"اگر تمہیں یہاں کچھ ضروری کام ہیں تو میں تنہا چلا جاتا۔ بھلا حویلی کا فاصلہ ہی کتنا ہے۔" میں نے کیلاش کی الجھن کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"نہیں ایسی کوئی بات نہیں ہے۔ میں نے ڈاکٹر عارف کو ضروری ہدایات دے دی ہیں۔ یوں بھی آج مجھے فرصت ہی فرصت ہے۔" کیلاش نے مسکراتے ہوئے جواب دیا پھر میرے ساتھ باہر آ کر اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی ہسپتال کے احاطے سے نکل کر کھلی سڑک پر آئی تو اس نے تھوڑے توقف کے بعد بڑی سنجیدگی سے مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "جمال! کیا تم بتا سکتے ہو کہ احمد علی کو ایسی کون سی پریشانی لاحق تھی جو وہ برین ہیمرج کا شکار ہو گیا؟"

"یہی بات مجھے بھی پریشان کر رہی ہے۔" میں نے متذبذب کی حالت میں جواب دیا۔ "جہاں تک میرا خیال ہے وہ ہر طرح سے آسودہ حال تھا۔"

"پھر اچانک ذہنی دباؤ کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟"

"اس کا اندازہ تو تم مجھ سے بہتر کر سکتے ہو۔"

"کچھ باتیں انسان کی سمجھ سے بالاتر بھی ہوتی ہیں۔" کیلاش نے سامنے سڑک پر نظر جمائے ہوئے جواب دیا۔ "میڈیکل سائنس ماورائی طاقتوں کے ذریعے پیش آنے والی اموات کو نہیں مانتی۔ ہماری اصطلاح میں موت دو قسم کی ہوتی ہے، طبعی اور غیر طبعی اور ان دونوں اقسام میں مختلف قسم کی اموات کے مختلف نام اور اس کی وجہ بھی ہوتی ہے لیکن......"

"تم آخر کہنا کیا چاہ رہے ہو؟" میں نے کیلاش کی گفتگو سے الجھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا احمد علی کی موت ماورائی قوتوں کا نتیجہ ہے؟"

"ہاں۔ اور تم اس کی وجہ جانتے ہو۔" کیلاش بےحد سنجیدہ تھا۔

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"جمال! کیا یہ درست ہے کہ تم کروڑی کے بڑے مندر میں پنڈت اوم پرکاش سے ملنے گئے تھے؟"

"ہاں، میں انکار نہیں کروں گا۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کہا۔

"پنڈت اوم پرکاش نے احمد علی کو اپنی پراسرار طاقتوں کا نشانہ بنا کر تمہیں آئندہ کے لیے ہوشیار رہنے کا اشارہ کیا ہے۔"

"اوہ۔" میں ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "تمہیں کیسے معلوم

tsurdu.blogspot.com

ہوا کہ میں بڑے عقدہ گیا تھا؟"

"جس وقت میں ہسپتال سے روانگی کی تیاری کر رہا تھا اس وقت پنڈت اوم پرکاش نے اپنے ایک چیلے کو میرے پاس بھیجا تھا تاکہ وہ مجھے احمد علی کی موت کا سبب بتا جائے۔" کیلاش نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں ان باتوں کو نہیں مانتا لیکن احمد علی کا میرے ہسپتال کے قریب پہنچ کر حادثے سے دوچار ہونا اور اچانک برین ہیمرج کیا تم ان باتوں کو اتفاق کہو گے؟"

"کیلاش!" میں نے غصے سے اپنا ہونٹ کاٹتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہارے پنڈت اوم پرکاش نے میرے لیے بھی کوئی پیغام بھیجا ہے؟"

"نہیں! اس کا چیلا مجھے صرف احمد علی کی موت کا کارن بتا کر الٹے قدموں واپس چلا گیا تھا۔"

"تمہارا کیا مشورہ ہے؟" میں نے کیلاش کو کریدنے کی کوشش کی۔ "کیا پہلے ہی قدم پر میں اپنی شکست قبول کر لوں کیا پنڈت اوم پرکاش کے اشارے پر خوف زدہ ہو کر درخشاں سے زبردستی کنارہ کشی اختیار کر لوں؟"

"ہمیں کوئی نہ کوئی راستہ تلاش کرنا پڑے گا مفاہمت کا کوئی ایسا راستہ جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی کو بھی کوئی نقصان نہ پہنچے۔" کیلاش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "جہاں تک بھابی کو چھوڑنے کا سوال ہے تو میں اگر تمہاری جگہ ہوتا تو موت کو ترجیح دیتا۔"

"زندہ باد!" میں نے اپنی مسرت کا اظہار کیا۔ "میں تمہاری زبان سے یہی ایک جملہ سننا چاہتا تھا۔"

"لیکن تم نے پنڈت اوم پرکاش کو چھیڑ کر اچھا نہیں کیا۔" کیلاش بولا۔ "تم نہیں جانتے کہ اس نے کٹھن تپسیاؤں کے بعد کتنی مہان شکتیاں پراپت کر لی ہیں۔ اس کی نظروں کا ایک بدلا ہوا اشارہ قیامت بن سکتا ہے۔ اس کی پیشانی کا ایک بل کسی کی موت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔ احمد علی کی مثال تمہارے سامنے موجود ہے۔"

"موت برحق ہے میری جان!" میں نے کیلاش کو دیکھ کر مسکرانے کی کوشش کی۔ "ایک نہ ایک دن تو جانا ہی ہے پھر بزدلی سے کیوں، بہادری سے خم ٹھونک کر اور دشمن کے دانت کھٹے کرنے کے بعد کیوں نہ رختِ سفر باندھا جائے۔"

"دانش مندی بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔" کیلاش جھلا کر بولا۔

"اور دانش مندی اسی میں ہے کہ تم درخشاں کے سامنے ان باتوں کا کوئی تذکرہ نہیں کرو گے ورنہ وہ پریشان ہو جائے گی۔" میں نے بے پروائی سے کہا۔

میں حویلی کے اندر داخل ہوا تو درخشاں نے آگے بڑھ کر مجھ پر سوالوں کی بوچھار کر دی۔ اسے احمد علی کی موت کی خبر مل گئی تھی۔ میں نے اس سے وہ بات چھپانی چاہی تھی لیکن کسی نے اسے بتا دیا تھا کہ مرنے والا اچانک ایک غیر متوقع حادثے کا شکار ہو گیا ہے۔ میں نے درخشاں کو سمجھانے کی کوشش کی کہ احمد علی کی موت برین ہیمرج کا نتیجہ ہے۔ کیلاش نے آ کر میرے بیان کی تصدیق کر دی۔ درخشاں بظاہر مطمئن ہو گئی لیکن اس کے چہرے کے تاثرات اور آنکھوں کی الجھن اس بات کی غمازی کر رہی تھی کہ وہ کیلاش یا میری بات کے علاوہ کوئی اور بات سوچ رہی ہے۔ ہم آرام کرنے کی غرض سے جب اپنے کمرے میں گئے اس وقت بھی وہ بجھی بجھی نظر آ رہی تھی۔ جانے کن خیالوں میں گم تھی۔

"اوہ۔ تم ہو درخشاں!" میں نے بے پروائی سے کہا۔ "احمد علی مجھے بھی بے حد عزیز تھا لیکن ہماری اداسی یا آنسو اسے واپس تو نہیں لا سکتے۔"

"دکھ تو ہوتا ہے اپنوں کے بچھڑ جانے کا۔" درخشاں بولی۔ "انسان جانور پالتا ہے تو اس کے مر جانے پر بھی اداس ہو جاتا ہے۔"

"تم ٹھیک کہتی ہو لیکن....."

"جمال!" درخشاں نے میرا جملہ کاٹ کر سوالیہ نظروں سے میری جانب دیکھا۔ "کیا تمہیں یقین ہے کہ احمد علی برین ہیمرج کا شکار ہوا ہے؟"

"کیا مطلب؟" میں نے قدرے کھنچے ہوئے انداز میں پوچھا۔ "کیا تمہیں میری اور کیلاش کی باتوں پر بھی یقین نہیں آیا؟"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔" اس نے میری بات پر سرد آہ بھر کر کہا۔

"تم کیا سمجھ رہی ہو؟" میں نے اسے کریدنے کی کوشش کی۔

"میری باتوں کا برا نہ ماننا جمال لیکن میں یہ سمجھ رہی ہوں کہ شاید پتا جی نے اپنے چیلے چپاٹے میدان میں چھوڑ دیے ہیں۔"

"بہت خوب!" میں نے درخشاں کی بات کو ہنسی میں اڑاتے ہوئے کہا۔ "گویا تمہارا خیال ہے کہ احمد علی کو تمہارے ڈیڈی کے کسی پنڈت پجاری نے مارا ہے لیکن کیسے؟ جس وقت وہ حادثہ پیش آیا اس وقت میں مرنے والے کے ساتھ تھا پھر اسے کس طرح مارا گیا؟"

"تم ان گندی طاقتوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔" درخشاں سنجیدگی سے بولی۔ "جنتر منتر جاننے والے پنڈت پجاری بھی مہان شکتیوں کے مالک ہوتے ہیں لیکن سفلی جاننے والے اس سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ وہ میلوں دور بیٹھ کر بھی اپنے دشمنوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔ میں نے تو یہاں

سنا ہے کہ وہ جادو کی ہانڈی بھی اُڑاتے ہیں جو دشمن سے ٹکرا کر اسے برباد کر دیتی ہے۔"

"- اور غالباً اس ہانڈی میں گیس بھی بھری ہوتی ہوگی جو اسے اڑاتی ہوگی۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا، پھر بے اختیار درخشاں کو اپنی آغوش میں لے کر بولا۔ "جانِ من یہ سب حماقت کی باتیں ہیں۔ قسمت میں جو لکھا ہے ہر حال میں پورا ہوتا ہے پھر بلاوجہ پریشان ہو کر اپنا خون جلانے سے فائدہ؟"

"- مجھے صرف تمہاری فکر پریشان کیے رہتی ہے جمال!" وہ میرے سینے پر سر رکھ کر بولی۔

"- گھبراؤ نہیں، مجھے کچھ نہیں ہوتا۔" میں نے شوخی سے کہا۔ "جو ہونا ہے تمہارے ہاں ہوگا۔"

"- شریر۔" درخشاں نے بڑے پیار سے کہا، پھر میری آغوش سے نکل کر جھجکتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

مجھے خوشی تھی کہ میں درخشاں کے ذہن سے احمد علی کی موت کے بوجھ کو کم کرنے میں کامیاب ہوگیا تھا لیکن دوسری جانب مجھے کیلاش کی باتوں کا یقین بھی آگیا تھا، احمد علی یقیناً گندی قوتوں کا شکار ہوا تھا، درخشاں نے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا تھا۔

گویا اب کھیل شروع ہو چکا تھا، پنڈت اوم پرکاش نے میرے ڈرائیور کی زندگی ختم کر کے اعلانِ جنگ کر دیا تھا۔ اس نے مجھے کیلاش کے ذریعے ایک بار پھر باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اس کی قوتیں لازوال ہیں اور اگر میں نے اس کی باتوں پر سرِ تسلیم خم نہ کیا اور درخشاں سے دست بردار نہ ہوا تو میرا انجام بھی احمد علی سے مختلف نہ ہوگا، وہ دور رہ کر کوئی ثبوت چھوڑے بنا مجھے بھی موت کے گھاٹ اتار سکتا تھا لیکن۔

اگر وہ ایسا کر سکتا تھا تو پھر اسے انتظار کس بات کا تھا؟

میرے مر جانے کے بعد درخشاں آزاد ہو جاتی، پھر وہ اسے واپس لے جا سکتے تھے، دوبارہ اپنے رنگ میں رنگ سکتے تھے، اپنے سانچوں میں ڈھال سکتے تھے مگر نہیں۔ وہ ایسا نہیں کر سکتے تھے۔۔۔ درخشاں کے دل میں میری محبت کی جڑیں بہت گہری اور مضبوط تھیں، وہ انہیں آسانی سے نہیں اکھاڑ سکتے تھے، میری موت کے بعد درخشاں کی نفرت ان کے لیے دوچند ہو جاتی، وہ اس راستے کی سمت واپس جانے سے انکار کر دیتی جسے چھوڑ کر اس نے مجھے اپنایا تھا، میری اچانک موت درخشاں کے دل میں ایک خلیج بن کر حائل ہو جاتی جسے وہ عبور نہیں کر سکتے تھے۔ پھر۔ وہ کیا چاہتے تھے؟ شاید وہ چاہتے تھے کہ میں درخشاں کو ٹھکرا دوں، اس سے منہ موڑ لوں، ہاں وہ یہی چاہتے تھے، میری محبت نفرت میں تبدیل ہوتی تو درخشاں کے دل پر چوٹ لگتی، شاید وہ اس دھچکے کو نہ برداشت کر سکتی، مجھ سے دل برداشتہ ہوتی اور پھر چاروناچار اپنے پرانے گھر کی سمت واپس پلٹ جاتی، وہ یقیناً ایسا ہی سوچ رہے تھے جبھی تو میرے اوپر براہِ راست وار کرنے سے گریز کر رہے تھے، وہ نہایت مکار اور چالباز تھے، دغابازی سے کام لے کر درخشاں کے دل میں میری نفرت کے بیج بونے کی کوشش کر رہے تھے۔ درخشاں کو شکار کرنے کے لیے میرے شانے پر بندوق رکھ کر داغنا چاہتے تھے۔

میں بڑی دیر تک خیالات کے تانے بانوں میں الجھ رہا، مجھ پر ایک بات واضح ہو چکی تھی، وہ کبھی مجھے نقصان نہیں پہنچائیں گے اور اس خیال نے مجھے ایک نئی قوت بخش دی۔ میرے سر سے ایک بڑا بوجھ اتر گیا لیکن اسی شام ایک اور حادثہ پیش آگیا جس نے میرے ذہن کے وقتی سکون کو پھر متلاطم کر دیا۔ درخشاں کے ساتھ شام کی چائے پینے کے بعد میں یوں ہی چہل قدمی کرنے کی غرض سے اپنے باغ میں آگیا، درخشاں بھی میرے ساتھ آنا چاہتی تھی لیکن سونیا کے آجانے سے اس نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ وہ سونیا کو لے کر ڈرائنگ روم میں چلی گئی تھی۔

باغ کا ایک چکر لگا کر میں واپس حویلی کی جانب آ رہا تھا کہ مجھے سامنے سے اپنے کروہی والے بنگلے کا مالی جیون لال دیوان جی کے ساتھ آتا دکھائی دیا۔ جیون لال کو خلافِ توقع حسین آباد میں دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا اس لیے کہ صبح ہی میں اس کی بیٹی مالتی سے بنگلے میں مل چکا تھا۔ وہ شاید پہاڑی گردھاری لال یا پنڈت اوم پرکاش کا کوئی نیا پیغام لے کر میرے پاس آیا تھا، اس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میرے تیور بدل گئے۔ مجھے اس وقت دیوان جی پر بھی غصہ آ رہا تھا، میں نے سختی سے ہر شخص کو منع کر رکھا تھا کہ کسی کو میری اجازت کے بغیر حویلی کے احاطے میں داخل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ شاید دیوان جی اسی لیے جیون لال کے ہمراہ تھے۔ میں روش پر رک کر جیون لال کو نفرت بھری نظروں سے دیکھنے لگا۔

"- پرنام مالک۔" قریب آ کر جیون لال نے ہاتھ جوڑ کر مجھے سلام کیا۔

"- کیا بات ہے؟" میں نے گردن کی خفیف جنبش سے سلام کا جواب دیتے ہوئے پوچھا۔ "تم اس وقت حسین آباد میں کیا کر رہے ہو؟"

"- یہ میرے پاس آیا تھا چھوٹے سرکار اور۔ میں اسے سیدھا آپ کے پاس پکڑ لایا۔" دیوان جی تیزی سے بولے، ان کے چہرے پر بڑی گمبھیر سنجیدگی مسلط تھی، جیون لال نے دیوان

جی کو بوتا دیکھ کر جلدی سے اپنی نظریں جھکا لیں۔ بات یقیناً اہم تھی۔

"کیا بات ہے دیوان جی؟" میں نے دیوان جی کو وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"باہر بیٹھک میں آجائیے چھوٹے سرکار۔ وہاں آرام سے باتیں ہوں گی۔" دیوان جی نے حویلی کی سمت دیکھتے ہوئے کہا۔ میری الجھن کچھ اور بڑھ گئی۔ شاید وہ کچھ ایسی ہی بات تھی جسے درخشاں سے پوشیدہ رکھنا ضروری تھا۔ چنانچہ میں نے مزید وضاحت مناسب نہیں سمجھی اور جیون لال کو گھورتا ہوا اس ملاقاتی کمرے کی سمت قدم بڑھانے لگا جو حویلی کے احاطے سے برخش اسی لیے مخصوص کیا گیا تھا کہ غیر ضروری لوگوں کو حویلی سے دور رکھا جائے۔ کیلاش اور جیکب والی دعوت کے بعد سے میں بہت زیادہ محتاط ہو گیا تھا۔ میں ملاقاتی کمرے میں آکر بیٹھا تو دیوان جی نے جیون لال کو گھورتے ہوئے قدرے سخت اور ناخوشگوار لہجے میں کہا۔ "چل شروع ہو جا۔ جو کچھ تو نے مجھے بتایا ہے چھوٹے سرکار کے سامنے بھی منہ سے اگل دے۔ خبردار اگر تو نے ہیر پھیر کرنے کی کوشش کی تو پھر مجھ سے برا کوئی نہ ہوگا۔"

"جیون لال۔" میں نے دیوان جی کے بگڑتے ہوئے تیور دیکھ کر مالی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

"مالک میں آپ سے ایک بنتی کرنے آیا ہوں۔" جیون لال ہاتھ باندھ کر بولا۔ "مجھے اپنی ملازمت سے جواب دے دیجیے۔"

"اس کی کیا ضرورت ہے؟" میں نے تیزی سے کہا۔ "اگر تم ملازمت نہیں کرنا چاہتے تو خود استعفیٰ دے کر چلے جاؤ لیکن جانے سے پیشتر میں تم سے یہ ضرور معلوم کرنا چاہوں گا کہ آخر تمھیں میری ملازمت چھوڑنے کا خیال کیسے آگیا۔ کیا تمھیں مجھ سے یا میرے کسی کارندے سے کوئی شکایت ہے؟"

"آپ دیوتا ہیں مالک میں آپ کے چرنوں کی دھول بھی نہیں۔" وہ ہاتھ جوڑے جوڑے بولا۔ "مجھے کسی سے کوئی شکایت نہیں ہے مالک لیکن میں پھر بھی بنتی کروں گا کہ آپ مجھے دھتکار کر اپنے چرنوں سے دور کر دیں۔"

"کیوں؟" میں نے جیون لال کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا یہ ضروری ہے کہ میں تمھیں ملازمت سے برطرف کر دوں؟"

"ہاں مالک۔" اس نے خوف زدہ لہجے میں جواب دیا۔ "اگر ایسا نہ ہوا تو وہ مجھے کبھی شما نہیں کرے گا اور میں مر جاؤں گا لیکن آپ کے ساتھ نمک حرامی نہیں کروں گا۔"

"دیوان جی۔ یہ سب کیا چکر ہے؟" میں نے الجھتے ہوئے دیوان جی سے دریافت کیا۔ "یہ جیون لال کیا کہنا چاہتا ہے؟"

"اس نے کہا تھا مالک کہ اگر میں نے اس کی آگیا کا پالن نہ کیا تو وہ مالتی کے کومل اور اُجلے شریر کو گندا کر کے اسے کوٹھے پر بٹھا دے گا اور مجھے ایسا سراپ دے گا کہ میں سارا جیون تڑپ تڑپ کر گزاروں گا۔" جیون لال رندھی ہوئی آواز میں بولا۔ "اسی کارن میں بنتی کر رہا ہوں مالک کہ آپ مجھے نوکری سے نکال باہر کریں۔ میرے بچاؤ کا کیول یہی ایک اُپائے ہے۔"

"تم گردھاری سے یہ بھی کہہ سکتے ہو کہ تم نے وہ پتلا حویلی میں دفن کر دیا ہے۔" میں نے ایک تجویز پیش کی۔ "اس طرح تمھاری ملازمت بھی بچ جائے گی اور گردھاری کو تم سے کوئی شکایت بھی نہیں ہوگی۔"

"یہ طریقہ نہیں چلے گا چھوٹے سرکار۔" دیوان جی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "گندی طاقتیں گردھاری کو بتا دیں گی کہ جیون لال جھوٹ بول رہا ہے اور پھر اس غریب کی مٹی اور زیادہ پلید ہو جائے گی۔ بہتر یہی ہے کہ میں اسے دو چار روز میں کسی بہانے سے چلتا کیے دیتا ہوں۔ رہا اس کا انعام تو وفاداری اور نمک حلالی کے صلے میں اس کی تنخواہ اس کے پاس پہنچتی رہے گی۔"

"کوئی اور مناسب اور مؤثر طریقہ سوچو دیوان جی۔" میں نے اٹھ کر کمرے میں ٹہلتے ہوئے کہا۔ "جیون لال کے بعد گردھاری کسی اور کو بھی اس کام پر تعینات کر سکتا ہے۔"

"حویلی کے احاطے کے اندر وہ آپ کا بال بھی بیکا نہیں کر سکے گا۔" دیوان جی نے بڑے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ "ایک چھوڑ ایک ہزار پتلے بھی دفن کر دیے جائیں تب بھی آپ کو کوئی نقصان نہیں پہنچ سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"بڑے سرکار نے پوری حویلی کو احاطے سمیت ایک پہنچے ہوئے بزرگ عالم سے کِلوا دیا تھا۔" دیوان جی نے کہا۔ "کچھ دشمنوں نے انھیں بھی پریشان کرنے کی کوشش کی تھی۔ چھوٹی موٹی شرارتیں اور چھیڑ چھاڑ کرتے رہتے تھے اس لیے آپ کے والد کے ایک شناسا بزرگ عالم نے کچی کیلوں پر آیت الکرسی اور سورۂ یٰسین پڑھ کر چاروں کونوں پر ٹھونک دیا تھا۔ اس حصار کے اندر کوئی بھی گندی طاقت آپ کو نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

"یہ اطلاع میرے لیے نئی ہے دیوان جی لیکن نہایت سکون بخش بھی ہے۔" میں نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میرے لیے کیا حکم ہے چھوٹے سرکار؟" دیوان جی ہونٹ چباتے ہوئے بولے۔ "آپ نے وعدہ کیا تھا کہ اگر دوسری طرف سے پہل کی گئی تو پھر مجھے اجازت ہوگی۔"

"دیوان جی، مجھے آپ کی وفاداری اور محبت پر مکمل یقین

ہے اس لیے میں آپ کو اس آگ میں نہیں جھونکنا چاہتا۔"

میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "آپ کی باتوں سے البتہ ایک نیا خیال میرے ذہن میں ابھرا ہے، ہمیں شیطانی قوتوں کو نیچا دکھانے کی خاطر روحانی طاقتوں کو تلاش کرنا ہوگا۔"

"آپ کے والد صاحب، خدا جنت نصیب کرے خود مولوی تھے سرکار۔" دیوان جی نے کہا۔ "میں بڑے مالک کے ایک ایسے مہربان عالم دوست کو بھی جانتا ہوں جو بہت پہنچے ہوئے بزرگ ہیں کل ہی مل کر ملاقات کرائے دیتا ہوں لیکن گردھاری کے سلسلے میں اب آپ کی بات نہیں مانوں گا۔ اس نے آپ سے دشمنی مول لینے سے پہلے یہ بھی خیال نہیں کیا کہ میں بھی اسی حویلی کا پروردہ ہوں۔"

"آپ پہلے مجھے ان بزرگ سے ملوا دیجیے پھر دیکھا جائے گا۔" میں نے دیوان جی کو ٹالنے کی خاطر کہا پھر جیون لال کو مخاطب کر کے بولا۔ "جیون لال میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم نے بروقت مجھے ایک بڑے خطرے سے آگاہ کر دیا۔"

"آپ کا سیوک ہوں مالک، چرنوں کی خاک ہوں۔" جیون لال نے پھر ہاتھ باندھ لیے۔

"میں تمہارا یہ احسان تمام عمر یاد رکھوں گا۔" میں نے سنجیدگی اور خلوص سے کہا پھر جیب سے ایک بڑا نوٹ نکال کر اسے زبردستی دیتے ہوئے کہا۔ "یہ تمہارا انعام ہے اور تمہاری تنخواہ جب تک میں زندہ ہوں تم جہاں بھی رہو گے پہنچتی رہے گی۔"

"آپ کی کرپا ہے مالک، آپ نے میری پھول جیسی بچی کو بچا لیا، وہ ساری جیون آپ کو دعا دے گی۔"

میں کمرے سے باہر نکلا تو دیوان جی اور جیون لال بھی میرے پیچھے پیچھے باہر آگئے۔ میں دیوان جی کو جیون لال کے سلسلے میں مزید ہدایت دینا چاہتا تھا لیکن مجھے اس کا موقع نہ مل سکا۔ جیون لال کمرے سے قدم باہر نکالتے ہی زمین پر گر کر اس طرح لوٹ پوٹ ہونے لگا جیسے کسی بھیڑیے نے کاٹ کھایا ہو۔ دیوان جی کے علاوہ مجھے بھی حیرت ہو رہی تھی۔ اچانک جیون لال نے ہزیانی انداز میں چلانا شروع کر دیا۔

"نہیں۔ نہیں۔ مجھے شما کر دو، میں نے کوئی پاپ نہیں کیا۔ مم۔۔ میں نردوش ہوں۔۔۔ نر۔۔۔ دو۔۔۔ شش۔۔۔"

پھر جو کچھ ہوا اس نے میری عقل بھی گنگ کر دی۔ جیون لال چیختا چلاتا بمشکل اپنے قدموں پر کھڑا ہو سکا تھا کہ اس کا پیٹ اچانک بیچ سے یوں چاک ہو گیا جیسے کسی نے تیز دھار آلے سے اس میں شگاف لگایا ہو۔ اس کی آنتیں ابل کر شکم سے باہر آگئیں۔ وہ مجھے حسرت بھری نظروں سے دیکھتا ہوا دوبارہ زمین پر گرا اور ٹھنڈا ہو گیا۔ یہ سب کچھ اتنی تیزی اور جلدی ہوا کہ دیوان جی کی طرح میں بھی خاموش تماشائی بنا کھڑا رہا۔ پھر کچھ دیر بعد دیوان جی کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"چھوٹے سرکار، آپ ایک کر حویلی کے اندر چلیے۔ میں اس غریب کے کریاکرم کا بندوبست کرتا ہوں۔"

میں کسی مشینی انسان کی طرح آہستہ سے گھوما اور حویلی کی جانب قدم اٹھانے لگا۔ میرا ذہن مفلوج ہو رہا تھا، سوچنے سمجھنے کی طاقت مفقود ہو کر رہ گئی تھی۔ میرا پورا وجود برف کی مانند سرد ہو رہا تھا۔ میرے اعصاب شل ہوتے جا رہے تھے البتہ ایک جملہ رہ رہ کر میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہا تھا۔

"جمال اصغر، تم کب تک پراسرار اور گندی قوتوں کا مقابلہ کر سکو گے۔ کب تک بچو گے۔ آخر کب تک۔"

میں دیوان جی کی ایما پر قدم مارتا حویلی کے اندر داخل ہو گیا۔ جیون لال کی موت ایک ہی دن میں دوسرا حادثہ تھا جس نے میرے پورے وجود کو جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ پریم ناتھ اور اس کے گرگوں نے مجھے بوکھلانے کے لیے تابڑ توڑ حملے کرنا شروع کر دیے تھے۔ وہ مجھے سوچنے کی مہلت نہیں دینا چاہتے تھے اپنا مطالبہ منوانے اور مجھے ہراساں کرنے کے لیے تمام داؤ آزما رہے تھے۔ احمد علی بے قصور مارا گیا پھر جیون لال کا جو انجام ہوا وہ بھی میرے لیے انتہائی کرب ناک تھا۔ وہ مجھے اپنے ہتھکنڈے دکھا رہے تھے ان کے لیے فاصلوں کی کوئی قید نہیں تھی ان کی نظریں دور تک دیکھ سکتی تھیں ان کے کان دنیا جہان کی آوازیں سن رہے تھے۔ شاید انہوں نے جیون لال کی وفاداری کی باتیں بھی سن لی تھیں اس لیے اسے سزا دینے میں دیر نہیں کی۔ وہ ہر جگہ پہنچ سکتے تھے لیکن میری حویلی ان کے شر سے محفوظ تھی۔ مجھے اس بات کا علم پہلے سے نہیں تھا۔ دیوان جی نے اس راز سے پردہ اٹھا کر مجھ پر بڑا احسان کیا تھا۔ مجھے ایک ایسی پناہ گاہ سے آگاہ کر دیا تھا جہاں جادو ٹونے اور سفلی کا اثر نہیں چل سکتا تھا لیکن پھر بھی سوال پیدا ہوتا تھا کہ آخر میں کب تک حویلی میں بند بیٹھ سکتا تھا۔ کب تک درخشاں کو جھوٹی تسلیاں دے کر بہلا سکتا تھا۔ وہ نوبیاہتا تھی، آزادی اور گھومنے پھرنے کی امنگ اس کے جوان دل میں بھی ضرور مچلتی ہوگی۔ میں نے اسے حویلی کے اندر قید کر دیا تھا لیکن اس میں میرا قصور بھی نہیں تھا، پریم ناتھ نے حالات ہی ایسے پیدا کر دیے تھے میں محتاط رہنے پر مجبور ہو گیا تھا۔

میں نے خوف و ہراس کے اس گھیرے کو توڑنے کے لیے

برممکن کوشش کی تھی۔ میں نے آنند کمار کے دفتر میں جا کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر باتیں کی تھیں۔ پنڈت اوم پرکاش سے دوبدو گفتگو کرنے کے لیے بے دھڑک بڑے مندر تک جا پہنچا۔ میرا خیال تھا کہ میری دیدہ دلیری اور سینہ زوری انھیں پیش قدمی سے روک دے گی۔ آنند کمار کے سلسلے میں مجھے مایوسی نہیں ہوئی، وہ پڑھا لکھا، سمجھ دار آدمی تھا۔ کیس کی نوعیت سمجھ رہا تھا اس لیے اس نے مجھ سے الجھنے کی کوشش نہیں کی۔ خون کا گھونٹ پی کر رہ گیا لیکن پنڈت اوم پرکاش کے سلسلے میں، میں نے پہل کر کے شاید غلطی کی تھی، مجھے اندازہ نہیں تھا کہ میں نے.... بھڑکتے خوفناک چھتے کو چھیڑ دیا تھا۔ میرے ایک کے مقابلے پہ اگر وہ دس بھی ہوتے تو میں کمال مردانگی سے ان کا مقابلہ کر سکتا تھا لیکن نادیدہ قوتوں سے نبرد آزما ہونا میرے بس سے باہر تھا۔

درخشاں ابھی تک سلویا کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی تھی۔ راہ داری سے گزرتے ہوئے اس کے قہقہوں کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ یہ بھی اچھا تھا کہ وہ اس وقت میرے سامنے نہیں تھی ورنہ شاید میرے چہرے کے تاثرات دیکھ کر حالات کی نزاکت بھانپ لیتی۔ میں راہ داری سے گزرتا ہوا اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔ بستر پہ پڑا حالات کا جائزہ لیتا رہا اس کے بعد اٹھ کر اسٹڈی روم میں آ گیا اور یونہی کتابیں الٹنے پلٹنے لگا۔ کتابوں سے جی اکتایا تو میں نے بلاوجہ سگریٹیں پھونکنی شروع کر دیں۔ میں کب تک سگریٹ کا دھواں اڑاتا رہا مجھے اس کا ہوش نہ رہا پھر اس وقت بری طرح چونک اٹھا جب درخشاں نے دبے پاؤں اسٹڈی روم میں داخل ہو کر پیچھے سے میری آنکھوں پہ اپنا ہاتھ رکھا تھا۔

"ک.... کون۔" میں ہڑبڑا کر اٹھا۔ گھبراہٹ میں میرا ہاتھ ایش ٹرے سے ٹکرا گیا، ایش ٹرے میز سے نیچے گر کر ٹوٹ گئی، بجھی ہوئی سگریٹیں اور راکھ فرش پر بکھر گئی۔ دل کی دھڑکنیں یک لخت تیز ہو گئیں تو چہرے پہ پسینے کے قطرے جھلملا اٹھے۔

"جمال۔" درخشاں نے میری کیفیت کو محسوس کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا بات ہے۔ تم کہاں کھوئے ہوئے تھے؟"

"کک۔ کچھ نہیں۔ یونہی۔"

"مجھے بتاؤ جمال! تم اس قدر پریشان کیوں نظر آ رہے ہو؟"

"وہ۔ وہ میں دراصل ایک ہولناک کہانی پڑھ رہا تھا۔" میں نے سامنے رکھی ہوئی کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "تم نے آکر اچانک آنکھوں پہ ہاتھ رکھا تو میں مارے خوف کے اچھل پڑا۔ کیا سلویا گئی؟"

"ہاں۔" درخشاں نے کتاب کو دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا پھر شرماتے ہوئے بولی۔ "جانتے ہو سلویا آج مجھ سے کیا کہہ رہی تھی؟"

"کیا پتہ۔" میں نے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے پوچھا۔

"کسی کا نام تجویز کر رہی تھی۔ کمال چند۔" درخشاں زیر لب مسکراتے ہوئے بولی۔

"آدھا تیتر آدھا بٹیر۔" میں نے پیار سے درخشاں کے ہاتھ تھام کر کہا۔ "خوب صورت نام ہے پسند آیا تمھیں؟"

"وہ تو دیوانی ہو رہی ہے۔" درخشاں نے کہا۔ "روز آ کر سب سے پہلے خیریت دریافت کرتی ہے اور آج نام بھی تجویز کر بیٹھی۔ یہ تو وہی مثل ہوئی کہ سوت نہ کپاس جولاہے سے لٹھم لٹھا۔"

"اب ہم ایسے گئے گزرے بھی نہیں ہیں۔" میں نے شوخی سے کہا۔ "ابھی ایک مہینہ ہی گزرا ہے شادی کو۔ آگے آگے دیکھیے ہوتا ہے کیا۔"

"شکل دیکھی ہے کبھی آئینے میں؟" درخشاں نے مجھے منہ چڑاتے ہوئے جواب دیا پھر مسکرا کر تیزی سے پلٹی اور باہر بھاگ گئی۔ میں اپنی ساری کلفتیں بھول کر اسے پکڑنے کے لیے اس کے تعاقب میں دوڑ پڑا۔

اس رات میں دیر تک کیلاش، حبیب اور سلویا کے ساتھ خوش گپیوں میں مصروف رہا، درخشاں بھی ہماری باتوں سے لطف اندوز ہو رہی تھی۔ ایک ہی دن میں رونما ہونے والے دو حادثوں نے میرے ذہن کی چولیں ہلا دی تھیں۔ بے تکلف دوستوں کی محفل میں بیٹھ کر میں اپنے اعصاب کو تھوڑی تقویت دینا چاہتا تھا۔ کیلاش کو جیون لال والے حادثے کی اطلاع بھی مل چکی تھی لیکن حبیب ابھی تک تمام واقعات سے بے خبر تھا چنانچہ وہ اس وقت سلویا کے سامنے بیٹھا خاصی خوش مزاجی کا ثبوت دے رہا تھا اور بات بات پر چہک رہا تھا۔

"یار جمال سنا ہے تم نے کوئی نام ابھی سے سوچ رکھا ہے۔" سلویا کے اشارے پر حبیب کا رخ اچانک میری طرف ہوا تو میں بھی سنبھل کر بیٹھ گیا۔

"بہت دنوں سے کیلاش کا اصرار تھا اس لیے آج میں نے ایک نام سوچ ہی لیا۔" میں نے کیلاش کو حبیب کی نظر بچا کر آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "نہایت موزوں اور خوب صورت نام ہے بشرطیکہ تمھیں بھی پسند آ جائے۔"

"یقیناً حبیب کو پسند آئے گا۔" کیلاش نے میرا اشارہ سمجھتے ہوئے کہا۔ "انتہائی حسب حال اور چہچہاتا ہوا نام ہے۔"

"بہت خوب۔" حبیب مسکراتے ہوئے سلویا کو دیکھ کر

بولا۔ "یہاں تو اندر ہی اندر کھچڑی پک رہی تھی اور کسی کو کان و کان خبر بھی نہ ہوئی۔"

"ہمیں اندیشہ تھا کہ تم کو ہمارا تجویز کردہ نام پسند نہیں آئے گا" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"اور مجھے یہ خطرہ تھا کہ اس نام کی اصلیت بھانپتے ہی تم مجھ سے الجھ جاؤ گے۔" کیلاش بولا۔ "بہرحال تمہارا اصرار ہے تو بتا دیتے ہیں کہ ہم نے تمہارا نام شترِ بے مہار رکھا ہے۔"

"یہ کیا ہوتا ہے؟" درخشاں نے جو ابھی تک میٹھی شرما رہی تھی چونکتے ہوئے سوال کیا۔

"میں بھی آج پہلی بار یہ نام سن رہی ہوں۔" سلویا بولی۔ "ویسے رومانٹک لگتا ہے۔"

"رومانٹک نہ ہوتا بھابی تو تم اسے ایک منٹ بھی اپنے قریب بیٹھنے دیتیں۔" کیلاش نے مسکرا کر سلویا کو مخاطب کیا تو وہ بھی جلیب کو دیکھ کر مسکرا دی۔

"کیا مطلب ہوتا ہے۔ شترِ بے مہار کا؟" درخشاں نے پوچھا۔

"بے نکیل اونٹ کو کہتے ہیں۔" جلیب نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا تو درخشاں بھی اپنی ہنسی ضبط نہ کر سکی۔

"بھگوان کی بڑی کرپا ہے کہ تم بھی سمجھ گئے ہو ورنہ ہمیں نکیل کا مطلب بھی سمجھانا پڑتا۔" کیلاش نے چوٹ کی۔ "ویسے تمہارے لیے بغلول بھی خوب صورت نام رہتا۔"

"تم تو اپنی تجویز بند ہی رکھو تو تم دوسرے سرجن۔" جلیب نے جھینپ مٹانے کے لیے کیلاش کا نام رکھتے ہوئے قدرے سنجیدگی سے کہا۔ "بالغوں کی بات میں بچوں کو دخل نہیں دینا چاہیے اسے تہذیب کے خلاف سمجھا جاتا ہے۔"

رات گئے تک گفتگو کا یہ دل چسپ سلسلہ جاری رہا پھر سب سے پہلے جلیب ہی نے جمائیاں لیتے ہوئے محفل برخاست کرنے کی تجویز پیش کی تھی اور اس کی وجہ بھی کیلاش ہی تھا جس نے دل سے گڑھ کر جلیب کے طالب علمی کے زمانے کے قصے سنانے شروع کر دیے تھے۔ جلیب کے ساتھ سلویا بھی اٹھ گئی تو کیلاش اور مجھے بھی اخلاقاً اٹھنا پڑا۔

اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بج رہے تھے جلیب اور سلویا کو رخصت کر کے میں نے کیلاش کو رخصت کیا پھر درخشاں کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں آگیا۔ درخشاں تھکی ہوئی تھی اس لیے جلد ہی سو گئی لیکن میں دیر تک جاگتا رہا۔ حالات کی نزاکت پر غور و خوض کرتا رہا پھر میں نے طے کر لیا کہ دیوان جی کے مشورے کے بموجب میں پہلی فرصت میں والد صاحب کے حلقے کے کسی بزرگ کامل سے مل کر اپنے حق میں دعا کرنے کی درخواست کروں گا، مجھے یقین تھا کہ اگر کوئی پیر مرد مجھے مل گیا تو میری تمام پریشانیاں اور الجھنیں دور ہو جائیں گی۔ ذہن کا بوجھ کچھ ہلکا ہوا تو میرے ذہن پر بھی غنودگی طاری ہونے لگی، میں نے درخشاں کے خوابیدہ حسن پر ایک بھرپور نظر ڈالی پھر آہستہ سے کروٹ بدل کر آنکھیں بند کر لیں۔

آہستہ آہستہ میرے اعصاب پُرسکون ہونے لگے، نیند کا خمار مجھے اپنی کشادہ آغوش میں لے کر تھپکیاں دینے لگا اور پھر۔ پھر میں نے دیکھا کہ والد صاحب کا نورانی چہرہ میری نظروں کے سامنے ہے، وہ سر سے پاؤں تک سفید لباس میں ملبوس میرے سامنے کھڑے تھے۔ ان کے ہاتھ میں سبز دانوں کی تسبیح تھی جس پر ان کی انگشت شہادت آہستہ آہستہ حرکت کر رہی تھی، ان کے ہونٹ متحرک تھے شاید وہ کوئی وظیفہ پڑھ رہے تھے۔ ان کی آنکھوں میں میرے لیے محبت اور شفقتوں کا دریا موجزن تھا، میں نے والد صاحب کو اتنے قریب موجود پایا تو بیتابی سے آگے بڑھ کر بولا۔

"بابا جانی، آپ تو ہماری دنیا سے منہ موڑ گئے تھے؟"

"ہاں، لیکن تمہاری پریشانی مجھے واپس کھینچ لائی۔" والد صاحب کی نرم آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"کیا روحیں جسم کی قید سے آزاد ہونے کے بعد بھی اپنا اصل روپ دوبارہ اختیار کر سکتی ہیں؟" میں نے ڈرتے ڈرتے سوال کیا۔

"کفر مت بکو جمال۔" وہ برہمی سے بولے۔ "روحیں جسم سے پرواز کرنے کے بعد دنیا سے بے تعلق ہو جاتی ہیں، صرف جذباتی تعلق اور تصوراتی رابطہ برقرار رہتا ہے۔"

"بابا جانی۔" میں نے دبی زبان میں کہا۔ "حالات کی ستم ظریفیوں نے مجھے چاروں طرف سے گھیر رکھا ہے۔"

"بزدلی اور مایوسی گناہ ہے بیٹے۔" ان کے لہجے میں مخلصی تھی۔ "ہمت سے کام لو، خدا تمہاری مدد ضرور کرے گا۔"

"میرے دشمن گندی اور نادیدہ قوتوں کا سہارا لے کر مجھے زیر کرنا چاہتے ہیں۔"

"تم ایمان کا دامن تھامے رہو کفر کا طلسم دیرپا نہیں ہوتا۔" والد صاحب نے اپنا ہاتھ میرے سر پر پھیرتے ہوئے بڑی شفقت سے کہا۔

"بابا جانی۔ وہ میری خوشیاں پامال کرنے کے لیے جنتر منتر اور سفلی طریقوں کو بروئے کار لا رہے ہیں۔" میں نے درد

بھرے لہجے میں جواب دیا۔ "دیوان جی کا مشورہ ہے کہ میں آپ کے حلقے کے بزرگوں سے رابطہ قائم کریں۔"

"بزرگوں کی صحبت سے ہمیشہ فیض ملتا ہے، ایمان تازہ ہوتا ہے، رہبری ہو جاتی ہے۔ لیکن بندے کو براہِ راست اپنے معبودِ حقیقی سے مانگنا چاہیے۔" والد صاحب نے فرمایا۔ "اس کے یہاں دیر ہے لیکن اندھیر نہیں، ہمیں اس کی رحمتوں اور برکتوں پر نظر رکھنی چاہیے۔"

"وہ ناشائستہ حرکتوں اور اوچھے وار پر اتر آئے ہیں۔" میں ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "انھوں نے احمد علی اور جیون لال کو بے قصور مار ڈالا۔"

"موت برحق ہے۔ قدرت اس کے لیے ایک وقت، ایک جگہ اور ایک انداز مقرر کر دیتی ہے جسے کوئی نہیں ٹال سکتا۔"

"لیکن وہ کیوں میرے اوپر عرصۂ حیات تنگ کر دینا چاہتے ہیں؟" میں تڑپ اٹھا۔ "میں نے ان کا کیا بگاڑا ہے؟"

"جمال بیٹے۔" والد صاحب نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "تم اپنی ماں کو بھول گئے ہو، کبھی کبھی اسے بھی یاد کر لیا کرو۔"

"تم۔ میں سمجھا نہیں بابا جانی۔" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔

"ماں ہر حال میں ماں ہوتی ہے۔ اس کی دعا عرشِ اعظم کے پائے بھی ہلا دیتی ہے۔" والد صاحب نے گلوگیر آواز میں کہا۔ "اسے یاد کر لیا کرو جمال اصغر۔"

"میں۔ میں معافی کا خواست گار ہوں بابا جانی۔"

"گھبراؤ نہیں، ہماری دعائیں تمھارے ساتھ ہیں۔" والد صاحب نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

"میں نے۔ آپ کے دوست پریم ناتھ کی بیٹی کاجل سے شادی کر لی ہے۔" میں نے ڈرتے ڈرتے کہا۔ "وہ مسلمان ہو گئی ہے۔ اس کا نام درخشاں ہے۔"

"تم نے ثواب کا کام کیا ہے لیکن درخشاں ۔۔۔۔۔" وہ کچھ کہتے کہتے رک گئے۔ ان کے نورانی چہرے پر ایک رنگ آ کر گزر گیا۔

"آپ۔ آپ خاموش کیوں ہو گئے؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"درخشاں۔" وہ آہستہ سے دبی زبان میں بولے۔ "اچھا نام ہے۔ سماعت کو بھی بھلا لگتا ہے۔"

"لیکن۔ پریم ناتھ جی اور ان کے پنڈت پجاریوں نے ہماری شادی کو اپنی آن کا مسئلہ بنا لیا ہے۔" میں نے کہا۔

"وہ ہماری مسرتوں کو مذہبی رنگ دے کر پامال کرنا چاہتے ہیں۔ وہ درخشاں کی واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں۔"

"مجھے معلوم ہے۔"

"مجھے آپ کی رہنمائی کی ضرورت ہے بابا جانی۔" میں نے والد صاحب کی نگاہوں میں جھانکتے ہوئے بڑی عاجزی سے کہا۔

"اللہ پر بھروسہ کرو۔ وہ بہتر کرے گا۔" والد صاحب کی آواز میرے کانوں میں گونجی پھر وہ تشویش بھرے انداز میں گھما کر بائیں جانب دیکھنے لگے۔

والد صاحب کے نورانی چہرے پر الجھن اور پریشانی کے ملے جلے تاثرات دیکھ کر میں تڑپ اٹھا۔ وہ کچھ مضطرب نظر آ رہے تھے۔ میں نے ان کی نگاہوں کے تعاقب میں بائیں سمت دیکھا تو اپنی ہی خواب گاہ کو دیکھ کر چونک اٹھا۔ پھر معاً میری نظر درخشاں پر پڑی جو شب خوابی کا ہلکا آسمانی رنگ کا لباس پہنے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتی خواب گاہ سے باہر جا رہی تھی۔ اس کا چہرہ اس وقت سپاٹ نظر آ رہا تھا اور چلنے کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ اس وقت اپنے ہوش و حواس میں نہیں ہے۔ اس کی پھٹی پھٹی نگاہیں بالکل ہی بے نور دکھائی دے رہی تھیں جیسے ان میں زندگی کی کوئی حرارت باقی نہ رہ گئی ہو، جیسے وہ خواب میں چل رہی ہو۔

میں خاموش لیٹا درخشاں کو دیکھتا رہا۔ خواب گاہ میں مدھم روشنی کا بلب جل رہا تھا۔ اس روشنی میں درخشاں کی ایک ایک حرکت مجھے بہت صاف نظر آ رہی تھی۔ دروازے کے قریب پہنچ کر وہ رک گئی۔ مشینی انداز میں ہاتھ بلند کر کے اس نے چٹخنی نیچے گرائی اور اس کھٹ کی آواز کے ساتھ ہی میری آنکھ کھل گئی۔ میں نے پلٹ کر بستر پر نظر ڈالی۔ درخشاں وہاں موجود نہیں تھی۔ میں تیزی سے اٹھ کر بیٹھ گیا۔ میں نے چونک کر دروازے کی سمت دیکھا اور حیرت سے اچھل پڑا۔ درخشاں خواب گاہ کے دروازے سے باہر نکل رہی تھی۔

میں نے جلدی جلدی آنکھوں کو ملنا شروع کیا پھر تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا وہ خواب نہیں حقیقت تھی۔

isurdu.blogspot.com

سفارش

سردار عبدالرب نشتر قائداعظم کے معتمد اور ایک سچے کھرے مسلمان تھے۔ وہ پنجاب میں گورنر کے عہدے پر فائز تھے۔ سیشن جج کی ایک اسامی خالی ہوئی تو ہائیکورٹ نے تین امیدواروں کے نام ایک ہی سطر میں لکھ کر گورنر کو بھیج دیے کہ وہ جسے مناسب خیال کریں اس کی تعیناتی کردیں۔ گورنر کے ایک مشیر نے ایک امیدوار کو سردار صاحب سے ملایا۔ بعد میں سردار صاحب کو خیال ہوا کہ یہ تو دوسرے امیدواروں کے ساتھ ناانصافی ہو گی۔ چنانچہ انھوں نے باقی دو امیدوار بھی اپنے پاس بلائے۔ ان میں سے ایک نے واشگاف الفاظ میں کہا کہ چونکہ ایک امیدوار کی سفارش آپ کے مشیر نے کی ہے لہٰذا ہمارا آنا بیکار ہے۔ یہ سنتے ہی سردار صاحب صوفے سے اٹھ کر قبلہ رو کھڑے ہو گئے اور کچھ یوں فرمایا: "نشتر اپنے خدا کو حاضر ناظر جان کر یہ کہتا ہے کہ وہ سیشن جج جیسے ذمہ دار عہدے کے لیے کسی کی سفارش پر عمل نہیں کرے گا۔ اور ایسا کرے گا تو اپنے خدا کے سامنے جواب دہ ہوگا۔" اس پر امیدوار نے اپنے متعلق جو کچھ کہنا تھا کہا۔ اسے رخصت کرتے وقت سردار صاحب نے کہا کہ اگر وہ سیشن جج نہ بھی مقرر ہوا تو یہی سمجھے گا کہ نشتر نے اسے کسی دوسرے امیدوار کی سفارش کے سلسلے میں نہیں بلکہ میرٹ پر پورا نہ اُترنے کے باعث نظرانداز کیا ہے۔

درخشاں کا یوں آدھی رات کے بعد اپنی خواب گاہ سے چوروں کی طرح دبے قدموں باہر نکلنا میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ آنکھ کھلنے سے پیشتر میں جو خواب دیکھ رہا تھا اس کا اثر ابھی تک میرے ذہن پر باقی تھا۔ قبلہ والد صاحب ہی نے میری توجہ خواب سے حقیقت کی دنیا کی سمت پھیر دی تھی۔ میں درخشاں کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر تعجب سے دیکھتا رہا۔ وہ دروازہ کھول کر باہر راہداری میں گئی تو میں ضبط نہ کر سکا۔ ایک جھٹکے سے اٹھا اور لپکتا ہوا راہداری میں جا کر درخشاں کے سامنے اس کی راہ کی دیوار بن گیا۔ اس نے مجھے دیکھا تو اس کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے لیکن اس کی پھٹی پھٹی نظریں جذبات سے قطعی عاری نظر آ رہی تھیں۔ مجھے اپنے راستے میں حائل پا کر اس نے کسی ردِعمل کا اظہار نہیں کیا بلکہ بدستور مجھے حیرت سے یوں دیکھتی رہی جیسے وہ درخشاں نہیں بلکہ اس کی کوئی ہمشکل تھی جس نے پہلی بار مجھے دیکھا تھا اور دیکھ کر شناخت کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔

درخشاں کی نگاہوں ——— میں اپنے لیے اجنبیت کا احساس دیکھ کر میں تڑپ اٹھا۔ میں نے اسے آہستہ سے نرم لہجے میں مخاطب کیا۔

"تم۔ اس وقت۔ اتنی رات گئے کہاں جا رہی ہو؟"

میری آواز سن کر درخشاں کے چہرے کے سنجیدہ تاثرات کچھ اور گمبھیر ہو گئے۔ اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ چند لمحے مجھے خالی خالی نظروں سے تکتی رہی پھر شینی انداز میں آہستہ سے پلٹی اور دوبارہ خواب گاہ کی جانب قدم اٹھانے لگی۔

میں اس کی ایک ایک حرکت کا بغور جائزہ لے رہا تھا۔ میرے دل کی دھڑکنیں ہر لمحہ تیز سے تیز تر ہوتی جا رہی تھیں۔ آج پہلی بار میں نے درخشاں کو اس حالت میں دیکھا تھا۔ وہ غالباً سحر کی حالت سے دوچار تھی۔ اس کی پھٹی پھٹی آنکھیں سامنے کی جانب اٹھی ہوئی تھیں اور اس کے قدم جلنے پہچانے راستوں پر اٹھ رہے تھے۔ خواب گاہ میں پہنچ کر اس نے دروازے کے بولٹ کو اندر سے بند کیا پھر نہایت اطمینان سے آگے بڑھ کر بستر پر لیٹی اور آنکھیں بند کر لیں۔

میرے لیے سب کچھ ناقابلِ یقین تھا۔ میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں۔ طوفان اٹھ رہے تھے۔ میں نے درخشاں کی بے اعتنائی کو کسی غلط رنگ میں محسوس کرنے کی کوشش نہیں کی۔ مجھے علم تھا کہ میرا واسطہ جن دشمنوں سے ہے۔ وہ بڑے شقی القلب اور بے رحم واقع ہوئے تھے لیکن وہ اپنی سطح سے اس حد تک گر سکتے تھے، میں نے خواب میں بھی اس کا اندازہ لگانے کی کوشش نہیں کی تھی۔

احمد علی اور جیون لال کی موت کے بعد میرا خیال تھا کہ وہ مجھے سوچنے کی مہلت ضرور دیں گے۔ تھوڑا انتظار کریں گے۔ میرا ردِعمل دیکھنے کی زحمت گوارا کریں گے اور پھر اگر ان کو دوبارہ مایوسی ہوئی تو وہ براہِ راست مجھے نشانہ بنانے کے بارے میں غور کریں گے لیکن درخشاں۔ میرے ذہن میں دھماکے ہو رہے تھے۔ ایک سوال رہ رہ کر میرے دماغ میں ہچکولے لگا رہا تھا۔ "اگر درخشاں اس حصار سے باہر نکل جاتی جو حویلی کے گرد میرے مرحوم

دلانے کے بجائے عالم دوست نے قائم کیا تھا تو کیا ہوتا؟"

میرا وجود سر تا پا لرز رہا تھا۔ میں متضاد کیفیتوں سے دوچار تھا۔ میرا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا اور میں یوں اپنی جگہ کھڑا کپکپا رہا تھا جیسے مجھے شدید سردی لگ رہی ہو۔ میری نگاہوں نے درخشاں کو جس حال میں دیکھا تھا اس کا ہوشمندی سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ مجھ سے اس قدر بے نیاز نہیں ہو سکتی، محبت کی شدت میں اتنی جلدی نفرت اور حقارتوں کی انتہا کو جنم نہیں دے سکتی تھیں۔ وہ یقیناً پنڈت اور پجاریوں کے جنتر منتر کا شکار تھی۔ میں نے سوچا۔ کیا پریم ناتھ بھی رشتوں ناتوں کی شناخت بھول کر درخشاں کی زندگی کا دشمن بن گیا ہے؟ کیا وہ اور اس کے ساتھی اخلاق اور تہذیب کی تمام سرحدیں پھلانگ کر پستیوں میں گلے گلے ڈوب چکے تھے؟ ان کے ضمیر مردہ ہو چکے تھے، وہ انسانیت کو بھول کر درندگی پر کمربستہ ہو گئے تھے، خود اپنے لہو سے اپنی پیاس بجھانا چاہتے تھے!

میں نے ٹہلتے ٹہلتے پلٹ کر درخشاں کی سمت دیکھا۔ وہ محو خواب تھی اس کے چہرے پر پھر مریم کا تقدس اور فرشتوں کی پاکیزگی نظر آ رہی تھی۔ میں آہستہ سے اس کے قریب گیا۔ پھر اس کے بالوں کو اپنے چہرے پر بکھیر کر آنکھیں موند لیں اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا۔

صبح میری آنکھ کھلی تو درخشاں حسب معمول روزمرہ کے کاموں میں مصروف تھی۔ کسی ادھ کھلے گلاب کی مانند وہ تازہ اور شگفتہ نظر آ رہی تھی۔ رات کی باتوں کا ایک ہلکا سا عکس بھی تو نہیں نظر آ رہا تھا اس کے چہرے پر۔ جیسے وہ ہر خیال سے بے نیاز تھی، جیسے رات کی باتیں محض ایک خواب تھیں جس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں تھا۔ میں نے بھی ان باتوں کا تذکرہ مناسب نہیں سمجھا۔ میں اس کے ذہن کو کرید کر اسے پریشان نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ناشتے کے بعد میں کیلاش کی طرف چلا گیا۔ میں نے اسے درخشاں کی رات والی کیفیت بتائی تو وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ کچھ دیر بعد اس نے مجھے سوالیہ نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تم نے بھابی سے رات والی کیفیت کے سلسلے میں کوئی بازپرس کی؟"

"نہیں۔ میں نے مناسب نہیں سمجھا۔"

"دور اندیشی کا تقاضا بھی یہی ہے کہ تم ان باتوں کا ذکر بھابی کے سامنے نہ کرنا ورنہ ان کا ذہن شعوری طور پر بھی الجھ جائے گا۔"

"تم کس نتیجے پر پہنچے؟" میں نے سپاٹ لہجے میں دریافت کیا۔

"بظاہر تو یہ خواب بیداری کا کیس معلوم ہوتا ہے۔" کیلاش نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "اس مرض میں مریض نیند کی حالت میں بھی بالکل جاگتے ہوئے انسانوں کی طرح اٹھ کر چلتے پھرتے ہیں لیکن ان کا شعوری طور پر دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ اس کیفیت میں وہ جو کچھ بولتے دیکھتے یا محسوس کرتے ہیں، بیدار ہونے کے بعد یکسر فراموش کر دیتے ہیں اور ان کے سامنے اس ذکر کو چھیڑا جائے تو ان کے ذہنوں پر برا اثر پڑتا ہے۔ ایک بات اور یاد رکھنا۔ جس وقت بھابی خواب بیداری کی کیفیتوں سے دوچار ہوں اس وقت انہیں ہوش میں لانے کی کوشش کبھی نہ کرنا، ایسا کرنے سے مریض کے ذہن کو اتنا شدید جھٹکا لگتا ہے کہ وہ اکثر اپنا ذہنی توازن بھی کھو بیٹھتا ہے۔"

"لیکن کل رات سے پہلے درخشاں بالکل ٹھیک تھی۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ کیلاش نے مرض کی جو نوعیت بتائی تھی اس نے مجھے مزید الجھا دیا تھا۔

"یہ بھی ممکن ہے کہ تم کو کل رات پہلی بار اس کی بیماری کا علم ہوا ہو۔" کیلاش نے جواب دیا۔ "بہرحال تمہیں اب زیادہ احتیاط کی ضرورت ہے۔ میں تمہیں آئندہ سے خواب گاہ اندر سے مقفل کر کے سونے کا مشورہ دوں گا لیکن اس کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ تم تالے کی چابی کسی ایسی جگہ رکھو گے جس کا علم بھابی کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"میں سمجھ رہا ہوں۔" میں نے آہستہ سے کہا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔ "کیلاش، کیا تمہیں یقین ہے کہ درخشاں کو خواب بیداری کا مرض لاحق ہے۔ میرا مطلب ہے کہ کوئی اور بات تو نہیں ہے؟"

"اور بات سے تمہاری کیا مراد ہے؟" کیلاش نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا پھر خود ہی میری بات کا مفہوم سمجھتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں فی الحال کل رات والی کیفیت کو پنڈت پجاریوں کی شرارتوں سے منسوب نہیں کرنا چاہیے۔"

"کیوں؟"

"اس لیے کہ تم کو ابھی پنڈت پجاریوں کے جاپ اور جنتر منتر کے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔" کیلاش نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "اگر کل رات کسی پنڈت کی شرارت کو دخل ہوتا تو بھابی تمہیں دیکھنے کے بعد خاموشی سے واپس جا کر اپنے بستر پر بھی محو خواب نہ ہوتیں بلکہ تمہیں نقصان پہنچانے کی کوشش

کرتیں۔"

"ہوسکتا ہے کہ پریم ناتھ جی کے گرگے درخشاں کو حویلی کے احاطے سے صرف باہر نکالنا چاہتے ہوں۔" میں نے دیوان جی کی بتائی ہوئی بات پر غور کرتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھی نہیں۔" کیلاش نے مجھے حیرت سے گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ نہیں۔ یوں ہی خیال تھا میرا۔" میں نے جلدی سے بات بنا دی۔

کیلاش میرا جگری دوست تھا لیکن حالات کے پیشِ نظر میں نے اس سے بھی احتیاط ضروری سمجھی میں نے اسے حویلی یا اس کے گرد قائم حصار کے بارے میں کچھ نہیں بتایا اور کچھ دیر ادھر ادھر کی باتیں کرنے کے بعد واپس آ گیا۔ درخشاں بدستور ملازموں کے ساتھ گھر کے کاموں میں مصروف تھی۔ مجھے دیکھ کر اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ ابھر آئی۔ میں نے اس کے قریب جا کر بڑے پیار سے پوچھا۔

"رات تمہیں مجھ سے کوئی شکایت تو پیش نہیں آئی۔"

"اوں ہونہہ۔" اس نے شرماتے ہوئے شوخی سے کہا۔ "کل رات میں بڑے سکون کی نیند سوئی ہوں۔"

"آج کا کیا پروگرام ہے؟"

"اچھے بچوں کی طرح سوئیں گے اور --- بس۔" اس نے مسکرا کر جواب دیا۔ "پندرہ روز کی چھٹی آپ پہلے ہی منظور کر چکے ہیں۔"

"وہ بات تو غلطی سے میری زبان سے پھسل گئی تھی۔"

"بری بات ہے جمال۔" اس نے مجھے ٹوکتے ہوئے کہا۔ "مرد کی زبان سے نکلی ہوئی بات پتھر کی لکیر ہونا چاہیے۔"

"اچھا جانِ من۔ جیسی تمہاری مرضی۔" میں نے والہانہ لہجے میں جواب دیا پھر بولا۔ "اگر جناب کی اجازت ہو تو دو تین گھنٹوں کے لیے باہر ہو آؤں جاگیر کے کچھ کام دیکھنے ہیں۔"

"بڑے شوق سے جائیے لیکن۔ گاڑی کون ڈرائیو کرے گا؟"

"دیوان جی۔ میں نے انہیں کل رات ہی ہدایت کر دی تھی کہ کسی دوسرے معقول ڈرائیور کا انتظام ہونے تک ڈیوٹی بھی انہیں انجام دینا ہو گی۔"

"یہ بڑا اچھا کیا آپ نے۔" درخشاں نے سکون کا سانس لیتے ہوئے کہا۔ "دیوان جی نہایت ایمان دار جاں نثار آدمی ہیں۔"

درخشاں نے خوشی خوشی میرا لباس نکالا۔ میں تیار ہو رہا تھا کہ ملازم نے اطلاع دی کہ دیوان جی آ گئے ہیں۔ لباس تبدیل کر کے میں درخشاں کو الوداع کہتا ہوا باہر آ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ گاڑی حویلی سے نکلی تو میں نے دیوان جی سے کہا کہ سب سے پہلے مجھے ان عالم بزرگ کے پاس لے چلیں جن کا تذکرہ انھوں نے جیون لال کی موت کے موقع پر مجھ سے کیا تھا۔ دیوان جی نے اثبات میں سر کو خفیف سی جنبش دے کر گاڑی کی رفتار تیز کی تو میں نے نشست کی پشت گاہ سے ٹیک لگا کر آنکھیں بند کر لیں اور حالات پر غور کرنے لگا۔ تقریباً میں منٹ تک میں اپنے خیالات میں گم رہا پھر اچانک مجھے رات والا خواب یاد آ گیا۔ والد صاحب نے مجھے ماں کو یاد کرنے کا اشارہ کیا تھا۔ مجھے اپنی کوتاہی کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ تقریباً دو ماہ سے زیادہ عرصہ گزر چکا تھا جب میں نے آخری بار والدہ کی قبر پر حاضری دی تھی۔ قبرستان حویلی سے کچھ زیادہ دور بھی نہیں تھا لیکن حالات اور الجھنوں نے مجھے اس فریضے کی ادائیگی سے روک رکھا تھا۔ میں نے آنکھ کھول کر دیکھا۔ اتفاق سے گاڑی اس وقت ہمارے آبائی قبرستان کی کچی چہار دیواری کے سامنے سے گزر رہی تھی۔

"دیوان جی۔ گاڑی قبرستان کے پھاٹک پر لے چلیں۔" میں نے بے اختیار ہو کر کہا۔ "میں والدین کی قبر پہ فاتحہ پڑھنا چاہتا ہوں۔"

دیوان جی نے میرے حکم کی تعمیل میں بڑی مستعدی کا مظاہرہ کیا اور گاڑی سڑک سے نیچے میں اتار کر قبرستان کے پھاٹک کے قریب ایک سایہ دار درخت کے نیچے روک دی۔ پھر قبل اس کے وہ نیچے اتر کر پچھلی نشست کا دروازہ میرے لیے کھولتے، میں خود ہی اس کام کو انجام دے کر نیچے اتر آیا۔ دیوان جی خاموشی سے ایک طرف ہو گئے۔ نہ جانے کیوں مجھے اچانک اس بات کا خیال ہوا کہ دیوان جی آج خلافِ توقع چپ چپ ہیں۔ مجھے ان سے جیون لال کے بارے میں بھی دریافت کرنا تھا کہ اس کی موت کے سلسلے میں کسی نے ہم پر شک و شبے کا اظہار تو نہیں کیا اور اس کی لڑکی مالتی کا کیا ہوا جو باپ کی موت کے بعد بے سہارا ہو گئی تھی؟ مجھے دیوان جی سے بہت ساری باتیں دریافت کرنا تھیں لیکن گزشتہ رات درخشاں جس نئی کیفیت سے دوچار ہوئی تھی اس نے میرے ذہن کو الجھا دیا تھا۔

میں نے دیوان جی پر ایک سرسری نظر ڈالی پھر قبرستان کے احاطے میں داخل ہو گیا۔ پہلے والد کی قبر پہ حاضری دی پھر والدہ کی قبر پر کھڑا ہو کر فاتحہ پڑھنے لگا۔ میں نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ ماں کی یاد میں ڈوب کر ان کی مغفرت کی دعا میں مانگتے وقت میری آواز رندھ گئی، میری آنکھوں سے

انسک جاری ہو گئے۔ مجھ پر آہستہ آہستہ رقت طاری ہونے لگی تو میں نے آہستہ سے قبر کے قریب دو زانو بیٹھ کر گردن جھکالی، یہ گویا ندامت کا اظہار تھا۔ میں ماں کی مقدس روح سے معافی کا طلب گار تھا کہ اچانک میری نظروں کے سامنے ماں کا تصوراتی نورانی چہرہ ابھر آیا اور پھر مجھے یوں محسوس ہوا جیسے ماں نے آگے بڑھ کر بڑی محبت اور شفقت سے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور کہا۔

"جمال بیٹے۔ پریشان مت ہو خدا کی مہربانیوں اور کرم نوازیوں پر نظر رکھو میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔"

میں نے آنکھیں کھول دیں، میری آنکھوں سے بدستور آنسو بہہ رہے تھے۔ میں نے فاتحہ پڑھ کر چہرے پر ہاتھ پھیرا پھر قبر کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا، جیب سے رومال نکال کر آنسو خشک کیے۔ باپ کی قبر کو دیکھا پھر نظریں جھکا کر احاطے سے باہر آگیا اور دوبارہ اس پگڈنڈی پر ہولیا جو قبرستان کے پھاٹک کی طرف بل کھاتی چلی گئی تھی۔ میرے والدین کی قبر سے پھاٹک کا درمیانی فاصلہ بمشکل تیس چالیس گز رہا ہوگا۔ میں اپنے خیالوں میں ڈوبا والدین کی جدائی کا احساس لیے قدم بڑھا رہا تھا کہ اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے الٹی ٹانگ کی ہڈی ٹوٹ کر دو حصوں میں منقسم ہو گئی ہو۔ وہ ضرب اتنی ہی شدید تھی کہ میں بلبلاتا ہوا ٹانگ پکڑ کر نیچے بیٹھ گیا پھر قہر آلود نظروں سے اس پاگل کو گھورنے لگا جس نے ایک آڑی ترچھی لکڑی سے اچانک میری ٹانگ کو تختۂ مشق بنایا تھا اور اب نیم کے درخت سے دو قدم دور کھڑا مجھے دیوانوں کی طرح پلکیں جھپکا جھپکا کر دیکھ رہا تھا۔

اس کا حلیہ اس کی دیوانگی کی غمازی کر رہا تھا۔ اس کے جسم پر صرف ایک میل سے چکٹا ہوا پاجامہ موجود تھا جو جگہ جگہ سے پھٹ چکا تھا، اس کی ڈاڑھی اور سر کے بال خودرو جھاڑیوں کی طرح بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ مجھے ایسے ان گندے بالوں میں بھی دنیا جہان کی غلاظتیں نظر آرہی تھیں اس کے جسم پر میل کی موٹی موٹی تہیں موجود تھیں، شاید اس نے برسوں سے نہانے کی زحمت نہیں گوارا کی تھی، اس کے سینے پر بائیں جانب زخم کا ایک گہرا نشان تھا جس کے اطراف گاڑھا گاڑھا خون جما نظر آرہا تھا۔ اس کی بڑی بڑی آنکھوں میں خون کی سرخیاں تیرتی دکھائی دے رہی تھیں، اسے روز روشن میں دیکھ کر پہلی بار مجھے بھی جھرجھری آگئی۔ اگر میں نے اسے رات میں دیکھا ہوتا تو شاید خوف سے چیخ

اٹھتا، اس کی ہیبت کچھ ایسی ہی ہیبت ناک اور ڈراؤنی تھی آج میں نے اسے پہلی بار قبرستان میں دیکھا تھا۔ مجھے تکلیف پہنچا کر وہ جس دلچسپ انداز میں دور کھڑا میری تڑپ کا تماشہ دیکھ رہا تھا اس نے میرا خون کھولا دیا۔ میں اسے خونخوار نظروں سے گھورتا، درد کی شدت کو بمشکل برداشت کرتا ہوا اٹھا تو وہ سحر زدوں کی طرح دونوں پیروں سے بیک وقت پھدکتا ہوا چار چھ قدم اور پیچھے ہٹ گیا پھر میری ٹانگ سے بہتا ہوا خون دیکھ کر بچوں کی طرح اپنا ہاتھ ران پر مارتے ہوئے بولا۔

"ہوگیا۔ ہوگیا۔ زخمی ہوگیا۔"

"بکواس بند کر۔" میں زور سے گرجا تو وہ سہم کر ایک قدم اور پیچھے ہٹ گیا۔ میں نے اسے گھورتے ہوئے کہا۔ "ادھر آ میرے قریب۔"

"تو۔ تو۔ تو کیا کرے گا، پلٹ کر مجھے مارے گا۔" دیوانے نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "شکل سے چڑیمار لگتا ہے۔ تیری غلیل کہاں گئی۔"

"غلیل کے بچے۔ ٹھہر جا میں بتاتا ہوں تجھے۔" میں نے حقارت سے کہا پھر ایک قدم آگے بڑھایا ہی تھا کہ کراہ کر رہ گیا، میرے زخم میں جیسے آگ لگ رہی تھی۔

"وہ مارا سالے کو۔" پاگل نے میری کراہ سن کر خوشی سے تالی بجاتے ہوئے کہا۔ "اب گر کر زمین پر لوٹ لگائے گا۔ چڑی مار کی دم۔"

"میں۔ تیرا خون ہی پی جاؤں گا۔" میں نے پاگل کو گھورتے ہوئے غصے سے کہا۔ "ٹھہر تو جا بدبخت۔"

"خون پیے گا۔" وہ مجھے زبان نکال کر چڑاتے ہوئے بولا پھر بڑے معنی خیز انداز میں گردن ہلا کر کہا۔ "چاٹ لے۔ تھوڑا سا خون چاٹ لے۔۔۔۔ پھر اٹھ کر دوڑ لگائے۔ سرپٹ۔ ایڑ لگا کر۔ بگٹٹ۔"

"دیوان جی!" میں حلق کے بل چیخا تو دیوانہ اچھل کر ایک قدم اور پیچھے ہو گیا پھر اس نے بڑے عجیب و غریب انداز میں گردن گھما کر قبرستان کے پھاٹک کی جانب دیکھا جہاں سے دیوان جی میری آواز سن کر تیز تیز قدم مارتے چلے آ رہے تھے۔

"تیرا باپ آ گیا۔" پاگل نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "دوسری چھڑی مار۔ تھوڑا سا خون اسے بھی چٹا دے پھر سر کے بل الٹا کھڑا ہو جا اور تالیاں بجایا کر۔"

"مردود۔ بدبخت۔ میں تجھے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" میں نے چیخ کر کہا تو دیوان جی ایک لمحے کو رک گئے پھر ان کی نظر میرے پیر سے بہتے ہوئے خون پر پڑی تو وہ "چھوٹے سرکار" کہہ کر دوڑنے لگے۔

دیوانہ جلدی جلدی گردن گھما کر کبھی میری طرف اور کبھی دیوان جی کی طرف دیکھنے لگا پھر اچانک اس نے ایک اور غلیظ حرکت کر ڈالی۔ کھنکھار کر میری طرف تھوکا پھر اچھل کر بھاگتا ہوا ایک تناور درخت کی آڑ میں ہو گیا۔ اس کے تھوک کی چھینٹ میرے منہ پر پڑی تو میں اور غضب ناک ہو گیا۔ دیوان جی نے قریب آ کر مجھ سے خیریت دریافت کی تو میں نے انہیں پاگل کو تلاش کرنے کا حکم دیا۔ دیوان جی نے قرب و جوار کا کونہ کونہ چھان مارا لیکن وہ کہیں نہ ملا غالباً وہ پشت کی چہار دیواری پھلانگ کر جنگل کی سمت نکل گیا تھا جو قبرستان کی عقبی دیوار کے ساتھ ساتھ دور تک پھیلا ہوا تھا۔

دیوان جی نے فوری طور پر اپنا رومال بھگو کر میرے زخم پر باندھ دیا پھر مجھے سہارا دے کر گاڑی تک لے آئے۔ میری اجلی پتلون چونکہ خون سے بھیگ رہی تھی اس لیے میں نے بزرگ عالم کے پاس جانے کا ارادہ ترک کر دیا۔ سیدھا کیلاش کے ہسپتال چلا گیا جہاں ڈاکٹر عارف نے میرے زخم کی مرہم پٹی کر دی۔ دیوانے نے راستے میں آ کر میرا پروگرام اور موڈ دونوں چوپٹ کر دیے تھے موجودہ حالت میں نہ تو میں بزرگ کی خدمت میں حاضری دے سکتا تھا نہ حویلی واپس جا سکتا تھا۔ میرا ذہن بری طرح جھلا رہا تھا۔

کیلاش کچھ دیر بعد ہسپتال پہنچا اس نے میری حالت دیکھی تو ایک لمحے کو پریشان ہو گیا پھر اسے حادثے کی تفصیل معلوم ہوئی تو بے اختیار قہقہہ لگاتے ہوئے بولا۔ "یار جمال! تمہارے ستارے آج کل پاگلوں سے زیادہ بگڑے ہیں۔ پنڈت پجاری کیا کم تھے کہ اب دیوانوں نے بھی تمہاری ٹانگ کھینچنا شروع کر دی۔"

"مجھے تو یہ بھی پنڈت پجاریوں ہی کی حرکت معلوم ہوتی ہے۔" میں دانت پیستے ہوئے بولا۔ "شاید ان کو علم ہو گیا تھا کہ میں کہاں جا رہا تھا۔ اسی لیے وہ میرا راستہ روکنا چاہتے تھے۔ وہ پاگل بھی ان ہی کا کوئی چیلا رہا ہو گا۔"

کیلاش مجھے سنجیدہ دیکھ کر خود بھی سنجیدہ ہو گیا۔ دیوان جی نے میرے لباس کی مشکل حل کر دی۔ حویلی جا کر وہ میرے لیے دوسری پینٹ لے آئے لیکن اس طرح کہ بدخشاں کو اس کی مطلق خبر نہ ہوئی۔ پینٹ کی فراہمی کے سلسلے میں دیوان جی نے خود حویلی کے اندر قدم رکھنے کی حماقت نہیں کی تھی بلکہ ایک نوکر ملازم کو صورتِ حال سے آگاہ کر کے اس کام پر آمادہ کیا تھا اور چلتے چلتے اسے یہ تنبیہ بھی کر آئے تھے کہ اگر زنان خانے میں خبر پہنچی تو اس کی خیر نہیں۔

پینٹ تبدیل کر کے میں دوبارہ گاڑی میں آ بیٹھا۔ ذہن چونکہ پراگندہ ہو چکا تھا اس لیے میں نے بزرگ کی خدمت میں حاضری کا پروگرام کسی اور دن پر ملتوی کر دیا۔ پینٹ کا مسئلہ حل ہو گیا تھا لیکن زخم اپنی جگہ موجود تھا اور یہ ناممکن تھا کہ بدخشاں کی نظر اس پر نہ پڑتی۔ مجھے اس زخم کے لیے بھی کسی مناسب بہانے کی تلاش تھی۔ چنانچہ میں نے دیوان جی سے کہا وہ گاڑی کو دی والا کی رہائش گاہ کی جانب موڑ دیں میں اکثر اس کی دیکھ بھال کے لیے وہاں آیا جایا کرتا تھا۔ دیوان جی نے اس بار بھی جواب دینے کے لیے سر کی خفیف جنبش سے کام لیا تو میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کیا بات ہے دیوان جی۔ آپ آج خلاف توقع بہت چپ چپ ہیں۔ خیریت تو ہے؟"

"مالتی کے بارے میں سوچ رہا ہوں چھوٹے سرکار۔" دیوان جی بولے۔ "جیون لال کا کریا کرم کرنے کے بعد اسے اپنے پاس لے آیا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کیا مالتی کو جیون لال کی موت کا علم ہو گیا؟"

"میں نے اسے بتا دیا۔" دیوان جی نے سنجیدگی سے کہا۔ "اس کے سوا اور کوئی چارہ بھی نہیں تھا لیکن آپ فکر نہ کریں۔ مالتی بڑی سوجھ بوجھ کی مالک ہے۔ اسے معلوم تھا کہ جیون لال کی موت بہرحال ہی آنی ہے اگر وہ پتلا حویلی میں دبانے میں کامیاب ہو جاتا تو بھی گردھاری لال اسے زندہ نہ چھوڑتا۔"

"دیوان جی حالات کی نوعیت کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔" میں نے نشست پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "اگر پولیس درمیان میں آ گئی اور مالتی کا بیان ہمارے خلاف ہو گیا تو ہم قانون کی نظروں میں قاتل ہوں گے۔"

itsurdu.blogspot.com

"تاوان کی باتیں آپ نہ کریں چھوٹے سرکار! میں تو صرف اتنا جانتا ہوں کہ میری زندگی میں دنیا کا کوئی ہاتھ آپ کی جانب نہیں بڑھ سکتا۔" دیوان جی سپاٹ آواز میں بولے ان کے لہجے میں بے پروائی تھی۔

"میں مالتی سے براہِ راست ملنا چاہتا ہوں۔" میں نے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے کہا۔

"آپ کا وہاں جا کر مالتی سے ملنا ٹھیک نہ ہوگا۔" دیوان جی نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "البتہ اگر آپ چاہیں تو اسے حویلی لا کر آپ سے ملوا سکتا ہوں۔"

"آپ نہیں سمجھ سکتے دیوان جی۔" میں نے الجھتی ہوئی آواز میں کہا۔ "میرا مالتی سے ابھی اور اسی وقت ملنا ——— نہایت ضروری ہے۔"

"آپ کی مرضی چھوٹے سرکار۔" دیوان جی نے سپاٹ لہجہ اختیار کیا پھر گاڑی کا رخ دوبارہ حسین آباد کی سمت موڑ دیا۔ انہیں شاید میرا اصرار ناگوار گزرا تھا۔ میں نے بھی کوئی بات چھیڑنا مناسب نہیں سمجھی۔ آنکھیں بند کر کے مالتی کے سوال پر سنجیدگی سے غور کرنے لگا۔

راستہ بڑی خاموشی سے طے ہوا لیکن یہ خاموشی بھی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ ہوگی، میں نے یہ بات خوابوں میں بھی نہیں سوچی تھی البتہ ایک اضطراب تھا جو مجھے پریشان کر رہا تھا۔ مالتی کا دیوان جی کے گھر پر ہونا میرے خیال میں نامناسب تھا اس لیے کہ جیون لال ماورائی قوتوں کا نشانہ بن چکا تھا۔ اوم پرکاش اور پجاری گردھاری لال نے اسے ٹھکانے لگا دیا تھا اور اب مالتی ان کے لیے تر نوالہ تھی۔ جیسے دیوان جی اٹھا لائے تھے بات آگے بڑھ جاتی تو ہندو مسلم فساد کو بہ آسانی ہوا دی جا سکتی تھی لیکن بھی جو گندی طاقتیں جیون لال کو دور بیٹھے بیٹھے موت کے گھاٹ اتار سکتی تھیں، مالتی کے ذہن کو پلٹ کر ہمارے خلاف زہر اگلنے پہ بھی مجبور کر سکتی تھیں اور مالتی کا بیان اگر ہمارے خلاف ہوتا تو ہم بے گناہ ہونے کے باوجود گلے تک پھنس سکتے تھے۔ آتند کا مجا ایک بار حالات کی نزاکتوں کو محسوس کرتے ہوئے خاموش ہو گیا تھا۔ مالتی کے بیان کے بعد خیر ہو سکتا تھا، دیوان جی کی ضمانت ہونا بھی مشکل ہو جاتی۔

مجھے دل ہی دل میں دیوان جی کی حماقت پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ نہایت دلیر، نڈر اور چالاک شخصیت کے مالک تھے مگر لتی کے سلسلے میں انھوں نے بچکانہ پن کا ثبوت دیا تھا ممکن ہے اس کی وجہ مالتی کی خوب صورتی ہو۔ دیوان جی کی جوانی ضرور ڈھل

عید پر آپ نے جو ماؤتھ آرگن مجھے دیا تھا اس سے بہترین تحفہ مجھے آج تک نہیں ملا۔"
"میں خوش ہوں کہ تمہیں میرا تحفہ پسند آیا۔"
"جی ہاں۔ امی ہر ہفتے مجھے پانچ روپے دیتی ہیں اور کہتی ہیں کہ خدا کے لیے اسے ہرگز نہ بجانا۔"

چکی تھی لیکن شاید مالتی کی خوبصورتی اور دلربا خدوخال نے دیوان جی کے ماضی کو ہرا کیا ہو اور وہ دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر مالتی کو اپنے گھر اٹھا لائے ہوں۔

میں ان ہی خیالات میں غرق تھا، راستہ کب گزرا مجھے اس کا مطلق کوئی احساس نہ ہوا لیکن جب گاڑی رکی تو میں نے آنکھیں کھول دیں۔ دیوان جی نے دانش مندی کا ثبوت دیا تھا جو گاڑی اپنے مکان سے نصف فرلانگ دور روکی تھی۔ میں نیچے اترنے کے لیے پر تول رہا تھا کہ دیوان جی بول پڑے۔

"چھوٹے سرکار! میں ایک بار پھر یہی مشورہ دوں گا کہ آپ کا میرے گھر پر مالتی سے ملاقات کرنا مناسب نہ ہوگا۔"

"دیوان جی۔" میں نے دیوان جی کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ کو احساس ہے، مالتی کو گھر لا کر آپ نے کس قدر حماقت کا ثبوت دیا ہے؟"

میرا لہجہ تیز تھا، دیوان جی نے چونک کر مجھے دیکھا، ان کے چہرے پر خان شہباز خان کی جوانی کا رنگ ایک ثانیے کو ابھرا لیکن پھر فوراً وہ خود پہ قابو پاتے ہوئے پرسکون ہو گئے ہونٹ کاٹتے ہوئے بولے۔

"چھوٹے سرکار! میرا خیال ہے کہ میں نے جو کچھ کیا ہے وہ عین مصلحت ہے۔"

"اگر مالتی کا بیان ہمارے خلاف ہوا تو جانتے ہیں کیا ہوگا؟"

"میں اس میدان کا بہت پرانا کھلاڑی ہوں جہاں میاں۔" دیوان جی اس بار بزرگی کا انداز اختیار کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولے۔ "میں جانتا ہوں کہ مالتی کی نازک کھوپڑی پنڈت پجاریوں کے گندے عمل کے آگے نہیں ٹھہر سکتی اسی لیے میں اسے اپنے گھر لے آیا ہوں۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں؟" میں نے انھیں وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"سمجھنے کی کوشش کیجیے چھوٹے سرکار۔" دیوان جی بولے۔ "مالتی اگر میرے گھر سے برآمد ہوئی تو سارا الزام میرے ہی سر آئے گا۔ دوسری شکل میں گندگی کی چھینٹیں حویلی کے اونچے

نام کو بھی خراب کر سکتی ہیں۔"

"اوہ۔" میں چونکا۔ میرا سر دیوان جی کی عظمت کے آگے جھکوں ہونے لگا۔ دیوان جی نے میرے خاطر جو قربانی پیش کرنے کی کوشش کی تھی وہ بے مثال تھی۔ میں اپنے لب و لہجے پر شرمندہ ہو رہا تھا۔

"آپ گھر تشریف لے جائیں جمال میاں۔" دیوان جی نے دبی زبان میں کہا۔ "باقی باتیں مجھ پر چھوڑ دیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے ہوتے آپ پر یا آپ کی عزت پر کوئی آنچ نہیں آ پائے گی۔"

"ماورائی اور نادیدہ طاقتوں کے آگے آپ بھی بے بس ہو جائیں گے دیوان جی۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا پھر فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "میں یہاں تک آ گیا ہوں تو مالتی سے ملے بغیر واپس نہیں جاؤں گا۔"

دیوان جی نے نظریں اٹھا کر مجھے غور سے دیکھا پھر شانے اچکاتے ہوئے قدم آگے بڑھانے لگے۔ نصف فرلانگ کا فاصلہ پیدل طے کرنے کے بعد ہم نے مطلوبہ مکان کے احاطے میں قدم رکھا تو دیوان جی ٹھٹھک کر رک گئے۔ مہندی کی باڑھ کے قریب ہی ایک شخص اوندھے منہ کچی زمین پر پڑا تھا۔ دیوان جی نے تیزی سے لپک کر اسے سیدھا کیا تو میں بھی چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ وہ دیوان جی کا نائب دلاور مرزا تھا جو اس وقت بے سدھ تھا —— بظاہر اس کے جسم پر زخم یا چوٹ کا کوئی واضح نشان نظر نہیں آ رہا تھا لیکن چہرے کی ہلدی جیسی رنگت بتا رہی تھی کہ اس وقت وہ ہوش میں نہیں ہے۔ دیوان جی نے ایک نظر بھر کر دلاور مرزا کو دیکھا پھر چیتے جیسی پھرتی سے اچھل کر میرے قریب آتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔

"چھوٹے سرکار! اندر کچھ گڑبڑ معلوم دیتی ہے آپ گاڑی لے کر حویلی کی سمت لوٹ جائیں۔ میں اس مائی کے لال کو دیکھتا ہوں جس نے شیر کی کچھار میں گھس کر للکار کرنے کی کوشش کی ہے۔"

دیوان جی لمحوں میں جوان ہو گئے تھے۔ دلاور مرزا کو دیکھتے ہی ان کے جسم میں بلا کی چستی اور توانائی آ گئی تھی۔ غیظ و غضب سے ان کا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔ آنکھیں خون اگلتی دکھائی دے رہی تھیں۔ حالات کے پیش نظر میرا وہاں رکنا یقیناً دانش مندی کے منافی تھا۔ دیوان جی نے مجھے وہاں سے ہٹ جانے کا جو مشورہ دیا تھا وہ نہایت مناسب تھا مگر قبل اس کے کہ میں واپسی کے لیے پلٹتا اندر سے ایک نسوانی چیخ کی اذیت ناک آواز ابھری۔ دیوان جی نے آدم خور بھیڑیے کی مانند پلٹ کر تیزی سے مکان کی سمت دیکھا پھر نہایت برق رفتاری سے پنجوں کے بل چلتے ہوئے اندر چلے گئے۔ غالباً مالتی کسی خطرناک پوزیشن سے دوچار تھی ایسی حالت میں دیوان جی کو تنہا چھوڑ کر چلا جانا مردانگی کے خلاف لگا۔ دلاور مرزا کو بے ہوش دیکھ لینے کے بعد یوں بھی میرے خون کی گردش تیز ہو گئی تھی چنانچہ دوسرے ہی لمحے میں بھی دبے قدموں مکان کے اندر داخل ہو گیا۔ مجھے وہ کمرہ تلاش کرنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی جہاں سے چیخ کی آواز ابھری تھی۔ دروازہ پوری طرح کھلا ہوا تھا۔ اندر سے ایسی آوازیں آ رہی تھیں جیسے کسی کو گلا گھونٹ کر سسک سسک کر مرنے پر مجبور کیا جا رہا ہو۔ میں احتیاط کو بالائے طاق رکھتے ہوئے بے دھڑک کھلے دروازے سے اندر داخل ہو گیا پھر جو کچھ میری گنہگار نظروں نے دیکھا اسے دیکھنے کے بعد میں ایک جھٹکے سے رک گیا۔

میری نگاہوں کے سامنے گروی کے بڑے مندر کا پجاری گردھاری لال موجود تھا۔ مالتی بے بسی کی حالت میں گردھاری لال کے شکنجوں میں پھنسی پھڑپھڑا رہی تھی۔ منحوس پجاری نے ایک ہاتھ کو کمنی کے قریب سے گھما کر مالتی کی نرم و نازک گردن میں پھنسا رکھا تھا اور دوسرے ہاتھ سے اس نے مالتی کے سیدھے ہاتھ کو جکڑ رکھا تھا کہ وہ خود کو بچا کر موت کے ہولناک شکنجے سے بچانے کے لیے کوئی جدوجہد نہ کر سکے۔ مالتی کی خوب صورت اور سحر انگیز آنکھیں حلقوں سے ابلی پڑ رہی تھیں اور بے حد بھیانک نظر آ رہی تھیں۔ اس کے حسین چہرے پر موت کے کرب ناک سائے منڈلا رہے تھے۔ اس کا پورا جسم یوں کانپ رہا تھا جیسے موت کے سرد ہاتھ اسے آہستہ آہستہ زندگی کی سرحدوں سے دور لے جا رہے ہوں۔

گردھاری لال کے مکروہ چہرے پر خباثتیں رقص کر رہی تھیں۔ شاید وہ اپنی فتح کا جشن منانے کی خاطر اسے موت کے گھاٹ اتارنا چاہتا تھا لیکن مجھے اچانک سامنے دیکھ کر وہ ایک لمحے کو چونکا پھر اس کے گندے ہونٹوں پر بڑی غلیظ مسکراہٹ ابھر کر پھیلتی چلی گئی۔ مجھے حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے وہ بولا۔

"تو بھی آ گیا بدمعاش۔ مجھے یقین تھا کہ تو ضرور آئے گا۔ لیکن اب تیرے ہاتھ گندے برتن ہی آئیں گے۔" پجاری نے زہر خند سے کہا۔

"گردھاری لال۔" میں نے کرخت آواز میں اس منحوس پجاری کو للکارا۔ "خوب صورت اور کمزور عورت پر ہاتھ

اٹھانا بہادروں کا شیوہ نہیں ہوتا۔ اگر مرد ہو تو مالتی کو چھوڑ کر میرے مقابلے پر آؤ پھر تمہیں معلوم ہوگا کہ مردانگی کسے کہتے ہیں۔"

"سن رہی ہے مالتی۔" گردھاری نے مالتی کو مخاطب کرتے ہوئے بازاری انداز میں کہا۔ "تیرا یار تیری مدد کو آگیا ہے۔ تیرے کارن یہ دیوی دیوتاؤں کے چرنوں کے داس گردھاری سے مقابلہ کرے گا۔"

پھر گردھاری نے مالتی پر اپنی گرفت ڈھیلی کی تو وہ کسی کٹتے ہوئے نازک پودے کی طرح زمین پر ڈھیر ہوگئی۔ اس کی آنکھیں بدستور کھلی ہوئی تھیں لیکن جسم بظاہر زندگی کی حرارتوں سے عاری نظر آرہا تھا۔ میرا خون جوش مارنے لگا۔ میں ایک لمحے کو دیوان جی کو بھی بھول گیا جو مکان میں داخل ہونے کے بعد نہ جانے کس کونے کھدرے میں دبک کر چھپ گئے تھے۔

"گردھاری۔" میں نے غصے سے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "چیونٹی کی موت قریب ہوتی ہے تو اس کے پر نکل آتے ہیں۔ تیرا وقت بھی قریب آگیا ہے۔"

"بھونکنا چھوڑ دے۔" گردھاری غضب ناک آواز میں دہاڑتے ہوئے بولا۔ "آگے بڑھ اور تو بھی اپنے من کی حسرتیں نکال لے۔ میں وچن دیتا ہوں کہ تیرے مقابلے میں اپنی آدھی شکتی سے کام لوں گا۔"

میں نے گردھاری کے ناپاک جسم کو ہاتھ لگانا کسرِ شان سمجھتے ہوئے جیب میں ہاتھ ڈال کر بڑی پھرتی سے اپنا ریوالور نکال لیا۔

"کتے۔ غلیظ سور۔" میں دانت پیستے ہوئے بولا۔ "میں تیرا جسم چھلنی کر کے رکھ دوں گا۔"

گردھاری میرے ہاتھ میں ریوالور دیکھ کر ایک لمحے کو چونکا پھر اس نے اپنا الٹا پاؤں اٹھا کر زور سے زمین پر مارا تو ریوالور سے شعلے بلند ہونے لگے۔ میں نے بوکھلا کر ریوالور دور پھینک دیا۔ گردھاری نے موقعے کی نزاکت بھانپتے ہوئے بروقت کوئی منتر آزمایا تھا۔ ریوالور میرے ہاتھ سے نکل کر دور گرا تو وہ مسکرانے لگا۔

"کھلونے سے کھیلنا چھوڑ دے نادان۔" اس نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "مردانگی کا دعویٰ ہے تو میری شکتی بھی آزما لے پر اتنا یاد رکھنا کہ تو نے گردھاری کو چھیڑ کر ان مصیبتوں کو آواز دی ہے جو اب تجھے سارا جیون چین سے نہیں بیٹھنے دیں گی۔"

میرا وجود دہکتی بھٹی کی مانند سلگ رہا تھا۔ مجھے اس بات کا احساس بھی تھا کہ میں تنہا ماورائی قوتوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا لیکن گردھاری کی باتوں نے میرے خون کی گردش کو تیز کر دیا۔ میں نے خدا کا نام لے کر پینترا بدلا اور آہستہ آہستہ آگے بڑھنے لگا۔ گردھاری کسی آہنی چٹان کی طرح سینہ تانے کھڑا مجھے مضحکہ خیز نظروں سے گھور رہا تھا لیکن پھر اچانک ہی اس کی مسکراہٹ کرب میں تبدیل ہوگئی۔ اس نے عجلت اپنے ہونٹ سختی سے بھینچ لیے تھے۔ اس کے چہرے پر بڑی کرب ناک اذیت نمودار ہو رہی تھی۔ وہ آہستہ آہستہ ہاتھ پھیلائے اپنے قدموں پر گھومنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن اس کی قوت جواب دے گئی۔ وہ تیورا کر گرا تو میں اس کی پشت پر دیوان جی کو کھڑا دیکھ کر چونکا پھر گردھاری کے اوندھے منہ زمین بوس ہوتے ہی مجھے وہ خنجر بھی نظر آگیا جو دستے تک اس کی پیٹھ میں اتر چکا تھا۔

"دیوان جی۔" میں نے حالات کا اندازہ لگاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "یہ آپ نے کیا کیا؟"

"ایک پاگل کتے کو مار دیا۔" دیوان جی نے گردھاری کو گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "اس کا یہی علاج تھا۔"

"لیکن اب آپ......"

"میں ہاتھ باندھ کر درخواست کرتا ہوں جمال میاں، آپ گاڑی لے کر حویلی چلے جائیں باقی باتیں مجھ پر چھوڑ دیں۔" دیوان جی نے بڑی عاجزی سے کہا۔ ان کے چہرے پر طوفان کی شدتیں تڑپ رہی تھیں۔

"میں جا رہا ہوں دیوان جی لیکن آپ ذرا ہاتھ پاؤں بچا کر کام کیجیے گا۔"

"آپ میری فکر نہ کریں سرکار۔" دیوان جی بڑی سفاک آواز میں بولے۔ "ابھی تو صرف مرحوم احمد علی کی روح کو سکون ملا ہوگا۔ جیون لال اور مالتی کا قرض تو ابھی چکانا باقی ہے اور پھر لالہ اور مرزا کی بے ہوشی کا حساب بھی تو کسی کھاتے میں لکھا جائے گا۔"

"کیا۔ مالتی بھی؟" میں نے حیرت سے مالتی کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"خدا کے لیے چھوٹے مالک۔ آپ جتنی جلدی ممکن ہو یہاں سے چلے جائیں۔" دیوان جی ہونٹ چباتے ہوئے بولے۔ "جو کھیل اب شروع ہوا ہے وہ آپ جیسے شریف آدمیوں کے کھیلنے کا نہیں۔ اچھا ہوا جو گردھاری نے براہِ راست شہباز خاں کو چھیڑ دیا۔"

دیوان جی کو میں نے اس روز سے پہلے کبھی اتنے غضبناک

itsurdu.blogspot.com

انداز میں نہیں دیکھا تھا۔ گردھاری کی موت اس قدر اچانک اور تیزی سے واقع ہوئی تھی کہ خود گردھاری کو بھی اس پر حیرت کا اظہار کرنے کا موقع نہیں مل سکا۔ اگر اسے سنبھلنے کا موقع مل جاتا تو شاید وہ اپنی گندی قوتوں کو بروئے کار لا کر بساط پلٹ چکا ہوتا لیکن دیوان جی نے اس کے مقابلے میں زیادہ مہارت اور تجربہ کاری کا ثبوت دیا تھا۔

میں محسوس کر رہا تھا کہ دیوان جی کے اندر سویا ہوا شہباز خان بھی نیند میں بیدار ہو کر تلملا اٹھا تھا' جھنجلا رہا تھا' چڑچڑا ہو رہا تھا چنانچہ میں نے اس وقت کچھ بولنا مناسب نہیں سمجھا۔ ایک نظر مالتی کے چہرے پر ڈالتا ہوا باہر آگیا پھر بڑی عجلت سے گاڑی میں بیٹھ کر حویلی کی سمت روانہ ہو گیا۔

درخشاں نے مجھے دیکھتے ہی اپنے یاقوتی لبوں پر ایک دل آویز تبسم سجا لیا۔ اسے میرے جلدی واپس لوٹ آنے کی خوشی تھی لیکن میری پتلون کی تبدیلی زیادہ دیر تک اس کی نظروں سے اوجھل نہ رہ سکی۔ اس نے چونک کر پتلون کو دیکھا تو میں نے بے اختیار قہقہے لگانا شروع کر دیے پھر میں نے اسے قبرستان میں ملنے والے پاگل کے بارے میں بتایا تو وہ بھی ہنسنے لگی۔ زخم پر کی گئی بینڈیج نے اسے مطمئن کر دیا تھا۔ بات آئی گئی ہو گئی۔

درخشاں دوپہر کے کھانے کے لیے خانساماں کو ضروری ہدایت دینے گئی تو میں اپنے اعصاب پر طاری بوجھل تھکن کو دور کرنے کی خاطر خواب گاہ میں آگیا۔ گردھاری اور مالتی والے حادثے نے میرے ذہن کو منجمد کر دیا تھا۔ دیوان جی نے سچ کہا تھا مجھے مالتی سے ملنے وہاں نہیں جانا چاہیے تھا۔ اگر میں وہاں نہ گیا ہوتا تو شاید بساط کسی اور انداز میں پلٹی جاتی۔ دیوان جی نے یقیناً مجھے بچانے کی خاطر انتہائی قدم اٹھا لیا تھا۔ مالتی کو بھی وہ اسی وجہ سے اپنے گھر لے گئے تھے کہ اگر حالات مخدوش موڑ اختیار کرتے تو میں محفوظ رہتا۔ تمام تر ذمہ داری دیوان جی کے سر جاتی۔

میں بڑی دیر تک بگڑے ہوئے حالات پر غور کرتا رہا۔ قبرستان میں ملنے والے دیوانے نے سارا پروگرام چوپٹ کر دیا تھا اور وقت کی گردش اچانک تیز ہو گئی تھی ہر چند کہ گردھاری لال کی موت کا میرے سوا کوئی دوسرا عینی گواہ نہیں تھا لیکن پنڈت اوم پرکاش اور اس کے گرگے یقینی طور پر میری ذات پر شبہ کریں گے۔ بڑے مندر جا کر میں نے جس حوصلہ مندی اور جرأت کا مظاہرہ کرنے کی کوشش کی تھی وہی میرے لیے موجودہ حالات میں پریشانی کا سبب بھی بن سکتا تھا۔ میں تمام رات یہی سوچتا رہا کہ دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ درخشاں نے میری پریشانی اور خاموشی کی وجہ دریافت کی تو میں نے پاؤں کی چوٹ کی تکلیف کا بہانہ کر کے اسے مطمئن کر دیا۔ اس رات جگجیت اور سلویا بھی زیادہ دیر نہیں رکے تھے۔ کیلاش کسی مریض کو دیکھنے گیا ہوا تھا اس لیے میں کھانا کھانے کے کچھ دیر بعد درخشاں کے ساتھ اپنی خواب گاہ میں چلا گیا۔

دوسری صبح میری آنکھ دیر سے کھلی شاید چوٹ کی تکلیف کی شدت تھی یا پھر میں رات دیر تک ذہنی جمناسٹک کرتا رہا تھا۔ سر بوجھل بوجھل ہو رہا تھا درخشاں نے ناشتے کے بعد دو کپ گرما گرم کافی کے پلائے تو خاصا سکون ملا۔ کیلاش میری مزاج پرسی کے لیے آیا تو خلاف توقع کچھ سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میرا ماتھا ٹھنکا، صبح ہی صبح کیلاش کے چہرے پر نظر آنے والی گمبھیر سنجیدگی یقینی طور پر کوئی معنی رکھتی تھی۔ میں نے درخشاں کو ایک فائل لانے کے بہانے سے اسٹڈی میں بھیجا پھر تنہائی ملتے ہی کیلاش سے پوچھا۔

”کیا بات ہے۔ تم صبح ہی صبح اس قدر سنجیدہ کیوں نظر آ رہے ہو؟“

”تم نے شاید ابھی تک اخبار نہیں دیکھا۔“ کیلاش نے سپاٹ آواز میں کہا۔

”اخبار؟“ میں چونکا۔ میرے دل کی دھڑکن اچانک تیز ہو گئی۔ میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ ”کیا ہے اخبار میں؟“

”بھیرون لال کی بیٹی مالتی اور پجاری گردھاری لال قتل کر دیے گئے۔“

”قتل؟“ میں نے تھوک نگلتے ہوئے کہا۔ ”تفصیل کیا ہے؟“

”جمال۔“ کیلاش نے میری بات نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔ ”تم نے کل ہسپتال میں مجھے کسی دیوانے کی کہانی سنائی تھی۔“

”ہاں۔ کیوں؟“

”کہیں تمہارا ٹکراؤ گردھاری سے تو نہیں ہوا تھا؟“ کیلاش نے مجھے مشکوک نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔

”کیا مطلب؟“ میں نے کیلاش پر اپنی برہمی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ ”کیا تمہیں میرے بیان پر یقین نہیں ہے؟“

”مجھے پورا یقین ہے میرے دوست لیکن تم نہیں سمجھ سکتے کہ گردھاری کی موت اس آگ پر پٹرول کا کام بھی کر سکتی ہے جو تمہارے دشمن تمہارے لیے بھڑکانا چاہتے ہیں۔“

”میں نے پوری جاگیر میں ہونے والی اموات کا کوئی

itsurdu.blogspot.com

ٹھیکہ یا ذمہ داری نہیں لے رکھی ہے۔" میں نے حقارت سے جواب دیا۔ "میں قسم کھا سکتا ہوں کہ میں نے گردھاری یا مالتی کو قتل نہیں کیا لیکن میرے ذلیل دشمن اگر ایسا سوچتے ہیں تو سوچتے رہیں میرے پاس ان کے وہم کا کوئی علاج نہیں۔"

کیلاش کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن باہر سے درخشاں کے آنے کی آہٹ ابھری تو اس نے بڑی خوب صورتی سے بات بنا دی اور اجازت لے کر چلا گیا۔ میں چند لمحے اس فائل کے کاغذات کو بلا وجہ یونہی الٹتا پلٹتا رہا پھر درخشاں کام کاج کے سلسلے میں ملازموں کو ضروری ہدایات دینے کچن میں گئی تو میں تیزی سے اٹھ کر باہر لان پر آ گیا جہاں صبح کے اخبارات موجود تھے۔ میں نے تیزی سے ان کا مطالعہ شروع کر دیا۔ کیلاش کی اطلاع نے مجھے جس قدر پریشان کر دیا تھا اخبارات کی تفصیل نے مجھے اسی قدر مطمئن کر دیا۔ میں دل ہی میں دیوان جی کی تعریف کیے بغیر نہ رہ سکا۔

اخبارات میں شائع ہونے والی کہانی بڑی دل چسپ اور مربوط تھی۔ مالتی اور پجاری گردھاری کی لاشیں کروی کے ایک پرانے تالاب کے کنارے سے دستیاب ہوئی تھیں۔ دونوں کیچڑ میں لت پت پائے گئے تھے اس لیے پولیس کے لیے قاتل کے نشانات تلاش کرنے میں خاصی دشواری پیش آ رہی تھی۔ لاشوں کی اطلاع کروی کے ایک مہاجن نرنجن لال نے پولیس کو دی تھی۔ وہ دوپہر کے وقت تالاب والے سنسان راستے سے گزر رہا تھا کہ اس کی نظر لاشوں پر پڑی جس کی اطلاع اس نے فوری طور پر قریبی پولیس چوکی تک پہنچا دی تھی۔

لاشوں کی ابتدائی طبی رپورٹ کے مطابق بچاری مالتی کو موت کے گھاٹ اتارنے سے پیشتر عصمت جیسے گوہرِ نایاب سے محروم کر دیا گیا تھا پھر قاتل نے اسے گلا گھونٹ کر ہلاک کیا تھا مالتی اور گردھاری کی لاشیں جس انداز میں پولیس کو دستیاب ہوئی تھیں اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ گردھاری زبردستی مالتی کو ——— اٹھا کر پرانے تالاب پر لے گیا۔ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جانے کے بعد اس نے مالتی کو موت کے گھاٹ اتار دیا لیکن اسی وقت کسی تیسرے شخص نے عقب سے گردھاری پر خنجر سے بھرپور حملہ کیا اور ایک ہی وار میں اس کا قصہ پاک کر دیا۔ گردھاری کی لاش مالتی کے قدموں کے اوپر اوندھے منہ پڑی ملی تھی۔ پولیس کے ذرائع کے مطابق خنجر کے دستے پر سے بھی کسی قسم کے نشانات نہیں مل سکے تھے آخر میں فرار ہو جانے والے قاتل کے سلسلے میں پولیس کے پاس صرف ایک ہی نام تھا اور وہ نام بچاری مالتی کے باپ جیون لال کا تھا۔ مالتی کی لاش برآمد ہونے کے بعد پولیس نے حالات کے پیش نظر سب سے پہلے جیون لال سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ کروی یا اس کے قرب و جوار کے علاقے میں کہیں نہ مل سکا۔ پولیس کی ابتدائی رپورٹ کے مطابق جیون لال ہی قاتل تھا اس نے اپنی بیٹی کی عصمت کا داغ پجاری گردھاری کے خون سے دھو ڈالا پھر خود موقع واردات سے فرار ہو گیا۔

میں نے ایک ایک کر کے تمام اخبارات تفصیل سے پڑھ ڈالے۔ دیوان جی کی ذہانت اور دور اندیشی قابلِ داد تھی انھوں نے نہ صرف یہ کہ موقع واردات کو بدل دیا تھا بلکہ جیون لال کی موت کو بھی گردھاری اور مالتی کی موت کے ساتھ نتھی کر کے پولیس کے لیے بڑی آسانیاں پیدا کر دی تھیں۔ جیون لال کی گم شدگی اسے قاتل ثابت کرنے کے لیے بہت کافی تھی۔ دیوان جی نے کمال ہوشیاری سے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی تھی اور پوری طرح کامیاب بھی رہے تھے۔ اصلیت کیا تھی یہ صرف میں جانتا تھا یا پھر کیلاش کو بھی اس بات کا علم تھا کہ جیون لال ایک دن قبل گندی طاقتوں کا شکار ہو چکا تھا۔ کیلاش کا نام ذہن میں ابھرتے ہی میں چونک اٹھا۔ کیلاش نے مجھے گردھاری اور مالتی کے سلسلے میں اخبار کا حوالہ دے کر کریدنے کی کوشش کی تھی۔ میں ایک لمحہ کو پریشان ہو گیا مگر پھر میں نے اس پریشانی کو جھٹک کر ذہن سے نکال دیا اس لیے کہ کیلاش میرا جگری دوست تھا اور مجھے اس پر مکمل اعتماد تھا۔

میرے ذہن پر جو بوجھ گزشتہ اٹھارہ بیس گھنٹوں سے طاری تھا وہ اخبارات میں شائع ہونے والی تفصیل پڑھتے ہی چند لمحوں میں اتر گیا۔ ایک کامیاب بیرسٹر کی حیثیت سے میں نے ان تمام واقعات کی ایک ایک کڑی کو قانونی اعتبار سے پوری طرح چیک کر لیا تھا۔ ان واقعات میں کہیں کوئی جھول نہیں تھا اور سب سے اہم بات یہ بھی کہ حادثے کی اطلاع ایک باحیثیت ہندو مہاجن نے دی تھی جو مقامی لوگوں کے لیے قابلِ اعتماد تھا۔ دیوان جی نے جو حالات پیدا کر دیے تھے وہ ہر چند کہ نقلی تھے لیکن اصل سے زیادہ ٹھوس نظر آ رہے تھے۔ میں ابھی ان ہی خیالات میں گم تھا کہ دیوان جی کی آواز نے مجھے چونکا دیا۔ میں نے نظریں گھما کر دیکھا۔ وہ میرے بائیں جانب نہایت سعادت مندانہ انداز میں کھڑے تھے۔ ان کے چہرے پر کوئی تاثر نہیں تھا، وہ ویسے ہی نارمل نظر آ رہے تھے جیسے ہر روز دکھائی دیتے تھے۔

"دیوان جی!" میں نے جذباتی لہجے میں انھیں مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کیا آپ نے اخبارات دیکھ لیے؟"

"کوئی خبر ہے چھوٹے سرکار؟" دیوان جی نے ایسے اجنبی انداز میں پوچھا کہ میں سٹپٹا گیا۔ ان کے چہرے پر بلا کی معصومیت اور سکون طاری تھا۔

"میں آپ کو آپ کی شاندار کارکردگی کی داد دیتا ہوں۔" میں نے دیوان جی کو تعریفی نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "پولیس کے فرشتے بھی مالتی یا گردھاری کے سلسلے میں ہمارے اوپر شک نہیں کر سکتے۔"

"کوئی اور بات کیجیے چھوٹے سرکار۔" دیوان جی بولے۔ "ہمیں ان نیچ ذات لوگوں سے کوئی سروکار نہیں رکھنا چاہیے اور پھر مرنا جینا تو لگا ہی رہتا ہے۔"

"آپ بہت گہرے ہیں۔" میں مسکرایا۔ "مہاجن نرنجن لال کے درمیان میں آجانے سے صورت حال اور بہتر ہو گئی ہے۔"

"پولیس کو کچھ دشواریاں بھی پیش آرہی ہیں۔" دیوان جی ادھر ادھر دیکھ کر سرگوشی کرتے ہوئے بولے۔ "کل رات کسی سنگدل نے بے چارے نرنجن لال کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔"

"کیا؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "نرنجن لال کو کس نے مارا؟"

"اب جیون لال کا حساب بھی چکتا ہو گیا۔" دیوان جی نے دبی زبان میں کہا۔ "ایک دلاور مرزا کی بے ہوشی کھاتے میں باقی رہ جاتی ہے لیکن اس کی ضد ہے کہ اپنا حساب کتاب وہ خود ہی نمٹانے کی کوشش کرے گا۔"

"نہیں دیوان جی۔ نہیں۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "زیادہ کشت و خون ہوا تو وہ بھی چونک اٹھیں گے۔ بات بڑھ جائے گی۔"

"میں گاڑی لے آیا ہوں۔" دیوان جی میری بات نظر انداز کرتے ہوئے بولے۔ "آپ کو شاید اپنے والد کے بزرگ عالم دوست سے ملنے جانا ہے۔"

"ہاں۔ اب یہ ملاقات بہت ضروری ہو گئی ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "آپ میرا انتظار کریں میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔"

میں جانے کے لیے اپنی کرسی سے اٹھا ہی تھا کہ ایک ملازم دوڑتا ہوا آیا۔ اس نے مجھے خبر دی کہ آنند کمار اور پولیس کے کچھ افسران مجھ سے فوراً ملنا چاہتے ہیں۔ میں پولیس کی آمد کی اطلاع سن کر ایک لمحے کو گھبرا گیا پھر دیوان جی کے اشارے پر ملازم سے کہا وہ آنند کمار اور اس کے ساتھیوں کو عزت سے اندر لے آئے۔

ملازم کے جانے کے دو منٹ بعد ہی ڈپٹی کمشنر آنند کمار ایک ڈی ایس پی اور دو مسلح سپاہیوں کے ساتھ آتا نظر آیا۔ ان کے ساتھ پولیس کی ایک عورت بھی تھی جسے دیکھ کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ غالباً وہ مفرور جیون لال کو میری حویلی میں تلاش کرنے کی غرض سے آئے تھے ان کا خیال تھا کہ جیون لال چونکہ میرا پرانا مالی تھا اس لیے میں نے اسے اپنی حویلی میں پناہ دے رکھی ہو گی۔ میرا اندازہ غلط نہیں ثابت ہوا۔ آنند کمار نے قریب پہنچ کر بڑی گرم جوشی سے مجھ سے مصافحہ کیا پھر سنجیدگی سے بولا۔

"مسٹر جمال، ہم آپ کو تھوڑی سی زحمت دینے کے لیے حاضر ہوئے ہیں۔"

"فرمائیے۔ اگر میں آپ کے کسی کام آسکا تو یہ میری خوش قسمتی ہو گی۔"

"آپ نے غالباً آج کے اخبارات میں گردھاری لال اور مالتی کو پیش آنے والے حادثے کی تفصیلات پڑھ لی ہوں گی۔"

"صرف سرسری طور پر سرخیاں دیکھی ہیں۔" میں نے بے پروائی سے دریافت کیا۔ "کوئی خاص بات؟"

"پولیس کا خیال ہے کہ گردھاری کا قتل آپ کے مالی جیون لال نے کیا ہے۔"

"اوہ۔ آئی سی۔" میں نے بات کو سمجھنے کی اداکاری کرتے ہوئے کہا۔ "آپ اس ضمن میں مجھ سے کیا تعاون چاہتے ہیں؟"

"پولیس جیون لال کو گرفتار کرنے کے لیے متعدد چھاپے مار چکی ہے لیکن وہ ابھی تک ہماری دسترس سے محفوظ ہے اور۔ گزشتہ رات اس نے ہمارے مخبر نرنجن لال کو بھی ٹھکانے لگا دیا۔"

"حیرت انگیز۔" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "بظاہر تو جیون لال بڑا نیک اور شریف معلوم ہوتا تھا۔"

"کبھی کبھی حالات انسان کو درندگی پر آمادہ کر دیتے ہیں۔" آنند کمار نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا پھر اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے بولا۔ "ہم نے تمام علاقے کی ناکہ بندی کر رکھی ہے ہمارا خیال ہے کہ قاتل ابھی تک یہیں کہیں روپوش ہے اور..."

"اور آپ جیون لال کے سلسلے میں میری حویلی کو بھی کھنگالنا چاہتے ہیں۔ کیوں مسٹر آنند؟" میں نے تیزی سے ڈپٹی کمشنر کی بات پوری کر دی۔

"میں مجبور ہوں اور آپ کے خیال سے اسی لیے خود آ گیا ہوں کہ آپ کہیں اس تلاشی پر کسی اور انداز میں سوچنے کی کوشش نہ کریں۔" آنند کمار نے جلدی سے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "اس کے نتیجے میں سچائی کے علاوہ فرائض کی انجام دہی کی

بجلیاں بھی شامل تھیں پھر اس نے جیب سے تلاشی کا باقاعدہ وارنٹ نکال کر مجھے دکھانے کی کوشش کی تو مجھے ہنسی آ گئی، آنند کمار کو شاید اب میری حیثیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔

"جب آپ تشریف لے آئے ہیں تو اس کاغذ کے پرزے کی کیا ضرورت ہے۔" میں نے سرچ وارنٹ پر نظر ڈالتے ہوئے دوستانہ انداز میں کہا۔ "آپ بڑے شوق سے حویلی کی تلاشی لے کر اپنا اطمینان کر لیں۔"

"شکریہ مسٹر جمال۔" اس بار آنند کمار کے بجائے ڈی ایس پی نے کہا۔

میں ڈپٹی کمشنر کو لے کر اندر آ گیا۔ مجھے صرف یہی خیال تھا کہ درخشاں پولیس کی اچانک آمد اور حویلی کی تلاشی سے پریشان ہو گی چنانچہ میں نے پہلے درخشاں کو آنند کمار کی موجودگی میں حالات سے آگاہ کیا پھر دیوان جی کو پولیس والوں کے ساتھ بھیج کر خود... ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ آنند کمار بھی ہمراہ تھا اور —— درخشاں کو بار بار کنکھیوں سے دیکھ رہا تھا۔ شاید وہ وقت سے فائدہ اٹھا کر درخشاں کے سلسلے میں ان باتوں کی تصدیق کر رہا تھا جو میں نے اس سے کر دی تھیں۔

درخشاں خانہ تلاشی کی اہمیت سمجھ لینے کے باوجود کچھ الجھی الجھی نظر آ رہی تھی۔ کچھ دیر وہ اسی گھٹن سے دوچار رہی پھر اس نے اچانک چونکتے ہوئے آنند کمار سے پوچھا۔

"آپ کیا پینا پسند کریں گے آنند کمار جی؟ معاف کیجیے گا۔ میں آپ کے ساتھ پولیس کی پلٹن دیکھ کر کچھ گھبرا گئی تھی۔"

"تکلف کی کیا ضرورت ہے۔" آنند کمار نے مسکرا کر جواب دیا۔ "اس وقت میں آن ڈیوٹی ہوں۔ پھر کبھی آؤں گا تو اطمینان سے بیٹھ کر کھا پی لوں گا۔"

"ایک بات پوچھوں آنند جی۔" درخشاں دبی زبان میں بولی۔ "آپ کو اس بات کا شبہ کیسے ہو گیا کہ ہم نے قانون سے بھاگے ہوئے کسی قاتل کو اپنی حویلی میں پناہ دے رکھی ہو گی؟"

"آنند جی اپنے فرائض سے مجبور ہیں درخشاں۔" میں نے جلدی سے کہا پھر چہکتے ہوئے لہجے میں بولا۔ "اچھا ہے اس طرح وہ شبہات بھی دور ہو جائیں گے جو حالات نے پیدا کر دیے ہیں۔ پھانس اگر جڑ سے نہ نکلے تو اندر ہی اندر کھٹکتی اور درد دیتی رہتی ہے۔"

"آپ مجھے شرمندہ کر رہے ہیں مسٹر جمال۔" آنند کمار جھینپ مٹاتے ہوئے بولا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ درخشاں کچھ دیر بعد نارمل ہو گئی تھی پھر اس نے میری باتوں کی کاٹ کو محسوس کرتے ہوئے خود بھی نہایت بے تکلفی سے ایسی باتیں شروع کر دیں کہ آنند کمار کا یہ شک بھی دور ہو گیا کہ وہ زبردستی اپنا دھرم بدلنے پر مجبور ہوئی ہے۔ آنند کمار بار بار بغلیں جھانک رہا تھا پھر اس کی گلوخلاصی اسی وقت ہوئی جب ڈی ایس پی اور اس کے ساتھیوں نے آ کر بتایا کہ جیون لال انہیں حویلی میں کہیں نہیں ملا۔

آنند کمار کو رخصت کرنے کے لیے درخشاں بھی میرے ساتھ حویلی کے دروازے تک آئی تھی۔

دو تین روز تک میں نے خود کو حویلی کے احاطے تک محدود رکھا۔ درخشاں نے گردھاری لال اور مالتی کی موت اور جیون لال کی پراسرار گمشدگی کی خبریں اخبار میں پڑھ لی تھیں۔ حویلی کی تلاشی کے بعد سے اس نے مجھ سے اس مسئلے پر کوئی گفتگو نہیں کی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ وہ اندر ہی اندر پنڈت پجاریوں کی موت کے بارے میں —— حالات کی کڑیاں ملانے میں الجھی ہوئی ہے۔ میں نے ایک آدھ بار دبی زبان میں کریدا بھی مگر وہ بڑی خوب صورتی سے ٹال گئی، میں نے اسے زیادہ چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا۔

مجھے کیلاش کی طرف سے بھی اس بات کی فکر لاحق تھی کہ وہ جیون لال کے بارے میں مجھ سے باز پرس ضرور کرے گا۔ بات تھی بھی قابلِ غور، جیون لال ایک دن پہلے پراسرار طاقتوں کا شکار ہوا تھا دوسرے دن اسے مالتی اور گردھاری کے علاوہ نرنجن لال کے قتل میں ملوث کر کے مفرور قرار دیا گیا اور پولیس اس کی تلاش میں کوٹھی جیبن آباد اور آس پاس کے تمام علاقوں میں متواتر چھاپے مار رہی تھی۔ کچھ لوگوں کا یہ بھی خیال تھا کہ جیون لال نے کسی نہر میں چھلانگ لگا کر یا کنوئیں میں کود کر خودکشی کر لی ہے مگر ابھی تک پولیس کی ٹولیاں اس کی لاش بھی دریافت نہیں کر سکی تھیں۔ دیوان جی نے جس مہارت سے ایک ہی چال میں پوری بساط کا نقشہ بدل دیا تھا وہ قابلِ ستائش تھی۔

غرض کہ میں نے دیوان جی کے مشورے پر ہی خود کو حویلی کے احاطے کے اندر تک محدود کر لیا تھا۔ تمام دن میں گھریلو کام کاج کے سلسلے میں درخشاں کا ہاتھ بٹاتا یا پھر اسٹڈی روم میں بیٹھا کتابوں کا مطالعہ کرتا، شام کو ہم دونوں پائیں باغ کی سیر کرتے اور پھر کیلاش اور حبیب کے ساتھ رات گئے تک اودھم چوکڑی مچاتا، درخشاں اور سلویا بھی ہمارے ساتھ شریک رہتیں لیکن جب ہمارے درمیان زیادہ بے تکلفی سے کھلے الفاظ

میں باتیں شروع ہو جاتیں تو درخشاں اور سلویا اٹھ کر مسکراتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی جاتی تھیں۔

اس رات بھی کھانے کے بعد ہم سب ڈرائنگ روم میں جمع ہو گئے۔ روزمرہ کی طرح ہمارے درمیان ہنسی مذاق ہوتا رہا پھر جیکب نے اچانک نہ جانے کیوں درخشاں کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے شروع کر دیے۔ حسن صورت و سیرت کے سلسلے میں ایسی ایسی مثالیں دینی شروع کیں کہ ہم اور کیلاکشس دونوں حیرت سے جیکب کا منہ دیکھنے لگے۔

"تم شاید میری باتوں کو مذاق سمجھ رہے ہو گے۔" جیکب مجھ سے مخاطب تھا۔ "لیکن یقین جانو میرے دوست کہ تمھاری بیوی جنت کی حوروں کے مقابلے میں بھی زیادہ خوش پوش اور سلیقہ مند ثابت ہوئی ہے۔"

"کیا مطلب؟" کیلاکشس نے یک دم سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم نے جنت کی حوروں کا لباس بھی دیکھ رکھا ہے؟"

کیلاکشس کے جملے پر درخشاں اور سلویا دونوں مسکرا دیں۔

"تمھارا ذہن چونکہ بدبودار دواؤں اور اسپرٹ کی تیز مہک سے ہر وقت پراگندہ رہتا ہے اس لیے تم میری لطیف باتوں اور معیاری تشبیہات کو سمجھنے سے قاصر ہو۔" جیکب نے کیلاکشس کو سرزنش کرنے کے انداز میں گھورا۔ "اور ایسی صورت میں کہ جب انسان خود کو حالات اور ماحول کے سانچوں میں ضم کرنے سے قاصر ہو یا تعلیم اور تجربے کی کمی اس کی لب کشائی کو حماقت کی دلیل ثابت کرتی ہو تو انسان کے لیے صرف لب ہو جانا نہایت مناسب ہوتا ہے۔ میں تمھیں بھی یہی مشورہ دوں گا میرے سرجن دوست کہ اگر خود کو لگام دینے سے قاصر ہو تو کم از کم زبان کو تالے میں رکھو مبادا کہ وہ قلعی اتر جائے جو تم نے اپنے بھونڈے وجود کو چمکانے کے لیے اپنی اصلیت پر چڑھا رکھی ہے۔"

"یار جمال، یہ بغلول تو آج بڑے ترنگ میں بول رہا ہے۔" کیلاکشس نے کرسی پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "میرا خیال ہے کہ آج بھابی نے اس کی نکیل چھوڑ دی ہے۔"

"ایسا بھی نہیں ہے۔" سلویا جلدی سے بولی۔ "یہ درخشاں کی تعریف کر رہے ہیں اس لیے میں خاموش ہوں۔ کسی اور خاتون کی بات ہوتی تو میں انھیں اس طرح بولنے کی اجازت کبھی نہ دیتی۔"

"تو میں یہ کہہ رہا تھا میرے دوست جمال کہ خداوند بزرگ و برتر نے تمھاری انگشت حیات کے لیے ایک ایسا چمکدار انمول اور نایاب ہیرا فراہم کر دیا ہے جس کے تم اہل نہیں تھے۔" جیکب نے سلویا کی بات کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے کہا پھر درخشاں کی جانب دیکھ کر بولا۔ "میں آپ کے حسن انتخاب کی داد دینے سے معذور ہوں لیکن آپ کے حسن ظن کی تعریف ضرور کروں گا کہ آپ اس جیسے کند ذہن ناتراشس کے ساتھ گزارا کر رہی ہیں۔"

"بالکل یہی بات میں سلویا بھابی کو سمجھانے والا تھا۔" کیلاکشس تیزی سے بولا۔ "لیکن میرا خیال ہے کہ اب پانی سر سے اونچا ہو چکا ہے۔" کیلاکشس نے جیکب کو گھورتے ہوئے معنی خیز لہجے میں کہا۔ "سسٹر ماریا کی چرب زبانی نے تمھیں بھی اچھا خاصا بولنا سکھا دیا ہے۔"

"سسٹر ماریا؟" سلویا چونکی۔ "یہ کون ہے؟"

"ہسپتال میں کام کرتی ہے۔" کیلاکشس نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "صورت شکل تو کوئی خاص نہیں ہے البتہ جسمانی طور پر خاصی گداز واقع ہوئی ہے۔ جیکب آج کل اسے اپنی دھواں دھار تبلیغ کے ذریعہ راہبہ بنا کر چرچ میں شامل کرنا چاہتے ہیں اور ماریا کا کہنا ہے کہ وہ بہت جلد جیکب کو انسان بنا دے گی۔"

سلویا کے لیے کیلاکشس کا وہ خوب صورت اور سفید جھوٹ بھی کم نہ تھا۔ اس نے جیکب کو اچانک گھوم کر زہریلی نظروں سے گھورا تو جیکب نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "رب عظیم کی قسم سلویا ڈارلنگ، یہ مردود سرجن محض لفاظی سے کام لے کر تمھیں میرے خلاف اکسا رہا ہے۔ یہی وہ شیطان ہے جس نے آدم کو دانہ گندم کھانے پر مجبور کر کے جنت سے نکلوا دیا تھا۔"

جیکب نے ہر ممکن کوشش کی کہ وہ سلویا کو مطمئن کر سکے لیکن وہ پہلے سے اکھڑ چکی تھی چنانچہ میں نے درخشاں کو اشارہ کیا اور وہ بمشکل سلویا کو سمجھا بجھا کر اندر لے گئی۔ سلویا کے جانے کے بعد بھی جیکب بہت دیر تک بھلاتا رہا پھر کیلاکشس کی دل چسپ باتوں نے اسے دوبارہ نارمل کر دیا تو میں نے پوچھا۔

"اچھا یہ بتاؤ کہ آج تم درخشاں کو کس سلسلے میں مکھن لگانے کی کوشش کر رہے تھے؟"

"میں جو کچھ کہہ رہا تھا وہ مذاق نہیں حقیقت تھی۔" جیکب بھی سنجیدہ ہو گیا۔ "تمھاری بیوی اتنی معصوم، نیک فرشتہ خصلت اور وفا شعار ہے کہ مجھے یوں لگتا ہے جیسے وہ کسی اور دنیا کی مخلوق ہو جو بھولے سے راہ بھٹک کر تمھاری دنیا میں آگئی ہے۔ مجھے تمھاری قسمت پر بھی رشک آتا ہے، تم کو خداوند نے بے حساب دولت دی ہے۔ روزی کمانے کے لیے تمھیں محنت بھی نہیں کرنی پڑتی اس کے باوجود قسمت بھی تمھارے حق میں سونا ثابت ہوتی ہے۔ دولت اور عزت کے علاوہ خداوند بزرگ و برتر نے تمھیں ایک ایسی انمول اور بے مثل شریک حیات بھی

عطا کر دی ہے جو فرشتوں سے بھی زیادہ قابلِ احترام اور حوروں سے بھی زیادہ۔ بلند و برتر نظر آتی ہے لیکن ....."

"لیکن کیا؟" میں نے جکیب کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تم بولتے بولتے چپ کیوں ہو گئے؟"

"ہو سکتا ہے میری بات تمہیں کڑوی لگے لیکن میں اس بات کو نہیں مانتا کہ قدرت نے کسی ایک شخص کے حصے میں خروع سے آخر تک خوشیاں ہی خوشیاں رقم کر دی ہوں۔"

جکیب نے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "جہاں صرف مسرتیں ہی مسرتیں ہوتی ہیں وہاں لمحات بڑے عارضی اور ناپائیدار ہوتے ہیں۔ کوئی زندگی ایسی نہیں ہوتی جو دکھ درد اور غموں سے خالی ہو اس لیے تمہیں بھی اپنے حصے کا دکھ ضرور اٹھانا ہوگا۔"

"جکیب!" کیلاشش تیزی سے بول پڑا۔ "یہ تم نے کیا حماقت کی باتیں شروع کر دیں۔"

"میرے دوست!" میں نے جکیب سے زیرِ خند سے کہا۔ "تم شاید میرے اندرونی حالات سے واقف نہیں ہو۔ درخشاں کے سلسلے میں بھی مخالفتیں سر اٹھا رہی ہیں۔"

"یہ سب عارضی اور وقتی پریشانیاں ہوتی ہیں۔ دکھ درد اور غموں کی تڑپ اور چیز ہوتی ہے۔" جکیب نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "وقتی پریشانیاں اور مخالفتیں آہستہ آہستہ ختم ہو جاتی ہیں لیکن درد کی ٹیسیں برسوں اندر ہی اندر غموں کے احساس کو تازہ کرتی رہتی ہے۔"

"تم۔ تم کہنا کیا چاہتے ہو؟" کیلاشش نے جھلا کر پوچھا۔

"میں صرف اتنا کہنا چاہتا ہوں کہ جمال کو بھی اپنے حصے کا بوجھ ضرور اٹھانا ہوگا۔ اس کی کوئی صورت بھی ہو سکتی ہے مثلاً ہو سکتا ہے کہ جمال کی تمام دولت اچانک مٹی کا ڈھیر ہو جائے اور یہ کوڑی کوڑی کو محتاج ہو جائے۔" جکیب نے میری طرف دیکھتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "برا نہ ماننا میرے دوست۔ یہ بھی ممکن ہے تمہاری دولت، عزت اور شہرت میں دو چند اضافہ ہو جائے اور غموں کا بوجھ کسی اور انداز میں تمہیں ملے۔ ہو سکتا ہے کہ درخشاں تمہاری فرشتہ خصلت اور نیک طینت بیوی تم سے اچانک روٹھ کر اپنے معبودِ حقیقی سے جا ملے۔ میرا مشاہدہ تو یہی کہتا ہے کہ نیک اور پاکباز روحیں زیادہ دنوں تک دنیا میں قیام نہیں کرتیں۔ انھیں خداوند کے اشارے پر آسمانوں پر بلا لیا جاتا ہے۔"

جکیب کی بات سن کر میں گنگ رہ گیا۔ میرا دل اندر ہی اندر جیسے بھنچنے لگا۔ درخشاں کی جدائی کے تصور ہی نے میرے ہوش و حواس گم کر دیے تھے میں سکتے کی حالت سے دوچار ہو کر پھٹی پھٹی نگاہوں سے جکیب کو دیکھنے لگا۔ میرا وجود جیسے آہستہ آہستہ سرد ہو رہا تھا۔ پھر کیلاشش کی تیز اور سخت آواز میرے کانوں میں گونجی؛ وہ جکیب سے کہہ رہا تھا۔

"تمہیں کوئی حق نہیں پہنچتا کہ دوسروں کے بارے میں اس قدر منحوس اور بےہودہ قسم کی فرضی باتیں کرو۔ اگر تم میرے اور جمال کے کلاس فیلو اور دوست نہ ہوتے تو شاید میں سب سے پہلے تمہارا گلا گھونٹ کر تمہاری روح کو عالمِ بالا کی طرف روانہ کر دیتا۔"

"موت اور زندگی انسان کے نہیں، خدا کے ہاتھ میں ہے اس لیے میں تمہاری باتوں کا برا نہیں مانوں گا۔" جکیب نے بےپروائی سے جواب دیا۔

"پھر تمہیں کسی کی دل آزاری کا کیا حق ہے؟" کیلاشش غصے سے تلملا کر بولا۔ "اور اگر تم نے دیدہ و دانستہ یہ جانتے ہیں محض مذاق کیا ہے تو میں یہی کہوں گا کہ تمہارا یہ مذاق انتہائی گھٹیا، پست اور غیر معیاری تھا۔"

"کچھ خیالات اچانک انسان کے ذہن میں کلبلا کر ابھرتے ہیں اور اپنا نقش جمانے چلے جاتے ہیں۔" جکیب بدستور سنجیدگی سے بولا۔ "میں نے اس وقت جمال کے بارے میں جو کچھ بھی کہا ہے وہ مذاق نہیں ہے۔ خداوند کی لازوال قوتوں نے میرے ذہن میں جو روشنی پیدا کی تھی میں نے اس کی ترجمانی اپنے سیدھے سادے جملوں میں کر دی ہے۔ ان باتوں کو حقیقت ہی سمجھ رہا ہوں اور حقیقت ہمیشہ بڑی تلخ ہوتی ہے۔"

"تم۔ تم ایک ادنیٰ درجے کے معمولی پادری ہو جکیب۔" کیلاشش غصے سے دانت پیستے ہوئے کرخت آواز میں بولا۔ "کوئی پیغمبر یا ولی تو نہیں ہو جو لوگوں کے مستقبل میں جھانک کر آنے والے حالات کی پیشین گوئی کر سکو۔ یوں بھی ایک دوست کے رشتے سے تمہیں جمال کے بارے میں اپنی کالی اور منحوس زبان سے ایسی باتیں نہیں نکالنی چاہییں تھیں جو تمہاری پست ذہنیت کی بھی ترجمان ہوں۔"

"تم میری ذہنیت کے بارے میں جو چاہو اندازہ لگا لو لیکن تمہارے مفروضے تقدیر کے فیصلوں کو نہیں بدل سکتے۔" جکیب نے ٹھہرے ہوئے نرم لہجے میں کہا۔ "قسمت کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں جنھیں دوستی یا ہمدردی کے جذبے بھی ٹس سے مس نہیں کر سکتے۔"

"جکیب!" کیلاشش طیش میں آ کر چیخا۔ "کیا تم اپنی کالی زبان بند نہیں رکھ سکتے؟"

"نہیں۔" جکیب نے اپنے گلے میں لٹکی ہوئی صلیب کو چومتے ہوئے کہا۔ "میں پھانسی کے پھندے یا سولی پر لٹکنے کے باوجود راست گوئی سے باز نہیں آ سکتا۔"

itsurdu.blogspot.com

"دو کوڑی کے پادری!" کیلاش آپے سے باہر ہو گیا۔ "اگر تم حقیقت اور راست گوئی کو اتنا ہی پسند کرتے ہو تو پھر میری ایک بات بھی گرہ میں باندھ لو' درخشاں بھابی کی صحت بھی ان کی صورت اور سیرت کی طرح قابلِ رشک ہے اس لیے مستقبل قریب میں ان کے جمال سے روٹھ جانے کا کوئی امکان نہیں' البتہ تمھاری بیوی دل کے ایک مہلک عارضے میں ضرور مبتلا ہے اور ایسے مریض چار پانچ ماہ سے زیادہ اپنی حیات کا بوجھ اپنے ناتواں کاندھوں پر نہیں گھسیٹ سکتے۔ یہ ایک سرجن کا تجربہ بول رہا ہے۔ اب کہو کیا اس حقیقت کا انکشاف تمھارے لیے تلخ اور اذیت ناک نہیں کہ تمھارا اور سلویا کا ساتھ بڑا مختصر اور ریت کے اس ٹیلے کی مانند ہے جو کسی وقت بھی بیٹھ سکتا ہے۔"

"کیلاش میرے دوست' اگر خدائے بزرگ و برتر کی یہی مرضی ہے کہ وہ سلویا کی محبت اور رفاقت کو مجھ سے چھین لے تو میں اس سے کوئی شکوہ یا شکایت کرنے کے بجائے اس کی رضا کے آگے نہایت عقیدت سے سر بسجود ہو جاؤں گا۔"

"تم۔ تم انتہائی بکّی' کڑوے مغز اور نامعقول شخص واقع ہوئے ہو۔" کیلاش غصے سے کانپتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔

گفتگو نے بڑی تلخ صورت اختیار کر لی تھی لہٰذا میں نے فوراً مداخلت کی اور کیلاش اور حبیب کے درمیان نہ صرف یہ کہ صلح و صفائی کرائی بلکہ انھیں گلے بھی ملوا دیا۔ حبیب کی باتوں نے ماحول میں تلخی کا جو زہر گھول دیا تھا وہ آہستہ آہستہ چھٹ گیا پھر درخشاں اور سلویا ہمارے لیے مشروب بنا کر لائیں تو فضا کا رنگ ہی بدل گیا۔ میں نے دل پر جبر کر کے ہنسی مذاق شروع کر دیا۔ حبیب کو چھیڑتا رہا اور کیلاش پر بھی جملے چست کرتا رہا۔ بظاہر میں نے خود کو بالکل نارمل کر لیا تھا لیکن حبیب کی بات نہ جانے کیوں خار بن کر بار بار میرے دل کی گہرائیوں میں چبھ رہی تھی۔ مجھے رہ رہ کر یہی خیال ستا رہا تھا کہ حبیب نے جو کچھ کہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔

دوسرے روز میں تیار ہو کر حویلی سے نکلا۔ دیوان جی کی زبانی مجھے باہر کی تمام باتیں معلوم ہوتی رہتی تھیں۔ پولیس کو ابھی تک جیون لال کی تلاش تھی لیکن اب انھوں نے اندھا دھند چھاپے مارنے اور گھروں کی تلاشی کا سلسلہ بند کر دیا تھا۔ بظاہر انھوں نے یہ بھی مشہور کر دیا تھا کہ جیون لال نے خودکشی کر لی ہے اور اس کی سڑی گلی لاش ایک پرانے اندھے کنویں سے برآمد کر لی گئی ہے لیکن حقیقت صرف مجھے معلوم تھی شاید اس طرح وہ ڈھیل دے کر اصل مجرم کی غفلت سے فائدہ اٹھا کر اسے اپنے جال میں دبوچ لینا چاہتے تھے لیکن وہ خواب دیکھ رہے تھے' وہ تمام زندگی جیون لال کو گرفتار نہیں کر سکتے تھے اس لیے کہ وہ ان کی دسترس سے بہت دور جا چکا تھا۔ وہ احمق تھے جو ابھی تک سادہ لباس اور مختلف حلیوں میں گلی کوچوں اور سڑکوں پر جگہ جگہ گھات لگائے بیٹھے تھے۔ وہ نہیں جانتے تھے کہ جیون لال ان کی لسٹ پر آنے سے پہلے ہی دیوان جی کے ہاتھوں منوں مٹی کے نیچے دفن ہو چکا تھا۔

میں گاڑی کی پچھلی نشست پر بیٹھا حالات پر غور کر رہا تھا۔ دیوان جی انتہائی خاموشی سے اسٹیرنگ سنبھالے ہوئے تھے۔ میں پہلی فرصت میں والد صاحب کے بزرگ عالم دوست سے ملنا چاہ رہا تھا۔ حبیب کی باتوں نے مجھے الجھا دیا تھا۔ مجھے پنڈت اوم پرکاش کی خاموشی پر بھی حیرت ہو رہی تھی' وہ اگر حاسّہ شکتیوں کا مالک تھا اور فاصلوں کی قید سے آزاد ہو کر دلوں کے احوال پڑھنے کی طاقت رکھتا تھا تو اب تک اسے جان لینا چاہیے تھا کہ گردھاری لال کی موت کی اصلیت کیا تھی۔ جیون لال بھی گندی طاقتوں کا شکار ہوا تھا۔ ممکن ہے اسے گردھاری نے موت کے گھاٹ اتارا ہو۔ شاید اوم پرکاش کو صورتِ حال کا علم نہیں تھا یا پھر اس کی خاموشی میں بھی کوئی راز تھا' کوئی خطرناک مصلحت پوشیدہ تھی جو وہ قبل از وقت ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا' کسی مناسب وقت کا انتظار کر رہا تھا۔ ہو سکتا ہے وہ میرے حویلی سے باہر نکلنے ہی کا منتظر ہو۔ اس خیال کے آتے ہی میرے اندر بے چینی شروع ہو گئی' میں نے آنکھ کھول کر دیکھا۔ ہم مضافاتی علاقے کی ایک چھوٹی سی بستی کے قریب تھے۔

"دیوان جی!" میں نے خود کو بہلانے کی خاطر دیوان جی سے پوچھا۔ "آپ نے کہا تھا کہ یہ پنڈت پجاری بڑی شیطانی قوتوں کے مالک ہوتے ہیں اور دلوں کا بھید بھی جان لیتے ہیں؟"

"جی ہاں چھوٹے سرکار!"

"پنڈت اوم پرکاش کے بارے میں آپ کا کیا خیال ہے؟" میں نے دریافت کیا۔ "کیا وہ حالات سے باخبر نہ ہو گا' میرا مطلب ہے کہ اس نے اپنے جنتر منتر کے ——— وسیلے اصل معاملے کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہ کی ہو گی؟"

"ضرور کی ہو گی لیکن شیطانی قوتیں رحمانی طاقتوں کے آگے ہمیشہ بے بس ہو جاتی ہیں' یہ میرا ایمان ہے۔" دیوان جی نے کہا پھر اپنے الٹے بازو پر ہاتھ مارتے ہوئے بڑے اعتماد سے بولے۔ "میں نے ایک میاں جی کا تعویذ باندھ رکھا ہے چھوٹے سرکار' پنڈت پجاریوں کے باپ بھی میری ہوا نہیں پا سکیں گے' ہاں اگر اوپر سے کلہاڑی گئی ہے تو پھر شہباز خان کے فرشتے بھی دم نہیں

tsurdu.blogspot.com

مار سکتے۔"

"سمجھا۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "شاید اسی لیے گردھاری تمہارے اوپر کوئی جنتر منتر نہیں آزما سکا تھا۔"

"میں نے اسے سنبھلنے کا موقع ہی کہاں دیا تھا۔"

"تمہارا نشانہ بھی بڑا سچا ہے۔" میں نے تعریف کی۔ "خنجر کا پھل گردھاری کے دل میں ترازو ہوگیا تھا اسی لیے وہ جاں بر نہ ہو سکا۔"

"میں جو کچھ بھی ہوں بزرگوں کی جوتیوں کا صدقہ ہے چھوٹے سرکار۔" دیوان جی بولے۔ "وہ میاں جی اللہ کو پیارے ہوگئے جنھوں نے مجھے تعویذ دیا تھا زندہ ہوتے تو میں آپ کو سیدھا ان ہی کے پاس لے جاتا۔ بڑا تیز اور جلدی کام کرتے تھے صورت دیکھتے ہی اندر باہر کی تمام کیفیت لمحوں میں جان لیتے تھے۔ شاہ صاحب بھی بڑے پہنچے ہوئے ہیں جس کے حق میں دعا کردیں اس کے وارے نیارے ہو جاتے ہیں۔"

"شاہ صاحب کون؟"

"جہاں میں آپ کو اس وقت لیے چل رہا ہوں۔" دیوان جی نے وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "پورا نام تو حضرت ابرار علی شاہ ہے لیکن مریدوں میں شاہ صاحب کے نام سے مشہور ہیں۔ دلاور مرزا بتا رہا تھا کہ ایک بار وہ بدبخت بھی شاہ صاحب کے قدموں میں ایک درخواست لے کر حاضر ہوا تھا لیکن اسے چوکھٹ ہی سے دھتکار دیا گیا۔"

"میں سمجھا نہیں، دلاور مرزا نے ایسی کیا درخواست کی تھی جو اسے دھتکار دیا گیا؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"اب آپ کے سامنے زبان نہیں کھول سکتا جمال میاں۔" دیوان جی نے دبی زبان میں کہا۔ "کچھ آنکھوں کی شرم و حیا بھی رکھنا پڑتی ہے رتبے کا خیال بھی ہوتا ہے۔"

"پھر بھی کچھ پتہ تو چلے کہ بات کیا تھی؟" میں نے دلچسپی کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "آپ کو تو معلوم ہوگی اس کی درخواست۔"

"میں تو دلاور مرزا کی رگ رگ سے واقف ہوں۔" دیوان جی بولے۔ "بڑا چلتا پرزہ ہے جتنا اوپر سے دکھائی دیتا ہے اتنا ہی اندر بھی ہے دیکھنے میں مریل لگتا ہے لیکن اس کی نس نس میں بجلی بھری ہوئی ہے کودنے پر آتا ہے تو بڑے بڑے سورماؤں کا پتا پانی کر دیتا ہے لیکن جہاں اس کے اندر ہزاروں خوبیاں ہیں وہاں ایک خرابی بھی ہے۔ لنگوٹ کا بڑا کچا اور سچا ہے لیکن نظر کا ندیدہ واقع ہوا ہے۔ اتو کا پٹھا ایک لڑکی کو رام کرانے کے لیے شاہ صاحب کے پاس تعویذ لینے پہنچ گیا تھا۔ مجھے معلوم ہوا تو میں نے بھی اسے جی بھر کر گالیاں سنائیں پھر جا کر شاہ صاحب کے پیروں پر سر رکھ دیا تب کہیں ان کا غصہ ٹھنڈا ہوا ورنہ اگر جلال میں کوئی بددعا منہ سے نکل جاتی تو دلاور مرزا کے ساتھ ساتھ میری کم بختی بھی آجاتی۔"

"یہ دلاور مرزا کرتا کیا ہے؟"

"میری خدمت کرتا رہتا ہے چھوٹے سرکار۔" دیوان جی بڑے پیار سے بولے۔ "اس کے آگے پیچھے کوئی بھی نہیں ہے۔ ایک بار مجھ سے ٹکر لینے کے گھمنڈ میں میرے ہی ہاتھوں زخمی ہوگیا تھا۔ اس وقت اس کی مسیں بھی نہیں بھیگی تھیں، کسی کے کہنے میں آکر موت کو دعوت دے بیٹھا تھا مجھے ترس آیا تو میں اسے اپنے پاس اٹھا لایا۔ آٹھ سال پرانی بات ہے۔ تب سے میرے ہی ٹھکانے کا ہو کر رہ گیا ہے۔ مجھے اپنی اولاد کی طرح عزیز ہے۔"

دیوان جی مجھے دلاور مرزا کی کہانی سناتے رہے پھر انھوں نے ایک نیم پختہ مکان کے قریب گاڑی روک دی جہاں نیم کے درخت کے نیچے ایک سفید ریش بزرگ چٹائی پر آنکھیں بند کیے بیٹھے تھے۔ ان کے سامنے دس بارہ عقیدت مندوں کا مجمع دم سادھے خاموش بیٹھا تھا۔

میں نے گاڑی سے اتر کر ایک نظر شاہ صاحب کے نورانی چہرے پر ڈالی پھر نظریں جھکائے دبے قدموں آگے بڑھا اور مجمع کی پچھلی قطار میں ننگی زمین پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا۔ دو چار نظریں میری جانب اٹھیں پھر جھک گئیں پھر دیوان جی بھی آہستہ سے میرے برابر بیٹھ گئے — پندرہ منٹ تک شاہ صاحب مراقبے میں رہے پھر انھوں نے یک لخت آنکھیں کھول دیں۔ ان کی آنکھیں نورانی چہرے سے کوئی مطابقت نہیں رکھتی تھیں۔ ان میں خون تیر رہا تھا۔ ایسا لگ رہا تھا جیسے انھیں کچی نیند میں جھنجھوڑ کر زبردستی جگا دیا گیا ہو۔ میں ان کے داہنی ہاتھ کی جانب ذرا ہٹ کر پچھلی قطار میں بیٹھا تھا لیکن آنکھ کھولتے ہی انھوں نے جس انداز میں گردن کو خم دے کر براہِ راست میری طرف دیکھا اس سے یہی ظاہر ہوا جیسے انھیں میری آمد کا علم اچانک ہوا تھا۔ ایک لمحے کو ہماری نگاہیں چار ہوئیں میں ان جلالی نظروں کی تاب نہ لا سکا۔ جلدی سے نگاہیں زمین پر گاڑ دیں مجھے یوں لگ رہا تھا جیسے میرے تن بدن میں ان نظروں کی تپش نے ایک آگ سی لگا دی ہو۔ میرے دل کی دھڑکنیں میرے قابو سے باہر ہو رہی تھیں۔ مجھ پر ایک عجیب سی بےہوشی اور سرمستی کا جذبہ طاری ہو رہا تھا۔

"تم آخرکار یہاں تک آگئے۔" شاہ صاحب کی نرم اور ٹھوس آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "دو بار تمہارا راستہ روکا گیا تھا۔"

بزرگِ کامل مجھ سے مخاطب تھے لیکن میری ہمت نہیں ہو رہی تھی کہ نظریں اٹھا کر ان نگاہوں سے نگاہیں چار کر سکتا جن کی چبھن ابھی تک میں اپنے تن بدن میں محسوس کر رہا تھا۔

"جمال میاں" دیوان جی نے مجھے کہنی سے ٹہوکا دیتے ہوئے دوبارہ سرگوشی کی "نظریں اٹھائیے۔ شاہ صاحب آپ ہی سے مخاطب ہیں"

میں نے ہمت کر کے بمشکل چہرہ اونچا کیا۔ ڈرتے ڈرتے نظریں اٹھائیں لیکن شاہ صاحب دوبارہ مراقبے میں جا چکے تھے۔ مریدوں کی نگاہیں بار بار میری جانب اٹھ رہی تھیں۔ شاید انھیں میری خوش قسمتی پر رشک آ رہا تھا کہ میں اتنی جلدی شاہ صاحب کی نظرِ عنایت کا مستحق کیوں کر ہو گیا۔ ان میں سے کچھ نگاہوں میں نفرت بھی تھی۔ غالباً وہ میری سیاہ بختی پر ماتم کناں تھے، میری بدبختی کا ملال کر رہے تھے کہ ایک پیرِ مرد اور بزرگِ کامل نے مجھے مخاطب کیا اور میں نظریں جھکائے بیٹھا رہا تو مجھے بھی اپنی حماقت کا احساس بڑی شدت سے ہو رہا تھا لیکن میں مجبور تھا۔ میری قوتِ گویائی سلب ہو گئی تھی تو میں زبان کس طرح ہلاتا۔ میری نظریں آپ ہی آپ جھک گئیں اور اب وقت گزر چکا تھا۔

شاہ صاحب دوبارہ مراقبے میں چلے گئے تو مریدین نے ایک ایک کر کے وہاں سے اٹھنا شروع کر دیا۔ وہ آہستہ سے اٹھتے الٹے قدموں پیچھے ہٹتے پھر کمر کو خم دے کر عقیدت کے اظہار کے طور پر جھکاتے اور آہستہ سے پلٹ کر واپس چلے جاتے۔ وقت تیزی سے گزرتا رہا، دوپہر کا وقت ہوا تو دیوان جی نے مجھے کھانے کا یاد دلایا لیکن میں نے دیوان جی کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا، ٹکٹکی باندھے شاہ صاحب کو دیکھتا رہا۔ دوپہر کے بعد شام آئی اور وہ بھی گزر گئی۔ اجالوں کی جگہ اندھیرے پھیلنے لگے تو ایک معصوم بچّے نے جلتی ہوئی لالٹین لا کر نیم کے تنے کے قریب رکھ دی اور چپ چاپ واپس ہو گئی۔ شاہ صاحب بدستور مراقبے میں تھے اور میں بھی اپنی جگہ جیسے پتھر کا بن گیا تھا۔ وقت اور لمحات کا حساب میرے ذہن سے مٹ چکا تھا۔ میری نظریں اس نورانی چہرے پر جمی ہوئی تھیں جو کسی اور دنیا میں مستغرق تھا۔

"جمال میاں" دیوان جی نے مجھے شانے سے پکڑ کر کہا۔ "حویلی میں سب لوگ پریشان ہوں گے۔ اندھیرا پھیل چکا ہے"

میں نے دیوان جی کی آواز سنی تھی، مجھے ایسا لگا جیسے کوئی دور سے مجھے مخاطب کر رہا ہو۔ میں نے اس آواز پر زیادہ دھیان نہیں دیا، پوری توجہ اور انہماک سے ٹکٹکی باندھے شاہ جی کو دیکھتا رہا۔ میں نے طے کر لیا تھا کہ چاہے دن ہفتوں اور مہینے صدیوں میں کیوں نہ تبدیل ہو جائیں میں اس آستانے سے بے نیل و مرام واپس نہیں جاؤں گا۔ میں نے بزرگوں سے سن رکھا تھا کہ ایسے مرحلوں کے لیے استغراق بنیادی شرط ہے چنانچہ میں نے ہمت نہیں ہاری پوری لگن سے اپنی جگہ جما بیٹھا رہا۔ دیوان جی نے پریشان ہو کر بیٹھے بدلنا شروع کر دیا تھا۔ متعدد بار انھوں نے مجھے آوازیں دیں، ہاتھ پکڑ کر ہلانے جلانے کی کوشش بھی کی لیکن میں شاید ہر بات سے بے نیاز ہو کر ڈوب گیا تھا۔ مجھے مایوسی کا شکار نہیں ہونا پڑا۔ شاہ صاحب نے اپنا مراقبہ ختم کر دیا۔ نظریں اٹھا کر میری طرف گھورا۔ میں لڑکھڑانے لگا لیکن میں نے نظریں نیچی نہیں کیں۔ مجھے اپنے اندر آگ سی سلگتی محسوس ہو رہی تھی میں جھلس رہا تھا، خاکستر ہو رہا تھا، شعلوں کی تپش مجھے بتدریج راکھ کے ڈھیر میں منتقل کر دینا چاہتی تھی مگر میں اپنی جگہ ڈٹا رہا۔ اگر اس وقت لغزش آ جاتی تو پھر میری ریاضت کا زیاں ہو جانا بھی عین ممکن تھا۔ کئی لمحے یوں ہی گزر گئے، بزرگِ کامل مجھے نگاہوں نگاہوں میں تولتے رہے پھر نہایت نرم اور شفقت بھرے لہجے میں بولے۔

"میاں۔ تم مولوی اصغر حسین کے صاحب زادے ہو"

"جی ہاں" میں نے ہاتھ باندھ کر باادب جواب دیا۔ "آپ کی خدمت میں اپنی بپتا سنانے حاضر ہوا ہوں"

"مجھے علم ہے کہ تم کیا چاہتے ہو۔ وقت کی نامساعد گردش نے تمھیں الجھا رکھا ہے"

"میں حل کی تلاش میں بھٹک رہا ہوں قبلہ و محترم آپ کی مدد کی ضرورت ہے" میں نے بڑی عاجزی سے کہا "بڑی آس لے کر یہاں تک پہنچا ہوں"

"شرک کی باتوں سے پرہیز کی عادت ڈالو" شاہ صاحب تیزی سے بولے "جو کچھ مانگنا ہو نیلی اوپر والے سے مانگو"

"مجھے وسیلے کی ضرورت ہے" میں نے انکساری سے کام لیا "آپ ہاتھ تھام کر اس نئے راستے پر لگا دیں باقی سفر میں خود طے کر لوں گا"

"جو دوسروں کی انگلی تھام کر چلنے کے عادی ہوں۔ وہ محتاج کہلاتے ہیں"

"گھپ اندھیرے میں روشنی کی ایک کرن بھی بھٹکے ہوؤں کو راہ دکھا دیتی ہے"

"تمھارے والد بھی ضدی طبیعت کے مالک تھے" شاہ صاحب نے مجھے پیار بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا "میں تمھارے حق میں نیلی چھتری والے سے دعا کروں گا"

tsurdu.blogspot.com

"مجھے دعا کے ساتھ ساتھ دوا کی بھی ضرورت ہے۔" میں نے التجا کی۔ "گندی طاقتوں کا زور بڑھتا جا رہا ہے۔"

"میں سب جانتا ہوں میاں، جو گزر گیا۔ جو بیت رہا ہے اور جو کچھ پیش آنے والا ہے لیکن جو کچھ لکھا جا چکا ہے وہ بہرحال میں پورا ہوگا۔"

"مجھے سکون کی تلاش ہے۔" میں تڑپ کر بولا۔ "میں بدذات پجاریوں کے شر سے محفوظ رہنا چاہتا ہوں۔"

"زخم کو رِسنے دو۔ یہ ناسور بن گئے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت تمھیں پریشان نہیں کرسکے گی۔" شاہ صاحب نے معنی خیز انداز میں جواب دیا۔

"میں سمجھا نہیں میرے محترم۔" میں نے کہا۔ "آپ کس زخم کی طرف اشارہ کررہے ہیں؟"

"افسوس۔ افسوس۔" اچانک شاہ صاحب نے ہاتھ ملنا شروع کر دیا۔ ان کی حرکتوں میں اضطراب کی شدت بھی موجود تھی پھر وہ آسمان کی جانب نظریں اٹھا کر بولے۔ "تیری شان ہے میرے مالک جسے چاہتا ہے نواز دیتا ہے۔"

"میں اب بھی کچھ سمجھنے سے قاصر ہوں۔" میں نے الجھتے ہوئے کہا۔ "میری رہنمائی فرمائیے۔"

"ماں کی قبر پر جلدی جلدی حاضری دیا کر۔ تیری مراد وہیں سے پوری ہوگی۔" شاہ صاحب نے بے چینی سے جواب دیا۔ میں محسوس کررہا تھا کہ کوئی بات ان کی زبان تک آتے آتے رہ جاتی ہے۔ وہ کھل کر کچھ کہنا چاہتے تھے لیکن زبان میں لکنت آجاتی تھی۔

"قبلہ محترم۔" میں نے عاجزی اختیار کی۔ "کیا میں یہاں سے خالی ہاتھ واپس چلا جاؤں؟"

شاہ صاحب میری بات سن کر پھر تذبذب کی کیفیتوں سے دوچار ہوگئے۔ کچھ دیر تک ہاتھ ملتے رہے پھر آنکھیں بند کرلیں۔

"نہیں میرے محترم۔ نہیں۔" میں چیخ اٹھا۔ "آپ میرے مرحوم والد کے دوست ہیں۔ میں دوستی کے اسی تعلق کی ڈور تھامے یہاں تک آیا ہوں۔ خالی ہاتھ نہیں جاؤں گا اور اگر۔ مایوسی میرا مقدر بن چکی ہے تو پھر میں یہیں اپنا سر پھوڑ کر مر جاؤں گا۔"

"نہیں۔" شاہ صاحب نے جلدی سے آنکھیں کھول کر میرے اضطراب کا اندازہ لگایا پھر خشک آواز میں بولے۔ "ضد مت کر۔ میری بات مان لے۔ اپنی والدہ کی قبر پہ بار بار حاضری دیا کر۔ جو تو چاہتا ہے وہیں سے ملے گا۔"

"وہاں پاگل میری راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں۔ مجھ پر تھوکتے ہیں اور میری ماں کی قبر پر کنکریاں برساتے ہیں۔" میں نے تڑپ کر کہا۔

"تو۔ تو اندھا ہوگیا ہے۔" شاہ صاحب کے چہرے پر اچانک جلال آگیا۔ "جب تک تیری بینائی بحال نہیں ہوتی تو بھٹکتا رہے گا۔"

"مجھے آپ کی بددعاؤں کی نہیں دعاؤں کی ضرورت ہے۔" میں نے بزرگِ کامل کے جلال کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "میں اس آستانے سے خالی ہاتھ نہیں جاؤں گا۔"

"میں کہتا ہوں جا۔ چلا جا۔" شاہ صاحب نے مجھے دھتکارتے ہوئے کہا۔ "بھیک مانگنے نکلا ہے اور پھٹی جھولی لیے گھوم رہا ہے۔ پہلے جاکر دامن رفو کرالے۔"

"میں پاگل ہوجاؤں گا میرے محترم۔" میں سسک اٹھا۔ "میں اس آستانے کے پتھروں سے سر ٹکرا ٹکرا کر جان دے دوں گا لیکن خالی نہیں جاؤں گا۔"

شاہ صاحب کے چہرے پر شدید غم و غصے کی ملی جلی کیفیت طاری تھی۔ وہ میری کس بات پر خفا ہو رہے تھے میں اس کی تہہ تک پہنچنے سے عاری تھا۔ پہلے انھوں نے مجھ سے بڑی شفقت سے گفتگو کی تھی پھر یک لخت بھڑک اٹھے اور مجھے دھتکارنے لگے مگر میں نے طے کرلیا تھا کہ ان سے کچھ لیے بغیر نہیں ٹلوں گا۔ میری تقدیر میں اگر سر پھوڑ کر مرنا ہی لکھا تھا تو مجھے یہ بھی منظور تھا۔ شاہ صاحب مجھے سخت نظروں سے گھورتے رہے۔ ان کے چہرے پر ایک رنگ آتا اور ایک جاتا تھا۔ بار بار وہ ہاتھ اٹھا کر اپنی ران پر مارتے تھے اور بے چینی سے یوں سر جھٹکنے لگتے جیسے کسی شدید ذہنی خلفشار میں مبتلا ہوں۔ کسی اندرونی کشمکش سے دوچار ہوں۔ کبھی نظریں اٹھا کر آسمان کی سمت

"کیا یہ کرسمس ٹری موسمِ خزاں کا شکار ہوگیا ہے؟"

itsurdu.blogspot.com

دیکھتے اور ہونٹ چبانے لگتے۔ کبھی ان کی آنکھوں سے اشک ٹپکنے لگتے، پھر وہ مجھے سرخ سرخ نظروں سے گھورتے۔ ان نگاہوں میں نفرت اور محبت کا ملا جلا احساس موجود ہوتا۔ تقریباً آدھے گھنٹے تک وہ ان ہی متضاد کیفیتوں سے دوچار رہے پھر جھلا کر اپنے ہاتھ میں دبی ہوئی تسبیح زور سے میری طرف پھینکی اور اشارے سے مجھے دھتکارتے ہوئے ایک بار پھر مراقبے میں چلے گئے۔

میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے تسبیح اٹھا کر ہونٹوں سے لگائی، آنکھوں سے ملا، پھر شاہ صاحب کو دیکھتا ہوا اٹھا اور گاڑی میں آکر بیٹھ گیا۔ مجھے خوشی تھی کہ میں خالی ہاتھ وہاں سے نہیں آیا تھا۔ شاہ صاحب کی تسبیح میرے لیے کسی تبرک سے کم نہ تھی۔ میں نے بڑی عقیدت سے اسے چوم کر شیروانی کی اندرونی جیب میں رکھ لیا۔ دیوان جی نے گاڑی کی رفتار تیز کر رکھی تھی۔ مجھے اب احساس ہو رہا تھا کہ حویلی سے میری طویل غیر حاضری نے یقیناً سب کو پریشان کر دیا ہوگا۔

عشائے ذرا بعد میں نے حویلی کے احاطے میں قدم رکھا تو درخشاں کے علاوہ جیکب، سلویا اور کیلاش بھی میرے منتظر تھے۔ ایک دو ملازم بھی پریشانی کے عالم میں ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ درخشاں کی نظروں میں میرے لیے لاتعداد سوالات مچل رہے تھے، کیلاش مجھے وضاحت طلب اور معنی خیز نگاہوں سے گھور رہا تھا۔ سلویا نے مجھے دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا لیکن جیکب نے اس وقت بھی حماقت سے کام لیتے ہوئے کہا۔

”اب بتاؤ کیلاش جی۔ سسٹر سلویا کا چکر کس کے ساتھ چل رہا ہے؟“

”یار جیکب۔“ کیلاش تلملا کر بولا۔ ”کبھی تو موقع محل دیکھ کر بات کر لیا کرو۔“

”اور تم جو اس روز میری بیوی کی موجودگی میں مجھے ماریا کے ساتھ نتھی کر رہے تھے۔“ جیکب منہ بنا کر بولا۔ ”کیا وہ مذاق مناسب تھا؟“

میں جیکب اور کیلاش کو آپس میں الجھتا چھوڑ کر اندر آیا تو درخشاں نے مجھ سے کوئی بازپرس کرنے کے بجائے بڑی محبت سے کہا۔

”آپ چل کر غسل کر لیں۔ میں لباس لے کر آتی ہوں۔ نہانے سے دن بھر کی تھکان دور ہو جائے گی۔“

”درخشاں۔“ میں نے آگے بڑھ کر اس کے شانوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے کہا۔ ”تم نے یہ نہیں پوچھا کہ میں دن بھر کہاں غائب رہا۔“

”مجھے آپ پر مکمل اعتبار اور بھروسہ ہے جمال البتہ آج آپ نے اتنی دیر لگا دی کہ مجھے ہول اٹھنے لگا تھا۔“ درخشاں نے مسکرا کر پیار سے جواب دیا تو میری دن بھر کی تھکان دور ہو گئی۔

”میں دراصل اپنے والد کے ایک پرانے بزرگ دوست کے پاس چلا گیا تھا۔“ میں نے صاف گوئی سے کہا۔ ”وہاں مجھے وقت کا احساس ہی نہیں ہوا۔“

”آپ نے بہت اچھا کیا جمال۔ میں بھی آپ کو مشورہ دینے والی تھی کہ آپ بزرگوں اور پیروں کی صحبت میں بیٹھا کریں۔“

”اس مشورے کی کوئی معقول وجہ بھی ہوگی؟“ میں نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

”ہو سکتا ہے حالات نے مجھے وہم میں مبتلا کر دیا ہو لیکن میرا دل بار بار یہی کہتا ہے کہ پتا جی اور ان کے دوست پنڈت پجاری ہمیں سکھ اور چین سے نہیں رہنے دیں گے۔“ درخشاں نے اداس لہجے میں کہا۔ ”مجھے یہ خیال بھی ستاتا رہتا ہے کہ میں شاید زیادہ دنوں تک تمہارے سائے میں پناہ نہ لے سکوں گی اور یہ گندی طاقتیں مجھے تم سے دور کرنے کے لیے موت کے گھاٹ اتارنے سے بھی دریغ نہیں کریں گی۔“

”درخشاں۔“ میں بے ساختہ چیخ اٹھا۔ مجھے جیکب کے کہے ہوئے جملے یاد آگئے۔ میں نے درخشاں کو پوری شدت سے اپنی بانہوں میں سمیٹتے ہوئے کہا۔ ”خدا کے لیے ایسی باتیں زبان پر نہ لایا کرو ورنہ میرا دل غموں کے احساس ہی سے پھٹ جائے گا۔ میں تمہارے بغیر زندگی کا تصور بھی نہیں کر سکتا۔ ہم ہمیشہ ایک ساتھ رہیں گے۔ ایک ساتھ جئیں گے، ایک ساتھ مریں گے۔ واہموں کو دل سے نکال دو درخشاں، پنڈت پجاری ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔“

”کیا تم نے اپنے پیر بابا کو تمام باتیں بتا دی ہیں؟“ درخشاں نے معصومیت سے پوچھا۔ ”وہ کیا کہتے ہیں؟“

”انھوں نے بھی یقین دلایا ہے کہ گندی طاقتیں ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گی۔ کچھ وقت پریشانیوں میں ضرور گزرے گا لیکن اس کے بعد راحت ہی راحت ہوگی۔“ میں نے درخشاں کو تسلی دی۔

”ایک بات پوچھوں جمال؟“ درخشاں نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈالتے ہوئے بڑی اپنائیت سے کہا۔

”پوچھو جانِ من۔ تمھیں اجازت کی کیا ضرورت ہے۔“

”آپ کو میری جان کی قسم کوئی بات چھپانے کی کوشش نہ کیجیے گا۔“ درخشاں نے مجھے اپنی قسم دی پھر بولی۔ ”گردھاری لال ماتھی اور جیون لال کی موت کا کیا قصہ ہے۔ ڈپٹی کمشنر بذاتِ خود ہماری حویلی کی تلاشی لینے کے لیے کیوں دوڑا چلا آیا تھا۔“

درخشاں کے اس اچانک سوال نے ایک لمحے کو مجھے بوکھلا دیا۔ اس نے مجھے اپنی جان کی قسم دے کر عجیب مخمصے میں

ڈال دیا تھا کچھ دیر تک میں خاموش رہا پھر میں نے دل پہ جبر کرکے شروع سے آخر تک کی تمام تفصیل درخشاں کو سنا ڈالی۔ مجھے یقین تھا کہ ایک نہ ایک دن کسی نہ کسی طرح اسے حالات کا علم ضرور ہو جاتا اس روز وہ مجھ سے شکوہ اور شکایت کرسکتی تھی اس لیے ابتدا ہی میں اس کا حالات سے باخبر ہو جانا زیادہ مناسب تھا۔ وہ دوسروں کے مقابلے میں مجھے بہتر طور پر مشورے دے سکتی تھی۔ میں نے شاید اب تک اس سے تمام باتیں پوشیدہ رکھ کر غلطی کی تھی میرے ذہن پر جو بوجھ تھا وہ درخشاں کو رازدار بنالینے کے بعد بڑی حد تک کم ہو گیا۔ درخشاں نہایت سنجیدگی اور غور سے میری باتیں سنتی رہی پھر بڑی بے پروائی سے مسکرا کر بولی۔

"فی الحال آپ نہا دھو کر تازہ دم ہو جائیں کھانا کھا کر کچھ دیر آرام کریں پھر رات کو اطمینان سے باتیں ہوں گی۔"

"رات کو تمہارے ساتھ سنجیدہ رہنا بڑا دشوار ہے۔" میں نے درخشاں کو چھیڑتے ہوئے کہا۔ "تم نے عادتیں جو خراب کر رکھی ہیں۔"

"شریر کہیں کے۔" درخشاں نے میری نگاہوں کی گرمی سے پگھل کر شرماتے ہوئے کہا پھر وہ میرا لباس لینے چلی گئی تو میں گنگناتا ہوا غسل خانے میں گھس گیا۔

کیبن کے دروازے پر ہونے والی تیز دستک کے ساتھ ہی جیکب کی آواز بھی میرے کانوں سے ٹکرائی تھی۔ میں نے گھڑی پر نظر ڈالی اس وقت شام کے پانچ بجے تھے۔ ڈائری کو بند کرکے میں نے جلدی سے الماری میں رکھی پھر لپک کر دروازہ کھول دیا۔ جیکب آندھی اور طوفان کی طرح دندناتا ہوا کیبن میں داخل ہوا اس کے چہرے پر زلزلے کی سی کیفیت طاری تھی سرخ سرخ آنکھیں کسی آتش فشاں کا منظر پیش کر رہی تھیں، بگڑے ہوئے تنفس اور غصے کی شدت کو کنٹرول کرنے کی خاطر وہ ہانپتا ہوا آگے بڑھ کر میرے بستر پر بیٹھ گیا۔

جیکب کی وحشت قابلِ دید تھی۔ میں نے کیبن سے باہر جھانک کر دیکھا۔ کیلاش وہاں موجود نہیں تھا البتہ باہر کا سماں بے حد پیارا لگ رہا تھا نیلا کھلا آسمان ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے اور دور تک پھیلا ہوا نیلگوں سمندر جس کی لہریں جھاگ اڑاتی ایک دوسرے سے ہم آغوش ہو رہی تھیں ہو سکتے پر میرے کیبن کے سامنے کوئی بھی نہیں تھا۔ میں نے سوچا یقیناً کیلاش نے پھر جیکب کی کسی دکھتی رگ کو چھیڑ دیا ہوگا۔

میں نے پلٹ کر اسے دیکھا۔ وہ ابھی تک اپنی بہکی بہکی سانسوں پر قابو پانے کی کوششوں میں مصروف تھا۔

"کیا بات ہے میرے دوست؟" میں نے پوچھا۔ "تم اس قدر درہم برہم کس لیے نظر آرہے ہو؟"

"تم... میں... اسے گولی مار دوں گا۔" جیکب نے غصے میں ہکلاتے ہوئے کہا۔

"کیلاش کی بات کر رہے ہو؟" میں مسکرا دیا۔

"وہ بھی قابلِ گردن زدنی ہے۔" جیکب نے بدستور ہانپتے ہوئے جواب دیا۔ "میں سب کچھ برداشت کرسکتا ہوں لیکن بے ہودہ مذاق کا متحمل نہیں ہو سکتا، مقدس مسیح کی قسم اگر وہ بے لباس میرے سامنے آئی تو میں اس کا خون پی جاؤں گا۔"

"کیا مطلب؟" میں چونکا۔ "کون تمہارے سامنے بے لباس آنے والی ہے؟"

"روپا۔" جیکب نے تلملا کر کہا۔ "کیلاش نے اسے سمجھایا ہے کہ اگر میں لاسا کے حق میں صدقِ دل سے دعا کردوں تو اس کی ذہنی حالات اعتدال پر آسکتی ہے۔۔۔ وہ دوبارہ نارمل ہوسکتا ہے۔"

"اوہ۔" میں زیرِ لب مسکرا دیا۔ جہاں تک دعا کا تعلق

عصرِ حاضر کی الف لیلیٰ
اردو زبان کی طویل ترین کہانی
ایک ایسے انسان کی داستان جو سوچ کی انگلیوں سے دوسروں کے دماغ کو ٹٹولتا ہے اور لوگوں کو اپنی سوچ کے اشاروں پر چلاتا ہے
ٹیلی پیتھی کے ماہر فرہاد علی تیمور کی داستانِ حیات
جو پچھلے نو برسوں سے پاکستانی سسپنس ڈائجسٹ میں شائع ہو رہی ہے

دیوتا

جس کی دلچسپیاں سطر سطر بڑھ رہی ہیں
● راوی: فرہاد علی تیمور ● زورِ قلم: محی الدین نواب
دیوتا نے اپنی طوالت کی بنیاد پر طویل ترین کہانیوں کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔
ڈائجسٹ سائز کے اب تک 8000 صفحات شائع ہو چکے ہیں جو عام کتابی سائز کے 32000 صفحات کے برابر ہیں۔
ہم اب تک "دیوتا" کے ۲۹ حصے شائع کر چکے ہیں۔
★ قیمت فی حصہ رف ۔/۲۵ روپے ★ مجلد گلیز ڈ ۔/۳۵ روپے
اگر آپ نے اب تک "دیوتا" نہیں پڑھا تو دنیا کے بہترین ناولوں سے محروم رہ گئے۔ ہمارا دعویٰ ہے آپ صرف "دیوتا" کے 100 صفحات پڑھ لیجیے پھر آپ دیوتا مکمل کیے بغیر قرار نہ پائیں گے۔
کتاب والا
۲۷۹۶، پہاڑی بھوجلہ، دہلی ۱۱۰۰۰۶

ہے تو بحیثیت پادری کے تم پر فرض ہے کہ ضرورت مندوں کے لیے اپنی مذہبی خدمات پیش کرتے رہو۔ لیکن ۔۔۔ روپا کو اس طرح آنے کا مشورہ کس نے دیا ہے؟"

"اسی سرجن کی دم نے" جیکب دانت پیستے ہوئے بولا۔ "اس نے روپا کو باور کرا دیا ہے کہ اگر اس نے اس طرح میرے سامنے جھولی پھیلائی تو میں ہر قیمت پر اس کی مراد پوری کرنے پر مجبور ہو جاؤں گا۔"

"دماغ سے کام لینے کی کوشش کرو میرے بھائی۔" میں نے نہایت سنجیدگی سے جیکب کی وحشتوں سے لطف اندوز ہوتے ہوئے جواب دیا۔ "جب روپا اس طرح تمھارے سامنے آ جائے گی تو پھر دامن کہاں سے پھیلائے گی، رہا مراد پوری ہونے کا سوال تو میرا خیال ہے کہ خسارہ روپا ہی کا ہوگا۔"

"تم ۔ تم بھی میرا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔" جیکب نے مجھے حیرت سے گھورا۔ "میری حماقت تھی جو تم جیسے لفنگوں کے ساتھ سفر پر آنے کو تیار ہو گیا لیکن میں جزیرہ فجی سے آگے نہیں جاؤں گا۔"

"کیا مطلب کیا تم بھی روپا اور لاسا کے ساتھ اگلی بندرگاہ پر اتر جاؤ گے؟"

جیکب نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔ اسی وقت کیلاش کیبن میں داخل ہوا اور جیکب کو گھورتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے بولا ــــ

"تم ۔ یہاں جمال کے کیبن میں کیوں آ گئے؟"

"میں جہنم میں بھی جا سکتا ہوں، تم کون ہوتے ہو مجھ سے پوچھنے والے۔" جیکب جھلا گیا۔

"شرم آنا چاہیے تمھیں، پادری ہو کر یہ چاہتے ہو کہ ایک مجبور، بے سہارا حسین اور خوبرو لڑکی دو آدمیوں کی موجودگی میں اپنے جسم کی نمائش کرے؟"

کیلاش ایک دم ہی چڑھتا چلا گیا۔ "بولو، جواب دو۔ کیا تمھاری غیرت اسے گوارا کرے گی؟ کم از کم مجھے تم سے اس بے ہودگی کی توقع نہیں تھی۔"

"قصہ کیا ہے؟" میں نے کیلاش کی خوب صورت اداکاری اور جیکب کی بوکھلاہٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے انجان بن کر پوچھا۔

"کچھ نہیں۔" کیلاش جیکب کو کھا جانے والی نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "روپا اپنے ساتھی لاسا کی دماغی حالت کی وجہ سے بے حد پریشان ہے اور اپنی دیوی ــــ کا آشیر واد لے کر اس گورے بابا سے لاسا کے حق میں دعا کرانا چاہتی ہے۔"

"دعا کرنا میرا فرض ہے۔" جیکب نے کیلاش کو قہر آلود نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "لیکن روپا کو ایسا بے ہودہ مشورہ تم نے کیوں دیا ہے؟"

"وہ میں نے تمھاری آسانی کے لیے کیا تھا۔" کیلاش تیزی سے بولا۔ "تم ہندو دھرم کے رسم و رواج اور عقیدوں کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔ دیوتاؤں کی خوشنودی کے لیے میں نے بڑی بڑی ستی ساوتریوں کو بھی ایسے ہی عجیب و غریب انداز میں پوجا کرتے دیکھا ہے۔"

"رحم۔ خداوند رحم۔" جیکب نے استغفار کے لیے دونوں ہاتھوں سے اپنا منہ پیٹنا شروع کر دیا۔

"مروت" کیلاش نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "روپا نے اس وقت تمھارے پاس آنے کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے۔"

"بہتر یہی ہوگا کہ تم روپا کو سمجھا دو۔" میں نے جیکب کی حمایت میں کیلاش سے کہا۔

"روپا خود سمجھدار ہے۔" کیلاش نے سنجیدگی سے ــــ جواب دیا۔ "اس وقت جہاز پر خاصی چہل پہل ہے۔ عملے کے افراد ادھر ادھر گھومتے پھر رہے ہیں، ایسی حالت میں وہ خود بھی اپنے کیبن سے ــــ نکلنا پسند نہ کرے گی لہٰذا اب اس نے فیصلہ کیا ہے کہ رات کو ٹھیک بارہ بجے جب ہر جگہ عجیب سناٹے طاری ہوں گے اور سمندر کی بپھری ہوئی موجیں بحری جہاز سے سر ٹکرا رہی ہوں گی وہ بھی کسی سنگدل پادری سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جانے کا عزم لے کر اپنے کیبن سے نکلے گی۔"

"تم ۔ تم۔" جیکب ہکلانے لگا۔

"آج کی رات روپا کی آخری رات ہوگی جب وہ لاسا کے لیے اپنا دامن پھیلا کر فادر جیکب سے رحم کی درخواست کر سکتی ہے۔" کیلاش نے نہایت ڈرامائی انداز میں سرد آہ بھرتے ہوئے کہا۔ "اگر آج وہ کامیاب نہ ہوئی تو پھر دیوی اور دیوتا بھی اس کی مدد نہیں کریں گے۔ کل کا سورج اسے ہم سے جدا کر دے گا۔ وہ آنے والی بندرگاہ پر لاسا کا ہاتھ تھامے اپنی بچپن کی امنگوں کو سینے میں سمیٹے، فادر جیکب کی کومل چھاتی کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتی ہوئی جہاز کی سیڑھیوں کے ذریعے تیزی سے خشکی پر واپس پلٹ جائے گی۔"

"تم انتہائی گھٹیا اور بے ہودہ قسم کے مسخرے ہو۔" جیکب نے عاجز آ کر رو دینے والے لہجے میں کہا پھر تیز تیز قدم اٹھاتا میرے کیبن سے باہر چلا گیا۔ میں نے اسے دو تین آوازیں بھی دیں لیکن اس نے رکنے کے بجائے اپنی رفتار اور تیز کر دی تھی۔

"بڑا معصوم اور دلچسپ آدمی ہے۔" کیلاش نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "اگر یہ نہ ہوتا تو ہمارا یہ سفر انتہائی بد مزہ اور بور ثابت ہوتا۔"

"میرا خیال ہے کہ اب جیکب کو کل صبح تک اس کے کیبن سے نکالنا دشوار ہی ہوگا۔" میں نے مسکرا کر کہا۔ پھر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے دریافت کیا۔ "کیا تم نے دوبارہ لاسا کا معائنہ کیا تھا؟"

"ہاں۔ مگر میں ابھی تک اس کی بیماری کی وجہ نہیں دریافت کر سکا۔"

"ذہن پلٹ جانے کے لاکھوں بہانے ہو سکتے ہیں۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "میڈیکل سائنس دیوانگی یا پاگل پن کی نشاندہی تو کر سکتی ہے لیکن ہر کیس کی مخصوص وجہ بتانے سے قاصر ہے۔ اکثر کوئی معمولی صدمہ بھی اچھے بھلے انسان کو دیوانہ بنا دیتا ہے۔ اسے تم کیا کہو گے؟"

"میں تمہارے خیال سے متفق ہوں لیکن تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ نارمن بھی کچھ ایسے ہی حالات کا شکار ہوا تھا۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرا خیال ہے کچھ گندی طاقتیں بحری عقاب میں بھی اپنا جال پھیلا رہی ہیں۔" کیلاش سنجیدہ تھا۔

"غارت کرو۔" میں نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "صرف ایک رات کی بات اور ہے کل اس سیاہی جوڑے کو اگلی بندرگاہ پر اتار دیا جائے گا۔"

"لعنت بھیجو۔" کیلاش نے بھی سر جھٹکتے ہوئے کہا۔ "ہم بلاوجہ اپنا وقت فضول باتوں میں کیوں برباد کریں۔ آؤ باہر عرشے پر کچھ دیر چہل قدمی کرتے ہیں۔ ٹھنڈی ہوا کے نم جھونکے یقیناً ہمارے اعصاب کے لیے فرحت بخش ثابت ہوں گے۔"

میں کیبن بند کر کے کیلاش کے ساتھ عرشے پر آ گیا جہاں عملے کے بیشتر افراد ادھر ادھر ریلنگ کے قریب کھڑے کھلے آسمان اور بحیرے سمندر کی پر سکون لہروں سے لطف اندوز ہو رہے تھے جیکسن مجھے کنٹرول روم کے آگے کھڑا نظر آیا۔ اس نے دوربین نظروں سے لگا رکھی تھی اور نہایت انہماک سے کچھ دیکھنے میں مصروف تھا۔ جہاز کا بوڑھا کپتان ایشلے حسبِ معمول اس وقت بھی اپنا پائپ منہ میں دبائے عرشے پر ٹہل رہا تھا۔ اپنے فرائض کے معاملے میں وہ کچھ زیادہ ہی مستعد اور چاق و چوبند نظر آتا تھا۔ فرصت اور ڈیوٹی پر صرف ہونے والے اوقات کا بیشتر حصہ بھی وہ عملے کے افراد کے درمیان گزارنے کا عادی تھا۔ یہی وجہ تھی کہ اس کی زبان سے نکلی ہوئی ہر بات بحری عقاب کے کارکنوں کے لیے حکم کا درجہ رکھتی تھی۔

ہم ٹہلتے ہوئے ایشلے کے قریب جا کر رکے تو اس نے بڑے ادب سے ہمیں سلام کیا پھر کیلاش کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔

"کیا خیال ہے میرے عزیز۔ وھیل کے شکار کا کوئی پروگرام پھر مرتب کیا جائے؟"

"مجھے بے حد خوشی ہوگی لیکن ہمارے دوست فادر جیکب کو شکار کے لیے آمادہ کرنا آپ کی ذمہ داری ہوگی۔" کیلاش نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں۔" ایشلے بولا۔ "میں فادر جیکب سے بھی درخواست کروں گا اور۔ اس بار جمال صاحب بھی یقیناً ہمارے ساتھ ہوں گے۔ کیوں میرے عزیز۔"

"مجھے شکار سے کوئی دلچسپی نہیں مسٹر ایشلے لیکن آپ سب کی خوشی کے لیے میں ضرور شریک ہو جاؤں گا۔" میں نے ایشلے کا دل رکھنے کی خاطر کہہ دیا۔

"آئندہ سفر کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے مائی ڈیئر کپتان؟" کیلاش نے پوچھا۔ "اگر موسم اتنا ہی خوشگوار رہا تو ہم یقیناً اپنے پروگرام کے مطابق سفر کر سکیں گے۔"

"مجھے آپ لوگوں کی خدمت کر کے خوشی ہوگی میرے عزیز۔ لیکن بحری سفر کے بارے میں آئندہ کے لیے پورے یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا، ساحلی کناروں کے ساتھ ساتھ سفر کرنا نسبتاً آسان ہوتا ہے لیکن کھلے سمندر میں ہم ہواؤں اور بادلوں کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں۔" ایشلے نے سنجیدگی سے کہا۔ "اور پھر حالات موافق بھی ہوں تو اندرونی حالات کے بارے میں تشویش لاحق رہتی ہے سمندر کے اندر پوشیدہ آتش فشاں کب اپنا دہانہ کھول دیں اور کب دیو پیکر جہاز تنکے کی طرح الٹ پلٹ ہو جائے۔ کون کہہ سکتا ہے؟"

"بحرِ شمال کے سائیکلون کے بارے میں تمہارا تجربہ کیا کہتا ہے؟" کیلاش نے قدرے چھیڑتے ہوئے انداز میں سوال کیا تو ایشلے کے چہرے کے تاثرات یک لخت بدل گئے۔

"میرے عزیز۔" اس نے کیلاش کو سپاٹ نظروں سے گھورتے ہوئے خشک آواز میں کہا۔ "میری کوشش اور میری دعا یہی ہوگی کہ بحری عقاب کو ہر قیمت پر بحرِ شمال کے بدترین طوفانوں سے محفوظ رکھ سکوں۔"

کیلاش کے علاوہ میں نے بھی ایشلے کے بدلے ہوئے لہجے کو محسوس کیا۔ غلطی بہرحال کیلاش کی تھی جس نے پرتگالی کپتان کے تجربے کو دوسری بار اپنے مذاق کا نشانہ بنانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے گفتگو کا رخ بدل کر ایشلے کو نارمل کرنا چاہا مگر قبل اس کے کہ میں کوئی مناسب اور ہلکا پھلکا موضوع چھیڑتا نادیا تیزی سے بھاگتی ہوئی ہمارے قریب آئی اور کیلاش سے بولی۔

"ڈاکٹر۔ لاسا کی حالت خراب ہو رہی ہے وہ نہ جانے

کیا کیا بک رہا ہے۔ میں نبتی کرتی ہوں کہ اسے بے ہوشی کا ٹیکہ لگا کر شانت کر دو۔" اس نے ہاتھ باندھ کر کہا۔ "میں سدا جیون تمہارا یہ احسان یاد رکھوں گی۔"

کیلاش نے ایک نظر میری جانب دیکھا پھر خاموشی سے روپا کے ساتھ ہو لیا۔ میں بھی ایشلے کے ساتھ لاسا کے کیبن کی طرف قدم بڑھانے لگا۔ پرتگالی کپتان کے چہرے پر ابھرنے والے ناخوشگوار تاثرات لاسا کی خبر سن کر کچھ اور گہرے ہو گئے تھے۔

"نہ جانے وہ کون سی منحوس گھڑی تھی جب میں نے اسے جہاز پر پناہ دینے کی ہامی بھر لی تھی۔" وہ بڑبڑاتے ہوئے بولا۔ "فادر جیکب نے اسے پہلے ہی دن ناپسندیدہ نظروں سے دیکھا تھا۔"

"اب ان باتوں سے کیا فائدہ میرے بزرگ دوست۔" میں نے ایشلے کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ "صرف ایک رات کی بات اور ہے۔"

"ہاں میرے عزیز۔ لیکن کبھی کبھی ایک لمحہ بھی انسان پر بہت بھاری ثابت ہوتا ہے۔"

میں نے اس بار ایشلے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ کیلاش اپنا ایمرجنسی بیگ لیے تیزی سے ہمارے قریب آ گیا۔ روپا نے جلدی سے کیبن کا دروازہ کھول دیا، ہم اور کیلاش ایک ساتھ ہی اندر داخل ہوئے، ایشلے باہر رک گیا تھا، شاید وہ نہیں چاہتا تھا کہ عملے کے افراد وہاں بھیڑ کی صورت میں جمع ہو جائیں۔

لاسا کا جسم رسیوں میں جکڑا ہوا تھا، اس کی حالت خاصی ابتر نظر آ رہی تھی، وہ ہمیں باری باری پاگلوں کی طرح دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھتا رہا پھر اس انداز میں گلا پھاڑ کر قہقہے لگانے لگا جیسے ہم اس کے لیے پاگل رہے ہوں، نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے اس وقت لاسا کی ذہنی حالت پہلے کے مقابلے میں بدرجہا بہتر ہے، اس کے قہقہے مجھے عجیب لگ رہے تھے، یوں جیسے وہ ہمارا مذاق اڑا رہا ہو۔ مجھے اس کی آواز بھی کچھ بدلی بدلی سی محسوس ہو رہی تھی۔

کیلاش نے آگے بڑھ کر اس کا سرسری معائنہ کیا لیکن وہ ہنستا رہا۔ آج اس نے نہ تو کوئی گالی بکی، نہ پاگلوں کی طرح اپنا سر ستونوں سے مارنے کی کوشش کی تھی، کیلاش اس کا معائنہ کرنے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے چہرے پر حیرت تھی، شاید میری طرح وہ بھی لاسا کی کیفیت میں حیرت انگیز تبدیلی کو محسوس کر چکا تھا۔ روپا بھی پھٹی پھٹی نظروں سے لاسا کو دیکھ رہی تھی۔

"ہمارے آنے سے پہلے یہ کیا واہی تباہی بک رہا تھا؟" کیلاش نے لاسا کو گھورتے ہوئے روپا سے سوال کیا۔

"یہ۔ یہ کہہ رہا تھا کہ اس کا سمے پورا ہو چکا ہے، دھرتی سے ناتا توڑ کر آکاش کی طرف اڑنے کو کہہ رہا تھا اور نہ جانے کیا کیا الٹی سیدھی بکواس کر رہا تھا۔" روپا نے لاسا کے چہرے سے نظریں ہٹائے بغیر کہا۔ "یہ کہہ رہا تھا کہ اس کی آتما اس وقت تک شانت نہیں ہو گی جب تک یہ ناگ کا روپ دھار کر دوبارہ اپنے دشمنوں کو ڈس نہیں لے گا۔ بار بار چیخ چیخ کر کالی کو آوازیں دے رہا تھا۔"

کیلاش ہمہ تن گوش تھا لیکن ناگ کے روپ کا حوالہ سن کر میں حیرت سے اچھل پڑا اور ٹھیک اسی وقت لاسا نے میری طرف دیکھ کر بڑے زہریلے انداز میں ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔

"تو ایک بار پھر اپنے علم اور چالاکی کے باعث بچ گیا ہے لیکن اتنا یاد رکھ کہ کالی کے پجاری دوزخ کے دروازے تک تیرا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ وشنو کے خادم تجھے ایسی اذیتیں دیں گے کہ تیری روح تک کانپ اٹھے گی۔ زمین کے کسی حصے پر تجھے ہم سے پناہ نہ مل سکے گی۔"

لاسا کی آواز حیرت انگیز طور پر بدلی ہوئی تھی۔ کیلاش بھی چونک اٹھا۔ روپا دوڑ کر لاسا کے قریب چلی گئی۔ "میرے سرتاج! تم ٹھیک ہو گئے۔" وہ رندھی ہوئی آواز میں بولی۔ "آخر بھگوان نے میری سن لی۔"

لاسا نے اس کی طرف توجہ دیے بغیر اپنی بات جاری رکھی۔ "تو نے لاسا کا ابھی صرف ایک روپ بگاڑنے کی کوشش کی ہے، ہم تجھے قدم قدم پر ایسے کرشمے دکھائیں گے کہ تیری روح بے چین ہو جائے گی، میری بات یاد رکھنا۔ تیری تقدیر میں کیا لکھا ہے، یہ تو تجھے وقت ہی بتائے گا۔"

پھر جو کچھ ہوا اس نے کیلاش کے اوسان بھی خطا کر دیے۔ لاسا کے جسم سے اچانک شعلے بلند ہونے لگے تھے، روپا نے بچنے کی کوشش کی لیکن ماورائی قوتوں نے اسے بھی آگ کے جہنم میں دھکیل دیا۔ شعلوں نے تیزی سے بھڑک کر روپا کے جسم کو بھی پوری طرح اپنی لپیٹ میں لے لیا اور پھر۔ اس سے پیشتر کہ ہم کوئی کارروائی کر پاتے لاسا اور روپا کے جسم کوئلہ بن کر فرش پر ڈھیر ہو گئے۔

میں اور کیلاش کیبن کے فرش پر گنگ کھڑے کوئلے کے دو بے جان مجسموں کو پھٹی پھٹی نگاہوں سے گھور رہے تھے۔

لاسا اور روپا کی پراسرار موت نے بحری عقاب کے عملے میں خوف و ہراس کی لہر دوڑا دی تھی۔

ہر چند کہ کپتان ایسٹلے نے ان دونوں کی موت کو راز رکھنے کی کوشش کی مگر وہ واقعہ اتنا ہولناک اور ناقابلِ یقین تھا کہ خود ایسٹلے بھی انگشت بدنداں رہ گیا۔ بہرحال اس نے اپنے خاص آدمیوں کے ذریعے اسی وقت روپا اور لاسا کے جسموں کو جو کوئلے کے مجسموں میں تبدیل ہو چکے تھے، اٹھوا کر سمندر کی موجوں کے حوالے کر دیا۔ اور کیبن کو مقفل کرا دیا۔

کیلاش میرے ساتھ ابھی تک عرشے پر ریلنگ تھامے کھڑا سمندر کی موجوں کو پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ لاسا کو پیش آنے والے حادثے کا اس کے دل و دماغ پر بہت گہرا اثر ہوا تھا۔ میں نے اسے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا اس لیے کہ خود میری حالت بھی ٹھیک نہیں تھی۔ میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ کیا بخیر و خوبی یہ سفر پورا کر سکوں گا۔ لاسا کے وہ الفاظ ابھی تک میرے ذہن میں صدائے بازگشت بن کر گونج رہے تھے جو اس نے شعلوں میں بھسم ہونے سے کچھ دیر قبل کہے تھے۔

اس نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر قسمت کی مہربانی نے مجھے اس کے عتاب سے نجات دلا دی ہے تو میں اسے زندگی کی ضمانت نہ سمجھوں اس لیے کہ نادیدہ گندی قوتیں مرتے دم تک میرا تعاقب کرتی رہیں گی۔ کالی کے نام لیوا میرے اوپر عرصۂ حیات تنگ کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ مجھے ایسی سزاؤں سے دوچار کیا جائے گا جس کی اذیتیں مرتے دم تک برقرار رہیں گی۔

لاسا نے جو کچھ کہا تھا، وہ حرف بحرف درست تھا۔ اگر جیکسن نے بروقت میری مدد نہ کی ہوتی اور روحوں کی پراسرار قوتوں نے لاسا کی گندی قوتوں کو تسخیر نہ کیا ہوتا تو میری موت یقینی تھی۔ میں اور کیلاش اپنے اپنے خیالات میں محو تھے کہ ایسٹلے نے ہمارے قریب آتے ہوئے کہا۔

"میرے عزیز! جو کچھ ہوا وہ میری اٹھارہ سالہ سمندری زندگی میں اپنی نوعیت کا عجیب و غریب حادثہ ہے لیکن کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اس منحوس حادثے کی یاد کو اپنے ذہنوں سے جھٹک دینے کی کوشش کریں؟ عملے کے افراد بے حد خوفزدہ ہیں اور ایسی صورت میں اگر ہم نے دور اندیشی سے کام نہ لیا تو وہ لوگ

اگلی بندرگاہ پر ہمارا ساتھ چھوڑ دینے میں علق پس و پیش نہ کریں گے۔"

"آپ درست سوچ رہے ہیں مسٹر ایسٹلے لیکن اس سلسلے میں بھلا ہم آپ کی کیا مدد کر سکتے ہیں؟" میں نے کپتان کے بوڑھے چہرے پر چھائی ہوئی گہری سنجیدگی کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔

"میرا مطلب ہے کہ جب عملے کے افراد آپ کے قابو سے باہر ہو جائیں گے تو ہم جو اُن کے لیے مسافروں یا سیاحوں سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے، انھیں کس طرح سمجھا سکیں گے؟"

"سمندری سفر میں مجھے اکثر و بیشتر سخت اور پریشان کن حالات سے دوچار ہونا پڑا ہے لیکن موجودہ حادثے نے خود میری کھوپڑی بھی ہلا کر رکھ دی ہے۔" ایسٹلے نے اپنا سگار ہونٹوں کے درمیان چلاتے ہوئے کہا۔ "آگ کے وہ شعلے ابھی تک میرے ذہن میں بھڑک رہے ہیں جنھوں نے پل بھر میں اُن دونوں کو جلا کر کوئلہ بنا دیا۔ اور پھر۔۔۔ کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں کہ بھڑکتی ہوئی آگ اپنا کام ختم کرنے کے بعد فوراً ہی بجھ گئی اور اس کی تپش سے کیبن کی کسی اور چیز کو مطلق کوئی نقصان نہیں پہنچا۔ میں نے اسی غرض سے کیبن کو مقفل کرا دیا ہے کہ میرے ساتھی اس منحوس حادثے کے بارے میں مزید چھان بین سے گریز کریں۔"

"آپ نے یقیناً دور اندیشی سے کام لیا ہے۔" میں نے یونہی تائید کر دی۔

"لیکن۔۔۔۔۔۔ یہ سب کچھ کیوں ہو رہا ہے؟" ایسٹلے نے اس بار میری نگاہوں میں جھانکتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "اس سے پہلے تو بحری عقاب پر اس قسم کے ناقابلِ یقین واقعات کبھی رُونما نہیں ہوئے۔"

"تمھارا کیا خیال ہے؟" کیلاش بوڑھے کپتان کو گھورتے ہوئے خشک آواز میں بولا۔ "کیا یہ سب کچھ ہماری ایما پر ہو رہا ہے؟ یا ہم جان بوجھ کر خود اپنے سفر میں دشواریاں پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟"

ایسٹلے کیلاش کی معقول بات سن کر ایک لمحے کو گڑبڑا گیا۔ پھر سگار کا ایک طویل کش لے کر بولا۔ "آپ کا کہنا بھی بجا ہے میرے عزیز! لیکن بحیثیت کپتان کے میرا فرض ہے کہ عملے کے جان و مال اور ان کی زندگیوں کا خیال رکھوں۔"

"یہ سوچنا تمھارا کام ہے۔" کیلاش نے رُوکھے لہجے میں جواب دیا۔

"میں اس وقت اسی غرض سے حاضر ہوا ہوں میرے دوست!" ایسٹلے نے کیلاش کے جملے کو بمشکل ہضم کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میرے ساتھی بحرِ جنوبی کے طوفانوں سے بارہا مردانہ وار مقابلہ کر چکے ہیں۔ وہ موت سے نہیں ڈرتے لیکن نادیدہ قوتوں کا مقابلہ کون کر سکتا ہے؟"

"ہم آپ کا مقصد سمجھ رہے ہیں لیکن کچھ کرنے سے قاصر ہیں۔" کیلاش نے بے پروائی سے کہا۔

"مگر آپ میری پریشانیوں کو محسوس کر رہے ہیں تو پھر میری خاطر ایک جھوٹ بول سکتے ہیں۔" ایسٹلے نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا پھر اس سے پیشتر کہ ہم وضاحت طلب کرتے اس نے اطراف پر نظر ڈالتے ہوئے دبی زبان میں کہا۔ "دونوں بدنصیب مسافروں کی موت میں کسی ماورائی یا نادیدہ قوت کو نہیں آپ کی ایک غلطی کو دخل تھا۔"

"کیا مطلب؟" کیلاش نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"لاسا کو انجکشن لگاتے ہوئے اسپرٹ کی بوتل آپ کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹ گئی اور پھر اسپرٹ نے آگ پکڑ کر ان دونوں کو جلا ڈالا۔"

"لیکن اسپرٹ کو آگ لگنے کا کیا جواز ہوگا جب کہ وہاں لیمپ یا ایسی کوئی دوسری چیز نہیں جل رہی تھی؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"کیپٹن!" کیلاش نے ایسٹلے کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تمھیں یقین ہے کہ اس طرح تم اپنے عملے کے افراد کو مطمئن کر سکو گے؟"

"میں جانتا ہوں میرے عزیز! کہ میری دلیل زیادہ وزن نہیں رکھتی مگر پھر بھی آپ میری خاطر میرے ساتھیوں سے اتنا ضرور کہہ دیں کہ اس کیبن میں اسپرٹ کی وجہ سے آگ بھڑکی تھی۔۔۔ باقی میں سنبھال لوں گا۔"

"میں تمھاری پوزیشن کو سمجھ رہا ہوں مائی ڈیئر! لیکن کیا اس موقع پر تمھارا نائب تمھارے کسی کام نہیں آ سکتا؟"

"جیکسن؟" ایسٹلے نے چونکتے ہوئے جیکسن کے نام کو دہرایا پھر تھوڑے توقف سے بولا۔ "ہو سکتا ہے کہ وہ بحری عقاب پر رُونما ہونے والے اس منحوس حادثے کے بارے میں رُوحوں کی مدد سے اصل صورتِ حال دریافت کر لے۔۔۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ وہ اس معاملے میں ہماری کوئی مدد کر سکے گا۔۔۔ البتہ اگر اس نے ایسا کیا تو عملے کے لوگ اس سے اور زیادہ خائف ہو جائیں گے اور یہ صورتِ حال ہمارے لیے نئی دشواریوں کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔"

"کیوں؟۔۔۔ کیا تمھیں اپنے نائب پر اعتماد نہیں؟"

"بات اعتماد کی نہیں میرے عزیز۔۔۔ اعتقاد کی ہے۔"

ایشلے ہونٹ کاٹتا ہوا بولا۔ "میں ان علوم پر یقین نہیں رکھتا جنھیں جیکسن نے سیاحوں کا دل لبھانے کا ذریعہ بنا رکھا ہے۔"

"جو حادثہ لاسا اور روپا کے ساتھ پیش آچکا ہے اُسے کس خانے میں فٹ کیا جاسکتا ہے؟" میں نے جیکسن کے سلسلے میں کپتان ایشلے سے اُلجھتے ہوئے کہا۔ "کیا اس حادثے نے ہماری عقلوں کو مفلوج نہیں کردیا؟"

"میں نے کالے جادو کے بارے میں بہت کچھ سن رکھا ہے۔" کیلاش بولا۔ "مغرب کے لوگ تو اس علم پر خاصا یقین رکھتے ہیں۔"

"میں صرف اتنا جانتا ہوں کہ ایک اچھے اور تجربے کار جہازراں کو صرف اپنے کمپاس اور موسم کے تغیر پر نظر رکھنا چاہیے۔" ایشلے نے ہماری گفتگو سے اکتاتے ہوئے جواب دیا، پھر بولا۔ "میری درخواست ہے کہ آپ عملے کے افراد کے سامنے اسپرٹ کے ذریعے آگ بھڑکنے کی کہانی سنادیں۔۔۔ اس کے بعد میں انھیں مطمئن کرلوں گا۔"

کپتان چلا گیا تو کیلاش نے ایک طویل جماہی لی پھر اپنے بازوؤں کو فضا میں پھیلا کر قوں جوڑ پٹھوں کو حرکت دینے لگا جیسے اپنے اعصاب کو پرسکون رکھنے کی سعی کر رہا ہو۔ اس کے چہرے پر تھکن کے تاثرات بدستور موجود تھے اور آنکھوں سے الجھن عیاں تھی۔ شاید ابھی تک وہ لاسا اور روپا کے سلسلے میں ذہنی طور پر مطمئن نہیں ہوا تھا۔

"اب کیا ارادہ ہے تمھارا؟" میں نے کیلاش کو کریدنے کی خاطر دبی زبان میں پوچھا۔

"کس سلسلے میں؟" اس نے چونک کر مجھے گھورا۔

"سفر جاری رکھنے کے سلسلے میں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "لاسا نے مرتے وقت یہی کہا تھا کہ دیوی اور دیوتاؤں کی پُراسرار طاقتیں مجھے پاتال میں بھی سکون کا سانس نہیں لینے دیں گی۔"

"میں سُن چکا ہوں۔۔۔ مگر کیا تمھارے سفر ترک کردینے سے یہ گندی قوتیں اپنے ناپاک ارادوں سے باز آجائیں گی؟"

"ہوسکتا ہے ایسا ہی ہو۔"

"تم کیا کہنا چاہتے ہو جمال؟" کیلاش نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"ممکن ہے میرا اندازہ غلط ہو لیکن میرا خیال ہے کہ میرے دشمن چاہتے ہیں کہ میں یہ سفر ترک کردوں۔"

"سفر ترک کردو۔ مگر کیوں؟ کس لیے؟"

"خیال ہے میرا۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔ "کیا عجب ہے کہ نادیدہ قوتیں جانتی ہوں کہ اس سفر کا اختتام کہاں ہوگا۔"

"جمال۔ میرا خیال ہے کہ تم کوئی اہم بات مجھ سے چھپانے کی کوشش کررہے ہو۔"

"میں الجھ گیا ہوں میرے دوست!" میں نے اُکتائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "ماضی میں میرے ساتھ جو کچھ بیت چکی ہے تم اس کے گواہ ہو اور کل کیا ہونے والا ہے ہمیں مطلق کوئی خبر نہیں۔"

"ہمت سے کام لو۔" کیلاش نے مجھے دلاسا دیا۔ "ہم نے یہ سفر محض اس غرض سے اختیار کیا ہے کہ کچھ وقت دنیا کے ہنگاموں سے دُور گزارا جاسکے۔ لہٰذا تم ان باتوں کو بھولنے کی کوشش کرو جو ماضی میں تمھارے لیے زندگی کا ناسور بن گئی تھیں۔"

"لیکن میرے دشمن مجھے سمندر کی گود میں بھی سکون سے نہیں دیکھ سکتے۔" میں نے ایک سرد آہ بھری۔ "شاید وہ درخشاں کی یادوں کو بھی میرے ذہن اور دل و دماغ سے کھرچ ڈالنا چاہتے ہیں۔ کتنے احمق اور نادان ہیں۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ رُوح کے بغیر جسم کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔"

میں جذباتی ہونے لگا تو کیلاش نے بڑی خوبصورتی سے گفتگو کا رُخ بدل دیا۔ اور طالب علمی کے واقعات دُہرانے لگا۔ ہر چند کہ ان باتوں سے میری دلجوئی نہیں ہوسکتی تھی لیکن کیلاش کی خاطر میں نے یہی تاثر دیا کہ جیسے میں وقتی طور پر بہل گیا ہوں۔

رات کے کھانے پر جیکب بھی ہمارے ساتھ تھا۔ کیلاش نے اسے بمشکل کیبن سے باہر آنے پر مجبور کیا اور وہ بھی اس یقین دہانی پر کہ وہ روپا کے سلسلے میں کوئی فضول گفتگو نہیں کرے گا۔ کچھ دیر تک کیلاش اپنے وعدے پر قائم رہا پھر اُس نے جیکب کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔

"تمھارا کیا خیال ہے جمال۔ کیا بھٹکی ہوئی بےچین رُوحوں کو اُن کے ارادوں سے باز رکھا جاسکتا ہے؟"

"ایمان شرط ہے۔" جیکب جلدی سے بول پڑا۔ "رُوحیں بھی اُن لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتیں جو اپنے عقائد میں پختہ ہوتے ہیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو پھر تم نے ایک عورت سے ڈر کر خود کو اپنے کیبن کے اندر کیوں بند کرلیا تھا؟" میں نے جیکب کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔

"بدنامی کے خوف سے اور اس خیال سے کہ کچھ اپنے لوگ بھی میری عزت اور شہرت کے پیچھے لگے ہوئے ہیں۔" جیکب کا اشارہ کیلاش کی جانب تھا۔ میرا خیال تھا کہ کیلاش پلٹ کر کوئی سخت جواب دے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ کیلاش نے جیکب کی بات کو یکسر نظرانداز کردیا تھا۔

"تم غالباً کیلاش کو موجودہ حالات کا ذمے دار ٹھہرا رہے ہو۔"

"اور تمھیں تائید کرنا پڑے گی کہ میں غلط بیانی سے کام نہیں لے رہا۔" جیکب نے ایک بار پھر کیلاش کو دزدیدہ نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "وہ جو اُوپر سے بے حد سنجیدہ اور بُردبار نظر آتے ہیں، اپنے اندر دنیا جہان کی شرارتیں بھرے رکھتے ہیں۔"

"اور اب تم کرید کرید کر سوئے ہوئے آتش فشاں کو بیدار کرنے کے خواہش مند نظر آ رہے ہو۔"

"میں بپھرے ہوئے طوفانوں کا بھی مقابلہ کر سکتا ہوں مگر اپنی مذہبی شخصیت کو کسی قیمت پر داغدار ہوتے نہیں دیکھ سکتا۔" جیکب نے کہنا جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "یوں بھی سلویا کی جدائی کے بعد اب میں کسی اور عورت کا تصور گناہ سمجھتا ہوں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے تیز نظروں سے جیکب کو گھورا۔ "کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بھابی سلویا کی زندگی میں تم دوسری عورتوں کا وجود برداشت کر سکتے تھے لیکن ان کی موت کے بعد۔۔"

"کاش میں اُس کے سیاہ مجسمے کو حاصل کر سکتا۔" کیلاش نے جو بظاہر ہماری گفتگو سے بے نیاز نظر آتا تھا اچانک ایک طویل سرد آہ بھرتے ہوئے، بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "بھگوان ہی جانے آبی جانوروں نے اُس کے کومل شریر کے ساتھ کیا برتاؤ کیا ہوگا۔"

"تم۔۔۔ تم کس مجسمے کی بات کر رہے ہو؟" جیکب نے معصومیت سے پوچھا۔ لاسا اور روپا کے ساتھ جو حادثہ پیش آ چکا تھا وہ ابھی تک اُس سے لاعلم تھا۔

"وہی جو زندگی سے بھرپور تھا۔" کیلاش نے خلا میں گھورتے ہوئے کہا۔ "جس کے انگ انگ میں جوانی کوٹ کوٹ کر بھری تھی لیکن ظالموں نے اُسے برباد کر دیا۔۔۔ روند ڈالا۔۔۔ اُس کے کندن ایسے شریر کو کوئلے کے مجسمے میں بدل ڈالا۔۔۔ کاش میں بھی اُس کے ساتھ سمندر کی موجوں میں کہیں غرق ہو جاتا۔"

کیلاش اُس وقت اپنی اداکارانہ صلاحیتوں کا بھرپور مظاہرہ کر رہا تھا۔ اس کی نگاہیں یوں خلا میں بھٹک رہی تھیں، جیسے سچ مچ وہ کسی کی تلاش میں ہوں۔ جیکب نے مجھ سے اشاروں میں اس کی وجہ دریافت کی تو میں نے لوچنی آواز میں اُسے بتا دیا کہ لاسا اور روپا ایک اچانک رُونما ہونے والے حادثے کے تحت جل کر کوئلہ بن گئے تھے اور اُن کے جسموں کو کیلاش کی ایما پر سمندر کی لہروں کے حوالے کیا جا چکا ہے۔

"خداوند کی قوتیں لازوال ہیں۔" جیکب نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔ پھر کیلاش کو دیکھ کر مسکراتے ہوئے بولا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے میرے مظلوم دوست۔ مگر صبر کرو کہ وہ جس کے بارے میں تم بے چین اور مضطرب ہو اب تک مچھلی کی مچھلیوں کی غذا بن کر اُن کے معدوں میں منتقل ہو چکی ہوگی۔"

"فادر جیکب!" کیلاش نے سنجیدگی سے جیکب کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میں تم سے مسیح مقدس کے نام پر درخواست کرتا ہوں کہ روپا کے لیے دُوسری دنیا میں سکون اور چین کی دُعا کرو۔"

"میں نے اُس کے لیے بدترین سزاؤں کی درخواست کی اور مجھے خوشی ہے کہ میری دعا قبول ہو گئی۔"

"اس کے باوجود تم روپا کی بھٹکی ہوئی بے چین رُوح کے انتقام سے نجات نہیں پا سکو گے۔" اچانک کیلاش نے ہونٹ بھینچتے ہوئے قدرے سخت اور ناگوار لہجے میں کہا۔ "مرتے وقت اس نے جو کچھ کہا تھا وہ ضرور پورا ہوگا۔"

"کیا کہا تھا اس شیطان کی خالہ نے؟" جیکب نے نفرت سے دریافت کیا۔

"اُس نے دیوی دیوتاؤں کو گواہ بنا کر قسم کھائی تھی کہ جب تک تمھارا وجود اس دھرتی پر قائم ہے وہ تمھیں سکون کا ایک سانس بھی نہیں لینے دے گی۔ کسی نہ کسی طور تمھیں پریشان کرتی رہے گی۔ حادثات سے دوچار کرتی رہے گی اور مختلف رُوپ میں تمھارے سامنے نمودار ہو کر تمھیں ڈراتی رہے گی۔"

"تم اس وقت ایک قابل سرجن کے بجائے مجھے کسی تھرڈ کلاس تھیٹر کے مسخرے نظر آ رہے ہو۔" جیکب نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ "تمھاری باتیں مجھے خوفزدہ نہیں کر سکتیں۔۔۔ اس لیے کہ جن کے سروں پر خداوند کا سایہ ہو وہ کسی کے سامنے سرنگوں نہیں ہوتے۔۔۔ کم از کم میرا یہی عقیدہ ہے۔"

"بہرحال۔۔۔" میں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمھیں خوش ہونا چاہیے کہ اب لاسا اور روپا کا قصہ پاک ہو چکا ہے۔"

حادثے کی تفصیل سن کر جیکب کو بے حد مسرت ہوئی۔ کیلاش نے بہت دیر تک بھڑاس نکالی لیکن جیکب پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ پھر رات بھیگنے لگی تو ہم ایک دوسرے کو شب بخیر کہہ کر اپنے اپنے کیبنوں میں آ گئے۔ میں نے بستر پر لیٹ کر سونے کی کوشش کی۔ پیش آنے والے واقعات نے میرے اعصاب کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ میں بہت دیر تک کروٹیں بدلتا رہا لیکن نیند میری آنکھوں سے کوسوں دُور تھی۔ لاسا کی زبان سے نکلے ہوئے آخری جملے ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہے تھے۔ اُس نے دیوی اور دیوتاؤں کے نام پر مجھے تاز یست اذیتوں سے دوچار رہنے کی بددُعا دی تھی۔

لیکن کیوں؟

میرا قصور کیا تھا؟

میں نے اُن کا کیا بگاڑا تھا؟

مجھے درخشاں کا خیال آیا جو مجھ سے تمام رشتے توڑ کر بہت دور جا چکی تھی۔ بس اس کی یادیں تھیں جو مجھے سہارا دیے ہوئے تھیں لیکن میرے دشمن درخشاں کی یادوں کو بھی چھین لینا چاہتے تھے۔ وہ مجھے اس سفر سے باز رکھنے کے خواہش مند تھے جو میں نے درخشاں کی آخری خواہش پر اختیار کیا تھا۔

مسلمان ہونے کے ناتے میرا عقیدہ تھا کہ رُوح جسم انسانی سے ایک بار رخصت ہو جانے کے بعد دوبارہ کبھی مادی شکل میں سامنے نہیں آتی لیکن درخشاں نے مرتے وقت مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ اسی دُنیا میں دوبارہ مجھ سے ایک نئے رُوپ میں ملے گی۔ یہ شاید اس بات کا اثر تھا کہ اس کی پیدائش ایک ہندو گھرانے میں ہوئی تھی۔ اگرچہ بعد میں وہ مسلمان ہو گئی تھی لیکن پرانے اعتقادات اس کے ذہن کے دور افتادہ گوشوں میں موجود تھے۔ اس نے کہا تھا کہ اُسے دوبارہ حاصل کرنے کے لیے مجھے ایک طویل سمندری سفر اختیار کرنا پڑے گا۔ اور میں نے درخشاں کی اس خواہش کے احترام میں وہ سفر اختیار کیا تھا۔ میں مرنے والی کی رُوح کو شرمندہ نہیں کرنا چاہتا تھا۔ مجھے یقین نہیں تھا کہ درخشاں سے میرا ملاپ ممکن ہو گا، لیکن اس کی خواہش کی تکمیل کے ساتھ ساتھ میں کچھ عرصے کے لیے اس ماحول سے بھی چھٹکارا حاصل کرنا چاہتا تھا جہاں کے ایک ایک گوشے سے درخشاں کی معصوم یادیں وابستہ تھیں۔

میں اضطراب کی کیفیتوں سے دوچار اپنے بستر پر پڑا کروٹیں بدلتا رہا۔ رات کے سناٹے میں تیز ہواؤں اور سمندر کی موجوں کا شور بڑا بھیانک محسوس ہو رہا تھا۔ میں نے وقت گزارنے کی خاطر اُٹھ کر الماری سے وہ ڈائری نکالی جس پر اپنی زندگی کے بیتے واقعات رقم کر رہا تھا۔ قلم کھول کر اپنی بکھری یادوں کو سمیٹنے لگا تو معاً میرے ذہن میں جیکسن کا تصوّر اُبھر آیا۔

جیکسن نے اگر بروقت میری مدد نہ کی ہوتی تو شاید آپ اس وقت میری یہ داستان نہ پڑھ رہے ہوتے۔ وہ یقیناً پُراسرار شخصیت کا مالک تھا جبھی تو اس نے رُوحوں کے ذریعے میرے دشمن کو تلاش کر کے موت کے گھاٹ اُتار دیا تھا۔ وقتی طور پر مجھے موت کے بے رحم ہاتھوں سے نجات دلا دی تھی۔ اگر رُوحوں کے ذریعے وہ لاما کی شخصیت کے تاریک پہلوؤں کا راز جان سکتا تھا تو یقیناً یہ بھی بتا سکتا تھا کہ سفر کے دوران آئندہ مجھے کن مشکلات کا سامنا ہو سکتا ہے اور یہ کہ میں نے جس مقصد کے لیے سفر کیا تھا، اس کا نتیجہ کیا برآمد ہو گا۔

پہلے بھی میں نے جیکسن سے اپنے ذہن میں کلبلانے والے سوالات کے بارے میں معلوم کرنا چاہا تھا لیکن مجھے اس کا موقع نہ مل سکا تھا۔

مگر اب وقت آ گیا تھا کہ میں پہلی فرصت میں جیکسن سے مل کر ان باتوں کے بارے میں دریافت کرتا۔

ڈائری کو دوبارہ الماری میں مقفّل کر کے میں نے احتیاطاً اپنا پستول اٹھا کر جیب میں ڈالا اور آہستہ سے باہر نکل کر جیکسن کے کیبن کی سمت روانہ ہو گیا۔ میری قسمت اچھی تھی جو وہ اپنے کیبن ہی میں مل گیا ورنہ اس وقت اپنی ڈیوٹی پر بھی ہو سکتا تھا۔

تیسری بار دستک دینے پر جیکسن نے آنکھیں ملتے ہوئے دروازہ کھولا وہ نیند کی حالت میں تھا مگر مجھے دیکھتے ہی چونک اُٹھا۔ بڑی سرعت سے مجھے کیبن میں بُلا کر اس نے دروازہ بند کیا پھر سرسراتی آواز میں پوچھا۔ ”میرے محترم! خیریت تو ہے؟“

”میرا خیال ہے کہ اس وقت میری آمد سے تمھارے سکون و آرام میں خلل پڑا ہے لیکن میرے لیے یہ ملاقات اشد ضروری تھی۔“ میں نے سنجیدگی سے کہا۔

”میرے لیے کوئی حکم؟“

”ہاں جیکسن۔“ میں نے دوستانہ انداز اختیار کیا۔ ”میں تم سے آئندہ کے بارے میں کچھ دریافت کرنا چاہتا ہوں۔“

”تشریف رکھیے۔ میرا خیال ہے کہ اس وقت گرم گرم کافی ہم دونوں کے لیے باعث سکون ہو گی۔“

میں نے کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے آگے بڑھ کر اسی میز کے گرد بیٹھ گیا جس پر وہ دُودھیا گلوب موجود تھا جسے روشن کر کے رُوحوں کو طلب کیا جاتا تھا۔ جیکسن جتنی دیر کافی کی تیاری میں مشغول رہا، میں اپنے ذہن میں اُن سوالات کو ترتیب دیتا رہا جو دریافت کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ جب جیکسن کافی کا برتن اٹھائے میز پر آیا اور میرے سامنے دوسری نشست پر بیٹھ گیا تو میں نے سنبھل کر نہایت محتاط انداز میں گفتگو کا آغاز کیا۔ ”میں موجودہ سفر کے بارے میں تم سے کچھ اہم باتیں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔“

”اگر میں آپ کے کسی کام آ سکا تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔“

”سب سے پہلے میں تمھارا شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ اگر تم نے لاما کے سلسلے میں......“

”اس بات کو بھول جائیے میرے محترم!“ جیکسن نے تلخ کافی کا ایک گھونٹ حلق کے نیچے اُتارتے ہوئے بے پروائی سے کہا۔ ”میں نے آپ سے پہلے بھی درخواست کی تھی کہ ان باتوں کا ذکر زبان پر لانا مناسب نہ ہو گا۔“

”کیا تم میری خاطر اس وقت بھی رُوحوں کو طلب کر کے میرے کچھ سوالوں کے جواب دے سکو گے؟“ میں نے اپنی غلطی محسوس کرتے ہوئے پہلو بدل کر کہا۔

جیکسن چند ثانیے میری نگاہوں میں نگاہیں ڈالے مجھے گھورتا رہا۔ اس کی تیز اور پُراسرار نظروں کی تپش مجھے اپنے جسم کی گہرائیوں میں محسوس ہو رہی تھی۔ غالباً وہ اپنا عمل شروع کر چکا تھا اور اپنی نادیدہ قوتوں کے ذریعے میرے دل کا بھید جاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ میں نے اپنی نظریں اس کی تیز نظروں سے بچانا چاہیں لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ اور پہلی بار مجھے شبہ ہوا کہ وہ شاید ٹیلی پیتھی کے فن میں بھی ماہر ہے۔ اور اپنی ساحرانہ قوتوں سے میرے وجود کو تسخیر کر رہا ہے۔

کچھ دیر تک کیبن میں ہماری سانسوں کی ملی جلی آواز سرسراتی رہی پھر جیکسن نے کافی ختم کر کے اپنی نظر میرے چہرے سے ہٹائی تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میں اچانک ہلکا ہو گیا ہوں کوئی نادیدہ بوجھ میرے جسم سے اُتر گیا ہو۔

میں دوبارہ اپنی نشست پر سنبھل کر بیٹھ گیا البتہ میں نے یہ فیصلہ کر لیا تھا کہ جیکسن کی تیز نظروں سے حتی الامکان بچنے کی کوشش کروں گا مبادا وہ مجھے اپنا معمول بنا لے۔

مگ میں بچا ہوا کافی کا آخری گھونٹ ختم کر کے میں نے اسے میز کے نیچے فرش پر رکھ دیا پھر از سرِ نو اپنا سوال دوہرایا۔ جیکسن نے میری بات کا جواب دینے کے بجائے سفید گلوب کو روشن کیا پھر حسبِ معمول اس کے ہونٹ تیز تیز حرکت کرنے لگے۔ شاید وہ روحوں کو بلانے کا عمل پڑھ رہا تھا۔ اس کی نظریں جھپکے بغیر پوری توجہ سے روشن گلوب پر مرکوز تھیں میں خاموش بیٹھا اس کی حرکتوں کا جائزہ لیتا رہا۔

دس منٹ بعد جب جیکسن کی محویت ختم ہوئی اور اس نے میری جانب دیکھا تو اس کی آنکھیں انگاروں کی مانند سُرخ اور روشن تھیں۔ اس کے دونوں ہاتھ بدستور گلوب پر معلق تھے۔

"میرے محترم! مقدس اور پاک روحیں آپ کے سوالوں کا جواب دینے کی خاطر کیبن میں موجود ہیں۔" اس کی ٹھوس آواز کیبن کے پُرہول سناٹے میں گونجی۔

"میں اپنے بحری سفر میں آیندہ پیش آنے والے حادثات اور واقعات کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔" میں نے اپنے آپ کو سنبھال کر دریافت کیا۔

"بحری سفر یوں بھی پُرخطر ہوتے ہیں۔ پانی کی لہروں پر ڈولتا ہوا جہاز ہواؤں کی زد پر ہوتا ہے۔ بحرِ جنوبی کے بھیانک اور ہولناک طوفان کسی وقت بھی جہاز کو تنکے کی مانند تہہ و بالا کر سکتے ہیں۔" جیکسن نے خلاؤں میں گھورتے ہوئے جواب دیا۔ اس کی آواز اچانک اور حیرت انگیز طور پر تبدیل ہو چکی تھی۔

مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ جیکسن کی اپنی آواز نہیں تھی، کوئی بھٹکی ہوئی بے چین رُوح اس کے جسم میں حلول کر چکی تھی اور جیکسن کی ایما پر وہی مجھ سے مخاطب تھی۔ وقت اور ماحول کی نزاکتوں کو محسوس کر کے مجھے جھرجھری آ گئی۔ ایک لمحے کو میرے دل میں یہ خیال آیا کہ ان شیطانی اور نادیدہ قوتوں سے بچنے کے لیے اُٹھ کر کیبن سے بھاگ جاؤں۔ لیکن میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ حالات سے فرار حاصل کرنا میرے اختیار سے باہر تھا جو میرے مقدر میں رقم کیا جا چکا تھا۔ اُسے ہر حال میں پُورا ہونا تھا۔

میں نے چند لمحے تامل کیا، پھر جیکسن کے چہرے کے بدلتے تاثرات کو گھورتے ہوئے بولا۔ "لاساٹنے مرتے وقت کہا تھا کہ گندی قوتیں برابر مجھے نقصان پہنچانے کا سلسلہ جاری رکھیں گی۔"

"وہ اس کی اپنی زبان نہیں تھی۔" جیکسن نے بدستور بدلے ہوئے سپاٹ اور خشک لہجے میں کہا۔ "وہ اپنے دیوتاؤں کی مرضی کا پابند تھا۔ اس نے جو کچھ کہا تھا وہ غلط نہیں ہے۔ ماورائی قوتیں تمھیں ایک خاص مدت تک برابر پریشان کرتی رہیں گی۔"

"وہ مدت کب پوری ہو گی؟" میں نے تیزی سے پوچھا۔

"اس میں وقت لگے گا اور شیطانی قوتوں کا سحر ٹوٹنے سے پہلے تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو سخت امتحانات سے گزرنا ہو گا۔"

"کیا بحری عقاب کا سفر خیر و عافیت سے پورا ہو جائے گا؟"

"سفر ضرور پورا ہو گا۔ لیکن خیر و عافیت سے نہیں۔"

"کیا یہ مناسب نہیں ہو گا کہ میں اپنا سفر ترک کر دوں؟" میں نے پہلو بدلتے ہوئے پوچھا۔ "اس طرح کیا مجھے پیش آنے والی مشکلات سے نجات مل سکے گی؟"

"کچھ باتیں انسان کے بس سے باہر ہوتی ہیں۔ تم اور تمھارے ساتھی حالات کے جس بھنور میں پھنس چکے ہو وہ تمھاری مرضی یا سفر ترک کر دینے سے ختم نہیں ہو گا۔ تمھیں وقت کا انتظار کرنا ہو گا۔"

"میں نے یہ سفر ایک خاص مقصد سے اختیار کیا ہے۔"

"روحیں وقت اور فاصلوں کی قید سے آزاد ہوتی ہیں۔ ہاں، ہمیں معلوم ہے کہ تم نے یہ سفر کیوں اختیار کیا ہے۔ دلوں کے بھید ہمارے لیے پوشیدہ اور ڈھکے چھپے نہیں رہتے۔ ہم کو ایک ایک لمحے کی خبر ہوتی ہے۔ کل کیا ہو چکا ہے اور یہ

بھی کہ کل کیا ہونے والا ہے۔"

"تو کیا۔ کیا میں اسی دنیا میں درخشاں سے دوبارہ مل سکوں گا؟" میں نے اپنے دل کی دھڑکن کو سمیٹتے ہوئے کہا۔

"تم نے ایک طویل اور لمبی بحث چھیڑ دی ہے۔" جیکسن نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "روح جب جسم سے اپنا تعلق ختم کر لیتی ہے تو آزاد ہو جاتی ہے۔ جو زندہ رہتے ہیں وہ مرنے والوں کے انجام سے بے خبر ہوتے ہیں البتہ قیاس آرائیاں بے چین دلوں کے لیے سکون فراہم کرتی ہیں۔ اس کے برعکس روحیں زندہ انسانوں کے شب و روز سے بخوبی واقفیت رکھتی ہیں۔"

"میں صرف درخشاں کے بارے میں دریافت کرنا چاہتا ہوں۔" میں نے بے چینی سے پوچھا۔ "کیا اسی دنیا میں میرا اور اس کا ملاپ دوبارہ ممکن ہے؟"

"موت ایک پُراسرار بھید ہے ۔۔۔ ایک ایسا راز جسے آج تک بڑے بڑے عالم، سائنسدان اور دانش ور بھی لاکھوں جتن کے باوجود حل نہیں کر سکے اور پھر موت اور زندگی کے سربستہ راز اپنے اپنے مذہب اور اپنے اپنے عقیدوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ تم جس درخشاں کی بات کر رہے ہو، وہ پیدا ہوتے وقت دوسرے مذہب سے تعلق رکھتی تھی۔ تمہارے اور اس کے عقیدوں میں زمین آسمان کا فرق ہے اس لیے تم جو کچھ سوچ رہے ہو، سمجھ رہے ہو ۔۔ وہ ممکن بھی ہے اور ناممکن بھی۔"

"نہیں ۔۔" میں تڑپ کر بولا۔ "مجھے درخشاں کے بارے میں گول مول نہیں، واضح اور ٹھیک ٹھیک جواب درکار ہے۔"

"وقت نے حالات پر جو پردے ڈال رکھے ہیں، انہیں پڑا رہنے دو ۔۔ دوسری جانب کیا ہے، اسے قبل از وقت جاننے کی کوشش مت کرو۔"

"کیا میں یہ سمجھوں کہ روحوں کی حدیں بھی محدود ہیں! انہیں اپنی حدود سے تجاوز کرنے کی اجازت نہیں ہوتی؟" میں نے مخاطب روح کو اکساتے ہوئے کہا۔

"تم کسی حد تک درست سوچ رہے ہو۔ لیکن اس میں بھی اپنے اپنے عقیدوں کا دخل ہے۔ تم جس بات کو ناممکن سمجھتے ہو، وہ دوسرے عقیدوں کے مطابق ممکن بھی ہو سکتی ہے ۔۔۔ رہا درخشاں کا مسئلہ تو وہ دو عقیدوں کے درمیان الجھ کر رہ گئی ہے۔"

"یہ سراسر الزام ہے۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "میری روح، میری زندگی، میری درخشاں مسلمان تھی۔ جب ہم نے ایک دوسرے کا ہاتھ تھاما تھا اس وقت وہ اپنی مرضی اور خوشی سے میرے مذہب اور میرے عقیدوں کو قبول کر چکی تھی۔"

"لیکن جب بھگوان نے ایک آتما کو تمہاری پتنی کے شریر میں داخل ہونے کا حکم دیا تھا اس وقت وہ کا جل تھی۔ صرف کا جل ہے۔"

"میں اس بحث میں نہیں پڑنا چاہتا۔ صرف اتنا دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ درخشاں سے میرا دوبارہ ملاپ ممکن ہے یا نہیں۔"

جیکسن کے چہرے پر ایک رنگ آ رہا تھا اور ایک جا رہا تھا۔ اس کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ کسی شدید ذہنی کشمکش سے دوچار ہے۔ کیبن میں چند لمحے پُرہول سناٹا طاری رہا۔ پھر جیکسن کے ہونٹوں کو جنبش ہوئی۔

"تم جس بحث کو لمحوں میں ختم کرنا چاہتے ہو وہ ازل سے جاری ہے اور ابد تک قائم رہے گی۔ حالات کے زاویوں کے ساتھ ساتھ وقت کی گردشیں بھی اپنا رخ تبدیل کرتی رہتی ہیں اور جو زندہ ہیں، اپنے مرکز سے بھٹک کر غلط راستوں پر نکل پڑتے ہیں لیکن اوپر آسمانوں پر ایک بار جو لکھا جا چکا ہے، وہ اٹل ہے اس لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔"

"مجھے اندھیروں کی نہیں، روشنی کی تلاش ہے۔" میں جھنجھلا گیا۔ "تم اگر صاحبِ اختیار ہو تو کھل کر میرے سوال کا جواب دو ورنہ ۔۔۔ انھی ویرانوں اور تاریکیوں میں گم ہو جاؤ، جو تمہارا مقدر بن چکی ہیں۔"

"تم روحوں کی قوت کا مذاق اڑا رہے ہو ۔۔۔ انسان تمہاری دنیا کا سب سے خوفناک اور وحشی درندہ ہے جو ہمیشہ اپنی خواہشات کی غلامی کرتا ہے۔ تم بھی ایک انسان ہو جو اپنی خواہش کی تکمیل کی خاطر دوسروں کی زندگیوں سے کھیل رہے ہو۔ اپنی خوشی کی خاطر دوسروں کی بربادی پر تل گئے ہو۔ تم انسانی درندوں نے اپنی مطلب براری کے لیے ہمیشہ دوسروں کو وقت کی صلیب پر لٹکایا ہے اور آج تم ایک روح کو بھی سیدھے راستے سے بھٹکانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"جن کے عقیدے اٹل اور ٹھوس ہوتے ہیں وہ موت سے نہیں گھبراتے۔" میں نے جیکسن کی ویران آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سخت لہجہ اختیار کیا۔ "تم جیسی گندی اور نادیدہ قوتوں سے بھی نہیں جو سیدھے سادے اور نیک لوگوں کے ایمان سے کھیلنے کی خاطر آج بھی زمین اور آسمان کے درمیان خلاؤں میں بھٹکنے پر مجبور کر دی گئی ہوں۔ آسمانوں نے تمہیں جن عتاب سے دوچار کر رکھا ہے تم اس کا انتقام معصوم لوگوں کے کچے عقیدوں سے لیتی ہو لیکن میں تمہاری حقیقت سے بخوبی واقف ہو چکا ہوں۔ تم بھی اپنی جگہ مجبور و بے بس ہو اس لیے تم مجھے میری درخشاں کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتیں۔"

"تمہارا یہ سفر جاری رہے گا۔" کچھ توقف کے بعد جیکسن کے لبوں کو جنبش ہوئی۔ "تم اور تمہارے دوست زندہ رہیں گے لیکن

وقت کی گردش تمہیں سکون کا سانس نہیں لینے دے گی، تم ناقابلِ یقین اور ہولناک واقعات و حادثات سے دوچار ہوتے رہو گے ــ تمہارا گزر اُن سرزمینوں سے ہوگا جہاں کا تصور بھی مہذب دُنیا کے لیے قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ دیوتاؤں کی پراسرار طاقتیں تمہارے گرد اپنا جال بچھا چکی ہیں۔ تمہیں ہر حال میں ان مشکلوں کو جھیلنا پڑے گا جو تمہارا مقدر بن چکی ہیں۔"

جیکسن کے چہرے پر طاری کرب بڑھتا جا رہا تھا۔ معاً میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا۔ جو رُوح مجھ سے مخاطب تھی وہ یقیناً کسی ہندو عقیدے کے زیرِ اثر تھی ورنہ دیوی دیوتاؤں کی پُراسرار قوتوں کا ذکر بار بار نہ کرتی۔ وہ نادیدہ قوتیں جو میلوں دُور بیٹھ کر لاسا اور ربا کو کنٹرول کر سکتی تھیں۔ اُن کے لیے جیکسن کو بھی وقتی طور پر تسخیر کر لینا دشوار نہیں تھا۔

اِس خیال کے ذہن میں ابھرتے ہی میں تیزی سے اُٹھ کھڑا ہوا۔ جیکسن کو حقارت سے گھورتا ہوا بولا۔ "اگر تم مجھے درخشاں کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتیں تو دفع ہو جاؤ۔"

میرا جواب سُن کر جیکسن کی حالت غیر ہونے لگی۔ جس کی نگاہوں سے خون چھلکنے لگا، شعلے بلند ہونے لگے۔ جن نظروں سے وہ مجھے گھور رہا تھا اُن میں قہر تھا۔ انتقام تھا۔ اُس کے ہاتھوں کی گردش روشن گلوب پر بتدریج تیز ہونے لگی۔ کیبن کے ساز و سامان یوں کھڑکھڑانے لگے جیسے زلزلے کی حالت سے دوچار ہوں۔

میں اپنی جگہ دم بخود کھڑا جیکسن کو دیکھتا رہا پھر اس وقت میرے اعصاب بھی جواب دے گئے جب روشن گلوب یکلخت بھڑک کر تاریک ہو گیا اور جیکسن کا سر میز پر یوں جھکتا چلا گیا جیسے اس میں زندگی کی کوئی رمق باقی نہ رہ گئی ہو۔

کیبن میں تاریکی پھیلتے ہی مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے لاتعداد رُوحیں آسیب بن کر میرے وجود سے چمٹ گئی ہوں۔ وہ میرا وہم اور خوف کی پیداوار تھا۔ لیکن اس کے باوجود میں نے جیکسن کے کیبن میں ایک پل کے لیے بھی رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ تیزی سے پلٹ کر دروازے کے بولٹ کھولے اور لپکتا ہوا نکل کر اپنے کیبن میں آ گیا جہاں میرا بے زبان ٹامی ابھی تک میرے انتظار میں جاگ رہا تھا۔ میں نے ایک نظر ٹامی پر ڈالی۔ بڑی احتیاط سے دروازے کو اندر سے مقفل کیا پھر اپنے بستر پر لیٹ کر حالات کی نوعیت پر غور کرنے لگا۔ اس رات میں کب تک اپنے پریشان خیالات سے اُلجھتا رہا، اور کب نیند کی آغوش میں پہنچ کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہوا، مجھے مطلق یاد نہیں ــ

دُوسری صبح میری آنکھ خلافِ توقع بہت جلد کھل گئی۔ رات کی باتوں کا عکس ابھی تک میرے ذہن میں محفوظ تھا ــ جیکسن کی شخصیت میرے لیے بے حد پُراسرار تھی۔ لاسا کے سلسلے میں اُس نے غیرمعمولی ذہانت اور پھرتی کا مظاہرہ کیا تھا اگر اس نے ایک معمولی غلطی بھی کی ہوتی تو عجب نہیں کہ ماورائی قوتوں کو اپنے گندے اور ناپاک عزائم میں سرخرو ہونے کا موقع مل جاتا۔ لیکن گزشتہ رات جو کچھ پیش آیا اس نے جیکسن کی پوزیشن کو بھی مخدوش کر دیا تھا۔

گلوب روشن کرنے اور رُوح کو بلانے کا عمل پڑھتے وقت وہ پوری طرح ہوش و حواس میں نظر آ رہا تھا۔ کیبن میں رُوحوں کی آمد کی اطلاع بھی اس نے مجھے اپنے لب و لہجے میں دی تھی مگر اس کے بعد اس کی آواز یکسر تبدیل ہو گئی۔ جو باتیں اس کی زبان سے نکل رہی تھیں وہ میرے سوالوں کا گول مول جواب تھیں اور وہ بار بار عقیدوں کی تکرار کر رہا تھا۔ پھر گلوب کے تاریک ہوتے ہی جیکسن بھی کسی بے جان مجسمے کی طرح میز پر اوندھے منہ الٹ گیا تھا۔

میں نے بستر سے نکل کر دانتوں کو برش کیا اور اپنا ڈریسنگ گاؤن پہنتا ہوا باہر عرشے پر آ گیا۔ مجھے فوری طور پر جیکسن کی خبر لینا تھی۔ میں دیکھنا چاہتا تھا کہ گزشتہ رات میرے چلے آنے کے بعد اس پر کیا بیتی ــ اُس نے رُوحوں کو بلانے کا عمل میری ایما پر کیا تھا لیکن میں جس انداز میں اسے چھوڑ کر چلا آیا تھا وہ یقیناً میری خود غرضی ہی تھی ــ خدا جانے بد رُوحوں نے اس غریب کا کیا حال کیا ہوگا اور یہ کہ خدا ہی بہتر جانتا تھا کہ وہ زندہ بھی تھا یا۔

جیکسن کی موت کا تصور میرے ذہن میں ابھرا تو میں سر تا پا لرز اٹھا۔ اگر میرے مخالف جیکسن کو اتنی آسانی سے ختم کر سکتے تھے تو اُن کے لیے میری موت بھی زیادہ دشوار طلب نہیں ہوگی۔ میں نے عرشے پر چاروں طرف نظر دوڑائی۔ وہاں کوئی نہیں تھا البتہ بحری عقاب کا بوڑھا کپتان ایسکے انجن رُوم کے سامنے آنکھوں سے دُور بین لگائے کھڑا سمندر کی لہروں کا مطالعہ کرنے میں بیحد مستعد نظر آ رہا تھا ــ

میں نے اپنا رُخ تبدیل کیا اور ٹہلتا ہوا جیکسن کے کیبن کی سمت قدم اٹھانے لگا۔ مختلف وسوسے میرے ذہن کو پراگندہ کر رہے تھے۔ کیبن میں مجھے جیکسن حسبِ معمول زندہ مل سکتا تھا ــ اور یہ بھی ممکن تھا کہ رُوحوں نے اس کا انجام لاسا کے مقابلے میں زیادہ بھیانک انداز میں پیش کیا ہو۔ جس وقت میں اُس کے کیبن میں قدم رکھوں اس کی لاش میرے سامنے پڑی ہو۔ آنتیں اُس کے شکم سے باہر نکل چکی ہوں اور کیبن کا سامان تمام کا تمام اُلٹا

میں خود اپنے ہی ذہن میں الجھنے والے خوفناک تصورات میں الجھتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا کہ اچانک جیکسن اپنے کیبن سے نکل کر میرے سامنے آ گیا۔ ہماری نگاہیں چار ہوئیں تو وہ یوں ٹھٹک کر اپنی جگہ تھم گیا جیسے اتنی صبح اسے مجھ سے مڈبھیڑ کی توقع نہ رہی ہو۔ ایک پل کے لیے اس کے چہرے پر تفکرات کے اثرات پھیلے۔ پھر وہ خود کو سنبھالتا ہوا میرے قریب آ گیا۔ "صبح بخیر میرے محترم!"

"خدا کا شکر ہے کہ میں تمھیں زندہ و سلامت دیکھ رہا ہوں۔" میں نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"میں سمجھا نہیں میرے محترم؟" جیکسن نے تعجب سے مجھے گھورا۔ پھر اچانک کچھ سوچ کر بولا۔ "اوہ ... شاید آپ رات میرے کیبن میں ہونے والی روحوں کی گفتگو کے بارے میں فکر مند ہیں؟"

"وہ آواز جو میں نے کل رات سنی تھی تمھاری اپنی نہیں، کسی غیر کی تھی۔" میں سنجیدہ ہو گیا۔

"ہوتا ہے۔" جیکسن نے خود کو بے پروا ظاہر کرتے ہوئے جواب دیا۔ "بعض روحیں براہِ راست جواب دینے کی خاطر عامل کے جسم میں حلول کر جاتی ہیں۔ گزشتہ رات بھی ایسا ہی ہوا ہو گا۔"

"جیکسن! کیا تمھیں علم ہے کہ میں تمھارے کیبن سے کب رخصت ہوا تھا اور ہمارے درمیان کیا گفتگو ہوئی تھی؟" اس بار میں نے قدرے خشک انداز میں جیکسن کو تیز نظروں سے گھورتے ہوئے سوال کیا۔ میرا مقصد اسے یہ باور کرانا تھا کہ میں اس کے رویے میں اچانک پیدا ہونے والے تغیر کو بھانپ چکا ہوں۔

"میرا خیال ہے کہ گلوب کے اچانک تاریک ہو جانے کی وجہ سے ..."

"گویا تم کو تمام باتوں کا بخوبی علم ہے؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔ میں جیکسن کو سنبھلنے کا موقع نہیں دینا چاہتا تھا۔ میری چھٹی حس بار بار مجھ سے یہی کہہ رہی تھی کہ جیکسن کوئی اہم راز مجھ سے پوشیدہ رکھنے کی کوشش کر رہا ہے اور میں ہر قیمت پر وہ راز اس سے اگلوانا چاہتا تھا۔

جیکسن نے فوراً ہی میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر تک میری نگاہوں میں جھانکتا رہا پھر ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "آپ کا اندازہ کسی حد تک درست ہے میرے محترم! آپ کے رخصت ہو جانے کے بعد روحوں نے مجھے تفصیل سے آگاہ کر دیا تھا۔"

"کیا تم کو یہ بھی علم ہے کہ گلوب کے تاریک ہو جانے کے بعد تمھارا جسم مردہ انسانوں کی طرح بین پر ڈھلک گیا تھا؟"

"روحوں کو بلانے کا عمل اکثر ہلاکت خیز بھی ثابت ہوتا ہے میرے عزیز!" جیکسن نے ہاتھ ملتے ہوئے اضطرابی انداز میں جواب دیا۔ "گزشتہ رات آپ نے روحوں کی لازوال قوتوں کا مذاق اڑا کر اچھا نہیں کیا۔ اگر مجھے میرا خیال نہ ہوتا تو شاید ......"

"جیکسن میرے دوست! کیا میں یہ تصور کر لوں کہ تم مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش کر رہے ہو؟" میں زہرخند سے بولا۔ "موت برحق ہے یہ میرا عقیدہ ہے۔ گندی طاقتیں انسان کو پریشان کر سکتی ہیں۔ میں یہ بھی تسلیم کرتا ہوں لیکن ایک بات تم بھی خوب اچھی طرح ذہن نشین کر لو۔ جو مقدر میں لکھا جا چکا ہے اس کے برخلاف اور کچھ نہیں ہوتا۔ روحوں کی عظیم اور لامحدود قوتیں بھی ان حادثات کو نہیں ٹال سکتیں جو لوحِ محفوظ پر رقم کیے جا چکے ہیں۔"

"میں آپ کو خوف زدہ نہیں کر رہا میرے محترم!" جیکسن نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "کل کیا ہونے والا ہے اس کا جواب تو وقت ہی دے سکتا ہے۔"

"لاسائی موت کے سلسلے میں روحوں کی طاقت کا کرشمہ میرے پیشِ نظر ہے لیکن رات تم نے جس روح کو طلب کیا تھا وہ میرے سوالوں کا جواب دینے سے قاصر تھی اور اسی لیے میں نے اسے اکسانے کی کوشش کی تھی۔"

"میں آپ کے خیالات کی تردید نہیں کروں گا۔ لیکن یہ بھی تو ممکن ہے کہ روحوں نے دیدہ دانستہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کی نقاب کشائی سے گریز کیا ہو۔"

"کیا مطلب؟" میں چونک پڑا۔ "کیا تم کو علم ہے کہ میرے سفر کا انجام کیا ہو گا؟"

"مجھے افسوس ہے میرے عزیز کہ میں اس سوال کا کوئی جواب دینے سے قاصر ہوں۔" جیکسن نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "البتہ میں ایک بات بڑے یقین اور پورے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ بحرِ جنوبی کے تمام طوفان یکجا ہو کر بھی آپ کا یا آپ کے ساتھیوں کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔"

"اور میرے ٹامی کے سلسلے میں تمھاری کیا پیش گوئی ہے؟" میں نے مسکراتے ہوئے دریافت کیا۔

"ٹامی کی حیثیت اس وقت خواہ کچھ بھی ہو لیکن بحری سفر کے بعد وہی آپ کا راہبر ثابت ہو گا۔"

"میں تمھاری اس بات کو یاد رکھنے کی کوشش کروں گا۔" میں نے جیکسن کے جواب کو مذاق میں اڑاتے ہوئے کہا۔

"شکریہ میرے محترم!" جیکسن نے قدرے تلخ انداز میں جواب دیا۔ پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہوا انجن روم کی جانب چلا گیا۔ اس وقت جیکسن کا رویہ میرے لیے حیرت انگیز تھا اور نہ جانے کیوں مجھے رہ رہ کر یہی خیال ستا رہا تھا کہ وہ میرے سفر کے بارے میں کسی اہم راز سے واقف ہو چکا ہے مگر کچھ ناگزیر حالات کی بنا پر اسے زبان تک لانے سے گریز کر رہا ہے۔

itsurdu.blogspot.com

درخشاں کا خوابِ بیداری کی کیفیت میں راتوں کو اٹھ اٹھ کر حویلی میں چکرا تے پھرنا میرے لیے باعثِ تشویش تھا۔ کیلاش نے مجھے بتایا تھا کہ ایسے مریض خواب کی حالت میں جو کچھ کر گزرتے ہیں وہ ہوش آتے ہی یکسر بھول جاتے ہیں اور اگر مریض کو ایسی حالت میں بیدار کرنے کی کوشش کی جائے تو اس کے ذہن پر اس کا گہرا اثر ہوتا ہے۔

میں نے احتیاطاً کیلاش کے ذریعے درخشاں کا چیک اپ بھی کرایا لیکن بظاہر ایسی کوئی علامت نہیں ملی جسے اس کی بیماری کا سبب سمجھا جا سکتا۔ چنانچہ صرف ایک ہی بات قرینِ قیاس تھی، پریم ناتھ کے گرگے اور چیلے مجھ پر عرصۂ حیات تنگ کرنے کے درپے ہو گئے تھے۔ وہ اپنے ان ساتھیوں کی وجہ سے بھی تلملا اٹھے تھے۔ جو اب تک ان کی گندی سازشوں کی خاطر حالات کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھ چکے تھے۔ غرضیکہ درخشاں کی خوابِ بیداری کی کیفیت نے میری راتوں کی نیند حرام کر دی تھی، اس خیال سے کہ کہیں وہ دورے کی حالت میں کسی خوفناک حادثے کی شکار نہ ہو جائے میں اس کے سرہانے بیٹھا تمام رات پلکوں کے نیچے سے جاگ کر گزار دیتا۔

اس رات بھی میں خواب گاہ میں اپنی آرام کرسی پر نیم دراز تھا جب دیوار گیر کلاک نے رات کے دو بجنے کا اعلان کیا۔ مجھ پر ہلکی سی غنودگی طاری تھی جو گھنٹے کی آواز سے جاتی رہی۔ میں نے آنکھیں ملتے ہوئے درخشاں کے بستر پر نظر ڈالی تو اچھل پڑا۔ وہ اپنی مسہری پر نہیں تھی۔ پھر میری نظر خواب گاہ کے کھلے دروازے پر پڑی تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز تر ہو گئیں۔ کیلاش کے مشورے پر میں نے اپنی خواب گاہ کو اندر سے مقفل کرنا شروع کر دیا تھا۔ اور قفل کی چابی اپنے گاؤن کی اندرونی جیب میں رکھتا تھا۔

میں نے تیزی سے اپنی جیب ٹٹولی۔۔۔ اچھل کر کھڑا ہوا اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا کمرے سے نکل کر راہداری میں آ گیا۔ درخشاں نے خواب ہی کی حالت میں میری جیب سے چابی نکالی اور دروازے کا قفل کھول کر باہر چلی گئی۔ یہ سب کچھ کس وقت اور کیسے ممکن ہوا مجھے اس کی قطعی خبر نہ ہو سکی۔ غالباً دو تین راتوں تک مستقل جاگتے رہنے کی وجہ سے میں غنودگی کی گہری حالت سے دوچار ہو گیا تھا۔ اور اسی عرصے میں درخشاں اپنا کام کر گئی۔

راہداری عبور کر کے میں لان کی سمت آیا تو درخشاں کا ہیولا مجھے نظر آ گیا۔ وہ شب خوابی کے لباس میں ملبوس تھی اور آج اس کا رخ صدر دروازے کے بجائے پشت والے اس پھاٹک کی طرف تھا جو ملازموں کے لیے مخصوص تھا۔ احتیاط کے پیشِ نظر میں نے لوہے کی جالیوں سے بنے ہوئے اس پھاٹک کو بھی مقفل کرا دیا تھا۔ درخشاں کو دیکھ لینے کے بعد میں نے اپنی رفتار مدھم کر دی اور پنجوں کے بل چلنے لگا کہ میرے قدموں کی آہٹ ہی کہیں اس کی بیداری کا سبب نہ بن جائے۔ میں نظریں اس پر مرکوز کیے اس کی حرکات و سکنات کو بغور دیکھ رہا تھا۔ میری جیب سے چابیوں کا جو گچھا غائب تھا وہ اس وقت درخشاں کے سیدھے ہاتھ میں موجود تھا۔

جالیوں والے پھاٹک کے قریب پہنچ کر وہ رک گئی۔ اس نے بالکل ہوشمند انسانوں کی طرح گچھے سے مطلوبہ چابی کا انتخاب کیا۔ پھر وہ قفل کھولنے کے ارادے سے جھکی لیکن اس کا سر لوہے کی جالی سے ٹکرا گیا۔ وہ یوں چونکی جیسے کوئی ہولناک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ ماحول کی تبدیلی نے اسے یقیناً خوفزدہ کر دیا ہو گا۔ میں چونکہ اس کی پشت پر تھا اس لیے اس کے چہرے کے تاثرات کو نہ دیکھ سکا لیکن جس انداز میں وہ تیزی سے پچھلے قدموں پھاٹک سے دور ہوئی تھی، وہ اس کی اضطرابی کیفیت کی ترجمانی کر رہا تھا۔

میں صورت حال کا اندازہ لگانے کے بعد لپکتا ہوا درخشاں کے قریب گیا تو مجھے دیکھ کر وہ ایک ثانیے کو سکتے کی کیفیت سے دوچار ہوئی پھر بے اختیار میرے سینے سے لپٹ کر سسکنے لگی۔ اس کے تنفس کی تیزی اور دل کی غیر متوازن دھڑکنیں بتا رہی تھیں کہ وہ کس قدر خوفزدہ اور سہمی ہوئی ہے۔ اس نے پوری قوت سے مجھے یوں اپنی نرم بانہوں کے حلقوں میں جکڑ رکھا تھا جیسے اگر اس کی گرفت ایک ذرا کمزور پڑی تو میں اسے چھوڑ کر فرار ہو جاؤں گا۔ وہ سرتاپا بید مجنوں کی طرح کپکپا رہی تھی۔ میں نے اس کے بکھرے بالوں کو سہلاتے ہوئے اپنائیت اور محبت بھری آواز میں اسے مخاطب کیا۔

”درخشاں، میری زندگی۔۔۔ آؤ۔ خوابگاہ میں چلیں۔“

”مجھے۔۔۔ یہاں کون لایا تھا؟“ اس نے اپنا چہرہ اٹھا کر میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے بڑی معصومیت سے سوال کیا۔

”تم یہاں۔۔۔۔“ میں کچھ کہتے کہتے یکلخت سنبھل گیا پھر درخشاں کے کندھوں کو تھپتھپایا اور بولا۔ ”ہم تازہ ہوا کھانے کی غرض سے چہل قدمی کرتے ہوئے ادھر آ نکلے تھے۔ پھر۔۔۔۔“

”پھر کیا ہوا؟“ اس نے مجھے گھورتے ہوئے حیرت سے پوچھا۔

”پھر کیا ہوا تھا جمال؟“

”تمہیں شاید چکر آ گیا۔“ میں نے اس کو سہارا دیتے اور خوابگاہ کی سمت قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔ ”میرا خیال ہے کہ تم نے حویلی کے

غیر ضروری کاموں میں بھی خود کو حد درجہ ملوث کر لیا ہے اور اپنی صحت کی طرف سے بالکل بے پروا ہو گئی ہو۔ میں صبح ہی کیلاش سے کہوں گا کہ وہ تمھارے لیے طاقت بحال کرنے والی دوائیں تجویز کر دے ورنہ تمھاری کمزوری بڑھتی رہے گی۔"

خواب گاہ تک درخشاں نے میری باتوں کا کوئی جواب نہیں دیا۔ لیکن بستر پر لیٹنے کے بعد اس نے بڑی حسرت بھری نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹ کچھ کہنے کے لیے کپکپا رہے تھے۔ میں نے اس کی غزالی آنکھوں کے گوشے نمناک ہوتے محسوس کیے تو تڑپ اُٹھا۔

"کیا بات ہے جانِ من۔۔۔ تم کیا سوچ رہی ہو؟"

"جمال۔۔۔" اس نے میرا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر آہستہ سے کہا۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔۔۔ صرف اس بار تم مجھے معاف کر دو۔"

"اوہ کم آن ڈارلنگ۔۔۔" میں نے اس کے ذہن کو پُرسکون رکھنے کی خاطر تسلی دی۔ "تم شاید ابھی تک غنودگی کی حالت سے دوچار ہو۔ غلطی تمھاری نہیں میری تھی جو میں تمھیں اپنے ساتھ چہل قدمی کی خاطر لے گیا۔"

"مجھے بہلانے کی کوشش مت کرو جمال! میں اس وقت پوری طرح ہوش میں ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔ "مجھ سے بھول ہو گئی تھی۔ مجھے یاد نہیں رہا تھا کہ دھرم تبدیل کر لینے کے بعد میں پچھلے تمام رشتے ناتے اور سمبندھ توڑ چکی ہوں۔۔۔ مجھے خواب گاہ سے باہر جانے سے پہلے تم سے اجازت لینا چاہیے تھی۔"

"تم کیا بھول گئی تھیں اور مجھ سے کس بات کی اجازت لینا چاہیے تھی؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"جمال۔۔۔" درخشاں نے اپنی پلکوں سے آنسوؤں کی نمی کو خشک کرتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "پتاجی آئے تھے۔"

"کون۔۔۔ پریم ناتھ جی؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"ہاں جمال! وہ مجھے ایک نظر دیکھنا چاہتے تھے۔ مجھ سے ملنا چاہتے تھے۔ اسی لیے انھوں نے مجھے حویلی کے باہر بلایا تھا۔ اور میں پتاجی کی خواہش کے پیشِ نظر تم سے پوچھے بنا چلی گئی۔ پھر شاید تمھاری نیند بھی اچاٹ ہو گئی اور تم نے میرا راستہ روک لیا۔" اس نے دبی زبان میں کہا۔ "تم نے اچھا کیا۔ اگر تم نہ آ جاتے تو شاید میں۔۔۔۔۔۔" وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی میرے سینے میں منہ چھپا کر سسکنے لگی۔

درخشاں کی باتیں سن کر میرے دل پر جو بیت رہی تھی اس کا اندازہ میرے سوا اور کون کر سکتا ہے۔ وہ جو کچھ کہہ رہی تھی، اس کا تعلق ہوش مندی سے نہیں تھا۔ اس نے یقیناً کوئی خواب

شگوفے

استاد نے شاگرد سے پوچھا "سن ۲۰۳ قبل مسیح کا کوئی اہم واقعہ بتاؤ۔"

شاگرد نے کہا "جناب، مہاتما گوتم بدھ پیدا ہوئے تھے۔"

"خوب!" استاد نے کہا "اب یہ بتاؤ ۲۲۳ ق م میں کون سی اہم بات ہوئی تھی؟"

لڑکے نے کچھ دیر سوچا پھر حساب کرتے ہوئے بولا "جناب، گوتم بدھ کی عمر چالیس سال ہو گئی تھی۔"

○٭○

ٹیچر نے شاگرد سے پوچھا "اگر آج کسی کی عمر پچیس سال ہو تو پچیس سال بعد اس کی عمر کیا ہوگی؟"

شاگرد نے جواب دیا "بہت مشکل ہے جناب، میں صحیح طرح جواب نہیں دے سکتا۔"

ٹیچر نے اسے گھور کر دیکھا اور پوچھا "کیوں، کیا مشکل ہے اس میں؟"

لڑکے نے کہا "آپ نے یہ تو بتایا ہی نہیں کہ آپ کسی کی عمر پوچھ رہے ہیں۔ مرد کی یا عورت کی؟"

"گورنمنٹ بھی بے تکی جگہ کھمبا لگا دیتی ہے۔"

دیکھا تھا یا پھر ماورائی قوتوں نے اس کے معصوم ذہن کو ایک مخصوص رشتے کے بارے میں سنجیدگی سے سوچنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ ہر قیمت پر درخشاں کو حویلی سے باہر نکالنا چاہتے تھے۔ اس حصار کے اندر میرے دشمنوں کی ناپاک سازشیں کامیاب نہیں ہو سکتی تھیں۔ جو میرے مرحوم والد کے بزرگ اور عامل دوست نے قائم کیا تھا۔ مجھے یہ بات دیوان جی نے بتائی تھی۔

"اگر وہ درخشاں کو حویلی سے باہر نکالنے میں کامیاب ہو گئے تو ۔۔۔ تو کیا ہو گا؟" میرے ذہن میں یہ سوال ابھرا تو میں سرتاپا لرز کر رہ گیا۔ میرا جسم پسینے میں بھیگنے لگا۔ میں نے اپنے دشمنوں کے بارے میں غور کیا ۔۔۔ وہ اخلاق اور شرافت کی تمام حدود کو پھلانگ کر پستیوں میں ڈوب چکے تھے۔ ان کے ضمیر مردہ ہو چکے تھے۔ وہ انسان نہیں درندے تھے جو خود اپنے ہی لہو سے اپنی پیاس بجھانا چاہتے تھے۔ مذہب کی آڑ لے کر وہ خون کی ہولی کھیلنا چاہتے تھے۔

"تم کیا سوچ رہے ہو جمال؟" درخشاں نے میری خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے کہا پھر آہستہ سے بولی۔ "کیا تم میری ایک چھوٹی سی بھول کو معاف نہیں کرو گے؟ میں وعدہ کرتی ہوں کہ۔۔۔"

"درخشاں ۔۔۔ میری زندگی ۔۔۔ میری روح ۔۔۔" میں نے اس کی غلط فہمی دور کرنے کے لیے اس کا ہاتھ پکڑ کر بڑے پیار سے کہا۔ "تم سے کوئی بھول کوئی غلطی سرزد نہیں ہوئی۔ تم نے شاید کوئی خواب دیکھا تھا جس کا اثر تمہارے ذہن پر ابھی تک قائم ہے۔"

"کیا مطلب؟ کیا پتا جی یہاں نہیں آئے تھے؟" اس نے حیرت سے مجھے دیکھا۔

"سب کچھ بھول کر سونے کی کوشش کرو میری جان! تمہیں آرام اور سکون کی اشد ضرورت ہے۔"

اس نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ نظریں گھما کر گھڑی دیکھی پھر اپنے شب خوابی کے لباس کو دیکھ کر بری طرح چونک پڑی۔

"جمال ۔۔۔" اس نے سہمی ہوئی آواز میں مجھ سے دریافت کیا۔ "یہ سب کیا ہو رہا ہے؟ ۔۔۔ کیوں ہو رہا ہے؟"

"اپنے ذہن پر زور مت ڈالو میری زندگی ۔۔۔" میں نے پوری طرح اسے اپنے وجود کی گہرائیوں میں محفوظ کرتے ہوئے کہا۔ "خدا نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔"

وہ رات میرے صبر کی آخری رات تھی۔ میری خاموشی میرے حق میں نقصان دہ ثابت ہو رہی تھی۔ چنانچہ دوسری صبح میں نے ایک اہم فیصلہ کر لیا۔ کیلاش کے کلینک جا کر وہاں سے میں نے براہ راست پریم ناتھ سے فون پر رابطہ قائم کیا۔ وہ میری آواز سن کر دنگ رہ گئے۔ انہیں شاید توقع نہیں تھی کہ میں اچانک سینہ تان کر یوں سامنے آ جاؤں گا۔

پریم ناتھ جی نے مجھ سے بڑے تلخ اور سخت لہجے میں گفتگو کا آغاز کیا۔ وہ بڑے غصے پر فائز تھے۔ کرسی کے نشے نے انہیں بے خود کر دیا تھا۔ ان کا پہلا مطالبہ یہی تھا کہ میں درخشاں کو فوری طور پر طلاق دے دوں ورنہ دوسری صورت میں وہ مجھے سکون کا سانس نہیں لینے دیں گے۔ ان کے دوست پنڈت اور پجاری میری زندگی اجیرن کر دیں گے۔ میرا انجام میری توقع سے کہیں زیادہ اذیت ناک اور عبرت ناک ہو گا۔ وہ مجھے پاتال سے بھی نکال کر اس وقت تک سڑکوں پر گھسیٹتے رہیں گے جب تک میں درخشاں کے حق سے دستبردار نہیں ہو جاؤں گا۔

میں نے کوئی جواب نہیں دیا، خاموشی سے ان کی باتیں سنتا رہا۔ پھر میں نے زبان کھولی تو ان کی زبان گنگ ہو گئی۔ میں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ دنیا کی کوئی طاقت مجھے اور درخشاں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ میں نے پریم ناتھ جی کو متنبہ کیا کہ وہ اپنے اوچھے ہتھکنڈے ترک کر دیں ورنہ میں بھی ان پر سکون کا ایک ایک لمحہ حرام کر دوں گا۔ آخر میں میں نے کہا تھا۔ "پریم ناتھ جی! اگر تم نے اپنے پنڈت پجاریوں کو سمجھانے کی کوشش نہیں کی تو پھر میری طرف سے بھی جوابی کارروائی کے لیے تیار رہو ۔۔۔ محبت اور جنگ میں تمام حربوں کا استعمال جائز ہوتا ہے۔ کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ ملک کے ہر بڑے روزنامے میں یہ خبر جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہو کہ حکومت کے ایک معزز سفیر کی بیٹی کاجل نے مسلمان ہو کر ملک کے ایک نامور بیرسٹر جمال اصغر سے شادی کر لی اور یہ کہ لڑکی کا باپ اسے ہر قیمت پر طلاق دلا کر پنڈت پجاریوں کی ہوس کا نشانہ بنانے کا خواہش مند ہے اور اسے نرتکی (رقاصہ) کے روپ میں دیوی دیوتاؤں کے سامنے رقص کرتے دیکھنا چاہتا ہے اور۔۔۔"

"جمال ۔۔۔ یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو۔" وہ میری تلخ کلامی سن کر بوکھلا اٹھے۔

"ابھی میرا سلسلۂ کلام ختم نہیں ہوا پریم ناتھ جی ۔۔۔" میں نے نفرت سے کہا۔ "میں جس خبر کی اشاعت کی بات کر رہا ہوں وہ درخشاں کے اقبالی بیان کی حیثیت سے اخباروں کو جاری کی جائے گی۔ کہیے کیا آپ کی غیرت یہ سب کچھ برداشت کر لے گی؟"

دوسری طرف سے مجھے فوراً ہی کوئی جواب نہیں ملا ۔۔۔ میرے دشمن غالباً ایک ہی جوابی حملے میں بوکھلا گئے تھے۔ انہیں شاید امید نہیں تھی کہ میں اس حد تک آگے بڑھ جاؤں گا۔ میں ریسیور ہاتھ میں لیے منتظر رہا۔ چند لمحوں بعد میرے سسر کی مدھم اور ٹوٹی ہوئی آواز سنائی دی۔ "کیا کاجل میرے خلاف اتنا گھناؤنا بیان دینے

itsurdu.blogspot.com

پر تیار ہو جائے گی؟"

"کاجل نہیں، درخشاں کہو پریم ناتھ۔" میں بدستور حقارت سے بولا۔ "اب صرف درخشاں زندہ ہے۔ تمھاری کاجل مر چکی ہے۔ اب جو مسلمان لڑکی زندہ ہے وہ اپنے مجازی خدا کی خاطر اپنا سب کچھ قربان کرنے کو تیار ہے۔"

"جمال۔ کیا میں اپنی بیٹی سے دو باتیں کر سکتا ہوں؟"

پریم ناتھ کا دم خم ٹوٹ چکا تھا۔ اس کی آواز کی گھن گرج جو پہلے تھی پل بھر میں اس کا ساتھ چھوڑ گئی تھی لیکن میں نے کسی رحم دلی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ بدستور تلخ اور سپاٹ لہجے میں بولا۔

"نہیں، جب تک تم اور تمھارے گرو گھنٹال اپنے اوچھے ہتھکنڈوں کا استعمال بند نہیں کریں گے تم درخشاں کی ایک جھلک بھی نہیں دیکھ سکو گے۔"

"تمھارا خیال غلط ہے جمال بیٹے۔" پریم ناتھ کی آواز میں درد تھا۔ "کوئی باپ اپنی اولاد کی خوشیوں کا گلا خود اپنے ہاتھوں سے کبھی نہیں گھونٹتا لیکن دھرم کا مسئلہ آ جائے تو آدمی مجبور ہو جاتا ہے۔" اس نے بے بسی سے کہا۔

"تم جس دھرم کے نام لیوا ہو تمھاری بیٹی اس سے منہ موڑ چکی ہے۔" میں نے کہا۔

"میں سمجھ رہا ہوں لیکن پنڈت اور پجاریوں نے اسے اپنی ان کا مسئلہ بنا لیا ہے۔ میں بالکل بے قصور ہوں۔"

"تمھارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تم درخشاں کے دشمن نہیں ہو؟"

"میں اس کا باپ ہوں۔ کیا یہ ثبوت کم ہے؟"

"مجھ سے پیچ دار باتیں مت کرو پریم ناتھ جی!" میں نے سخت لہجے میں کہا۔ "میں تمھیں دو دن کی مہلت دے رہا ہوں اگر تم نے اپنے ساتھیوں کو ہمارے راستے سے نہ ہٹایا تو پھر میں بھی جوابی کارروائی کے لیے مجبور ہو جاؤں گا۔"

میں نے اس کے بعد دوسری جانب سے کچھ سننا ضروری نہیں سمجھا۔ اپنی بات ختم کر کے ریسیور کریڈل سے علیحدہ رکھ دیا مبادا وہ مجھے فون کر کے اپنی چکنی چپڑی باتوں سے بہلانے کی کوشش کرے۔

میری جوابی کارروائی رائیگاں نہیں گئی۔ ایک ہفتے بعد ہی مجھے میرے آدمیوں کے ذریعے اس بات کی اطلاع مل گئی کہ پریم ناتھ ملازمت سے لمبی رخصت لے کر ملک سے باہر چلا گیا ہے۔ اس نے ہمارے راستے سے خود کو علیحدہ کر لیا تھا۔ میرا خیال تھا کہ پریم ناتھ کے درمیان سے ہٹ جانے کے بعد اس کے پنڈت اور پجاری بھی میرا راستہ کاٹنے کی کوشش نہیں کریں گے لیکن میرا اندازہ درست نہیں ثابت ہوا۔

بہرحال مجھے یہ خبر سن کر بے حد مسرت ہوئی کہ کم از کم پریم ناتھ نے درخشاں کے سلسلے میں اپنی دشمنی ختم کر دی تھی۔ ایک طرف سے سکون مل جانے کے بعد میں نے طے کر لیا کہ اب پنڈت پجاریوں سے بھی نمٹنے کے لیے کوئی جوابی کارروائی ضرور کروں گا۔ شاہ صاحب کی بخشی ہوئی تسبیح میرے گلے میں موجود تھی اور مجھے یقین تھا کہ ایک کامل بزرگ کی یہ نشانی جب تک میرے ساتھ ہے کوئی گندی طاقت میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتی۔

میں نے کچھ دنوں کے لیے خود کو حویلی کے اندر محدود کر لیا۔ مجھے اپنی چار دیواری کے اندر کوئی خطرہ نہیں تھا لیکن باہر کی فضا میرے حق میں آہستہ آہستہ مکدّر ہوتی گئی۔ وقت کے ساتھ ساتھ میرے دشمنوں کی تعداد بڑھتی گئی۔ پنڈت اور پجاریوں نے دھرم کے نام پر حسین آباد اور گردی میں ہندوؤں کی ایک بڑی تعداد کو میرے خلاف اکسا دیا۔ انھیں یہ تاثر دیا گیا تھا کہ میں نے کاجل کو زبردستی مسلمان کر لیا ہے۔ اور اس کی مرضی کے بغیر اس سے شادی کر لی ہے۔

میں سمجھ رہا تھا کہ وہ ایسا کیوں کر رہے ہیں۔ حویلی کے اندر ان کے جنتر منتر میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے اس لیے وہ مجھے حویلی سے باہر نکالنا چاہتے تھے۔ میں شب و روز اپنے مخالفین کو کچلنے کی ترکیبیں سوچتا رہتا۔ کیلاش کا مشورہ تھا کہ میں کچھ دنوں کے لیے درخشاں کو ساتھ لے کر ملک سے باہر چلا جاؤں لیکن میں بزدلوں کی طرح راہِ فرار نہیں اختیار کرنا چاہتا تھا۔

ان ہی دنوں ایک روز جب درخشاں نے مجھے بتایا کہ اس کے نازک وجود میں ہماری لازوال محبت کی نشانی کلبلانے لگی ہے تو میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی۔ کیلاش اور جیلب کو خبر ہوئی تو وہ بھی میری خوشی میں شریک ہو گئے۔ سلویا نے بطورِ خاص اس خوشخبری کے بعد سے درخشاں کا بے حد خیال رکھنا شروع کر دیا۔ اور میری خوشی کا تو کوئی ٹھکانا ہی نہ تھا۔ باپ بننے کے خیال نے مجھے تمام باتوں سے بے نیاز کر دیا۔ سلویا کے ساتھ ساتھ میں بھی ہمہ وقت درخشاں کی دلجوئی اور دیکھ بھال میں لگا رہتا۔ لیکن ایک روز میرا یہ سکون پھر درہم برہم ہو گیا۔

دیوان جی نے مجھے بتایا کہ پنڈت اوم پرکاش اور اس کے دوسرے ساتھیوں نے میرے اطراف جو جال پھیلائے تھے ان کا حلقہ تنگ ہوتا جا رہا ہے۔ مجھے حویلی سے باہر نکالنے کی خاطر انھوں نے اپنی سرگرمیاں تیز کر دی ہیں۔ میری جاگیر اور املاک کو نقصان پہنچایا جا رہا تھا۔ وہ لوگ جو میرے ہمدرد تھے۔ انھیں پریشان کیا جا رہا تھا۔ ان کی عزت سے کھیلا جا رہا تھا۔ ہر وہ حربہ استعمال کیا جا رہا تھا جس سے مجھے حویلی سے باہر نکلنے میں ان کے لیے

کارآمد ثابت ہو سکتا۔ میں اس خبر پر تلملا اٹھا۔

"دیوان جی! آپ کا کیا مشورہ ہے؟"

"میں صرف ایک بات جانتا ہوں چھوٹے سرکار! آپ کی خاموشی ہمارے دشمنوں کو خم ٹھونکنے پر اکسا رہی ہے۔"

"آپ کیا چاہتے ہیں؟" میں نے دیوان جی کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

وہ بڑے پُرسکون انداز میں بولے۔ "میں دنیا میں زندہ رہنے کا ایک اصول جانتا ہوں۔ سب کے ساتھ نیکی اور محبت کا برتاؤ کرو لیکن اگر کوئی دشمنی سے انگلی اٹھائے تو پہلی فرصت میں اس کا ہاتھ کاٹ دو۔ زہر کے اثرات فوری طور پر ختم کرنے کے لیے جسم کے کچھ حصے کو اگر کاٹ دیا جائے تو اسے حماقت نہیں، دانشمندی کہتے ہیں۔"

"اس طرح فساد کی آگ اور بھڑک جائے گی۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے جواب دیا۔ "کوئی ایسا راستہ سوچیے دیوان جی جس سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔"

"چھوٹے سرکار!" دیوان جی نے میرے لہجے کی کمزوری کو محسوس کرتے ہوئے تعجب سے پوچھا۔ "کیا آپ اتنی جلدی ہمت ہار بیٹھے ہیں؟"

"آپ نہیں سمجھتے دیوان جی!" میں نے انہیں درخشاں کی کیفیت سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "ایسے وقت میں اگر درخشاں کو کشت و خون کی اطلاع ملی تو اس کی صحت پر بہت برا اثر پڑے گا۔"

"پھر تو ایک ہی صورت ہے۔"

"وہ کیا؟"

"آپ۔۔۔ اپنے اس پرانے نمک خوار کو بھی اپنی خوشیوں میں جشن منانے کا موقع عنایت کر دیجیے۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"مجھے کچھ دنوں کے لیے آزاد کر دیجیے۔" دیوان جی نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "خدا کی قسم مالک! اگر میں آپ کے دشمنوں کو ایک ایک کر کے واپسی کا ٹکٹ نہ کٹوا دوں تو شہباز خان نہیں کسی چمار کی اولاد سمجھیے گا۔"

"مجھے آپ کی محبت پر اعتماد ہے لیکن فی الحال یہ مناسب نہیں ہوگا۔" میں نے دیوان جی کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "ابھی تک قانون کے نگہبانوں کو ہمارے خلاف کوئی مواد نہیں ملا۔ لیکن ایسا کوئی ثبوت اگر ان کے ہاتھ آ گیا تو پھر وہ حویلی کے اندر گھس آنے سے بھی دریغ نہیں کریں گے۔"

"شہباز خان کی زندگی میں ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔" دیوان جی نے ہونٹ چباتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "قانون کے نگہبانوں کی دکھتی رگیں بھی میرے ہاتھ میں ہیں۔ رہا پنڈت پجاریوں کا چکر تو دو چار کے ٹھکانے لگتے ہی وہ بھی میدان چھوڑ کر بھاگ نکلیں گے۔ آج پنڈت اوم پرکاش کے سری پائے بنا کر کسی بڑے چوراہے پر ڈال دیے جائیں۔ کل ہی سے ان کا زور ٹوٹ جائے گا۔"

"آنند کمار ہماری طرف سے کسی ایسی ہی کارروائی کا منتظر ہوگا۔ اس کے ہاتھ اچانک مضبوط ہو جائیں گے۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔

"آپ کماری نرملا کو کیوں بھول رہے ہیں؟" دیوان جی نے دبی زبان میں جواب دیا۔ "میرے پاس اس کے کرتوتوں کے سیکڑوں ثبوت موجود ہیں۔ ایک بھی سامنے لے آیا تو آنند کمار اپنی عزت بچانے کی خاطر پالتو کتوں کی طرح حویلی کے پھاٹک پر کھڑا دم ہلاتا نظر آئے گا۔"

"ایک آنند کمار درمیان سے ہٹ گیا تو دوسرے اس کی جگہ لے لیں گے۔"

"شہباز خان نے بھی ہاتھوں میں چوڑیاں نہیں پہن رکھی ہیں۔" دیوان جی سرد آواز میں بولے۔ "آپ صرف ایک بار میری کھلی چھٹی کا پروانہ جاری کر دیں، پھر میں جانوں اور میرا کام۔"

مجھے دیوان جی کی شخصیت کے ہر پہلو کا علم تھا لیکن میں ایک مخلص انسان کو کسی قیمت پر ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ درخشاں کی حالت کے پیش نظر بھی ضروری تھا کہ ہر قدم نہایت سوچ سمجھ کر اٹھایا جاتا چنانچہ میں نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "دیوان جی! کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم ایک بار پھر شاہ صاحب سے ملنے کی کوشش کریں۔"

"میں گیا تھا وہاں لیکن شاہ صاحب عرس میں شرکت کے لیے الٰہ آباد جا چکے ہیں۔"

دیوان جی کے جواب نے مجھے ایک لمحے کو مایوس کر دیا۔ پھر مجھے شاہ صاحب کی باتیں یاد آنے لگیں۔ انہوں نے مجھے بار بار اور جلد ہی جلدی ماں کی قبر پر حاضری دینے کی تاکید کی تھی۔۔۔ شاہ صاحب کی دی ہوئی تسبیح میرے گلے میں پڑی تھی۔ لہٰذا میں نے اسی وقت ماں کی قبر پر حاضری دینے کا فیصلہ کر لیا۔ اور درخشاں سے ایک ضروری کام کا بہانہ کر کے دیوان جی کے ساتھ ہو لیا۔

راستے میں کچھ دیر تک ہمارے درمیان کوئی گفتگو نہیں ہوئی دیوان جی اپنے خیالات میں گم تھے اور میں اپنے حالات کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ اگر بات میرے اختیار کی ہوتی تو میں درخشاں کو اپنی باہوں میں چھپا کر ہندوستان کو ہمیشہ کے لیے خیرباد کہہ دیتا۔

لیکن مجھے اس بات کا یقین نہیں تھا کہ میرے دشمن ہمارا خیال اپنے گندے ذہنوں سے نکال دیں گے۔

درخشاں امید سے تھی۔ یہ خبر سن کر میری خوشیوں اور مسرتوں کا کوئی ٹھکانا نہ تھا لیکن یہ خیال بھی میرے لیے بے حد اذیتناک تھا کہ وہ حویلی کے احاطے میں قید ہو کر رہ گئی تھی۔ اس کا حویلی سے باہر نکلنا مناسب نہیں تھا، دشمن گھات لگائے بیٹھے تھے وہ جان لینے اور دینے پر آمادہ تھے، درخشاں کی موت کو بھی وہ اپنی جیت اور میری شکست سمجھ رہے تھے۔ ان حالات میں میرے لیے سکون کا ایک ایک لمحہ محال ہو گیا تھا۔

"چھوٹے سرکار۔" دیوان جی نے اچانک کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "دلاور مرزا مجھے بتا رہا تھا کہ وہ الہ آباد کے جگن چمار سے پرانی واقفیت رکھتا ہے۔"

"جگن چمار۔" میں چونکا۔

"جی ہاں، جس زمانے میں دلاور مرزا رنگین مزاجی کرتا تھا، اسی زمانے میں اس نے ایک لڑکی کو قابو کرنے کے لیے جگن سے یارانہ گانٹھ لیا تھا۔" دیوان جی بولے۔ "پہلے وہ شاہ صاحب کے پاس گیا تھا، وہاں سے دھتکارا گیا تو کسی نے اسے جگن کے راستے پر لگا دیا۔"

"لیکن یہ جگن کرتا کیا ہے؟" میں نے خشک لہجے میں کہا۔

"میں نے ہمیشہ اپنے بازو پر بھروسہ کیا ہے۔ آپ جیسے کالے پیلے کام والوں سے کبھی واسطہ نہیں رہا۔ لیکن دلاور مرزا بتا رہا تھا کہ جگن کے کاٹے کا کوئی منتر نہیں۔ سفلی کا کام بڑا تیز اور یقین سے کرتا ہے۔"

"اوہ۔"

"آپ کہیں تو کسی وقت دلاور مرزا کے ساتھ اسے بھی دیکھ لوں؟" دیوان جی نے سنجیدگی سے کہا۔ "لوہے کو کاٹنے کے لیے لوہا ہی مناسب ہوتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ جگن کا سفلی کارنامہ آپ کے دشمنوں کا تیا پانچا کر دے۔"

"دیوان جی۔ کیا یہ مناسب ہو گا کہ ہم اپنی حفاظت کے لیے کسی چمار کی خدمات مستعار لیں؟"

"وقت پڑ تو گدھے کو بھی باپ بنانا پڑتا ہے، رہا جگن کا مسئلہ، تو جو لوگ آپ کے دشمن بن گئے ہیں وہ بھی بھنگیوں سے کم نہیں جو چھپ چھپ کر زنخوں کی طرح پشت سے وار کر رہے ہیں مرد ہوتے تو کھل کر مقابلے پر آ جاتے۔" دیوان جی نے روانی میں ایک بھدی سی گالی بکتے ہوئے کہا۔ "آپ کے حکم کی خلاف ورزی نہیں کر سکتا اس لیے خاموش ہوں ورنہ۔۔۔ اوم پرکاش کی ہنڈی کو ایسی جھاڑ پھونک دیتا کہ وہ کبھی منہ دکھانے کی ہمت بھی نہ کرتا۔"

"یہ بات میں بھی سمجھ رہا ہوں دیوان جی کہ کبھی بدتمیزی نکلیوں سے نہیں نکلے گا لیکن درخشاں کے خیال سے مجبور ہوں۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ "اسے اگر حالات کی اطلاع مل گئی تو وہ پریشان ہو جائے گی۔"

"بات ہمیشہ ڈھکی چھپی نہیں رہتی۔"

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہیں مگر جب تک وہ بے خبر ہے اچھا ہے۔"

دیوان جی نے میری کیفیت کا اندازہ لگایا تو خاموشی اختیار کر لی۔ مجھے اندازہ تھا کہ خان شہباز خان نے اپنے نام کو کبھی بٹا نہیں لگنے دیا۔ جب تک میدان میں رہے مونچھوں پر تاؤ دے کر اور سینہ تان کر دشمنوں کا سر کچلتے رہے۔ وہ عملی شخصیت کے مالک تھے۔ اس لیے میری مصلحتیں ان کی سمجھ میں نہیں آ رہی تھیں۔

قبرستان پہنچ کر میں نے ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھی۔ احاطے کی منڈیر پر بیٹھا بڑی دیر تک ماں کی آخری آرامگاہ کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا پھر جانے کے ارادے سے پلٹا تو یکلخت میرا موڈ آف ہو گیا۔ میرے سامنے تھوڑے فاصلے پر وہی ننگ دھڑنگ کھڑا مجھے یوں پلکیں جھپکا جھپکا کر دیکھ رہا تھا جیسے میں انسان نہیں دنیا کا آٹھواں عجوبہ ہوں۔ اس کے میلے جسم پر اس وقت بھی دنیا جہان کی غلاظتیں جمی ہوئی تھیں۔ ہاتھ میں وہی جلی ہوئی ٹیڑھی میڑھی لکڑی موجود تھی۔ جس کی ضرب سے وہ ایک بار پہلے بھی مجھے زخمی کر چکا تھا۔ میری طبیعت اسے دیکھ کر مکدر سی ہو گئی۔ ایک بار جی میں آئی کہ پتھر اٹھاؤں اور اسے لہولہان کر ڈالوں لیکن پھر اسی لمحے مجھے شاہ جی کی کہی ہوئی بات یاد آ گئی۔

"زخم کو رسنے دو۔ یہ ناسور بن گئے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت تمہیں پریشان نہیں کر سکے گی۔"

تب شاہ صاحب کے اشارے کا مطلب نہیں سمجھ سکا تھا لیکن اس وقت اچانک وہ جملہ میرے ذہن میں گونجا تو یکلخت مجھے اپنی بائیں ٹانگ کا زخم یاد آ گیا۔ جو دیوانے کے لکڑی مارنے سے پیدا ہوا تھا۔ میں نے چونک کر دیوانے کی سمت غور سے دیکھا تو وہ

ایک بڑے اشاعتی ادارے کے باس نے اپنے ماتحتوں کے سامنے جوش و خروش سے کہا: "بے ایمانی سے دولت کمانے کے ہزار طریقے ہیں لیکن ایمان اور دیانت کا صرف ایک ہی طریقہ ہے۔"

ایک ماتحت نے پوچھا: "کون سا طریقہ؟"

باس نے ایک منٹ تک سوچا، پھر سر ہلاتے ہوئے بولے: "مجھے نہیں معلوم!"

خوف زدہ ہو کر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"سنو۔" میں نے دھڑکتے دل سے اسے آواز دی۔ "تم چاہو تو میری دوسری ٹانگ بھی زخمی کر سکتے ہو۔"

"تو۔۔۔ تو مجھے پتھر تو نہیں مارے گا؟" دیوانے نے مجھے پاگلوں کی طرح گھورتے ہوئے دیدے پھاڑ کر پوچھا۔

"جو خود زخمی ہو وہ کسی اور کو کیا پتھر مارے گا۔" میں نے چوٹ کھائے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔ جانے کیا بات تھی جو اب مجھے اس دیوانے سے نفرت نہیں ہو رہی تھی۔ کوئی بات ضرور تھی جو مجھے اندر ہی اندر اس سے قریب ہونے کے لیے اکسا رہی تھی۔

"نیم کے درخت سے الٹا لٹک جا۔" اچانک دیوانے نے پیر اضمحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "رام بھلی کرے گا۔"

"تم۔۔۔ تم کون ہو؟" میں نے مدھم آواز میں دریافت کیا۔

وہ دیوانہ وار پاگلوں کی طرح قہقہے لگانے لگا۔ پھر یکلخت گمبھیر سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے رازدارانہ لہجے میں بولا۔ "سٹہ کھیلے گا؟"

"نہیں۔۔۔ میں جوا نہیں کھیلتا۔"

"نہیں کھیلے گا تو پھر ہار جیت کا فیصلہ کیسے ہو گا۔ میری مان، سر کے بل کھڑا ہو کر چلنے کی عادت ڈال لے، دنیا سیدھی نظر آنے لگے گی۔" دیوانے نے سرگوشی کی۔ "کبھی کبھی کنکوے اپتنگ بھی اڑا لیا کر۔ ڈور کٹے گی تو پیچ لڑانا بھی سیکھ جائے گا۔"

"تم۔۔۔۔۔۔ تم مجھے دیوانے نہیں لگتے۔" میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر پانسا پھینکا۔ "تم کچھ اور ہو۔۔۔"

"آدھا تیتر۔۔۔ آدھا بٹیر۔" دیوانہ اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولا۔ "خبردار! کسی اور سے نہ کہنا ورنہ قبرستان کے سارے مُردے اٹھ کر آبادیوں کی طرف دوڑ لگا دیں گے۔"

"تم بھیس بدل کر لوگوں کو بے وقوف بنا رہے ہو۔" میں برداشت نہ کر سکا۔ چڑ کر بولا۔ "میں تمھاری اصلیت جان گیا ہوں۔"

"نکل گیا۔ نکل گیا۔ نکل گیا۔" دیوانے نے میری بات سن کر بچوں کی طرح تالیاں بجاتے ہوئے کہا۔ "اناڑی کی دم فاختہ۔۔۔ چلا تھا شتر مرغ کا شکار کھیلنے۔۔۔ ایک چوہا بھی نہ مار سکا۔"

"میں۔۔۔ میں تمھیں پکڑ کر پولیس کے حوالے کر دوں گا۔"

میں نے اسے دھمکانے کی خاطر سخت لہجہ اختیار کیا تو وہ بندروں کی طرح اچھلتا ہوا درختوں کے جھنڈ کی طرف دوڑنے لگا۔ پھر اچانک رک کر پلٹا اور مجھے آنکھ مار کر بولا۔

"زلفیں دراز کر لے۔۔۔ تو بھی لوٹن کبوتر بن جائے گا۔"

مجھے غصہ آ گیا، پتھر اٹھانے کے بہانے سے میں نے جھکی دی تو وہ شور مچاتا ہوا درختوں کی آڑ میں ہو گیا۔ میں نے اسے ذہن سے جھٹک دیا اور واپس قبرستان کے پھاٹک کی طرف قدم اٹھانے لگا جہاں دیوان جی گاڑی کے پاس میرے منتظر تھے۔ میں لمبے لمبے قدم مارتا آگے بڑھ کر گاڑی میں بیٹھ گیا۔ دیوانے کی بے سروپا باتوں نے میرا موڈ خراب کر دیا تھا۔

دیوان جی نے خاموشی سے انجن اسٹارٹ کر کے گاڑی کو بیک کیا پھر کچے راستے کو عبور کر کے پختہ سڑک پر جانے کے ارادے سے اسٹیرنگ کو کاٹا ہی تھا کہ اچانک سامنے سے ایک جیپ نے نمودار ہو کر ہمارا راستہ روک لیا۔ دیوان جی نے اگر ذرا غفلت سے کام لیا ہوتا تو حادثہ ہو جانا لازمی تھا۔

اچانک بریک لگنے سے ایک لمحے کو میں بھی گڑبڑا گیا پھر سنبھل کر جیپ کی سمت دیکھا تو دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں۔ جیپ کے اندر تین ہٹے کٹے پجاری بیٹھے میری کار کی جانب حقارت بھری نظروں سے گھور رہے تھے۔ ان میں ایک اوم پرکاش بھی تھا لیکن اس کا دوسرا ساتھی صورت شکل اور چہرے مہرے کے اعتبار سے زیادہ بھاری بھرکم نظر آ رہا تھا۔ اس کے تیور زیادہ خطرناک نظر آ رہے تھے۔ تیسرا پجاری اسٹیرنگ پر دھرنا جمائے بیٹھا تھا۔

میرے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ انھوں نے ہمیں آبادی سے دور ویرانے میں محض تفریحاً نہیں گھیرا تھا۔۔۔ وہ یقیناً میرے کریا کرم کا ارادہ ٹھان کر وہاں آئے ہوں گے۔

میں نے دبی زبان میں دیوان جی کو مخاطب کیا۔ "ریوالور ہو گا آپ کے پاس؟"

"ہے چھوٹے سرکار۔" دیوان جی نے تینوں پجاریوں پر نظریں جماتے ہوئے جواب دیا۔

"اگر یہ دنگا فساد کی کوشش کریں تو بے دریغ گولی مار دیجیے گا۔" میرا انداز تحکمانہ تھا۔ "بعد میں جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"

دیوان جی میری بات کا جواب دینے کے بجائے دروازہ کھول کر نیچے اترے تو مجھے بھی ان کی پیروی کرنا پڑی۔ جیپ میں بیٹھے ہوئے تینوں پجاری بھی ایک ایک کر کے نیچے آ گئے۔ سب سے آگے وہی پجاری تھا جس کے تیور مجھے زیادہ خطرناک لگے تھے۔ اوم پرکاش اس کے سیدھے ہاتھ پر ایک قدم پیچھے موجود تھا۔

"جیپ ہٹاؤ راستے سے۔ ہمیں اوپر جانا ہے۔" دیوان جی نے انھیں گھورتے ہوئے دبنگ لہجے میں مخاطب کیا۔

"دھیرج سے کام لو بالک! ہم ابھی تمھیں اوپر پہنچائے دیتے ہیں۔" بھاری بھرکم پجاری نے زہرخند سے جواب دیا پھر اوم پرکاش سے پوچھا۔ "ان میں سے ہمارا بیری کون ہے؟"

پنڈت اوم پرکاش نے میری جانب اشارہ کیا تو بجلی

پھر کم بجاری مجھے دیکھ کر حقارت سے بولا۔ "تو تم ہو جمال صفدر۔ جس نے ایک کمزور کنیا (لڑکی) سے دواہ رچا کر ہمارے دھرم پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی ہے۔"

"تم کون ہو؟" میں نے غصے سے دریافت کیا۔ "کیا چاہتے ہو؟"

"خادم کو بجاری رام لال کہتے ہیں۔ کاشی کے بڑے مندر سے تمھارے لیے یہاں تک آیا ہوں۔" رام لال نے مجھے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں جواب دیا۔ "ہم صرف یہ چاہتے ہیں کہ کاجل رانی کو اپنے بندھنوں سے آزاد کر دو۔ اسی میں تمھاری نجات ہے۔"

"تم جس کاجل رانی کی بات کر رہے ہو وہ مر چکی ہے۔ اب صرف میری بیوی درخشاں حیات ہے۔" میرے خون کی گردش تیز ہونے لگی۔

"ذات پات اور دھرم کے کاموں کو تو ہم سے زیادہ نہیں سمجھتا۔" پنڈت ادم پرکاش نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "رام لال مہاراج کا وقت برباد مت کر۔ سیدھی طرح بات مان لے۔ نہیں تو پچھتائے گا۔"

"تم درمیان میں مت بولو پنڈت۔" ادم پرکاش کے جواب میں دیوان جی نے حقارت سے کہا۔ "ہمیں ذرا سوچنے دو رام لال مہاراج نے ہماری خاطر کاشی سے یہاں تک سفر کرنے کی زحمت کیوں گوارا کی ہے۔"

"ہم کالی کے خدمتگار ہیں، وشنو کے قدموں کی دھول ہیں بالک! اس لیے ہمارے سامنے تمھیں نیلی پیلی کرنے سے تجھے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔" رام لال نے دیوان جی کے چہرے پر ایک نظر ڈال کر کہا۔ "میں نے ادم پرکاش سے تیرے بارے میں بھی سن رکھا ہے۔ جوانی کے دنوں میں تو نے جو رنگ رلیاں منائی ہیں انھیں بھول جا مورکھ! جوڑ بیٹھوں کی طاقت ڈھلتی چھایا ہے۔ اس پر زیادہ مان کرنا ٹھیک نہیں۔"

"تم نے ٹھیک کہا مہاراج!" دیوان جی سنجیدگی سے بولے۔ "جوانی ڈھل جائے تو انسان کو لنگوٹ کھول دینا چاہیے لیکن ایسا بھی نہیں کہ دوسرے ہمارے اوپر کیچڑ اچھالیں اور ہم کان میں تیل ڈالے بیٹھے رہیں۔ اکھاڑے کے داؤ پیچ تو پہلوانوں کو مرتے دم تک یاد رہتے ہیں۔"

رام لال کے تیور اچانک خطرناک ہو گئے۔ دیوان جی کو اس نے بڑی خونخوار نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "گلیوں میں کھیل تماشا دکھانا اور بات ہے لیکن پنڈت پجاریوں سے بھڑنا تیرے بس کا روگ نہیں۔ میری مان تو نظریں نیچی کر کے ہمارے راستے سے الگ ہو جا۔"

"میں بھی تم لوگوں کو یہی مشورہ دوں گا مہاراج!" دیوان جی نے پینترا بدل کر کہا پھر ایک نظر ادم پرکاش پر ڈالتے ہوئے بولے۔ "پنڈت جی نے شاید تمھیں پوری کہانی نہیں سنائی۔"

"مہاراج سے" پنڈت ادم پرکاش نے بل کھاتے ہوئے کہا۔ "یہی وہ بدمعاش ہے جو اب تک ہمارا راستہ کھوٹا کرتا چلا آیا ہے۔ مجھے گردھاری اور نرنجن لال کی موت میں بھی اسی کا ہاتھ نظر آتا ہے۔"

"یقین سے باتیں کرنا سیکھو پنڈت!" دیوان جی سینہ تان کر بولے۔ "پہل تمھاری جانب سے ہوئی تھی۔ ہماری حویلی میں ملی جیون لال کے جسم سے خون کے چھینٹے تمھاری گندی طاقتوں نے اڑائے تھے۔ گردھاری نے شیر کی کچھار میں گھسنے کی حماقت کی تھی۔ اس لیے اس کی گوشمالی ضروری تھی۔ رہا مہاجن نرنجن لال تو وہ بے چارا مفت میں کام آ گیا۔ تم چاہو تو اسے ہمارے ڈرائیور احمد علی کے حساب میں برابر کر لو۔"

ادم پرکاش نے پلٹ کر کچھ کہنا چاہا لیکن رام لال نے اسے اشارے سے روک دیا۔ اس کی نگاہوں سے شعلے نکل رہے تھے دیوان جی کی گفتگو نے اس کے غصے کو ہوا دے کر بھڑکا دیا تھا۔

اُس کے چہرے پر خون کی تمازت ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

حویلی سے دُور ویرانے میں کسی قسم کی فیصلہ کُن جنگ مجھے پسند نہیں تھی۔ اس لیے میں نے جلدی سے درمیان میں بولتے ہوئے کہا۔ "بات بڑھانے سے کچھ حاصل نہ ہوگا رام لال! تم اگر اپنی تسلی کرنا چاہو تو حویلی چل کر خود درخشاں سے پوچھ لو۔ وہ اپنی مرضی سے مسلمان ہوئی ہے۔"

"کیا خیال ہے مہاراج؟" دیوان جی نے رام لال سے معنی خیز لہجے میں پوچھا۔ "حویلی چلو گے ہمارے ساتھ؟"

"میں دیکھ رہا ہوں مورکھ۔" رام لال کسی زہریلے سانپ کی طرح خطرناک انداز میں پھنکارتے ہوئے بولا۔ "تیرے جسم پر جو گنڈا بندھا ہوا ہے اس نے تیری عقل کو پلٹ دیا ہے۔ شاید اسی لیے تو ہمارے سامنے کھڑا ہے ورنہ برباد ہو چکا ہوتا۔"

"تم اپنی کالی طاقتوں سے مُنہ موڑنے کا عہد کر لو، میں تعویذ اُتارے دیتا ہوں۔ کیا خیال ہے؟"

"پُراسرار طاقتیں حاصل کرنے کے لیے آدمی کو زندگی کا راستہ بدلنا پڑتا ہے۔" رام لال نے غصے سے بل کھا کر کہا۔ "برسوں کٹھن تپسیا کرنا پڑتی ہے تب کہیں جا کر آدمی کندن بنتا ہے لیکن تُو ان باتوں کو نہیں سمجھ سکے گا۔ کسی گیانی کے لکھے ہوئے چار الفاظ کو جسم پر باندھ کر تو آسمان پر اُڑ رہا ہے، اپنے آپ کو بھول رہا ہے۔"

"جنتر منتر کی باتیں چھوڑو رام لال جی!" دیوان جی نے تیزی سے کہا۔ "تم ہمارے راستے سے ہٹ جاؤ بات یہیں ختم ہو جائے گی۔"

"بات تو اب شروع ہوئی بالک!" رام لال نے دیوان جی کو حقارت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "تو نے بڑھ چڑھ کر باتیں کرنا سیکھ لی ہیں۔ تجھے سُدھارنے کے لیے مجھے کچھ نہ کچھ تو کرنا ہی ہوگا۔"

"مہاراج!" پنڈت اوم پرکاش بولا۔ "مجھے اجازت دو۔ میں ابھی اس پاپی کے سارے کس بل نکالے دیتا ہوں۔"

"بہت ہو چکا پنڈت۔" اچانک دیوان جی نے ریوالور نکال کر اس کا رُخ دشمنوں کی سمت کرتے ہوئے سرد آواز میں کہا۔ "زندگی چاہتے ہو تو خاموشی سے پلٹ جاؤ ورنہ ـــــ!"

"ورنہ کیا کرے گا تو؟" رام لال نے گرج کر پوچھا۔

"تمھارے ناپاک جسموں کو چھلنی کر دوں گا۔" دیوان جی کے لہجے میں سفاکی آ گئی۔

"کھلونے سے کھیلنا چھوڑ دے پاپی۔ یہ گیان دھیان کے آگے کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔" رام لال نے خشک آواز میں جواب دیا، اور اس کے ساتھ ہی اپنا ہاتھ بلند کر کے دیوان جی کی سمت تیزی سے جھٹکتے ہوئے بولا۔ "اگر تو اپنی ہٹ دیکھنا ہی چاہتا ہے تو اب اس کھلونے کو بھی آزما کر دیکھ لے۔"

دیوان جی نے جواب میں رام لال کا نشانہ لے کر گولی داغ دی لیکن رام لال اپنی جگہ جما کھڑا رہا۔ اس کے ہونٹوں پر شیطانی مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ دیوان جی نے جھلا کر دوسرا فائر کیا مگر اس بار بھی کوئی نتیجہ نہیں نکلا۔ میرے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو گئے۔ دیوان جی نے گفتگو میں جو وقت ضائع کر دیا تھا وہی ہمارے دشمنوں کے لیے باعثِ رحمت بن گیا۔ رام لال نے یقیناً اپنے کسی جنتر منتر سے ریوالور کی گولیوں کو بے اثر کر دیا تھا۔

دیوان جی نے تیسرا فائر بھی جھونک دیا، پھر وہ تلملا کر آگے بڑھے لیکن کسی نادیدہ قوت سے ٹکرا کر تیزی سے پیچھے ہو گئے۔ میں نے پہلی بار دیوان جی کے چہرے پر خوف و دہشت کے تاثرات محسوس کیے۔

"رک کیوں گیا مورکھ؟" رام لال نے مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "پہلے تو بہت اچھل کود کر رہا تھا۔ ابھی تو تیرے ریوالور میں گولیاں باقی ہوں گی۔ انھیں بھی داغ کر من کے ارمان پورے کر لے۔"

دیوان جی نے ایک بار پھر پنجوں کے بل اچھل کر رام لال پر چھلانگ لگانے کی کوشش کی لیکن اس بار بھی وہ کسی نادیدہ رکاوٹ سے ٹکرائے اور کراہ کر پیچھے الٹ گئے۔ مجھے پھریری آ گئی۔ رام لال نے یقیناً اپنی کالی قوتوں کو بروئے کار لا کر دیوان جی کے گرد کوئی حصار قائم کر دیا تھا۔ شاید تعویذ کی موجودگی میں وہ دیوان جی کو براہِ راست کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔

"میں نے پہلے ہی کہا تھا بالک! بلوانوں سے پنجے لڑانا تیرے بس کا روگ نہیں۔"

"بہت اچھل کود کر رہا تھا بندروں کی طرح۔" پنڈت اوم پرکاش نے دیوان جی کو گھورتے ہوئے کہا۔ "اب کہاں گئی تیری وہ طاقت؟"

دیوان جی نے ایک بار پھر بڑی سرعت کے ساتھ اپنی جگہ سے پلٹ کر پیچھے کی کوشش کی لیکن وہ حصار نہ توڑ سکے جو رام لال نے اُن کے گرد باندھ دیا تھا۔

"ہم چاہیں تو تجھے ایک اشارے سے جلا کر بھسم بھی کر سکتے ہیں لیکن نہیں۔ جو عظیم طاقت حاصل کر لیتے ہیں وہ اپنے سے چھوٹے اور نیچ جات لوگوں پر ہاتھ نہیں اٹھایا کرتے۔" رام لال نے حقارت سے کہا پھر پلٹ کر مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "تو کس سوچ میں گم ہے بالک! کاجل رانی کو ہمارے حوالے کر دے ہم تجھے کوئی سزا نہیں دیں گے۔"

"اس خیال کو اپنے ذہن سے نکال دو رام لال۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "درخشاں میری بیوی ہے

جسے میں کسی قیمت پر اپنی زندگی سے علیحدہ نہیں کروں گا — ہاں، اگر وہ خود سے واپس جانا چاہے تو میں اسے روکوں گا بھی نہیں۔"

"جیون کسی خوبصورت عورت کے نازک جسم سے زیادہ قیمتی ہوتا ہے مورکھ۔" رام لال نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "مجھے تیری جوانی پر ترس آ گیا جو کاشی سے چل کر سمجھانے کے لیے یہاں تک چلا آیا۔ ورنہ اگر چاہتا تو کالی کے چرنوں میں بیٹھے بیٹھے ہی تیرا کریا کرم کر سکتا تھا۔"

"موت اور زندگی خدا کے اختیار میں ہے رام لال۔"

میں نے خوف کے لمحاتی احساس کو ذہن سے جھٹکتے ہوئے دبنگ آواز میں جواب دیا۔ "تم اور تمہارے گرگے میرے لیے کوئی اہمیت نہیں رکھتے۔ اور میرا ایک آخری فیصلہ بھی سن لو۔ جب تک میرے جسم سے روح کا تعلق باقی ہے تم درخشاں کو مجھ سے جدا نہیں کر سکو گے۔"

"سمجھ گیا۔" رام لال مجھے گھورتے ہوئے بولا۔ "تو بھی گلے میں صندل کی مالا ڈال کر گھمنڈی ہو گیا ہے۔"

رام لال کی بات سن کر مجھے اچانک اس تسبیح کا خیال آ گیا۔ جو شاہ صاحب نے عنایت کی تھی اور اس وقت میرے گلے میں موجود تھی۔ مجھے اپنی قوت کا اندازہ ہوا تو میں نے رام لال کو ترکی بہ ترکی جواب دیتے ہوئے کہا۔ "تمہیں بھی تو اپنی پاپی قوتوں پر بڑا ناز اور غرور ہے۔"

رام لال کے ہونٹوں پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ مجھے گھورتا ہوا وہ ایک قدم آگے بڑھا۔ زمین سے درخت کی ایک ٹوٹی ہوئی خشک ٹہنی اٹھا کر اس نے دیوان جی کی طرف اچھال دی میں اس کی اس حرکت کا مقصد نہیں سمجھ سکا تھا لیکن جب خشک ٹہنی فضا میں ہی دیوان جی سے کچھ فاصلے پر جل کر راکھ ہو گئی تو میری سمجھ میں بات آ گئی۔ رام لال مجھے اپنی بے پناہ قوتوں سے مرعوب کرنا چاہتا تھا۔ اس نے دیوان جی کے گرد جو حصار قائم کیا تھا وہ اتنا ہی خطرناک تھا۔ جو چیز بھی اس کی زد میں جاتی جل کر خاک ہو جاتی۔

"ضد سے باز آ جا مورکھ۔" رام لال نے اپنی طاقت کا مظاہرہ کرنے کے بعد کہا۔ "وقت بیت جائے تو آدمی کے پاس سوائے پچھتاوں کے اور کچھ باقی نہیں رہتا۔"

"میں تمہیں اپنا فیصلہ سنا چکا ہوں جس میں کسی رد و بدل کی کوئی گنجائش نہیں۔"

"مہاراج! یہ پاپی ایسے نہیں مانے گا۔" پنڈت اوم پرکاش نے جھلا کر کہا۔

"ایک بار پھر سوچ لے۔" رام لال نے اوم پرکاش کی بات کو نظرانداز کرتے ہوئے کہا۔ "تجھے ابھی ہماری شکتی کا اندازہ نہیں ہے۔"

"اور تم بھی میرے بارے میں غلط اندازہ لگا رہے ہو رام لال۔" میں نے تلملا کر کہا۔ "میں مسلمان ہوں اور مسلمان اپنے خدا کے سوا کسی اور کے آگے کسی حالت میں سر نہیں جھکاتا۔"

"تیری مرضی۔" رام لال نے مجھے گھورتے ہوئے سپاٹ لہجے میں جواب دیا پھر کوئی منتر پڑھ کر پھونکا تو مجھے یوں لگا جیسے میری قوتِ گویائی سلب ہو گئی ہو۔ مجھے اپنا جسم مفلوج محسوس ہونے لگا۔ میں اپنے قدموں پر ضرور کھڑا تھا لیکن نہ بول سکتا تھا نہ اپنی جگہ سے حرکت کر سکتا تھا اور تب مجھے دیوان جی کی خاموشی کی وجہ بھی معلوم ہو گئی۔ رام لال نے کالی قوتوں کے ذریعے انہیں بھی باندھ دیا تھا۔

مجھے حیرت تھی کہ ایسا کیوں کر ممکن ہو گیا، خود رام لال نے میرے گلے میں پڑی تسبیح کا حوالہ دیا تھا، دیوان جی کے بازو پر بھی ایک پیر کامل کا تعویذ تھا لیکن ہم دونوں بے بس تھے۔

"پریشان مت ہو بالک! میں جانتا ہوں کہ تیرے من میں کیا ہے۔" رام لال نے میرے دل کی بات پڑھتے ہوئے مسکرا کر کہا۔ "تو نے اپنے گلے میں جو مالا ڈال رکھی ہے اس کی موجودگی میں ہم تجھے موت کے گھاٹ نہیں اتار سکتے لیکن اتنا بے بس ضرور کر سکتے ہیں کہ تو ہمارے قدموں میں ناک رگڑنے پر مجبور ہو جائے ہم نے دیوی دیوتاؤں کے من جیتنے کے لیے برسوں کٹھن تپسیا کی ہے ویرانوں میں مہینوں بیٹھک لگائی ہے تب کہیں جا کر کچھ پایا ہے۔"

میں نے جھلا کر رام لال کو جواب دینا چاہا لیکن الفاظ میرے حلق میں گھٹ کر رہ گئے۔ دوسری طرف دیوان جی کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہیں تھی۔ پنڈت اوم پرکاش سامنے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔

"تیرے بڑوں نے حویلی کو چاروں اطراف سے کیل دیا ہے، ہم اس کے اندر نہیں جا سکتے لیکن اتنا ضرور کر سکتے ہیں کہ اپنے بیروں کے ذریعے کاجل رانی کو بہکا کر حویلی سے باہر نکال لائیں اس کے بعد اس دیوانی کا من پلٹنا بھی ہمارے لیے کچھ دشوار نہیں ہو گا۔"

میں اندر ہی اندر کھولتا رہا اور اپنی بے بسی پر خون کے آنسو روتا رہا۔

"چپ کیوں ہے بالک!" رام لال نے میرا مذاق اڑاتے ہوئے کہا۔ "کچھ دیر پہلے تو تیری زبان فر فر چل رہی تھی۔ اب سانپ کیوں سونگھ گیا؟ زبان بند ہو گئی ہے تو من کو ٹٹول کر دیکھ لے۔ کیا تو ہمارا مقابلہ کر سکتا ہے؟ اب بھی مان لے کاجل رانی کو بھول جا نہیں تو یہ پریم روگ تجھے تمام زندگی بے چین رکھے گا۔"

fsurdu.blogspot.com

درخشاں کا خیال آیا تو میں تڑپ اٹھا، میری آنکھوں میں خون اُتر آیا۔ میں نے حقارت سے رام لال اور اس کے ساتھیوں کو دیکھا لیکن اُن کے خلاف کچھ کر گزرنا میرے اختیار میں نہیں تھا۔ شاید میں نے حویلی سے باہر نکل کر غلطی کی تھی۔ لیکن ماں کی قبر پر حاضری دینے کا مشورہ مجھے شاہ صاحب نے دیا تھا۔ میرا ذہن اُلجھنے لگا تو میں نے آنکھیں بند کر لیں اور ماں کی ممتا کو یاد کرنے لگا۔

"جو جیون سے اپنا ناتا توڑ چکے ہیں انھیں کیوں دُکھی کر رہا ہے مورکھ!" رام لال جو دل کے بھید پڑھنے کی صلاحیت رکھتا تھا، میری کیفیت محسوس کرتے ہوئے سپاٹ آواز میں بولا۔

"ایک عورت کی خاطر بلاوجہ کیوں ہمارا وقت برباد کر رہا ہے؟"

"مہاراج! اس مُسلے کو اب یہ اپنے عالموں کو آواز کیوں نہیں دیتا؟" اوم پرکاش کی زہریلی آواز میرے کانوں میں گونجی تو میں نے آنکھیں کھول کر اسے نفرت سے گھورا مگر میں کوئی جواب دینے سے قاصر تھا۔ اس لیے ہاتھ مَل کے رہ گیا۔

"ہم تجھے چھوڑ کر جا رہے ہیں مورکھ۔" رام لال نے مجھے مخاطب کیا۔ "ہم نے تیرے چاروں طرف جو گھیرا قائم کر دیا ہے، اسے ہمارے سوا کوئی اور نہیں توڑ سکتا اور نہ ہی کوئی تیری مدد کر سکتا ہے۔ حویلی سے تیری لمبی غیر حاضری کاجل رانی اور تیرے دوستوں کو ضرور پریشان کرے گی۔ اور ہم یہی چاہتے ہیں کہ کاجل رانی حویلی سے باہر آ جائے۔ اس کے بعد دنیا کی تمام قوتیں مل کر بھی اسے ہمارے چنگل سے آزاد نہیں کرا سکتیں۔"

رام لال نے ٹھیک ہی سوچا تھا۔ حویلی سے میری طویل غیر حاضری کیلاش اور جیکب کے علاوہ درخشاں کو بھی پریشان کر سکتی تھی۔ اور درخشاں اس وقت جس نازک حالت سے دوچار تھی اس میں کوئی ذہنی اُلجھن یا پریشانی اس کے علاوہ بچے کے لیے بھی بے انتہا نقصان دہ ثابت ہو سکتی تھی۔

مجھے اور دیوان جی کو جس مقام پر بے بسی کی کیفیت سے دوچار کیا گیا تھا وہ جگہ پختہ سڑک سے قدرے ہٹ کر تھی اس لیے اوّل تو سڑک سے گزرنے والے کسی راہگیر کی نظر ہمارے اوپر نہیں پڑ سکتی تھی اور اگر کوئی دیکھ بھی لیتا تو کالی قوتوں سے ٹکرانا، اس کے لیے محال تھا۔ مجھے درخشاں کی خاطر موت بھی گوارا تھی۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ وہ میرے مرنے کے بعد درخشاں کو پریشان نہیں کریں گے اور اسے اپنی مرضی کی زندگی گزارنے دیں گے، تو شاید میں اس کی خاطر موت کو بھی ہنسی خوشی گلے لگا لیتا۔ مگر میں جانتا تھا کہ وہ میری خوشیوں کے ساتھ ساتھ میری شریک حیات کی مسرتوں کے بھی دشمن ہیں۔ وہ ہر قیمت پر اُسے اسی راستے پر واپس لانا چاہتے تھے جسے چھوڑ کر اس نے مجھے اپنایا تھا۔

میری نگاہیں بدستور رام لال اور اس کے ساتھیوں پر جمی ہوئی تھیں جو ہمارے سامنے سینہ تانے کھڑے ہماری حالت پر مسکرا رہے تھے۔ مجھے اپنی بے بسی پر رونا آنے لگا۔ میری پلکوں کے گوشے بھیگنے لگے تو پنڈت اوم پرکاش نے حقارت سے تھوکتے ہوئے کہا۔ "مرد ہو کر آنسو بہا رہا ہے؟ چلا تھا پنڈت پجاریوں سے مقابلہ کرنے۔ اب کہاں گئی تیری ساری اکڑفوں۔ بڑا گھمنڈ تھا تجھے اپنے مشٹنڈے دیوان جی پر۔ اُسے بھی دیکھ لے۔ زخموں کی طرح زمین پر اکڑوں بیٹھا ہے۔ پہلے ہم تجھ سے نمٹ لیں پھر اس کا بھی کریا کرم کریں گے جس نے میرے ساتھی گردھاری پر نامردوں کی طرح پشت سے وار کیا تھا۔"

"اپنی زبان گندی مت کرو اوم پرکاش۔" رام لال نے میرا مضحکہ اڑاتے ہوئے کہا۔ "یہ بیچارا تو پہلے ہی ہمارے رحم کا بھکاری ہے۔"

"تو کرو رحم مہاراج۔" اوم پرکاش نفرت سے بولا۔ "بلاوجہ سسکا سسکا کر مارنے سے کیا فائدہ۔ تمھاری تو آنکھوں کا ایک اشارہ ہی ان دونوں کو دوزخ میں پہنچا سکتا ہے۔"

"کیوں نہیں اوم پرکاش۔" اس بار رام لال نے بڑے سفاک لہجے میں جواب دیا۔ "صبر سے کام لو۔ ابھی تو مجھے اس مُسلے کی گردن اپنے قدموں پر جھکانا ہے۔ میں اسے ایسی اذیت ناک موت سے دوچار کروں گا کہ پھر کوئی یا حسین آباد کا کوئی مُسلا پنڈت پجاریوں کی طرف آنکھ اٹھانے کی ہمت نہ کر سکے گا۔ اور ابھی تو مجھے یہ دیکھنا ہے کہ اس کی مدد کے لیے کون میرے مقابلے پر آتا ہے۔ سنا ہے اس نے اپنے بچاؤ کے لیے کچھ عالموں سے مدد مانگی تھی۔ پر سب نے اسے دھتکار دیا۔ اب میں اسے بتاؤں گا کہ دیوی اور دیوتاؤں کے سیوکوں سے چھیڑ چھاڑ کرنے کا انجام کیا ہوتا ہے۔"

پھر وہ جانے کے لیے پلٹے تھے لیکن ٹھٹک کر رُک گئے۔ میں نے نظریں گھما کر دیکھا تو وہی دیوانہ جس نے میری ٹانگ زخمی کی تھی، جیپ کے قریب کھڑا رام لال اور اس کے ساتھیوں کو بڑی عجیب نظروں سے دیکھ رہا تھا۔

جانے کیوں میرے دل کی دھڑکنیں اچانک تیز ہو گئیں۔

fsurdu.blogspot.com

ہٹلر ایک معمولی سپاہی تھا ۔۔۔ اور ۔۔۔ راسپوتین ایک پادری ۔۔۔ ایک نے جرمن کو اور دوسرے نے روس کو مٹھی میں جکڑ رکھا تھا ۔۔۔ سوچئے ۔۔۔ کس طرح ؟ ۔۔۔ آپ کے جسم میں بھی یہ طاقت پوشیدہ ہے ۔۔۔ آپ بھی اس خداداد قوت سے واقف ہو کر اپنے جسم میں چھپی طاقت کو بیدار کر سکتے ہیں ۔۔۔ سوئی ہوئی اپنی جسمانی طاقت کو بیدار کرنے کے لئے پڑھئے۔

۔۔۔ "ہپناٹزم کیا ہے ؟" ۔۔۔ "ہپناٹزم کے عملی طریقے" ۔۔۔ "ہپناٹزم سے علاج" ۔۔۔

آپ کا ریڈیو اور T.V خراب بھی ہو سکتا ہے۔ ریڈیو اور ٹی وی رکھنے والے کیوں کہ ان کی تکنیک سے واقف نہیں ہوتے اس لئے پریشان رہتے ہیں اور معمولی معمولی خرابیوں کے لئے بہت زیادہ پیسہ بھی خرچ کر دیتے ہیں۔

T.V کی تصاویر عموماً اینٹینا کے ٹیڑھا ہونے سے خراب ہوتی ہیں جو ہر شخص خود درست کر سکتا ہے ریڈیو اور T.V پر جدید ٹیکنالوجی میں بہترین کتابیں آپ کی مددگار ہیں۔

۔۔۔ ریڈیو گائیڈ ‎-/30 ۔۔۔ ٹی وی ری پیئر گائیڈ ‎-/15 ۔۔۔ کلر ٹی وی گائیڈ ‎-/35

دیوانے

کے آجانے سے ان کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔ پنڈت اوم پرکاش کو اس کی مداخلت بری لگی۔ اس کی پیشانی شکن آلود ہو گئی لیکن رام لال سوچ سمجھ کر قدم اٹھانے کا عادی لگتا تھا۔ اس نے کسی جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا خاموش کھڑا اس دیوانے کو گھورتا رہا جو جیپ کے قریب ہاتھ میں لکڑی لیے انھیں عجیب نظروں سے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا۔

اس ویرانے میں دیوانے کی اچانک آمد میرے لیے سکون کا باعث ثابت ہو رہی تھی۔ ہر چند کہ مجھے امید نہیں تھی کہ وہ ہٹے کٹے پجاریوں کے مقابلے میں میرے کسی کام آسکے گا لیکن پھر بھی اس کی موجودگی میرے لیے ڈوبتے کو تنکے کے سہارے سے کم نہ تھی۔ میں اپنے دل کی دھڑکنوں کا شمار کرنے لگا۔

دیوان جی کی حالت بھی مجھ سے مختلف نہ تھی۔ رام لال نے جنتر پھینک کر میری طرح انھیں بھی بے دست و پا کر دیا تھا۔ مجھے دیوان جی پر غصہ بھی آ رہا تھا۔ میرے کہنے کے بموجب اگر وہ ریوالور نکالتے ہی بے دریغ فائر کر دیتے تو میرے دشمنوں کو جوابی کارروائی کا موقع میسر نہ آ سکتا مگر دیوان جی کو بھی شاید اس بات کی امید نہیں تھی کہ رام لال یا پنڈت اوم پرکاش اتنی جلدی داؤ پیچ شروع کر دیں گے اور ہمیں سنبھلنے کا وقت نہ مل سکے گا۔

بہرحال میری نظریں دیوانے پر جمی ہوئی تھیں جو بدستور میرے دشمنوں کی جیپ کے قریب ہونقوں کی طرح منہ کھولے کھڑا رام لال اور اس کے ساتھیوں کو پلکیں جھپکا جھپکا کر گھور رہا تھا۔ کچھ دیر تک رام لال دیوانے کو نگاہوں نگاہوں میں تولتا رہا پھر اس کے چہرے کا کھنچاؤ ختم ہو گیا۔ ہاتھ اٹھا کر اس نے دیوانے کو جیپ سے دور جانے کا اشارہ کیا تو وہ سہم کر جیپ سے دو قدم دور ہٹ گیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے رام لال کی بات اس کی سمجھ میں آگئی ہو مگر اس کی نظریں بدستور تینوں پجاریوں پر باری باری اٹھ رہی تھیں۔

"کوئی پاگل لگتا ہے۔" اوم پرکاش بولا۔

"ایسے پاگلوں پر ہاتھ اٹھانے میں جلدی کبھی نہ کرنا۔" رام لال نے کہا۔ "یاد رہے جتنے میلے اور گندے ہوتے ہیں اندر سے ان کا من اتنا ہی اجلا اور چمکیلا ہوتا ہے۔"

"مہاراج۔ کیا آپ اسے کوئی برگزیدہ شخص سمجھتے ہیں؟"

"من کا بھید وہی سمجھ سکتا ہے جو باہر کی دنیا سے آنکھیں موند کر دیوتاؤں کے لیے جیون تیاگ دے۔" رام لال نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تن کا میل کبھی کبھی من کی سندرتا کو کندن بنا دیتا ہے۔"

"کیا یہ پاگل بھی؟" پنڈت اوم پرکاش نے کچھ دریافت کرنا چاہا لیکن رام لال نے اسے ہاتھ اٹھا کر روک دیا۔ آہستہ سے بولا۔

"چپ چاپ نکل چلو اوم پرکاش۔ بد روحوں سے چھیڑ کرنا اچھا نہیں ہوتا۔"

اوم پرکاش نے رام لال کو غور سے دیکھا پھر وہ دو ہی قدم آگے بڑھے تھے کہ اچانک دیوانے نے اپنی لکڑی کو بندوق کی شکل میں تھام کر اس کا رخ اوم پرکاش کی طرف کر دیا۔ وہ دیدے

نچاتا ہوا وحشت ناک لہجے میں بولا۔
"خبردار۔ اگر دم دبا کر اڑنے کی کوشش کی تو بتا میں سے دم یوق چلا دوں گا۔"

"تم کون ہو مہاشے؟" رام لال نے خلافِ توقع بڑی نرم آواز میں دیوانے کو مخاطب کیا۔ "ہم سے کیا چاہتے ہو؟"

"کالی کالی رات میں تم اس جنگل میں خرگوش پکڑنے آئے ہو۔ کیوں؟" دیوانے نے لکڑی پر گرفت جماتے ہوئے سنجیدگی سے کہا پھر مسخروں کے انداز میں پینترا بدل کر بولا۔ "بھاگ جاؤ۔ اگر طوفان آگیا تو چمگادڑیں انڈے دینا چھوڑ دیں گی۔"

"مجھے پہچانو مہاشے۔ میں رام لال ہوں کاشی کے بڑے مندر کا سیوک۔" رام لال ٹھوس آواز میں بولا۔

"ہاں۔ تم وہی ہو۔ بالکل وہی۔" دیوانے نے اس بار بے حد محتاط انداز میں ایک قدم پیچھے ہٹاتے ہوئے کہا۔ "پچھلے سال لنگوٹ کے جیتنے میں سات درخت ٹوٹ کر آسمان کی طرف بھاگ گئے تھے۔"

"تم ایک مہان پجاری کے بازو کی طاقت دیکھنا چاہتے ہو؟" رام لال نے اس مرتبہ جھلا کر پوچھا۔

"پیروں میں گھنگھرو باندھ کر مجمع کا لگانا شروع کر دو۔ فصل اچھی پیدا ہوگی۔"

"جو طوان ہوتے ہیں پردوں کی آڑ میں چھپ کر وار نہیں کرتے۔" رام لال ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "اندھیرے کو دور کر کے اجالوں میں آجاؤ تو پنجہ لڑانے میں زیادہ مزہ آئے گا۔"

"کبوتروں کو پنجرے میں بند کر کے آگ لگا دو۔" دیوانے نے بدستور لکڑی کو بندوق کے انداز میں تھامے ہوئے بجڑ کر کہا۔ "مرغی کے ڈربے کی غلاظت اٹھا کر بدن کو پاک کر لے نہیں تو کالے کالے ناگ ہڑپ کر جائیں گے۔"

میں حیرت بھری نظروں سے دیوانے کی حرکتیں دیکھ رہا تھا۔ وہ پاگلوں کی طرح واہی تباہی بک رہا تھا لیکن رام لال کا صبر و تحمل بھی قابلِ دید تھا۔ اس نے ابھی تک قدم آگے بڑھانے میں جلد بازی کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مختلف زاویوں سے دیوانے کو گھور رہا تھا لیکن پنڈت اوم پرکاش کے چہرے سے بیزاری جھلک رہی تھی۔ تیسرا پجاری بھی دیوانے کو حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔

"بارود کو چنگاری دکھانے کی کوشش مت کرو مہاشے۔" رام لال نے مٹھیاں بھینچ کر خشک آواز میں کہا۔ "آگ بھڑک اٹھی تو اس کے شعلے آکاش تک بلند ہوں گے۔"

دیوانے نے بوکھلا کر لکڑی نیچے کر لی پھر زمین پر اکڑوں بیٹھ کر لیں۔ آسمان کی طرف دیکھنے لگا جیسے بھڑکتے اور بلند ہوتے ہوئے شعلوں کو تلاش کر رہا ہو۔ اس کے چہرے پر خوف و دہشت طاری تھی۔

"مہاراج۔" پنڈت اوم پرکاش نے تلملا کر کہا۔ "مجھے اجازت دو۔ میں اس گندی بلا کو ٹھوکر مار کر راستے سے ہٹائے دیتا ہوں۔"

"بڑے پتھر راہ میں آجائیں تو ان سے کترا کر گزر جانا چاہیے۔" رام لال نے الجھتے ہوئے کہا۔ "ٹھوکر مار کر اپنے پاؤں زخمی کرنا اچھا نہیں ہوتا۔"

دیوانہ بدستور آسمان کی جانب زاویے بدل بدل کر گھورنے میں مصروف تھا اور میں اب بڑی سنجیدگی سے غور کر رہا تھا کہ رام لال نے ابھی تک اسے ڈھیل کیوں دے رکھی ہے۔ پھر معاً میرے ذہن میں ایک خیال تیزی سے ابھرا۔ کہیں وہ دیوانہ کوئی مجذوب تو نہیں؟ یقیناً وہ کسی خاص اور اہم حیثیت کا مالک تھا ورنہ رام لال اس سے ٹکرانے سے یوں گریز نہ کرتا۔ اس نے اوم پرکاش کو بھی ڈھکے چھپے لفظوں میں دیوانے سے کترا کر گزر جانے کا مشورہ دیا تھا۔

میرے دل کی دھڑکنیں یک لخت تیز ہو گئیں۔ مجھے شاہ صاحب کے جملے یاد آنے لگے۔ انھوں نے جلد ہی جلد ہی ماں کی قبر پر حاضری دینے کی تاکید کی تھی۔ یہ بھی کہا تھا کہ زخم رسنے دو۔ وہ ناسور بن گئے تو پھر دنیا کی کوئی طاقت مجھے پریشان نہیں کر سکتی تھی۔ یہ معرفت کی باتیں تھیں۔ بزرگوں کے رمز تھے۔ رازونیاز تھے جن کا مفہوم میری سمجھ میں پہلے نہیں آسکا اور اب وقت گزر چکا تھا۔ حالات نے مجھے بے بس کر دیا تھا۔

مجھے اپنی بے چارگی پر رونا آگیا۔ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو دوڑ کر دیوانے سے لپٹ جاتا۔ اس کے قدموں پر گر کر لوٹ لگاتا۔ اس کے جسم کی ساری غلاظتوں سے اپنا مقدر روشن کر لیتا۔ گڑگڑا کر وہ لکڑی طلب کر لیتا جس نے مجھے بھٹکنے سے روکا تھا۔ سیدھا راستہ دکھانے کی کوشش کی تھی لیکن اس وقت میری آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ میں نے جھلا کر دیوانے کو مارنے کی خاطر پتھر اٹھا لیا تھا۔ آج بھی اس نے میرے قریب آنے کی کوشش کی تو میں نے زور دھمکا کر اسے بھگا دیا لیکن اس وقت بھی میری نجات کے لیے پھر سامنے آگیا۔ اور میں بے دست و پا کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اپنی کم نظری اور کوتاہ بینی پر کفِ افسوس ملتا رہا۔ اس کے سوا اور کر بھی کیا سکتا تھا۔

رام لال میرے مقابلے میں زیادہ معاملہ فہم تھا جو اس نے ابھی تک دیوانے کو چھیڑنے کی کوشش نہیں کی تھی۔ دیوی دیوتاؤں کے لیے کٹھن جاپ کرنے کے بعد اس نے بڑی

قوتیں حاصل کر لی تھیں مگر پھر بھی اس نے دور اندیشی سے کام لیا۔ دبی دبی زبان میں وہ دیوانے کو ٹٹولنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن شاید ابھی تک وہ مجذوب کی گہرائی نہیں پا سکا تھا۔

"تم۔ اسے اتنے دھیان سے کیوں دیکھ رہے ہو مہاراج۔" پنڈت اوم پرکاش اکتائے ہوئے لہجے میں بولا۔ "کیا یہ پاگل ہمیں کوئی نقصان پہنچا سکتا ہے؟"

"نقصان کا خطرہ صرف پاگلوں ہی سے ہوتا ہے میرے دوست۔" رام لال نے سنجیدگی سے کہا۔ "وہ جو دیوتاؤں کے پریم میں اپنا تن من دھن سب کچھ لٹا دیتے ہیں ان کی طاقت بے حساب ہوتی ہے۔ اور ایسے لوگوں کی مدد آسمانی طاقتیں کرتی ہیں۔"

"تو کیا یہ پاگل بھی کوئی پہنچا ہوا عابد و زاہد ہے؟"

"ہو سکتا ہے میری نظریں دھوکا کھا رہی ہوں۔ پر میں اتنا ضرور سمجھ رہا ہوں کہ اگر یہ صرف دیوانہ ہوتا تو ہمارا راستہ کھوٹا نہیں کرتا۔"

"پھر۔ تمھارا کیا خیال ہے؟"

"میں اسے چھیڑ کر دیکھتا ہوں۔"

دیوانہ ابھی تک آسمان کی جانب دیکھ رہا تھا۔ رام لال نے جھک کر زمین سے مٹی کی ایک چٹکی لی پھر اس پر کوئی منتر پڑھ کر ہوا میں اچھال دیا۔ دوسرے ہی لمحے مٹی کے ذرات دہکتے انگاروں کی شکل میں تبدیل ہو گئے۔ مجھے یقین تھا کہ اب دیوانہ بھی رام لال کی گندی طاقتوں کا شکار ہو جائے گا۔ انگاروں نے فضا میں تیرتے ہوئے اسے اپنے گھیرے میں لے لیا تھا لیکن دیوانے تک نہیں پہنچ سکتے تھے۔ رام لال کے چہرے پر غور و فکر کے تاثرات ابھرتے۔

"مہاراج۔" اوم پرکاش نے اسے آواز دی۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا۔" رام لال نے ٹھوس آواز میں جواب دیا۔ "اس نے اپنے چاروں طرف منڈل کھینچ لیا ہے۔"

"پھر۔ اب کیا ہوگا؟"

"میں کالی کا خدمتگار ہوں پنڈت۔ وشنو اور گنیش دیوتا کے لیے میں نے اپنے جیون کے بیس سال برباد کیے ہیں میں دیکھتا ہوں کہ یہ بدھو کتنی دیر میرے سامنے اپنے قدم جما سکتا ہے۔"

رام لال نے دیوانے پر دوسرا منتر آزمایا تو بھڑکتے شعلوں نے اچانک بلند ہو کر اسے گھیرے میں لینے کی کوشش کی مگر اس بار جو کچھ ہوا وہ میری سمجھ سے بالاتر تھا۔ مجھے یوں لگا جیسے میں خواب دیکھ رہا ہوں میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ رام لال نے اپنی کالی قوت کے ذریعے جو شعلے بھڑکائے تھے وہ مجذوب کے قریب پہنچ کر پانی بن کر زمین میں جذب ہو گئے اور انگارے پھول بن کر اس کے قدموں میں ڈھیر ہو گئے۔

میں پلک جھپکائے بغیر مجذوب کو دیکھتا رہا۔ اب اس میں شبے کی کوئی گنجائش نہیں رہ گئی تھی کہ وہ جسے میں دیوانہ سمجھ کر دھتکار چکا تھا اللہ کا کوئی برگزیدہ بندہ تھا۔

رام لال کا دوسرا منتر بھی کارگر ثابت نہ ہوا تو اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا وہ کھا جانے والی نظروں سے مجذوب کو دیکھ رہا تھا پنڈت اوم پرکاش اور تیسرے پجاری کی حالت بھی قابلِ دید تھی۔ پھر میں نے مجذوب کو اٹھتے دیکھا۔ اس نے قدموں میں پڑے ہوئے پھول کو اٹھا کر سونگھا پھر ایک نظر میرے دشمنوں پر ڈالی پھر پھول سونگھ کر اسے دلیوان جی کی سمت اچھال دیا۔ فضا میں بجلیاں سی کوند گئیں۔ وہ حصار جو گندی قوتوں نے قائم کیا تھا لمحوں میں ٹوٹ گیا۔ میری قوتِ گویائی واپس آ گئی میں نے سب سے پہلے مجذوب کو آواز دی۔

"بابا۔ میری خطاؤں کو درگزر کر دو۔"

"زلفیں دراز کر لے۔ بگڑے کام سنور جائیں گے۔" مجذوب نے آنکھ مار کر کہا۔ "بالوں میں کنگھی گھما کر۔ سر کی جوئیں چٹ پٹ ہو کر ختم ہو گئیں تو خشکی بھی جاتی رہے گی۔"

"رام لال۔ زندگی چاہتے ہو تو ہمارا راستہ چھوڑ دو۔" دلیوان جی کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ انھوں نے کالی طاقتوں کا اثر زائل ہوتے ہی رام لال کو للکارا تھا۔

"کھیل ختم۔ پیسہ ہضم۔" مجذوب نے اچھلتے ہوئے کہا پھر لپک کر قبرستان کی جانب دوڑنے لگا۔

"بابا۔ رک جاؤ۔" میں نے مجذوب کو آواز دی لیکن وہ میری نظروں سے اوجھل ہو گیا جاتے جاتے وہ ہاتھ کی لکڑی سے زمین پر ایک لکیر کھینچ گیا تھا جو جیپ اور کار کے درمیان نظر آ رہی تھی۔

"اسے بھول جاؤ۔" رام لال کی کرخت آواز میرے کانوں میں گونجی۔ "وہ میری عظیم طاقت سے ڈر کر بھاگ گیا۔ اب تمھاری مدد کے لیے واپس نہیں آئے گا۔"

دلیوان جی نے ریوالور چلا دیا۔ فائر کی آواز کے ساتھ ہی جیپ کا ایک ٹائر دھماکے سے پھٹ گیا۔

"دلیوان جی۔" میں چیخ اٹھا۔ "گولیاں ضائع مت کرو۔"

رام لال کے ہونٹوں پر مکروہ مسکراہٹیں کھیل رہی تھیں۔ مجذوب کے غائب ہو جانے کے بعد وہ پھر شیر بن گیا۔ مجھے حقارت اور نفرت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے بڑے سفاک لہجے میں بولا۔

"میری بات دھیان سے سن مورکھ۔ کاجل رانی کو آزاد کر

itsurdu.blogspot.com

نے اسی میں تیری بھلائی ہے۔"

"درخشاں کے بغیر مجھے زندگی نہیں موت چاہیے۔" میں سینہ تان کر بولا۔ "تم مجھے میری زندگی سے کبھی دور نہیں کر سکو گے۔"

رام لال میرا جواب سن کر کسی زخمی درندے کی طرح بل کھا کر رہ گیا۔ اس کی خوفناک آنکھوں سے انتقام کی چنگاریاں اُبلنے لگیں۔ اس کے ہونٹ متحرک ہو گئے۔ شاید وہ مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی خاطر کوئی خطرناک منتر پڑھ رہا تھا۔

"چھوٹے سرکار۔" دیوان جی نے لپک کر میرے قریب آتے ہوئے کہا۔ "آپ گاڑی لے کر نکل جائیں۔ ریوالور میں صرف ایک گولی باقی رہ گئی ہے۔ میں ان کمینوں کو روکنے کی کوشش کروں گا۔"

"فضول ہے دیوان جی۔" میں نے مایوس انداز میں جواب دیا۔ "ناپاک طاقتوں سے لڑنا میرے اختیار میں نہیں ہے۔"

"مایوسی گناہ ہے مالک۔ جلدی کیجیے۔" دیوان جی نے مجھے گاڑی کی سمت دھکیلتے ہوئے کہا۔

اسی لمحے میرے علاوہ دیوان جی بھی حیرت سے اچھل پڑے۔ رام لال نے اس بار بڑا مہلک وار کیا تھا۔ میں سہمے ہوئے انداز میں دو قدم پیچھے ہو گیا۔ میرے سامنے شعلوں کا طوفان تھا جو اپنا حجم بڑھاتا تیزی سے ہماری جانب لپک رہا تھا۔ ہمارے لیے فرار کے راستے مسدود ہو گئے تھے۔ پیچھے قبرستان تھا اور بھڑکتے شعلوں کے سمندر کی دوسری سمت میرے دشمن کھڑے میری بے بسی پر فلک شگاف قہقہے بلند کر رہے تھے۔ موت اور زندگی کا فاصلہ بتدریج گھٹ رہا تھا کہ ایک آواز میرے کانوں میں گونجی۔

"خدا کی رحمتوں سے ناامید ہونا گناہ ہے۔ آگے بڑھ اور گاڑی میں بیٹھ کر واپس حویلی میں چلا جا۔ دشمن تجھے نہیں دیکھ سکیں گے۔"

میں اس آواز کو سن کر چونکا۔ تیزی سے چاروں اطراف نظر دوڑائی وہاں کوئی نہیں تھا لیکن میں مجذوب کی آواز پہچان چکا تھا۔ اب مجھے اپنی غلطی کا احساس بڑی شدت سے ہوا۔ میں مسلمان ہو کر بھول گیا تھا کہ موت برحق ہے اور زندگی اور موت کا اختیار خدا کے سوا کسی اور کو نہیں۔

مجذوب کی آواز نے مجھے سہارا دیا تو خوف کا اثر جاتا رہا۔ میں نے نظریں گھما کر دیکھا بھڑکتے ہوئے شعلے اس لکیر کے قریب پہنچ کر رک گئے تھے جو مجذوب نے لکڑی سے کھینچی تھی۔ میں نے دیوان جی کا ہاتھ تھام کر گاڑی کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یہ موقع غنیمت ہے۔ ہم دشمن کی نظروں میں دھول جھونک کر نکل سکتے ہیں۔"

"ہم دونوں مارے جائیں گے چھوٹے سرکار۔" دیوان جی نے کہا۔ "بہتر یہی ہے کہ اب ہم پچھلے راستے سے...."

طاقت کے اشتہار

کہتے ہیں تیرہ سے اٹھارہ سال تک کی عمر بڑی خطرناک ہوتی ہے انسان کے جسم میں اسی عمر میں بڑے انقلاب رونما ہوتے ہیں۔ عموماً نوجوان لڑکے اسی عمر میں بے راہ روی کا شکار ہو جاتے ہیں اور جنسی تسکین کے غیر فطری طریقے اپنا لیتے ہیں اور کچھ عرصہ بعد خود کو کمزور سمجھنے لگتے ہیں۔ دیواروں پر "کھوئی ہوئی طاقت حاصل کرنے" کے اشتہار دیکھتے ہیں نیم حکیموں سے رجوع کرتے ہیں، ان کا لٹریچر پڑھتے اور یقین کر لیتے ہیں کہ ہم اپنی جوانی تباہ کر چکے ہیں۔ جب کہ ایسا نہیں ہوتا ہے۔ نوجوان لاعلمی کے سبب پریشان رہتے ہیں، ایسے لوگوں کو چاہیے کہ اپنا علاج کرانے سے پہلے جنسیات پر لکھی گئی کتابوں کا مطالعہ کریں۔ ایسی بہت سی کتابیں بازار میں دستیاب ہیں جن میں "جنسی خفیہ راز" اور "جنسی صلاحیت بڑھایئے" بہت مقبول ہیں۔ یہ کتابیں ہر لحاظ سے کارآمد ہیں انکے پڑھنے سے ذہن میں پڑا ہوا خوف نکل جاتا ہے۔ جو غلط فہمی نیم حکیموں کے اشتہاروں نے پیدا کی ہے، دُور ہو جاتی ہے۔ ان کتابوں میں قابل اعتماد حکما کے نسخے بھی موجود ہیں، نسخوں کی دوائیں بہت معمولی رقم خرچ کر کے بازار سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ اس طرح وہ نوجوان جو جوانی کے جوش میں بہک گئے تھے ان کتابوں کی مدد سے خود کو سنبھال سکتے ہیں۔

(ڈاکٹر اسلم خاں)

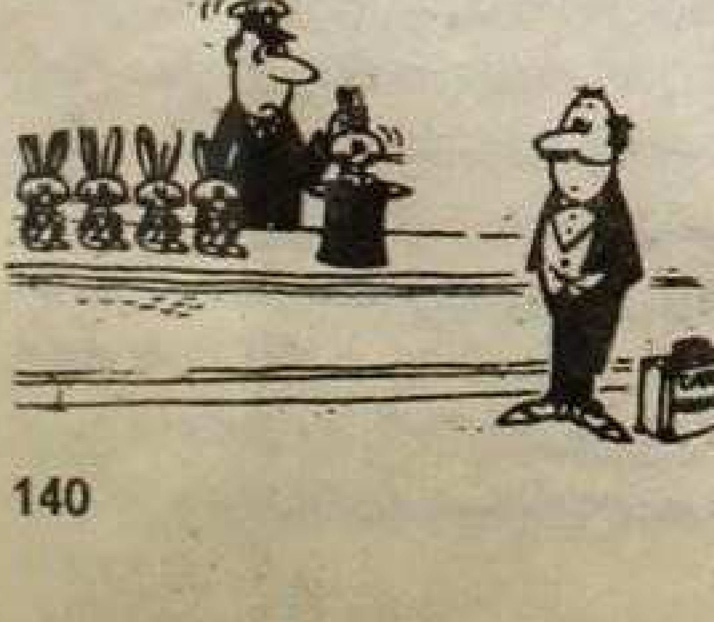

itsurdu.blogspot.com

"دیوان جی!" میں نے ان کی بات کاٹتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں کہا۔ "آپ گاڑی اسٹارٹ کیجیے۔ ہم اسی راستے سے واپس جائیں گے جس راستے سے آئے تھے۔"

دیوان جی نے نظر اٹھا کر مجھے حیرت سے دیکھا شاید انھیں مجھ سے اتنی سخت کلامی کی توقع نہیں تھی۔ انھوں نے جواب میں کچھ نہیں کہا۔ ہونٹ کاٹتے ہوئے گاڑی کی جانب قدم اٹھانے لگے البتہ غصے کے اظہار کے طور پر اپنا ریوالور بھڑکتے شعلوں کی طرف اچھال دیا۔ پھر وہی ہوا جو مجذوب کی آواز نے کہا تھا ہم گاڑی میں بیٹھ کر رام لال اور اس کے ساتھیوں کی نظروں کے سامنے سے گزر کر حویلی کی طرف روانہ ہو گئے اور میرے منحوس دشمن ہماری روانگی سے قطعی لاعلم رہے۔

❁

حالات اور وقت کی نزاکت نے مجھے ایک بار پھر حویلی کی سرحدوں کے اندر چوہوں کی طرح بند ہو جانے پر مجبور کر دیا۔ باہر پنڈت اوم پرکاش اور پجاری رام لال میرے خلاف محاذ مضبوط کر رہے تھے میری حویلی کے اندر جتنا سکون تھا حویلی کے باہر اتنی ہی افراتفری پھیلی ہوئی تھی مجھے کیلاش، جیکب اور دیوان جی کے ذریعے ایک ایک پل کی خبریں مل رہی تھیں۔

میری حتی الامکان کوشش یہی تھی کہ درخشاں کو بیرونی حالات سے لاعلم رکھا جائے لیکن ایسا نہیں ہو سکا۔ وہ میری کیفیت دیکھ رہی تھی اخبارات کے ذریعے جو خبریں مل رہی تھیں وہ ان سے بھی حالات کا اندازہ لگا رہی تھی پھر سب سے بڑی بات یہ تھی کہ میں نے حویلی سے نکلنا یکسر بند کر دیا تھا۔ ان تمام باتوں نے اسے یقیناً چونکا دیا تھا مگر میری دل جوئی کی خاطر وہ ہمہ وقت خود کو خوش و خرم اور بے خبر ظاہر کرنے کی کوشش کرتی۔

وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ باہر کی فضا بھی مخدوش ہوتی جا رہی تھی میرے دشمن مجھے حویلی سے باہر نکالنے کی خاطر اوچھے ہتھکنڈوں پر اتر آئے تھے۔ ایک دن کیلاش اسپتال سے واپس لوٹا تو خلافِ توقع بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ میں سمجھ گیا کہ باہر ضرور کوئی ایسا واقعہ پیش آیا ہے جس نے کیلاش کے اعصاب کو بھی جھنجوڑ کر رکھ دیا ہے ورنہ ایک ماہر سرجن اور ڈاکٹر ہونے کی حیثیت سے وہ ان باتوں کا خاص خیال رکھتا تھا کہ کوئی ایسی بات درخشاں کی موجودگی میں نہ ہو سکے جو اس کی نازک حالت پر اثر انداز ہو چنانچہ اسے سنجیدہ دیکھ کر میرا ماتھا ٹھنکا۔ درخشاں اس وقت میرے قریب ہی موجود تھی جب کیلاش اسپتال سے واپس لوٹا۔ غالباً وہ خبر جس نے کیلاش کو بوکھلا دیا تھا یقیناً اتنی ہی اہم تھی کہ کیلاش ایک لمحے کو بھول گیا کہ درخشاں کی موجودگی میں احتیاط لازم تھی۔ مجھے دیکھ کر اس نے زبان کھولنے کی کوشش کی لیکن دوسرے ہی لمحے درخشاں کی موجودگی کے احساس نے اسے اپنا ارادہ ملتوی کرنے پر مجبور کر دیا۔ ایک ثانیے کو وہ گڑبڑا گیا پھر خود کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن درخشاں بچی نہیں تھی کیلاش کے چہرے کے بدلتے تاثرات دیکھ کر وہ بھی سنجیدہ ہو گئی۔ کیلاش نے جلدی سے اس کی خیریت دریافت کی تو وہ مسکرا کر بولی۔

"میں بالکل ٹھیک ہوں لیکن آپ...؟"

"میں آج بے حد تھک گیا ہوں۔" کیلاش نے بات بنانے کی کوشش کی۔ "مریضوں کی بھیڑ نے دماغ کی تمام چولیں ہلا کر رکھ دیں۔"

"خیریت تو ہے؟" درخشاں نے معنی خیز انداز میں پوچھا۔ "یہ اچانک ہمارے پرسکون علاقے میں مریضوں اور زخمیوں کی تعداد بڑھنے کیوں لگی؟"

"جب کوئی وبا پھیلتی ہے تو ہمیشہ درمیانہ اور نچلے طبقے کے لوگ ہی زیادہ متاثر ہوتے ہیں۔" کیلاش نے خود کو بے پروا رکھنے کی کوشش کرتے ہوئے جواب دیا۔ "پریشانی کی کوئی بات نہیں، ہم حالات پر بہت جلد قابو پا لیں گے۔"

"ایک بات کہوں کیلاش جی۔ آپ برا تو نہیں مانیں گے۔"

"آپ نے یہ کیسے اندازہ لگا لیا کہ میں آپ جیسی پیاری پیاری بھابی کی کسی بات کا برا بھی مان سکتا ہوں۔" کیلاش بڑی اپنائیت سے بولا۔ "آپ جو کہنا چاہتی ہیں بلا تکلف کہہ ڈالیے۔"

"میرا خیال ہے کہ آپ اگر سرجن کے بجائے اداکاری کا پیشہ اپناتے تو زیادہ کامیاب رہتے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" کیلاش چونکا۔

"پھر کبھی اطمینان سے سمجھانے کی کوشش کروں گی۔ فی الحال آپ کو گرما گرم کافی کی سخت ضرورت ہے۔" درخشاں نے مسکرا کر اٹھتے ہوئے کہا۔ "جب تک آپ اپنے دوست سے دل بہلائیے۔" درخشاں قدم اٹھاتی کمرے سے چلی گئی لیکن میرے دل کی دھڑکنیں بدستور تیز تھیں میرا خیال تھا کہ اس نے کیلاش کی کیفیت کو محسوس کر لیا تھا اور اسی وجہ سے اسے اداکار بننے کا مشورہ دیا تھا اور پھر وہ کمرے سے بھی اسی لیے اٹھ کر چلی گئی تھی کہ کیلاش کو میرے ساتھ کھل کر گفتگو کرنے کا موقع مل جائے۔

"کیلاش!" میں نے درخشاں کے جانے کے بعد سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا آج حویلی سے باہر کوئی ایسا حادثہ پیش آیا ہے جس نے تمھیں بھی الجھا دیا ہے؟"

"مجھے افسوس ہے جمال! میں اپنی بوکھلاہٹ پر قابو نہ پا سکا

لیکن وہ حادثہ . . . . ؟“

”ایک منٹ۔“ میں نے فوری طور پر کیلاش کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا پھر اٹھ کر اس امر کی تصدیق کے لیے دروازے کے قریب جا کر راہ داری میں جھانکا کہ کہیں درخشاں چھپ کر ہماری گفتگو نہ سن رہی ہو لیکن میرا شبہ درست نہیں تھا۔ درخشاں وہاں موجود نہیں تھی۔

کیلاش کی نظریں مجھ پر مرکوز تھیں میں واپس اپنی نشست پر آیا تو کیلاش نے دبی زبان میں کہا۔

”میرا مشورہ ہے کہ تم پہلی فرصت میں بھابی کو ساتھ لے کر خاموشی سے کسی دور دراز علاقے کی طرف نکل جاؤ۔ حسین آباد اور کروی کے علاقے اب تم دونوں کے لیے محفوظ نہیں رہے۔“

”تم کسی حادثے کا ذکر کر رہے تھے۔“ میں نے کیلاش کی بات نظر انداز کرتے ہوئے دریافت کیا۔

”آج رام لال اور پنڈت اوم پرکاش نے میرے لیے ایک خاص تحفہ بھیجا ہے۔“ کیلاش یک لخت سنجیدہ ہو گیا۔

”وہ کیا؟“ میں نے دھڑکتے دل سے پوچھا۔

”دیوان جی کے دست راست دلاور مرزا کی لاش کے ٹکڑے۔“

”نہیں۔“ میں حیرت سے اچھل پڑا۔

میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں مجھے اس بات کا بخوبی علم تھا کہ دیوان جی اور دلاور مرزا ایک جان دو قالب تھے اور یہ بھی کہ میرے دشمنوں نے دلاور مرزا کو موت کے گھاٹ اتار کر دیوان جی کو مشتعل کرنے کی کوشش کی ہے اس طرح وہ غالباً یہ چاہتے تھے کہ ہماری جانب سے بھی کوئی جوابی کارروائی ہو اور اس کی آڑ میں کوئی ٹھوس ثبوت حاصل کر کے پولیس کے ذریعے مجھے یا درخشاں کو کسی بہانے حویلی سے باہر نکالا جائے۔

دلاور مرزا کی موت کے بعد دیوان جی کا نچلا بیٹھنا یا خاموش رہنا ممکن نہیں تھا۔

”کروی کے بڑے مندر کے دو پجاری دلاور مرزا کی لاش کے ٹکڑے میرے کمرے تک پہنچا کر خاموشی سے چلے گئے۔ اس کے بعد پجاری رام لال نے مجھ سے فون پر رابطہ قائم کیا تھا۔“ کیلاش نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ ”اس نے مجھے مشورہ دیا ہے کہ میں کسی طرح تم کو اور بھابی کو حویلی سے باہر نکالنے کی کوشش کروں۔“

”اوہ۔ تو تم اسی لیے مجھے حویلی سے نکل کر کسی دور دراز علاقے کی طرف جانے کا مشورہ دے رہے تھے۔“ میں نے کیلاش کو گھورتے ہوئے قدرے تلخ لہجے میں کہا۔ ایک لمحے کو میرا دل اپنے دوست کی طرف سے کھٹا ہو گیا۔

”رام لال نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے اس کے مشورے پر عمل نہ کیا تو وہ مجھے بھی اپنا نشانہ بنانے سے دریغ نہیں کریں گے۔“ کیلاش نے میرے جملے کی تلخی کو نظر انداز کرتے ہوئے بدستور سنجیدگی سے کہا۔

”اگر بات تمہاری زندگی کو کوئی مہلک خطرہ درپیش آنے کی ہے تو میں تمہاری خاطر حویلی سے باہر قدم نکالنے کو تیار ہوں۔“

”حماقت کی باتوں سے پرہیز کرو۔“ کیلاش نے مجھے گھورتے ہوئے سرزنش کی۔ ”بات میری یا تمہاری زندگی کی نہیں بھابی کے تحفظ کی ہے جس کی خاطر ہمیں کچھ نہ کچھ کرنا پڑے گا۔ آخر حویلی کی چار دیواری میں کب تک بند رہا جا سکتا ہے۔“

”تمہاری کیا مرضی ہے؟“ میں نے غصے سے پوچھا۔ ”کیا حسین آباد سے دور چلے جانے کے بعد رام لال اور اس کے ساتھی میرا پیچھا چھوڑ دیں گے؟“

”میں جانتا ہوں کہ وہ اپنی گندی سازشوں کا سلسلہ جاری رکھیں گے لیکن یہ بھی تو سوچو کہ تمہاری بیوی چھ سات مہینے بعد ماں بننے والی ہے اور ایسی حالت میں کسی ایک جگہ بند ہو کر اور

قرآن مجید کے پڑھنے میں ثواب اور سمجھ کر پڑھنے میں دس گنا ثواب ہوتا ہے۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان اور با محاورہ اردو زبان میں کلام پاک کا ترجمہ **روشن چراغ** کا مطالعہ کیجئے اور خالق کائنات کے احکامات کو اپنی زبان میں سمجھ کر دین و دنیا کی برکتیں سمیٹ لیجئے۔ ہدیہ صرف چالیس روپے۔ منگانے کے لئے دس روپے کا پیشگی منی آرڈر کریں۔

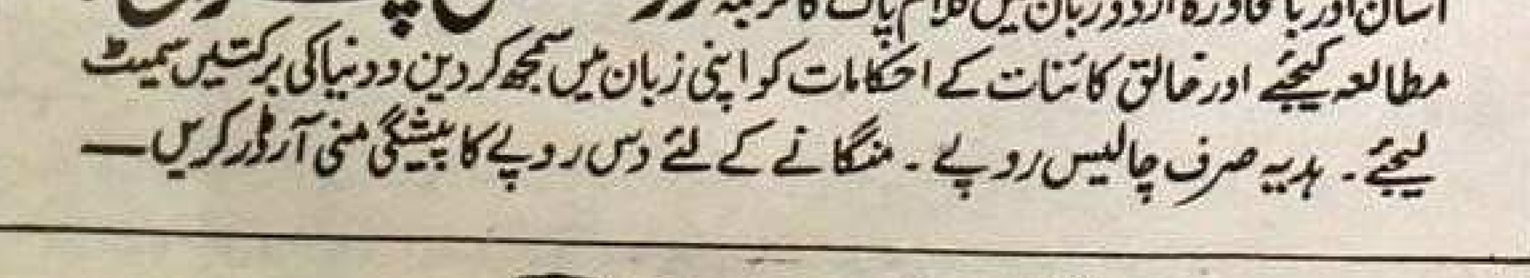

گھٹ کر قید ہو جانا کیا ان کی صحت کے لیے مفید ثابت ہو سکتا ہے؟"

"مجھے ان باتوں کا احساس ہے لیکن.....!"

"ہمت ہار دینا بزدلوں کا شیوہ ہے۔" کیلاش بولا۔ "جو کچھ سوچنا اور کرنا ہے جلدی کر ڈالو۔"

"درخشاں کی خاطر میں اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا سکتا ہوں۔"

"جذباتی باتوں سے کام نہیں چلے گا۔" کیلاش نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "دلاور مرزا کا قتل دیوان جی کو بھڑکا کر کچھ کر گزرنے پر اکسانے کی خاطر کیا گیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے دیوان جی کو سمجھا یا جائے کہ وہ کوئی ایسا قدم نہ اٹھائیں جو قانونی طور پر تمہاری پوزیشن کمزور کرے۔"

میں اپنی جگہ پہلو بدل کر رہ گیا۔ کیلاش نے بھی وہی سوچا تھا جو میرا خیال تھا۔ میں جواب میں کچھ کہنا چاہتا تھا کہ درخشاں ملازم کے ساتھ کافی کی ٹرے سمیت اندر داخل ہوئی۔ کیلاش نے جلدی سے ماحول کی گھٹن دور کرنے اور گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر کہا۔ "بھگوان سے میری بھی دعا ہے کہ وہ آپ کو ایک چاند سا بیٹا دے۔"

"شکر ہے کہ آپ کی طبیعت اب پہلے سے بہتر نظر آرہی ہے۔" درخشاں نے مسکرا کر کہا پھر کافی بنا کر ہمارے سامنے رکھتے ہوئے بولی۔ "میرا خیال ہے کہ اب آپ کو اپنے بارے میں بھی سنجیدگی سے سوچنا چاہیے۔"

"کس سلسلے میں؟" کیلاش نے کافی کا گھونٹ لیتے ہوئے بڑے انداز سے پوچھا۔

"اپنے لیے ایک جیون ساتھی تلاش کرنے کے سلسلے میں۔" درخشاں نے کہا۔ "آخر کب تک مریضوں سے دل بہلاتے رہیں گے۔"

"مشورہ تو نیک ہے لیکن میں جمال کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقع نہیں دینا چاہتا۔"

"میں سمجھی نہیں؟" درخشاں نے معصومیت سے دریافت کیا۔

"بھگوان نے اسے آپ جیسی سندر اور کومل بیوی عطا کر دی ہے اگر میں مار کھا گیا تو یہ شخص میرا جینا دوبھر کر دے گا۔"

"یہ کیوں نہیں کہتے کہ آپ شادی کے بندھن سے بچنا چاہتے ہیں۔"

ادھر اُدھر کی باتوں سے وقتی طور پر ماحول کی گھٹن دور ہو گئی۔ درخشاں کیلاش کے ساتھ نوک جھونک میں لگی رہی اور میں دلاور مرزا کے قتل کے نتائج کے بارے میں اور دیوان جی کی طرف سے اٹھائے جانے والے ممکنہ اقدامات کے سلسلے میں غور کرتا رہا۔ میرا خیال تھا کہ دلاور مرزا کی موت کی خبر دیوان جی کو جنونی حالت سے دوچار کر دے گی۔ سالنی کی موت کے وقت دلاور مرزا کو محض بے ہوش پاکر دیوان جی کی جو حالت ہوئی تھی وہ بھی میرے ذہن میں محفوظ تھی۔

رات کے کھانے پر بھی کیلاش اور درخشاں کے درمیان شادی کا معاملہ دوبارہ چھڑ گیا۔ حبیب نے موقع غنیمت دیکھ کر درخشاں کی حمایت میں بولنا شروع کر دیا۔ میرا خیال تھا کہ درخشاں کے ذہن سے وہ بوجھ اتر گیا ہوگا جو تمام کیلاش کو سنجیدہ دیکھ کر طاری ہوا تھا لیکن یہ میری خوش فہمی تھی۔ کھانے سے فارغ ہو کر کچھ دیر تک ہم ڈرائنگ روم میں بیٹھے خوش گپیاں کرتے رہے اور پھر جب خواب گاہ میں سونے کے ارادے سے گئے اور لباس تبدیل کر کے بستر پر لیٹے تو درخشاں نے کچھ دیر تک ادھر اُدھر کی باتیں کرنے کے بعد مجھے بڑے پیار اور اپنائیت سے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"جمال! کیا تم سچے دل سے مجھے اپنا دوست اور ہمدرد سمجھتے ہو؟"

"درخشاں!" میں نے چونک کر اسے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔ "یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ کیا تم کو میری محبت اور چاہت پر اعتماد نہیں رہا؟"

"جو چیز ایک مقررہ حد سے تجاوز کر جائے وہ پریشانی اور الجھن کا باعث بن جاتی ہے۔" وہ نہایت سلجھے ہوئے انداز میں بولی۔ "یہی حال محبت اور چاہت کا بھی ہے۔"

"میں تمہارا مقصد نہیں سمجھا؟"

"مجھے صرف اتنا بتا دو جمال کہ کیا تم مجھے شریک زندگی اور شریک غم نہیں سمجھتے ہو؟"

"خدا گواہ ہے درخشاں کہ میں تمہیں دنیا میں سب سے زیادہ چاہتا ہوں اور سب سے زیادہ عزیز رکھتا ہوں۔"

"اس کے باوجود ہر دکھ درد کو تنہا برداشت کر رہے ہو۔" وہ شکایت کرتے ہوئے بولی۔ "بیوی شریک غم بھی ہوتی ہے مگر تم نے دنیا کے تمام غم اکیلے جھیلنے کا فیصلہ کر لیا ہے۔ کیا تم اپنی زندگی کے ساتھ انصاف کر رہے ہو؟"

"درخشاں.....!"

"نہیں جمال! مجھے درمیان میں مت روکو۔ جو کچھ کہنا چاہتی ہوں کہہ لینے دو۔" درخشاں نے تیزی سے کہا پھر ایک ادائے دلربانہ سے میرے الجھے بالوں میں اپنی نرم و ملائم انگلیاں گھماتی ہوئی بولی۔ "دانشوروں نے بھی یہی کہا ہے کہ عورت اور مرد دو پہیوں کی طرح ہیں جو زندگی کی گاڑی کو مل جل کر ساتھ گھسیٹتے ہیں اگر ان میں سے ایک پر زیادہ بوجھ ڈال دیا جائے تو گاڑی کا توازن بگڑ جاتا ہے اور وہ کسی وقت بھی اچانک خوفناک حادثے کا شکار ہو سکتی ہے۔"

درخشاں کی باتیں میرے ذہن میں تیر و نشتر بن کر چبھ رہی تھیں میں اس کی باتوں کا مفہوم سمجھ رہا تھا جبھی مجھے اپنے حالات کا احساس بھی تھا اور اس بات کا دکھ بھی کہ وہ جسے میں نے اپنایا تھا اور جس کے شانہ بشانہ زندگی کی طویل شاہراہوں پر ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر گھومتے رہنے کا خواب دیکھا تھا۔ وہی میری بدنصیبی کا شکار ہو کر محض ایک مسکن کے حدود کے اندر قید ہو کر رہ گئی تھی۔ اسے مجھ سے شکایت کرنا چاہیے تھی میرا دامن تھام کر اپنا حق مانگنا چاہیے تھا لیکن وہ اس کے برعکس میرا غم بانٹنے کے لیے مضطرب تھی۔

میں اس کی معصوم شفاف آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس کے خوب صورت دل کی گہرائیوں میں موجزن ان جذبوں کو دیکھ رہا تھا جو سچے تھے۔ صادق تھے۔ ان میں کوئی ملاوٹ کوئی کھوٹ نہیں تھا میرے کان اس کی باتوں پر لگے تھے۔ وہ مجھے بڑے پیار سے سمجھا رہی تھی۔

"وقت اور حالات کبھی یکساں نہیں رہتے موسموں کی طرح یہ بھی بدلتے رہتے ہیں اس لیے انسان کو اتنی جلدی ہراساں نہیں ہونا چاہیے مل جل کر ایک دوسرے کا دکھ درد بانٹنا چاہیے۔ انسان اور درندوں میں بس یہی ایک فرق تو ہے کہ انسان سوجھ بوجھ کا مالک ہوتا ہے۔ تعلیم اس کے ذہن کو جلا بخشتی ہے وقت اور حالات اسے آزمائش کی کسوٹیوں پر پرکھتے ہیں اور کندن بنا دیتے ہیں اور جانور بغیر سوچے سمجھے خطروں میں گھر کر موت کا شکار ہو جاتا ہے۔"

"مجھے تم کیا باور کرانا چاہتی ہو؟" میں نے آہستہ سے اس سے دریافت کیا۔

"صرف یہ کہ تم جن حالات سے دوچار ہو اس کا کچھ اندازہ مجھے بھی ہے۔" درخشاں نے سنجیدگی اختیار کر لی۔ "تم مجھے خوش دیکھنے کے لیے تنہا جو دکھ جھیل رہے ہو وہ میرے لیے زیادہ تکلیف دہ اور اذیت ناک ہیں۔ تم یہی کوشش کرتے ہو کہ مجھے حالات سے بے خبر رکھا جائے لیکن یہ کیوں بھول جاتے ہو کہ ہمارے دشمن جدا جدا نہیں مشترک ہیں۔ وہ اگر ہمارے اوپر سکون کا ایک ایک لمحہ محال کر دینا چاہتے ہیں تو بھلا مجھے چین سے کیسے دیکھ سکتے ہیں۔ ہاں جمال وہ فون کے ذریعے مجھے بھی کچوکے لگاتے رہتے ہیں۔"

"درخشاں۔ میری زندگی۔ میری روح۔"

میں نے بے اختیار درخشاں کو بازوؤں میں سمیٹ کر اپنے دل کی گہرائیوں میں چھپا لیا۔ ٹیلی فون کا ذکر آتے ہی میرے دل کی دھڑکنیں یک لخت تیز ہو گئیں۔ مجھے خود اپنی معصومیت پر ترس آ گیا۔ درخشاں کو اندھیروں سے دور رکھنے کی خاطر میں نے اس کے گرد دنیا جہان کے اجالوں کو جمع کر دیا تھا لیکن یہ فراموش کر بیٹھا تھا کہ میرے دشمن ٹیلی فون کے ذریعے درخشاں سے رابطہ قائم کر سکتے تھے اور جب درخشاں نے مجھے میری اس کوتاہی کا احساس دلایا تو مجھے اپنی بے بسی پر رونا آ گیا۔ نہ جانے میرے دشمنوں نے اب تک درخشاں کو کیسی کیسی ذہنی اذیتیں پہنچائی ہوں گی اور کیسے کیسے پریشان کن وسوسوں سے دوچار کیا ہو گا۔

بہت دیر تک میں اسے اپنے سینے کی گہرائیوں میں چھپائے رہا۔ ہمارے لب خاموش تھے لیکن دل کی دھڑکنیں احساسات کی ترجمان بن گئی تھیں پھر درخشاں نے آہستہ سے کہا۔

"جمال۔ آخر ہم کب تک موت کے خوف سے اس طرح حویلی کے اندر بند رہیں گے؟"

"جب تک ہمارے دشمن نہیں ہو جاتے۔" میں نے مسکرا کر بے پروا انداز اختیار کیا۔ "تم کو قدرت نے جن خوش گوار لمحوں سے دوچار کر رکھا ہے جب تک اس کی مدت پوری نہیں ہو جاتی اور ہماری مسرتوں کی جیتی جاگتی نشانی ہمارے سامنے نہیں آ جاتی ہم حویلی سے باہر نہیں جائیں گے۔"

"وہ اسے ہماری بزدلی سمجھ کر اور شیر ہو جائیں گے۔"

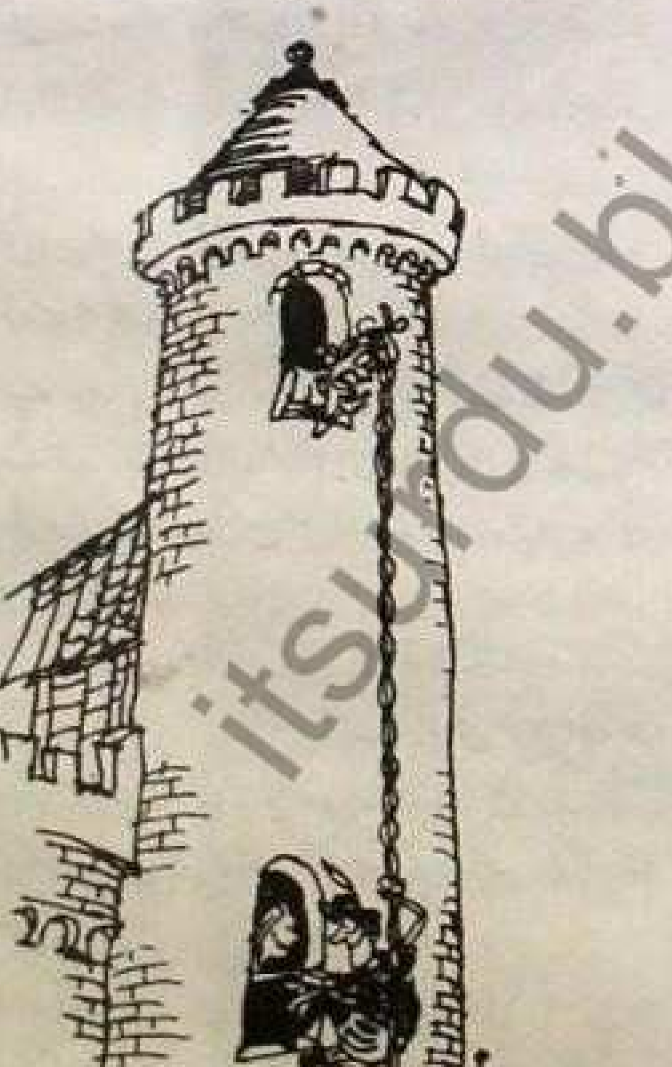

itsurdu.blogspot.com

"انھیں بھونکنے دو۔ بھونکتے بھونکتے تھک جائیں گے تو خود ہی اپنے راستوں پر پلٹ جائیں گے۔" میں نے درخشاں کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ "ہمیں حویلی کے اندر کس بات کی کمی ہے اور پھر سچ پوچھو تو اب میں تم سے ایک لمحہ بھی دور نہیں رہنا چاہتا۔ تمھارے پہلو میں رہ کر اپنی آنے والی خوشیوں کا انتظار کرنا چاہتا ہوں۔"

"میں تمھارے جذبوں کی قدر کرتی ہوں لیکن تم جن لوگوں کو انسان نما دشمن سمجھ رہے ہو وہ خون آشام درندوں سے بھی زیادہ بھیانک اور ہولناک خصلتوں کے مالک ہیں۔ وہ ہمارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ قیامت تک گھات لگائے بیٹھے رہیں گے۔"

"بیٹھا رہنے دو انھیں۔ جب وقت آئے گا تو ان سے بھی دو دو ہاتھ کرلوں گا۔"

"مجھے خوشی ہے جمال کہ قدرت نے مجھے تمھارا جیسا شوہر عطا کیا ہے لیکن انسان وہ ہے جو اپنے ساتھ دوسروں کی خوشیوں اور مسرتوں کا بھی خیال رکھے۔" درخشاں بولی۔ "دیوان جی نے قدم قدم پر اپنی زندگی خطرے میں ڈال کر ہماری خوشیوں کا تحفظ کیا ہے تو کیا آج یہ مناسب ہوگا کہ ہم ان کی پریشانی میں ساتھ نہ دیں۔"

"درخشاں۔" میں دل مسوس کر رہ گیا۔

"ہمت سے کام لو جمال تم مسلمان ہو اور مسلمان کا ایمان ہوتا ہے کہ موت برحق ہے اور اس کے لیے خدائے بزرگ و برتر نے جو وقت معین کر دیا ہے اسے آندھی اور طوفان کی شدت بھی نہیں ٹال سکتیں پھر موت سے فرار کیسے ممکن ہو سکتا ہے۔" درخشاں نے کہا۔ "اور یہ بھی سوچو کہ دلاور مرزا کی لاش کے تحفے کے ساتھ تمھارے دوست کیلاش جی کو کیا پیغام ملا ہے۔ اگر انھوں نے ہمارے دشمن کی تاکید پر عمل نہ کیا تو انھیں بھی نشانہ بنا دیا جائے گا۔ کیا تم اپنی مسرتوں کی خاطر اپنے دوست کو۔۔۔۔؟"

"نہیں۔" میں چیخ اٹھا۔ درخشاں کی باتوں نے میرے اندر سوئے ہوئے انسان کو جھنجھوڑ کر بیدار کر دیا۔ میں نے اپنی خوشیوں کی خاطر جو پروگرام مرتب کیا تھا وہ میری خود غرضی تھی۔ میں بھول گیا تھا کہ موت اور زندگی انسان کے اپنے اختیار میں نہیں۔ درخشاں کے لازوال پیار اور اولاد جیسی نعمت کی توقع نے مجھے اندھا کر دیا تھا لیکن جب درخشاں نے مجھے میری کوتاہیوں کا احساس دلایا تو میں تڑپ اٹھا۔ مخصوص لہجے میں بولا۔ "تم درست کہتی ہو میری زندگی۔ میں اپنی خاطر اپنے کسی دوست پر آنچ نہیں آنے دوں گا۔"

"وہ ہمیں ہر قیمت پر حویلی سے باہر نکالنا چاہتے ہیں۔" درخشاں نے دبی زبان میں کہا۔

"کیا انھوں نے تم سے بھی کچھ کہا ہے؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں جمال۔" وہ سہمے ہوئے انداز میں بے اختیار میرے قریب ہوگئی۔ "انھوں نے مجھے بڑی اذیت ناک دھمکی دی ہے۔ وہ مجھے تم سے ہمیشہ کے لیے الگ کر دینا چاہتے ہیں۔ وہ مجھے واپس اپنی دنیا میں بلا رہے ہیں اور۔۔۔ انھوں نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے ان کا کہنا نہ مانا تو وہ۔۔۔"

وہ اپنا جملہ مکمل نہ کر سکی۔ میرے سینے پر سر رکھ کر سسکنے لگی۔ میں جانتا تھا کہ میرے دشمنوں نے درخشاں کو میری موت کی دھمکی دی ہوگی اس لیے میں نے اسے کریدنے کی کوشش نہیں کی وقت کی نزاکتوں کو محسوس کرتے ہوئے بولا۔

"پریشان مت ہو میری زندگی۔ موت کے سوا دنیا کی کوئی طاقت ہمیں ایک دوسرے سے جدا نہیں کر سکتی۔ ہم حالات کا مردانہ وار مقابلہ کریں گے۔ البتہ اگر تم نے ان باتوں کا اثر لیا اور گھبرا گئیں تو میری ہمت بھی ٹوٹ جائے گی۔ میں بزدل ہو جاؤں گا۔ ہاں درخشاں، مجھے تمھاری خوشیوں کی ضرورت ہے۔ تمھارے لبوں پر کھیلتی مسکراہٹیں میرا حوصلہ بلند کر دیتی ہیں۔"

"ایک وعدہ کرو جمال۔" درخشاں نے جلدی سے اپنے آنسو خشک کرتے ہوئے کہا۔ "تم آئندہ مجھے حالات سے لاعلم رکھنے کی کوشش نہیں کرو گے۔ ہر بات مجھے بتا دو گے۔"

"تم بھی ایک عہد کرو۔" میں نے اس کے سوگوار چہرے کو ہاتھوں میں لے کر بڑی اپنائیت سے تاکید کی۔ "آئندہ تمھارے ہونٹوں پر صرف اور صرف مسکراہٹوں کا راج رہے گا۔ تم کبھی رونے بسورنے کی کوشش نہیں کرو گی۔"

"وعدہ۔"

درخشاں نے ہاتھ پر ہاتھ مار کر وعدہ کر لیا تو میں نے ماحول کی گھٹن دور کرنے کی خاطر اس کے ساتھ چھیڑ خانی شروع کر دی۔ خوشگوار باتوں سے اسے ہنساتا رہا پھر جب رات بھیگنے لگی اور سرگوشیاں کرنے لگی تو ہم بھی ہر بات سے بے نیاز ہو گئے۔

دوسری صبح میں نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ایک ملازم کو بھیج کر دیوان جی کو طلب کیا۔ میں انھیں سمجھانا چاہتا تھا کہ وہ جلد بازی میں کوئی جوابی قدم اٹھانے سے گریز کریں۔ درخشاں کی خواہش کے پیش نظر میں انھیں یہ بھی باور کرانا چاہتا تھا کہ میں ان کے دکھ درد میں برابر کا شریک ہوں۔

ملازم کو دیوان جی کی طرف روانہ کر کے میں باہر آیا تو کیلاش سے مڈبھیڑ ہو گئی۔ وہ اسپتال جانے کے لیے گاڑی میں بیٹھ رہا تھا۔ مجھے دیکھ کر رک گیا۔ میں نے خود کو مطمئن کرنے کی خاطر کیلاش کو وہ تمام باتیں بتا دیں جو رات میرے اور درخشاں کے درمیان ہوئی تھیں۔ میں نے کیلاش کو یہ بھی بتا دیا کہ اب میں

fsurdu.blogspot.com

حویلی کے اندر چھپ کر دشمنوں کو للکارنے کا موقع نہیں دوں گا بلکہ باہر نکل کر ان سے مقابلہ کروں گا۔ کیلاش میری بات خاموشی سے سنتا رہا۔ میں نے اپنے دل کی بھڑاس ختم کی تو اس نے مجھے سمجھاتے ہوئے کہا۔

"تمہاری طرح میں بھی اسی عقیدے کا قائل ہوں کہ موت کا جو وقت مقرر ہے اسے کوئی نہیں ٹال سکتا لیکن اس عقیدے کے پیشِ نظر اگر تم جان بوجھ کر بھڑکتے شعلوں کے اندر چھلانگ لگا دو تو اسے بہادری نہیں۔ حماقت اور نادانی سے تعبیر کیا جائے گا۔ میرا مشورہ مانو تو دو ایک روز صبر و سکون سے بیٹھ کر حالات پر ٹھنڈے دل سے غور کرو پھر کوئی حتمی فیصلہ کرنا۔"

"میں اتنا جذباتی بھی نہیں کہ بلا سوچے سمجھے اندھے کنوئیں میں چھلانگ لگا دوں لیکن یہ بھی طے ہے کہ اب میں اینٹ کا جواب پتھر سے دوں گا۔" میں نے ٹھوس آواز میں کہا۔

"کیا تم شیطانی اور گندی طاقتوں کا مقابلہ کر سکو گے۔"

"میں کسی کو نقصان پہنچانے کی خاطر نہیں محض اپنی عزت کے تحفظ کی خاطر ان کا مقابلہ کروں گا اور مجھے یقین ہے کہ اگر میرا ایمان پختہ ہے تو خدا بدی کی قوتوں کے مقابلے میں میری مدد ضرور کرے گا۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو مگر اس کے باوجود میرا مشورہ یہی ہے کہ جو بھی قدم اٹھانا بہت سوچ سمجھ کر اٹھانا۔" کیلاش اسپتال چلا گیا تو میں حویلی کے احاطے میں کشادہ لان پر چہل قدمی کرنے لگا میرے ذہن میں مختلف خیالات ابھر رہے تھے۔ درخشاں کی باتوں نے میرے دل کے بوجھ کو بڑی حد تک ہلکا کر دیا تھا لیکن یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم تھی کہ درخشاں کے خیال ہی نے مجھے بزدل بنا دیا تھا۔ ایک اپنی اکیلی اور تنہا ذات ہوتی تو شاید میں سینہ تان کر دشمنوں کو شکست دینے کے لیے ان کے سامنے چلا جاتا لیکن میرے بعد درخشاں کا کیا ہوگا؟ یہ ایسا سوال تھا جس کا تصور ہی میرے لیے بے حد اذیت ناک تھا۔

مجھے اس بات کا احساس بھی تھا کہ میرے خلاف پنڈت اور پجاریوں کا ایک پورا گروہ برسرِ پیکار ہو گیا ہے وہ مل جل کر اس کا حل تلاش کر رہے تھے جو درخشاں کی حیثیت سے میری بیوی بن چکی تھی وہ اسے واپس بت پرستی پر مجبور کر دینے کے درپے تھے۔ انھوں نے دو دلوں کی پاکیزہ محبت کو ذات پات اور دھرم کا مسئلہ بنا لیا تھا۔ وہ اندھے ہو گئے تھے جبھی تو ہنستی کھیلتی زندگیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے پر آمادہ تھے۔ روشن چراغوں کو گل کر کے اندھیرا کر دینا چاہتے تھے۔ مذہب کو درمیان میں لا کر انھوں نے خود کو اتنا مشتعل کر لیا تھا کہ ہوش مندی کی سرحدوں کو بھی پھلانگ گئے تھے۔ مرنے یا مار جانے پر کمربستہ تھے اور بات صرف یہیں تک محدود نہیں رہی تھی وہ ہمیں حویلی سے باہر نکالنے کی خاطر بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلنا بھی اپنا دھرم سمجھ رہے تھے۔ کتنے نادان لوگ تھے جو انسان ہو کر انسانیت کے کلیجے میں خنجر گھونپتے پھر رہے تھے۔

میں اپنے خیالوں میں محو تھا کہ دیوان جی آ گئے۔ میں نے ان کے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھا۔ دور دور تک مجھے کوئی ایسی علامت نظر نہیں آئی جو اس بات کی تصدیق کر سکتی کہ انھیں دلاور مرزا کے قتل کی خبر مل چکی ہے وہ قطعی طور پر مطمئن اور بے پروا نظر آ رہے تھے میں مخمصے میں پڑ گیا۔

"خیریت تو ہے جمال میاں؟" میرے بجائے دیوان جی نے خیریت پوچھتے ہوئے کہا۔ "آپ نے مجھے یاد کیا تھا؟"

"ہاں۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے۔ "سنا ہے کہ باہر کے حالات دن بدن زیادہ مخدوش ہوتے جا رہے ہیں۔"

"آپ نے درست سنا ہے۔" دیوان جی نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ "وہ کھسیانے کتے کھمبے نوچنے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔ بڑے مندر میں دن بھر پنڈت پجاریوں کی میٹنگ ہوتی ہیں سنا ہے رام لال کی مدد کے لیے اجودھیا کا ایک بڑا پنڈت گنیش بھی آ گیا ہے۔"

"کیلاش بتا رہا تھا کہ میری وجہ سے انھوں نے بے گناہوں کے خون سے ہاتھ رنگنے شروع کر دیے ہیں۔" میں نے دیوان جی کو ٹٹولنے کی کوشش کی۔

"یہی ان کی بزدلی کی نشانی ہے سرکار۔" دیوان جی بولے۔ "پہلے ایسا نہیں ہوتا تھا۔ ایک دشمن دوسرے کو ہلاک کرنے کی خاطر بھیڑ بھاڑ میں گھس کر ہجوم کو خوف زدہ کرنے کے لیے چھرے گھونپنے کی واردات نہیں کرتا تھا۔ مخالف کو برملا للکار کر مارنا بہادری سمجھا جاتا تھا مگر اب وقت نے عجیب کروٹ بدلی ہے نہتے اور بے قصور لوگوں کو موت کے گھاٹ اتار کر بازوؤں کی طاقت کا مظاہرہ کیا جاتا ہے لیکن ایسے لوگ زیادہ عرصے تک میدان میں قدم نہیں جما پاتے۔ اپنی موت آپ مر جاتے ہیں۔"

"یہ سب کچھ ایک میری جان لینے کی خاطر ہو رہا ہے دیوان جی! اس لیے میں نے طے کر لیا ہے کہ اب حویلی سے باہر نکل کر حالات کا مقابلہ کروں گا۔" میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے جواب دیا۔

"میری خاموشی میرے دشمنوں کو اور بھڑکا رہی ہے۔"

"ہمارے ہوتے ہوئے آپ کیوں زحمت کرتے ہیں اور پھر اگر چھوٹی بیگم صاحبہ کو ......"

"انھیں ایک ایک بات کا علم ہو چکا ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "میرے دشمنوں نے فون کے ذریعے درخشاں کو سب کچھ بتا دیا ہے، وہ ہمیں چین و سکون سے نہیں رہنے دیں گے۔"

"پھر بھی موجودہ حالات میں آپ کا حویلی سے قدم باہر نکالنا مناسب نہ ہوگا۔" دیوان جی ہاتھ ملتے ہوئے بولے۔ "صرف دو دن اور صبر کر لیجیے چھوٹے سرکار!"

"اس کے بعد کیا ہوگا؟"

"میں نے آپ سے پوچھے بغیر دلاور مرزا کو حالات کے پیش نظر الہ آباد روانہ کر دیا ہے۔" دیوان جی نے اس بار بڑی سنجیدگی سے کہا۔ "لوہے کو کاٹنے کے لیے لوہے کا استعمال اب ضروری ہو گیا ہے۔ جگتی چار بس صبح شام میں یہاں پہنچنے والا ہے، وہ آگیا تو پھر برابر کی چوٹ رہے گی۔"

"آپ نے دلاور مرزا کی بھی کوئی خیر خبر لی؟" میں نے روانی میں پوچھ لیا پھر بات بناتے ہوئے بولا۔ "میرا مطلب ہے کہ اگر ہمارے دشمن شیطانی طاقتوں سے لیس ہیں تو وہ دلاور مرزا کو ہر قیمت پر جگتی تک پہنچنے سے روکنے کی کوشش کریں گے۔"

"قلعوں کی مضبوطی کی خاطر اس کی بنیادوں میں انسانی خون کا استعمال بڑی پرانی بات ہے چھوٹے سرکار۔" دیوان جی نے مٹھیاں بھینچ کر سرد آواز میں جواب دیا۔ "دلاور مرزا میرا لنگوٹیا ہے، یہ بات دشمن بھی جانتے ہیں اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خان شہباز خان اگر دوبارہ زندہ ہو گیا تو انھیں بھاگنے کا راستہ نہیں ملے گا۔"

"کیا آپ کو یقین ہے کہ دلاور مرزا کامیاب واپس لوٹے گا؟" میں نے مضطرب انداز میں سوال کیا۔

"کامیابی اور ناکامی اوپر والے کے اختیار کی بات ہے مالک۔ بندے کا کام تو صرف کوشش کرنا ہے۔"

میں نے دیوان جی کو کریدنے کی خاطر مختلف پہلو آزمائے لیکن یا تو انھیں دلاور مرزا کے سلسلے میں کوئی علم نہیں تھا یا پھر وہ کسی خاص مصلحت کے پیش نظر اس منحوس خبر کو مجھ سے پوشیدہ رکھنا چاہتے تھے جو کیلاش کے ذریعے مجھے مل چکی تھی۔ ایک بار میں نے سوچا کہ جی کڑا کر کے دیوان جی کو بتا دوں کہ وہ اپنے جس عزیز دوست کا انتظار کر رہے ہیں وہ اب اس دنیا میں نہیں ہے لیکن میں نے ایسا کرنے سے گریز کیا۔ اگر ابھی تک دیوان جی کو —— دلاور مرزا کے عبرت ناک انجام کی اطلاع نہیں ملی تھی تو میں وہ خبر سنا کر ان کے دل کو ٹھیس نہیں پہنچانا چاہتا تھا چنانچہ میں نے درمیانہ راستہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔

"دیوان جی! درخشاں نے مجھے یہی مشورہ دیا ہے کہ جب موت برحق ہے تو پھر اس سے بھاگنا فضول ہے۔"

"ہر مسلمان کا یہی عقیدہ ہے چھوٹے سرکار لیکن مصلحت بھی کوئی چیز ہوتی ہے۔"

"ہماری مصلحتیں ہمارے دشمنوں کو اور اچھل کود کرنے پر اکسا دیں گی۔ وہ بے گناہوں کے خون سے ہولی کھیلتے رہیں گے۔"

"خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا۔ رنگ ضرور لاتا ہے۔" دیوان جی نے دبی زبان میں کہا۔ "میرے مشورے پر دو تین دن اور انتظار کر لیجیے۔ اس کے بعد آپ کو اختیار ہوگا۔"

دیوان جی کے جانے کے بعد بھی میں بڑی دیر تک ذہنی طور پر الجھتا رہا۔ ان کی گفتگو سے بظاہر یہی معلوم ہوتا تھا کہ دلاور مرزا کی موت کی خبر ابھی ان کے کانوں تک نہیں پہنچی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل بار بار یہی کہہ رہا تھا کہ انھیں اپنے دوست کی قربانی کا حال معلوم ہو چکا ہے۔ مجھے واقعات سے بے خبر رکھنے کے لیے دیوان جی نے بڑے صبر و ضبط سے کام لیا ہے اور یہ کہ اگر میرے دل کی دھڑکنیں مجھے دھوکا نہیں دے رہی ہیں تو دیوان جی بہت جلد ایک بار پھر خان شہباز خان کے روپ میں زندہ ہو جائیں گے۔

دن بھر میں بدلتے حالات کے مختلف پہلوؤں پر غور کرتا رہا لیکن شام کو جیکب نے چرچ سے واپسی پر مجھے جو خبر سنائی اس نے مجھے چونکنے پر مجبور کر دیا۔ میں پھٹی پھٹی نظروں سے جیکب کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ اس نے مجھے جس حادثے کی اطلاع دی تھی وہ کوئی معمولی حادثہ نہیں تھا۔

جیکب کے بیان کے مطابق کسی نے ہندوؤں کی ایک چھوٹی عبادت گاہ کو جلا کر خاکستر کر دیا تھا۔ موقعۂ واردات پر تین پجاریوں کی لاشیں اس طرح ادھڑی ہوئی ملی تھیں کہ ان کا پیٹ چاک تھا، آنتیں جسم سے باہر پڑی تھیں اور مرنے والوں کے دونوں ہاتھ کاٹ کر علیحدہ کر دیے گئے تھے۔ لاشوں کے قریب ایک ٹوپی بھی ملی تھی اور جیکب کا خیال تھا کہ وہ ٹوپی کسی اور کی نہیں دیوان جی کی تھی جسے وہ بارہا دیوان جی کے استعمال میں دیکھ چکا تھا۔

"تمھیں اس حادثے کی اطلاع کیسے ملی؟" میں نے جیکب سے سوال کیا۔

"چرچ سے واپسی پر وہ مندر میرے راستے میں پڑتا ہے جہاں یہ ہولناک حادثہ پیش آیا ہے۔ میں نے خود اپنی گناہ گار آنکھوں سے سب کچھ دیکھا ہے۔"

"کیا تمھیں یقین ہے کہ لاشوں کے قریب پائی جانے والی ٹوپی دیوان جی کی ہے؟"

"ہو سکتا ہے کہ میرا اندازہ غلط ہو لیکن یہ حقیقت اپنی جگہ مسلّم ہے کہ عبادت گاہوں سے کھیلنے والوں کی سزا بڑی عبرت ناک ہوتی ہے۔" جیکب نے اپنے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "جو دنیا میں قانون کی نظروں سے بچ جاتے ہیں وہ خداوند کے روبرو مجرم ہوتے ہیں اور ان کو رب عظیم اذیت ناک سزاؤں سے دوچار کرتا ہے۔"

"تمھارے علاوہ دوسرے لوگوں کا کیا خیال ہے؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ "کیا کسی اور نے بھی اس ٹوپی کے بارے میں اس شبہے کا اظہار کیا ہے کہ وہ دیوان جی کی ہوگی؟"

"نہیں۔ میں نے کسی کو ایسا کہتے نہیں سنا لیکن ایک بات طے ہے کہ اس حادثے میں کسی نہ کسی مسلمان کا ہاتھ ضرور شامل ہے۔"

"تم اتنے یقین کے ساتھ کیسے کہہ سکتے ہو؟" میں نے تیز لہجہ اختیار کیا۔ "یہ بھی تو ممکن ہے کہ جو کچھ تمھاری نظروں نے دیکھا اس میں کسی ہندو ہی کا ہاتھ ہو اور اس حادثے کے ذریعے اس نے فرقہ وارانہ فساد کو ہوا دینے کی کوشش کی ہو۔"

میری دلیل معقول تھی۔ جیکب ایک لمحے کو خاموش ہو گیا پھر بولا۔

"ایک کامیاب بیرسٹر کی حیثیت سے تم جس قدر قانونی موشگافیوں سے واقف ہو وہ ایک علیحدہ حقیقت ہے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم نے اس حادثے کو جس نظر سے دیکھا ہے وہی درست ہو لیکن وہ ٹوپی۔"

"وہی ٹوپی اس بات کی تصدیق کرتی ہے کہ اصل واقعات کو مسخ کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔" میں نے جیکب کی بات کو کاٹتے ہوئے کہا۔ "ممکن ہے اس طرح مجرم نے ایک تیر سے دو شکار کرنے کی کوشش کی ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔ مگر دیوان جی سے پوچھ لینے میں بظاہر کوئی ہرج بھی نہیں ہے۔"

"میں ضرور دریافت کر لوں گا لیکن تم اس سلسلے میں اپنی زبان بند رکھو گے۔" میں نے جیکب کو باور کراتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ پولیس اس حادثے کے سلسلے میں مجھ سے بھی رابطہ قائم کرے۔"

"میں تمھارا اشارہ سمجھ رہا ہوں میرے دوست لیکن مجھے افسوس ہے کہ میں تمھاری بات نہیں مان سکتا۔"

"کیا مطلب؟"

"پادری ہونے کی حیثیت سے کچھ اخلاقی ذمہ داریاں مجھ پر بھی عائد ہوتی ہیں۔" جیکب نے سنجیدگی سے کہا۔ "دنیا کا مبلغ اسی بات کی تلقین کرتا ہے کہ سچ کہنے سے کبھی گریز نہ کرو کہ دروغ گوئی دنیا کی بدترین لعنت ہے جو انسان کو سیدھے راستے سے گمراہ کر کے ان راستوں کی طرف لے جاتی ہے جو تباہی اور بربادی کے راستے ہیں۔"

"گویا تم پولیس کے روبرو اپنے شبہے کا اظہار ضرور کرو گے؟" میں نے جیکب کو گھورتے ہوئے تلخ لہجے میں دریافت کیا۔

"ہاں۔ اگر مجھ سے دریافت کیا گیا تو میں اپنے شبہے کا اظہار کرنے میں ہچکچاؤں گا نہیں۔"

جیکب کے دو ٹوک جواب نے میری رگوں میں دوڑتے خون کی حدت تیز کر دی لیکن میں نے کسی جھلاہٹ کا مظاہرہ نہیں کیا۔ مجھے بخوبی علم تھا کہ پھانسی کے تختے پر بھی زندگی کا لالچ دے کر جیکب کو اس کے مذہبی عقائد سے نہیں جھٹکایا جا سکتا لہٰذا میں نے اس سے بحث کرنا مناسب نہیں سمجھا ضبط کرتے ہوئے بولا۔ "میں تمھیں کسی غلط بیانی کے لیے مجبور نہیں کروں گا لیکن اتنی درخواست ضرور کروں گا کہ جب تک تم سے براہِ راست کوئی بات نہ پوچھی جائے تم اپنی زبان بند رکھو گے۔"

جیکب نے میری بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک لحظ مجھے غور سے دیکھا پھر سر جھکا کر واپس چلا گیا۔ اس کی خاموشی اس بات کا اقرار تھی کہ وہ از خود اپنی زبان کھولنے سے گریز کریگا۔ مجھے اس کی طرف سے اطمینان ہو گیا لیکن جو خبر اس نے مجھے سنائی تھی وہ میری الجھنوں میں اضافہ کر رہی تھی۔

ایک قانون داں ہونے کی حیثیت سے میرے لیے اس حادثے کے دونوں پہلو قابلِ غور تھے۔ جیکب نے لاش کے قریب پائی جانے والی جس ٹوپی پر اس شبہے کا اظہار کیا تھا کہ وہ دیوان جی کی ہے وہ کسی اور کی بھی ہو سکتی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ رام لال اور اس کے لوگوں نے دیوان جی کو مجرم ثابت کرنے کی خاطر ان کی ٹوپی کسی طرح چوری کر کے جائے واردات پر بطور ثبوت پھینک دی ہو اور یہ بھی ہو سکتا تھا کہ دیوان جی نے جن کا ماضی شاطرانہ کارناموں سے لبریز تھا از خود اپنی ایک نشانی کے ذریعے قانون کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہو۔

جو شخص دن دہاڑے تین آدمیوں کا ہولناک قتل کرنے کی جرأت کر سکتا تھا وہ اتنی حماقت کا مرتکب نہیں ہو سکتا تھا کہ پھانسی کے پھندے کو اپنی گردن میں ڈالنے کی خاطر ایک اہم ثبوت چھوڑ جاتا۔ پولیس عینی شاہدوں کے بغیر محض ایک ٹوپی کی بنیاد پر کسی کے خلاف قاتل ہونے کا الزام نہیں ثابت کر سکتی تھی۔

میرے ذہن میں مختلف باتیں آ رہی تھیں جیکب نے

جس حادثے کی اطلاع دی تھی وہ میرے لیے اس اعتبار سے بھی اہم تھا کہ میرے علاقے میں اس واردات سے اشتعال پھیل سکتا تھا۔ مجھے دیوان جی کی شخصیت ایک اعتبار سے مشکوک بھی نظر آ رہی تھی۔ انھوں نے صبح مجھ سے کہا تھا کہ خون کبھی رائیگاں نہیں جاتا، اپنا رنگ ضرور لاتا ہے۔ اس وقت میں نے اس جملے پر کوئی غور نہیں کیا تھا لیکن اس وقت میں یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا کہ دیوان جی کو دلاور مرزا کے انجام کی خبر مل چکی تھی۔ انھوں نے مجھے محض اس لیے تاریکی میں رکھنے کی کوشش کی کہ میں انھیں کسی سخت جوابی کارروائی سے باز رہنے کی تاکید نہ کر سکوں۔

درخشاں کو حالات کا علم ہوا تو وہ بھی سہم گئی۔ کشت و خون اور دنگے فساد کی اور بات تھی لیکن مذہبی تقدس کی پامالی پٹرول کو آگ دکھانے کے مترادف ہو سکتی تھی۔ اور یہی ہوا۔ جس کی اطلاع مجھے کیلاش نے اسپتال سے واپسی پر دی۔ ایک فرقے کے کچھ مشتعل افراد نے ایک مسجد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور اس کشمکش میں پیش امام کو شہید کر دیا۔

حالات جس تیزی سے سنگین صورت اختیار کر گئے تھے مجھے اس کی امید نہیں تھی اور ابھی میں کیلاش اور درخشاں کے ساتھ بیٹھا اس خطرناک مسئلے کا حل سوچ رہا تھا کہ فون پر مجھے ایک سنسنی خیز حادثے کی اطلاع ملی۔ دیوان جی کے مکان کو آگ لگا دی گئی تھی۔ ان کا سارا اثاثہ شعلوں کی نذر ہو گیا تھا اور وہ خود زخمی حالت میں اسپتال پہنچ چکے تھے۔

فون چونکہ کیلاش کے اسپتال سے ڈاکٹر عارف نے کیا تھا اس لیے اس میں کسی شک و شبہے کی گنجائش نہیں تھی البتہ اس حادثے کی اطلاع نے مجھے جھنجوڑ کر رکھ دیا۔ دیوان جی کی خدمات بے مثال تھیں اس لیے میں درخشاں کے مشورے پر تمام احتیاط اور مصلحتیں بالائے طاق رکھ کر کیلاش کے ہمراہ اسپتال کی طرف روانہ ہو گیا۔

ڈاکٹر عارف نے ہماری رہنمائی اس کمرے تک کر دی جہاں دیوان جی پٹیوں میں لپٹے ہوئے ایک بستر پر پڑے تھے۔ ڈاکٹر عارف کے بیان کے مطابق ان کے جسم پر بے شمار زخم آئے تھے اور کچھ حصے آگ میں بری طرح جھلس گئے تھے لیکن اس کے باوجود ان کے لبوں سے کوئی کراہ نہیں بلند ہوئی تھی۔

میں نے دیوان جی کو اس حالت میں دیکھا تو میری آنکھیں بھر آئیں۔ وہ بستر پر آنکھیں بند کیے بے حس و حرکت لیٹے تھے۔ سر اور چہرے کا بیشتر حصہ پٹیوں سے بندھا ہوا تھا۔

میں حسرت بھری نظروں سے انھیں دیکھتا رہا۔ کیلاش ڈاکٹر عارف کو لے کر باہر چلا گیا۔ غالباً وہ دیوان جی کی حالت کے بارے میں تفصیل معلوم کرنے گیا تھا۔ کچھ دیر بعد وہ واپس آیا تو اس کے چہرے پر سنجیدگی مسلط تھی۔

"کیلاش!" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے سرگوشی کی۔ "ڈاکٹر عارف کا کیا خیال ہے؟"

"زخم خاصے تشویش ناک ہیں لیکن ہمیں ناامید نہیں ہونا چاہیے۔" کیلاش نے آہستہ سے کہا۔ "اگلے اڑتالیس گھنٹے ان کے لیے بے حد کٹھن ہوں گے اس کے بعد ہی یقین کے ساتھ کچھ کہا جا سکے گا۔"

"کیلاش۔" میں نے رندھی آواز میں کہا۔ "تم جانتے ہو کہ دیوان جی کے احسانات میرے خاندان پر بے حساب ہیں۔ اگر خدانخواستہ انھیں کچھ ہو گیا تو میں خود کو بالکل تنہا محسوس کروں گا۔"

"ہمت سے کام لو جاں۔" کیلاش نے مجھے دلاسہ دیا پھر آہستہ سے ہاتھ پکڑ کر کمرے سے باہر لے آیا۔

"تم گواہ ہو کہ میرے دشمن حد سے تجاوز کرنے جا رہے ہیں۔" میں نے کیلاش کے کمرے میں آنے کے بعد خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ "اگر درخشاں کا خیال لاحق نہ ہوتا تو شاید سب کچھ نہ ہوتا جو اب ہو رہا ہے۔"

"میں تمھاری پریشانی سمجھ رہا ہوں لیکن وہ جو تمھارے دشمن ہیں اندھے ہو چکے ہیں۔"

"اگر میں نے بھی آنکھوں پر پٹی باندھ لی تو کیا ہوگا؟"

"میں تمھیں اس کا مشورہ نہیں دوں گا۔" کیلاش بولا۔ "میرا خیال ہے کہ تمھیں پہلی فرصت میں دیوان جی کے ساتھ پیش آنے والے حادثے کی اطلاع پولیس میں درج کرا دینا چاہیے۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ تھانیدار شروع ہی سے پنڈت اوم پرکاش کا ساتھ دے رہا ہے۔ کیا اس سے کسی انصاف کی توقع کی جا سکتی ہے؟"

"کاغذات کی خانہ پری بہرحال ضروری ہے۔"

"ضروری تو یہ بھی ہے کیلاش کہ میں دیوان جی کا انتقام لینے کی خاطر ان دشمنوں کے سینے چھلنی کر دوں جو مجھ پر زندگی عذاب کیے ہوئے ہیں۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا۔ "جو کچھ ہونا ہے ایک ہی بار ہو جائے۔"

"تم بیرسٹر ہو۔ قانون کے تقاضوں کو مجھ سے زیادہ سمجھتے ہو لیکن میرا خیال ہے کہ ہمیں صبر و سکون سے کام لینا چاہیے۔"

"وہ ہماری موت کے خواہاں ہیں۔"

"تمھیں خود سے زیادہ اپنی بیوی کا خیال رکھنا چاہیے۔"

itsurdu.blogspot.com

کیلاش بولا "موجودہ حالات میں بھابی کو تمہاری شدید ضرورت ہو گی۔"

"اسی خیال نے مجھے بزدل بنا دیا ہے۔" میں نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔

"آؤ۔ واپس حویلی چلتے ہیں۔" کیلاش نے اٹھتے ہوئے کہا۔ "دیوان جی کی طرف سے مطمئن رہو انہیں یہاں ہماری موجودگی میں کوئی دشواری پیش نہیں آئے گی۔ میں نے ڈاکٹر عارف کو بھی تاکید کر دی ہے۔"

کیلاش نے ٹھیک ہی کہا تھا۔ اسپتال میں میری موجودگی دیوان جی کے کسی کام نہیں آسکتی تھی۔ میں نے شاید حویلی سے قدم باہر نکال کر غلطی کی تھی۔ درخشاں کے لیے ایک معمولی ذہنی صدمہ بھی نقصان دہ ثابت ہو سکتا تھا۔ حویلی سے میری غیر حاضری بھی اس کے لیے یقیناً پریشان کن تھی لیکن دیوان جی کی خدمات کے عوض اس نے مجھے کیلاش کے ساتھ آنے کی اجازت دے دی تھی۔ بہرحال میں کیلاش کے مشورے پر اٹھ کھڑا ہوا۔

میری حالت اس وقت کسی ایسے زخمی درندے سے مختلف نہیں تھی جسے جال میں پھانس کر بے بس کر دیا گیا ہو۔ ایک طرف دیوان جی کی مخدوش حالت مجھے دشمنوں سے انتقام لینے پر اکسا رہی تھی اور دوسری طرف درخشاں کا خیال میرے قدموں کی بیڑی بن گیا تھا۔

میں اپنے خیالات سے الجھتا اسپتال سے باہر نکلا تو میرے بڑھتے ہوئے قدم یک لخت رک گئے۔ کیلاش کی گاڑی کے قریب پنڈت ادم پرکاش اور پجاری رام لال کے علاوہ ایک تیسرا پجاری بھی موجود تھا جو سب سے آگے سینہ تانے کھڑا مجھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا۔ غالباً وہ اجودھیا کا پنڈت گنیش مہاراج تھا جسے میری ہلاکت کی خاطر حسین آباد آنے کی دعوت دی گئی تھی۔

دیوان جی نے مجھے اس کا یہی نام بتایا تھا۔

بحری عقاب کا سفر جاری تھا۔

لاسا اور روبا کے پراسرار اور بھیانک انجام نے جہاز کے عملے کے دلوں پر جو خوف طاری کیا تھا وہ رفتہ رفتہ کم ہوتا گیا۔ بوڑھے کپتان کی حکمت عملی اور کیلاش کے بیان نے اکثر لوگوں کو اس بات کا یقین دلا دیا کہ لاسا کے کیبن میں لگنے والی آگ اسپرٹ گر جانے کے سبب بھڑکی تھی۔

میرے دشمنوں کا جو انجام ہوا وہ بے حد عبرت ناک تھا لیکن جیکب کو خاص طور پر اس بات کی بے حد خوشی تھی کہ اسے روبا سے نجات مل گئی۔ میں نے اسے بارہا سمجھانے کی کوشش کی کہ روبا کی شخصیت کو مسخ کر کے پیش کرنے میں کیلاش نے ایک اہم کردار ادا کیا تھا لیکن ان تمام یقین دہانیوں کے باوجود جیکب بدستور اسی رائے پر اڑا رہا کہ وہ کردار کے اعتبار سے قابل بھروسہ عورت نہیں تھی اور زندہ رہتی تو نہ جانے کتنے سیدھے سادے اور نیک لوگوں کی پارسائی خطرے میں پڑ جاتی۔

میں شام کے وقت اپنے کیبن سے نکل کر عرشے پر چہل قدمی کرنے میں مصروف تھا کہ جیکب دندناتا ہوا تیزی سے میرے قریب آکر رک گیا۔ مجھے اسے دیکھ کر حیرت ہوئی اس لیے کہ وہ شام نہایت سہانی اور خوب صورت تھی۔ سمندر کی لہریں بھی اس روز بے حد پرسکون نظر آرہی تھیں لیکن جیکب کے چہرے پر جو تاثرات موجود تھے وہ کسی آنے والے طوفان کا پیش خیمہ لگ رہے تھے۔ میں نے پہلی نظر میں یہی خیال کیا کہ شاید دیر تک سوتے رہنے کی وجہ سے وہ ابھی تک کسل مندی کا شکار ہے لیکن غور سے دیکھنے پر مجھے اپنے خیال کی تردید کرنا پڑی۔

جس انداز میں وہ بار بار اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے کاٹ رہا تھا اس سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ حسب معمول وہ پھر کیلاش سے کسی بات پر الجھ گیا ہے۔ ان دونوں میں خاصی گاڑھی چھنتی تھی۔ میں یہاں یہ بھی بتا دوں کہ اگر کیلاش اور جیکب میرے رفیق اور ہم سفر نہ ہوتے تو شاید میں درخشاں کی خواہش کے احترام میں سمندری سفر کو زیادہ دنوں تک جاری نہ رکھ پاتا اور بہت جلد اکتاہٹ کا شکار ہو کر کسی بندرگاہ پر اچانک بحری عقاب اور اس کے عملے کا حساب بے باق کر کے انہیں واپس کر دیتا اور خود کسی دور دراز علاقے میں سکونت اختیار کر کے گوشہ نشین ہو جاتا لیکن کیلاش اور جیکب کی دل چسپ چھیڑ چھاڑ نے سفر کو خاصا خوشگوار بنا دیا تھا۔

وہ دونوں ایک دوسرے کے بہترین دوست ہونے کے باوجود اکثر ذرا ذرا سی بات پر دست و گریباں ہونے کی حد تک بھڑک اٹھتے اور اس کی ایک خاص وجہ یہ تھی کہ جیکب مخصوص عقیدوں اور اصولوں کا مالک تھا اور مذاق میں بھی کوئی ایسی بات تسلیم کر لینے کا عادی نہیں تھا جو اسے اس کے مسلک سے بھٹکانے کا سبب بن سکتی۔ کیلاش اس کی کمزوری سے بخوبی واقف تھا چنانچہ وہ اکثر جیکب کو بھڑکانے کی خاطر کوئی ایسا مسئلہ چھیڑ دیتا تھا جو جیکب کے لیے بارود میں چنگاری دکھانے کے مترادف ہوتا۔ ایسے موقعوں پر کیلاش بھی اپنے اوپر اتنی

گہری سنجیدگی مسلط کر لیتا کہ واقعی نقصِ امن کا خطرہ درپیش ہو جاتا اور ایسے موقعوں پہ ہمیشہ مجھے ثالث کی حیثیت سے دونوں کے درمیان صلح صفائی کرانا پڑتی۔

اس وقت بھی مجھے جیکب کے چہرے پر نظر آنے والی زلزلے کی کیفیت کی پشت پر کیلاش کی شخصیت اور اس کی شرارت کارفرما نظر آ رہی تھی۔ میں نے فوری طور پہ اسے کریدنا مناسب نہیں سمجھا۔ ٹہلتا ہوا ریلنگ کے قریب آ گیا۔ ہاتھ اٹھا کر بدن توڑتے ہوئے ایک طویل انگڑائی لی اور تاحدِ نظر پھیلے ہوئے نیلگوں سمندر کو دیکھتا ہوا بولا۔

"شام کا یہ سہانا منظر کس قدر دل فریب اور روح افزا ہے۔"

جیکب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ بدستور منہ پھلائے کھڑا رہا۔ "اگر موسم یوں ہی سازگار رہے اور طوفان کی بدترین شکل میں سر نہ ابھاریں تو سمندری سفر کا لطف دوبالا ہو جاتا ہے۔"

جیکب نے اس بار بھی خاموشی برقرار رکھی البتہ اس کے ہونٹ یہ بلنے لگے۔ انداز کچھ ایسا ہی تھا جیسے آتش فشاں کے پھٹنے سے پیشتر اس کے دہانے پہ جمی مٹی نے آہستہ آہستہ لاوا کے ابلنے کے لیے جگہ بنانا شروع کر دی ہو۔ میں نے قدرے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیا بات ہے؟ تم اس قدر حسین اور خوشگوار موسم کے باوجود......؟"

"جمال۔" جیکب ایک دم بول پڑا۔ "بہتر ہو گا کہ تم اسے سمجھا لو ورنہ میں اگلی کسی بندرگاہ سے اپنا سفر ترک کر کے واپس لوٹ جاؤں۔"

"اب کیا بات ہے؟" میں نے دریافت کیا۔ "روپا تو سمندر رسید ہو چکی ہے۔"

"لیکن اس کے جسم کی مہک سر جن کیلاش کو نگلی ہوئی مچھلیوں کے رگ و ریشے سے پھوٹتی محسوس ہو رہی ہے۔" جیکب نے تلملاتے ہوئے جواب دیا۔ "اس کا کہنا ہے کہ مچھلیاں روپا کے سندر شریر کو ہڑپ کر کے اور زیادہ لذیذ ہو گئی ہیں۔"

"کیلاش نے مذاق کیا ہو گا۔"

"مگر میں اس قسم کے بے ہودہ مذاق کا عادی نہیں ہوں۔"

"ایک مشورہ ہے میرا۔" میں نے اپنی مسکراہٹوں پہ قابو پاتے ہوئے کہا۔ "تم سمندری مچھلیوں کا استعمال بند کر دو۔ روپا کے جسم کی خوشبو تمہیں پریشان نہیں کرے گی۔"

"اس کے ذکر کی ضرورت ہی کیا ہے۔" جیکب نے جھلا کر کہا۔ "روحیں جسم سے آزاد ہو جائیں تو خاکی بدن کی اپنی کوئی حیثیت نہیں رہتی۔"

"میں تمہاری اس بات کی تائید کرتا ہوں۔"

"لیکن وہ جو سرجن کی دم بنا پھرتا ہے مستقل ایک ہی رٹ لگائے ہوئے ہے۔"

"کیا؟" میں نے آہستہ سے پوچھا۔

"کل تک درخشاں بھابی کے سلسلے میں وہ مجھے بھی یہی باور کراتا رہا ہے کہ موت سے ہمکنار ہونے کے بعد مادی زندگی کا وجود ہمیشہ کے لیے ختم ہو جاتا ہے لیکن آج وہ اپنے دھرم کے عقیدے کے پیشِ نظر مجھے اس بات کا یقین کرنے پر مجبور کر رہا ہے کہ روح ایک جسم سے چھٹکارا پانے کے بعد کسی دوسرے جسم میں منتقل ہو کر ایک نیا جنم لے لیتی ہے۔"

"آواگون کے مسئلے کو اگر تسلیم کر لیا جائے تو کیلاش کا کہنا غلط نہیں ہے۔"

"لیکن یہی کیا ضروری ہے وہ جل پری بن کر بحری جہاز کے عرشے پر یا مسافروں کے کیبنوں میں گھس کر...... رقص کرتی پھرے۔" جیکب نے دانت پیستے ہوئے کہا۔ "یہ بھی تو ہو سکتا ہے۔ اس کا دوسرا جنم کسی حقیر چیونٹی کی شکل میں ہو جسے آسانی سے قدموں تلے روندا جا سکے۔"

"میرا خیال ہے کہ دنیا کا کوئی مذہب کسی ذی روح کو جان بوجھ کر ہلاک کرنے یا ایذا رسانی کی اجازت نہیں دیتا۔" میں نے جیکب کی باتوں کے پس پردہ کیلاش کی شرارتوں کو محسوس کرتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تمہاری اطلاع کے لیے دوسری بات یہ بھی گوش گزار کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ روح ایک بار جس شکل و صورت کے جسم سے چھٹکارا حاصل کرتی ہے آواگون کے عقیدے کے تحت اسی قسم کے دوسرے جسم میں نمودار ہوتی ہے اور جسمانی طور پہ ان ہی حرکات و سکنات کا مظاہرہ کرتی ہے جو پہلے جنم میں کر چکی ہوتی ہے۔ یہی ایک مخصوص نشانی ہے جو آواگون کے عقیدے کو تقویت پہنچانے کا ذریعہ بنی ہوئی ہے۔"

"تم اس خیال کو ذہنیت کی گندگی اور فضولیات سے بھی تعبیر کر سکتے ہو۔" جیکب اور زیادہ بھڑکتے ہوئے بولا۔

"میں اپنی یا تمہاری بات نہیں کر رہا۔ کیلاش کے مذہب کا ذکر کر رہا ہوں۔"

"اور میرا خیال ہے کہ تم بھی در پردہ کیلاش کی حمایت کر رہے ہو۔" جیکب نے مجھے تیز اور شکایتی نظروں سے گھورا۔ "میں نے ہر موقعے پر یہی محسوس کیا ہے کہ تم دونوں ایک ہو کر مجھے تختۂ مشق بنا لیتے ہو۔"

"تم خواہ مخواہ سنجیدہ ہو رہے ہو۔" میں نے بات رفع دفع کرنے کی خاطر بے پروائی سے جواب دیا۔ "کیلاش نے تمہیں

ishtiaqblogspot.com

چھیڑنے کی خاطر روپا کا ذکر...."

"پھر اسی منحوس عورت کا ذکر جو اب ہمارے درمیان نہیں ہے۔" جیکب نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "کیا دنیا کے اور تمام موضوعات ختم ہو چکے ہیں جو بار بار اسی ایک قابلِ نفرت شخصیت کا تذکرہ شروع کر دیا جاتا ہے؟"

"میں کیلاش کو سمجھا دوں گا کہ وہ دوبارہ روپا کے نام کو زبان پر نہ لائے۔"

"تمھارا کیا خیال ہے۔ وہ تمھاری بات مان لے گا؟" جیکب نے مجھے گھورتے ہوئے سوال کیا پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے بولا۔ "اس مردود نے جہنم رسید ہو جانے والی اس قابلِ نفرت عورت کو میری چڑ بنا لیا ہے۔ آج میں نے قسم کھا لی ہے کہ روپا کے جسم کے بدترین تصور کے پیشِ نظر دوبارہ کبھی مچھلی کی کسی ڈش کو ہاتھ بھی نہیں لگاؤں گا لیکن یہ سلسلہ اگر اسی طرح جاری رہا اور وہ احمق سر جن اس منحوس عورت کے جسم کی بدبو اور غلاظتوں کو دوسرے لذیذ کھانوں اور ڈشوں سے تعبیر دیتا رہا تو مجھے فاقوں کی نوبت بھی آ سکتی ہے۔"

میں جیکب کو جواب دینا چاہتا تھا۔ اس کی دلچسپ باتوں کی وجہ سے مجھے اپنی بے ساختہ مسکراہٹوں پر قابو پانا بھی خاصا دشوار محسوس ہو رہا تھا۔ پھر کیلاش کے آجانے سے میری جان بچ گئی۔ میں نے اپنی توجہ کیلاش کی جانب مبذول کر دی جو اس وقت بظاہر بے حد سنجیدہ اور پُر وقار موڈ میں نظر آ رہا تھا۔

جیکب نے اسے قریب آتے دیکھا تو ہونٹ کاٹتے ہوئے نفرت سے اپنا منہ دوسری جانب کر لیا۔

"جمال۔ کیا تم نے کپتان ایشلے کو کہیں دیکھا ہے۔" کیلاش نے جیکب کی موجودگی کو یکسر نظر انداز کرتے ہوئے مجھے مخاطب کیا۔

"کیوں۔ تمھیں اچانک بحری کپتان کا خیال کس طرح آ گیا؟"

"میں ایشلے کو مچھلیوں کے شکار پر آمادہ کرنا چاہتا ہوں۔"

"کیلاش! پلیز، میں تم سے درخواست...."

"تم میرے خوابوں کی تعبیر نہیں سمجھ سکو گے۔" کیلاش نے آنکھ کے اشارے سے مجھے خاموش رہنے کی تاکید کی اور میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے بولا۔ "میں نے ابھی کچھ دیر پیشتر لباس تبدیل کرتے وقت ایک نہایت سنجیدہ خواب دیکھا ہے۔ اگر شکار کے ذریعے ہم کسی سیاہ رنگ کی مچھلی کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائیں تو ہمارے سفر کی تمام مشکلات یکسر ختم ہو سکتی ہیں۔ ہم اس جلے ہوئے کوئلے کی رنگت والی مچھلی کے ذریعے حیرت انگیز طور پر اپنی مرادیں پوری کر سکتے ہیں اور...."

"وہ منحوس مچھلی ہمیں دنیا کے تمام مخفی خزانوں کے پوشیدہ راز بتا سکتی ہے جسے حاصل کرنے کے بعد ہمارے پاس زر و جواہر کا اتنا ڈھیر سارا انبار جمع ہو جائے گا کہ ہم بہ آسانی اس کے بوجھ تلے دب کر اور گھٹ گھٹ کر نہایت کرب ناک اور اذیت ناک موت مر سکتے ہیں۔" جیکب نے جلے بھنے انداز میں جملا کر کیلاش کا جملہ مکمل کیا تو میں اپنی ہنسی پر قابو نہ پا سکا۔ یہ اور بات ہے کہ جیکب چونکہ کیلاش کی طرف متوجہ تھا اس لیے میری مسکراہٹ نہ دیکھ سکا ورنہ اس کا بھڑک اٹھنا یقینی تھا۔

"میں تم سے نہیں۔ جمال سے مخاطب ہوں۔" کیلاش نے سنجیدگی سے کہا۔

"اور میں بھی تم کو نہیں بلکہ جمال کو یہ باور کرانا چاہتا ہوں کہ اگر ہم اسی طرح منحوس اور مکروہ باتوں میں الجھے رہے تو تباہی اور بربادی کے سوا ہمیں کچھ حاصل نہ ہو گا۔" جیکب نے سمندر کی طرف دیکھتے ہوئے جواب "یہی خاموش سمندر جو سیاہ رنگ کی مچھلی اگل سکتا ہے۔ ہول ناک اور ہلاکت خیز طوفانوں کو جنم دے کر بحری عقاب کو بھی تنکے کی طرح غرق آب کر سکتا ہے۔"

"ایسی صورت میں ہم سب بھی مچھلیوں کی خوراک ثابت ہوں گے۔"

"موت برحق ہے اس لیے میں موت سے نہیں ڈرتا۔"

"لیکن ایک مردہ عورت کے تذکرے سے تمھاری جان نکلنے لگتی ہے۔" کیلاش نے کہا۔ "کیا تمھیں اس مجبور، بے بس اور حسین و جمیل دوشیزہ پر کوئی ترس نہیں آتا جو جوانی کی امنگیں اور مرادوں کی حسرتیں لیے سمندر کی تہ میں بیٹھے بھڑکتے شعلوں کی غذا بن گئی؟"

"خداوند نے چاہا تو اس کی روح بھی روزِ قیامت بدترین حالات کا شکار بنی رہے گی۔" جیکب نے آسمان پر ایک نظر ڈالتے ہوئے نہایت حقارت سے جواب دیا پھر وہ مجھے گھورتا ہوا تیزی سے پلٹا اور ہونٹ چباتا ہوا اپنے کیبن کی جانب واپس لوٹ گیا۔

"کیوں تم نے اس غریب کا ناطقہ بند کر رکھا ہے؟" جیکب کے جانے کے بعد میں نے کیلاش سے کہا۔ "وہ روپا کے نام سے بھی الرجک ہو گیا ہے۔"

"میرا خیال ہے جیکب اگر ہمارے ہمراہ نہ ہوتا تو ہمارا یہ سفر بڑا غیر دلچسپ اور خشک ثابت ہوتا۔"

"لیکن اسے اتنا زیادہ تنگ بھی نہ کرو کہ وہ خودکشی پر آمادہ ہو کر سمندر میں چھلانگ لگا دے۔"

"ناممکن۔ سمندر کی تہوں میں روپا کے جسم کی موجودگی کا تصور ہی اسے خودکشی کے ارادے سے باز رکھنے کے لیے بہت کافی ہو گا۔"

ہمارے درمیان جیکب کے متعلق دل چسپ گفتگو کا سلسلہ زیادہ دیر تک برقرار نہ رہ سکا۔ بحری عقاب کے بوڑھے تجربہ کار کپتان ریشلے کے آجانے کی وجہ سے موضوع تبدیل ہوگیا اور ہم اپنے آئندہ سفر کے بارے میں تجربہ کار کپتان سے باتیں کرنے لگے جس نے ہمیں یہ خوش خبری بھی سنائی کہ ہم دو روز بعد ایک نئے ساحل پر لنگر انداز ہوں گے۔

●

اپیا (APIA) کی بندرگاہ تک کوئی ایسا قابلِ ذکر واقعہ پیش نہیں آیا جو قلم بند کیا جاسکے البتہ جیکسن کی شخصیت میرے ذہن میں رہ رہ کر کھٹک رہی تھی میرے سفر کے بارے میں وہ یقیناً کسی اہم راز سے واقف تھا لیکن جانے کیوں وہ ان باتوں کو زبان تک لانے سے گریز کررہا تھا۔

میں نے ایک آدھ بار اسے کریدنے کی کوشش کی لیکن وہ بڑی خوب صورتی سے میری بھی بات ٹال گیا اس نے مجھے یہی باور کرانے کی کوشش کی کہ میرے سفر کے انجام کے بارے میں روحوں نے بھی کوئی یقینی بات نہیں بتائی لیکن میں جیکسن کی اس بات کو ماننے کے لیے تیار نہیں تھا اس لیے کہ اگر وہ میرے سفر کے انجام سے بے خبر ہوتا تو مجھے اس بات کا یقین دلانے کی کوشش بھی نہ کرتا کہ اس سمندر کے بدترین طوفان بھی مجھے یا میرے ساتھیوں کو بحری سفر کے اختتام تک کوئی گزند نہیں پہنچا سکیں گے لیکن خشکی پر پہنچنے کے بعد کیا ہوگا اور یہ کہ درخشاں مجھے دوبارہ مل سکے گی یا نہیں۔ اس ضمن میں جیکسن نے مکمل خاموشی اختیار کر لی تھی اس کا کہنا تھا کہ روحوں نے اسے بھی درخشاں اور میری ملاقات کے سلسلے میں کوئی حتمی بات نہیں بتائی لیکن نہ جانے کیوں مجھے یقین تھا کہ روحوں نے اسے تمام حالات سے آگاہ کردیا ہے مگر وہ کسی وجہ سے روحوں کی پیشین گوئی زبان تک لانے سے کترا رہا تھا۔

مجھے وہ رات آج بھی اچھی طرح یاد ہے جب بحری عقاب کے کپتان نے ہمیں اگلی صبح اپیا کے ساحل پر اترنے کی خوش خبری سنائی تھی وہ لوگ جو دور دراز کے بحری سفر کرچکے ہیں اس بات سے بخوبی واقف ہوں گے کہ کھلے سمندر میں اکتا دینے والے حالات کے بعد کسی ساحل یا بندرگاہ کی خوش خبری ان کے لیے کس قدر مسرت کی حامل ہوتی ہے اور خاص طور پر بحر جنوبی کے طوفانوں سے مقابلہ کرنے کے بعد خشکی کا تصور کتنا خوش گوار ثابت ہوتا ہے چنانچہ میرے ساتھیوں کو بھی اگلی صبح خشکی پر اترنے کی اطلاع نے خوشیوں سے ہمکنار کردیا۔

کپتان ریشلے نے ہمیں جو خوش خبری سنائی وہ ہمارے بحری سفر کی آخری خوش خبری تھی کاش ہمیں علم ہوتا کہ آئندہ ہمیں کس قسم کے ہولناک اور ناقابلِ یقین حالات سے دوچار ہونا پڑے گا تو کم از کم میں کیلاش اور جیکب کو اپنے ساتھ سفر جاری رکھنے پر کبھی مجبور نہ کرتا، لیکن نہ تو ہمیں مستقبل میں پیش آنے والے واقعات کا اندازہ تھا نہ ہی جیکسن نے ہمیں کوئی بات کھل کر بتائی تھی البتہ جیکب نے یہ مشورہ ضرور دیا تھا کہ ہم اگر اپیا سے اپنا بحری سفر ترک کرکے ہوائی راستے سے واپس لوٹ جائیں تو زیادہ مناسب ہوگا کیلاش نے وجہ دریافت کی تو جیکب کوئی مثبت جواب یا معقول دلیل پیش کرنے سے قاصر رہا لیکن اس نے بڑے وثوق سے کہا تھا۔

"میں نہ کوئی پیشہ ور نجومی ہوں نہ کسی پراسرار علم کا ماہر جو اپنے مشورے کی کوئی وجہ بتا سکوں لیکن میرا دل یہی گواہی دے رہا ہے کہ اگر ہم نے ایک بار خشکی پر اترنے کے بعد دوبارہ بحری عقاب پر قدم رکھا تو مصیبتیں اور پریشانیاں ہمارا مقدر بن جائیں گی۔"

"تم نے اپنے لیے زندگی کی جو راہ اختیار کی ہے وہ بلاشبہ قابلِ فخر ہے لیکن ابھی تم اس مقام تک نہیں پہنچ سکے جہاں زبان سے نکلنے والی ہر بات یقینی بن جاتی ہے۔" کیلاش نے جیکب پر تنقید کرتے ہوئے کہا۔ "البتہ میں ایسے بے شمار مذہبی شعبدہ بازوں سے واقف ہوں جو مذہب کے نام پر اور اس کی آڑ لے کر سیدھے سادے لوگوں کو نہ صرف ان کے راستوں سے بھٹکا دیتے ہیں بلکہ اکثر الٹی سیدھی باتیں کرنا بھی اپنا فرض سمجھتے ہیں۔ محض اس لیے کہ وہ دوسروں کو اپنی ذات یا صفات سے متاثر کرسکیں۔"

"میں تمہاری اس بات کا برا نہیں مانوں گا اس لیے کہ تم جس قسم کے افراد کا ذکر کررہے ہو ان کی کثیر تعداد ہمارے درمیان موجود ہے اور ایسے ہی رنگے سیار قسم کے مذہبی رہنما قوم کی گمراہی کے ذمہ دار بھی ہیں۔" جیکب نے خلافِ توقع بڑے سلجھے ہوئے انداز میں جواب دیا۔ "میں اس بات کا دعویٰ بھی نہیں کرتا کہ میں جو کچھ کہہ رہا ہوں وہ درست ہی ثابت ہوگا۔"

"پھر تم کیا کہنے کی کوشش کررہے ہو؟"

"ایک سیدھی سادی سی بات جو میرے دل میں تھی میں نے تم لوگوں سے بیان کردی ہے ماننا یا نہ ماننا تمہارے اختیار میں ہے۔" جیکب نے کہا۔ "میں نے جو مشورہ دیا ہے اس میں میرا کوئی ذاتی فائدہ نہیں ہے۔"

"لیکن ہر مشورے کے پسِ پردہ کوئی نہ کوئی وجہ ضرور ہوتی ہے۔" کیلاش نے جیکب کو چھیڑنے کی خاطر سنجیدگی سے کہا۔ "چنانچہ یا تو تم ہمیں کسی معقول دلیل سے قائل کردو یا پھر اس بات کو تسلیم کرلو کہ

تم پادری ہونے کے باوجود ایک مردہ عورت کے تصور سے خوف زدہ ہو کر ہمیں بھی بزدلی پر اکسانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"جمال۔" جیکب نے میری طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "تم کیا اس احمق سرجن کو میری بات کا مقصد سمجھانے کی کوشش کر سکتے ہو؟"

"میرا خیال ہے کہ اس وقت ہم اگر اس بے مقصد بحث کو ختم کر کے گرما گرم کافی سے لطف اندوز ہوں تو زیادہ مناسب ہوگا۔" میں نے بات ختم کرنے کی خاطر مشورہ دیا۔ "سردی کی شدت کو دور کرنے کے لیے بغیر دودھ کی کافی یقیناً ہمارے اعصاب پر خوش گوار اثر ڈالے گی۔"

کیلاش نے میرے مشورے کی تائید میں آواز بلند کی تو جیکب خاموش ہو گیا۔ بات آئی گئی ہو گئی لیکن اگر اس رات ہم نے جیکب کا مشورہ مان لیا ہوتا تو شاید ہمیں ان خوفی اور حیرت انگیز واقعات سے نجات مل جاتی جن کی بھولی بسری یاد آج بھی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے۔

بہ حال میں جس رات کا ذکر کر رہا ہوں اسی رات جیکسن نے نصف شب گزر جانے کے بعد میرے کیبن کے دروازے پر دستک دی تھی۔ میں غنودگی کی حالت سے دوچار تھا۔ دستک کی آواز سن کر میں نے یہی سوچا کہ شاید وہ جیکب ہوگا جو کیلئے ہیں مجھے ایک بار پھر اپنے مشورے سے نوازنے کے لیے آیا ہوگا۔ مجھے جیکب کی سادگی پر رحم بھی آیا اور غصہ بھی۔ جو بات وہ اتنی رات گئے مجھ سے کرنا چاہتا تھا وہ صبح بھی اکیلے میں ہو سکتی تھی چنانچہ میں نے دستک کی آواز کو نظر انداز کر دیا مگر جب تھوڑے تھوڑے وقفے سے دستک کی آواز بلند ہوتی رہی تو میں اٹھنے پر مجبور ہو گیا۔

سابقہ تجربوں کی بنا پر میں نے احتیاطاً اپنا آتشی کھلونا تکیے کے نیچے سے نکال کر جیب میں ڈالا اور اٹھ کر دروازہ کھول دیا۔ میرے سامنے جیکب کے بجائے جیکسن موجود تھا۔

"تم۔" میں نے جیکسن کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا۔

"مجھے افسوس ہے میرے محترم کہ میں نے اتنی رات گئے آپ کو نیند سے بیدار کیا لیکن......"

"اندر آ جاؤ۔" میں نے بے پروائی سے بات کاٹتے ہوئے کہا پھر جیکسن کے کیبن میں آ جانے کے بعد دروازہ بند کر دیا اور خاموشی سے بستر پر نیم دراز ہو کر اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "اب کہو تم نے اتنی رات گئے کیسے زحمت کی؟"

"کل صبح ہمارا جہاز اپیلے کے ساحل پر لنگر انداز ہوگا۔" جیکسن نے دبی زبان میں کہا۔

"یہ اطلاع ہمیں کپتان ایشلے سے مل چکی ہے۔" میں نے

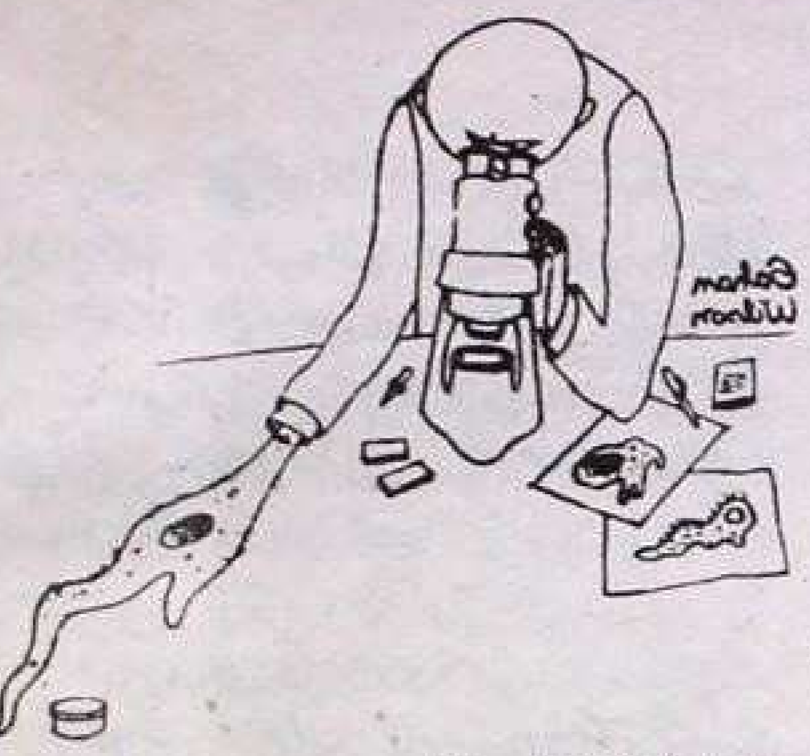

سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو آپ شاید ابھی تک مجھ سے کچھ خفا ہیں۔" جیکسن بولا۔ "میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میں نے کسی موقعے پر بھی دیدہ و دانستہ کوئی حرکت ایسی نہیں کی جو آپ کی خفگی کا سبب بن سکتی۔"

"کیا تم نے اس وقت محض یہی بات کہنے کی خاطر مجھے نیند سے بیدار کیا ہے؟"

"میں ایک بار پھر معافی کا خواستگار ہوں لیکن...."

"جیکسن۔" میں نے تیزی سے اس کی بات کاٹتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ تم اپنا اور میرا وقت ضائع کرنے کے بجائے مجھ سے دو ٹوک وہ بات بیان کر دو جو تمہیں اتنی رات گئے میرے کیبن تک لے آئی ہے؟"

جیکسن نے فوراً ہی کوئی جواب نہیں دیا۔ ایک لمحے خاموش رہا پھر سنجیدگی سے بولا۔

"ہو سکتا ہے کہ آپ کو میرا مشورہ عجیب لگے لیکن اس کے باوجود میں آپ سے یہی درخواست کروں گا کہ اگر آپ مسٹر کیلاش اور فادر جیکب کو اپنے ساتھ سے علیحدہ کر دیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے کہا۔ "یہ تم کیا بکواس کر رہے ہو؟"

"میرا مقصد وہ نہیں جو آپ سمجھ رہے ہیں۔" جیکسن نے جلدی سے اپنا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا۔ "دراصل میں یہ کہنا چاہ رہا تھا کہ آپ کے لیے تنہا سفر کرنا زیادہ بہتر ہوگا۔"

"بہت خوب۔" میں نے جیکسن کے چہرے کے تاثرات کو بغور محسوس کرتے ہوئے جواب دیا۔ "گویا تم اب روحوں کی آڑ لے کر مجھے کوئی نئی کہانی سنانے کی غرض سے آئے ہو۔"

"کچھ باتیں ایسی ہوتی ہیں جنھیں وقت سے پہلے ظاہر نہیں

کیا جا سکتا۔" جیکسن ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ خلافِ توقع وہ اس وقت کچھ الجھا الجھا اور پریشان سا دکھائی دے رہا تھا۔

"کیا میں یہ سمجھوں کہ تم میرے سفر کے بارے میں سب کچھ جانتے بوجھتے بھی اپنی زبان بند رکھنے پر مجبور ہو؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"کل کیا ہونے والا ہے اس کا علم بجز خدا کے اور کسی کو نہیں مگر احتیاط ہر صورت میں لازم ہے۔"

"درخشاں کے بارے میں تم کیا جانتے ہو؟" میں نے ٹھوس آواز میں سوال کیا۔

"آپ نے اسی کی آخری خواہش کے احترام میں یہ سفر اختیار کیا ہے۔ روحوں نے مجھے یہی بتایا ہے۔"

"درخشاں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ ہم اسی دنیا میں ایک بار پھر ایک دوسرے سے ملیں گے۔" میں نے تیزی سے پوچھا۔ "اس سلسلے میں روحوں نے تمہیں کیا جواب دیا ہے؟"

"قسمت کے لکھے کو کوئی نہیں مٹا سکتا۔ یہ اور بات ہے کہ ہم اپنے اپنے عقیدوں کے غلام ہیں۔" جیکسن نے گول مول جواب دیا تو میں جھلا گیا۔

"تم مجھے الجھانے کی کوشش کر رہے ہو۔" میں تلملا کر بولا۔

"کچھ مرحلے ایسے بھی ہوتے ہیں جن میں ضد بحث مناسب نہیں ہوتی۔" جیکسن نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میں نہایت خلوصِ نیت سے آپ کو یہ مشورہ دینے آیا ہوں کہ اگر آپ تنہا سفر جاری رکھیں تو حالات آپ کے حق میں بہتر ہوں گے۔"

"میں شکر گزار ہوں مسٹر جیکسن کہ تم نے لاسا کے سلسلے میں میری مدد کی تھی لیکن مجھے افسوس ہے کہ وجہ معلوم کیے بغیر میں اپنے بہترین دوستوں کو اس سفر میں خود سے جدا نہیں کر سکتا۔"

"کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟"

"ہاں۔"

"کاش میں آپ کو اس فیصلے سے باز رکھ سکتا۔" جیکسن نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا پھر وہ جانے کے ارادے سے پلٹا تو میں بستر سے اچھل کر اس کی راہ میں دیوار بن گیا۔

"مسٹر جیکسن! تمہیں اپنی زبان کھولنا پڑے گی۔" میں نے خشک لہجے میں اسے باور کرانے کی کوشش کی۔ "یہ مت بھولو کہ میں نے بحری عقاب اور اس کے عملے کی خدمات کو ایک معینہ مدت تک کے لیے حاصل کر رکھی ہے۔"

جواب میں جیکسن نے مجھے قہر آلود نگاہوں سے گھورا، میری بات سن کر ایک لمحے کو وہ اپنے آپے سے باہر ہو گیا۔ اس کی نظروں میں شعلے بھڑک اٹھے لیکن پھر اس نے خود پر قابو پا لیا۔

نرم آواز میں بولا۔

"صرف دو روز اور انتظار کر لیجیے میرے محترم۔ اس کے بعد آپ کو بہت کچھ معلوم ہو جائے گا۔ یہ میرا وعدہ ہے۔"

میں نے ہاتھ آگے بڑھایا تو جیکسن نے مجھ سے ہاتھ ملانے میں کوئی ہچکچاہٹ نہیں ظاہر کی یہ گویا اس بات کا خاموش عہد تھا کہ وہ اپنے وعدے پر قائم رہے گا۔ پھر وہ تیزی سے آگے بڑھا اور کیبن کا دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

جیکسن کے جانے کے بعد میں دوبارہ اپنے بستر پر آ گیا۔ مجھے خوشی تھی کہ میں اپنے ارادے میں ناکام نہیں ہوا۔ آخر کار میری حکمتِ عملی اور ایک ذرا سی ترش روئی نے جیکسن کو میرے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اس نے اپنی زبان پر جو قفل ڈال رکھے تھے وہ دو روز بعد کھلنے والے تھے اور پھر مجھے قوی امید تھی کہ وہ تمام راز جو میرے سفر سے متعلق اس کے سینے میں دفن تھے باہر آ جائیں گے میں جیکسن کے کیبن میں روحوں کے کرشمے دیکھ چکا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ روحیں میرے سفر میں آئندہ پیش آنے والے ایک ایک لمحے سے واقف ہوں گی اور صرف دو روز بعد وہ تمام باتیں میرے علم میں بھی آ جائیں گی۔

بڑی دیر تک میں بستر پر لیٹا کروٹیں بدلتا رہا پھر نیند کا خمار آہستہ آہستہ میرے اوپر غالب آنے لگا۔ میری سوچیں بتدریج عجیب اندھیروں میں گم ہونے لگیں۔ شعوری طور پر میں دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا اور تب کسی کے مانوس قدموں کی آہٹ نے میرے لاشعور کے دروازوں پر دستک دینا شروع کی۔ میں ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا اور پھٹی پھٹی نگاہوں سے اس انسانی ہیولے کو دیکھنے لگا جو فضا میں پرواز کرتا ہوا میرے نزدیک آ رہا تھا۔ میں پلکیں جھپکائے بغیر اسے تکتا رہا اور پھر میرے دل کی دھڑکنیں یک لخت تیز ہو گئیں۔

درخشاں شب خوابی کے ہلکے آسمانی رنگ کے لباس میں سراپا قیامت بنی میری نگاہوں کے سامنے موجود تھی۔ پلکوں پر جادو جگاتی، ہونٹوں پر مسکراہٹیں بکھیرے اور خوابیدہ نگاہوں میں دنیا جہان کا سحر سمیٹے وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آ رہی تھی۔ وہ یقیناً میری کا جل میری درخشاں۔ میری زندگی تھی جو مجھ سے چند قدم کے فاصلے پر کھڑی مجھے حسرت بھری نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ میری نگاہیں دھوکا نہیں کھا سکتی تھیں۔ میں اپنی درخشاں کو دنیا کی تمام حسیناؤں کے ہجوم میں بھی بآسانی شناخت کر سکتا تھا۔ اس کی ایک ایک ادا میرے ذہن پر نقش تھی۔ اس کی گفتگو کا بانکپن اس کے چلنے کا قیامت خیز انداز، اس کے لباس کی حریری سرسراہٹ اور اس کے دلربا

جسم کے ایک ایک رنگ سے پھوٹنے والی خوشبو جو میری سانسوں میں آج بھی رچی بسی تھی۔

میں نے درخشاں کے استقبال کے لیے اٹھنے میں دیر نہیں لگائی میرے تنفس کی رفتار ڈانواڈول ہو رہی تھی۔ درخشاں کو اتنے قریب پا کر میرے ذہن پر نشے کی کیفیتیں طاری ہو رہی تھیں میں نے اسے سرگوشی میں آواز دی۔

"درخشاں! یہ تم ہو؟"

"ہاں جمال۔ میں تمہاری درخشاں ہوں۔"

"تم مجھے چھوڑ کر کہاں چلی گئی تھیں؟"

"یہاں۔ اس کیبن میں میرا دم گھٹ رہا ہے۔ آؤ باہر کھلی فضا میں چلتے ہیں۔"

درخشاں نے حکم دیا تو میں خاموشی سے اس کے ساتھ ہولیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ بے اختیار آگے بڑھوں اور اس کے خوب صورت وجود کو اپنے بازوؤں میں سمیٹ لوں تشنگی کی شدتوں کو جی بھر کر سیراب کر لوں لیکن نہ جانے وہ کون سی پراسرار قوت تھی جو مجھے میرے ارادوں کی تکمیل سے روک رہی تھی۔

عرشے پر پہنچ کر درخشاں نے سکون کا ایک طویل سانس لیا، سرد ہواؤں کے جھونکے میرے بدن سے ٹکرائے تو مجھے جھرجھری آ گئی، رات کے گھپ اندھیرے میں سمندر کی لہروں کی پرشور آواز اور ہواؤں کی سرسراہٹ نے مل جل کر ماحول کو بے حد پراسرار اور ڈراؤنا بنا دیا تھا لیکن میں ہر شے سے بے نیاز ہو کر اپنی درخشاں کو ٹکٹکی باندھے دیکھے جا رہا تھا۔

"جمال۔ تمہیں ان گھپ اندھیروں اور تاریکیوں میں خوف تو نہیں محسوس ہو رہا۔" درخشاں نے میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر پوچھا۔

"تمہارا قرب مجھے ہر احساس سے بے نیاز کر دیتا ہے۔ میری زندگی لیکن یہ اندھیرے...."

"یہ اندھیرے عارضی ہیں جمال! ان کے عقب سے بہت جلد نور کی کرنیں پھوٹیں گی۔"

"تمہاری جدائی کا احساس میرے لیے ناقابلِ برداشت ہو گیا ہے۔" میں نے اپنی کیفیت بیان کی تو درخشاں ایک لمحے کو مضطرب ہو گئی۔ اس کی نیلگوں آنکھوں میں نمی ابھر آئی پھر وہ بڑے پیار سے بولی۔

"مجھے تمہاری تڑپ کا اندازہ ہے میرے رفیق مگر جدائی کے یہ لمحے بھی دیرپا نہیں ثابت ہوں گے۔"

"درخشاں۔ تم نے مجھے یقین دلایا تھا کہ ہم بہت جلد اسی دنیا میں ایک دوسرے سے ملیں گے۔"

"لگن سچی ہو تو جذبے کبھی فنا نہیں ہوتے۔" اس نے ہونٹوں پر ایک دل آویز مسکراہٹ بکھیر کر کہا۔ "میں نے تم سے غلط نہیں کہا تھا، ہم بہت جلد ایک دوسرے سے ملنے والے ہیں لیکن۔"

درخشاں کچھ کہتے کہتے اچانک اداس ہو گئی تو میں نے تڑپ کر پوچھا۔

"تم خاموش کیوں ہو گئیں میری زندگی۔ کیا تمہیں ہمارے ملاپ پر کوئی شبہ ہے؟"

"شبہ نہیں جمال۔ اس بات کا اندیشہ ہے کہ کہیں تم دوسروں کے کہنے میں آ کر میرا خیال اپنے دل سے نہ نکال دو۔"

"ایسا ناممکن ہے درخشاں۔" میں نے درخشاں کے لہجے میں حسرت و یاس کی آمیزش محسوس کی تو جلدی سے اسے یقین دلاتے ہوئے کہا۔ "تمہیں اپنے جمال پر اعتماد رکھنا چاہیے۔ دنیا کی کوئی طاقت مجھے میرے ارادے سے باز نہیں رکھ سکتی۔"

"تم۔ تم اس طویل سفر سے اکتا تو نہیں جاؤ گے؟"

"یہ کیا کہہ رہی ہو۔ تمہاری خاطر تو میں زندگی کے دوسرے کنارے تک سفر کرنے کو تیار ہوں۔"

"سچ جمال؟"

یہ خاتون ایک ریکارڈ توڑ کورس کرنے کی خواہشمند ہیں

"جسم وے کر آزما لو۔ تمھارے ایک اشارے پر میں سمندر میں بھی چھلانگ لگا سکتا ہوں۔" میں جذباتی بن گیا۔

"نہیں۔ خدا کے لیے ایسا مت کرنا۔" درخشاں کی آواز میرے ذہن سے ٹکرائی۔ "اگر تم نہ رہے تو میرے خواب بھی ادھورے رہ جائیں گے، تمھیں پانے کی خاطر میں نے وقت سے جو لمحے مستعار لیے ہیں وہ رائیگاں چلے گئے تو میری روح تاقیامت تمھاری تلاش میں بھٹکتی رہے گی۔"

"درخشاں۔" میں تیزی سے بولا۔ "ایسی مالوسی کی باتیں مت کرو ورنہ میرے حوصلے بھی ٹوٹ جائیں گے۔"

"جمال۔ مجھ سے وعدہ کرو کہ تم اپنا سفر ترک نہیں کرو گے۔ اس وقت تک جب تک ہم ایک دوسرے کو دوبارہ نہ پالیں۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" میں نے بڑے خلوص سے کہا۔ "دنیا کی کوئی قوت مجھے تمھاری راہ سے بھٹکا نہیں سکے گی۔"

میرا جواب سن کر درخشاں کے چہرے پر چھائی مایوسی چھٹ گئی اس کی پلکوں پر امیدوں کے سیکڑوں چراغ روشن ہوگئے اس کے ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹیں رقص کرنے لگیں، وہ مجسم قیامت بن گئی اور تب میں خود پر قابو نہ پا سکا۔ درخشاں کے حسین وجود کو اپنی بے قرار بانہوں میں سمیٹنے کے ارادے سے تیزی سے لپکا تو تکلیف سے میرے منہ سے کراہ نکل گئی۔

میں نے آنکھیں ملتے ہوئے ماحول پر غور کیا تو سرد ہواؤں کے باوجود میری پیشانی پر پسینے کے قطرے ابھر آئے۔ اس وقت میں اپنے کیبن کے بجائے عرشے پر کھڑا تھا اور جس شے سے میرا سر ٹکرایا تھا وہ درخشاں کا حسین وگداز جسم نہیں بلکہ ریلنگ کا آہنی ستون تھا۔

خوف کی ایک لہر میرے وجود سے ٹکرائی تو میں تڑپ اٹھا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا وہ محض ایک خواب تھا، ایک ایسا خواب جو آہنی ستون کے درمیان میں آجانے سے ٹوٹ گیا تھا ورنہ اس خواب کی تعبیر میری موت بھی ہو سکتی تھی۔

❦

بحری عقاب کے عملے نے خشکی پر قدم رکھا تو ان کے چہرے خوشی سے دمک رہے تھے — یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے انھیں موت کے منہ میں جاتے جاتے اچانک زندگی مل گئی ہو۔ میں نے جہاز کے انجینئر باشن سے اس کی وجہ دریافت کی تو اس نے بڑی سنجیدگی سے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے سپاٹ آواز میں کہا۔

"لاسا کی پُراسرار موت کے بعد خشکی پر زندہ سلامت قدم رکھنا ہمارے لیے بے حد نیک شگون ہے۔"

باشن کا جواب مجھے کچھ عجیب مضحکہ خیز لگا۔ عملے کے دیگر لوگ اتنے پڑھے لکھے یا قابل نہیں تھے اس لیے اگر وہ کسی فرسودہ عقیدے کے شکار ہوتے تو اور بات تھی لیکن باشن کو ضعیف الاعتقاد محسوس کر کے مجھے حیرت ہوئی تھی۔ بظاہر وہ نہایت سلجھے ہوئے ذہن کا مالک لگتا تھا۔ سفر کے دوران ہمارا بار بار ایک دوسرے سے آمنا سامنا ہوا لیکن ہر بار باشن خاموشی سے نظریں جھکا کر گزر جاتا۔ نہ ہم نے کبھی اس سے گفتگو کی ضرورت محسوس کی نہ اس نے کبھی ہم سے قریب ہونے کی خاطر بلاوجہ بات کرنا چاہی۔ نارمن کی موت کے موقع پر جیکسن نے اپنی بے گناہی ثابت کرنے کے لیے باشن کا حوالہ دیا تھا۔ لیکن اس وقت بھی ہم نے باشن کو کریدنے کی زحمت نہیں مول لی تھی۔ غرضیکہ میرا ذاتی نظریہ اس انجینئر کے بارے میں یہی تھا کہ وہ محنتی جفاکش، کم سخن اور اپنے کام سے کام رکھنے والا ایک بُردبار اور نہایت سنجیدہ شخص ہے لیکن عملے کی خوشی کے سلسلے میں اس نے میرے سرسری سوال کا جو ٹھوس اور سنجیدہ جواب دیا وہ میرے لیے باعثِ حیرت ہی ثابت ہوا۔

"مسٹر باشن —" میں نے اس کی شخصیت کو مزید کریدنے کی خاطر پوچھا۔ "کیا آپ جیسا ہوشیار اور عقلمند انجینئر بھی جو بحری عقاب جیسے قوی ہیکل جہاز کے مشینی کل پرزوں کے بارے میں مکمل واقفیت اور پوری مہارت رکھتا ہے۔ ایسی باتوں پر یقین کر سکتا ہے جن کی کوئی توجیہہ ممکن نہ ہو۔"

"ہر وہ بات جو عقلِ سلیم سے بالاتر ہو انسان کے لیے پریشان کن ثابت ہوتی ہے۔"

"لاسا کی موت کے بارے میں آپ نے کیا نظریہ قائم کیا ہے؟"

"میں اپنے ساتھیوں سے الگ تو نہیں —" باشن نے نہایت سنجیدگی سے ایک عجیب منطق پیش کرتے ہوئے کہا۔ "ہم جب اپنے گھروں سے دور دراز سفر پر روانہ ہونے کے لیے جہازوں پر سوار ہوتے ہیں تو ہمیں اپنی واپسی کا زیادہ یقین نہیں ہوتا اور اسی لیے ہم جتنا عرصہ ایک ساتھ رہتے ہیں ایک خاندان اور ایک قبیلے کی صورت میں زندگی گزارنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہماری سوچیں بھی ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوتیں۔"

"گویا آپ کا بھی یہی خیال ہے کہ لاسا کی موت ....."

"اس تذکرے کو اب ختم کر دیجیے مسٹر جمال۔" باشن نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "مسٹر اسٹیلے نے جس خوبصورتی سے اس حادثے کو ذہنوں سے مٹانے کے لیے ایک مدلل جواز پیش کیا تھا ہم اس سے بخوبی واقف ہیں، لیکن یہی بات اگر عملے کے دیگر کارکنوں کے علم میں بھی آگئی تو وہ کسی قیمت پر دوبارہ بحری عقاب پر قدم رکھنے پر آمادہ نہیں ہوں گے۔"

"بہت خوب —" میں نے باسٹن کی بات سن کر اس پر گہرا طنز کیا: "یہ اطلاع بھی میرے لیے خاصی دلچسپ اور اہم ہے کہ خاص طور پر لاسا کی پُراسرار موت کے سلسلے میں اصل راز معلوم ہونے کے باوجود آپ نے اپنے خاندان یا قبیلے کے دوسرے افراد کو آگاہ کرنے کی کوشش نہیں کی؟"

"موت کا بھیانک تصوّر زندگی کی بے پناہ مسرتوں سے کہیں زیادہ اہمیت رکھتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں؟" میں نے باسٹن کے چہرے پر اچانک اُبھرنے والے متضاد تاثرات کو بطورِ خاص محسوس کرتے ہوئے پوچھا: "کیا لاسا کی موت کے اصل راز کے انکشاف پر آپ کو اپنی موت کا بھی خطرہ تھا؟"

"میرا یہی مطلب ہے —"

"لیکن ...."

"میرا خیال ہے آپ جیکسن کے قریب رہتے رہتے اسے بخوبی سمجھ چکے ہوں گے۔" باسٹن نے ناخوشگوار انداز میں اپنا نچلا ہونٹ کاٹتے ہوئے قدرے دبی زبان میں جواب دیا: "جیکسن سے ملاقات ہونے سے قبل میرا ذاتی نظریہ بھی صرف یہی تھا کہ موت اور زندگی کا اختیار صرف اسی کو ہے جو جسم میں روح داخل کرنے کی قوت رکھتا ہو لیکن جیکسن کی پُراسرار اور ناقابلِ یقین قوتوں کو دیکھنے اور محسوس کرنے کے بعد مجھے اپنی رائے تبدیل کرنا پڑ گئی۔"

"میں اب بھی نہیں سمجھا میرے دوست کہ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟" میں نے بے تکلفی سے جواب دیا۔

"فی الحال میں یہی کہہ سکتا ہوں کہ مسٹر جیکسن نے لاسا کے سلسلے میں مجھے زبان بند رکھنے کی تاکید کر دی تھی اور میں جانتا ہوں کہ اگر میں نے اس کے حکم کے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو میرا انجام لاسا کے مقابلے میں زیادہ بھیانک اور پُراسرار ہوگا۔"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے مسٹر باسٹن کہ جیکسن نے جو روحوں کو طلب کرنے کا علم جانتا ہے۔ عملے کے بیشتر افراد پر اپنی شخصیت کی دہشت بٹھا رکھی ہے۔"

"اور میرا خیال ہے کہ نارمن اور پھر اس کے بعد اڈگر کی موت نے آپ کے اندازے کی تصدیق بھی کر دی ہوگی۔" باسٹن ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔

"میں آپ کی بات کی تردید نہیں کروں گا لیکن کپتان ایسٹلے کو آپ کس خانے میں فٹ کریں گے؟ میرا مقصد ہے کہ میں نے جب بھی اسے جیکسن کے سلسلے میں ٹٹولنے کی کوشش کی یا اس کی ذاتی رائے دریافت کرنا چاہی۔ اس نے ہمیشہ ناگواری کا اظہار کیا۔" میں نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے سنجیدگی سے کہا: "کیا ان حالات کے باوجود کپتان ایسٹلے کی زندگی آپ کے لیے حیرت انگیز نہیں جبکہ آپ جیکسن کو زیادہ قوت کا مالک سمجھتے ہیں؟ کیا اب آپ یہ کہیں گے کہ جیکسن نے محض اس لیے کپتان کو ڈھیل دے رکھی ہے کہ اس کے بغیر بحری عقاب کی گردش ختم ہو جائے گی؟"

"مجھے افسوس ہے مسٹر جمال کہ میں جیکسن کے سلسلے میں آپ کے ساتھ مزید کوئی گفتگو نہیں کر سکتا۔" باسٹن اپنا جملہ مکمل کر کے تیزی سے جانے کے لیے پلٹا پھر ایک جھٹکے سے رکا اور دوبارہ مجھے مخاطب کرتے ہوئے بڑی عاجزی سے بولا: "میں درخواست کروں گا کہ اس وقت میرے اور آپ کے درمیان جو گفتگو ہوئی ہے اس کا علم کسی تیسرے شخص کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"تمہارا اشارہ غالباً ....."

"میں درخواست کرتا ہوں جناب۔" باسٹن ہاتھ ملتے ہوئے بولا: "مجھے اپنی بیوی اور اپنی معصوم بیٹی سے بے پناہ پیار ہے، مارتھا نے میری محبت میں اپنے والدین اور گھر بار کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا ہے۔ میرے علاوہ مارتھا اور میری معصوم بیٹی مارگریٹ کا کوئی اور سہارا نہیں ہے۔"

باسٹن کی عاجزی اور اس کے چہرے پر نظر آنے والے رحم طلب تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کس حد تک جیکسن سے خائف ہے چنانچہ میں نے اسے مایوس نہیں کیا۔ وعدہ کرتے ہوئے کہا۔

"تم یقین رکھو باسٹن — میں جیکسن سے اس ملاقات کا کوئی ذکر نہیں کروں گا۔"

"شکریہ میرے محسن —" باسٹن کی آنکھوں میں زندگی واپس لوٹ آئی۔ میرا شکریہ ادا کرنے کے بعد وہ تیزی سے قدم بڑھاتا اس ہجوم میں جا کر گم ہو گیا جو خشکی پر آباد لوگوں نے بحری عقاب

ہمارے ایک دوست ایک فلم اسٹار سے منگنی کر بیٹھے شادی کے لیے روانہ ہوئے تو راستے میں اُن کی کار فیل ہو گئی۔ میکینک نے بتایا کہ کار درست ہونے میں تین سے پانچ گھنٹے لگ جائیں گے۔

پس انھوں نے فوراً اپنی فلم اسٹار منگیتر کو تار بھیجا: "چند گھنٹوں کی دیر ہو گئی ہے۔ اس عرصے میں بھی اور سے شادی کر لینا۔"

---

itsurdu.blogspot.com

کو لنگرانداز دیکھ کر ساحل پر لگا رکھا تھا۔

میں ابھی باسٹن کی باتوں کی روشنی میں جیکسن کی پُراسرار شخصیت کو پرکھنے کی خاطر ذہنی جمناسٹک کر رہا تھا کہ کیلاش نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔

"بھگوان کے لیے جمال — تم اس بھوندو کو سمجھانے کی کوشش کرو۔"

"کس کی بات کر رہے ہو؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔

"اسی کند ذہن اور بدھو پادری کی جس نے خود کو اپنے کیبن میں اندر سے مقفل کر رکھا ہے اور باوجود میرے بے حد سمجھانے کے اسی بات پر اڑا ہوا ہے کہ وہ کسی قیمت پر خشکی پر قدم نہیں رکھے گا۔ ابھی تک وہ اسی وہم میں مبتلا ہے کہ اگر اس نے خشکی پر قدم رکھنے کے بعد دوبارہ بحری سفر اختیار کیا تو بربادیاں اور تباہیاں اس کا مقدر بن جائیں گی۔"

"جیکب کے دماغ میں پیدا ہونے والا یہ خلل نہ صرف یہ کہ اسکی سادہ لوحی اور شرافت کی دلیل ہے بلکہ اس میں تمہاری شرارتوں کو خاصا دخل ہے۔" میں نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ جب تک میں اسے پریشان نہ کروں میرا کھانا ہضم نہیں ہوتا لیکن تمہیں اس بات کا اندازہ نہیں کہ وہ رفتہ رفتہ بزدلی اور رواہموں کا شکار ہوتا جا رہا ہے۔"

"اس میں بھی تمہاری ذات کا دخل ہے۔" میں نے جیکب کی طرف داری کرتے ہوئے کہا۔ "تم جانتے ہو کہ وہ بے حد خاندانی قسم کا پادری واقع ہوا ہے اور کسی ایسی بات کو پسند نہیں کرتا جو اسے اس کے عقیدے سے بھٹکائے۔"

"مجھے بھی اس کی ان تمام کمزوریوں کا علم ہے لیکن میں نے اس احمق کو کبھی اس کے مذہب سے بغاوت کرنے پر نہیں اکسایا۔"

"تم اپنی جگہ درست ہو لیکن جیکب جو کچھ محسوس کر رہا ہے وہ بھی غلط نہیں۔"

"کیا مطلب؟" کیلاش نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"تم اس بات سے بخوبی واقف ہو کہ جیکب کو سلویا سے کتنا پیار تھا۔" میں نے کیلاش کو سمجھاتے ہوئے کہا۔ "سلویا اب اس دنیا میں نہیں ہے — جیکب اپنی زندگی کے اس دور سے گزر رہا ہے۔ جہاں ہر فرد کو ایک حسین سہارے کی بڑی شدت سے ضرورت محسوس ہوتی ہے لیکن جیکب نے آج بھی سلویا کو اپنے ذہن میں اس طرح بسا رکھا ہے جیسے وہ مری نہ ہو زندہ ہو — وہ اس تصور کو شعوری طور پر بھی زندہ رکھنے کے لیے وہ کسی اور خوبصورت یا نوجوان عورت کا قرب تو کیا اس کا ذکر بھی پسند نہیں کرتا لیکن تم نے رمپا کے سلسلے میں بار بار جو تذکرے اور شرارتیں جیکب کے ساتھ کی ہیں۔ اس نے غریب پادری کو لاشعوری طور پر خوفزدہ کر دیا ہے۔"

"آئی سی —" کیلاش نے کہا۔ "اگر یہ بات ہے تو پھر مجھے باقاعدگی سے اس کا علاج کرنا پڑے گا۔"

"کیا تم یہ بات سنجیدگی سے کہہ رہے ہو؟"

"اتنی ہی سنجیدگی سے جتنی سنجیدگی سے اب میں اس بات پر غور کر رہا ہوں کہ جیکب کے لیے فوری طور پر ایک خوبصورت اور حسین ساتھی کی ضرورت بڑی اہمیت اختیار کر چکی ہے۔"

"خدا کے لیے کیلاش —" میں تیزی سے بولا۔ "اس سلسلے میں اپنی زبان فی الحال بند ہی رکھنا ورنہ جیکب اگر ایک بار بدک گیا تو پھر دنیا کی کوئی طاقت اسے ہمارے ساتھ سفر جاری رکھنے پر آمادہ نہیں کر سکے گی۔"

کیلاش کچھ کہنا چاہتا تھا کہ ایک خوبصورت لڑکی ہاتھوں میں تازے ناریل لیے ہمارے قریب آگئی۔ کیلاش ناریل خریدنے کی خاطر لڑکی سے باتوں میں مصروف ہوا تو میں جیکب کو سمجھانے کی خاطر دوبارہ بحری عقاب کی سمت روانہ ہو گیا۔

جیکب کو خشکی پر لانے کی خاطر مجھے کچھ پاپڑ ضرور بیلنے پڑے۔ وہ اپنے واہمے پر اڑا ہوا تھا۔ بار بار یہی رٹ لگا رہا تھا کہ اگر اس نے جہاز سے اتر کر خشکی پر قدم رکھا تو آنے والے حالات اس کے حق میں بے حد اذیت ناک ثابت ہوں گے۔ میں نے اسے راہِ راست پر لانے کی خاطر مختلف دلیلیں پیش کیں لیکن وہ نہ مانا۔ مگر جب میں نے مذہب کو درمیان میں لا کر اسے باور کرایا کہ خدا کی مرضی کے بغیر کوئی حقیر تنکا بھی اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا تو وہ بادل ناخواستہ میری بات مان گیا اور کیبن کھول کر شرمندہ شرمندہ سا نیچے اتر آیا۔ مجھے جیکب کی سادگی اور معصومیت پر اس وقت بے حد ترس آ رہا تھا۔ دنیاداری میں اُلجھ کر وہ اپنے مسلک سے اکثر بھٹک جاتا تھا لیکن مذہب کے نام پر وہ اپنی جان بھی بے دریغ قربان کر سکتا تھا۔

میری اس داستان کے شیرازوں کو منتشر ہوئے ایک طویل مدت گزر چکی لیکن بیتی باتوں کا احساس جب پوری شدت سے ماضی کی بھولی بسری یادوں کو ہوا دیتا ہے تو میں آج بھی تڑپ اٹھتا ہوں، انسان غلطیوں کا پتلا ہے، خود کو زندہ رکھنے کی خاطر اس نے نہ جانے کیا کیا حیلے اور بہانے بنا رکھے ہیں۔ اپنی من مانی کرنے کی خاطر موقع و محل کے اعتبار سے نئی نئی منطقیں تلاش کر لینا اس کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ گناہ و ثواب کی راہوں میں ہر جب چاہتا ہے اپنے نفس کی خواہشات کے پیش نظر نت نئی تاویلیں تراش لیتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ قدموں کی ایک

ذرا سی جنبش اور لڑکھڑاہٹ اس کے تمام کیے کرائے پر پانی پھیر سکتی ہے۔ وہ آسمان کی بلندیوں سے زمین کی پستیوں کی جانب منہ کے بل گرتا ہے اور پھر ایک خلش تمام زندگی اس کے وجود کو گھن کی طرح لگی رہتی ہے۔

میرے ساتھ بھی قدرت نے یہی مذاق کیا۔ میں نے خود کو بہلانے کی خاطر اور ایک روح کی آخری خواہش کی تکمیل کی خاطر اپنے بے گناہ اور معصوم دوستوں کو بھی اپنا ہم سفر بنا لیا تھا۔ وہ میری خود غرضی تھی جس کا احساس آج بھی مجھے ملامت کرتا رہتا ہے۔ وقت اور حالات کے بدلتے دھاروں نے بارہا مجھے تنبیہہ کی کہ جو سفر میں نے اختیار کیا ہے وہ نہ صرف یہ کہ مخدوش ہے بلکہ خطرناک بھی ہے۔ طوفانوں نے متعدد بار مجھے واپسی کا راستہ اختیار کرنے کی تلقین کی۔ مگر بادبان میرا مقدر بن چکی تھیں۔ میں بھلا ان حالات اور حادثات سے کیسے فرار حاصل کر سکتا تھا جو میرے نصیب میں رقم کی جا چکی تھیں۔

کہتے ہیں کہ جب انسان کسی بڑی مشکل میں الجھنے والا ہوتا ہے تو لمحات اور ساعتیں وقفے وقفے سے اس کی نشاندہی کرتی رہتی ہیں۔ اکثر اس کی اپنی چھٹی حس بھی جاگ اٹھتی ہے اور کوئی اہم بات بے ارادہ اس کی زبان سے ایسی نکل جاتی ہے جس کے لیے وہ کوئی جواز نہیں پیش کر سکتا لیکن اس کی بات اپنی جگہ پتھر کی لکیر ثابت ہوتی ہے۔

جیکب کے ساتھ بھی یہی ہوا۔ خدا کا وہ نیک اور معصوم بندہ آج اس دنیا میں نہیں لیکن اس کی یاد آج بھی زندہ ہے۔ میرے سفر کے دوران قدرت نے اس فرشتہ خصلت انسان کی زبانی میرا نوشتۂ تقدیر مجھے سنوانے کی کوشش کی مگر ہم شاید اندھے اور بہرے ہو گئے تھے کہ ہم نے جیکب کی کسی بات پر دھیان نہیں دیا اور ہر بار مذہب کی آڑ لے کر اس غریب کو بھی خاموش ہو جانے پر مجبور کر دیا لیکن آج جب میں پلٹ کر پیچھے دیکھتا ہوں تو مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے جیکب کی روح دبے قدموں میرا تعاقب کر رہی ہے، مجھے ملامت کر رہی ہے مگر اب ان باتوں کو یاد کرنے سے بھلا کیا حاصل، جو ہونا تھا وہ تو ہو چکا۔

غرضیکہ میں جیکب کو اپنے ساتھ جہاز سے نیچے خشکی پر لانے میں کامیاب ہو گیا۔ جہاں جزیرے کے لوگوں نے جہاز کی آمد پر حسب معمول میلہ سا لگا دیا تھا۔ جہاز کے عملے کے افراد اپنی ضرورتوں کے پیش نظر خرید و فروخت میں لگے ہوئے تھے اور جزیرے کی شوخ و شنگ اور حسین لڑکیوں کے ساتھ ہنس بول کر اپنے سفر کی تکان دور کرنے میں مصروف تھے۔ کیلاش ایک بردبار انسان اور ماہر سرجن ہونے کے باوجود بالکل بچہ بنا ہوا تھا۔ ابھی تک وہ اسی ناریل فروخت کرنے والی لڑکی کے ساتھ گفتگو کر رہا تھا۔ جس کے ساتھ چھوڑ کر میں جیکب کو لینے جہاز پر گیا تھا۔ اس نے تنکوں والی ایک عجیب سی بے ہنگم ہیٹ اپنے سر پر جما رکھی تھی اور ہنس ہنس کر لڑکی سے باتیں کر رہا تھا۔ میں یہ محسوس کیے بغیر نہ رہ سکا کہ اس اجنبی لڑکی نے کیلاش کو بہت زیادہ متاثر کر لیا ہے۔ بہت تھوڑے وقت میں وہ ایک دوسرے سے خاصے بے تکلف ہو گئے تھے۔ میں جیکب کے ساتھ قریب گیا تو کیلاش نے مجھے دیکھ کر لڑکی کا تعارف کراتے ہوئے کہا۔

"لوکیلا۔ جزیرے پر اپنے بوڑھے اور اپاہج باپ کے ساتھ رہتی ہے۔"

"خوبصورت نام ہے۔ لوکیلا!" میں نے یوں ہی کہہ دیا۔

جیکب بدستور سنجیدہ سنجیدہ سا نظر آ رہا تھا۔ کیلاش جس نے کتابوں کے ذریعے دوران سفر مختلف علاقوں کی مختلف زبانوں کے بہت سارے الفاظ یاد کر لیے تھے۔ جیکب کو چھیڑنے کی خاطر بطور خاص لڑکی سے اس کا تعارف کراتے ہوئے بولا۔

"یہ ہمارا نوجوان مذہبی باپ ہے۔ فادر جیکب۔"

"مگوراکی۔" لڑکی نے اپنی زبان میں غالباً جیکب کو باور کرانے کی کوشش کی تھی وہ اس سے مل کر خوش ہوئی ہے۔ جس انداز میں وہ جیکب کو مخاطب کرتے وقت گھٹنے تک جھکی تھی اس سے بھی یہی ظاہر ہوا تھا کہ وہ ایک مذہبی شخص کا احترام خود پر لازم سمجھتی ہے۔

جواب میں جیکب نے بھی اپنے سر کو خفیف سی جنبش دی پھر مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے بولا۔ "میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو لوکیلا نے سرجن کیلاش کو وہ انجکشن لگا دیا ہے جو اچھے بھلے انسانوں کو گمراہ کر دیتا ہے۔"

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے تعجب سے وضاحت چاہی تو جیکب نے دبی زبان میں کہا۔

"اس کے سر پر تنکوں والی ہیٹ دیکھ رہے ہو جس نے اس کی شخصیت کو بے حد مضحکہ خیز بنا دیا ہے۔"

"لیکن....."

"ایسا صرف اسی حالت میں ہوتا ہے جب انسان اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہوتا ہے۔" جیکب نے میری بات کو کاٹتے ہوئے کہا۔ پھر قدرے توقف سے بولا۔ "کیا تم دوسرے لوگوں کو نہیں دیکھ رہے جو بار بار کنکھیوں سے لوکیلا اور کیلاش کی طرف یوں دیکھ رہے ہیں جیسے انھیں اس بات پر خوشی ہو کہ ان کے قبیلے کی ایک خوبصورت اور حسین لڑکی ایک موٹے تازے سیاح کو بطور شکار اپنے جال میں پھانسنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔"

"اتنی تنگ نظری کی باتیں مت کرو۔" میں نے جیکب کو سمجھاتے ہوئے جواب دیا۔ "دور دراز کے سفر اور پکنک کے موقعوں پر ایک دوسرے سے گھل مل جانا یا دوسروں کے طور طریقے وقتی طور پر اپنا لینا محض تفریحِ طبع کے لیے ایک بہانہ ہوتا ہے۔ اور تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ ریبا کے ساحل پر ہمارا قیام بڑا مختصر ہے۔ رات کی سیاہی پھیلتے ہی ہم دوبارہ جہاز پر واپس چلے جائیں گے اور پھر کپتان اسٹیلے کے کہنے کے مطابق رات کے پچھلے حصے میں ہمارا سفر دوبارہ شروع ہو جائے گا۔"

"تم خواہ کچھ بھی کہو لیکن میرا ذاتی خیال یہی ہے کہ سر جن کیلاش جو دوسروں کا علاج کرنے میں مہارت رکھتا ہے آج خود ایک لاعلاج مرض کا شکار ہو گیا ہے۔"

کیلاش ٹوکیلا سے باتوں میں مصروف تھا اس لیے غالباً وہ جیکب کی باتیں نہیں سن سکا۔ میں نے ٹوکیلا کی شخصیت میں کیلاش کی دلچسپی کا اندازہ لگایا تو وہاں رکنا مناسب نہیں سمجھا۔ جیکب کے ساتھ قدم بڑھاتا ہوا آگے نکل گیا۔

سمندر کے بیچوں بیچ وہ جزیرہ ہر چند کے رقبے اور آبادی کے اعتبار سے بہت زیادہ وسیع نہیں تھا لیکن وہاں بسنے والوں نے اپنے سلیقے سے اسے سیاحوں کے لیے بے حد پرکشش بنا دیا تھا۔ میں جیکب کے ساتھ ٹہلتا ہوا دور نکل گیا۔ جیکب بدستور ٹوکیلا کو کیلاش کے لیے ایک مہلک جراثیم ثابت کرنے کے سلسلے میں میرا سر کھا رہا تھا اور میں اس بات پر بضد تھا کہ جیکب جو کچھ محسوس کر رہا ہے وہ سراسر غلط ہے۔ ہمارے درمیان بحث کا یہ سلسلہ جاری تھا کہ اچانک ایک مقامی باشندہ سامنے آ کر ہمارے راستے میں حائل ہو گیا۔

میں نے اسے گھور کر دیکھا۔ وہ ادھیڑ عمر سے کچھ نکلتا ہوا محسوس ہو رہا تھا لیکن اس کی صحت قابلِ رشک نظر آ رہی تھی البتہ اس نے خود کو مضحکہ خیز بنانے کی خاطر اپنے جسم کے مختلف حصوں کو مختلف رنگوں سے رنگ رکھا تھا۔ اس کے دائیں ہاتھ میں کسی مردہ جانور کی سال خوردہ ہڈیوں کا بے ہنگم ڈھانچہ موجود تھا جسے ہمارے سامنے رکنے کے بعد اس نے بڑی عقیدت و احترام سے چوما تھا۔

"اس نے ہمارا راستہ کیوں روکا ہے؟" میں نے جانے کیوں یکلخت سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جیکب سے دریافت کیا۔

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو یہ کوئی مقامی مسخرہ ہے جو اپنی وضع قطع اور حرکتوں سے ہمیں محظوظ کر کے اپنی روزی پیدا کرنے کا خواہشمند ہے۔"

"ہو سکتا ہے!"

میں نے جیب سے ایک سکہ نکال کر نو وارد کی سمت اچھالا پھر کترا کر آگے بڑھنا چاہا تو وہ تیزی سے لپک کر دوبارہ ہمارے سامنے آ گیا۔ میرا اچھالا ہوا سکہ زمین پر پڑا چمک رہا تھا لیکن اس کی چمک نو وارد کی آنکھوں میں ابھرنے والی چمک کے سامنے ماند نظر آ رہی تھی۔ اس بار جیکب کو بھی اس کی حرکت ناگوار گزری مگر قبل اس کے کہ ہم اس پر اپنی ناراضی کا اظہار کرتے اس نے ہڈیوں کے میلے کچیلے ڈھانچے کو ایک بار پھر بڑے احترام سے بوسہ دیا پھر ٹوٹی پھوٹی انگریزی میں بولا۔

"میرا نام گاگابا ہے۔ میں کوئی فقیر نہیں ہوں۔ میں ایک نجومی ہوں جو سیاحوں کو ان کی قسمت کا حال بتا کر ان کے بُرے اور بھلے سے آگاہ کرتا ہوں اور اسی بہانے مجھے چار پیسے مل جاتے ہیں۔"

"اوہ۔" میں نے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "تو تم ہمیں ہماری قسمتوں کا حال بتانا چاہتے ہو۔"

"کل کیا ہونے والا ہے اس کا علم سوائے خداوند کے اور کسی کو نہیں ہو سکتا۔" جیکب نے گاگابا کو گھورتے ہوئے تنبیہہ کی۔ "تم دوسروں کے ساتھ ساتھ اپنا وقت بھی ضائع کر رہے ہو۔ پیٹ پالنے کے لیے اور بھی بہت سارے طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں۔"

"آپ کا کہنا درست ہے مقدس باپ۔" گاگابا نے سنجیدگی سے جیکب سے کہا۔ "لیکن میں نے جس علم کو ذریعہ معاش بنایا ہے وہ بھی دیوتاؤں کا بنایا ہوا ہے۔"

"تم میرے بارے میں کیا بتا سکتے ہو؟" جیکب نے بُرا سا منہ بنا کر دریافت کیا لیکن اس وقت ہماری حیرت کی کوئی انتہا نہ رہی جب گاگابا نے جیکب کے بارے میں مکمل تفصیل بیان کر دی۔ وہ خلا میں گھور رہا تھا اور اس کی زبان یوں فر فر چل رہی تھی جیسے وہ کسی کتاب کے اوراق پڑھ رہا ہو۔ پھر اس نے اپنی بات ختم کی اور جیکب کی طرف دیکھتے ہوئے بولا۔

"فادر جیکب۔ میں نے جو کچھ اپنے علم کے زور سے معلوم کیا ہے کیا وہ غلط ہے؟"

"نہیں۔" جیکب نے سٹپٹاتے ہوئے کہا۔ "تم نے سب کچھ ٹھیک بتایا ہے لیکن......"

"گاگابا۔" میں نے جیکب کی بات کاٹتے ہوئے گاگابا سے دریافت کیا۔ "کیا تم ہمیں ہمارے سفر کے بارے میں بھی کچھ بتا سکتے ہو؟"

"کیوں نہیں۔" اس نے میری آنکھوں میں جھانکتے ہوئے کہا۔ "گاگابا کی آنکھیں اندھیروں کا سینہ چیرنے کی قوت رکھتی ہیں۔ آج تک اس کی زبان سے نکلی ہوئی کوئی بات غلط نہیں ثابت ہوئی۔ اس نے جو کہا سچ ہوا۔ جو سوچا درست سوچا اور جو سمجھا وہ بھی پتھر کی لکیر بن گیا۔"

"میں اپنے سفر کے بارے میں پوچھ رہا تھا۔" میں نے گاگابا کو اس

itsurdu.blogspot.com

کی چرب زبانی کا احساس دلایا تو وہ سنبھل گیا۔ ایک لمحے تک خلا میں گھورتا رہا پھر ہڈیوں کے ڈھانچے کو چومتا ہوا بولا۔

"جو گزر چکا ہے میں وہ بھی دیکھ رہا ہوں اور جو آنے والا ہے وہ بھی میری نگاہوں میں ہے۔ کالی قوتوں اور گندی طاقتوں نے قدم قدم پہ اپنا جال بن رکھا ہے لیکن وہ جھاگ کی مانند بیکار اور بے اثر ہوتی جا رہی ہیں۔ سمندر کے سینوں میں پوشیدہ طوفان گھات لگائے بیٹھا ہے۔ موجوں کا شور میرے کانوں میں گونج رہا ہے۔ سیاہ اور نادیدہ قوتیں ایک خوفناک اور تباہ کن طوفان کو جنم دینے والی ہیں۔ سمندر کی موجیں آتش فشاں بن کر ابلنے کو تڑپ رہی ہیں۔ سب کچھ تباہ و برباد ہو جائے گا لیکن تم۔ ہاں میرے خوش نصیب دوست، تم اور تمہارے ساتھی ہر حالت میں محفوظ رہیں گے۔ تم ایک ایسی سرزمین پر قدم رکھو گے جہاں ہر چیز تمہارے لیے انوکھی، پُراسرار، حیرت انگیز اور ناقابل یقین ہوگی۔ اُس سرزمین پر موت اپنا بازو پھیلائے تمہاری جانب لپکے گی لیکن....."

"لیکن کیا؟" گاگابا کہتے کہتے رکا تو میں نے تیزی سے کہا۔ "تم خاموش کیوں ہو گئے؟"

"کیا تمہارے ساتھ کوئی کتا بھی سفر کر رہا ہے؟"

"ہاں۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے جواب دیا۔ "میرا وفادار کتا نامی بھی میرے ساتھ ہے۔"

"وہی۔ وہی تمہیں مصیبتوں سے نجات دلائے گا اور وہی تمہاری رہنمائی بھی کرے گا۔"

جیکب گم صم کھڑا گاگابا کی شکل دیکھ رہا تھا۔ اسے نجومیوں کے نام ہی سے نفرت تھی مگر گاگابا جو کچھ کہہ رہا تھا اس نے جیکب کو انگشت بدنداں کر دیا۔ میرے لیے بھی اس کی باتیں تعجب خیز تھیں۔ وہ بھی مجھے وہی باتیں بتا رہا تھا جو جیکسن کی طلب کردہ روحوں نے مجھے بتا رکھی تھیں بلکہ گاگابا زیادہ کھلے الفاظ میں مجھے آئندہ پیش آنے والے خطروں سے آگاہ کر رہا تھا۔

"گاگابا۔ کیا تم یہ بھی جانتے ہو کہ میں نے یہ سفر کیوں اختیار کیا ہے؟"

"ہاں۔ تم ایک روح کی آخری خواہش کی تکمیل میں اپنی جان خطروں میں ڈال رہے ہو۔"

"کیا۔ کیا میں اسے دوبارہ حاصل کر سکوں گا؟" میں نے بے چینی سے پوچھا۔

گاگابا کے ہونٹوں پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی۔ اس کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ میرے بارے میں، میرے سفر کے بارے میں اور درخشاں کی بے چین روح کے بارے میں سب کچھ جانتا ہے۔ وہ غالباً یہ بھی جانتا تھا کہ درخشاں کے کہنے کے مطابق میری اور اسکی ملاقات ہوگی یا نہیں لیکن قدرت نے اُسے زبان کھولنے کا موقع نہیں دیا۔

میری نگاہیں گاگابا کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میرا آخری سوال سن کر اس نے ایک نظر آسمان پر ڈالی پھر وہ کچھ کہنا چاہتا تھا کہ اس کے ہاتھ میں دبا ہوا ہڈیوں کا ڈھانچہ اس کی گرفت سے نکل کر ہوا میں لہراتا ہوا اتنی برق رفتاری اور شدت سے اس کی پیشانی سے ٹکرایا کہ وہ اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکا، تیورا کر فرش پر ڈھیر ہو گیا اور جہاں ہڈیوں کا ڈھانچہ ٹکرایا تھا، پیشانی پر عین اسی جگہ سے خون کی دھار پھوٹ کر اس کے چہرے کو سرخ بنانے لگی۔

"گاگابا۔" میں لپک کر اس کے قریب بیٹھ گیا۔ "یہ تمہیں اچانک کیا ہو گیا؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"آج۔ آج۔ زندگی میں پہلی بار ہڈیوں کے پُراسرار اور عظیم ڈھانچے نے میری زبان بند کرنے کی کوشش کی ہے۔ آج سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا۔" گاگابا نے بڑی نقاہت بھری آواز میں کہا۔ "شاید روحوں کو یہ منظور نہیں کہ آنے والے حالات پر سے قبل از وقت پردہ اٹھایا جائے۔"

"گاگابا۔" میں نے اس کی ڈوبتی سانسوں کو محسوس کرتے ہوئے اسے لالچ دیا۔ "میں تمہیں منہ مانگی رقم دینے کو تیار ہوں، مجھے صرف اتنا بتا دو کہ کیا میں اپنی درخشاں کو دوبارہ حاصل کر سکوں گا؟"

گاگابا نے حسرت بھری نظروں سے میری طرف دیکھا۔ اس کا چہرہ خون سے تر بتر ہو کر بے حد ڈراؤنا اور بھیانک نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے جواب میں کچھ کہنے کے لیے اپنے ہونٹوں کو جنبش دی۔ لیکن آواز اس کے حلق کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئی۔ اس نے ایک آخری ہچکی لی اور اس کا چہرہ ایک جانب ڈھلک گیا۔

جیکب نے ایک سرد آہ بھر کر اپنے سینے پر انگلیوں سے صلیب کا نشان بنایا پھر جیب سے ایک رومال نکال کر گاگابا کے چہرے پر ڈال دیا اور میں بڑی سنجیدگی سے سوچ رہا تھا کہ جو بات گاگابا جانتا تھا وہ یقینی طور پر جیکسن کو بھی روحوں کی زبانی معلوم ہو چکی تھی۔ جیکسن نے اس راز کو سینے کی گہرائیوں میں دفن کر رکھا تھا

اپنی منگیتر کے لیے ایک تحفہ خریدنا چاہتا ہوں لیکن سمجھ میں نہیں آ رہا کہ کیا خریدوں؟
"کیا وہ تمہیں پسند کرتی ہے؟"
"بے شک۔"
"اگر وہ واقعی تمہیں پسند کرتی ہے تو تمہارا ہر تحفہ اسے پسند آئے گا۔"

اس لیے وہ ابھی زندہ تھا۔ گابا نے زبان کھولنے کی حماقت کی اس لیے وہ غریب نادیدہ طاقتوں کا شکار ہو گیا۔

لیکن — وہ راز کیا تھا؟

اپیا کے ساحلی علاقے پر گابا کی شخصیت اپنے لوگوں میں بے حد ہر دل عزیز بھی تھی چنانچہ اس کی اچانک موت نے وہاں کے مقامی لوگوں کو بھی الجھا دیا۔ وہ اپنے تمام ہنگامے چھوڑ کر گابا کی لاش کے اطراف پھیل گئے اور اس کی موت کا سبب دریافت کرنے کی کوشش کرنے لگے۔ بیشتر افراد مجھے اور جیکب کو ایسی مشکوک نظروں سے دیکھ رہے تھے جیسے ہم نے دیدہ دانستہ اسے قتل کیا ہو۔ خود کیلاش نے بھی مجھ سے یہی سوال کیا: "کیا تم نے ..."

"لمبی کہانی ہے۔" میں نے سرگوشی کرتے ہوئے کیلاش سے کہا۔ "اس ہجوم سے نکلنے کی کوشش کرو۔"

"توکیلا مجھے بتا رہی تھی کہ گابا کو مقامی لوگوں میں مذہبی پیشواؤں جیسی حیثیت حاصل تھی۔" کیلاش توکیلا کی جانب دیکھتا ہوا دبی زبان میں بولا۔ "اس کی موت نے اپیا کے عوام کو ششدر کر دیا ہے وہ گابا کی موت کو جزیرے کے لیے اچھا شگون نہیں سمجھ رہے ان کا خیال ہے کہ اب جزیرہ بہت جلد تباہ ہو کر سمندر کے سینے میں غرق ہو جائے گا۔"

"ہو سکتا ہے گابا نے مقامی لوگوں کو اپنی پُراسرار شخصیت سے مرعوب کرنے کے لیے ایسا کہہ دیا ہو۔" جیکب نہایت سنجیدگی سے بولا۔ "ایسی باتیں کرنا نہ صرف حماقت اور جہالت کی دلیل ہے بلکہ اس بات کی نشاندہی بھی کرتا ہے کہ یہاں کے مقامی لوگ مذہب اور تہذیب سے قطعی بے بہرہ ہیں۔ میں کوشش کرتا ہوں کہ انھیں باور کرا سکوں کہ جو ایک دن اس دنیا میں جنم لیتا ہے اس کی موت بھی یقینی ہوتی ہے اور ..."

"بھگوان کے لیے تم اپنی زبان بند ہی رکھنا۔" کیلاش نے تیزی سے کہا۔ "جمال کے کہنے کے مطابق ہمیں سب سے پہلے یہاں سے نکلنے کی سبیل کرنا چاہیے۔"

"لیکن مذہب کی تبلیغ عین عبادت ہے۔"

"خبردار —" کیلاش نے جیکب کو تنبیہ کی۔ "توکیلا نے مجھے یہ بھی بتایا ہے کہ مقامی لوگ گابا کے سلسلے میں پہلے بھی متعدد بار جذباتی مظاہرے کر چکے ہیں۔ یوں بھی ایسے سنگین موقع پر مذہب کی تان لگانا مناسب نہ ہوگا۔"

"جلدی کرو کیلاش۔" میں نے مجمع پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا۔ "آہستہ آہستہ یہاں کے جاہل عوام ہمیں اپنے حلقے میں گھیرنے کے لیے پھیل رہے ہیں۔ اگر ان کا دائرہ مکمل ہو گیا تو پھر ہمارے فرار کے تمام راستے مسدود ہو جائیں گے۔"

ہم ابھی سراسیمگی کی کیفیت سے دوچار تھے کہ جیکین مجمع کو چیرتا ہوا سامنے آ گیا۔ اس کی نظریں بھی گابا کے چہرے پر مرکوز تھیں، چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ گابا کی موت نے اس کو بھی شدید جھٹکا پہنچا ہے۔ کچھ دیر تک وہ خاموش بُت بنا کھڑا مرنے والے کو ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا پھر وہ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ کر یوں بار بار اپنا سر زمین پر ٹیکنے لگا جیسے گابا کی موت پر اپنی عقیدت کا نذرانہ پیش کر رہا ہو۔ دو چار منٹ تک وہ اسی عمل میں مصروف رہا پھر آہستہ سے اٹھ کر وہ دو قدم آگے بڑھا اور جھک کر ہڈیوں کے اس عجیب و پُراسرار ڈھانچے کو اٹھا کر چومنے لگا۔

ہمارے گرد جو ہجوم اکٹھا تھا وہ جیکین کی حرکتوں کو بہت غور سے دیکھ رہا تھا۔ ہم بھی دم بخود کھڑے آنے والے لمحات کے بارے میں سوچ رہے تھے کہ جیکین کے ہاتھ میں دبے ہوئے ہڈیوں کے ڈھانچے سے شعلے بلند ہونے لگے۔ جیکین نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھا لیا اور ان شعلوں کو گھورنے لگا جو بار بار ڈھانچے سے نکل کر آسمان کی جانب پرواز کر رہے تھے۔

"مقدس مسیح کی قسم — یہ شخص مجھے کسی شیطان سے کم نہیں لگتا۔" جیکب نے جیکین کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار کیا۔

"میرا خیال ہے کہ وہ اپنی پُراسرار حرکتوں کے ذریعے مقامی لوگوں کے غم و غصے کو دور کرنے کی کوششوں میں مصروف ہے۔" کیلاش نے کہا۔

"اور میرا اندازہ یہ ہے کہ جیکین ہڈیوں کے اس پُراسرار ڈھانچے کو حاصل کرنا چاہتا ہے جس نے مرحوم گابا کو مقامی لوگوں میں بلند تر کر رکھا تھا۔" میں نے بڑے یقین سے کہا۔ "جیکین اس ڈھانچے کا راز جان چکا ہے۔"

"ان احمقوں کو دیکھو جو زمین پر سجدہ ریز ہو گئے۔" جیکب نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے حقارت سے کہا۔ "کیا یہ ان کی مذہبی گمراہی نہیں جو انھیں ایک عام انسان اور ایک بازاری شعبدہ باز کے آگے سجدہ کرنے پر مجبور کر رہی ہے۔"

ہم نے جو کچھ دیکھا وہ یقیناً جہالت اور گمراہی کی انتہا تھی۔ جیکین نے گابا کی موت پر جس شعبدہ بازی کا مظاہرہ کیا وہ مقامی باشندوں کے لیے صرف حیرت انگیز ہی نہیں بلکہ قابل احترام بھی تھا جو وہ یکے بعد دیگرے زمین پر سجدہ ریز ہو کر جیکین کو اپنی عقیدت مندی اور اس کی بلندی کا یقین دلا رہے تھے اور جیکین درمیان میں کھڑا بڑی سنجیدگی سے انھیں دیکھ رہا تھا۔

"خداوند ان جاہلوں پر اپنی رحمتیں نازل کرے۔" جیکب نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "کاش میں ان گمراہوں کے کسی کام آ سکتا اور انھیں نیک و بد کی تمیز سکھا سکتا۔"

"اپنی زبان بند ہی رکھنا ورنہ تمھاری وجہ سے ہم سب مارے

جائیں گے۔" کیلاش بولا۔

"تم اپنی فکر مت کرو۔ ٹوکیلا کی دوستی یقیناً تمہارے لیے کارآمد ثابت ہوگی۔" جیکب نے کہا پھر ٹوکیلا کو گھورنے لگا جو دوسرے لوگوں کی طرح زمین پر بیٹھی وجد کی حالت میں اپنے سر کو دائرے کی شکل میں گردش دے رہی تھی۔

"یہ موقع غنیمت ہے۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہمیں جتنی جلدی ممکن ہو جہاز پر واپس چلا جانا چاہیے۔"

کیلاش کوئی جواب دینا چاہتا تھا کہ کپتان اسٹیلے لمبے لمبے قدم اٹھاتا ہمارے قریب آگیا۔ خلاف توقع اس وقت وہ بھی بے حد سنجیدہ اور پریشان پریشان نظر آرہا تھا۔ قریب آتے ہی اس نے ٹھوس لہجے میں ہمیں مخاطب کیا۔

"میرے عزیز۔ ہمیں فوری پر اپنے جہاز پر واپس لوٹنا ہوگا۔"

"مسٹر اسٹیلے! کیا تم بھی گاباک موت سے ..." کیلاش نے کچھ کہنا چاہا مگر اسٹیلے نے بڑی سرد مہری سے اس کا جملہ کاٹ دیا۔

"میرے عزیز۔ یہ وقت بیکار بحث کرنے کا نہیں۔ میں نے اپنے عملے کے تمام افراد کو جہاز کی واپسی کا حکم دے کر روانہ کر دیا ہے اور اب آپ لوگوں سے درخواست ہے کہ واپسی میں دیر نہ کریں۔"

میں نے کوئی بحث مناسب نہیں سمجھی۔ کیلاش اور جیکب کا ہاتھ تھام کر واپس ہو لیا۔ ساحل کی سمت جانے والا راستہ خالی تھا اس لیے ہمیں کوئی دشواری پیش نہیں آئی۔ مجھے اس بات پر حیرت بھی تھی کہ کچھ دیر قبل، جو ہجوم ہمیں گاباکا قاتل سمجھ رہا تھا اب ہمیں یکسر نظر انداز کر کے جیکسن کو سجدہ کرنے میں اس درجہ منہمک تھا کہ اس نے ہماری نقل و حرکت پر کوئی توجہ نہیں دی۔

جہاز تک جانے کے لیے ساحل پر ایک کشتی ہماری منتظر تھی جس پر باسٹن پہلے سے موجود تھا۔ کشتی پر بیٹھنے کے بعد مجھے اچانک جیکسن کا خیال آیا۔ میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ جیکسن نے جس شعبدہ بازی کا مظاہرہ کیا تھا اس میں اس کے کسی ذاتی مفاد کے ساتھ ساتھ ہمارے بچاؤ کے خیال کو بھی ضرور دخل تھا۔ روحوں کو طلب کرنے کے بعد وہ ہر قسم کے شعبدے کا مظاہرہ کر سکتا تھا۔ دو بار پہلے بھی وہ مجھے موت کے منہ سے نکال چکا تھا البتہ درخشاں سے میری ملاقات کے سوال کے جواب میں اس نے اپنی زبان بند کر رکھی تھی اور میں اس کی خاموشی کی وجہ سے ناراض تھا مگر اس وقت جیکسن کو تنہا ساحل پر چھوڑ دینا میرے نزدیک خود غرضی کے مترادف تھا چنانچہ میں نے اسٹیلے سے دریافت کیا۔

"کیا جیکسن ہمارے ساتھ نہیں جائے گا؟"

"وہ پُراسرار شخصیت کا مالک ہے میرے عزیز۔" اسٹیلے نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "آج پہلی بار میں نے جیکسن کو کوئی عملی مظاہرہ کرتے دیکھا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اس نے جو کچھ بھی کیا ہے وہ ہمارے بچاؤ کے لیے ہے۔ اگر بروقت وہ اپنے پُراسرار ذرائع کو بروئے کار لاکر جزیرے کے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ نہ کر لیتا تو ہمارا اتنی آسانی سے بچ نکلنا ممکن نہیں تھا۔ میں ان لوگوں سے بخوبی واقف ہوں۔ مذہبی عقائد میں یہ جنگلی درندوں سے بھی زیادہ خونخوار اور دہشت ناک ثابت ہوتے ہیں۔ جیکسن کو بھی یہ بات معلوم تھی چنانچہ وہ جو کچھ کر رہا ہے ہمارے بچاؤ کے لیے کر رہا ہے۔"

"میرا ذاتی خیال بھی یہی ہے لیکن اگر مقامی لوگوں کو اس بات کا احساس ہو گیا کہ انہیں بے وقوف بنایا جا رہا ہے تو اس کا انجام کیا ہوگا؟" میں نے بڑی سنجیدگی سے اپنی تشویش کا اظہار کیا۔

"جہاز کی روانگی میں ابھی پندرہ سولہ گھنٹے باقی ہیں اور جیکسن کے لیے یہ وقت بہت کافی ہوگا۔" کپتان نے بے پروائی سے جواب دیا پھر اس کے اشارے پر کشتی جہاز کی طرف روانہ ہو گئی۔

جیکب خاموش بیٹھا غالباً جزیرے کے لوگوں کی مذہبی گمراہی کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ کیلاش بڑا مضطرب نظر آرہا تھا جس کی وجہ شاید ٹوکیلا کی جدائی کا احساس تھا جس نے بڑے مختصر وقت کے باوجود اپنی شخصیت اور معصوم باتوں کے جال میں اسے پھانس لیا تھا۔ اس کی نظریں بدستور دور ہٹتے ہوئے ساحل کو بڑی حسرت سے دیکھ رہی تھیں لیکن میرا ذہن نہ جانے کیوں ابھی تک جیکسن کی ذات میں الجھا ہوا تھا چنانچہ میں نے تھوڑے توقف کے بعد پھر اسٹیلے کو مخاطب کیا۔

"کیا ساحل پر ہمارے کسی ایک ساتھی کا ہونا ضروری نہیں۔ جو جیکسن کو جہاز پر واپس لانے میں اس کا مددگار ثابت ہو؟"

"جیکسن پُراسرار اور حیرت انگیز قوتوں کا مالک ہے۔ اسے کسی مددگار کی مطلق کوئی ضرورت نہیں ہوگی۔ وہ جب چاہے گا جزیرے کے لوگوں کی نگاہوں میں دھول جھونک کر اپنے تابع پُراسرار روحوں کی مدد سے جہاز پر واپس آجائے گا۔"

"کیا اُسے اس بات کا علم ہے کہ ہماری روانگی کس وقت عمل میں آئے گی؟"

"وہ ایک ماہر جہاز راں ہے میرے عزیز۔ اسے ہر بات کا علم ہے۔" اسٹیلے نے اپنا پائپ سلگاتے ہوئے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "وہ جس لمحے بھی واپسی کا ارادہ کرے گا نادیدہ قوتیں اس کی مدد کریں گی۔"

میں نے اسٹیلے کی بات سن کر اپنی زبان بند کر لی لیکن میرا ذہن بدستور جیکسن کی پُراسرار شخصیت میں الجھا رہا۔

گاباکی موت نے میرے اعصاب کو بُری طرح جھنجھوڑ کر رکھ دیا۔ درخشاں نے مجھے یقین دلایا تھا کہ وہ اسی دنیا میں مجھ سے دوبارہ

ملے گی۔ میرا عقیدہ درخشاں کی یقین دہانی کی نفی کرتا تھا۔ میں نے اسی لیے جیکسن کی طلب کردہ روحوں سے اسکا جواب مانگا تھا مگر وہ جیکسن کے کیبن میں افراتفری پھیلا کر واپس چلی گئی تھیں۔ اس کے بعد جیکسن نے بھی اس ضمن میں اپنی زبان بند کرلی اور ہونٹوں کو سی لیا۔ مجھے یقین تھا کہ وہ میرے سفر کے بارے میں آئندہ پیش آنے والے بہت سارے رازوں سے واقف ہے لیکن کسی خاص وجہ سے وہ اپنی زبان کھولنے سے خوفزدہ تھا۔ اس خوف کی وجہ گاپا کی موت نے میرے اوپر ظاہر کر دی۔ وہ درخشاں کے سلسلے میں اپنی زبان ہلانا چاہتا تھا لیکن پراسرار نادیدہ اور کالی طاقتوں نے ہمیشہ کے لیے اس کی زبان بند کر دی۔

جیکسن، گاپا اور اس کے راز کے سکوت نے میری شخصیت کو پوری طرح تسخیر کرلیا۔ میں ذہنی طور پر بری طرح الجھ رہا تھا۔ درخشاں کی ایک آخری خواہش کی تکمیل کی خاطر میں جو قدم اٹھا چکا تھا اسے واپس موڑنا میرے بس کی بات نہیں تھی اور آئندہ جو حالات پیش آنے والے تھے ان کا راز جیکسن کے سینے میں دفن تھا جسے کھولنے سے وہ گریز کر رہا تھا۔

جہاز پر واپسی کے بعد بھی میرا انتشار برقرار رہا۔ کیلاش نے میری حالت دیکھی تو مجھے پرسکون رکھنے کی خاطر نیند کا انجکشن لگا دیا۔ جیکب اور کیلاش نے مل کر مجھے میرے کیبن تک پہنچا دیا۔ اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں بس اتنا یاد ہے کہ کیلاش اور جیکب میرے قریب بیٹھے مجھ سے گفتگو کر رہے تھے اور اسی گفتگو کے دوران میں غنودگی کی شدید کیفیتوں سے دوچار ہوا اور پھر ہر بات سے بے نیاز ہو کر گہری نیند سو گیا۔

دوبارہ میری آنکھ کھلی تو میں نے خود کو اپنے کیبن میں اپنے بستر پر پایا۔ میرے دماغ پر ابھی تک بوجھل بوجھل سی کیفیت اور نیند کا خمار باقی تھا۔ میں نے ایک طویل جماہی لے کر اپنی دستی گھڑی پر نظر ڈالی تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ میری آنکھ کم و بیش چوبیس گھنٹوں کے بعد کھلی تھی۔ میرے ذہن کا بھاری پن غالباً اسی طویل نیند کی وجہ سے تھا۔ میں نے کیبن پر نظر ڈالی تو کیلاش میرے بائیں جانب ایک آرام کرسی پر نیم دراز نظر آیا۔ مجھے دیکھ کر وہ تیزی سے اٹھ کر میرے قریب آ گیا۔

"آپ کیا محسوس کر رہے ہو؟" اس نے نرم لہجے میں سوال کیا۔

"میں۔۔۔ میں شاید پورے چوبیس گھنٹے تک بے خبر سوتا رہا ہوں؟"

"ہاں۔۔۔ تمہارے لیے یہ آرام بے حد ضروری تھا۔" کیلاش بولا۔ "گاپا کی موت نے تمہارے اعصاب کو بری طرح متاثر کیا تھا۔ اس لیے تمہیں سکون اور آرام کی شدید ضرورت تھی۔"

"جیکب کہاں ہے؟" میں نے تکان دور کرنے کی خاطر ایک طویل انگڑائی لیتے ہوئے دریافت کیا۔

"ابھی کچھ دیر قبل یہیں میرے پاس بیٹھا بکواس کر رہا تھا۔" کیلاش مسکراتے ہوئے بولا۔ "اس نے ٹوکیلا کے نام کو میرے لیے چڑ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ میں ٹوکیلا کے سحر میں گرفتار ہو چکا ہوں۔"

"تمہارا کیا خیال ہے؟"

"ٹوکیلا پرکشش اور حسین خدوخال کی مالک تھی۔ وہ اس قابل تھی کہ اسے چاہا جاتا لیکن وقت نے مجھے اس کی مہلت نہیں دی۔" کیلاش نے بڑی صاف گوئی سے جواب دیا پھر ہونٹوں پر ایک شرارت بھری مسکراہٹ بکھیرتے ہوئے بولا۔ "بہرحال، میں نے فادر جیکب پر یہی ظاہر کیا ہے کہ ٹوکیلا کے بغیر میری زندگی میں جو خلا اچانک پیدا ہو گیا ہے وہ تمام زندگی مجھے بے چین رکھے گا۔ اور تم دیکھنا کہ میں نے ٹوکیلا ہی کے ذکر سے جیکب کا ناطقہ اگر بند نہ کر دیا تو میرا نام بھی کیلاش نہیں۔"

کیلاش اس وقت تک میرے کیبن میں موجود رہا جب تک میں پوری طرح نارمل نہیں ہو گیا۔ کیلاش کے جانے کے بعد میں نے غسل کیا تو ذہن کا غبار بڑی حد تک ہلکا ہو گیا۔ لباس تبدیل کر کے میں عرشے پر آیا تو موسم بے حد خوشگوار تھا۔ کچھ دیر تک میں عرشے پر چہل قدمی کرتا رہا، پھر اچانک مجھے جیکسن کا خیال آ گیا۔ اس کی خیریت دریافت کرنے کی خاطر میں قدم بڑھاتا ہوا اس کے کیبن تک گیا جو باہر سے مقفل تھا۔ شاید جیکسن اس وقت ڈیوٹی پر ہو۔ میں یہ سوچ کر انجن روم کی طرف جانے لگا تو میری مڈبھیڑ باسکن سے ہو گئی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتا میری ہی جانب آ رہا تھا۔

"صبح بخیر مسٹر جمال!" وہ میرے قریب آ کر سپاٹ لہجے میں بولا۔ پھر جیب سے ایک لفافہ نکال کر میری طرف بڑھا دیا۔ "یہ بند لفافہ مجھے جیکسن نے دیا تھا اور تاکید کی تھی اسے کھولے بغیر آپ تک پہنچا دیا جائے لیکن یہ شرط بھی رکھی تھی کہ لیبیا کے ساحل سے روانہ ہونے کے آٹھ گھنٹے بعد تک آپ کو اس لفافے سے باخبر نہ کیا جائے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے لفافہ لیتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس لفافے میں کوئی ایسی بات درج ہے جو جیکسن براہ راست مجھ سے نہیں کر سکتا تھا؟"

"یہ میں نہیں جانتا۔ البتہ آپ کی اطلاع کیلیے یہ ضرور بتا سکتا ہوں کہ جیکسن اب بحری عقاب پر موجود نہیں ہے۔"

"موجود نہیں ہے؟" میں اس اطلاع پر چونک اٹھا۔

”جی ہاں — وہ اپیا کے ساحل پر ہی ہم سے جدا ہو گیا تھا۔“ باسٹن نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”اس نے مجھے گاباکی موت سے پیشتر ہی اپنے ارادے سے آگاہ کر دیا تھا۔ کسی وجہ سے وہ ہمارے ساتھ سفر جاری نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے مجھے لفافہ دیتے وقت اس بات کی تنبیہ بھی کی تھی کہ اگر میں نے قبل از وقت اپنی زبان کھولی تو میرا انجام خطرناک ہوگا چنانچہ میں نے ...“

”کیا کپتان ایسٹلے کو علم ہے کہ جیکسن ہمارے ساتھ موجود نہیں؟“ میں نے باسٹن کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے دریافت کیا۔

”ہو سکتا ہے۔ لیکن ہمارے درمیان ابھی تک جیکسن کی غیر موجودگی کا کوئی ذکر نہیں ہوا۔“

باسٹن کی اطلاع نے میرے دل کی دھڑکنوں کو ایک بار پھر تیز کر دیا۔ میں نے لفافہ جیب میں رکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا دوبارہ عرشے پر آ گیا۔ اپنے کیبن میں جا کر میں سب سے پیشتر جیکسن کے اس خط کو پڑھنا چاہتا تھا جو اس نے میرے لیے تحریر کیا تھا۔ لیکن راستے میں مجھے کپتان ایسٹلے نظر آیا تو میرے قدم خود بخود اس کی جانب اٹھ گئے۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ کیا ایسٹلے کو جیکسن کی غیر موجودگی کا علم ہے یا نہیں۔ اور اس نے جیکسن کے سلسلے میں کیا اثر لیا ہے۔ چند رسمی کلمات کے بعد میں نے جیکسن کے بارے میں دریافت کیا تو ایسٹلے نے سپاٹ آواز میں مجھے بتایا کہ جیکسن بحری عقاب پر موجود نہیں ہے۔

”کیا اسے جہاز پر واپس بلانے کی کوشش کی گئی تھی؟“ میں نے بے چینی سے پوچھا۔

”عملے کے کارندوں کا خیال رکھنا میرا فرض ہے جناب اور میں نے اس فرض کے پیش نظر روانگی سے پیشتر جیکسن کو اپنے ایک قابل اعتماد آدمی کے ذریعے بلوایا تھا لیکن اس نے انکار کر دیا۔“ ایسٹلے نے اس بار قدرے ناخوشگوار انداز اختیار کرتے ہوئے کہا۔ ”آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ جیکسن نے گابا کی جگہ لے لی ہے اور اپیا کے مقامی باشندوں نے اسے اپنا مذہبی رہنما تسلیم کر لیا ہے۔“

”ہو سکتا ہے کہ وہ حالات کے سامنے بے بس اور مجبور ہو گیا ہو۔“ میں نے اپنے خیال کا اظہار کیا۔

”ایسا نہیں ہے میرے عزیز۔ میرے آدمی نے واپسی پر مجھے بتایا تھا کہ جیکسن نے اپنی مرضی اور خوشی سے ہمارے ساتھ واپس جانے

سے انکار کیا ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو دنیا کی کوئی طاقت اسے نہیں روک سکتی تھی۔"

"کیا عملے کے دوسرے افراد نے جیکسن کی کمی کا کوئی اثر نہیں لیا؟"

"نہیں۔" اسٹیلے نے ہونٹ چباتے ہوئے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "بلکہ میرا خیال ہے کہ وہ خوف جو جیکسن کی موجودگی کے سبب دوسروں پر مسلط رہتا تھا۔ اب بڑی حد تک دور ہو چکا ہے۔"

میں نے اسٹیلے کی بات کا کوئی جواب نہیں دیا۔ خاموشی سے پلٹ کر اپنے کیبن میں آ گیا۔ دروازہ اندر سے بولٹ کر کے دھڑکتے ہوئے دل سے لفافہ چاک کیا اور جیکسن کا خط نکال کر پڑھنے لگا۔ اس نے لکھا تھا۔

"میرے محترم۔ اس سے پیشتر کہ آپ بحری عقاب سے میری بلا اجازت غیر حاضری پر کوئی غلط رائے قائم کریں میں دست بستہ التجا کروں گا کہ خط کے ہمراہ جو دوسرا لفافہ ہے اسے اس وقت تک نہ کھولیے گا جب تک آپ جہاز کو خیر باد نہ کہہ دیں۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ دوسرے لفافے کی تحریر پڑھنے کے بعد مجھے اس جرم سے ضرور معاف کر دیں گے کہ میں نے اچانک سفر کے درمیان آپ کا ساتھ کیوں چھوڑ دیا۔ فی الحال میں آپ کو اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ آپ مع اپنے ساتھیوں کے بخیریت اپنی منزل تک پہنچ جائیں گے ہو سکتا ہے کہ کسی موڑ پر ہم پھر ایک دوسرے سے ٹکرا جائیں اس وقت میں براہ راست آپ سے معافی طلب کر لوں گا۔

اور اب میں اس دعا کے ساتھ آپ سے رخصت ہوتا ہوں کہ خدا آپ پر اور آپ کے ساتھیوں پر نیک اور مقدس روحوں کا سایہ برقرار رکھے۔ ایک بار پھر درخواست کروں گا کہ دوسرا لفافہ قبل از وقت نہ کھولا جائے ورنہ روحوں کی ناراضی واقعات کی ترتیب الٹ پلٹ بھی کر سکتی ہے۔ آپ کے لیے نیک تمناؤں کا خواہش مند۔ خادم جیکسن۔"

جیکسن کا خط پڑھ کر مجھے اس بات کا یقین آ گیا کہ اس نے جان بوجھ کر اپا کی بندرگاہ پر ایسے واقعات پیدا کیے تھے جو ہمارے درمیان ایک خلیج پیدا کر دیں وہ اپنے مقصد میں پوری طرح کامیاب ہو گیا تھا اور میں اس کی غیر ذمہ دارانہ حرکت پر سوائے ہاتھ ملنے کے اور کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔ ایک بار میرا جی چاہا کہ دوسرے لفافے کو بھی چاک کر کے اس کا مضمون پڑھ ڈالوں لیکن کسی انجانے خوف نے مجھے میرے ارادے سے باز رکھا۔

میرے ذہن میں اس رات کی باتیں از سر نو تازہ ہونے لگیں جس رات جیکسن نے روحوں کو میری ایما پر طلب کیا تھا

لیکن درخشاں کے سلسلے میں میرے سوالات کے جواب دینے کے بجائے وہ بے ہوشی کا ناٹک رچا کر بڑی خوب صورتی سے اپنی زبان بند رکھنے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو شاید اس کا انجام بھی گابا سے مختلف نہ ہوتا۔

دو روز کے اندر اندر حسین آباد کی فضا بے حد مکدر ہو کر رہ گئی تھی۔

پہلے کیلاش کے بیان کے مطابق رام لال اور پنڈت اوم پرکاش نے طلاوہ مرزا کی لاش کے ٹکڑے اسپتال روانہ کر کے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ اگر میں نے اب بھی ان کی بات نہ مانی تو وہ خون ریزی سے باز نہیں آئیں گے۔ پھر جیکب نے مجھے خبر دی تھی کہ کسی نے ایک مقامی مندر کے قریب تین پجاریوں کے پیٹ چاک کر کے ان کی آنتیں باہر کھینچ لی تھیں۔ جیکب کا خیال تھا کہ پجاریوں کے قتل میں دیوان جی کا ہاتھ ہے اس لیے کہ ان کی ٹوپی موقعۂ واردات پر موجود تھی اس واقعہ کے بعد مخالف گروہ کے لوگوں نے ایک مسجد کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی اور وہاں کے پیش امام کو شہید کر دیا۔ اور پھر قبل اس کے کہ میں ان پے در پے ہونے والی وارداتوں کے بارے میں کوئی حتمی رائے قائم کرتا دیوان جی کے گھر کو آگ لگا کر خاک کے ڈھیر میں بدل دیا گیا، خود دیوان جی زخموں سے چور اسپتال میں داخل تھے۔

جو حادثات رونما ہوئے تھے ان کی کڑیاں ملانا میرے لیے کچھ دشوار نہ تھا میرے دشمنوں نے حسین آباد کی پرسکون فضا میں جو زہر گھول دیا تھا اس کے اثرات پوری آبادی میں پھیلتے جا رہے تھے۔ ہندو اور مسلمانوں کی موت کے قصے عام ہو کر فرقہ وارانہ فساد کی صورت بھی اختیار کر سکتے تھے۔

میں نے درخشاں کی خاطر خود کو اپنی حویلی تک محدود کر لیا تھا لیکن دیوان جی کو پیش آنے والے حادثے کی اطلاع نے مجھے حویلی سے باہر قدم نکالنے پر مجبور کر دیا۔ درخشاں نے بھی مجھے یہی کہا تھا کہ موت برحق ہے اور جس صورت میں رقم کی جا چکی ہے اس سے فرار حاصل کرنا انسان کے بس کی بات نہیں، کیلاش نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی کہ میرا حویلی سے باہر قدم نکالنا ٹھیک نہیں مگر میں نے اس کی بات رد کر دی مجبوراً وہ بھی میرے ہمراہ ہو لیا اور جب دیوان جی کی مخدوش حالت دیکھنے کے بعد میں واپس حویلی جانے کے ارادے سے اسپتال سے باہر نکلا تو پنڈت اوم پرکاش، رام لال اور اجودھیا کا بڑا پنڈت

گنیش میرے راستے میں حائل ہو گئے شاید انھیں یقین تھا کہ میں دیوان جی کی مزاج پرسی کی خاطر حویلی سے باہر ضرور آؤں گا ان کا خیال غلط ثابت نہیں ہوا اور انجام کار اس وقت وہ سینہ تانے میرے سامنے کھڑے مجھے حقارت اور نفرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے۔

کیلاش بھی موت کے ان ہرکاروں کو اچانک سامنے دیکھ کر بوکھلا گیا۔

”مہاراج“ اوم پرکاش نے گنیش مہاراج کو میری سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا ”یہی ہے وہ ظالم جس نے کاجل رانی کو زبردستی اپنی حویلی میں بند کر رکھا ہے“

”پچھلی بار ہم نے اسے گھیر لیا تھا مہاراج“ رام لال ہونٹ کاٹتے ہوئے سرد لہجے میں بولا ”ہمیں پورا یقین تھا کہ ہم اس موذی کو بڑی آسانی سے کتوں کی طرح مار لیں گے پر ایک بوڑھے نے سامنے آکر ہمارا راستہ کھوٹا کر دیا“

رام لال اور اوم پرکاش گنیش مہاراج کو میرے بارے میں تفصیل فراہم کر رہے تھے اور وہ ٹکٹکی باندھے مجھے گھورے جا رہا تھا۔ کیلاش نے موقعے کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے دبی زبان میں مجھ سے کہا۔

”جمال۔ تم بھاگ کر اندر چلے جاؤ، میں کسی طرح پولیس کو حالات سے باخبر کرنے کی کوشش کرتا ہوں“۔

”اب یہ سب فضول ہے کیلاش“ میں نے خشک آواز میں جواب دیا ”پولیس کے آنے سے بھی کوئی فائدہ نہ ہوگا، تم جانتے ہو کہ آنند کمار شروع ہی سے میرا مخالف ہے“

”لیکن تم تنہا کیا کر سکو گے؟“

”میں اپنے دشمنوں کو اس امر کا یقین دلانے کی کوشش کروں گا کہ مسلمان موت سے نہیں ڈرتا اور اگر اس کا ایمان سچا ہے تو وہ تنہا بھی سیکڑوں پر بھاری ہوتا ہے“

”میں اسے حماقت سمجھتا ہوں“ کیلاش نے تیزی سے سرگوشی کی ”تمھیں اگر اپنا خیال نہیں ہے تو بھابی کا خیال کرو، انھیں اگر کچھ ہو گیا تو؟“

”وہ جو خدا پر ایمان رکھتے ہیں انھیں ان باتوں کا تردد نہیں ہوتا“ میں نے ٹھوس لہجے میں کہا ”تم ایک طرف ہو جاؤ کیلاش میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے تم کسی مصیبت میں گرفتار ہو“

میرے دشمن ابھی تک آپس میں سرگوشیاں کر رہے تھے ان کی نگاہوں میں انتقام کے شعلے بھڑک رہے تھے، وہ سیاہ طاقتوں کے مالک تھے، ہزاروں جنتر منتر جانتے تھے لیکن نہ جانے ابھی تک انھوں نے مجھے ہلاک کرنے کے لیے کوئی وار کیوں نہیں کیا تھا، جانے انھوں نے میرے بارے میں کیا فیصلہ کیا تھا۔

میں نے وہاں سے بھاگنے یا فرار ہونے کی کوشش نہیں کی ان کے سامنے ڈٹا کھڑا رہا، شاید اسی لیے ابھی تک انھوں نے کوئی فوری کارروائی نہیں کی تھی وہ جاننا چاہتے تھے کہ میں تنہا ہونے کے باوجود اس قدر نڈر اور بے خوف کیوں نظر آ رہا ہوں۔ رام لال ایک بار جلد بازی کا انجام دیکھ چکا تھا اس روز مجذوب نے سامنے آکر انھیں ششدر کر دیا تھا، وہ اندھے ہو گئے تھے اور میں ان کے سامنے سے بچ کر صاف نکل گیا تھا۔ گنیش مہاراج غالباً کوئی عملی قدم اٹھانے سے پیشتر پوری طرح چوکس ہونا ضروری سمجھ رہا تھا۔

بہت دیر تک ہم ایک دوسرے کی طاقت کو نگاہوں نگاہوں میں تولتے رہے پھر گنیش مہاراج کی سرد مگر ٹھوس آواز میرے کانوں میں گونجی۔

”بالک۔ میری مان لے، کاجل رانی کا دھیان من سے نکال دے اور...“

”خبردار“ میں نے گرج کر کہا ”اگر تمھاری گندی زبان پر میری درخشاں کا نام آیا تو اچھا نہ ہوگا“

”ہم خوش ہوئے بالک“ گنیش مہاراج زہرخند سے بولا ”بہادر وہی کہلاتا ہے جو اپنی چتا پر کھڑا ہو کر مسکرانے کی ہمت رکھتا ہو“

”تم اپنا وقت ضائع کر رہے ہو پنڈت“ میں نے گنیش کو گھورتے ہوئے نفرت سے جواب دیا ”میں تمھارے گرگوں کو پہلے بھی بتا چکا ہوں کہ وہ جس کاجل کا پیچھا کر رہے ہیں وہ مر چکی ہے اب صرف درخشاں زندہ ہے جو میری بیوی ہے اور میں اسے کسی قیمت پر نہیں چھوڑ سکتا“

”سوچ لے بالک۔ جو وقت بیت جائے وہ واپس نہیں آتا“ گنیش مہاراج نے سپاٹ آواز میں کہا ”ہم تجھے سوچنے سمجھنے کا موقع دے سکتے ہیں پر ایک ہی شرط پر۔ تو ہماری بات مان لے گا“

”تم شاید مجھے اپنی باتوں سے مرعوب کرنے کی کوشش کر رہے ہو“ میں نے پلٹ کر غصے سے جواب دیا۔

”پنڈت پجاریوں سے ٹکرانا تیرے بس کا روگ نہیں ہے نادان“ گنیش مہاراج کا لہجہ اچانک تلخ ہو گیا ”کیوں اپنی جان گنوانا چاہتا ہے تیری بھلائی اسی میں ہے کہ پریم ناتھ جی کی پتری (لڑکی) انھیں واپس کر دے۔ دھرم کی باتوں کو تو ہم سے زیادہ نہیں جانتا“

fsiqbal.blogspot.com

"تم لوگ جو سندر سپنے دیکھ رہے ہو وہ میری زندگی میں کبھی پورے نہیں ہوں گے۔" میں نے فیصلہ کن لہجے میں کہا۔ "رہا موت اور زندگی کا معاملہ تو یہ بھی سن لو احمقو۔ کہ موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے۔ تم اور تمہارے جیسے لاکھوں انسان نما وحشی درندے بھی اگر مل کر مجھے مارنا چاہیں تو اس وقت تک کامیاب نہیں ہو سکتے جب تک مشیت ایزدی شامل نہ ہو۔"

"مہاراج۔" پنڈت اوم پرکاش نے سامنے آتے ہوئے کہا۔ "اگر تمہاری اجازت ہو تو میں اس ملیچھ کا کریا کرم کر دوں۔"

"یہ ہماری عظیم طاقتوں کا مذاق اڑا رہا ہے مہاراج۔" رام لال نے احتجاج کیا لیکن اس نے سینہ تان کر سامنے آنے کی کوشش نہیں کی۔ اپنی ہی جگہ کھڑا پیچ و تاب کھاتا رہا۔

"میں تجھے ایک آخری موقع اور دے رہا ہوں نادان۔" گنیش مہاراج نے خشک آواز میں کہا۔ "کیوں اپنی جان سے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ گیا ہے۔"

"تم میری فکر مت کرو مہاتمے اپنے ساتھیوں سے کہو کہ یہ اپنے بازوؤں کی طاقت آزما لیں۔" میں نے جذباتی انداز میں کہا۔ "اگر قدرت کو میری موت منظور ہے تو دنیا کی کوئی طاقت مجھے بچا نہیں سکتی لیکن اگر خدا کو میری زندگی منظور ہے تو پھر تم لوگ میرا بال بھی بیکا نہیں کر سکتے۔"

"بڑی اونچی اونچی باتیں کرنا سیکھ لی ہیں۔" گنیش مہاراج نے حقارت سے کہا۔

پھر پنڈت اوم پرکاش اچانک گنیش مہاراج کا اشارہ پا کر میرے سامنے آگیا۔ اس نے کسی منتر کا ورد شروع کر دیا تھا اس کے ہونٹوں کی حرکت بے حد پراسرار نظر آ رہی تھی میں نے دل میں اپنے خدا کو یاد کیا۔ کیلاش ابھی تک میرے قریب خاموش کھڑا حالات کا جائزہ لے رہا ہے۔ میری نظریں بدستور اوم پرکاش کے منحوس چہرے پر مرکوز تھیں پھر اچانک مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اوم پرکاش کسی کرب کی کیفیت سے دوچار ہو۔ اس کے ہونٹوں کی جنبش بند ہو چکی تھی اور وہ اپنے ہاتھ سے اپنا گلا یوں سہلا رہا تھا جیسے اس کی سانس اندر ہی اندر گھٹ رہی ہو۔ اس کی قہر آلود آنکھیں جو کچھ دیر قبل میرے خلاف نفرت اور حقارت کی چنگاریاں اگل رہی تھیں اب آہستہ آہستہ زرد پڑتی جا رہی تھیں۔ جیسے اس کے جسم کا سارا خون بڑی تیزی سے خشک ہو رہا ہو۔

گنیش مہاراج نے اوم پرکاش کی بدلتی حالت کو محسوس کیا تو اس کی کشادہ پیشانی شکن آلود ہو گئی لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی کارروائی عمل میں لاتا اوم پرکاش کسی کٹے ہوئے تناور درخت کی مانند سڑک پر گرا اور لوٹ پوٹ کر مر گیا۔ اس کی آنکھیں یوں حلقوں سے ابل کر باہر آگئی تھیں جیسے کسی نادیدہ قوت نے اسے گلا گھونٹ کر موت کی نیند سلا دیا ہو۔

رام لال نے آگے بڑھنے کی کوشش کی لیکن گنیش مہاراج نے ہاتھ اٹھا کر اسے روک دیا۔ اس کی آنکھوں سے اب فکر و پریشانی عیاں تھی۔ اوم پرکاش کی لاش سے نظر اٹھا کر اس نے میری سمت دیکھا پھر آنکھیں موند لیں۔ کچھ دیر تک آنکھیں بند کیے کھڑا رہا پھر اچانک اس نے آنکھیں کھول کر میرے بائیں جانب دیکھنا شروع کر دیا جہاں راہ چلتے مسافروں کی خاصی تعداد جمع ہو گئی تھی۔

"مہاراج۔" رام لال نے اسے آواز دی۔

"صبر سے کام لو۔" گنیش مہاراج نے سپاٹ لہجے میں کہا۔ "میری آنکھیں اس نادیدہ ہستی کو تلاش کر رہی ہیں جس نے میرے سیوک کو مارا ہے۔"

"وہی پاگل دیوانہ ہو گا جس نے ایک بار پہلے بھی.....!"

"نہیں۔" گنیش مہاراج نے رام لال کا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ "اس بار کوئی گندی طاقت ہمارے مقابلے پر آئی ہے۔"

"میرے لیے کیا حکم ہے۔" رام لال نے سرد لہجے میں تیزی سے دریافت کیا۔

"کوئی حرکت مت کرو رام لال۔ ہمیں پہلے اپنے اس دشمن سے نمٹنا ہو گا جس نے اپنے چاروں طرف حصار کھینچ رکھا ہے پر وہ زیادہ دیر تک میری آنکھوں سے اوجھل نہیں رہ سکے گا۔" گنیش مہاراج نے بل کھاتے ہوئے کہا پھر اچانک میری جانب دیکھ کر انتہائی سرد اور سفاک آواز میں بولا۔ "میں اس وقت جا رہا ہوں بالک پر ایک بات یاد رکھنا۔ اگر تو نے کاجل رانی کو آزاد نہ کیا تو ہماری عظیم طاقت اسے تیرے جیون سے ہمیشہ کے لیے دور کر دے گی اور تو۔ تو ہماری بد دعا سے سارا جیون بے کل رہے گا۔"

میں نے کوئی جواب دینا مناسب نہیں سمجھا۔ پنڈت اوم پرکاش کی پراسرار موت نے خود میری عقل بھی دنگ کر دی تھی میرے ذہن میں اسی مجذوب کا تصور ابھرا جس نے مجھے ایک بار پہلے موت کے آہنی چنگل سے نجات دلائی تھی لیکن گنیش مہاراج نے میرے خیال کی نفی کرتے ہوئے اسے گندی طاقت بتایا تھا۔ کوئی ایسی طاقت جس نے اپنے گرد حصار کھینچ کر خود کو دوسروں کی نظروں سے اوجھل کر لیا تھا۔ میں اسی طاقت کے بارے میں غور کر رہا تھا۔

گنیش مہاراج کی حالت اس وقت قابلِ دید تھی۔ وہ اجودھیا سے محض میرے کس بل نکالنے آیا تھا لیکن پہلے ہی مقابلے میں اپنے ایک اہم پجاری سے ہاتھ دھو بیٹھی۔ اس کی

کیفیت چوٹ کھائے ہوئے کسی آدم خور درندے سے کم نظر نہیں آرہی تھی۔ کچھ دیر تک وہ کھا جانے والی نظروں سے اپنی جگہ ساکت و جامد کھڑا مجھے گھورتا رہا پھر وہ جانے کے ارادے سے پلٹا ہی تھا کہ پولیس آگئی۔ جیپ سے سب سے پہلے جو افسر نیچے اترا وہ ڈپٹی کمشنر آنند کمار کے سوا کوئی اور نہیں تھا۔ پھر پنڈت اوم پرکاش کی لاش دیکھ کر آنند کمار کے ہاتھوں کے طوطے بھی اڑ گئے۔

"مہاراج ۔ یہ کیا ہوا؟" اس نے گنیش مہاراج سے پوچھا پھر کنکھیوں سے مجھے دیکھنے لگا۔

"بھگوان کو یہی منظور تھا بالک۔" گنیش مہاراج نے خلاف توقع بڑے نرم انداز میں کہا۔ "ہم اسے علاج کے لیے یہاں لائے تھے پر اس کا وقت پورا ہو چکا تھا۔"

"لیکن ۔ کل تک تو پنڈت جی بھلے چنگے تھے اچانک یہ سب کچھ کیسے ہو گیا؟"

"بھگوان کے فیصلے اٹل ہوتے ہیں۔"

گنیش مہاراج پنڈت اوم پرکاش کی موت کو ایک قدرتی امر قرار دے کر رام لال کے ساتھ واپس چلا گیا تو آنند کمار نے کاغذات کی خانہ پری شروع کر دی اس کی نظریں بار بار میری جانب اٹھ رہی تھیں لیکن اس موقعے پر اس نے مجھے چھیڑنا مناسب نہیں سمجھا اس لیے کہ جو کچھ پیش آیا تھا اس کے بے شمار عینی شاہد بھی موجود تھے۔

کیلاش نے مجھے وہاں سے چلے جانے کا مشورہ دیا لیکن حالات کے پیش نظر میں نے اس کا مشورہ قبول نہیں کیا۔ پولیس کی کارروائی مکمل ہو گئی تو اوم پرکاش کی لاش اٹھوا دی گئی پھر آنند کمار نے کیلاش کا بیان بھی قلم بند کیا۔ کیلاش نے صرف یہی کہا کہ وہ جس وقت اسپتال سے جانے کے لیے باہر آیا اوم پرکاش اور اس کے ساتھی وہاں موجود تھے اور پھر گنیش مہاراج کے کہنے کے مطابق اوم پرکاش کا وقت پورا ہو چکا تھا جو وہ اچانک گر کر تڑپنے لگا اور قبل اس کے کہ اسے کوئی طبی امداد بہم پہنچائی جاتی اس کا جسم اکڑ کر سرد ہو گیا۔

"خان شہباز خان بھی غالباً آپ ہی کے اسپتال میں داخل ہے۔" آنند کمار نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"جی ہاں۔"

"کیا آپ کو امید ہے کہ وہ اپنے زخموں سے جاں بر ہو سکے گا؟"

"کوشش کرنا ہمارا فرض ہے۔" کیلاش نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اور آپ مسٹر جمال۔" اچانک آنند کمار نے پہلی بار مجھے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "آپ یہاں دیوان جی کی عیادت کے لیے تشریف لائے ہوں گے؟"

"آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا تو آنند کمار نے مجھے معنی خیز نظروں سے دیکھا پھر ہونٹ چباتا ہوا واپس چلا گیا۔

اسپتال سے واپسی کے وقت کیلاش اپنے خیالات میں گم تھا اور میں اس پراسرار ہستی کے بارے میں سوچ رہا تھا جس نے گنیش مہاراج جیسے بلوان سے ٹکرا کر مجھے بچانے کی کوشش کی تھی۔ اگر وہ میرے خیال کے مطابق مجذوب نہیں تھا تو پھر اور کون ہو سکتا تھا؟

○

حسین آباد کے آسمان پر تباہی و بربادی کے جو بادل منڈلا رہے تھے وہ وقتی طور پر چھٹ گئے۔ میرے دشمنوں نے جانے کیوں خاموشی اختیار کر لی تھی۔ ایک ہفتے تک مجھے کسی ہنگامے کی اطلاع نہ ملی تو مجھے تعجب ہوا۔ شاید گنیش مہاراج اور اس کے ساتھی پنڈت بھی اس نادیدہ قوت سے خوف زدہ ہو گئے تھے جو دو موقعوں پر میری جان بچا چکی تھی۔ یا پھر وہ میرے خلاف کوئی اچانک بھرپور اور منظم حملے کے بارے میں سر جوڑے بیٹھے کوئی منصوبہ مرتب کر رہے تھے۔

دوسری بار دشمنوں کے سامنے جانے کے بعد میری ہمت کھل گئی۔ میں نے دن میں ایک بار حویلی سے باہر نکلنا بھی شروع کر دیا لیکن زیادہ دور نہیں جاتا تھا۔ صرف یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ میرے دشمن کن سازشوں میں مصروف ہیں۔ اب تک پے در پے جو حادثات رونما ہو چکے تھے وہ پولیس کے فائل پر آ چکے تھے لیکن سمجھ دار لوگوں نے ان واقعات کو دبا دیا تھا ورنہ مسجد کے پیش امام کی شہادت اور مندر کے باہر تین پجاریوں کی ادھڑی ہوئی لاشیں کسی بڑے فساد کا پیش خیمہ بھی ثابت ہو سکتی تھیں۔

مجھے دیوان جی کی فکر لاحق تھی جو میری خاطر بلاوجہ چکی کے دو پاٹوں کے درمیان آ کر پس گئے تھے۔ تین روز تک کیلاش مجھے بہلاتا رہا مگر چوتھے دن اس نے مجھے یقین دلا دیا کہ دیوان جی کی حالت اب خطرے سے باہر ہے البتہ زخموں کے مندمل ہونے میں وقت ضرور لگے گا۔

درخشاں بظاہر بے حد مطمئن اور مسرور نظر آتی تھی لیکن اکثر بیٹھے بیٹھے وہ یوں گم صم ہو جاتی جیسے کسی گہری سوچ میں غرق ہو یا کوئی ذہنی گتھی سلجھانے میں صد درجہ منہمک ہو۔ میں نے ایک دو بار اسے کریدنے کی کوشش بھی کی لیکن وہ بڑی خوب صورتی سے مجھے ٹال گئی۔ اس خیال سے کہ میرے زیادہ فکر مند ہونے سے اس کی ذات بھی متاثر ہو گی میں نے درخشاں کو زیادہ

itsurdu.blogspot.com

ٹوکنا بند کر دیا لیکن میں یہ بات اچھی طرح محسوس کر رہا تھا کہ کوئی ایسی الجھن ضرور ہے جو اسے بیٹھے بٹھائے اور ہنستے بولتے ملول کر دیا کرتی تھی۔

پنڈت اوم پرکاش والے حادثے کے بعد سے میں درخشاں کا بہت زیادہ خیال رکھنے لگا۔ سلو یا غریب بھی شب و روز اس کی دل جوئی میں لگی رہتی اور اپنا زیادہ تر وقت حویلی میں گزارتی لیکن پھر ایک دن وہ بھی اللہ کو پیاری ہو گئی۔ اس کی موت سب ہی کے لیے حیران کن تھی رات کے کھانے کے بعد وہ سب کے ساتھ ڈرائنگ روم میں بیٹھی ہنسی مذاق میں مصروف تھی کہ اچانک اس کی حالت غیر ہونے لگی بار بار وہ اپنا الٹا ہاتھ جھٹکنے لگی۔ کیلاش نے اس کی وجہ دریافت کی تو سلو یا نے بڑی مشکل سے بتایا کہ وہ اپنے سینے میں کچھ جلن سی محسوس کر رہی ہے اور یہ کہ اس کا الٹا ہاتھ آہستہ آہستہ سن ہوتا جا رہا ہے۔

کیلاش نے تیزی سے اٹھ کر سلو یا کی نبض دیکھی پھر اسے لیٹنے کی تاکید کرتا ہوا بڑی جلدی میں اپنے کمرے کی جانب چلا گیا لیکن قبل اس کے کہ وہ سلو یا کو کوئی طبی امداد دے سکتا اس نے ایک آخری ہچکی لی اور دنیا سے ہمیشہ کے لیے منہ موڑ لیا۔ مجھے اس وقت کیلاش کی وہ بات یاد آ گئی جو اس نے ایک موقع پر مجھ سے کہی تھی اس نے بہت پہلے اظہار کر دیا تھا کہ سلو یا ایک خطرناک عارضہ قلب میں گرفتار ہے اور کسی وقت بھی اچانک ختم ہو سکتی ہے۔

سلو یا کی موت نے ہم سب کو ملول کر دیا لیکن جیکب نے اس عظیم صدمے کو بھی خدا کی رضا سمجھ کر بڑی خندہ پیشانی سے برداشت کر لیا البتہ بیوی کی موت کے بعد سے وہ اپنا زیادہ تر وقت چرچ میں گزارنے لگا۔ شاید سکونِ قلب کی خاطر اس نے یہی مناسب سمجھا تھا۔ درخشاں نے ہمارے مقابلے میں سلو یا کی جدائی کا بہت زیادہ اثر لیا اور یہ قدرتی امر تھا اس لیے کہ اتنی وسیع و عریض حویلی میں سلو یا واحد عورت تھی۔ وہ درخشاں کی بہترین دوست اور سہیلی تھی کیلاش نے مجھے مشورہ دیا کہ وقتی طور پر میں درخشاں کی خدمت اور دلداری کے لیے کسی اور عورت کا بندوبست کر دوں لیکن میں نے اس مشورے کو قبول نہیں کیا حالات نے مجھے اس درجہ خائف کر دیا تھا کہ میں کسی اجنبی کا گزر حویلی کی حدود کے اندر ایک لمحے کو بھی برداشت نہیں کر سکتا تھا چنانچہ میں نے کیلاش سے تو ہامی بھر لی لیکن اس پر عمل کرنے کی مطلق کوئی ضرورت نہیں محسوس کی۔

ایک روز میں درخشاں کے ساتھ لیٹے پائیں باغ میں بیٹھی گفتگو کر رہا تھا کہ میرے ملازم نے یہ اطلاع دی کہ کوئی مجھ سے ملنے آیا ہے اس وقت شام کے جھٹپٹے کا وقت تھا مجھے ملازم کی مداخلت سخت ناگوار گزری اول تو میں نے حویلی پر لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ بالکل بند کر رکھا تھا دوسرے یہ کہ ملازموں کو بھی سختی سے تاکید کر دی تھی کہ وہ کسی اجنبی یا نووارد کو اس سلسلے میں مطلق کچھ نہ بتائیں کہ میں حویلی میں موجود ہوں یا نہیں۔ لہٰذا ملازم کی زبانی کسی اجنبی کی آمد کی اطلاع سن کر میرا موڈ خراب ہو گیا۔

”کیا نام بتایا ہے؟“ میں نے ملازم کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔

”میں نے پوچھا تھا سرکار لیکن اس نے اپنا نام نہیں بتایا۔ لیکن وہ یہی کہہ رہا ہے کہ اسے آپ سے جاگیر کے سلسلے میں کوئی بہت اہم اور ضروری بات کرنا ہے۔“

”کیا تم نے اسے پہلے کبھی دیکھا ہے؟“

”جی نہیں سرکار۔“

”کوئی مقامی شخص ہے یا......؟“

”الٰہ آباد سے آیا ہے سرکار۔“ ملازم نے تیزی سے کہا۔ ”اس نے مجھے بس اتنا ہی بتایا ہے۔“

”جا کر کہہ دو کہ میں حویلی پر کسی سے ملاقات نہیں کرتا۔ اگر اسے کوئی ضروری بات کرنا ہے تو فون پر رابطہ قائم کر لے۔“

ملازم سہمے ہوئے انداز میں واپس جانے کے لیے مڑا تو درخشاں نے اسے آواز دے کر روک لیا پھر مجھ سے کہا کہ اگر کوئی شخص اتنی دور سے جاگیر کے سلسلے میں کوئی ضروری بات کرنے آیا ہے تو مجھے اسے ٹالنے کے بجائے اس سے مل لینا چاہیے۔ درخشاں کے اصرار پر مجھے چار و ناچار ملازم کے ساتھ اس بیٹھک تک آنا پڑا جو میں نے احاطے کے آخری سرے پر پھاٹک کے قریب ملاقاتیوں کے لیے مخصوص کر رکھی تھی۔

بیٹھک میں جو شخص مجھے نظر آیا وہ میرے لیے بالکل اجنبی تھا۔ مجھے یقین تھا کہ اس وضع قطع کے شخص کو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھا وہ گہری سیاہ رنگت اور دراز قد کا مالک تھا اس کے ہونٹ نہ صرف یہ کہ بے حد موٹے بلکہ انتہائی بھدے معلوم ہوتے تھے۔ اس کی آنکھیں بڑی بڑی تھیں پیشانی خلافِ معمول کچھ زیادہ ہی کشادہ تھی اور سر پر بالوں کی بہتات ہونے کے باوجود انہیں سلیقے سے جمانے کی کوئی کوشش نہیں کی گئی تھی اس کے جسم پر معمولی درجے کے کھدر کا میلا کچیلا لباس تھا۔ پہلی نظر میں اسے دیکھ کر یہی اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ وہ کسی نچلے طبقے سے تعلق رکھتا ہے البتہ اس کی آنکھوں کی پراسرار چمک یقینی طور پر ایک عام آدمی سے جداگانہ تھی۔ میں نے بیٹھک میں قدم رکھا تو وہ بڑی بے پروائی سے ایک صوفے پر بیٹھا بیڑی کے لمبے لمبے کش لے رہا تھا مجھے دیکھ کر اس نے بیڑی کو فرش پر ڈال کر پیروں تلے مسلا پھر جلدی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"سلام مالک"۔ اس نے ہاتھ باندھ کر مجھے سلام کیا۔

"تم الٰہ آباد سے آئے ہو؟" میں نے اسے سر سے پاؤں تک گھورتے ہوئے خشک لہجے میں دریافت کیا۔

"جی ہاں مالک"۔ اس کا جواب اس کے قد کے مقابلے میں بے حد مختصر تھا۔

"کوئی خاص بات کرنا ہے؟"

"پندرہ دن سے حسین آباد میں ٹھہرا ہوا ہوں"۔ اس نے نہایت بے ڈھنگے انداز سے کہا۔ "آج دل چاہا کہ مالک کے درشن بھی کر لوں بس اسی لیے بھاگا بھاگا آپ کے دروازے تک چلا آیا۔"

"ملازم نے مجھے بتایا تھا کہ تم جاگیر کے سلسلے میں مجھ سے کوئی اہم اور ضروری گفتگو کرنا چاہتے ہو؟" میں نے سنجیدگی برقرار رکھتے ہوئے کہا۔ نووارد کی چرب زبانی اور گفتگو کا بے ہودہ انداز مجھے کھٹک رہا تھا۔

"ہم نیچ ذات کے لوگ ہیں مالک جاگیر سے بھلا ہمارا کیا کام"۔ اس نے تیزی سے کہا پھر بڑے ہی معنی خیز انداز میں بولا۔ "آپ کے پیر چھونے تھے اس لیے ملازم سے جھوٹ بول دیا۔"

"الٰہ آباد میں کیا کرتے ہو؟" میں نے بڑے سخت لہجے میں پوچھا۔

"کوئی مستقل پیشہ نہیں ہے مالک"۔ اس نے بدستور زیرِ لب مسکراتے ہوئے بڑی بے پروائی سے جواب دیا۔ "البتہ جب بھی کوئی ضرورت مند آ جاتا ہے تو پیٹ پوجا کے لیے کچھ نہ کچھ مل جاتا ہے۔"

"تمہارا نام کیا ہے؟"

"خادم کو جگن کہتے ہیں مالک۔ جگن چمار۔"

جگن کا نام سن کر میں چونک اٹھا۔ دیوان جی نے مجھے بتایا تھا کہ جگن چمار سفلی عمل کے کاموں میں اپنا کوئی ثانی نہیں رکھتا۔ دلاور مرزا اسی کو بلانے کی خاطر الٰہ آباد گیا تھا لیکن دشمنوں نے اسے ٹھکانے لگا دیا اور دیوان جی —— بذاتِ خود بھی اپنا جھلسا ہوا بدن لیے اسپتال میں پڑے تھے۔ ایسے وقت پر جگن کی آمد میرے لیے بے حد کارآمد ثابت ہو سکتی تھی۔ مجھے دیوان جی کی زبانی یہ بات بھی معلوم ہو چکی تھی کہ ان کے دلاور مرزا اور جگن کے تعلقات آپس میں خاصے اچھے تھے۔

میں نے ایک بار پھر جگن کو سر تا پا بہت غور سے دیکھا پھر کچھ توقف کے بعد بولا۔

"کیا تمہیں دلاور مرزا کے بارے میں علم ہو چکا ہے کہ وہ؟"

"مجھے سب کچھ معلوم ہے سرکار"۔ جگن نے میری بات کاٹتے ہوئے سرگوشی میں جواب دیا۔ "دلاور مرزا میرا یار تھا مالک۔ بس مجھے یہاں تک آنے میں کچھ دیر ہو گئی اور دشمن اپنا کام کر گئے۔"

"حسین آباد کے حالات دن بدن مخدوش صورت اختیار کرتے جا رہے ہیں"۔ میں نے جگن کو ہموار کرنے کی خاطر کہا۔ "دیوان جی میرے لیے دستِ راست تھے لیکن میرے دشمن انہیں بھی راستے سے ہٹا دینا چاہتے ہیں۔"

"اس وہم کو ذہن سے نکال دو مالک"۔ جگن معنی خیز انداز میں بولا۔ "خان شہباز کو آپ جگن سے زیادہ نہیں جانتے وہ لنگوٹ کھول چکا ہے لیکن اب بھی کوئی مائی کا لال اس کی طرف نظر اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ مجھے خبر ہے کہ آپ کے دشمن جنتر منتر میں اپنا جواب نہیں رکھتے لیکن خان شہباز دوسرے کینڈے کا مالک ہے وہ جب چاہے اپنی کینچلی بدل سکتا ہے۔ اس کے خمیر پر متبرک بزرگوں کا جو تعویذ موجود ہے اس کی موجودگی میں کوئی طاقت اسے نقصان نہیں پہنچا سکتی۔"

"تم کو غالباً تفصیل سے حالات کا علم نہیں ہے"۔ میں نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میرے دشمنوں نے دیوان جی کا گھر جلا کر خاک کر دیا ہے۔ آگ کے شعلوں نے دیوان جی کو بری طرح جھلسا دیا ہے اور وہ اسپتال میں زیرِ علاج ہیں۔"

"خان شہباز کی چالیں شطرنج کے گھوڑے سے بھی زیادہ خطرناک اور زہریلی ہوتی ہیں"۔ جگن چمار نے بڑی رازداری سے سرگوشی کی۔ "اگر اس کا گھر برقرار رہتا اور وہ جنگ کا سینہ تانے سڑکوں پر دندناتا تو اسپتال کے بجائے جیل کی کسی کال کوٹھری میں پڑا سڑ رہا ہوتا۔ یہ جو آنند کمار قسم کے پولیس افسر ہیں یہ گلیوں میں آوارہ پھرنے والے کتوں سے بھی زیادہ خطرناک ہوتے ہیں۔ ذرا سی آہٹ پا کر بھونکنا شروع کر دیتے ہیں۔ خان شہباز نے چالاکی سے کام نہ لیا ہوتا تو یہ کتے اس کے پیٹ کر اس کی بوٹیاں نوچنا شروع کر دیتے۔"

"تم۔ کیا کہنے کی کوشش کر رہے ہو؟" میں نے جگن کو گھورتے ہوئے تیزی سے پوچھا۔ اس کی باتوں نے میرے دل کی دھڑکن تیز کر دی تھی۔

"مندر کے باہر تین پجاریوں کی جھنجوڑی ہوئی لاشوں کے قریب خان شہباز کی ٹوپی کا پایا جانا بارود کے لیے کسی چنگاری سے کم نہ ہوتا۔ لیکن اس سے پہلے کہ کتوں کے کان کھڑے ہوتے دیوان جی نے دھوبی پاٹ مار کر حالات کا نقشہ ہی بدل لیا۔"

"کیا؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "کیا وہ آگ خود دیوان جی نے لگائی تھی؟"

"شکاری کتوں سے بچنے کا یہی ایک طریقہ تھا سرکار! لیکن اب فکر کرنے کی کوئی بات نہیں۔ آپ کا یہ خادم جب تک یہاں موجود ہے کوئی حرام کا تخم آپ کی طرف آنکھ بھی نہیں اٹھا سکتا۔"

جگن کے لہجے میں بلا کا اعتماد تھا۔ میں نے اسے اپنے حق میں مزید ہموار کرنے کی خاطر کہا۔

"دیوان جی میرے محسن ہیں لیکن غریب دلاور مرزا میری خاطر بے گناہ مارا گیا۔"

"آپ اس کی بھی فکر نہ کریں۔" جگن حقارت سے بولا۔ "ابھی تو صرف اوم پرکاش کام آیا ہے۔ اپنے یار کا حساب چکا کرنے کی خاطر میں نے دوسرا نمبر کاشی کے مہان پجاری رام لال کا لگا دیا ہے۔" جگن کا وار آج تک کبھی خالی نہیں گیا۔"

"کیا مطلب؟" میں نے حیرت سے چونکتے ہوئے کہا۔ "کیا پنڈت اوم پرکاش کو تم نے موت کے گھاٹ اتارا تھا؟"

"ابھی تو کھیل شروع ہوا ہے مالک۔" جگن نے بدستور نفرت بھرے لہجے میں کہا۔ "ابھی تو مجھے اجودھیا کے پنڈت گنیش مہاراج کی تلاش ہے جو میرے ڈر سے کسی منڈل میں چھپ کر بیٹھ گیا ہے۔"

"رام لال کے بارے میں تم نے کیا سوچا ہے؟" میں نے پوچھا پھر وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ حسین آباد میں زیادہ کشت و خون مناسب ہوگا۔ اس طرح میری پریشانیاں اور بڑھ جائیں گی۔"

"پریشانیاں تو ضرور بڑھیں گی سرکار۔ پر تمھاری نہیں، آنند کمار کی۔" جگن زہر خند سے بولا۔ "میں اس کھوٹے ہی کو جڑ سے اکھاڑ دوں گا جس کے بل پر پنڈت پجاریوں نے قانون کو مذاق سمجھ رکھا ہے۔"

جگن کی گفتگو سن کر میرے ذہن سے پریشانیوں کا خاصا بوجھ اتر گیا۔ دیوان جی کے سلسلے میں جو تشویش لاحق تھی وہ بھی بڑی حد تک دور ہوگئی۔ دیوان جی نے میری خاطر جس بہادری اور ہمت کا ثبوت پیش کیا تھا اس کی مثال ملنا مشکل تھی۔ انھوں نے یقیناً نہایت دوراندیشی سے کام لیتے ہوئے بساط پلٹ دی تھی ورنہ پجاریوں کی لاشوں کے قریب ان کی ٹوپی کا پایا جانا ان کے حق میں بازی مات کر دینے کے لیے بے حد اہم اور خطرناک مہرہ ثابت ہو سکتا تھا۔

میں بڑی دیر تک جگن سے باتوں میں مصروف رہا۔ میں نے اس کی خدمات کے عوض اسے ایک بھاری رقم پیش کرنا چاہی لیکن اس نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ وہ جو کچھ کر رہا ہے دلاور مرزا کے قتل کے انتقام کے طور پر کر رہا ہے البتہ اگر پیسوں کی ضرورت پیش آئی تو میرے سامنے ہاتھ پھیلانے سے دریغ نہیں کرے گا۔

جگن نے واپسی کی اجازت چاہی تو مجھے اچانک گنیش مہاراج کے وہ جملے یاد آگئے جو اس نے اوم پرکاش کے مرنے کے بعد مجھ سے کہے تھے۔ اس نے مجھے یہ باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ اگر میں نے درخشاں کو آزاد نہ کیا تو وہ اپنی گندی قوتوں کے ذریعے اسے میری زندگی سے ہمیشہ کے لیے دور کر دیں گے۔ میں نے جگن سے اس بات کا ذکر کیا تو ایک لمحے کو وہ بھی گنگ ہوگیا پھر مجھے دلاسہ دیتے ہوئے بولا۔

"گنیش مہاراج کو ایک بار میرے سامنے آلینے دیں سرکار! میں اسے ایسے ہولناک حالات سے دوچار کر کے ایڑیاں رگڑنے پر مجبور کر دوں گا کہ پھر کوئی پنڈت یا پجاری آپ کی طرف نظریں اٹھانے کی ہمت نہیں کرے گا۔"

جگن کے جانے کے بعد میں اندر گیا تو درخشاں بے چینی سے میری منتظر تھی۔ اس کے بے حد اصرار پر میں نے اسے جگن سے اپنی گفتگو کی تفصیل بتائی تو وہ فکرمند ہو کر بولی۔

"آخر یہ خون خرابہ کب تک جاری رہے گا۔ کیا ہم کبھی چین اور سکون کا سانس نہیں لے سکیں گے؟"

"خدا پر بھروسہ رکھو۔ اس نے چاہا تو سب ٹھیک ہو جائے گا۔" میں نے درخشاں کو دلاسہ دیتے ہوئے کہا پھر اس کا ذہن بٹانے کی خاطر آنے والے دنوں کی باتیں چھیڑیں تو اس کا چہرہ شرم سے تپ کر گلنار ہوگیا۔ ہاتھوں سے چہرہ چھپا کر وہ لمبے لمبے قدم اٹھاتی حویلی کے اندر چلی گئی۔

جگن نے دیوان جی کے سلسلے میں جو انکشاف کیا وہ میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ اگر اس کا بیان درست تھا تو دیوان جی نے یقیناً حقِ نمک ادا کر دیا تھا۔ انھوں نے دشمنوں کو زیر کرنے کی خاطر جو چال چلی تھی وہ نہایت کامیاب ثابت ہوئی، شاید اسی لیے دیوان جی نے مجھ پر بھی دلاور مرزا کے قتل کے راز کو راز رکھنے کی کوشش کی تھی۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ انھیں اپنے دوست کے ہولناک انجام کے بارے میں کوئی علم نہیں اور وہ مجھے بے خبر رکھ کر اپنی چال چلنے کی اسکیم مرتب کر چکے تھے۔

دلاور مرزا کے جواب میں انھوں نے تین پجاریوں کے جسم روئی کی طرح دھن ڈالے تھے پھر اس خیال سے کہ کہیں جائے واردات پر ان کی ٹوپی کی موجودگی ان کے اور میرے لیے کسی مصیبت اور پریشانی کا باعث نہ بن جائے دیوان جی نے مخالف گروہ کے افراد کو ملوث ثابت کرنے کی خاطر خود اپنے ہی

ہاتھوں اپنا گھر پھونک دیا اور زخمی حالت میں اسپتال میں داخل ہوگئے۔

اگر جگن مجھے صحیح صورتِ حال سے باخبر نہ کرتا تو شاید میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ دیوان جی محض ایک ثبوت کو پولیس کی نظروں سے چھپانے کی خاطر اتنی بڑی قربانی پیش کر سکتے ہیں۔ درخشاں کے حویلی میں چلے جانے کے بعد میں بڑی دیر تک دیوان جی کے بارے میں سوچتا رہا۔ دیوان جی نے غیر ہونے کے باوجود آڑے وقت میں مجھ پر اپنی جان قربان کر دینے کی ٹھان لی تھی اور وہ جو میرے اپنے تھے وہ والد صاحب کی موت کے بعد میرے خون کے پیاسے بنے ہوئے تھے۔ میری موت کے خواہاں تھے۔ ہر لمحہ یہی سوچنے میں مصروف تھے کہ کب میرا قصہ پاک ہو اور کب جاگیر کا بٹوارہ ان کے حق میں ہو سکے۔ میں ان ہی خیالات میں گم تھا کہ کیلاش اسپتال سے واپس آگیا۔ میں نے سب سے پہلے دیوان جی کی حالت دریافت کی۔

"تمھیں یہ سن کر خوشی ہوگی کہ دیوان جی بہت تیزی سے زندگی کی طرف واپس لوٹ رہے ہیں۔ آج وہ کچھ دیر تک مجھ سے باتیں بھی کرتے رہے۔" کیلاش نے کہا۔ "تمھاری خیریت بطورِ خاص دریافت کر رہے تھے۔"

"انھیں اسپتال سے باہر آنے میں کتنے دن لگیں گے؟" میں نے سنجیدگی سے پوچھا۔

"یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا مگر جس حیرت انگیز طور پر ان کی طبیعت سنبھل رہی ہے اگر یہی صورت جاری رہی تو میرا خیال ہے کہ پندرہ بیس دنوں بعد وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو جائیں گے۔ البتہ زخموں کے نشان ضرور باقی رہیں گے۔"

"میرے بارے میں کچھ کہہ رہے تھے؟"

"مجھے تاکید کر رہے تھے کہ تمھیں اس وقت تک حویلی سے باہر نہ نکلنے دیا جائے جب تک وہ اپنے قدموں پر دوبارہ کھڑے ہونے کے قابل نہ ہو جائیں۔"

"مجھے یقین ہے میرے دوست کہ دیوان جی کو سوتے جاگتے، اٹھتے بیٹھتے، ہر لمحہ اور ہر پل میرا خیال لاحق ہوگا۔" میں نے پُراعتماد لہجے میں جواب دیا۔ میرا دل چاہ رہا تھا کہ دیوان جی کی عظمت کی وہ داستان کیلاش کے بھی گوش گزار کر دوں جو مجھے جگن چمار کی زبانی معلوم ہوئی تھی لیکن حالات کے پیشِ نظر میں نے اپنا ارادہ تبدیل کر دیا۔ مجھے کیلاش پر کسی قسم کا کوئی شبہ نہیں تھی کہ لیکن اگر دیوان جی کے سلسلے میں کسی کو اس راز کی بھنک بھی مل جاتی تو پولیس ان کا جینا حرام کر دیتی چنانچہ میں نے جلدی سے گفتگو کا رخ تبدیل کرتے ہوئے پوچھا۔

"اور سناؤ۔ کیا تمھیں میرے دشمنوں کے بارے میں بھی کوئی اہم بات معلوم ہوئی؟"

"نہیں۔" کیلاش نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے اس سلسلے میں اپنے حلقے کے خاص اور قابلِ اعتماد افراد کو بھی کریدنے کی کوشش کی تھی لیکن کوئی قابلِ ذکر بات نہیں معلوم ہو سکی۔"

"وہ اتنے شریف اور سیدھے سادے بھی نہیں ہیں کہ تمام واقعات سے پردہ پوشی کر کے کہیں گوشہ نشین ہو گئے ہوں۔" میں تلملا کر بولا۔ "وہ یقیناً کہیں چھپے بیٹھے میری موت کی سازش مرتب کر رہے ہوں گے۔ نئے سلسلے سے بساط ترتیب دینے میں مصروف ہوں گے۔"

"ہو سکتا ہے تمھارا اندازہ درست ہو۔" کیلاش نے کہا۔ "پنڈت اوم پرکاش کی پراسرار موت کے بعد رام لال اور گنیش مہاراج کا یوں خاموشی سے واپس چلا جانا خود میرے لیے بھی کچھ کم حیرت انگیز نہیں اس لیے کہ وہ دونوں بے پناہ قوتوں کے مالک ہیں۔ دیوی اور دیوتاؤں کو خوش کرنے کی خاطر گنیش مہاراج نے تو برسوں ویرانوں میں جا کر کٹھن جاپ اور تپسیا کی ہے۔ ان کے جنتر منتر کے آگے تناور درخت بھی تنکے سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے۔ میرا خیال ہے کہ اوم پرکاش کی موت نے انھیں بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیا ہوگا۔"

"اوم پرکاش کی موت کے بارے میں تمھاری میڈیکل سائنس کی کیا دریافت ہے؟" میں نے کیلاش سے پوچھا۔

"پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق اوم پرکاش ڈپتھیریا کے خطرناک مرض کے اچانک حملے کا شکار ہوا ہے۔" کیلاش نے مجھے تفصیل سے بتاتے ہوئے کہا۔ "اس مرض میں حلق کی نالی پر مکڑی کے جالے نما ایک سفید دھند تیزی سے اپنا جسم بڑھاتی ہے اور اگر فوری طبی امداد نہ دی جائے تو مریض دم گھٹ کر موت کا شکار ہو جاتا ہے۔ بے حد خطرناک اور موذی مرض ہے۔"

"کیا میرے دشمنوں کو بھی تمھاری پوسٹ مارٹم کا علم ہو گیا ہے؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتا البتہ اتنا ضرور جانتا ہوں کہ آنند کمار نے اس رپورٹ کو بہت زیادہ اہمیت دے رکھی ہے۔"

"وہ ایسا کرنے پر مجبور ہے۔" میں بے اختیار مسکرا دیا۔ "پنڈت اوم پرکاش کی موت کو اگر اتفاقیہ اور طبعی ظاہر نہ کیا گیا تو حسین آباد میں فرقہ وارانہ فساد پھیلنے کا خطرہ ہے اور اگر ایسا ہوا تو آنند کمار کی کرسی بھی ضرور متاثر ہوگی۔"

iqbalkalmati.blogspot.com

"آج میں نے ایک بات اور بھی محسوس کی ہے" کیلاش نے کچھ توقف سے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے کہا "ممکن ہے وہ میرا وہم ہی ہو لیکن میرا خیال ہے کہ کچھ لوگ بھیس بدل کر اسپتال کی کڑی نگرانی کررہے ہیں۔"

"لیکن اسپتال کو کوئی نقصان پہنچا کر انھیں کیا حاصل ہوگا؟"

"اگر وہ محض اسپتال کو نقصان پہنچانا چاہتے تو اس کے لیے نگرانی کی کیا ضرورت تھی رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر وہ جب چاہیں ایسا کرسکتے ہیں۔"

"پھر وہ اور کس چیز کی تلاش میں ہیں؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو وہ دیوان جی کی نگرانی پر تعینات کیے گئے ہیں" کیلاش نے دبی زبان میں کہا "پجاریوں کی لاشوں کے پاس دیوان جی کی جو ٹوپی ملی تھی وہ یقیناً پولیس کے ریکارڈ میں بڑی اہمیت کی حامل ہوگی لیکن اسی رات چونکہ دیوان جی کے مکان کو بھی آگ لگا دی گئی اس لیے بات دب کر رہ گئی۔"

"وہ اگر چاہیں تو دیوان جی کا بیان بھی لے سکتے ہیں اور یہ بھی تو ہوسکتا ہے کہ میرے دشمنوں نے دیوان جی کو پھنسانے کی خاطر ایک خوب صورت جال بنایا ہو اور......"

"میں ہر حال میں تمھارا دوست ہوں جمال" کیلاش نے میری بات کا مقصد سمجھتے ہوئے کہا پھر بولا "میرا خیال ہے کہ جو لوگ اسپتال کی نگرانی کررہے ہیں وہ پولیس کے سادہ لباس والے نہیں ہوسکتے۔"

"پھر۔ وہ کون ہوں گے؟"

"ہمارے دشمن۔ انھیں یقیناً دیوان جی کے سلسلے میں ایک ایک لمحے کی خبر درکار ہوگی اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ دیوان جی کو ٹھکانے لگانے کے لیے اسپتال کے ارد گرد منڈلا رہے ہوں۔"

"کیلاش تم......"

"گھبراؤ نہیں" کیلاش نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا "موت اور زندگی بھگوان کے اختیار کی بات ہے لیکن میں نے اپنی طرف سے اسپتال کے عملے کو دیوان جی کا ہر طرح خیال رکھنے کی تاکید کردی ہے اس کے علاوہ ایک قابل اعتماد چوکیدار کی خفیہ ڈیوٹی بھی لگا دی ہے کہ اگر اسپتال کے جانے پہچانے عملے کے علاوہ کوئی شخص کمرے میں داخل ہونے کی کوشش کرے تو اس کے ساتھ کوئی نرم برتاؤ نہ کیا جائے۔"

کیلاش کی بات سن کر میں ایک لمحے کو بوکھلا گیا۔ اگر دشمن دیوان جی کی موت کے خواہاں تھے تو وہ اسپتال کے عملے کے کسی فرد کو بھی بھاری معاوضہ دے کر خرید سکتے تھے اور اس طرح زہر دلوا کر انھیں بہ آسانی موت کے گھاٹ اتارا جا سکتا تھا۔ میں نے اس شبے کا اظہار کیلاش پر بھی کرنا چاہا لیکن پھر مجھے اچانک جگن کا خیال آگیا۔ وہ حسین آباد میں دلاور مرزا کے خون کا انتقام لینے آیا تھا۔ اس نے دیوان جی کی حفاظت کے خیال کو بھی نظر انداز نہیں کیا ہوگا اور پھر مجھے اس تعویذ کا خیال بھی آگیا جو دیوان جی کے بازو پر موجود تھا۔ اس برکتی تعویذ کی موجودگی میں ناپاک اور گندی طاقتیں ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی تھیں۔

"تم کس سوچ میں گم ہوگئے؟" کیلاش نے میری اچانک خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے تیزی سے پوچھا پھر خود ہی مجھے یقین دلاتے ہوئے کہا "تم میرے عزیز ترین دوست ہو جمال مجھ پر اعتماد رکھو۔ اگر کوئی ضرورت پیش آئی تو میں دیوان جی کی خاطر اپنی زندگی قربان کردینے سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔"

"مجھے یقین ہے کیلاش" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا "کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم دیوان جی کو اسپتال سے اپنی حویلی میں منتقل کردیں؟"

"میں اس پہلو پر بھی غور کرچکا ہوں میں نے دیوان جی کی دل جوئی کی خاطر ان کے سامنے بھی یہی مشورہ پیش کیا تھا لیکن انھوں نے بڑی سختی سے میری تجویز مسترد کردی" کیلاش نے مجھے بتایا "دیوان جی کا خیال ہے کہ اگر انھیں حویلی میں لایا گیا تو پولیس ان کی طرف سے زیادہ چوکنا ہوجائے گی۔"

"کیا تم ان چہروں کو پہچانتے ہو جو اسپتال کے ارد گرد منڈلا رہے ہیں؟"

"نہیں۔ میں نے انھیں پہلے کبھی نہیں دیکھا۔ اور یہ بھی ممکن ہے وہ جس حلیے میں مجھے نظر آئے ہوں وہ ان کے اصل حلیے نہ ہوں۔"

"کیا یہ مناسب ہوگا کہ تم اپنی طرف سے پولیس میں اس بات کی رپورٹ درج کرادو کہ کچھ مشکوک لوگ تمھارے اسپتال کے آس پاس منڈلاتے دیکھے جارہے ہیں؟" میں نے کہا "اس طرح ضابطے کی کارروائی بھی مکمل ہوجائے گی اور خدانخواستہ اگر حالات نے کوئی سنگین صورت اختیار کرلی تو یہی رپورٹ ہمارے لیے کارآمد بھی ثابت ہوسکے گی۔"

"میں نے بھی یہی سوچا تھا اب تمھارا بھی یہی مشورہ ہے تو میں کل ہی متعلقہ تھانے میں اپنی تحریری رپورٹ پیش کردوں گا" کیلاش نے جواب دیا پھر مجھ سے درخشاں کی خیریت دریافت کرنے لگا۔

رات کے کھانے پر جگیب بھی ہمارے ساتھ شریک تھی۔

سلویا کی اچانک موت نے اسے حد درجہ سنجیدہ بنا دیا تھا۔ اس وقت بھی وہ سر جھکائے خاموشی سے کھانے میں مصروف تھا تب کیلاش نے اچانک ایک نیا مسئلہ چھیڑ دیا۔

"جیکب میں دیکھ رہا ہوں کہ بھابی سلویا کے بعد سے تم نے دنیا کے ہنگاموں میں دل چسپی لینا قطعی ترک کر دیا ہے۔"

"یہ دنیا ایک ناپائیدار اور عارضی جگہ ہے میرے دوست۔" جیکب نے گلاس اٹھا کر پانی کا ایک گھونٹ حلق سے نیچے اتارتے ہوئے کہا۔ "جو یہاں کے ہنگاموں میں الجھ جاتے ہیں وہ اپنی عاقبت کا ستیاناس کر لیتے ہیں۔"

"لیکن سلویا کی زندگی میں تو تم خاصے ہنس مکھ اور خوش مزاج واقع ہوئے تھے۔" کیلاش نے کہا پھر بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "کیا تم اس حقیقت سے انکار کر سکو گے کہ ہنسنا بولنا اور خوش رہنا صحت کے لیے بے حد مفید اور زندگی کی بہترین علامتیں ہیں۔"

"تم مجھے کیا درس دینے کی کوشش کر رہے ہو؟" جیکب نے خشک لہجے میں دریافت کیا۔

"میں تمہیں ایک موٹی سی بات بتانا چاہتا ہوں۔ انسان وہی ہے جو اپنے لیے نہیں بلکہ دوسروں کے لیے خوش رہنے اور مسکرانے کا عادی ہو۔"

"میں اب بھی تمہارا مطلب نہیں سمجھا۔"

"میرا اشارہ درخشاں بھابی کی طرف ہے۔" کیلاش نے اپنا کھانا جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "جب تک سلویا زندہ تھی وہ بھابی کی خدمت اور دل جوئی میں اپنا بیشتر وقت صرف کرتی تھی اب یہ ذمے داری تمہارے اوپر عائد ہوتی ہے۔"

کیلاش کے اس جملے پر میں زیرِ لب مسکرا دیا۔ درخشاں چونک کر کیلاش کو ——— دیکھنے لگی اور جیکب نے بیوقوفوں کی طرح منہ کھول کر پلکیں جھپکانا شروع کر دیں جیسے کیلاش کی بات اس کے سر سے گزر گئی ہو۔

"مجھے یقین تھا کہ تمہاری موٹی عقل میری بات کو ہضم نہیں کر سکے گی۔" کیلاش نے بدستور سنجیدگی سے کہا۔ "دراصل میں تم کو یہ سمجھانا چاہ رہا ہوں کہ ہنسنا بولنا بھی عین عبادت ہے اور تم نے آج کل یہ عبادت ترک کر رکھی ہے۔"

"جیکب بھائی۔" درخشاں نے کیلاش کا مفہوم سمجھتے ہوئے کہا۔ "سلویا کی موت کا غم مجھے بھی ہے اس کی جدائی کی وجہ سے میں خود کو بالکل تنہا محسوس کرنے لگی ہوں لیکن قدرت کو یہی منظور تھا۔"

"میرا مشورہ تو یہ ہے کہ تم اب اپنی ضد چھوڑ دو اور حویلی میں آ جاؤ۔" میں نے تجویز پیش کی۔ "سلویا کی زندگی میں تمہارا علیحدہ رہنے کا مقصد سمجھ میں آتا تھا لیکن اب ...."

"ہو سکتا ہے کہ اب بھی یہ کسی خاص مصلحت کی بنا پر علیحدہ رہنا پسند کر رہا ہو۔" کیلاش نے لقمہ دیا تو جیکب کی پیشانی شکن آلود ہو گئی۔

"میں تم سے کسی معیاری جواب کی توقع بھی نہیں کر سکتا تھا۔" اس نے برا سا منہ بنا کر خشک لہجے میں کہا۔

"تمہاری دوری ہی کی وجہ سے میرا معیار بھی بری طرح متاثر ہوا ہے اسی لیے ہماری درخواست ہے کہ تم اب حویلی میں ہمارے ساتھ رہو۔" کیلاش نے نہایت ڈھٹائی سے جواب دیا پھر درخشاں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا۔ "کیوں بھابی۔ کیا آپ کو ہمارے ننگے سروں پر فادر جیکب کے مقدس سائے کی کمی نہیں محسوس ہوتی؟"

"کیوں جیکب بھائی۔ کیا آپ ہمارے ساتھ رہنا پسند کریں گے۔" درخشاں نے براہ راست جیکب کو مخاطب کیا۔

"مجھے کوئی اعتراض نہیں لیکن ...."

"شرط یہ ہے کہ آپ آئندہ سے جیکب بھائی کے بجائے صرف جیکب کہا کریں۔" کیلاش نے درمیان میں لقمہ دیا تو جیکب کھانا چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا۔ کیلاش کو گھورتے ہوئے غصے سے بولا۔

"تم انتہائی بے ہودہ شخصیت کے مالک ہو۔"

"اور تم انتہائی سخت گیر قسم کے کھوسٹ پادری واقع ہوئے ہو جسے اتنا بھی نہیں معلوم کہ کسی کے وقت پر کام آ جانا اور کسی کا دل نہ توڑنا بھی ایک افضل عبادت ہے۔" کیلاش نے تیزی سے کہا۔ "درخشاں بھابی تم سے کس قدر اپنائیت اور پیار سے حویلی میں قیام کرنے کو کہہ رہی ہیں اور تم ہو کہ منہ پھلائے بیٹھے ہو۔"

"یہ میرا اور مسز جمال کا ذاتی معاملہ ہے۔ تم اس حویلی کے مالک نہیں ہو۔" جیکب نے جھلاتے ہوئے کہا۔

"اسی لیے تو تمہیں سمجھا رہا ہوں کہ مفت کی قاضی کو بھی حلال ہوتی ہے۔" کیلاش برجستہ بولا۔ "چلے آؤ پہلی فرصت میں سامان سمیٹ کر مکان کا کرایہ ہی بچتا رہے گا۔"

"تم اس سے زیادہ اور سوچ بھی کیا سکتے ہو۔ ڈاکٹر جو ٹھہرے جس کا کام ہی سیدھے سادے مریضوں کو لوٹنا ہوتا ہے۔"

"کبھی مریض بن کر میرے اسپتال میں آ گئے تو تمہاری بھی خیر نہیں۔"

"بری بات ہے کیلاش۔" میں نے جیکب کی حمایت کرتے ہوئے کہا۔ "تم کیوں بلاوجہ جیکب کو چھیڑ رہے ہو۔"

urdublogspot.com

"آپ بھی اب تیار ہو جائیے نا جیکب بھائی" درخشاں نے اصرار کیا۔ "میرا دل بھی بہل جائے گا۔"

"دل بھی بہل جائے گا اور کسی سہیلی کی کمی کا احساس بھی دور ہو جائے گا۔"

کیلاش نے اس بار کچھ اتنی سنجیدگی اور معصومیت سے کہا کہ درخشاں کے علاوہ خود جیکب بھی اپنے ہونٹوں پر ابھرنے والی بے اختیار مسکراہٹ پر قابو نہ پاسکا۔ درخشاں کے ایک دو بار مزید اصرار پر جیکب نے ہامی بھرلی کہ وہ بہت جلد اپنا سامان لے کر حویلی میں ہمارے پاس آجائے گا۔ مجھے اس بات پر بے حد خوشی ہوئی، ہمارے قریب رہنے سے جیکب کو سلویا کے بھلانے میں زیادہ آسانی ہوتی جس کی جدائی نے اسے حد درجہ اداس اور کم سخن بنا دیا تھا۔

اس رات اپنی خواب گاہ میں جانے کے بعد بھی ہم آپس میں بہت دیر تک جیکب کی باتیں کرتے رہے۔ درخشاں کیلاش اور جیکب کے درمیان ہونے والی گفتگو یاد کر کے ہنستی رہی پھر ہم دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئے۔

وہ رات میرے لیے بے حد پرسکون تھی جگن کی آمد نے مجھے حالات کی جانب سے بے فکر کر دیا تھا۔ مجھے یقین تھا کہ گنیش مہاراج اور رام لال نے بھی پنڈت اوم پرکاش کی پراسرار قوت کے پیچھے کسی مضبوط ہاتھ کی موجودگی کو محسوس کر لیا تھا یہی وجہ تھی جو گنیش مہاراج نے اسپتال سے جانے میں بڑی عجلت سے کام لیا اور پھر خود کو محفوظ رکھنے کی خاطر اپنے اطراف کوئی منڈل (حصار) کھینچ کر دوسروں کی نگاہوں سے روپوش ہو گیا۔

جب تک میں تنہا تھا وہ اپنی شیطانی اور گندی طاقتوں پر اچھلتے کودتے رہے۔ مجھے حویلی سے باہر نکالنے کی خاطر انہوں نے بے گناہوں کے سکون و آرام کو تباہ کر دیا تھا۔ درندوں کی طرح پوری بستی میں دندناتے پھرتے تھے جسے چاہتے بے عزت کر دیتے۔ انہیں اپنے جنتر منتر اور طاقت پر بڑا ناز تھا اسی غرور کے نشے نے انہیں اندھا کر دیا تھا۔ پولیس کی درپردہ حمایت پاکر وہ اپنی من مانی کرنے کے لیے آزاد تھے انہیں اپنی اکثریت پر بھی گھمنڈ تھا۔ دھرم کی آڑ لے کر جو چاہتے کر گزرتے۔ دیوی دیوتاؤں کے نام پر جس کی پگڑی چاہتے اچھال دیتے۔

پھر وہ خون ریزی اور خباثت پر اتر آئے ناحق انہوں نے بے گناہ دلاور مرزا کے جسم کے ٹکڑے کر ڈالے کیلاش کو بھی اس بات کی دھمکی دی گئی کہ اگر اس نے مجھے اور درخشاں کو حویلی کے احاطے سے باہر لانے میں ان کا ہاتھ نہ بٹایا تو وہ اسے بھی دشمنوں کی فہرست میں شمار کر کے ٹھکانے لگادیں گے لیکن انہیں جگن کے ایک ہی وار نے پسپا ہو کر بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ وہ ایک جوابی حملہ بھی برداشت نہ کر سکے کسی کونے کھدرے میں جاکر روپوش ہو گئے۔

رات بھر سوتے میں بھی جگن چمار کا تصور میرے خوابوں میں گھومتا رہا۔ دوسری صبح میں بیدار ہوا تو اخبار کی پہلی سرخی پر نظر پڑتے ہی میرے خون کی گردش تیز ہو گئی۔ میں نے جلدی سے آنکھیں مل کر دوبارہ اسی سرخی پر نظر ڈالی تو مجھے یقین آگیا کہ میں خواب نہیں دیکھ رہا ہوں۔

میں پوری توجہ سے رام لال کی موت کی خبر پڑھنے لگا۔

پجاری رام لال کی ہولناک موت کی خبر میرے لیے بے حد تعجب خیز تھی۔ جگن چمار نے صرف ایک دن پہلے کہا تھا کہ اس نے رام لال کا نمبر لگا دیا ہے اور صبح ہوتے ہی اس کی مرضی کے عین مطابق تمام اخبارات میں رام لال کی موت کی خبر جلی سرخیوں کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔

دیوان جی نے مجھ سے کہا تھا کہ جگن سفلی عمل میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ مرحوم دلاور مرزا اسی کو بلانے کے لیے الہ آباد گیا تھا لیکن میرے دشمنوں نے اسے موت کے گھاٹ اتار دیا جواب میں جگن کی پراسرار طاقت نے پہلے پنڈت اوم پرکاش کو حیرت انگیز طور پر ٹھکانے لگایا اور اب رام لال کو بھی جہنم رسید کر دیا گیا تھا۔

اخبارات کی اطلاع کے مطابق پجاری رام لال گزشتہ رات تقریباً ایک اور دو بجے کے درمیان اپنے ایک ساتھی کے ہمراہ ڈپٹی کمشنر آنند کمار کے بنگلے کی پچھلی دیوار پھلانگ کر اندر داخل ہوا اور کسی طرح کماری نرملا کی خواب گاہ تک پہنچنے میں کامیاب ہو گیا۔ کماری نرملا اس وقت اپنے کمرے میں محو خواب تھی جب رام لال نے جو شراب کے نشے میں بری طرح چت تھا اسے جگا کر اپنی نفسانی خواہشات کا شکار کرنا چاہا۔

کماری نرملا نے پہلے تو اپنے بچاؤ کے لیے بھرپور مزاحمت کی لیکن جب اس نے اپنی عزت خطرے میں دیکھی تو تکیے کے نیچے سے اپنا ریوالور نکال کر رام لال کو بھون ڈالا۔ رام لال کا دوسرا ساتھی جو خواب گاہ کے دروازے کے پاس مقصد سے تعینات تھا کہ کسی بیرونی مداخلت کے بارے میں رام لال کو خطرے سے آگاہ کر سکے۔ گولیاں چلتے ہی وہاں سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا۔

پریس رپورٹر کے مطابق جس وقت پولیس آنند کمار کے بنگلے پر تفتیش کی غرض سے پہنچی کماری نرملا بری طرح بدحواس تھی رام لال کے خون نے پوری خواب گاہ کو رنگین بنا دیا تھا کماری نرملا پولیس کے جائے واردات تک پہنچنے تک پجاری

رام لال کی لاش کے قریب ہی کھڑی اسے یوں حیرت انگیز انداز اور پھٹی پھٹی نظروں سے دیکھ رہی تھی جیسے اسے اپنی بینائی پر شبہ ہو رہا تھا۔

تفتیش کے دوران کماری نرملا نے یہی بیان دیا کہ وہ اس واردات سے قبل رام لال سے قطعی ناواقف تھی۔ نرملا نے کہا کہ وہ جس وقت نیند سے بیدار ہوئی رام لال اس پر جھکا ہوا اسے جگانے کی کوشش کر رہا تھا۔ کسی اجنبی کو آدھی رات گئے اپنی خواب گاہ میں دیکھ کر اس کا بوکھلا جانا قدرتی بات تھی پھر بھی اس نے جلد بازی میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لینے کی کوشش نہ کی، اپنی عزت بچانے کی خاطر وہ برابر جدوجہد کرتی رہی لیکن جب اس نے محسوس کیا کہ مقتول اس کے مقابلے میں کہیں زیادہ طاقتور ہے تو اس نے اپنا ریوالور جو اس کے بستر پر تکیے کے نیچے پہلے سے موجود تھا نکال کر رام لال پر بے دریغ فائرنگ شروع کر دی۔

پولیس کو اپنا بیان دیتے وقت کماری نرملا نے اس شبہے کا اظہار بھی کیا کہ کسی نے اس کے خواب گاہ کے دروازے کی دوسری چابی بنوا رکھی ہوگی جس کے ذریعے دروازے کو بہ آسانی کھول لیا گیا لیکن پولیس کو وہاں سے ایسی کوئی چابی نہیں مل سکی۔
دوسرے مجرم کے سلسلے میں کماری نرملا نے کہا کہ وہ اس کی محض ایک جھلک دیکھ سکی تھی خود کو رام لال کی گرفت سے آزاد کرانے کے سلسلے میں وہ اس درجہ بوکھلائی ہوئی تھی کہ دوسرے مجرم پر پوری طرح توجہ نہ دے سکی البتہ فائرنگ کے بعد جب اس نے دروازے کی سمت نگاہ اٹھائی تو وہاں کوئی بھی موجود نہیں تھا۔

اخبارات کی فراہم کردہ تفصیلات کے مطابق ڈپٹی کمشنر آنند کمار الہ آباد گئے ہوئے تھے جہاں انھیں اپنے ایک دوست کی شادی میں شرکت کرنا تھی اور ان کی غیر موجودگی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مقتول رام لال نے کماری نرملا پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اپنے ناپاک ارادے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ تفصیل کے مطابق آنند کمار کاپیاں پریس جانے تک واپس نہیں آئے تھے۔ پریس رپورٹر نے جہاں دوسری تمام باتوں کو بے حد تفصیل کے ساتھ لکھا تھا وہاں اس بات پر بھی شدید حیرت کا اظہار کیا تھا کہ گولیاں چلنے کی آواز نہ تو کوٹھی کے کسی ملازم نے سنی اور نہ ہی چوکیدار کو اس کی آواز سنائی دی تھی۔ واقعے کا علم تمام ملازمین کو اس وقت ہوا جب پولیس تفتیش کی غرض سے موقعِ واردات پر پہنچی۔

ایک رپورٹ کے مطابق رام لال کے جسم پر پانچ جگہ گولیوں کے نشانات پائے گئے دوسری سب سے اہم اور حیرت انگیز خبر یہ تھی کہ پولیس وہاں کسی عورت کا فون موصول ہونے کے بعد پہنچی تھی جب کہ کوٹھی پر اس وقت کماری نرملا کے علاوہ کوئی دوسری عورت موجود نہیں تھی اور کماری نرملا کا بیان تھا کہ اس نے پولیس کو فون نہیں کیا۔ تفصیلی رپورٹ کے ساتھ ہی جائے واردات کی کچھ تصاویر بھی شائع ہوئی تھیں جن میں کماری نرملا شب خوابی کے لباس میں کھڑی تھی اور اس کے چہرے سے دہشت نمایاں نظر آ رہی تھی ایک دوسری تصویر رام لال کی اکڑی ہوئی لاش کی تھی۔ لاش خواب گاہ میں مسہری کے قریب فرش پر پڑی ہوئی تھی رام لال کی نگاہیں حلقوں سے اس طرح ابلی ابلی نظر آ رہی تھیں جیسے اسے خود بھی اپنی موت پر حیرت ہو۔

میں نے پوری خبر کو دو تین بار بے حد غور اور دھیان سے پڑھا کچھ باتیں ایسی تھیں جنھوں نے مجھے بھی ششدر کر دیا۔ رپورٹ کے مطابق کماری نرملا کے ریوالور سے پوری پانچ گولیاں چلائی گئی تھیں جو ساری کی ساری مقتول کے جسم میں پیوست ہو گئی تھیں لیکن پانچ بار فائرنگ کی آواز گونجنے کے بعد بھی کسی ملازم کو کانوں کان اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ کوٹھی کے تین ملازم پولیس کے آنے کے بعد ہی جگائے گئے تھے البتہ چوکیدار صدر دروازے پر اپنی ڈیوٹی پر موجود تھا لیکن اس نے بھی گولیاں چلنے کی کوئی آواز نہیں سنی تھی دوسری اہم بات رام لال کا خواب گاہ میں داخل ہونا تھا۔ کماری نرملا کے بیان کے مطابق اس نے سونے سے پیشتر حسبِ معمول خواب گاہ کے دروازے کو خود اپنے ہاتھوں سے مقفل کیا تھا۔ دروازہ بند کرنے کے بعد اس نے چابی اپنے بستر پر چادر کے نیچے رکھ دی تھی جو بعد میں اسی جگہ سے دستیاب ہو گئی۔ اب سوال یہ تھا کہ اگر خواب گاہ کی دوسری چابی بنوائی گئی تھی تو وہ چابی کہاں گئی۔ کیا دوسرا شخص فرار ہوتے وقت اسے اپنے ساتھ لے گیا؟

اور وہ دوسرا شخص کون تھا۔

میں خاصی دیر تک ذہنی جمناسٹک کرتا رہا اور آخر کار تھک ہار کر جگن کی پیش گوئی کے پیشِ نظر اسی نتیجے پر پہنچا کہ رام لال کی موت میں جو نکتے پولیس اور سراغ رسانوں کے لیے بھی باعثِ تشویش اور ناقابلِ یقین ثابت ہو سکتے ہیں ان کی پشت پر سوائے جگن چمار کے سفلی عمل کے اور کسی کا ہاتھ نہیں ہو سکتا۔

اس خیال سے کہ کہیں درخشاں اس واردات سے متاثر نہ

itsurdu.blogspot.com

ہو میں نے اخبارات اٹھا کر ڈرائنگ روم میں رکھوا دیے۔ یوں بھی درخشاں اخبار پڑھنے کی عادی نہیں تھی لیکن میں نے پھر بھی احتیاط لازم سمجھی۔

ناشتے سے فارغ ہونے کے بعد درخشاں باورچی خانے میں خانساماں کو کھانے کے بارے میں ضروری ہدایت دینے چلی گئی تو میں ٹہلتا ہوا باہر لان پر آ گیا جہاں موسم نہایت خوش گوار تھا لیکن میرا ذہن موسم سے زیادہ رام لال کی موت کا عقدہ حل کرنے میں الجھا ہوا تھا۔ میں چاہتا تھا کہ کسی طرح فوری طور پر جگن سے ملاقات کر کے اس سے اصل بات معلوم کر سکوں جہاں تک بے چارے رام لال کی موت کا تعلق تھا جگن اس کا نمبر لگا چکا تھا لیکن میرے لیے جو بات اہمیت رکھتی تھی تو وہ یہ تھی کہ جگن نے کماری نرملا اور آنند کمار کی ذات کو رام لال کی موت کے ساتھ کس لیے نتھی کر دیا تھا۔

شام تک میرا ذہن رام لال اور جگن کی ذات میں الجھا رہا میرا خیال تھا کہ شاید جگن پر اسرار خود مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کرے گا لیکن ایسا نہیں ہوا۔ حالات کی نزاکت کے تحت غالباً اس نے مجھ سے دور رہنا ہی زیادہ مناسب سمجھا تھا۔

درخشاں کو اس واردات کے بارے میں مطلق کوئی علم نہیں تھا لیکن اس وقت جب وہ پائیں باغ میں سبزے پر میرے ساتھ بیٹھی چائے پی رہی تھی اور ملازم نے خلافِ توقع مجھے ڈپٹی کمشنر آنند کمار کے آنے کی اطلاع دی تو میرے علاوہ درخشاں بھی چونک اٹھی۔ میں نے ملازم سے کہا کہ وہ آنند کمار کو عزت سے ڈرائنگ روم میں بٹھائے میں لباس تبدیل کر کے آتا ہوں۔

"کیا بات ہے جمال؟" ملازم کے جانے کے بعد درخشاں نے بے حد سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "یہ آنند کمار اس وقت کس مقصد سے آیا ہے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ اپنی بیوی کے سلسلے میں مجھ سے کوئی قانونی مشورہ لینے کی غرض سے آیا ہوگا۔" میں نے بظاہر بے پروائی سے کہا۔

"کیا ہوا اس کی بیوی کو؟" درخشاں نے چونکتے ہوئے دریافت کیا۔

"کل رات کسی نے خواب گاہ میں داخل ہو کر اس کی عزت سے کھیلنے کی کوشش کی تھی اور نرملا نے خود کو محفوظ رکھنے کی خاطر اسے گولی مار کر ہلاک کر دیا۔" میں نے بدستور بے پروائی کا مظاہرہ کیا۔ "میرا خیال ہے کہ آنند کمار اسی سلسلے میں آیا ہوگا۔"

میں درخشاں کو تسلی دینے کے بعد لباس تبدیل کر کے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو میری توقع کے عین مطابق آنند کمار اس وقت بے حد فکر مند نظر آ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں سے وحشت ٹپک رہی تھی۔ وقت نے ایک ہی کروٹ نے اس کے تمام کس بل نکال دیے تھے۔ مجھے دیکھتے ہی وہ تیزی سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"مسٹر جمال!" وہ بنا کسی تمہید کے بولا۔ "میں اس وقت نرملا کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو اخبارات کے ذریعے واقعات کا تھوڑا بہت علم ہو گیا ہوگا۔"

"مجھے بے حد افسوس ہے مسٹر آنند۔" میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پاتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "فرمایئے۔ میں آپ کے کس کام آ سکتا ہوں؟"

"میری درخواست ہے کہ آپ کسی طرح نرملا کی ضمانت کرا لیں۔" آنند کمار نے ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "میں موجودہ کیس میں اپنے کسی ذاتی اثر و رسوخ کو نہیں استعمال کرنا چاہتا۔" میں دنگ رہ گیا۔ کیوں کہ علاقے میں اور بھی کئی وکیل تھے جن میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی شاید یہ بھی جگن جیار کا کارنامہ تھا۔ "آپ کا حکم سر آنکھوں پر لیکن آپ تو جانتے ہیں کہ میں نے پریکٹس......"

"پلیز مسٹر جمال!" آنند کمار تیزی سے میری بات کاٹتے ہوئے بولا۔ "میری عزت بچا لیجیے۔ میں ہمیشہ آپ کا یہ احسان یاد رکھوں گا۔"

میں نے کچھ پس و پیش کے بعد مصلحتاً آنند کمار کی درخواست قبول کر لی تو اس کی آنکھوں میں امید کی کرن جاگ اٹھی۔
"کیا اخبارات میں جو تفصیلات آ چکی ہیں وہ درست ہیں؟" میں نے کچھ توقف کے بعد سوال کیا۔

"کچھ نئے حالات بھی سامنے آئے ہیں۔" آنند کمار نے تیزی سے جواب دیا۔ "میں ابھی یہاں سے جاتے ہی انسپکٹر جگدیش کو ہدایت کر دوں گا کہ وہ آپ کے ساتھ بھرپور تعاون کرے۔ کیس کی تفتیش اسی کے ذمے ہے آپ چاہیں تو پوری فائل کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔"

"میں صبح ہوتے ہی کماری نرملا کے سلسلے میں اپنا وکالت نامہ داخل کر کے ضمانت کی کوشش شروع کر دوں گا اور مجھے امید ہے کہ میں ضمانت کرانے میں کامیاب بھی ہو جاؤں گا لیکن کیا یہ ممکن ہے کہ میں وکالت نامہ داخل کرانے سے پیشتر کماری نرملا سے ملاقات کر سکوں؟"

"کیا یہ ملاقات ضروری ہے؟"

"جی ہاں۔" میں نے پیشہ وارانہ انداز میں جواب دیا۔

"وکالت نامہ پر دستخط کرانے کے علاوہ میں کچھ ضروری باتیں بھی دریافت کرنا چاہوں گا۔ کچھ ایسے اہم نکتے جن پر ضمانت کا انحصار ہوگا۔"

"میرا خیال ہے کہ اس سلسلے میں بھی جگدیش آپ کی مدد کرسکے گا۔"

"ٹھیک ہے۔ آپ گھر پہنچ کر انسپکٹر جگدیش کو ضروری ہدایت کردیں میں اندھیرا پھیلنے کے بعد کسی وقت بھی اس سے رابطہ قائم کرلوں گا۔"

"مسٹر جمال میں.....!"

"پلیز مسٹر آنند۔" میں نے ڈپٹی کمشنر کی آنکھوں سے اس کے احساسات کا اندازہ لگاتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "آپ مجھ پر بھروسہ رکھیں میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ بحیثیت بیرسٹر میں کماری نرملا اور آپ کی عزت اور شہرت کا تحفظ کرنا اپنا اولین فرض سمجھوں گا۔"

"میں آپ کا یہ احسان.....!"

"دوستوں کے حساب ہمیشہ دل میں ہوتے ہیں۔" میں نے ایک بار پھر آنند کمار کو جملہ مکمل کرنے کا موقع نہیں دیا۔ پھر کچھ دیر بعد اسے رخصت کرنے کی خاطر میں بطور خاص حویلی کے بیرونی پھاٹک تک اس کے ساتھ گیا تھا۔

وقت میرے حق میں سازگار ہو رہا تھا۔ حالات نے آنند کمار کو میری دہلیز پر جھکنے پر مجبور کردیا تھا۔ میں نے اس موقع کو رائیگاں نہیں جانے دیا۔ اسی رات میں انسپکٹر جگدیش سے ملا جسے میرے سلسلے میں آنند کمار کی جانب سے ہدایت مل چکی تھی بظاہر اس نے بڑی گرم جوشی سے میرا استقبال کیا مگر اس کی آنکھوں میں تعصب کی جو چنگاریاں روشن تھیں وہ میری نگاہوں سے پوشیدہ نہ رہ سکیں۔ میں نے مسکراتے ہوئے اس سے مصافحہ کیا پھر کچھ دیر بعد میں انسپکٹر جگدیش کے ہمراہ حوالات میں موجود تھا جہاں مجھے کماری نرملا سے ملاقات کرنا تھی۔

پہلی نظر میں کماری نرملا مجھے بے حد مختلف نظر آئی۔ حالات کی ستم ظریفی نے ایک ہی جھٹکے میں اس کے چہرے کی تمام زندگی نچوڑ کر رکھ دی تھی۔ اس کی آنکھیں بے نور اور پرنم نظر آرہی تھیں گداز ہونٹ جن کی ایک مسکان ہی دلوں کو جلا کر خاکستر کردیتی تھی ماند ماند سی تھی گالوں پر وہ میک اپ بھی نہیں تھا جو اس کے حسن کو چار چاند لگا دیتا تھا۔ لباس بھی بے حد معمولی درجہ کا تھا جسے غالباً محض ستر پوشی کے طور پر زبردستی زیب تن کرلیا گیا تھا۔

نرملا..... کمار کی دوسری بیوی اور آنند کمار کے لیے کلیدِ کامیابی تھی۔ اس کے حسن کے پرستاروں اور چاہنے والوں میں وہ سربرآوردہ افراد بھی شامل تھے جن کی آنکھوں کا ایک اشارہ اسے حوالات سے باہر لاسکتا تھا لیکن موقع کی نزاکت کے پیش نظر انھوں نے بھی آنکھیں پھیر لی تھیں اور آنند کمار کو مجبوراً میری چوکھٹ تک آنا پڑا۔

چند لمحے میں خاموش کھڑا کماری نرملا کو دیکھتا رہا۔ جس وقت میں حوالات میں داخل ہوا وہ اپنے خیالوں میں گم نظریں جھکائے بیٹھی تھی میری آواز پر وہ یوں چونکی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک بیدار ہوگئی ہو اور پھر اس کی آنکھوں کے گوشے بھیگنے لگے تو جلدی سے اس نے اپنا منہ دیوار کی جانب کرلیا۔

"انسپکٹر۔" میں نے آہستہ سے جگدیش کو مخاطب کیا۔ "کیا میں تنہائی میں نرملا دیوی سے گفتگو کرسکتا ہوں۔"

جگدیش نے میرا سوال سن کر کوئی جواب نہیں دیا۔ پلٹ کر مجھے تیز نظروں سے گھورا، وہ کچھ کہنا چاہتا تھا مگر پھر کچھ سوچ کر سر کو اثبات میں خفیف سی جنبش دی اور ایڑیوں کے بل گھوم کر حوالات سے باہر چلا گیا میں نے اپنا وکالت نامہ جو پہلے سے تیار تھا فائل سے نکالا اور اسے نرملا کے سامنے کرتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔

"نرملا دیوی۔ براہِ کرم اس وکالت نامہ پر اپنے دستخط کردیجیے۔"

وہ میری بات سن کر تیزی سے پلٹی، شاید اسے اپنی قوتِ گویائی پر شبہ ہو رہا تھا۔ مجھے حیرت سے گھورنے کے بعد اس نے وکالت نامہ کو بہت غور سے دیکھا پھر اپنا نچلا ہونٹ دانتوں تلے بھینچ لیا۔ شرمندگی کے احساس اور وقت کی ستم ظریفی نے اسے مضطرب کردیا تھا۔

"یہ درست ہے کہ میں وکالت کے پیشے سے منہ موڑ چکا ہوں لیکن آپ کی ضمانت کی خاطر مجھے.....!"

"مسٹر جمال۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے سپاٹ لہجے میں بولی۔ "آنند اگر چاہتا تو وہ بھی میری ضمانت کے لیے بہت کچھ کرسکتا تھا لیکن وہ اپنی شہرت اور ساکھ کو خطرے میں نہیں ڈالنا چاہتا۔ پھر آپ میری خاطر کیوں زحمت اٹھا رہے ہیں۔ پلیز مجھے میرے حال پر چھوڑ دیجیے۔"

میں نے نرملا کے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات اور اس کی غزالی آنکھوں میں آنند کمار کے نام کے ساتھ کوندنے والی نفرت کو بہت غور سے دیکھا۔ وہ اپنی جگہ حق بجانب تھی۔

fundu.blogspot.com

"میں جو کچھ کر رہا ہوں وہ میرا فرض ہے۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے جواب دیا۔

"کیوں۔ کس لیے؟" نرملا نے تیز لہجے میں پوچھا۔ "جب آپ بیرسٹری چھوڑ چکے ہیں تو محض میری خاطر کیوں زحمت اٹھا رہے ہیں؟"

"اس لیے کہ میری اور آپ کی موجودہ حیثیت اور دگرگوں حالات ایک دوسرے سے بڑی یکسانیت رکھتے ہیں۔" میں نے نہایت چابکدستی سے ایک نفسیاتی حربہ استعمال کرتے ہوئے اسے مطمئن کیا پھر جیب سے قلم نکال کر آہستہ سے نرملا کی جانب بڑھا دیا۔

ایک ثانیے تک وہ میرے جملوں پر غور کرتی رہی۔ وہ میری بات کی گہرائیوں تک پہنچنے کی کوشش کر رہی تھی پھر اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے قلم لیا اور وکالت نامہ پر دستخط کر کے مجھے واپس کر دیا۔

"میں شکرگزار ہوں کہ آپ نے میری درخواست رد نہیں کی۔" میں نے وکالت نامہ تہہ کر کے جیب میں رکھتے ہوئے کہا۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ میری ضمانت ہو جائے گی؟" نرملا نے سوال کیا۔ اس کے لہجے میں وہ تڑپ اور بے چینی موجود تھی جو آزادی سلب ہو جانے کے بعد شروع شروع میں ہوتی ہے۔

"میں نے کبھی مایوس ہونا نہیں سیکھا۔" میں نے کہا۔ "میری بھرپور کوشش یہی ہو گی کہ پہلی پیشی پر ہی آپ کی ضمانت ہو جائے۔"

وہ کچھ دیر خاموش رہی پھر آہستہ سے بولی۔

"کیا آنند آپ سے ملا تھا؟"

میرے لیے نرملا کا سوال غیر متوقع نہیں تھا لیکن میں مصلحتاً اس کے جواب سے گریز کرنا چاہتا تھا چنانچہ میں نے اس کے سوال کو نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"نرملا دیوی جی کیا آپ اس مفرور شخص کو پہچان سکتی ہیں جو مقتول پجاری رام لال کے ہمراہ تھا؟"

"نہیں۔ میں۔ نے فرار ہوتے وقت اس کی محض ایک جھلک دیکھی تھی۔"

"آپ کو اس بات کا یقین ہے کہ سونے سے پیشتر آپ خواب گاہ کا دروازہ مقفل کرنا نہیں بھولی تھیں؟"

"جی ہاں۔" وہ سپاٹ اور پژمردہ آواز میں بولی۔ "میں نے اپنے ہاتھوں سے دروازہ لاک کیا تھا۔"

"آپ کے پتی دیو آنند کمار کل رات اپنے دوست کی شادی میں شرکت کرنے کی غرض سے الٰہ آباد گئے ہوئے تھے اس بات کا علم آپ کے علاوہ اور کس کو تھا؟" میں نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "میرا مطلب یہ ہے کہ کیا ملازموں کو قبل از وقت معلوم تھا کہ آنند کمار باہر گئے ہوئے ہیں؟"

"میں یقین سے نہیں کہہ سکتی لیکن میرا خیال ہے کہ آنند نے میرے سوا کسی اور سے اس کا تذکرہ نہیں کیا ہو گا۔" نرملا نے ہاتھ ملتے ہوئے کہا۔ "آپ کو جو حالات درپیش ہیں ان کی وجہ سے وہ اپنے سائے سے بھی محتاط رہنے کا عادی ہو گیا ہے اپنی نقل و حرکت کے سلسلے میں وہ میرے سوا کسی اور پر اعتماد نہیں کرتا۔"

"موجودہ افسوسناک حادثے کے سلسلے میں آپ کی ذاتی رائے کیا ہے؟"

"میں۔ آپ کا مطلب نہیں سمجھ سکی۔"

"کیا رام لال اس واردات سے قبل بھی آپ سے ملا تھا؟"

"جی نہیں۔ لیکن۔۔۔۔۔"

"بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے نرملا دیوی۔" میں نے جلدی سے کہا۔ "رام لال گنیش مہاراج اور دوسرے پنڈت پجاریوں کو میری ذات سے جو دشمنی لاحق ہے اس کی وجہ تو بیشتر لوگوں کے علم میں ہے لیکن رام لال یا کوئی دوسرا پنڈت پجاری آپ کا دشمن بن جائے اس کی بظاہر کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔"

"آپ کیا کہنا چاہ رہے ہیں؟"

"اخبارات کی اطلاع اور پولیس رپورٹ کے مطابق مقتول رام لال جس وقت آپ کی خواب گاہ میں داخل ہوا اس وقت وہ نشے میں بری طرح دھت تھا اور تفصیلات کے مطابق اس کی نیت بھی اچھی نہیں تھی لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مقتول نشے میں ڈوب کر محض اپنی ہوس کی آگ کو بجھانا چاہتا تھا تو اس کے ذہن میں آپ ہی کا خیال کیوں آیا اور پھر آپ کے خواب گاہ کی چابی اس کے پاس کہاں سے آئی؟"

"یہی سوالات تمام رات میرے ذہن کو کچوکے لگاتے رہے ہیں۔" نرملا نے الجھے ہوئے لہجے میں جواب دیا۔

"ایک ذاتی نوعیت کا سوال اور کروں گا۔" میں نے اندھیرے میں ایک اور تیر چھوڑتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔ "کیا آپ نے کبھی میرے سلسلے میں اپنے پتی سے کوئی ایسی بات کی تھی جس میں میری ذات سے ہمدردی کا جذبہ بھی شامل رہا ہو؟"

غالباً میرا چھوڑا ہوا تیر ٹھیک نشانے پر بیٹھا تھا۔ میں نے ایک بیرسٹر کی حیثیت سے حادثے کے پیش نظر ممکنہ امکانات کے بارے میں کریدنے کی کوشش کی تھی۔ میں نہیں چاہتا تھا کہ

itsurdu.blogspot.com

کسی زاویے سے بھی جگن چمار کا نام درمیان میں آئے۔ اگر جگن سفلی کے سلسلے میں بدنام تھا تو جاگیر میں اس کی موجودگی دوسروں کو بھی چونکنے پر مجبور کر سکتی تھی۔ اسی غرض سے میں باتوں کو الجھا کر نرملا کو اپنے حق میں ہموار کرنا چاہتا تھا مجھے اپنے ارادے میں مایوسی نہیں ہوئی۔

"آپ کا اندازہ غلط نہیں ہے۔" نرملا نے بڑے جذباتی انداز میں اپنا ہونٹ چباتے ہوئے کہا۔ "میں نے متعدد بار آنند سے کہا تھا کہ وہ آپ کے سلسلے میں اپنی تعصبانہ کارروائی ترک کر دے لیکن اس نے ہر بار مجھے سختی سے جھڑک دیا۔"

"میرا خیال ہے مسٹر آنند بھی حالات کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پر مجبور ہیں۔" میں نے نرملا کے جواب سے فائدہ اٹھاتے ہوئے کہا پھر اچانک چونکنے کی نہایت خوب صورت اداکاری کرتے ہوئے پوچھا۔ "کیا آپ مجھے یہ بتانا پسند کریں گی کہ آپ کے ملازموں میں آنند کمار کے لیے سب سے زیادہ قابلِ اعتماد کون ہو سکتا ہے؟"

"بانکے لال۔" نرملا نے حقارت سے کہا۔ "آنند نے اسے میری مخالفت کے باوجود ملازم رکھا ہے۔"

"آپ کی مخالفت کے باوجود۔ میں سمجھا نہیں۔"

"وہ... آنند کمار کو غلط قسم کی لڑکیوں سے بھی ملواتا رہتا ہے۔" نرملا نے بانکے لال کی شان میں ایک گندی گالی بکتے ہوئے کہا پھر بپھرے ہوئے انداز میں بولی۔ "ہو سکتا ہے کہ میری خواب گاہ کی چابی اسی... نے رام لال کو فراہم کی ہو۔"

"میں ایک درخواست کروں گا۔" میں نے لوہے کو گرم دیکھ کر ایک آخری ضرب لگاتے ہوئے نہایت سنجیدگی سے کہا۔ "جو گفتگو اس وقت میرے اور آپ کے درمیان ہوئی ہے اس کا علم کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔ آنند کمار کو بھی نہیں ورنہ حالات اور زیادہ سنگین صورت اختیار کر سکتے ہیں۔"

"میں احتیاط رکھوں گی۔" نرملا نے مٹھیاں بھینچ کر ایک طویل سانس لیتے ہوئے کہا۔ اس کی آنکھوں میں نفرت اور انتقام کی چنگاریاں بھڑک کر آہستہ آہستہ شعلے کا روپ اختیار کرتی جا رہی تھیں۔

"میں اب اجازت چاہوں گا نرملا دیوی۔" میں نے دیدہ و دانستہ بڑی رازداری سے دبی زبان میں کہا پھر پلٹ کر تیز تیز قدم اٹھاتا حوالات سے باہر آ گیا جہاں تنگ راہ داری میں انسپکٹر جگدیش میری راہ دیکھ رہا تھا۔

میں انسپکٹر جگدیش سے رسمی گفتگو کرنے کے بعد حویلی کے لیے روانہ ہوا تو میرے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مسکراہٹ ابھر آئی۔ حالات کی بدلتی کروٹوں نے کچھ ایسا رخ اختیار کر لیا تھا کہ نرملا کو اپنی بربادی میں آنند کمار اور بانکے لال کی مشترکہ سازش نظر آنے لگی تھی۔ میں نے بھی کماری نرملا کو اشاروں کنایوں میں یہی باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ رام لال کا شراب کے نشے میں دھت ہو کر آتنی رات گئے کسی بری نیت سے اس کی خواب گاہ میں داخل ہونا کسی گہری سازش کا نتیجہ ہے اور اس سازش میں گھر ہی کے فرد یا افراد کا ہاتھ شامل تھا۔

میرا ہاتھ اسٹیئرنگ پر تھا نظریں ہیڈ لائٹس کی روشنی میں سڑک پر جمی ہوئی تھیں اور ذہن کماری نرملا کو پیش آنے والے حادثے کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ اچانک حویلی کے قریب ایک سنسان موڑ پر میں نے فل بریک مار کر گاڑی کو روک لیا۔ میرا یہ عمل ہر چند کہ بے حد اضطراری اور بے اختیار تھا لیکن بلا مقصد نہیں تھا۔

موڑ کاٹتے ہوئے ہیڈ لائٹس کی تیز روشنی محض ایک پل کے لیے اس شخص کے چہرے پر پڑی جو سڑک کے کنارے درخت کے ٹیک لگائے کھڑا تھا لیکن میں نے اسی ایک پل میں اسے پہچان لیا۔ وہ جگن کے سوا کوئی اور نہیں تھا جو گاڑی رکتے ہی تیزی سے دوڑتا ہوا قریب آ گیا۔

"تم۔" میں نے اپنی سانسوں پر قابو پاتے ہوئے اسے مخاطب کیا۔ "تم یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"آپ کی واپسی کی راہ تک رہا تھا مالک۔" جگن نے معنی خیز انداز میں مسکراتے ہوئے پوچھا۔ "کیا رہا آپ کی اور کماری نرملا کی ملاقات کا؟"

"میں نرملا سے وکالت نامے پر دستخط کرانے گیا تھا۔" میں نے تیزی سے کہا پھر بولا۔ "کیا تمہیں حالات کی تفصیل معلوم ہو چکی ہے؟"

"میسر نہیں پنڈت گنیش مہاراج کا بھی ہو سکتا ہے لیکن وہ سور کا تخم جگن کی شکتی سے ڈر کر کہیں چھپ گیا ہے۔"

"جگن۔" میں نے بڑی عجلت سے کام لیتے ہوئے کہا۔ "نرملا کا بیان ہے کہ رام لال کے ہمراہ ایک شخص اور بھی تھا۔"

"یہ سب کالی قوتوں کے کرشمے ہیں مالک آپ ان باتوں میں اپنا سمے کیوں برباد کرتے ہیں؟" جگن نے چاٹ آواز میں جواب دیا پھر اپنا مکروہ چہرہ میرے قریب لاتے ہوئے بڑی رازداری سے بولا۔ "آپ کوئی فکر نہ کریں سرکار کل صبح پہلی ہی پیشی پر نرملا دیوی کی ضمانت ہو جائے گی۔"

"ضمانت ہو جائے گی۔" میں نے تعجب سے پوچھا۔ "لیکن تمہیں......"

fsurdu.blogspot.com

"بانکے لال سرکار"۔ جگن نے میرا جملہ کاٹ کر بڑے بے ہودہ انداز میں آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "وہ کچہری عدالت میں اگر اپنے جرم کا اقرار کر لے تو نرملا دیوی پر کوئی آنچ بھی نہیں آ سکے گی۔"

"کیا واقعی بانکے لال بھی اس واردات میں ملوث ہے؟" میں نے حیرت سے دریافت کیا۔

"پھر کبھی آرام سے بتاؤں گا مالک، ابھی تو مجھے کسی شمشان گھاٹ (جہاں ہندو مردے جلائے جاتے ہیں) پر بیٹھ کر بانکے لال کا کریا کرم پورا کرنا ہے۔" جگن نے اس بار بے حد سرد اور سفاک لہجے میں جواب دیا پھر اس سے پیشتر کہ میں کوئی دوسری بات کرتا وہ تیزی سے پلٹ کر دوڑتا ہوا تاریکی میں گم ہو گیا۔ میں نے جیب سے رومال نکال کر پیشانی صاف کی پھر کار کو کھلی سڑک پر ڈال دیا۔

دوسری صبح میرے لیے بے حد سنسنی خیز ثابت ہوئی، میں نے کچہری پہنچ کر کماری نرملا کے سلسلے میں ضمانت کے کاغذات کے ساتھ اپنا وکالت نامہ داخل کیا تو میری آمد کی خبر نے میرے پرانے واقف کاروں اور ہم پیشہ دوستوں میں خوشی کی لہر دوڑا دی میرے کچھ ساتھی مجسٹریٹ اور جج بھی بن چکے تھے انھوں نے مجھے مبارک باد پیش کی لیکن وہ وکیل اور بیرسٹر جنھیں میری آمد سے اپنی ساکھ اور شہرت ڈوبتی محسوس ہوئی وہ بے حد پریشان تھے میں نے ان باتوں پر کوئی توجہ نہیں دی اس لیے کہ کچہری کا رخ میں نے محض نرملا اور آنند کی خاطر کیا تھا۔ بیرسٹری کا پیشہ اختیار کرنے کا فیصلہ تو میں بہت پہلے ہی کر چکا تھا۔

کماری نرملا کے ضمانت کے کاغذات جس مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیے گئے وہ نہایت متعصب اور راشی واقع ہوا تھا۔ پیش کار نے مجھے دبی زبان میں بتا دیا کہ اگر میں نے قبل از وقت ایک معقول نذرانہ مجسٹریٹ صاحب کی خدمت میں پیش نہ کیا تو کسی قیمت پر ضمانت کے معاملے میں میری کامیابی ممکن نہ ہو گی۔ میں نے پیش کار کی بات ہنس کر ٹال دی شاید اس لیے کہ مجھے یقین تھا کہ جگن نے قبل از وقت کماری نرملا کے سلسلے میں گزشتہ رات جو حتمی فیصلہ کر دیا تھا وہ درست ثابت ہو گا۔

دوپہر تقریباً دو بجے نرملا کے کاغذات مجسٹریٹ کے سامنے پیش کیے گئے۔ عدالت کے روبرو میرے علاوہ سرکاری وکیل بھی موجود تھا جس نے ضمانت کی منظوری کی شدید مخالفت کی اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے اس نے مجسٹریٹ کو باور کرانے کی کوشش کی کہ قاتلہ ایک ذمہ دار اور اہم عہدے پر فائز افسر

ٹیلی پیتھی موجودہ دور میں ٹیلی فون، وائرلیس، ریڈیو، مائکرو ویو سسٹم اور ٹیلی ویژن وغیرہ کی معجزہ نمایاں اظہر من الشمس ہیں، ابھی بہت کم لوگ اس بات سے واقف ہیں کہ حیاتِ انسانی بھی ایک خودکار برقی نظام سے متحرک ہے اور انسان ذہن اور روح کی ان دیکھی برقی قوت سے عمل پیرا ہے۔ ٹیلی پیتھی بھی کوئی جادو کا علم نہیں بلکہ ایک نظام ہے۔ ایک سسٹم ہے جس کے ذریعہ ایک انسان اپنے ذہن کو مطلوبہ انسان کے ذہن سے میلوں کی دوری پر بھی جوڑ سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح جیسے ایک طاقت اور ٹرانس میٹر کے ذریعہ رابطہ قائم کیا جا سکتا ہے۔

یہ فن مسلسل مشق اور صحیح طریقہ پر عمل کر کے کوئی بھی حاصل کر سکتا ہے۔ ٹیلی پیتھی کے فن اور مشق کے ذریعہ بہت سے لوگوں نے کشف و کرامات دکھانے کی حد تک شہرت پائی ہے۔ دیوتا ناول ایک ایسے ہی انسان کی آپ بیتی ہے۔ میری رائے میں ہر شخص اپنی روح کی برقی طاقت اور ذہن کے کنٹرول سسٹم پر قابو پا کر ٹیلی پیتھی کا ماہر بن سکتا ہے۔ میری نظر میں کتاب الاُ پہاڑی مجموعہ دہلی سے شائع شدہ کتاب پیتھی گائڈ ایک مکمل ہدایت نامہ ہے۔

محی الدین نواب

قرآن مجید کے پڑھنے میں ثواب اور سمجھ کر پڑھنے میں دس گنا ثواب ہوتا ہے۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان اور بامحاورہ اردو زبان میں کلام پاک کا ترجمہ **روشن چراغ** کا مطالعہ کیجیے اور خالق کائنات کے احکامات کو اپنی زبان میں سمجھ کر دین و دنیا کی برکتیں سمیٹ لیجیے — ہدیہ صرف چالیس روپے۔ منگانے کے لئے دس روپے کا پیشگی منی آرڈر کریں۔

کی بیوی ہے اور اگر اس کی ضمانت منظور ہوئی تو حقائق کو مسخ کرنے کے لیے جو کوششیں ہوں گی وہ یقیناً بار آور ثابت ہوں گی اور قانون کے جائز تقاضوں کو پورا کرنے میں دشواریاں پیدا ہوں گی۔ سرکاری وکیل پونے آدھے گھنٹے تک اپنی دھواں دھار تقریر اور اہم قانونی نکتوں اور اسی قسم کے سابقہ حوالوں سے عدالت کو متاثر کرنے کی کوشش کرتا رہا۔ میں خاموش کھڑا اس کی باتوں کو دھیان سے سنتا رہا۔ جب میری باری آئی تو میں نے عدالت کے روبرو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ میری موکلہ نہ صرف یہ کہ ایک ذمہ دار افسر کی بیوی ہے بلکہ خود بھی نہایت ذمہ دار اور قانون کا احترام کرنے والی خاتون ہے۔ جسے مقتول رام لال اور اس کے ساتھی نے اپنی ناپاک اور مذموم سازش کے نتیجے میں عدالت کے کٹہرے میں ایک مجرم اور قاتل کی حیثیت سے لا کھڑا کیا ہے۔

اپنے دلائل پیش کرتے ہوئے میں نے عدالت کو یہ حقیقت بھی باور کرانے کی کوشش کی کہ رام لال کو ٹھکانے لگانے کے بعد میری موکلہ نے ایک مجرم اور قاتل کی حیثیت اختیار کر لی ہے لیکن اگر وہ اپنی عزت کی حفاظت نہ کرتی اور اس گوہر نایاب کو لٹ جانے دیتی جو ایک شریف باعزت عورت کا سب سے قیمتی اور انمول زیور ہوتی ہے تو وہ معاشرے میں بری اور میلی نظروں سے دیکھی جاتی۔ مجرم رام لال کو اس جرم کی پاداش میں جو سزا دی جاتی وہ ایک عورت کی لٹی ہوئی عزت کے مقابلے میں بہت کم ہوتی اور یہ کہ قانون میری موکلہ کی کھوئی ہوئی عزت واپس نہیں دلا سکتا تھا اس لیے میری موکلہ نے اپنی عزت کو ایک وحشی درندے سے بچانے کی خاطر جو انتہائی قدم اٹھایا وہ ہر چند کہ خلافِ قانون ہے لیکن اسے قابل گردن زدنی قرار نہیں دیا جا سکتا اور جن حالات کے پیش نظر جرم سرزد ہوا وہ ٹھوس ثبوت کے بعد قابلِ معافی ہے اس لیے اگر ملزمہ کی ضمانت رد کی گئی تو یہ سراسر ناانصافی ہو گی۔ اس کا اثر میری موکلہ پر برا پڑے گا اور وہ اس زیادتی کے صدمے سے اپنا ذہنی توازن بھی کھو سکتی ہے جس کا تدارک عدالت کے لیے ناممکن ہو گا۔

عدالت میں آنند کمار بھی موجود تھا جو نہایت اضطرابی کیفیتوں سے دوچار نظر آ رہا تھا۔ میری اور سرکاری وکیل کی گرما گرم بحث کے دوران وہ بار بار اپنی نشست پر پہلو بدلنے لگتا۔ میں آنند کمار سے زیادہ مجسٹریٹ کے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات کو بغور دیکھ رہا تھا۔ سرکاری وکیل کے دلائل سننے کے بعد وہ جس انداز میں اپنے سر کو اثبات کے طور پر جنبش دیتا اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ سرکاری وکیل سے اتفاق کر رہا ہے۔ اس کے برعکس جب میں اپنے ٹھوس دلائل پیش کرنے لگتا تو وہ برا سا منہ بنا کر یا تو مجھے ناگوار نظروں سے گھورتا رہتا یا محض وقت گزارنے کی خاطر اپنے سامنے رکھی ہوئی فائل کے کاغذات الٹنے پلٹنے لگتا۔

تقریباً ایک گھنٹے تک میرے اور سرکاری وکیل کے درمیان گرما گرم بحث کا سلسلہ جاری رہا پھر اچانک میں نے عدالت میں انسپکٹر جگدیش اور آنند کمار کے ملازم بانکے لال کو داخل ہوتے دیکھا تو یک لخت میرے ذہن کے پردوں پر جگن چمار کا ہیولا ابھر آیا۔ بانکے لال کے ہاتھوں میں ہتھکڑی دیکھ کر ہی میرا ماتھا ٹھنکا تھا۔ پولیس کے درمیان وہ جس انداز میں گردن جھکائے عدالت کے اندر داخل ہوا وہی اسے مجرم ثابت کر رہا تھا۔

انسپکٹر جگدیش نے سرکاری وکیل سے اجازت لینے کے بعد ایک فائل عدالت کے روبرو پیش کی تو کچھ دیر کے لیے سناٹا طاری ہو گیا۔ آنند کمار بھی بانکے لال کو عدالت میں اس حالت میں دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا لیکن میں سمجھ چکا تھا کہ اب جگن چمار کا سفلی عمل بساط کا رخ میرے حق میں پلٹنے والا ہے۔

پھر وہی ہوا جو گزشتہ رات جگن نے کہا تھا۔ مجسٹریٹ نے انسپکٹر جگدیش کی پیش کردہ فائل کا مطالعہ کرنے کے بعد بانکے لال کو حوالات بھیجنے کا حکم صادر فرمایا اور کماری نرملا کی ضمانت منظور کر لی۔ بعد میں مجھے انسپکٹر جگدیش کے ذریعے اس بات کا علم بھی ہو گیا کہ بانکے لال نے اپنے اقبالی بیان میں اس جرم کا اقرار کر لیا تھا کہ وہ مقتول پجاری رام لال سے ملا ہوا تھا۔ نرملا کی خواب گاہ کی دوسری چابی اسی نے بنوا کر رام لال کو دی تھی جس کے عوض رام لال نے اسے دو ہزار روپے دیے تھے۔ انسپکٹر جگدیش نے بانکے لال کے اقبالی بیان کے ساتھ ہی دوسری چابی اور وہ دو ہزار روپے جو اس نے بانکے لال کے کوارٹر سے تلاشی لینے پر برآمد کیے تھے پیش کر دیے جس کے بعد عدالت کے پاس کماری نرملا کی ضمانت منظور کر لینے کے سوا کوئی دوسرا چارۂ کار نہیں تھا۔

میں عدالت سے باہر نکلا تو آنند کمار نے میرے قریب آتے ہوئے سرگوشی کی۔

"مسٹر جمال۔ میں آپ کا یہ احسان ہمیشہ یاد رکھوں گا۔"

"میں نے جو کچھ کیا وہ میرا فرض تھا۔" میں نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر کہا۔ "ابھی تو صرف ضمانت ہوئی ہے اصل خوشی تو مجھے اس دن ہو گی جس روز کماری نرملا کو باعزت طور پر قتل کے جرم سے بری کر دیا جائے گا۔"

"بھگوان کرے ایسا ہی ہو۔"

"ہمت سے کام لیجیے مسٹر آنند۔" میں نے اسے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ "خدا جو بھی کرتا ہے اس میں انسان کی کوئی نہ کوئی بھلائی ضرور ہوتی ہے۔"

"مجھے اس نمک حرام بانکے لال سے ایسی غداری کی امید نہیں تھی۔" آنند کمار ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "اگر مجھے پہلے علم ہوتا کہ وہ اس حد تک گر سکتا ہے تو میں اسے گولی مار دیتا۔"

"جو شخص لڑکیوں کے کاروبار میں ملوث ہو اس سے شرافت اور نمک حلالی کی توقع کبھی نہیں کی جاسکتی۔"

"کیا مطلب؟" آنند کمار میرا جواب سن کر چونکا۔

"میرا مشورہ ہے کہ جب تک عدالت اس کیس کا کوئی آخری فیصلہ صادر نہ کرے آپ بانکے لال کے سلسلے میں اپنا رویہ اگر حسب سابق دوستانہ ہی رکھیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ دوسری شکل میں اس کی زبان کھل گئی تو صورت حال اور زیادہ خراب ہو جائے گی۔"

میرا دوسرا حملہ زیادہ کاری ثابت ہوا۔ آنند کمار اس طرح حیرت سے مجھے گھورنے لگا جیسے میں نے اسے کوئی سنگین جرم کرتے ہوئے رنگے ہاتھوں گرفتار کر لیا ہو۔ جواب میں وہ مجھ سے کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میں اسے ششدر چھوڑ کر آگے بڑھ گیا جہاں میرا ڈرائیو میری راہ دیکھ رہا تھا۔

دوپہر کو میں کھانے کی میز پر بیٹھا درخشاں کو حالات کی تفصیل سنا رہا تھا کہ ملازم نے مجھے کماری نرملا کے فون کی اطلاع دی۔ میں نے اپنے ذرائع سے یہ بات معلوم کر لی تھی کہ عدالت کے فیصلے پر اسے فوری طور پر کاغذات کی خانہ پری کے بعد ضمانت پر رہا کر دیا گیا تھا۔ مجھے اتنی جلدی نرملا کی جانب سے رابطہ قائم کیے جانے کی توقع نہیں تھی چنانچہ جب ملازم نے مجھے فون کی اطلاع دی تو میں درخشاں سے معذرت کرتا ہوا تیزی سے باہر آ گیا جہاں کریڈل سے دور رکھا ہوا ریسیور میری راہ تک رہا تھا۔

"ہیلو۔ جمال اسپیکنگ۔" میں ریسیور اٹھا کر کہا۔

"نرملا۔" دوسری جانب سے نرملا کی آواز سنائی دی۔ "میں آپ کی شکرگزار ہوں مسٹر جمال کہ آپ نے...!"

"میں آپ کو رہائی کی مبارکباد پیش کرتا ہوں کماری نرملا!" میں نے اس کی بات پوری ہونے سے پیشتر کہا۔ "اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ موجودہ کیس سے بھی آپ کو باعزت طور پر بری کرانے کی پوری کوشش کروں گا۔"

"مجھے آپ پر اعتماد ہے۔" نرملا نے جواب دیا۔ "آنند کمار کے باعتماد ملازم کے سلسلے میں آپ کا شبہ ٹھیک ہی ثابت ہوا۔ میں آپ کی ذہانت کی داد دیتی ہوں۔"

"قانونی معاملات میں کامیابی کا سہرا ہمیشہ اسی کے سر بنتا ہے جو باریک بینی کا عادی ہو۔" میں نے پیشہ ورانہ انداز میں کہا پھر پوچھا۔ "کیا مسٹر آنند نے اس مجرم کو تلاش کرنے میں کوئی کامیابی حاصل کی جو حادثے والی رات متوقعہ واردات سے فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا؟"

"میں نے ابھی تک اس سلسلے میں آنند سے کوئی بات نہیں کی۔" نرملا کے لہجے میں نفرت اور حقارت موجود تھی۔

"آپ اس وقت کہاں سے بول رہی ہیں؟" میں نے تیزی سے دریافت کیا۔

"فی الحال میں آنند کے ساتھ رہنے پر مجبور ہوں لیکن اس کیس کے بعد ہمارے راستے مختلف ہوں گے۔ یہ میرا آخری فیصلہ ہے اگر آپ کو میری ضرورت پیش آئے تو میں اسے اپنی خوش قسمتی سمجھوں گی۔" نرملا نے سپاٹ آواز میں کہا۔ "میں نے آپ کو محض اسی مقصد سے فون کیا تھا کہ میرے مقدمے کے سلسلے میں آپ آئندہ جو بھی اقدام کریں اس کا علم میرے اور آپ کے سوا کسی اور کو نہیں ہونا چاہیے۔"

"کیا مسٹر آنند کو بھی نہیں؟" میں نے نرملا کو کریدنے کی خاطر سنجیدگی سے پوچھا۔

"آنند کو بھی کسی بات کی ہوا نہیں لگنا چاہیے۔" اس بار بھی حقارت سے جواب دیا گیا پھر اس کے ساتھ ہی دوسری جانب سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔ مجبوراً میں نے بھی ریسیور واپس کریڈل پر رکھ دیا۔

مجھے نرملا کے فون سے خوشی ہوئی۔ اس لیے کہ دشمنوں کی بساط کا ایک اہم مہرہ اب پوری طرح میرے قبضے میں تھا۔ وقت کی کروٹ میرے حق میں بے حد سازگار ہوتی جا رہی تھی کل تک آنند کمار میری موت کا خواہاں تھا لیکن آج حالات کے پیش نظر اسے میری زندگی کی ضرورت تھی وہ اگر چاہتا بھی تو میرے خلاف اب کوئی سخت قدم نہیں اٹھا سکتا تھا اس لیے کہ میں نرملا کا کیس لڑ رہا تھا اور اس لیے بھی کہ اب نرملا پوری طرح میری مٹھی میں تھی۔ نرملا جو آنند کمار کی دکھتی ہوئی رگ تھی اور اس کے پاس بے شمار ایسے راز بھی محفوظ تھے جن کا اظہار آنند کمار کی تمام ساکھ اور شہرت کو ایک لمحے میں خاک میں ملا سکتا تھا۔

اسی رات مجھے آنند کمار نے فون کر کے ایک نئی اطلاع دی۔ اس کے بیان کے مطابق بانکے لال حوالات میں بڑی

tsurdu.blogspot.com

پراسرار حالت میں مردہ پایا گیا تھا۔ اس کے جسم پر نہ تو کسی قسم کے زخم کا کوئی نشان تھا نہ ہی بظاہر اس بات کی کوئی علامت نظر آتی تھی جس سے زہر کھا کر خودکشی کے امکانات پر غور کیا جاتا۔ اس کی لاش کو پوسٹ مارٹم کے لیے کڑی نگرانی میں پولیس کو اسپتال روانہ کر دیا گیا تھا۔

پولیس کو لاش کے پاس سے سرخ رنگ کا ایک کچا دھاگہ ملا تھا جس کے بارے میں یہی خیال کیا جا رہا تھا کہ اس کا رنگ انسانی خون کی وجہ سے سرخ ہو گیا ہے۔ پولیس کے ڈاکٹر نے فوری طور پر لاش کے معائنے کے بعد یہ حیرت انگیز انکشاف بھی کیا تھا کہ بانکے لال کی موت جسم کا سارا خون اچانک خشک ہو جانے کے سبب واقع ہوئی ہے اور اسی انکشاف کی روشنی میں لاش کے قریب پائے جانے والے سرخ دھاگے کو مقتول کی پراسرار موت سے خاص نسبت دی جا رہی تھی لیکن ابھی تک یہ بات ہر شخص کے لیے باعث حیرت بنی ہوئی تھی کہ محض کچے دھاگے کا ایک حقیر ٹکڑا کسی اچھے بھلے اور صحت مند آدمی کی موت کا سبب کیسے بن سکتا ہے؟

آنند کمار سے گفتگو ختم ہونے کے بعد میں نے بانکے لال کی موت کے بارے میں سوچا تو میرے ذہن کے پردوں پر ایک خاکہ ابھر کر تیزی سے واضح ہوتا چلا گیا۔ اور وہ خاکہ جگن چمار کے سوا کسی اور کا نہیں تھا۔

*

میں اپنی داستان عبرت کو طول دینے کے بجائے سمیٹنے کی کوشش کروں گا۔ اگر واقعات کو ترتیب اور تفصیل سے لکھوں تو شاید میری عمر وفا نہ کرے اور میری خواہش ہے کہ میں اپنی زندگی کے ان المناک واقعات کو جتنی جلدی ممکن ہو اپنی ڈائری میں قلم بند کر لوں کہ کل نہ جانے حالات کیا رخ اختیار کریں۔

مجھے اپنی جائداد، دھن دولت اور جاگیر سے کوئی دلچسپی نہیں لیکن میں یہ بھی نہیں چاہتا کہ میری موت کے بعد میرے وہ عزیز و اقارب جو تمام زندگی میری موت کا انتظار کرتے رہے دنیا کو دکھانے کی خاطر مگرمچھ کے آنسو بہاتے ہوئے سامنے آجائیں اور میرے والد کی جائداد کو ہڑپ کر جائیں۔ آج میرے ساتھ جو کچھ پیش آ رہا ہے وہ مشیت ایزدی بھی ہے لیکن اس میں میرے عزیز داروں کا ہاتھ بھی شامل ہے۔ میں تسلیم کرتا ہوں کہ خدا کی مرضی کے بغیر ٹہنی سے ٹوٹا ہوا کوئی سوکھا پتا بھی اپنی جگہ سے جنبش نہیں کر سکتا لیکن بزرگوں نے یہ بھی کہا ہے کہ انسان خود اپنی قسمت رقم کرتا ہے۔ میرے عزیز داروں نے اگر میرے والد کی وفات کے بعد مجھے پریشان نہ کیا ہوتا تو شاید میں نے اکتا کر سفر کرنے کی ٹھانی ہوتی۔ بھٹکتے بھٹکتے میں سری لنکا نہ گیا ہوتا تو کاجل سے میری ملاقات بھی نہ ہوتی اور اگر کاجل سے ملاقات نہ ہوتی تو درخشاں کا نام میری زندگی میں کبھی نہ سنائی دیتا۔

لیکن شاید قدرت کو یہی منظور تھا۔ میں نے سوچا تھا کہ درخشاں کے ساتھ زندگی کا سفر بے حد سکون و آرام سے طے ہو جائے گا اور میرے عزیز و اقارب جو زہریلے ناگوں کی طرح دور دور کنڈلی مارے بیٹھے مجھے ڈس لینے کے منصوبے بناتے رہتے تھے میری جائداد کے ایک جائز وارث کی پیدائش کے بعد میرا تعاقب چھوڑ دیں گے۔ مگر ایسا نہیں ہوا، میں نے جو خواب دیکھے تھے وہ شرمندۂ تعبیر نہ ہو سکے ہر خواب کی تعبیر میری توقع کے برعکس بڑی بھیانک اور المناک ثابت ہوئی اور میں اب اس روداد کو سمیٹنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

جگن کے آجانے سے میرے دشمنوں کی کمر ٹوٹ گئی تھی۔ وہ جو کل تک بڑھ بڑھ کر مجھ پر قاتلانہ حملہ کرنے کی ٹھان رہے تھے اب اپنی اپنی کمین گاہوں میں چھپ کر بیٹھ گئے تھے پنڈت ادم پرکاش اور پھر پجاری رام لال کی موت ان کے ذہنوں کو مفلوج کر گئی تھی پھر حالات میرے حق میں آہستہ آہستہ سازگار ہوتے چلے گئے۔

کماری نرملا کی ضمانت کے بعد آنند کمار بھی درپردہ میری حمایت کرنے لگا۔ اسے صرف اس بات کا خطرہ تھا کہ بانکے لال کہیں عدالت کے روبرو پیش ہونے کے بعد اپنے سابقہ بیان سے منکر نہ ہو جائے۔ اس کا خطرہ اپنی جگہ درست تھا فوجداری مقدمات میں یہی ہوتا ہے کہ مجرم پولیس کی بے حد اور اندھا دھند مار کٹائی سے بچنے کے لیے اقرار جرم کر لیتا ہے مگر عدالت میں پیش ہونے کے بعد وہ اپنے بیان سے منحرف ہو جاتا ہے اور یہ بھی بتا دیتا ہے کہ اس نے محض پولیس کے ظلم و تشدد سے بچنے کی خاطر جبری طور پر اپنی مرضی کے خلاف بیان دیا تھا اور تب اس کے دیئے ہوئے بیان کی ساری اہمیت ختم ہو جاتی ہے۔

آنند کمار کو اس بات پر بھی حیرت ہوئی تھی کہ بانکے لال نے کماری نرملا کے سلسلے میں مرحوم رام لال سے کیوں ساز باز کی؟ اگر بانکے لال ذہنی طور پر ٹھیک ہوتا تو شاید وہ خود بھی اپنے بیان پر شرمندہ رہ جاتا لیکن وہ غریب تو مکمل طور پر سفلی کے ناپاک عمل کے زیر اثر تھا اس نے جو کچھ کہا وہ جگن کی مرضی کے عین مطابق تھا۔

بانکے لال کی پراسرار موت نے قانونی پیچیدگیوں کو میرے لیے اور آسان کر دیا۔ مرحوم جو تحریری بیان دے چکا تھا وہ پولیس

کی فائل پر موجود تھا جس نے کماری نرملا کو بچانے میں میری بے حد مدد کی۔ جگن کی گندی طاقت بھی میری پشت پناہی کر رہی تھی اس لیے مجسٹریٹ نے کماری نرملا کو پچاس ہزار روپے جرمانہ اور تابرخاست عدالت کی معمولی سزا دے کر معاف کر دیا۔ اس روز جب وہ عدالت سے بری ہو کر باہر آئی تو اسے خوش ہونا چاہیے تھا لیکن وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبی نظر آ رہی تھی۔

”نرملا دیوی میں آپ کو مقتول رام لال کے قتل کے جرم سے رہائی پانے پر دلی مبارک باد پیش کرتا ہوں۔“ میں نے نرملا کو مبارک باد پیش کی تو اس کے ہونٹوں پر ایک معنی خیز مگر زہریلا تبسم ابھر آیا۔

”یہ سب آپ کی کوششوں کا نتیجہ ہے مسٹر جمال۔“ اس نے سنجیدگی سے کہا۔ ”میں آپ کا یہ احسان زندگی کی آخری سانسوں تک یاد رکھوں گی۔ آپ نے ناممکن کو ممکن بنا دیا ورنہ مجھے اپنے بچنے کی کوئی امید نہیں تھی۔“

”آپ کو میرے بجائے مرحوم بانکے لال کا شکریہ ادا کرنا چاہیے جس نے حقیقت کا انکشاف کر کے میری مشکل حل کر دی۔“

”بانکے لال کی موت کا مجھے بے حد افسوس ہے۔“ کماری نرملا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ اس کی کشادہ پیشانی شکن آلود ہو گئی تو میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر دبی زبان میں یاد دلایا۔

”آپ شاید بھول رہی ہیں نرملا دیوی۔ بانکے لال نے اگر مقتول رام لال کے ساتھ اس کی ناپاک سازش میں اعانت نہ کی ہوتی تو۔۔۔“

”تو بانکے لال کی جگہ کوئی دوسرا ملازم لے لیتا۔“ نرملا نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے جواب دیا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔

”میں آپ کا اشارہ نہیں سمجھ سکا؟“

”مجھے یقین ہے کہ اب آنند کا دل مجھ سے اکتا چکا ہے۔“ نرملا کے لہجے میں نفرت کے ساتھ ساتھ انتقام کا جذبہ بھی شامل تھا۔

”ہوسکتا ہے یہ محض آپ کا وہم ہو۔“

”اس کا فیصلہ بھی بہت جلد ہو جائے گا کہ کون غلطی پر ہے۔“ نرملا نے سپاٹ آواز میں جواب دیا پھر دوبارہ بڑی گرم جوشی سے میرا شکریہ ادا کر کے چلی گئی۔

آنند کمار نے بھی شکریے کے ساتھ مجھے اپنی وفاداری اور حمایت کا بھرپور یقین دلایا تھا۔ میں کچہری سے حویلی واپس آیا تو بے حد خوش تھا۔ درخشاں نے میری کامیابی اور نرملا کی رہائی کی خبر سنی تو وہ بھی خوش ہو گئی — وہ عورت تھی اس لیے دوسری عورت کی پریشانی سے نجات کی خبر سن کر اسے سکون آ گیا۔

وقت کی بساط پر حالات نے جو نیا رخ تبدیل کیا تھا اس کی تمام تر ذمہ داری جگن کے سر تھی جس کے آجانے سے میرے تمام دشمن میدان سے بھاگ گئے تھے۔ میرے لیے اب راستے صاف تھے اب حویلی سے نکلتے ہوئے مجھے اس بات کا خطرہ لاحق نہیں رہتا تھا کہ زرد کپڑے میں ملبوس پنڈت اور پجاری اپنے دھرم کی آڑ لے کر مجھے موت کے گھاٹ اتارنے کی خاطر راستے میں کہیں چھپے بیٹھے ہوں گے۔ زندگی ان دنوں بڑے چین اور آرام سے گزر رہی تھی۔ جیکب اور کیلاش کو بھی یقین آ چکا تھا کہ اب میری اور درخشاں کی شادی کے سلسلے میں مخالفین دوبارہ اپنا سر نہیں اٹھائیں گے میرا اپنا اندازہ بھی یہی تھا کہ پے در پے ناکامیوں اور اوم پرکاش اور رام لال کو کھو دینے کے بعد میرے دشمنوں کا زور ٹوٹ چکا ہوگا لیکن یہ ہماری خوش فہمی تھی۔

میرے دشمن جو جگن کے اچانک منظرِ عام پر آجانے سے وقتی طور پر میرے راستے سے ہٹ گئے تھے مجھے بھولے نہیں تھے اندر ہی اندر خود کو منظم کر رہے تھے۔ خوف ناک منصوبے بنا رہے تھے ان کے ارادے کس قدر مکروہ اور سفاک تھے اس کا ذکر میں آگے چل کر کروں گا۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ پنڈت گنیش مہاراج اور اس کے گرگوں نے میرے اور درخشاں کے درمیان خلیج حائل کرنے کی خاطر اندر ہی اندر کتنی خطرناک اور گہری سرنگیں کھودنا شروع کر دی تھیں۔ آج بھی جب مجھے وہ باتیں یاد آتی ہیں تو میرے جسم کے رونگٹے الف ہو جاتے ہیں۔ بہرحال اب میں اختصار سے کام لے کر اپنی داستان کو سمیٹنے کی کوشش کروں گا۔

دیوان جی جنھوں نے میری خاطر اپنا گھر بھی پھونک دیا تھا اب بڑی تیزی سے روبہ صحت ہو رہے تھے۔ میں نے ان کی وفاداری اور خدمات کے عوض انہیں ایک دوسرا مکان خرید دیا۔ میں دیوان جی کی خاطر جو کچھ بھی کرتا وہ کم تھا اس لیے کہ انھوں نے متعدد موقعوں پر اپنی جان جوکھم میں ڈال کر مجھے موت کے منہ سے نکالا تھا۔ میری خاطر اور حالات کو مسخ کرنے کے ارادے سے انھوں نے خود اپنے ہاتھوں سے اپنے بھرے گھر کو آگ لگا دی تھی پھر خود کو بھڑکتے شعلوں میں ڈال کر جھلسا ڈالا تھا۔ اگر وہ ایسا نہ کرتے تو شاید واقعات کا رخ کچھ اور ہوتا لیکن دیوان جی کی ذہانت اور دلیری نے پانسہ پلٹ دیا تھا۔ میری زندگی کی خاطر انھوں نے اپنی زندگی داؤ پر لگا دی تھی اور اسی داؤ پیچ میں وہ اپنے رفیق دلاور مرزا کو بھی کھو بیٹھے تھے۔ جگن چمار بھی دیوان جی اور مرحوم دلاور مرزا کی کوششوں کی وجہ سے میری مدد پر آمادہ ہوا تھا۔ بغرض کہ دیوان جی کی مہربانیاں اور قربانیاں میرے حق میں بے شمار تھیں اور اگر میں یہ کہوں کہ وہ مجھے بالکل اپنی اولاد کی طرح عزیز رکھتے تھے تو شاید بے جا نہ ہوگا۔

میں دیوان جی کی عیادت کے لیے ہر دوسرے دن اسپتال جایا کرتا تھا۔ اس دن بھی میں حسبِ معمول تیاری کر رہا تھا کہ درخشاں نے بھی میرے ساتھ جانے کی فرمائش کر دی۔ میں نے اسے سمجھانے کی بہتیری کوشش کی لیکن درخشاں نے کسی طرح میری بات نہیں مانی وہ ہر قیمت پر دیوان جی کی مزاج پرسی کی خاطر میرے ساتھ جانے پر بضد تھی۔ اس خیال سے کہ اب حالات بہتر ہو چکے ہیں اور درخشاں نے ایک عرصے سے حویلی کے باہر قدم نہیں رکھا میں اس کے اصرار کے آگے مجبور ہو گیا۔ اور وہی میری زندگی کی سب سے بڑی بھول تھی جس کی خاطر میں آج تک پچھتا رہا ہوں۔ کاش مجھے اندازہ ہوتا کہ درخشاں کو زچگی کی حالت میں حویلی سے باہر لے جانا میرے لیے زندگی کا ایک رِستا ہوا ناسور بن جائے گا تو میں کسی حال میں بھی اسے اپنے ساتھ نہ لے جاتا لیکن قسمت میں جو رقم کیا جا چکا ہو اسے بھلا کون مٹا سکتا ہے۔

کیلاش کے بیان کے مطابق دیوان جی پوری طرح صحت مند ہو چکے تھے اور انہیں اسپتال سے گھر منتقل کیا جا سکتا تھا لیکن میں چاہتا تھا کہ دیوان جی کچھ دن اور آرام کر لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔

بہرحال جب دیوان جی نے درخشاں کو میرے ساتھ دیکھا تو ایک لمحے کو وہ بھی خوشی سے نہال ہو گئے۔ کیلاش نے درخشاں کو دیکھ کر حیرت کا اظہار کیا لیکن اس کی موجودگی میں کچھ کہنے سے گریز کیا۔ ہم خاصی دیر تک دیوان جی کے پاس رہے پھر درخشاں نے اسپتال کا تفصیلی جائزہ لینے کی خواہش کا اظہار کیا تو کیلاش اسے اپنے ساتھ لے گیا۔ میں دیوان جی کے پاس ہی بیٹھا رہا۔

"جمال میاں آپ نے بیگم صاحبہ کو ساتھ لا کر اچھا نہیں کیا۔" درخشاں اور کیلاش کے جانے کے بعد دیوان جی نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"میں نے درخشاں کو منع کیا تھا لیکن وہ کسی طرح آمادہ نہیں ہوئی چنانچہ حالات کے پیشِ نظر۔"

"نہیں سرکار۔" دیوان جی نے میری بات کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ "آپ کو دور اندیشی سے کام لینا چاہیے۔ دشمن کو حقیر سمجھنا میرے نزدیک سب سے بڑی حماقت ہے اور جہاں ناپاک اور گندی قوتوں کا عمل دخل ہو وہاں تو انسان کو بہت پھونک پھونک کر قدم اٹھانا چاہیے۔"

"میں آئندہ احتیاط رکھوں گا۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے چھوٹے سرکار کہ جب تک آپ کی حویلی میں خوشی کے شادیانے نہ بج جائیں آپ کو ہر طرح سے محتاط رہنا چاہیے۔"

"کیلاش کا خیال ہے کہ آپ اب گھر جا سکتے ہیں۔" میں نے گفتگو کا رخ بدلنے کی خاطر کہا پھر دیوان جی کے چہرے پر ابھرنے والے تاثرات دیکھ کر جلدی سے بولا۔ "آپ نے میری خاطر اپنے جس گھر کو آگ لگا دی اب دوبارہ وہاں آپ کا جانا مجھے پسند نہیں چنانچہ میں نے آپ کے لیے حویلی سے قریب ہی ایک دوسری رہائش گاہ خرید لی ہے۔"

"میں خادم ہوں جمال میاں۔" دیوان جی شدتِ جذبات سے مغلوب ہو کر بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "آپ کی خاطر اگر میری جان بھی کام آ جائے تو میں اسے اپنی خوش نصیبی سمجھوں گا۔ آپ نہیں جانتے، بڑے سرکار کے جو احسانات مجھ پر ہیں وہ بے شمار ہیں شاید میں مر کر بھی ان احسانوں کا بدلہ نہ چکا سکوں گا۔"

"کچھ حساب دل میں بھی ہوتے ہیں دیوان جی۔" میں نے مدھم لہجے میں جواب دیا پھر موضوع بدل کر بولا۔ "میں جگن کو اس کی خدمات کے عوض کچھ رقم دینا چاہتا ہوں۔ آپ کا کیا مشورہ ہے؟"

"جو گندے اور ناپاک عمل کرتے ہیں ان کی ذہنیت بھی بے حد گندی اور غلیظ ہوتی ہے۔" دیوان جی نے کہا۔ "آپ سے پہلے میرے ذہن میں بھی یہی خیال آیا تھا کہ جگن چمار کی مٹھی گرم کر دی جائے۔ بندہ کام کا ہے اور ہمارے دشمنوں کو ٹھکانے بھی لگا سکتا جو ہمارا جینا حرام کیے ہوئے ہیں۔ میں نے اسے خوش کرنے کی خاطر ذکر چھیڑا بھی تھا لیکن اس نے سختی سے انکار کر دیا۔"

"کیوں؟"

"مجھے اس کا انکار سن کر حیرت ہوئی تھی لیکن اس کے خون میں شاید شرافت کے دو چار قطرے ابھی باقی ہیں۔" دیوان جی بولے۔ "میں نے رقم کا نام لیا تو وہ دلاور مرزا کو یاد کر کے رونے لگا پھر کہنے لگا۔ کیسی بات کرتا ہے یار شہباز۔ میں بھلا اپنے لنگوٹیا یار کے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کے دام کھرے کروں گا۔ ذات کا چمار ضرور ہوں لیکن اتنا نیچ بھی نہیں کہ دوست کے کفن کا مول تول شروع کر دوں۔"

"پھر بھی۔ ہمیں کسی نہ کسی طور تو اس کی خدمات کا اعتراف کرنا ہی ہوگا۔"

"میں ذرا اسپتال سے نکلوں تو پھر کچھ سوچ لوں گا۔"

"پنڈت گنیش اور اس کے ساتھیوں کے بارے میں جگن کا کیا خیال ہے؟" میں نے کچھ توقف سے دریافت کیا۔

"میں نے اس سلسلے میں بھی جگن کو کریدا تھا۔"

"پھر؟"

"اس کا خیال ہے کہ ہمارے دشمنوں نے خود کو دیوی دیوتاؤں کے نام پر کسی منڈل میں چھپا رکھا ہے لیکن وہ جیسے ہی نظر آئے گا جادو کی ہانڈی ان کا تہس نہس کر دے گی۔"

"جادو کی ہانڈی۔" میں نے حیرت سے پوچھا۔ "یہ کیا بلا ہوتی ہے؟"

"سفلی کرنے والوں کا سب سے خطرناک حملہ یہی ہانڈی ہوتی ہے۔" دیوان جی نے کہا پھر مسکرا کر بولے۔ "بانکے لال کی موت ہی کو لے لیجیے۔ جگن نے بس ایک سفید رنگ کے کچے دھاگے پر کوئی پلید جنتر منتر پھونک کر اسے رات کے وقت سوتے میں بانکے لال پر ڈلوا دیا تھا۔ نتیجہ سامنے ہے ذرا سا دھاگہ بانکے لال کے جسم کا سارا خون چٹ کر گیا اور ماہرین ابھی تک سر جوڑے بیٹھے ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔ جگن کے کاٹے کا تو کوئی منتر ہی نہیں دریافت ہوا۔ البتہ جہاں روحانی چیزیں موجود ہوں وہاں ان شیطانوں کی دال نہیں گل پاتی۔"

کیلاش اور درخشاں ہنستے بولتے اسپتال کے معائنے سے واپس لوٹے تو ہمارے درمیان گفتگو کا سلسلہ ختم ہو گیا۔ درخشاں بے حد خوش اور مسرور نظر آ رہی تھی۔ کیلاش اور ڈاکٹر عارف ہمیں گاڑی تک چھوڑنے کی خاطر باہر تک آگئے درخشاں گاڑی میں بیٹھ گئی تو کیلاش نے مجھ سے سرگوشی کرتے ہوئے کہا۔

"مجھے تم سے اس حماقت کی توقع نہیں تھی۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"تمہیں بھابی کو حویلی سے باہر نہیں نکالنا چاہیے تھا۔"

"لیکن......"

"ابھی نہیں۔" کیلاش نے تیزی سے کہا۔ "شام کو تفصیل سے بات ہو گی۔"

اس خیال سے کہ درخشاں کو شبہہ نہ ہو کہ ہم اس سے چھپا کر کوئی گفتگو کر رہے ہیں میں نے اثبات میں سر کو خفیف سی جنبش دی پھر گاڑی میں بیٹھ کر حویلی کی طرف روانہ ہو گیا۔ بظاہر خود کو نارمل ثابت کرنے کی خاطر میں درخشاں کے ساتھ ہنس ہنس کر باتیں کرنے لگا مگر نہ جانے کیوں مجھے بھی بڑی شدت سے اس بات کا احساس ہو رہا تھا کہ میں نے درخشاں کو حویلی سے باہر لا کر دانشمندی کا ثبوت نہیں دیا۔

"میرا خیال ہے کہ آپ اس وقت کسی گہری سوچ میں

نصیحت

محض کھانے پینے سے ہاتھ روک لینا اور شرائط و آدابِ صوم کی پیروی نہ کرنا بچوں اور جاہلوں کا شغل ہے۔ شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ آدمی روزہ اس طرح رکھے کہ دنیاوی اور نفسانی لذتوں اور سفلی خواہشات کے قریب تک نہ جائے اسی طرح روزہ کے دوران ہر قسم کی حرام چیزوں سے اجتناب کرے حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے۔ "جب وقت تو روزہ رکھے تو چاہیے کہ اپنی آنکھوں، کانوں، زبان، ہاتھ اور بدن کے تمام اعضاء کو برے اور حرام کاموں سے بچائے رکھے" ہر فرض نیت کا صحیح ہونا اور تزکیہ باطن کے ساتھ شرط صادق چاہیے میں نے ایک مرتبہ حضور پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی وصیت فرمائیے۔ فرمایا: "اپنے حواس کو اپنے ضبط اور قابو میں رکھو۔" درحقیقت حواس خمسہ کو احکام الٰہی کے تابع رکھنا ہی سب سے بڑا اور مکمل مجاہدہ ہے۔

داتا گنج بخش حضرت سید علی ہجویری

اشتہاری حکیم، ڈاکٹر۔ بھولے بھالے نوجوانوں کو جنسی علاج کے نام پر گمراہ کر کے لوٹ مچا رہے ہیں۔ نوابی علاج، شہنشاہی علاج، کے نام پر آپ بیوقوف بنا رہے ہیں۔

ہم ان نوجوانوں کو بتا دینا چاہتے ہیں جو کسی بھی وجہ سے بے راہ روی کا شکار ہو چکے ہیں۔ آپ میں کسی قسم کی کمی نہیں ہے اور اگر کمی محسوس کرتے ہوں تو ہماری شائع کردہ دو کتابیں "جنسی صلاحیت بڑھایئے" اور "خفیہ جنسی راز" منگا کر مطالعہ کریں، انشاء اللہ ہر پریشانی سے نجات پا جائیں گے۔ یہ ہمارا دعویٰ ہے۔

نوق ہیں۔"

"آں۔ نہیں تو" میں نے جلدی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمھیں یہ خیال کیسے آ گیا؟"

"میں دیکھ رہی ہوں کہ آپ گفتگو کرتے کرتے کھو جاتے ہیں"

"وہم ہے تمھارا۔ ورنہ اب تو ہمارا راستہ بالکل صاف ہو گیا ہے۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو۔"

"کیا مطلب۔" میں چونکا۔ "کیا تمھیں میری بات کا یقین نہیں ہے؟"

"بات یقین کی نہیں دھرم کی ہے جمال۔" درخشاں نے اس بار گہری سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے جواب دیا۔ "آپ ان پنڈت پجاریوں اور ان کے جاپ منتروں سے اتنا واقف نہیں جتنا میں ہوں۔"

"میں سمجھا نہیں؟"

"یہ شیطان ایک بار جس کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جائیں مرتے دم تک اس کا پیچھا نہیں چھوڑتے۔"

"اور تم نے یہ بھی ضرور سنا ہوگا کہ ہر دور میں ہر فرعون کے لیے ایک موسیٰ ضرور ہوتا ہے جو اس کے غرور کو خاک میں ملا دیتا ہے۔ اوم پرکاش اور رام لال کا کیا انجام ہوا تم یہ بھی جانتی ہو۔"

"خدا کرے کہ ان کا غرور خاک میں مل جائے اور وہ ہمارا پیچھا چھوڑ دیں۔"

"ایسا ہی ہوگا۔ لیکن تمھیں اچانک اس وقت ان باتوں کا خیال کہاں سے آ گیا؟"

"اسپتال میں میری ملاقات لیڈی ڈاکٹر شکنتلا سے ہوئی تھی۔" درخشاں نے کہا۔ "اس نے مجھے دیکھ کر ایک عجیب بات کہی ہے۔"

"کیا؟"

"میں جو آنے والے دنوں کے حسین خواب دیکھ رہی ہوں اس کی تعبیر الٹی ہوگی۔"

"درخشاں۔" میں تلملا گیا پھر جلدی سے خود پر قابو پاتے ہوئے بولا۔ "جس وقت تمھاری ملاقات لیڈی ڈاکٹر سے ہوئی اس وقت کیلاش کہاں تھا؟"

"وہ ایک مریض کو دیکھنے اس کے کمرے میں چلا گیا تھا۔"

"تم نے کیا نام بتایا ہے اس لیڈی ڈاکٹر کا؟"

"شکنتلا۔ کیوں؟"

"میں کسی وقت اس سے مل کر تمھارے بارے میں تفصیل سے دریافت کروں گا۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

حویلی پہنچ کر درخشاں لباس تبدیل کرنے کی غرض سے خواب گاہ میں چلی گئی تو میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر فون اٹھا کر اسپتال کے نمبر ڈائل کرنے شروع کر دیے۔ لیڈی ڈاکٹر شکنتلا کا نام میں نے درخشاں کی زبان سے پہلی بار سنا تھا جہاں تک میرے علم میں تھا۔ اسپتال میں اس نام کی کوئی ڈاکٹر نہیں تھی اور اگر تھی بھی تو اسے کم از کم درخشاں سے پہلی ہی ملاقات میں ایسی غیر ذمے داری کی بات نہیں کہنی چاہیے تھی۔

"ہیلو۔" دوسری جانب کیلاش کے بجائے کسی اجنبی نے فون ریسیو کیا۔ شاید اس وقت کیلاش اپنی سیٹ پر موجود نہیں تھا اور اسپتال کے کسی عملے نے میری کال ریسیو کر لی تھی۔ "مجھے کیلاش سے بات کرنا ہے۔" میں نے کہا۔

"آپ غالباً حویلی سے بات کر رہے ہیں۔"

"ہاں۔ جمال اصغر۔" میں نے اپنا نام بھی بتا دیا۔

"مجھے یقین تھا کہ تم حویلی پہنچتے ہی فون ضرور کرو گے۔" دوسری جانب جس بے تکلفی اور بے ہودگی سے جواب دیا گیا وہ میرے لیے حیرت انگیز تھا۔ اسپتال کے کسی دوسرے عملے سے میری کوئی بے تکلفی نہیں تھی اور کیلاش کی آواز میں لاکھوں میں پہچان سکتا تھا۔ پھر وہ کون تھا؟

"کون ہو تم؟" میں نے سختی سے دریافت کیا۔

"میں جو کوئی بھی ہوں لیکن تمھارا دوست نہیں ہوں۔" اس بار حقارت سے کہا گیا۔ "مجھے معلوم ہے کہ تم نے فون کرنے کی زحمت کیوں اور کس لیے گوارا کی ہے اور تم کیلاش سے کیا معلوم کرنا چاہتے ہو؟"

"تم۔ تم۔۔۔۔"

"ہکلانے کی کوشش مت کرو۔ مجھے یقین ہے کہ اس وقت تم اعصابی طور پر خود کو بے حد کمزور محسوس کر رہے ہو گے۔" دوسری جانب سے تعزیت بھرے انداز میں جواب ملا۔ "تمھاری اطلاع کے لیے بتا دوں کہ اسپتال میں لیڈی ڈاکٹر شکنتلا نامی کسی ڈاکٹر کا کوئی وجود نہیں ہے۔"

"تم کون ہو اور تمھیں ان باتوں کا علم کیسے ہو گیا؟" میں روانی میں پوچھ بیٹھا۔

"میں پنڈت گنیش مہاراج کا ایک سیوک ہوں مہاشے اور تمھیں صرف اتنا بتانا چاہتا ہوں کہ تم نے کاجل رانی کو حویلی سے باہر لا کر ہماری شکتیوں کو دور کر دیا۔ ہم اس کے لیے تمھارے شکر گزار ہیں اور تمھیں یہ بھی بتا دینا چاہتے ہیں کہ شکنتلا رانی نے تمھاری پتنی سے جو کہا ہے وہ غلط نہیں ہے۔ تم جو سپنا دیکھ

lsiduniya.blogspot.com

ہے ہو وہ کبھی پورا نہیں ہوگا اور یہ بات بھی دھیان میں رکھنا کہ ہم پنڈت اوم پرکاش اور پجاری رام لال کی موت کو بھولے نہیں ہیں۔"

"تم۔ کیا چاہتے ہو؟"

"ہم جو چاہتے تھے وہ پورا ہو گیا جاسوس۔ لیکن اس کا ثبوت تمہیں آنے والا سمے دے گا اور اس بات کو بھی گرہ میں باندھ لو کہ ہم تمہاری زندگی کی آخری سانس تک تمہارا پیچھا نہیں چھوڑیں گے۔ ہم تمہیں ایسی عبرت ناک سزا دیں گے جو تمہیں ساری زندگی بے چین رکھے گی اور....."

اور میں نے دوسری جانب سے کی جانے والی بکواس سننا مناسب نہیں سمجھا۔ میرے ذہن میں بے شمار خطروں نے سر اٹھانا شروع کر دیا۔ میں نے جو نمبر گھمائے تھے وہ کیلاش کے سوا کسی اور کے نہیں تھے اور کیلاش کے فون سے جو گفتگو مجھ سے کی گئی تھی اس سے صاف ظاہر تھا کہ اسپتال کے اندر کوئی گہری سازش پوری طرح سے اپنا جال پھیلا چکی ہے اور اگر میرا اندازہ ٹھیک تھا تو پھر کیلاش اور دیوان جی کی زندگیاں بھی خطرے میں تھیں۔

اگر میں نے جلدی میں غلط نمبروں کو گھما دیا تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ نمبر کس کے تھے اور وہ شخص کون تھا جو میرے بارے میں تفصیل سے اس قدر جانتا تھا؟ شکنتلا کا نام بھی اس نے خود ہی لیا تھا اور اس کے علاوہ اس نے جو باتیں مجھ سے کی تھیں وہ کسی اجنبی کے علم میں کیسے آ سکتی تھیں؟ پنڈت اوم پرکاش اور رام لال کا حوالہ بھی میرے دورانِ خون کو تیز کر دینے کے لیے بہت کافی تھا۔

میں چند ثانیے بت بنا کھڑا اپنے دل کی دھڑکنوں کو شمار کرتا رہا پھر کچھ سوچ کر میں نے دوبارہ ریسیور اٹھایا اور نہایت احتیاط سے کیلاش کے نمبروں کو گھمانے لگا۔ دوسری جانب گھنٹی کی آواز ابھری تو میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہو گئیں پھر کیلاش کی مانوس آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔

"ہیلو — کیلاش اسپیکنگ۔"

"م۔ میں۔ میں جمال بول رہا ہوں۔"

"مجھے تمہارے ہی فون کا انتظار تھا۔" کیلاش نے کہا۔ "اگر تمہارا فون نہ آتا تو میں تمہاری خیریت دریافت کرنے کے لیے فون کرتا۔"

"کیوں؟" میں نے چونکتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تمہیں میری طرف سے کوئی خطرہ لاحق ہے؟"

"ڈونٹ بی سلی۔ حماقت کی باتیں مت کرو۔" کیلاش تیزی سے بولا۔ "کسی کی خیریت پوچھنے کے مطلب تو ہرگز نہیں ہوتا کہ اسے کوئی خطرہ درپیش ہے۔ البتہ میں ایک بار پھر تم سے اتنا ضرور کہوں گا کہ تم نے بھابی کو ساتھ لا کر اچھا نہیں کیا۔"

"کیلاش۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے پوچھا۔ "کیا تم کسی لیڈی ڈاکٹر شکنتلا سے واقف ہو؟"

"شکنتلا۔ شکنتلا... نہیں میں آج پہلی بار یہ نام سن رہا ہوں مگر تمہیں کسی لیڈی ڈاکٹر کی.....؟"

"تم کچھ دیر پہلے کہاں تھے؟" میں نے کیلاش کی بات کاٹتے ہوئے دوسرا سوال کیا۔

"تمہیں رخصت کرنے کے بعد سے میں یہیں اپنے کمرے میں موجود ہوں لیکن....."

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم درمیان میں کسی مریض کو دیکھنے بھی نہیں گئے تھے؟"

"میں ایک لمحے کو بھی اپنی سیٹ سے نہیں اٹھا لیکن بات کیا ہے؟ تم اس قدر پریشان کیوں ہو؟"

"ایک اہم بات اور بھی ہے۔ کیا درخشاں جس وقت تمہارے ساتھ اسپتال کا راؤنڈ لینے گئی تھی تم اس کے ساتھ تھے یا کچھ دیر کے لیے اس سے دور بھی ہوئے تھے۔"

"جمال! آخر بات.....؟"

"میرے سوال کا جواب دو کیلاش۔" میں نے جھلاتے ہوئے کہا۔ "کیا تم درخشاں سے کچھ دیر کے لیے علیحدہ ہوئے تھے۔"

"ہاں۔ لیکن محض دو منٹ کے لیے۔" کیلاش نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ایک مریض کی حالت اچانک بگڑ گئی تھی، اسے دیکھنا ضروری تھا مگر کچھ بتاؤ تو سہی تم اس بات کو اتنی اہمیت کیوں دے رہے ہو؟"

"تم جس وقت اپنے مریض کو دیکھنے گئے اسی وقت لیڈی ڈاکٹر شکنتلا نامی ایک عورت نے درخشاں سے ملاقات کی اور اسے باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ وہ اولاد کے سلسلے میں جو خواب دیکھ رہی ہے اس کی تعبیر الٹی ہوگی۔"

"لیکن اسپتال میں اس نام کی....."

"محض دو منٹ پیشتر میں نے تم کو فون کیا تھا لیکن اس وقت کسی دوسرے شخص نے کال ریسیو کی تھی۔" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کیلاش کی بات نظرانداز کرتے ہوئے کہا پھر تمام باتوں کی تفصیل دہراتا چلا گیا۔

"بھابی اس وقت کہاں ہیں؟" کیلاش نے تفصیل معلوم ہونے کے بعد سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"اپنی خوابگاہ میں لباس تبدیل کرنے کی غرض سے

گئی ہے۔"

"تم بھابی سے فون والی گفتگو کا تذکرہ کرنے کی حماقت نہ کر بیٹھنا۔ میں فوراً آرہا ہوں۔"

دوسری طرف سے رابطہ ختم کردیا گیا۔ میں نے آہستہ سے ریسیور واپس کریڈل پر رکھا پھر تھکے تھکے انداز میں سر جھکا کر قریب رکھی ہوئی آرام کرسی پر بیٹھ گیا۔

میری ایک ذرا سی غلطی نے میرا سارا سکون برباد کر ڈالا تھا۔

کیلاش نے میرے بے حد اصرار پر قرب و جوار کے تمام اسپتالوں میں چھان بین کرالی لیکن تسکنتلا نام کی کوئی لیڈی ڈاکٹر وہاں بھی نہیں مل سکی۔ کیلاش اور جیکب دونوں کا خیال تھا کہ درخشاں نے جو واقعہ مجھے سنایا ہے وہ محض اس کے ذہن کی پیداوار ہے۔ ممکن ہے وہ اس طرح سے مجھے قبل از وقت کسی آئندہ پیش آنے والے حادثے کے لیے تیار کرنا چاہتی ہو۔ جہاں رفاقتیں حد سے زیادہ ہوں اور محبت عشق کی سرحدوں کو پار کرکے جنون کے علاقوں میں داخل ہوجائے وہاں فریقین ایک دوسرے کی خاطر اپنی زندگی بھی داؤ پر لگا دیتے ہیں۔ ایک دوسرے کے درد کا درماں بن جانا تو بڑی معمولی بات ہوتی ہے۔

لیکن اگر جیکب اور کیلاش کا خیال درست تھا تو بھی میری پریشانی کم نہ ہوسکی۔ میں نے ان دونوں سے ان کی پیش کردہ دلیل پر کوئی بحث نہیں کی مگر یہ بھی تسلیم کرلینا میرے اختیار کی بات نہیں تھی کہ درخشاں نے محض میرے مستقبل کے سکون کو برقرار رکھنے کی خاطر میرے حال کے زخموں پر نشتر لگا کر انھیں ناسور بنانے کی کوشش کی ہوگی۔

وہ بات اگر میری زندگی سے متعلق ہوتی یا درخشاں نے اپنے بارے میں کسی خدشے کا اظہار کیا ہوتا تو عین ممکن تھا کہ لیڈی ڈاکٹر تسکنتلا والی بات کو دل کا بہلاوہ سمجھ کر قبول کرلیتا لیکن درخشاں نے جو بات کہی تھی وہ ہم دونوں کی مشترکہ خوشیوں اور مسرتوں سے متعلق تھی جس میں باپ تھا لیکن وہ ماں بننے والی تھی اور دنیا کی کوئی ماں اپنے ہونے والے بچے کے بارے میں ایسے الفاظ اپنی زبان سے نہیں نکال سکتی پھر میں جیکب اور کیلاش کی بات بھلا کس طرح مان لیتا۔

ان دنوں حویلی کے اندر میری اور درخشاں کی حیثیت اسٹیج کے ان اداکاروں سے مختلف نہیں تھی جو اپنا اپنا کردار اپنی مرضی کے خلاف بھی ادا کرنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ہم دونوں اسپتال سے واپسی کے بعد سے اپنی اپنی جگہ بے حد پریشان تھے لیکن جب ایک دوسرے کے سامنے آتے تو بظاہر ایسا محسوس ہوتا جیسے ہر غم سے آزاد ہوں۔ درخشاں میری خوشی کی خاطر اپنے ہونٹوں پر تبسم بکھیر لیتی اور میں اسے ہنستا مسکراتا دیکھنے کی خاطر اپنے غم کو سینے کی گہرائیوں میں چھپا کر دنیا جہان کی رنگینیوں کے قصے کہانیاں لے بیٹھتا لیکن ایک خلش سی تھی جو ہم دونوں کے وجود کی گہرائیوں میں پھانس بن کر چبھ رہی تھی۔

دس روز تک میں شب و روز پریشان رہا پھر میں نے دیوان جی کو جو دو روز قبل ہی اسپتال سے منتقل ہو کر اپنے گھر میں آگئے تھے، بلا بھیجا وہ ملازم کے ساتھ ساتھ ہی آگئے۔ ان کی صحت پہلے کے مقابلے میں کچھ کم ہی نظر آرہی تھی لیکن چہرے پر وہی رعب و دبدبہ موجود تھا جو ماضی کے خان شہباز خان کا خاصہ تھا۔ آنکھوں میں سرخی مائل ویسی ہی چمک تھی جسے محسوس کرکے کبھی ان کے مخالفین کے پتے پانی ہوجایا کرتے تھے۔

ملازم کی اطلاع پر میں ملاقاتی کمرے میں پہنچا تو دیوان جی وہاں میری راہ دیکھ رہے تھے۔ میں نے کسی تمہید کے بغیر انھیں اپنی پریشانی کی وجہ بتائی تو دیوان جی کے چہرے پر بھی اضطرابی کیفیت پھیل گئی۔ ہونٹ کو دانتوں تلے دبائے وہ چند لمحے کسی گہری سوچ میں غرق رہے پھر مدھم آواز میں بولے۔

"چھوٹے سرکار! آپ نے درخشاں بی بی کو حویلی سے باہر لے جاکر اچھا نہیں کیا۔"

"وہ تو جو ہونا تھا ہوچکا۔ یہ سوچیے کہ اب ہمیں کیا کرنا ہے۔ ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ لیڈی ڈاکٹر تسکنتلا کا راز کیا ہے اور وہ شخص کون تھا جس نے کیلاش کے نمبروں پر مجھ سے تفصیلی گفتگو کی؟ اگر ہم یوں ہی ہاتھ پر ہاتھ دھرے بیٹھے رہے تو بات نہیں بنے گی اور ہوسکتا ہے کہ ہمارے دشمن اپنے ناپاک منصوبوں میں کامیاب ہوجائیں۔"

"بات اگر مردوں کی ہوتی چھوٹے سرکار! تو آپ کا یہ نمک حلال ایک ایک سے نمٹ لیتا لیکن ہمارا پالا زنخوں سے پڑ گیا ہے جو سامنے آکر اور کھل کر وار کرنے کے بجائے اپنی کالی طاقتوں کو آزما رہے ہیں۔"

"میرا خیال ہے کہ جگن اس سلسلے میں ضرور ہماری مدد کرسکتا ہے۔"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔"

"صرف سوچنے سے کام نہیں چلے گا۔" میں نے بے چینی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا۔ "ہمیں فوری طور پر کوئی جوابی کارروائی کرنا ہوگی۔"

"آپ غور کریں جمال میاں! خدا جو کرتا ہے اس میں انسان

کی کوئی نہ کوئی بھلائی ضرور ہوتی ہے۔ میں آج ہی جگنی کو تلاش کرتا ہوں اور اسے پہلی فرصت میں گھسیٹ کر لیے آتا ہوں آپ کے پاس۔"

دیوان جی مجھے تسلی دے کر چلے گئے۔ میں واپس حویلی میں آگیا جہاں درخشاں اور جیکب ڈرائنگ روم میں بیٹھے گفتگو کر رہے تھے۔ جیکب کب گھر سے واپس آیا مجھے اس کی متعلق کوئی خبر نہ ہو سکی بہرحال میں اس کی آواز سن کر ڈرائنگ روم میں چلا گیا۔ میرا خیال تھا کہ درخشاں کو میری مصروفیت کا علم نہ ہوگا لیکن میرا اندازہ غلط تھا۔ اس نے مجھے دیکھتے ہی پہلا سوال دیوان جی کے بارے میں کیا۔

"دیوان جی کی طبیعت اب کیسی ہے؟"

"خدا کا شکر ہے کہ اب وہ مکمل طور پر صحت یاب ہو چکے ہیں تھوڑی بہت کمزوری جو اتنے دنوں بستر پر پڑے رہنے سے جوڑوں پٹھوں میں آگئی ہے رفتہ رفتہ وہ بھی جاتی رہے گی۔"

"آپ نے انہیں کسی خاص مقصد سے بلوایا تھا؟"

"اوہ۔ ہاں۔" میں نے جلدی سے مسکراتے ہوئے کہا۔ "جاگیر کے سلسلے میں ایک اہم کام بہت دنوں سے درپیش تھا میں نے دیوان جی کو بلا کر وہ کام ان کے سپرد کر دیا ہے۔"

"کبھی فرصت ملے تو اپنا چوکھٹا بھی آئینے میں دیکھ لینا۔" اس بار جیکب نے مجھے مخاطب کیا۔

"کیوں میری صحت کو کیا ہوا؟"

"اس کا درست جواب تو بھابی ہی دے سکتی ہیں لیکن میرا ذاتی خیال ہے کہ تم پہلے کے مقابلے میں کچھ جھٹک گئے ہو۔"

"تم نے شاید میری صحت کا جائزہ اپنے آئینے میں لیا ہے۔" میں نے درخشاں کے قریب بیٹھتے ہوئے بے پروائی سے جواب دیا۔

"کیا مطلب ہے تمہاری اس بات کا؟"

"یہی کہ بھابی سلویا کی جدائی نے تمہارے ذہن پر جو اثر ڈالا ہے وہ آج بھی جوں کا توں برقرار ہے۔"

"شاید تمہارا اندازہ درست ہو۔" جیکب نے اپنی نشست پر پہلو بدلتے ہوئے کہا۔ "کچھ رشتے اتنے قریبی اور عزیز ہوتے ہیں کہ آسانی سے نہیں بھلائے جا سکتے، بھلانے کی کوشش کی جائے تو اور شدت سے یاد آنے لگتے ہیں۔"

"میرا ایک مشورہ قبول کرو گے؟"

"کیا؟"

"تم اپنے زخموں کو مندمل کرنے کی خاطر بطور مرہم ایک دوسری بیوی کا بندوبست کر ڈالو۔" میں نے جیکب کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔

درخشاں جلدی سے بولی۔ "اگر جیکب بھائی آمادہ ہوں تو میں ان کے لیے چاند سی دلہن تلاش کرنے کا وعدہ کرتی ہوں۔"

"ایسا غضب بھی نہ کرنا۔" میں یک لخت سنجیدہ ہوگیا۔ "اگر تم نے اس کے لیے چاند جیسی دلہن تلاش کر لی تو اس کا دماغ ہر وقت آسمان پر ہی رہے گا میرے خیال میں تو جیکب کے لیے کسی انتہائی مضبوط اور فربہ خاتون کی ضرورت ہے جو شوہر کا بوجھ بھی اٹھا سکے اور اس کے زخموں پر وافر مقدار میں مرہم بھی رکھ سکے۔"

"کیا مطلب؟" جیکب نے ہماری خاطر مسکراتے ہوئے کہا۔ "کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اس نئی آنے والی کے بوجھ تلے دب کر رہ جاؤں۔ نا بابا مجھے معاف ہی رکھو بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ بخشو میاں جمال' فادر جیکب لنڈورا ہی بھلا تو زیادہ مناسب ہوگا۔"

"لنڈورے تو تم شادی کے بعد بھی نظر آتے تھے۔" میں نے جیکب پر چوٹ کی تو درخشاں بول پڑی۔

"ہمیں بھی تو بتایئے۔ لنڈورا کسے کہتے ہیں؟"

"محاورے میں استعمال ہو تو اسے بے یار و مددگار کہتے ہیں اگر محاورے سے نکال کر دیکھا جائے تو دم کٹا نظر آتا ہے۔"

درخشاں میری وضاحت پر بے اختیار ہنس پڑی لیکن فوراً ہی جیکب کی دل آزاری کے خیال سے اپنا ہاتھ منہ پر رکھ لیا۔ جیکب نے اس مرتبہ پر میرے اوپر جملہ چست کرتے ہوئے درخشاں سے کہا۔

"یوں سمجھ لیجیے بھابی کہ اگر جمال کو آپ سے علیحدہ کر دیا جائے تو پھر یہ انسان کے بجائے دم کٹا ہی نظر آنے گا۔"

"تمہاری صحبت میں رہا تو عین ممکن ہے کہ بھونکنے کی عادت بھی پڑ جائے۔"

"مجھے مفت میں کیوں گھسیٹ رہے ہو۔ تم اگر بھونکنا چاہتے ہو تو بڑے شوق سے بھونکو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔" جیکب نے اس بار بھی بڑی حاضر دماغی کا ثبوت دیتے ہوئے کہا۔ "البتہ کارپوریشن والوں سے خطرہ ہے کہ کہیں وہ نہ پکڑ لے جائیں۔"

"اسی لیے تو مشورہ دے رہا ہوں کہ جتنی جلدی ممکن ہو گلے میں پٹا ڈال لو۔" میں نے برجستہ کہا تو جیکب لاجواب ہو کر ہنسنے لگا۔

شام کو چائے پینے کے بعد درخشاں رات کے کھانے کے سلسلے میں ملازموں کو ہدایت دینے کی خاطر کچن روم میں چلی گئی۔ میں وقت گزارنے کی خاطر اسٹڈی روم کی طرف جا رہا تھا کہ ملازم نے دیوان جی کی آمد کی اطلاع دی میں فوری طور پر واپس

tsurdu.blogspot.com

ہولیا لیکن پھر ملازم کو یہ تاکید کرنے کی خاطر ایک لمحے کو رک گیا کہ درخشاں کو میرے بارے میں کچھ نہ بتایا جائے اگر وہ ملاقاتی کمرے کی طرف جانے لگے تو مجھے بروقت اس کی اطلاع مل جانا چاہیے۔

ملازم کو ضروری تاکید کرنے کے بعد میں لمبے لمبے ڈگ مارتا احاطہ عبور کر کے ملاقاتی کمرے میں داخل ہوا تو وہاں دیوان جی کے ساتھ جگن چمار کو دیکھ کر میرے دل کی دھڑکن آپ ہی آپ تیز ہو گئی۔ چند لمحے ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی پھر میں نے دیوان جی کو مخاطب کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیا آپ نے جگن کو تمام حالات سے باخبر کر دیا ہے؟"

"میں پوری کتھا سن چکا ہوں سرکار۔" جگن نے کہا۔ "ہمارے بیری بھی کسی تاک میں تھے، وہ اپنا کام کر گئے۔"

"لیکن وہ لیڈی ڈاکٹر......؟"

"وہ کوئی کھشنی رہی ہوگی جس نے شکنتلا کا روپ دھار کر مالکن سے ملاقات کی پھر چمپت ہو گئی اور آپ سے جس بدمعاش سے فون پر بات چیت کی ہے وہ بھی ہمارے دشمن کا کوئی گرگا رہا ہوگا۔" جگن نے گہری سنجیدگی سے جواب دیا۔ "میں نے ان کو پھانسنے کے کارن بڑا سندر جال پھیلا رکھا تھا لیکن آپ نے سارا کھیل تماشا چوپٹ کر دیا۔ اگر مالکن کو حویلی سے باہر لے جانے سے پیشتر مجھے خبر کر دی ہوتی تو میں اپنے جال کو اور پھیلا دیتا اور وہ جو اپنا وار کر گئے اس سمے میری مٹھی میں ہوتے۔"

"جگن کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ وہ عورت جو درخشاں کو ملی تھی اس کی باتوں کا مقصد کیا تھا؟" میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"وہ اگر صرف بات کر کے چلی گئی ہے تو اب بھی کچھ نہیں بگڑا لیکن میں نہیں مان سکتا۔ میرا وشواس ہے کہ اس پلیدی جنی نے مالکن سے ہاتھ ضرور ملایا ہوگا۔"

"کیا مطلب؟"

"جال میاں۔" اس بار دیوان جی نے دبی زبان میں مجھے مخاطب کیا۔ "جگن کا کہنا ہے کہ وہ اب بھی اپنی کالی قوتوں کے زور سے لیڈی ڈاکٹر کا روپ اختیار کرنے والی عورت کو سامنے آنے پر مجبور کر سکتا ہے لیکن اس کے لیے چھوٹی مالکن سے کچھ ضروری باتیں دریافت کرنا ہوں گی۔"

میں دیوان جی کا مفہوم سمجھ گیا۔ کچھ دیر تک میں غور کرتا رہا کہ درخشاں کو جگن کے سامنے لاؤں یا نہ لاؤں پھر کچھ سوچ کر میں نے ہامی بھر لی اور اسی وقت جگن اور دیوان جی کو لے کر ڈرائنگ روم میں آ گیا۔ درخشاں کو جگن کے سامنے لانے سے پہلے میں نے اسے مختصراً کچھ باتیں بتا دیں مبادا کہ وہ بعد میں پریشان نہ ہو پھر میں درخشاں کو لیے ڈرائنگ روم میں داخل ہوا تو دیوان جی اور جگن دونوں تعظیماً اٹھ کھڑے ہوئے دیوان جی نے بڑے ادب سے سلام کیا اور جگن ہاتھ باندھ کر گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھ گیا۔

درخشاں میرے ساتھ صوفے پر بیٹھ گئی۔ چند لمحے ہمارے درمیان رسمی گفتگو ہوتی رہی، درخشاں نے بطور خاص دیوان جی سے ان کی صحت اور نئے گھر کے بارے میں دریافت کیا پھر میں نے جگن کی آمد کا مفہوم دوبارہ ظاہر کیا تو وہ سنبھل کر بیٹھ گئی میں نے جگن کو اشارہ کیا تو وہ ہاتھ جوڑ کر بولا۔

"مالکن مجھے آپ سے دو باتیں پوچھنی ہیں۔"

"کیا؟"

"اس عورت کا حلیہ کیا تھا جس نے اپنے آپ کو لیڈی ڈاکٹر بتایا تھا؟"

درخشاں اس سوال پر ایک لمحے کو جزبز ہو گئی پھر اپنی یادداشت کو کریدتے ہوئے اس نے نہایت تفصیل سے اس عورت کا حلیہ بتا دیا۔ جگن پوری توجہ سے سب کچھ ذہن نشین کر رہا تھا۔ درخشاں خاموش ہوئی تو اس نے دوبارہ ہاتھ باندھ کر التجا کرتے ہوئے کہا۔

"دوسری بات یہ ہے مالکن کہ کیا اس عورت نے آپ سے صرف سپنوں کی بات کی تھی یا کوئی اور حرکت بھی کی تھی؟"

"حرکت سے تمھاری کیا مراد ہے؟"

"کیا اس نے اپنے پلید ہاتھوں سے آپ کو چھونے کی کوشش کی تھی؟"

"ہاں اپنا تعارف کراتے ہوئے اس نے مجھ سے ہاتھ ملایا تھا لیکن اس کے بعد وہ صرف ایک دو باتیں کر کے چلی گئی۔ غالباً وہ کسی مریضہ کو دیکھنے جا رہی تھی۔"

"بس مالکن سیوک کو اور کچھ نہیں پوچھنا۔"

درخشاں دوبارہ اندر چلی گئی تو میں نے وضاحت طلب نظروں سے جگن کو دیکھا جو کسی گہری سوچ میں مستغرق نظر آ رہا تھا۔ میں نے ایک نظر دیوان جی پر ڈالی تو وہ بھی گم صم نظر آ رہے تھے۔ یہ معاملہ یقیناً اہم تھا۔ جگن نے درخشاں سے ملنے سے پیشتر ہی کہا تھا کہ اگر نامعلوم عورت نے محض درخشاں سے بات کی ہے تو کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن اس کے ساتھ جگن نے بے حد یقین سے اس بات کی پیش گوئی بھی کی تھی اس نے درخشاں سے ہاتھ ضرور ملایا ہوگا اور اب اس کی تصدیق ہو جانے کے بعد وہ کسی گہری سوچ میں غرق ہو گیا تھا۔ مجھے یہ سب کچھ سوچ کر

ہول آنے لگا۔ میں نے بڑی بے چینی سے جگن کو مخاطب کیا۔
"جگن۔ تم مجھے صرف اتنا بتا دو کہ اس عورت کا مقصد کیا ہے؟"

"آپ فکر نہ کریں مالک میں کل کا سورج نکلنے سے پیشتر اس کلنکنی کو پاتال سے بھی ڈھونڈ نکالوں گا۔" جگن نے نہایت سفاک انداز میں کہا پھر اٹھتے ہوئے بولا۔ "مجھے اجازت دیں سرکار۔ ابھی مجھے بہت سارے کام کرنا ہوں گے۔"

"تم نے اس عورت کے ہاتھ ملانے کا مقصد نہیں بتایا۔" میں نے بدستور سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"اسے سامنے آلینے دیجیے سرکار۔ باتیں باقی خود ہی کھل جائیں گی۔"

جگن اپنا جملہ مکمل کر کے تیزی سے دروازے کی سمت بڑھا پھر یک لخت کسی اچانک خیال کے تحت دوبارہ پلٹ کر میرے قریب آتے ہوئے دبی زبان میں بولا۔

"سرکار۔ کیا آپ اس عورت سے ملنا پسند کریں گے؟"

"کیا ایسا ممکن ہو سکتا ہے؟" میں نے پرجوش لہجے میں اس سے پوچھا۔

"جگن ناممکن کو بھی ممکن بنانے کی قوت رکھتا ہے سرکار۔" جگن نے سرسراتی آواز میں جواب دیا پھر اس نے اپنی دھوتی کے بل کھول کر اس میں سے ایک چاندی کی ڈبیا نکالی۔ ڈبیا کے اندر خشک مٹی کا سفوف بند تھا۔ مٹی کی ایک چٹکی وہ بڑی احتیاط سے میری ہتھیلی پر رکھتا ہوا بولا۔ "اسے پڑیا بنا کر اپنے جیب میں ڈال لیجیے سرکار۔ جگن نے پورے ایک سو ایک دن شمشان گھاٹ کے ویرانوں میں بیٹھ کر کٹھن جاپ کیا ہے تب جا کر یہ مٹی حاصل کی ہے۔"

"لیکن میں اس مٹی کا کیا کروں گا؟"

"یہ مٹی نہیں کسوٹی ہے سرکار کھرے کھوٹے کی پہچان کرنے والی کسوٹی۔" جگن نے تیزی سے کہا۔ "میں اندھیرا پھیلنے کے کچھ دیر بعد اس کلنکنی کا ایک پتلا بنا کر آپ کی بیٹھک کی دہلیز کے نیچے دبا جاؤں گا اور پھر اگر وہ حرافہ سات سمندر پار بھی پہنچی ہوئی تو بھی چاند ڈوبنے سے پیشتر آپ کے پاس پہنچے گی۔ پر آپ ذرا احتیاط اور ہوشیاری سے کام لیجیے گا۔ ایک بار اگر وہ ہمارے چنگل میں آ کر نکل گئی تو دوبارہ ہاتھ نہیں آئے گی۔"

"تم فکر مت کرو۔ میں بے چینی سے اس کی آمد کا انتظار کروں گا۔" میں نے ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔

"انتقام کی آگ انسان کو اندھا کر دیتی ہے سرکار۔ اسی کارن میں نے آپ کو مرگھٹ کا یہ سونا (مٹی) دیا ہے۔

مریخ کا مسافر

مریخ سے ایک شخص پہلی بار زمین پر آیا اور جس شہر میں اترا وہاں کی سیر و تفریح کرنے کے لیے ادھر ادھر گھومنے پھرنے لگا۔ چلتے چلتے وہ ایک بڑے ریستوران میں پہنچا۔ میزوں پر بیٹھے ہوئے لوگ کھانے پینے میں مصروف تھے۔ مریخ کے باشندے کو وہ لوگ بالکل پسند نہیں آئے۔ اچانک اس کی نظر ریستوران کے کونے میں رکھی ہوئی وزن کرنے والی مشین پر پڑی وہ آہستہ آہستہ ٹہلتا ہوا اس کے پاس گیا اور بولا۔ "ایک بات بتاؤ تم جیسی حسینہ یہاں اکیلی بیٹھی کیا کر رہی ہے؟"

آپ بھول کر بھی اس کلنکنی کو ہاتھ نہ لگایئے گا اور اگر آپ کے من میں آگ بھڑک اٹھے تو اس مٹی کو اس کے پلید شریر پر ڈال دیجیے گا۔ باقی کام خود بخود نمٹ جائے گا۔"

جگن ڈرائنگ روم سے نکل گیا تو دیوان جی نے میرے قریب آتے ہوئے کہا۔

"جمال میاں۔ آپ کا یہ خادم ابھی زندہ ہے، کسی بات کی فکر نہ کیجیے گا اور۔ آج کی رات میں بھی اسی حویلی میں آپ کے ساتھ گزاروں گا۔"

"دیوان جی۔"

"مجھے منع مت کیجیے گا چھوٹے سرکار۔ میرے اوپر اس حویلی کے بہت سارے احسانات ہیں۔" دیوان جی نے مجھے بولنے کا موقع نہیں دیا۔ اپنی بات کہی پھر لمبے لمبے قدم اٹھاتے وہ بھی جگن کے تعاقب میں باہر چلے گئے اور میں اپنی جگہ کسی بت کی طرح ایستادہ خاموش کھڑا حالات پر غور کرنے لگا۔

❖

وہ رات میری زندگی سب سے زیادہ منحوس بھیانک اور خوف ناک رات ثابت ہوئی۔

درخشاں کو صرف یہی معلوم تھا کہ میں نے جگن کو محض لیڈی ڈاکٹر شکنتلا کی اصلیت کا راز معلوم کرنے کے لیے ہی طلب کیا ہے۔ بعد کی گفتگو کے بارے میں وہ قطعی لاعلم تھی۔ اگر حالات کی سنگینیوں سے باخبر ہوتی تو شاید وہ بھی رات اپنی دراز پلکوں تلے گزار دیتی لیکن وہ جس دور سے گزر رہی تھی اس میں میں نے اسے مزید کچھ بتانا مناسب نہیں سمجھا۔ پھر بھی اس نے سونے سے پیشتر بڑی محبت اور خلوص سے میری گردن میں بانہیں ڈال کر دریافت کیا تھا۔

"جمال۔ جگن نے تمہیں کوئی خطرے کی بات تو نہیں

بتائی تھی؟"

"خطرہ؟" میں نے چونکنے اور خود کو بے پروا ظاہر کرنے کی نہایت خوب صورت اداکاری کرتے ہوئے پوچھا "خطرہ کیا؟"

"میں نے یونہی ایک بات پوچھ لی تھی۔" وہ میرے بالوں سے کھیلتے ہوئے بولی۔ "آپ نے وعدہ کیا ہے کہ مجھے کوئی بات بتلانے میں بخل سے کام نہیں لیں گے۔"

"سو جاؤ میری زندگی، رات خاصی ہو چکی ہے۔"

"اچھا۔" اس نے کسی سعادت مند بچے کی طرح جواب دیا پھر بڑی معصومیت سے آنکھیں بند کر لیں۔ میں پیار سے اس کے شانے کو آہستہ آہستہ تھپکنے لگا۔ میری خواہش تھی کہ درخشاں جلد از جلد سو جائے اور اسی مقصد کے پیش نظر اس رات میں نے پہلی بار اپنی شریک زندگی کے ساتھ ایک دھوکا کیا تھا۔ دودھ میں خواب آور دوا بھی پلا دی تاکہ وہ اس عورت کو دوبارہ نہ دیکھ سکے جس کی ملاقات اس کی زندگی میں ایک تلخ زہر گھول گئی تھی۔

میری نظریں بار بار دیوار گیر گھڑی کی جانب اٹھ رہی تھیں پھر رات کے ساڑھے دس بجے جب درخشاں خواب خرگوش میں مدہوش ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گئی تو میں نے اس کا سر اپنے بازوؤں کے حصار سے آزاد کیا۔ نہایت آہستہ سے اٹھ کر خواب گاہ کا دروازہ کھولا اور دبے قدموں چلتا ہوا باہر آ گیا۔ با اعتماد ملازموں کو خواب گاہ کی طرف سے چوکس رہنے کی تاکید کرنے کے بعد میں احاطے والے ملاقاتی کمرے میں آ گیا جہاں دیوان جی ایک صوفے پر نیم دراز تھے مجھے دیکھتے ہی وہ جلدی سے بڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔

ملازم میری ہدایت کے مطابق تھرماس میں تیار چائے بھر کر پہلے ہی رکھ گیا تھا۔ بدلتے حالات اور جگن کی پراسرار باتوں نے میرے اعصاب کو جھنجوڑ کر رکھ دیا تھا چنانچہ میں نے چائے کا ایک گرما گرم پیالہ پی کر خود کو قدرے پرسکون کیا پھر دیوان جی سے بولا۔

"کیا آپ کو امید ہے کہ وہ عورت جو ہماری دشمن ہے اور جس نے ہمارے دشمنوں کی کسی خطرناک سازش کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر اسپتال میں درخشاں سے ہاتھ ملایا تھا، دوبارہ ہمارے سامنے آنے کی حماقت کرے گی۔"

"بحیثیت مسلمان تو میں ان باتوں پر یقین نہیں رکھتا جمال میاں لیکن ماضی میں جو تجربے اور واقعات میری نظروں سے گزر چکے ہیں ان کے پیش نظر سب کچھ سوچا جا سکتا ہے۔"

"یہاں سے واپسی پر آپ کے اور جگن کے درمیان کیا گفتگو ہوئی تھی؟" میں نے اپنے اعصاب کو مزید سکون بخشنے کی خاطر ایک سگار سلگاتے ہوئے پوچھا۔ "کیا اس نے آپ کو یہ بتایا کہ وہ عورت درخشاں سے کیوں ملی تھی اور اس کا اصل مقصد کیا تھا؟"

"میں نے جگن کو کریدنے کی کوشش کی تھی مگر وہ مجھے بھی ٹال گیا۔"

"گویا وہ سب کچھ جانتا ہے۔"

"میرا بھی اندازہ ہے لیکن وہ بات یقیناً اتنی ہی اہم اور خاص ہو گی جسے وہ خود اپنی زبان سے نہیں کہنا چاہتا۔" دیوان جی نے اپنی نشست پر پہلو بدلتے ہوئے جواب دیا۔ "میرے اصرار پر اس نے یہی کہا تھا کہ وہ عورت اپنی زبان سے سب کچھ قبول دے گی۔"

"اگر وہ عورت نہ آئی تو؟"

"خدا پر بھروسہ رکھیے۔" دیوان جی مجھے تسلی دیتے ہوئے بولے۔ "جو بھی ہو گا اسی کے حکم اور اشارے پر ہو گا۔ اس کی مرضی کے بغیر کوئی ہمارا بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔"

"آپ یہاں سے جانے کے بعد جگن کے ساتھ کتنی دیر تک رہے؟" میں نے سگار کا ایک طویل کش لیتے ہوئے وکیلوں جیسے انداز میں دریافت کیا۔

"تقریباً ڈیڑھ گھنٹے تک وہ میرے ساتھ ہی رہا۔" دیوان جی نے سنجیدگی سے کہا۔ "اسی دوران میں نے جگن کا وہ کرشمہ بھی دیکھ لیا جو اس نے شکنتلا نامی عورت کو جلانے کی خاطر کیا ہے۔"

"وہ کیا؟" میں نے اضطراری کیفیت سے دریافت کیا۔

"وہ صرف سفلی ہی کا ماہر نہیں ہے پتلے بنانے میں بھی اپنا جواب نہیں رکھتا۔ میری موجودگی میں اس نے چھوٹی بیگم کے بتائے ہوئے ناک نقشے کے عین مطابق کوئی پینتیس چالیس منٹ کے اندر اندر مٹی کا وہ پتلا تیار کر لیا پھر اس نے پتلے کے دل اور دماغ کی جگہ کچھ سوئیاں بھی نہ جانے کون سا عمل پڑھ کر پیوست کر دیں۔ میں نے ان سوئیوں کے بارے میں دریافت کیا تو جگن نے کہا کہ وہی پڑھی ہوئی سوئیاں اس عورت کو ہمارے سامنے آنے پر مجبور کریں گی۔"

"وہ پتلا کہاں دفن کیا گیا ہے؟"

"اسی بیٹھک کے باہر۔" دیوان جی نے کہا پھر کچھ سوچتے ہوئے پوچھا۔ "جمال میاں وہ سفوف تو آپ کے پاس ہے نا جو جگن دے گیا تھا؟"

"ہاں، موجود ہے۔" میں نے جیب میں پڑی ہوئی اس شیشے کی ڈبیہ کو ٹٹولتے ہوئے کہا جس میں میں نے جگن کی دی ہوئی مٹی کو محفوظ کر لیا تھا۔

"وہ ہمارے لیے بے حد کارآمد ہو گا۔" دیوان جی نے کہا۔

itsurdu.blogspot.com

"جگن کے کہنے کے مطابق وہ عورت کسی بھی روپ میں ہمارے سامنے آسکتی ہے۔ اس کی اصلیت جاننے کی خاطر وہی مرگھٹ کی مٹی ہمارے کام آئے گی اور۔۔۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ عورت محض ایک فریب ہو دھوکا ہو۔"

"میں چونک اٹھا۔" میں آپ کا مطلب نہیں سمجھا۔"

"مطلب تو ابھی تک میری کھوپڑی میں بھی نہیں آسکا چھوٹے سرکار مگر جگن نے یہی کہا تھا کہ ایسے گندے عمل کو کرنے کی خاطر اکثر ان روحوں کو تسخیر کر لیا جاتا ہے جو برسوں پہلے اپنے خاکی جسم کو چھوڑ چکی ہوتی ہیں اور عارضی طور پر کسی جسم میں حلول ہو کر عامل کے اشارے پر اس کا کام کرنے پر مجبور ہو جاتی ہیں۔"

"کیا آپ ان باتوں کو تسلیم کر سکتے ہیں؟"

"ہندو دھرم میں آواگون کا عقیدہ بھی موجود ہے اور پھر یہ دنیا کسی عجائب خانے سے کم تو نہیں۔" دیوان جی بولے۔ "آج بھی بے شمار ایسی زمینیں موجود ہیں جو عقل کو حیران کر دیتی ہیں۔ ایسے علاقے بھی ضرور موجود ہوں گے جہاں ابھی تک انسان کا گزر نہ ہوا ہو گا۔ وہاں کے اسرار نہ جانے کیا ہوں گے اور۔۔۔"

اور پھر قبل اس کے دیوان جی اپنا جملہ مکمل کرتے دروازے پر ہونے والی دستک نے انھیں ایک دم خاموش کر دیا۔ میرے دل کی دھڑکنیں بھی دستک کی آواز سن کر تیز ہو گئیں۔ میں نے دستی گھڑی پر نظر ڈالی۔ گیارہ بج کر چالیس منٹ کا عمل تھا۔ میں نے دیوان جی کو دیکھا جن کی نظریں بدستور دروازے پر مرکوز تھیں اور ان کے ہونٹ تیزی سے حرکت کر رہے تھے۔ غالباً وہ کوئی وظیفہ پڑھ رہے تھے۔

دوسری بار دستک کی آواز ابھری تو دیوان جی آہستہ سے اٹھے اپنا وظیفہ ختم کر کے انھوں نے پہلے میرے اوپر دم کیا پھر اپنے سینے پر پھونک مارتے ہوئے آگے بڑھے اور دروازے کی چٹخنی کھول دی۔ خوف کی ایک انجانی لہر میرے اعصاب پر طاری ہو گئی۔ مگر دیوان جی نے دروازہ کھولا تو ان کے علاوہ میں بھی دم بخود رہ گیا۔ ہمارے سامنے دروازے کے بیچوں بیچ جو عورت کھڑی تھی وہ آنند کمار کی بیوی کماری نرملا کے سوا کوئی اور نہیں تھی۔ اس کے جسم پر اس وقت شب خوابی کا خوب صورت گاؤن موجود تھا۔ شاید وہ کسی اہم ضرورت کے پیش نظر اتنی جلدی میں اپنے گھر سے نکلی تھی کہ لباس کی تبدیلی کا دھیان بھی نہ کر سکی۔ اس کی آنکھوں کی ویرانی بتا رہی تھی کہ وہ کسی سنگین صورت حال سے دوچار ہونے کے بعد ہی ہمارے پاس آئی ہے۔

"کماری نرملا۔ آپ؟" میں نے تیزی سے اٹھتے ہوئے حیرت سے دریافت کیا۔ "خیریت تو ہے؟"

"جمال صاحب۔ میں آپ کو اس وقت ایک اہم اطلاع دینے آئی ہوں۔ میرے پاس وقت بہت کم ہے۔ اگر کسی کو اس بات کا علم ہو گیا کہ میں نے یہ راز آپ کو بتا دیا ہے تو سارا کھیل بگڑ جائے گا۔" نرملا نے بے حد بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا پھر اندر آ کر دروازہ بھیڑ دیا۔ دیوان جی نرملا کو دیکھ کر ایک طرف ہٹ گئے تھے۔

"آپ پریشان نہ ہوں۔ میری حویلی میں آپ بالکل محفوظ ہیں۔" میں نے نرملا کو تسلی دیتے ہوئے کہا۔ "پہلے بیٹھ کر آپ کچھ دیر سستا لیں پھر آرام سے اپنے آنے کا مقصد بیان کریں۔"

"میرے پاس اتنا وقت نہیں ہے مسٹر جمال۔" نرملا نے بدستور بوکھلائے ہوئے لہجے میں کہا۔ "آپ نے ضمانت کے سلسلے میں مجھ پر جو احسان کیا ہے میں اس کا کچھ بوجھ کم کرنے کی خاطر سیکڑوں خطرات سے گزر کر یہاں آئی ہوں۔ میری بات غور سے سنیے۔ وہ عورت جو درخشاں سے اسپتال میں ملی تھی اسے مرے ہوئے بائیس سال گزر چکے ہیں۔ پنڈت گنیش مہاراج نے اپنی شکتی کے زور سے اس کی آتما کو ایک خوب صورت روپ دھارنے پر مجبور کر دیا تھا اور اس نے آپ کی دھرم بہنی سے صرف اس لیے ہاتھ ملایا تھا کہ وہ آپ کی خوشیوں کو برباد کر سکے۔"

"کیا؟" میں حیرت سے اچھل پڑا۔ "کیا وہ درخشاں کو مارنا چاہتے ہیں؟"

"میں پورے وشواس سے کچھ نہیں کہہ سکتی لیکن میرا خیال ہے کہ گنیش مہاراج جو جگن کے ڈر سے دیوی کی شرن میں چھپا بیٹھا ہے وہ تمہاری دھرم بہنی اور اس کے ہونے والے بچے دونوں کو مارنا چاہتا ہے۔"

"آپ کو یہ باتیں کیسے معلوم ہوئیں؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"آنند کمار کے ذریعے۔" نرملا نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "وہ آج نشے میں بری طرح دھت تھا اس لیے ترنگ میں آ کر سب کچھ بتا گیا لیکن یہ تاکید بھی کی ہے کہ میں اس راز کو صرف اپنی ذات تک محدود رکھوں۔ میں اسے دھوکا دے کر بڑی مشکلوں سے بھاگ کر یہاں تک آئی ہوں اور اب میری واپسی بھی بہت ضروری ہے۔"

"نرملا دیوی۔ کیا آپ بتا سکتی ہیں کہ گنیش مہاراج کس مندر میں اور کون سی دیوی کی پناہ میں ہے؟" میں نے غصے سے تلملاتے ہوئے کہا۔ "میں آپ کا یہ احسان کبھی نہ بھولوں گا اور آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ آپ کا نام بھی درمیان میں نہ آئے گا۔"

itsurdu.blogspot.com

"آپ گنیش مہاراج کا کیا کریں گے؟"

"میں اسے کتوں کی موت ماروں گا۔ وہ میری زندگی اور میری خوشیاں مجھ سے چھیننا چاہتا ہے لیکن میں اس سے پہلے ہی اس کے منحوس اور گندے وجود کو نیست و نابود کر ڈالوں گا۔"

"مجھے افسوس ہے مسٹر جمال! میں آپ کو گنیش مہاراج کے بارے میں کچھ نہیں بتا سکتی۔ میں مجبور ہوں۔"

"نرملا دیوی۔ میں آپ کے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں پلیز! مجھے گنیش مہاراج کا پتہ بتا دیجیے۔" میں نے بڑی لجاجت سے کہا۔

"نہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتی۔ میں مجبور ہوں اور اور اب میں واپس جا رہی ہوں۔"

نرملا واپس جانے کے لیے مڑی تو دیوان جی جو ہماری گفتگو کے دوران خاموش کھڑے تھے ایک دم لپک کر نرملا اور دروازے کے درمیان حائل ہو گئے۔ مجھے دیوان جی کی وہ حرکت بے حد گراں گزری لیکن قبل اس کے کہ میں دیوان جی سے کچھ کہتا انھوں نے کماری نرملا کو گھورتے ہوئے خشک آواز میں مخاطب کیا۔

"آپ کو گنیش مہاراج کا پتہ ہر قیمت پر بتانا ہو گا۔"

"جمال!" نرملا نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔ "تمھارا یہ ملازم بے حد گستاخ اور بے ہودہ معلوم ہوتا ہے۔ اس سے کہو کہ میرا راستہ چھوڑ دے ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا۔"

"دیوان جی! آپ ...."

"آپ درمیان میں نہ بولیں چھوٹے سرکار۔" دیوان جی نے بدستور بگڑتے ہوئے تیوروں سے میری بات کاٹتے ہوئے کہا پھر نرملا سے بولے۔ "نرملا دیوی کیا تم خان شہباز خان کو یہ بتانا پسند کرو گی کہ تمھاری اصلیت کیا ہے اور تم ہمارے دشمن کا پتہ بتانے سے کیوں گھبرا رہی ہو؟"

دیوان جی کا لہجہ بے حد گستاخانہ تھا۔ میں نے آگے بڑھنا چاہا تو دیوان جی چیخ اٹھے۔

"جمال میاں۔ خبردار آگے نہ بڑھیے گا۔"

"دیوان جی!" میں نے کڑک کر کہا۔ "کیا آپ اس وقت اپنے ہوش میں نہیں ہیں؟"

"اتنی خوب صورت اور دلنواز نگاہوں کے سامنے ہو تو ہوش کہاں قائم رہتا ہے۔" دیوان جی نے نرملا کو گھورتے ہوئے کہا پھر فیصلہ کن انداز میں بولے۔ "آپ جب تک کماری نرملا کو کسوٹی پر نہیں پرکھ لیں گے میں اسے واپس نہیں جانے دوں گا۔"

کسوٹی کے حوالے پر مجھے جگن کی دی ہوئی مرگھٹ کی مٹی یاد آ گئی۔ میں نے دیوان جی کے کہنے پر عمل کرنے میں دیر نہیں لگائی۔ جیب سے ڈبیا نکال کر اس کی مٹی نرملا کی سمت اچھال دی اور پھر جو کچھ ہوا اس کی یاد آج بھی میرے جسم کے رونگٹے کھڑے کر دیتی ہے۔ مرگھٹ کی مٹی جیسے ہی نرملا کے جسم سے ٹکرائی وہ ایک بھیانک چیخ مار کر فرش پر لوٹ پوٹ ہونے لگی پھر اس کے جسم کا گوشت آہستہ آہستہ غائب ہونے لگا۔ میرے دیکھتے ہی دیکھتے وہاں صرف سالخوردہ ہڈیوں کا ڈھیر رہ گیا پھر دھند کا ایک دائرہ اچانک نمودار ہوا اور ان ہڈیوں کو بھی نہ جانے کس طرح چھو منتر کر گیا۔

کمرے میں میرے اور دیوان جی کے سوا اور کوئی نہیں تھا۔ میں سکتے کی کیفیت سے دوچار اپنی جگہ بت بنا کھڑا اس جگہ کو پھٹی پھٹی نظروں سے ٹکٹکی باندھے دیکھتا رہا۔ جہاں محض ایک منٹ پیشتر کماری نرملا کا جسم شب خوابی کے ہیجان خیز ملبوس میں نظر آ رہا تھا لیکن وہ سب ہماری نظروں اور کانوں کا فریب تھا۔ اگر دیوان جی نے بروقت اپنی حاضر دماغی سے کام نہ لیا ہوتا تو شاید لیڈی ڈاکٹر شکنتلا کا راز ہمیشہ راز ہی رہتا۔

وہ رات میری زندگی کی سب سے ہولناک رات تھی میں ایک لمحہ کو بھی نہ سو سکا اور صبح ہوتے جب مجھ پر غنودگی طاری ہو رہی تھی تو فون کی گھنٹی کی تیز آواز نے مجھے دوبارہ ہڑبڑا کر بیدار ہونے پر مجبور کر دیا۔ عام حالات میں میرا اصول تھا کہ خواب گاہ میں لگے ہوئے فون کا کنکشن سونے سے پیشتر علیحدہ کر دیا کرتا تھا بہرحال میں نے اس خیال سے کہ کہیں درخشاں کی نیند اچاٹ نہ ہو جائے فوری طور پر ریسیور اٹھا کر کان سے لگا لیا۔

"ہیلو۔" میں نے مدھم آواز میں ماؤتھ پیس میں کہا۔

"جمال اصغر؟"

"میں آنند بول رہا ہوں مسٹر جمال۔ آپ کو ایک بری خبر سنانا ہے۔"

"کیا؟"

"نرملا نے اپنے گلے میں پھندا ڈال کر خودکشی کر لی ہے۔"

"یہ کب ہوا؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔

"گزشتہ رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے۔ میں نے اس وقت آپ کو ڈسٹرب کرنا مناسب نہیں سمجھا تھا۔"

آنند کمار کا جواب سن کر مجھے جھرجھری آ گئی اور ریسیور میرے ہاتھ سے چھوٹ کر دبیز قالین پر گر گیا۔

ifsurdu.blogspot.com

دیوان جی کی بروقت مداخلت نے ایک بار پھر مجھے دشمنوں کے فریب سے بچالیا۔ جگن نے بھی کہا تھا کہ اگر ایک بار لیڈی ڈاکٹر شکنتلا کا روپ اختیار کرنے والی روح میرے سامنے آکر واپس چلی گئی تو دوبارہ ہاتھ نہیں آسکے گی۔ میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میرے موذی دشمنوں نے اپنی سازش کامیاب بنانے کی خاطر کسی بھٹکتی ہوئی روح کے لیے کماری نرملا کا جسم خالی کرالیا ہوگا۔

آنند کمار ایک ذی حیثیت اور کاروباری شخص تھا۔ درخشاں کے سلسلے میں وہ در پردہ پنڈتوں اور پجاریوں کا ساتھ دے رہا تھا پھر ایک موڑ پر اسے کماری نرملا کو بچانے کی خاطر میری ضرورت درپیش آگئی۔ میں نے نرملا کی ضمانت کرالی تو وہ میرا گرویدہ ہو گیا۔ میرے دشمنوں کو غالباً اس کی نیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ ان کے ہاتھ بہت لمبے تھے، وہ اپنی شکتی اور کالی قوتوں کے زور سے دلوں کا بھید بھی پڑھ سکتے تھے۔ انھوں نے آنند کمار کے ذہن میں جھانک کر اندازہ لگالیا ہوگا کہ اب وہ ان کے کام کا نہیں رہا اور تب ہی انھوں نے کماری نرملا کو خودکشی پر مجبور کر کے آنند کو تنبیہہ کرنے کی کوشش کی ہوگی۔ اس طرح انھوں نے ایک تیر سے دو شکار کیے تھے۔

لیکن مجھے نرملا کی موت یا آنند کمار سے کوئی دل چسپی نہیں تھی۔ شکنتلا کون تھی؟ اس کی روح دنیا میں کب سے اور کیوں بھٹکتی پھر رہی تھی؟ مجھے ان باتوں سے کوئی دل چسپی اور سروکار نہیں تھا۔ میرے ذہن میں تو بس روح کی کہی ہوئی ایک بات صدائے بازگشت بن کر گونجتی پھر رہی تھی۔ اس نے مجھے یہی بتایا تھا کہ پنڈت گنیش مہاراج جو کسی مندر میں چھپا بیٹھا ہے میری درخشاں اور اس کے وجود میں پرورش پانے والی معصوم اور بے گناہ روح کو مٹانے کے منصوبے بنا رہا تھا۔ اپنی ناپاک سازش کو عملی جامہ پہنانے کی خاطر ہی اس نے شکنتلا کی روح کو درخشاں سے ہاتھ ملانے پر مجبور کیا تھا۔

وہ اپنی سازش میں کامیاب ہو چکے تھے اور اس بات کا علم ہو جانے کے بعد میری جو کیفیت تھی اس کا اندازہ میرے سوا اور کون لگا سکتا تھا؟ پنڈت اوم پرکاش کی موت کے وقت گنیش مہاراج نے مجھے اس خطرے کا قبل از وقت ایک مبہم سا اشارہ کیا تھا، کاش میں اس کا اشارہ سمجھ گیا ہوتا تو اسی روز یا تو گنیش مہاراج کو ختم کر دیتا یا پھر درخشاں اور اپنے معصوم بچے کی جان بچانے کی خاطر خود قربان ہو جاتا۔ لیکن میں مجبور تھا۔ قدرت نے میری قسمت میں جو المناک داستان رقم کر دی تھی اسے جھلا میں خود اپنے ہاتھوں کیسے مٹا سکتا تھا۔

دوسری صبح میں دیوان جی کو ساتھ لے کر جگن کی طرف گیا، میں پہلی فرصت میں جگن سے ملاقات کرنا چاہتا تھا۔ میں جاننا چاہتا تھا کہ میری تقدیر میں کیا لکھا ہے اور درخشاں اور اس کے ہونے والے بچے کی زندگی کس طرح دشمنوں کی ناپاک اور گندی سازشوں سے محفوظ رکھی جا سکتی ہے۔

جگن مجھے اپنے ٹھکانے پر مل گیا۔ گزشتہ رات جو واقعات رونما ہوئے تھے وہ ان کی تفصیل جانتا تھا۔ دیوان جی نے اسے آئندہ پیش آنے والے حالات کے سلسلے میں کریدا تو وہ ہونٹ چبانے لگا۔ اس کے چہرے پر جو تاثرات ابھرے، وہ اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ کسی ذہنی کشمکش کو سلجھانے میں الجھتا جا رہا ہے۔ اس کی آنکھوں کی چمک اس وقت مجھے کچھ پھیکی پھیکی اور ماند سی نظر آ رہی تھی۔ خاصی دیر تک وہ خاموش بیٹھا اپنے خیالوں میں گم رہا تو مجھے اس کی خاموشی گراں گزرنے لگی، دیوان جی نے میری کیفیت محسوس کی تو جگن سے بولے۔

”اندھیروں میں کہاں بھٹک رہا ہے۔ کچھ منہ سے پھوٹے گا بھی؟“

”راستہ کھو گیا ہے استاد۔“ جگن نے پہلو بدل کر سنجیدگی سے جواب دیا۔ ”دور کا سرا تلاش کر رہا ہوں۔“

”کیا مطلب؟“

”تم لوگوں نے جلدی کر کے سارے کھیل تماشے کا ستیاناس کر دیا — میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ اگر وہ ایک بار ہاتھ سے نکل گئی تو دوبارہ قابو نہیں آئے گی۔“

”لیکن ہم سے کیا غلطی ہوئی؟“ میں نے بڑی بے چینی سے دریافت کیا۔

”آپ نے نرملا کے شریر میں چھپی آتما پر مٹی پھینکنے میں جلدی کر دی۔“

”کیا مطلب ہے تیرا؟“ دیوان جی کا لہجہ تیکھا ہو گیا۔ ”کیا تو نے وہ مٹی ہمیں اپنی قبر پر ڈالنے کی خاطر دی تھی؟“

”غلط مت سمجھو استاد!“ جگن نے وضاحت پیش کرتے ہوئے کہا۔ ”تمھیں اس پر مرگھٹ کی مٹی اچھالنے سے پیشتر پنڈت گنیش مہاراج کا کھوج نکال لینا چاہیے تھا۔“

”مگر اس نے کہا تھا کہ وہ گنیش مہاراج کے سلسلے میں اپنی زبان نہیں کھول سکتی۔ وہ مجبور تھی۔“ میں نے اس کو جلدی سے جواب دیا۔

”اسے گنیش مہاراج نے منع کر دیا تھا مالک لیکن آپ اسے چھوڑ دینے کا لالچ دیتے تو وہ کھل جاتی۔“

"وہ تو جو ہونا تھا ہو گیا۔ یہ بتا اب کیا ہو گا؟" دیوان جی نے سنبھلتے ہوئے دریافت کیا۔

"تم ان باتوں کو نہیں سمجھ سکتے استاد۔" جگن ہاتھ ملتے ہوئے بولا۔ "اگر مجھے پنڈت گنیش مہاراج کا کھوج مل جائے تو میں اسے بڑی آسانی سے ٹھکانے لگا سکتا ہوں لیکن جب تک وہ زندہ ہے خطرات ہمارے سروں پر منڈلاتے رہیں گے۔"

"تیری کالی طاقتیں کس دن کام آئیں گی؟"

"کالی طاقتوں کا بھی اپنا ایک اصول ہوتا ہے۔ ہم ایک جگہ بیٹھے بیٹھے اپنی شکتی کے زور سے ہزاروں میل دور رہنے والے دشمن کو بھی بہ آسانی ٹھکانے لگا سکتے ہیں لیکن جہاں دیوی اور دیوتاؤں کا ذکر آ جائے وہاں ہماری شکتی بھی کام نہیں آ سکتی۔"

"تو اپنے جنتر منتر کے موکلوں کو ذرا ادھر اُدھر دوڑا بھگا کر دیکھ تو سہی ہو سکتا ہے کہ گنیش کہیں کسی کھنڈروں میں چھپا نظر آ جائے۔"

"میں سارے جتن کر چکا ہوں مجھے یقین ہے کہ اس دشٹ نے کہیں کالی کے چرنوں میں پناہ لی ہو گی۔"

"کالی گوری کو تو جان اور تیرا کام جانے۔ ہم تو تجھ سے یہ پوچھنے آئے ہیں کہ ہماری چھوٹی مالکن کو خدانخواستہ کوئی خطرہ تو درپیش نہیں ہے؟"

جگن نے اس سوال پر چونک کر میری طرف دیکھا پھر جلدی سے پہلو بدل کر بولا۔ "گنیش ایک بار ہاتھ آ جائے تو سارے الٹے کام سیدھے ہو سکتے ہیں۔"

"وہ اگر ہاتھ نہ آیا تو کیا ہو گا؟" میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے پوچھا۔ جگن کے جواب سے مجھے اس کی مایوسی اور بے بسی کا اندازہ ہو رہا تھا۔

"میں کوئی اور راستہ تلاش کرنے کی کوشش کروں گا لیکن گنیش...."

"جہنم میں گیا گنیش۔" دیوان جی میری کیفیت اور جگن کی باتوں کا اندازہ لگا کے تلملا کر بولے۔ "سیدھی طرح کیوں نہیں کہتا کہ تو ہمارے دشمنوں کے آگے جھول کھا رہا ہے۔"

"وقت وقت کی بات ہے استاد ورنہ جگن کے آگے آج تک کسی کا چراغ روشن نہیں ہو سکا۔"

"جگن۔" میں نے بے حد سنجیدگی سے پوچھا۔ "کیا تم میرے ایک سوال کا ٹھیک ٹھیک جواب دو گے؟"

"پوچھیے مالک۔"

"درخشاں اور اس کے ہونے والے بچے کو کیا خطرہ پیش آ سکتا ہے؟"

"دشمنوں نے شکنتلا کی گندی آتما سے جو کام لیا ہے وہ بڑا خطرناک ہے مالک۔" جگن نے دبی زبان میں کہا۔ "اگر اس کا توڑ نہ ہوا تو......"

"تو۔ تو کیا ہو گا؟" میں چیخ اٹھا۔

"پریشان مت ہو مالک میں اپنی — ایک آخری کوشش اور کر رہا ہوں۔"

جگن کے جواب میں بدستور مایوسی جھلک رہی تھی وہ دیوی اور دیوتاؤں کے آگے بے بس ہو گیا تھا۔ میں نے دیوان جی کو اٹھنے کا اشارہ کیا تو وہ کسمسا کر کھڑے ہو گئے۔ جگن کو گھور کر بولے۔

"میں سمجھ گیا۔ تو نے گھٹنے ٹیک دیئے ہیں۔"

"نہیں استاد لیکن....."

"دلاور مرزا تیرا یار تھا جگن۔" دیوان جی نے خشک آواز میں کہا۔ "میں تجھے تیرے یار کی یاد ہی کا واسطہ دیتا ہوں کہ ہمارے ساتھ دغا مت کرنا ورنہ مجھ سے برا کوئی نہ ہو گا۔"

"تم۔ تم مجھے غلط سمجھ رہے ہو استاد۔" جگن نے چونک کر وضاحت کرتے ہوئے کہا۔ "میں برا ضرور ہوں پر اتنا بھی نہیں کہ تم لوگوں کے ساتھ کسی فریب سے کام لوں۔"

"کوئی راستہ نکالنے کی کوشش کر۔ میں تجھ سے پھر ملوں گا۔"

دیوان جی نے بدستور تیکھے انداز میں کہا پھر باہر آ گئے۔ جگن کی بے بسی محسوس کر کے میری پریشانی دو چند ہو گئی۔ ہر چند کہ اس نے کھل کر درخشاں کے بارے میں کوئی آخری بات نہیں کی تھی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل گواہی دے رہا تھا کہ میری بربادی کے دن قریب آ چکے ہیں۔ درخشاں مجھ سے بچھڑ جائے گی اور وہ معصوم زندگی جو ابھی تک ایک ماں کے پیٹ میں پروان چڑھ رہی ہے دنیا میں آنے سے پہلے ہی حالات کا شکار ہو جائے گی۔ میرے احساسات میں طغیانی آئی تو میری آنکھیں بھیگنے لگیں مجھے اپنی بے چارگی پر رونا آ رہا تھا۔ میرے پاس خدا کا دیا سب کچھ تھا، دھن دولت، نوکر چاکر، جاگیر، عزت، شہرت اور درخشاں جیسی حسین اور وفا شعار شریک حیات لیکن ایک سکون تھا جو مجھ سے روٹھ گیا تھا۔

دیوان جی گاڑی کی اگلی نشست پر خاموش بیٹھے کسی گہری سوچ میں غرق تھے۔ ڈرائیونگ کرتے کرتے ایک بار انھوں نے شیشے میں میرا عکس دیکھا تو خاموش نہ رہ سکے۔ مجھے دلاسہ دیتے ہوئے کہا۔ "مایوسی گناہ ہے جمال میاں۔ خدا جو کرے گا بہتر ہی کرے گا۔"

"مجھے پتا نہیں۔ درخشاں کی فکر ستا رہی ہے دیوان جی!" میں نے مایوسی سے جواب دیا۔ "خدا جانے وہ غریب میرے دشمنوں کی کس ناپاک سازش کا شکار ہو گئی ہے۔"

"سب سے بڑی قوت مالکِ دو جہاں کی ہے، وہ چاہے تو مُردوں میں بھی جان ڈال سکتا ہے۔" دیوان جی مجھے تسلیاں دیتے رہے، میں بھی اپنے دل کو سمجھاتا رہا لیکن مجھے کسی پہلو چین نہیں آ رہا تھا پھر اچانک مجھے وہ شاہ صاحب یاد آ گئے جنھوں نے مجھے بار بار ماں کی قبر پر حاضری دینے کی تاکید کی تھی کچھ سوچ کر میں نے دیوان جی سے گاڑی کا رخ قبرستان کی جانب موڑنے کو کہا۔ میں باپ کی شفقتوں اور ماں کی ممتا سے محروم ہو چکا تھا لیکن پھر بھی نہ جانے کیوں مجھے ماں کی قبر پر جا کر بے حد سکون ملتا تھا۔ اس وقت بھی جب میں نے قبرستان پہنچ کر ماں کی قبر پر فاتحہ پڑھی تو میرے دل کو ایک انتہائی سکون ملا لیکن میری آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برسنے لگیں، میں خاموش کھڑا آنسو بہاتا رہا اور ماں کی قبر کو حسرت بھری نظروں سے دیکھتا رہا۔ ماں کا تصور اور باپ کا خیال میرے لیے بے حد اثر انگیز تھا۔ مجھے یاد نہیں کہ میں کتنی دیر تک احاطے کی منڈیر سے لگا کھڑا رہا لیکن جب مجھے وقت کا احساس ہوا اور میں اپنے آنسوؤں کو خود اپنے دامن میں جذب کرنے کے بعد واپسی کے ارادے سے پلٹا تو چونک اٹھا۔ مجھ سے بمشکل آٹھ دس قدم کے فاصلے پر املی کے گھنے درخت کے قریب وہی دیوانہ کھڑا مجھے ٹکٹکی باندھے دیکھ رہا تھا جو مجھ سے پہلے بھی مل چکا تھا! اسی نے ایک بار رام لال اور پنڈت اوم پرکاش کے چنگل سے مجھے نجات دلائی تھی، وہ یقیناً کوئی مجذوب ہی تھا اور شاید اسی لیے شاہ صاحب نے بار بار ماں کی قبر پر حاضری کی تاکید کی تھی۔ یہ بھی کہا تھا کہ میں اپنی مامتا کے زخم رسنے دوں۔

میں اپنی جگہ ٹھٹک کر رک گیا، میرے دل کی دھڑکنیں تیز ہونے لگیں، میں دیوانے کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے دیکھتا رہا پھر مجھے یوں لگا جیسے میرا جسم اندر ہی اندر چٹخ رہا ہو۔ تپش کا احساس شدید ہوا تو میں نے پلکیں جھپکانی شروع کر دیں۔ "بس؟" دیوانے نے عجیب انداز میں گردن ہلاتے ہوئے کہا۔ "اتنی جلدی ہمت ہار گیا۔"

"بابا!" میں بڑی عاجزی سے بولا۔ "میری رہنمائی کرو۔ میں بھٹک گیا ہوں۔"

"نادان ہے، غوطے لگا۔ غلاظتوں میں قلابازیاں کھاتا رہ۔ اور مقدر کے پیچھے ڈنڈے لے کر دوڑ لگائے۔"

"بابا!" میں نے ہاتھ جوڑ کر التجا کی۔ "مجھے اپنی کر دی

تھا دو۔ میرے قدم ڈگمگانے لگے ہیں۔"

"حجامت کرنا ترک کر دے۔" دیوانے نے مجھے آنکھ مارتے ہوئے کہا۔ "داڑھی کھجایا کر۔"

"تم چاہو تو مجھے راہ دکھا سکتے ہو۔" میں نے گڑگڑاتے ہوئے کہا۔ "میں گھپ اندھیروں میں گھر گیا ہوں، میرا دم گھٹنے لگا ہے۔"

"گلے میں پھندا ڈال کر نیم کے درخت سے الٹا لٹک جا۔ حالات کے ساتھ کبڈی کھیلتا رہ۔"

دیوانہ اپنی ترنگ میں بول رہا تھا لیکن میں نے اس کی کسی بات کا برا نہیں مانا، اس کے ہاتھوں میں دبی لکڑی لینے کی خاطر بڑھا تو وہ اچھل کر دور پیچھے ہو گیا، میں نے اپنے قدم زمین پر گاڑ دیے، تعاقب سے خدا کے اس برگزیدہ بندے کے ہاتھ سے نکل جانے کا اندیشہ تھا، میں نے اسے رحم طلب نظروں سے دیکھتے ہوئے فریاد کی۔ "میرے دشمن میرے خون کے پیاسے ہیں، وہ میری موت کے خواہاں ہیں۔"

دیوانہ جواب دینے کے بجائے جلدی جلدی آنکھیں جھپکانے لگا۔ یوں جیسے وہ میری بات کا مفہوم سمجھنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"میں نے ایک ہندو لڑکی سے محبت کی، اسے مسلمان کر کے اپنا گھر آباد کر لیا مگر وہ ہماری بربادی چاہتے ہیں۔" دیوانے نے اس بار بھی کوئی جواب نہیں دیا۔ کان میں انگلی ڈال کر تیز تیز گردش دینے لگا، جیسے کان کا میل صاف کر کے میری بات سننے کی سعی کر رہا ہو، اس کی نظریں بدستور میرے چہرے پر جمی ہوئی تھیں۔

"پنڈت پجاریوں نے میرے خلاف ایک محاذ بنا رکھا ہے۔" میں نے گھبرائی ہوئی آواز میں کہا۔ "میں بالکل تنہا رہ گیا ہوں۔"

"کنکوے اڑایا کر۔" دیوانہ بڑی حقارت سے منہ بنا کر بولا۔ "آسمان پر نظر جمانا سیکھ جائے گا۔"

"میں منتشر ہو رہا ہوں بابا، تم چاہو تو میرا ہاتھ تھام سکتے ہو۔"

"آنکھ مچولی کھیل۔ آنکھ مچولی۔" وہ بائیں آنکھ دباتا ہوا معنی خیز انداز میں بولا۔ "سیاہ چادر کے اندر دبک کر بیٹھ جا۔"

"میں تمہارے آگے ہاتھ جوڑتا ہوں۔" میں ہاتھ باندھ کر بے حد عاجزی سے بولا۔ "مجھے زندگی نہیں چاہیے لیکن درخشاں اور اس کے بچے کو بچا لو۔ وہ بے گناہ ہیں، میرے دشمن میرا گھر اجاڑنے کی سازش کر رہے ہیں۔"

"مقدر کے خم میں دھاگہ الجھ چکا ہے۔ زیادہ جھٹکے مارے گا تو دم بھی کٹ جائے گی۔ بچے ڈنڈا ڈوری لے کر تیرے پیچھے تالیاں بجائیں گے۔ ہا۔ ہا۔" دیوانہ قہقہے لگاتے ہوئے بولا۔

پھر یک لخت سنجیدہ ہو کر سرگوشی کے لہجے میں کہا۔ "میری ایک بات مانے گا؟"

"بولو۔" میں نے بڑی حسرت سے جواب دیا۔

"آنکھ موند کر وقت کی تپائی کے نیچے چھپ جا۔ جہاں ستیاناس وہاں سوا ستیاناس۔"

"تم۔ تم مجھے مایوس کر رہے ہو بابا۔" میں نے ضد سی کو گھوڑا۔ "میں آسانی سے تمہارا پیچھا نہیں چھوڑوں گا، اگر تم خدا کے محبوب بندے ہو تو تمہیں میری مدد کرنا پڑے گی۔"

"شور مت مچا پاگل۔" دیوانے نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر مجھے خاموش رہنے کی تاکید کرتے ہوئے رازداری سے کہا۔ "پانی سر سے اونچا ہو رہا ہے، غوطہ مارنے سے بہتر ہے کہ ڈوب جا۔ ہاتھ پاؤں باندھ لے یا پھر ہانڈیاں اڑانی شروع کر دے۔ کالی پیلی۔ نیلی کالی۔"

دیوانے کی باتیں میری سمجھ سے بالاتر تھیں، شاید وہ اشاروں کنایوں میں مجھے مشیت ایزدی سے آگاہ کرنے کی کوشش کر رہا تھا مگر میرا ذہن الجھا ہوا تھا۔ وقت اور حالات نے میرے سوچنے سمجھنے کی قوتوں کو جیسے سلب کر لیا تھا۔ درخشاں اور ایک معصوم زندگی کی موت کا تصور میرے لیے اس قدر بھیانک اور ہولناک تھا کہ میں خود کو سمیٹنے کے بجائے اور بکھر گیا تھا۔

"مجھے اپنی لکڑی عنایت کر دو بابا۔ نہیں تو میں زبردستی چھین لوں گا۔" میں نے تنگ آکر کہا تو دیوانہ خوف زدہ ہو کر ایک قدم پیچھے ہٹا پھر "کبڈی ——— کبڈی ——— کبڈی" کا نعرہ بلند کرتا ہوا بھاگ کے درختوں کی آڑ میں گم ہو گیا ——— میں نے اس کے تعاقب میں قبرستان کا کونا کونا چھان مارا، ایک ایک درخت کو کھنگال ڈالا لیکن وہ میری دسترس سے دور ہو چکا تھا۔ میں تھک ہار کر قبرستان سے باہر آ گیا، دیوان جی نے گاڑی کا دروازہ کھول دیا۔ میں نڈھال ہو کر پچھلی نشستوں پر بیٹھ گیا۔ دیوان جی سے واپس حویلی چلنے کی تاکید کر کے آنکھیں بند کر لیں۔

*

آسمان میرے اوپر تنگ ہوتا جا رہا تھا۔ جگی کے آ جانے سے میری جو ڈھارس بندھی تھی وہ بھی نرملا کی موت کے بعد ٹوٹ گئی۔ آنند کمار زخمی درندے کی مانند نرملا کے قاتلوں کی تلاش میں بندر کی خاک چھانتا پھر رہا تھا۔ اس کے ماتحتوں کی پوری ٹیم سرگرم عمل تھی، وہ اس بات کو تسلیم کرنے پر تیار نہیں تھا کہ نرملا خود کشی کر سکتی ہے۔

آنند کمار کی زندگی میں نرملا ایک لکشمی کی حیثیت سے داخل ہوئی تھی، وہ ترقی کا زینہ تھی جس سے گزر کر آنند کمار نے بڑی کم مدت میں ڈپٹی کمشنر کے عہدے پر قدم جما لیے تھے لیکن اب وہ زینہ اس کے قدموں تلے سے نکل چکا تھا۔ آنند کمار اپنی ترقی کے راز سے بخوبی واقف تھا۔ نرملا اس کی دوسری بیوی تھی، وہ بے حد حسین، خوب صورت اور دیکھے انداز کی مالک تھی، اس کا حسن دیکھنے والوں کو اپنے سحر میں مبتلا کر لیتا تھا، آنند کمار نے شادی کرنے کے بعد نرملا کو مکمل آزادی دے رکھی تھی اور اسی آزادی کا نتیجہ تھا کہ نرملا کی ذاتی کوششوں نے آنند کمار کو زمین سے آسمان تک پہنچا دیا پھر وہ کیسے یقین کر لیتا کہ ترقی کے اس زینے نے جس پر سیکڑوں قدموں کے نشان تھے محض ایک رام لال کی وجہ سے اپنی زندگی کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہو گا۔

آنند کمار کو نرملا کی موت کے پیچھے ان ماتحتوں کا ہاتھ نظر آ رہا تھا جنہیں پیچھے چھوڑ کر وہ محض نرملا کی بدولت آگے نکل گیا تھا، اسی سلسلے میں وہ ایک دن میرے پاس بھی آ گیا۔ میں نے اس کی کیفیت کا اندازہ لگانے میں دیر نہیں کی۔ وہ کسی ایسے جواری کی طرح دکھائی دے رہا تھا جس کی تمام پونجی ایک ہی داؤ پر اس کے ہاتھ سے نکل گئی ہو اندر سے کسی آتش فشاں کی طرح بھرا ہوا آنند کمار مجھے پہلی بار کچھ عبرت مند نظر آ رہا تھا۔

یہ وہی آنند کمار تھا جو درخشاں کے والد یم ناتھ اور اس کے گرگوں کے اشاروں پر کسی بھوکے بھیڑیے کی طرح میرے اوپر جھپٹ پڑا تھا، اگر میری جگہ کوئی دوسرا ہوتا تو شاید آنند کمار کے تجربے کار اور نوکیلے دانت اس کے جسم کی بوٹیاں اڑا چکے ہوتے لیکن میں قانون کی گتھیوں میں مہارت رکھتا تھا اس لیے وہ میرے سلسلے میں ناکام رہ گیا۔ اسی آنند کمار نے ایک موقعے پر بھری محفل میں پنڈت اوم پرکاش کے ساتھ مل کر میری عزت کی دھجیاں بکھیرنے کی کوشش کی تھی مگر اسے مایوسی ہوئی اور یہ وہی آنند کمار تھا جس نے مجھے اپنے دفتر میں دیکھ کر یوں کڑوا سا منہ بنا لیا تھا جیسے میرا وجود اس کے لیے ناقابل برداشت ہو اور آج قسمت اسی آنند کمار کو میری حویلی تک ایک ضرورت مند کے روپ میں لے آئی تھی۔

کچھ دیر تک ہمارے درمیان رسمی باتیں ہوتی رہیں پھر وہ اصل مقصد کی طرف آ گیا۔ مجھے ان مشکوک افراد کے بارے میں تفصیل سے بتانے لگا جنہیں وہ نرملا کی موت کا ذمے دار سمجھ

رہا تھا۔ میں خاموش بیٹھا اس کی باتیں سنتا رہا جب وہ دل کی بھڑاس نکال چکا تو میں نے دبی زبان میں کہا۔ "میں اس حد تک آپ کے خیال سے متفق ہوں کہ کماری نرملا نے خودکشی نہیں کی لیکن......!"

"لیکن کیا؟" اس نے میری خاموشی پر بل کھاتے ہوئے بے چینی سے دریافت کیا۔

"کماری نرملا کو مجبور کر دیا گیا تھا کہ وہ خود اپنے ہاتھوں گلے میں پھانسی کا پھندا ڈال کر سولی پر لٹک جائے۔"

"اور نرملا نے انتہائی اذیت ناک حالات سے دوچار ہو جانے کے بعد مجبوراً وہ قدم اٹھایا ہو گا۔"

"یہ بھی ممکن ہے کہ خودکشی کرتے وقت کماری نرملا اپنے ہوش و حواس ہی میں نہ رہی ہو۔"

"کیا مطلب؟" آنند کمار میری بات سن کر چونک اٹھا۔

"ترقی حاصل کرنے کے معاملے میں اور ڈپٹی کمشنر کے عہدے تک پہنچنے میں آپ نے جن لوگوں کی حق تلفی کی ہے یا جو لوگ آپ کی اس ترقی سے متاثر ہوئے ہیں، وہ اگر چاہتے تو اس کے خلاف قانونی چارہ جوئی بھی کر سکتے تھے۔"

"وہ ایسا کرنا چاہتے تھے لیکن......" آنند کمار کچھ کہتے کہتے یک لخت خاموش ہو گیا پھر پہلو بدل کر بولا۔ "انھیں اس بات کا خطرہ بھی لاحق تھا کہ اگر انھوں نے میرے خلاف کوئی قدم اٹھایا تو ان کے خلاف بھی کوئی محکمہ جاتی کارروائی کھڑی ہو سکتی تھی جو ان کے ریکارڈ کا ستیاناس کر دیتی اور وہ آئندہ ہونے والی ترقیوں سے محروم ہو جاتے۔ آپ میری بات کا مطلب سمجھ گئے ہوں گے۔"

"خوب اچھی طرح۔" میں نے زیرِ خندہ سے جواب دیا پھر قدرے سنجیدگی سے بولا۔ "آپ مجھ سے کیا خدمت لینا چاہتے ہیں؟"

"میں۔" آنند کمار نے کسی چوٹ کھائے ہوئے زخمی اور زہریلے سانپ کی طرح پھنکارتے ہوئے کہا۔ "میں ان لوگوں کو قانونی شکنجوں میں پھانس کر ہمیشہ کے لیے اپنے راستے سے ہٹا دینا چاہتا ہوں جو نرملا کی موت کے بعد میرا مذاق اڑا رہے ہیں یا میرے خلاف سر جوڑ کر منصوبے تیار کر رہے ہیں۔"

"قانونی کارروائی کا جواز کیا ہو گا؟"

"مواد میں فراہم کروں گا باقی کام آپ کریں گے۔" آنند کمار بڑی رازداری سے بولا۔ "میرے پاس ان کے خلاف لاتعداد ایسے دستاویزی ثبوت موجود ہیں جو ان کا کیریئر برباد کر سکتے ہیں۔"

"اوہ۔ گویا آپ کا خیال ہے کہ کماری نرملا کے بعد وہ اب اپنی حق تلفیوں کے خلاف آواز بلند کرنے کا ارادہ کر رہے ہیں؟"

"جی ہاں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے۔"

"پنڈت گنیش مہاراج کا کیا حال چال ہے؟" میں نے اچانک گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کہا۔ "بہت دنوں سے ان کی کوئی خیر خبر نہیں ملی۔"

"آئی سی۔" آنند کمار نے روکھے انداز میں جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ آپ مجھے پرانی باتیں یاد دلا کر شرمندہ کرنا چاہتے ہیں۔"

"آپ غلط سمجھے مسٹر آنند میرا ایسا کوئی ارادہ نہیں۔" میں نے جلدی سے وضاحت کی پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے کہا۔ "میں ذرا اصل آپ کو یہ باور کرانا چاہتا ہوں کہ ہو سکتا ہے آپ کو میری دوستی مہنگی پڑی ہو۔"

"میں سمجھا نہیں۔" آنند کمار مجھے حیرت سے گھورنے لگا۔

"یہ بات بے شمار لوگوں کو معلوم ہے کہ میں نے کماری نرملا کے ضمانت کے کیس میں دلچسپی لی تھی۔" میں اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے بولا۔ "آپ کا کیا خیال ہے۔ کیا میرے دشمنوں کو جو آپ سے دوستی کی توقع رکھتے تھے یہ بات پسند آئی ہو گی؟"

"لیکن......"

"میں آپ سے ایک درخواست کروں گا مسٹر آنند۔" میں نے لوہا گرم دیکھ کر ایک بھرپور ضرب لگاتے ہوئے دو ٹوک الفاظ میں کہا۔ "آپ گنیش مہاراج کا کھوج لگا کر مجھے اس کے ٹھکانے سے مطلع کر دیں۔ میں آپ کے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے میں آپ سے بھرپور تعاون کا وعدہ کرتا ہوں۔"

"پنڈت گنیش مہاراج کا کھوج لگانے سے آپ کی کیا مراد ہے؟"

"شاید آپ کو ابھی تک اس بات کا علم نہیں کہ رام لال کی موت کے بعد سے گنیش مہاراج کہیں روپوش ہو گئے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ کماری نرملا گنیش مہاراج ہی کی مہان شکتی کا نشانہ بنی ہو اور اس طرح بچاری رام لال کا انتقام لیا گیا ہو۔"

"ہو سکتا ہے۔ بالکل ہو سکتا ہے۔" آنند کمار نے مٹھیاں بھینچ کر کہا۔ "میں نے ابھی تک اس لائن پر غور نہیں کیا تھا۔"

"اب بھی زیادہ وقت نہیں گزرا۔ آپ چاہیں تو گنیش مہاراج کا کھوج لگا کر میرے شبہے کی تصدیق کر سکتے ہیں۔"

"ٹھیک ہے۔ میں اسے بھی دیکھ لوں گا لیکن آپ کو ہر حال میں میری مدد کرنا ہو گی۔"

"اس کا فیصلہ گنیش جی کے سامنے آنے کے بعد ہی ہو سکتا ہے مائی ڈیئر مسٹر آنند!" میرا لہجہ معنی خیز تھا۔ آنند کمار نے میرے لہجے کی تلخی کو شاید محسوس کر لیا تھا مگر قبل اس کے کہ وہ کوئی وضاحت طلب کرتا وزخشاں ملازم کے ہمراہ چائے کی ٹرالی لیے

آگئی تو باتوں کا رخ تبدیل ہو گیا۔ آنند کمار زیادہ دیر نہیں رکا، درخشاں کے بے حد اصرار پر اس نے محض چائے کے دو تین گھونٹ لیے پھر جانے کے ارادے سے اٹھ گیا۔ اس کے جانے کے بعد درخشاں کرید کرید کر مجھ سے اس کے آنے کا سبب دریافت کرتی رہی۔ میں نے اس کو پوری تفصیل بتا دی البتہ گنیش مہاراج کی گمشدگی اور لیڈی ڈاکٹر شکنتلا کی پراسرار شخصیت سے کماری نرملا کی موت کے ناقابلِ یقین تعلق کو چھپا گیا۔

پھر کچھ دیر بعد مجھے دیوان جی نے فون پر ایک نئی اطلاع دی۔ حویلی سے رخصت ہونے کے بعد آنند کمار سیدھا کردی کے بڑے مندر گیا تھا جہاں وہ پنڈت پجاریوں سے گھل مل کر باتیں کرتا رہا لیکن وہاں سے روانہ ہونے کے فوراً بعد ہی وہ ایک حادثے سے دوچار ہو گیا اور اب وہ سرکاری اسپتال میں پڑا موت اور زندگی کی آخری سانسیں شمار کر رہا تھا۔ میرے لبوں پر ایک مبہم تبسم پھیل کر گہرا ہوتا چلا گیا۔ میں نے بڑی حقارت سے ریسیور دوبارہ کریڈل پر رکھ دیا۔

❁

وقت۔ جو پنڈت اوم پرکاش کی موت کے بعد میرے حق میں سازگار ہو گیا تھا رفتہ رفتہ دوبارہ اپنی کینچلی بدلنے لگا۔ پہلی بار جب میرا ایک دشمن موت کے آہنی شکنجوں میں پھنس کر بے بسی کی حالت میں کرب ناک موت کا شکار ہوا تو میری خوشی کا کوئی ٹھکانا نہ رہا۔ جگن کے آجانے سے مجھے بڑی مسرت ہوئی تھی۔ میرے دشمن پیش قدمی کرنے کے بجائے ایک ہی ہلے میں بھاگ کھڑے ہوئے۔ وقتی طور پر میں اپنی جگہ دلیر ہو گیا لیکن اس وقت میں معاملات کے دوررس نتائج سے لاعلم تھا۔ میں جسے اپنا قوتِ بازو سمجھ رہا تھا وہی میری شکستوں اور بربادیوں کا سبب بنتا چلا گیا۔ پنڈت اوم پرکاش کی پراسرار موت نے گنیش مہاراج کے کان کھڑے کر دیے، وہ دور اندیش تھا اس لیے کسی مندر میں دیوی کے قدموں میں پناہ لینے کی خاطر جم کر بیٹھ گیا۔ رام لال طاقت کے نشے میں سرشار تھا، جوان تھا اس لیے جذبات میں آکر حالات کا شکار ہو گیا، رام لال کی موت نے میرے دشمنوں کو اور زیادہ منظم اور محتاط کر دیا۔ پہلے وہ میرے سامنے تھے مجھے نظر آ رہے تھے، ان کی ایک ایک چال میرے علم میں ہوتی تھی لیکن جگن کے سفلی عمل نے انھیں بھی اندھیروں میں پوشیدہ رہ کر خطرناک جوابی حملوں پر مجبور کر دیا۔

پجاری رام لال کی موت کے بعد میں نے نرملا کو ایک ذرا سہارا دے کر اپنا ہم خیال بنایا تو میرے دشمنوں نے اسے بھی ٹھکانے لگا دیا۔ کسی لیڈی ڈاکٹر کی بھٹکتی ہوئی روح کے لیے انھیں ایک جسم کی ضرورت تھی لہٰذا انھوں نے نرملا کے جسم کو اپنی سازش کے لیے انتخاب کر لیا۔ وہ بے چاری میری وجہ سے مفت میں کام آگئی۔ پھر آنند کمار کو میں نے پھانس کر اپنا آلۂ کار بنانے کی کوشش کی۔

جگن کو گنیش مہاراج کی تلاش تھی۔ اس نے دعویٰ کیا تھا کہ اگر اسے گنیش مہاراج کا کھوج مل جائے تو وہ سفلی کے عمل سے جادو کی ہانڈی اڑا کر گنیش مہاراج کے کریا کرم کا ایسا موثر انتظام کر دیتا کہ موت کے سائے ہر وقت اس کے سر پر منڈلاتے رہتے، وہ جب بھی دیوی کے چرنوں سے دور ہو کر مندر سے قدم نکالتا ہانڈی اسے موت کے گھاٹ اتار دیتی۔ دیوان جی نے جگن کے دعوے کی تصدیق کی تھی چنانچہ جب آنند کمار میرے پاس اپنے حریفوں کی گوشمالی کا منصوبہ لے کر آیا تو میں نے اسے گنیش مہاراج کے خلاف بھڑکا دیا۔ ہندو ہونے کے ناتے آنند کمار پنڈتوں اور پجاریوں کے خلاف نہیں جا سکتا تھا لیکن نرملا کی اچانک موت نے اس کے لیے ترقی کے آئندہ دروازے بند کر دیے تھے پھر بانکے لال کی موت اور اپنے حریفوں کے سر اٹھانے کے خیال نے اسے بوکھلا دیا۔

میں نے اسے پوری طرح باور کرا دیا کہ اس کے ستارے محض گنیش مہاراج کی وجہ سے گردش کا شکار ہو رہے ہیں اور یہ کہ اگر وہ گنیش مہاراج کا کھوج نکالنے میں کامیاب ہو جائے تو حالات دوبارہ اس کے حق میں سازگار ہو سکتے ہیں اور میں بھی اس کی بھرپور مدد کر سکتا ہوں۔ وہ میری باتوں سے متاثر ہو گیا۔ اس نے وعدہ کر لیا تھا کہ بہت جلد وہ گنیش مہاراج کو ڈھونڈ نکالے گا لیکن میرے دشمن جو ہر وقت میری بربادی کی گھات لگائے بیٹھے تھے انھیں آنند کمار اور میری باتوں کا علم ہو گیا اور پھر آنند کمار بھی ایک حادثے سے دوچار ہو کر اسپتال پہنچ گیا۔ دیوان جی کا خیال تھا کہ آنند کمار اس حادثے سے بچ جائے گا لیکن میں جانتا تھا میرے دشمن میرے کسی دوست کو سکون و آرام کا سانس نہیں لینے دیں گے۔

میرا اندازہ درست ثابت ہوا، آنند کمار تین ہفتوں تک اسپتال میں بستر پر پڑا موت کے آہنی شکنجوں میں پھنسا زندگی کی خاطر جدوجہد کرتا رہا، ہاتھ پیر مارتا رہا پھر ایک روز دنیا کے تمام غموں سے چھٹکارا پا کر چتا کے بھڑکتے شعلوں کی نذر ہو گیا۔ اس کی موت کی اطلاع مجھے کیلاش نے دی تھی۔

اسپتال سے واپسی کے بعد حسبِ معمول شام کی چائے کے وقت کیلاش اور جگن ہمارے ساتھ میز پر موجود تھے،

درخشاں کو خوش رکھنے کی خاطر جیکب اور کیلاش دونوں میرا ہاتھ بٹاتے تھے لہٰذا جب تک درخشاں میز پر ہمارے درمیان موجود رہی جیکب اپنی معصوم حماقتوں اور کیلاش اپنے برجستہ جملوں سے اسے ہنساتا رہا پھر جب درخشاں گھر کے کام کاج کی خاطر اندر چلی گئی تو ہم تینوں دوست اٹھ کر ڈرائنگ روم میں آگئے جہاں کیلاش نے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے مجھے آنند کمار کی موت کی خبر سنائی تھی مجھے چونکہ اس کی توقع پہلے سے تھی اس لیے میں نے کسی حیرت یا تعجب کا اظہار نہیں کیا لیکن جیکب بول پڑا۔

"یہ تو بہت برا ہوا۔ آنند کمار کی جگہ اب جس نئے ڈپٹی کمشنر کی تعیناتی ہوگی وہ نہ جانے کیسا ہو۔"

"تم ٹھیک سوچ رہے ہو۔" میں نے سپاٹ آواز میں جواب دیا۔ "نئے ڈی سی کو پروانہ تقرری کے ساتھ ساتھ میرے سلسلے میں اوپر سے ضروری ہدایتیں بھی یقیناً ملیں گی۔"

"جمال۔ ایک بات کہوں بشرطیکہ تم برا نہ مانو؟" کیلاش نے سنجیدگی سے مجھے مخاطب کیا۔

"کیا تمہیں شبہ ہے کہ میں اپنے مخلص دوستوں کی کسی بات کا برا مان سکتا ہوں؟"

"انسان پریشان ہو تو ذہن کی سوچیں اسے اکثر گمراہ کر دیتی ہیں اور یہ قطعی نفسیاتی عمل ہوتا ہے۔"

"تم کچھ کہنا چاہ رہے تھے۔" میں نے اکتائے ہوئے انداز میں بات کو مختصر کرنے کی کوشش کی۔

"میرا خیال ہے کہ جو کچھ ہو رہا ہے اس کی وجہ جگنی کے سوا کچھ اور نہیں۔"

"کیا مطلب؟"

"جگنی کی نادیدہ اور کالی طاقتوں نے پنڈت پجاریوں کو بھی چھپ کر وار کرنے پر مجبور کر دیا ہے۔ پہلے وہ سامنے تھے تو دشمنی میں تھے لیکن اب ہم ان کی کسی چال سے بھی باخبر نہیں ہو سکتے۔"

"میں تمہارے خیال سے متفق ہوں لیکن یہ سب کچھ تو ہونا ہی تھا جگنی نہ ہوتا تو وہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کر لیتے۔"

"میں تمہاری اجازت سے کچھ دنوں کے لیے اجودھیا جانا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات؟"

"پنڈت گنیش مہاراج کو اجودھیا ہی سے ہمارے خلاف صف آرا ہونے کی خاطر بلایا گیا تھا۔" کیلاش نے کہا۔ "وہاں ہمارے بڑے بڑے مندر اور دھرم شالائیں موجود ہیں جہاں سارا سال یاتریوں کا ہجوم اکٹھا رہتا ہے میرا خیال ہے کہ گنیش مہاراج نے اجودھیا ہی کے کسی بڑے مندر میں کالی کے چرنوں میں بھینٹ چڑھائی ہوگی۔"

"ہو سکتا ہے۔ مگر تم وہاں جا کر کیا کر سکو گے؟"

"میں ان کے آگے ہاتھ باندھ کر درخواست کروں گا کہ وہ بھابی اور ان کی آنے والی خوشیوں کا راستہ صاف کر دیں۔" کیلاش نے بڑے خلوصِ دل سے کہا۔

"تمہارا کیا خیال ہے، وہ تمہاری درخواست قبول کر لیں گے؟"

"میں انھیں دیوی کے چرنوں کے لیے اپنی بھینٹ پیش کروں گا تو وہ مجبور ہو جائیں گے۔ انکار کی صورت میں وہ دیوی کو ناراض کر دیں گے۔"

"کیلاش۔" میں نے کیلاش کی دوستی اور اس کے جذبوں کو سراہتے ہوئے کہا۔ "میں تمہارے جذبوں کی قدر کرتا ہوں لیکن وہ تیر جو ایک بار کمان سے نکل چکا ہے واپس نہیں آ سکتا، تم ایک پنڈت کو میری دشمنی سے باز رکھنے کی کوشش کرو گے تو دوسرے سیکڑوں پنڈت اور پجاری میری بربادی کی خاطر سامنے آ جائیں گے۔ تم کہاں کہاں اپنی زندگی کی بھینٹ چڑھاتے رہو گے، کس کس کا ہاتھ تھام سکو گے، کہاں کہاں میری خاطر جھکتے پھرو گے؟ نہیں میرے دوست ان باتوں سے کچھ حاصل نہ ہوگا۔ میری قسمت میں اگر محرومیاں رقم کر دی گئی ہیں تو تمہاری کوششیں بھی کاتبِ تقدیر کے فیصلے کو نہیں بدل سکیں گی۔"

"درخشاں بھابی کے سلسلے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" جیکب نے پوچھا۔ "کیا تمہاری تشخیص کے مطابق وہ بالکل نارمل ہیں؟"

"ہاں۔ میں نے مکمل چیک اپ کرا کے دیکھ لیا ہے لیکن۔" کیلاش کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا تو میں نے جلدی سے کہا۔

"جو کچھ تمہارے دل میں ہے کہہ ڈالو میرے دوست، میں اب ہر بات سننے کا عادی ہو گیا ہوں۔"

"تمہاری عقل تو گھاس چرنے چلی گئی ہے۔" جیکب میرے مایوس لہجے پر تنک اٹھا۔ "مذہب سے دوری نے تم لوگوں کو اتنا گمراہ کر دیا ہے کہ تم وسوسوں اور واہموں کا شکار ہو کر رہ گئے ہو۔"

"کیا باور کرانا چاہتے ہو فادر جیکب؟" میں نے تلخ لہجے میں دریافت کیا۔

"یہی کہ پریشان ہونے کے بجائے اس پر نظر رکھو جس نے ہمیں پیدا کیا ہے، جس نے ہمیں ہر مصیبت سے بچانے کا وعدہ

کیا ہے۔ خداوند بزرگ و برتر کی قسم، وہ چاہے تو تمام دنیا کے پنڈت پجاری مل کر بھی درخشاں بھابی کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے۔"

"تم اپنی جگہ ٹھیک سوچ رہے ہو لیکن ہمارے دشمن جس علم کی کالی اور گندی طاقتوں کا سہارا لے کر ہماری موت کے خواہاں ہیں وہ علم بھی بھگوان ہی نے بندوں کو سکھایا ہے۔" کیلاش نے کہا۔

"قناعت اور صبر و شکر کی عادت ڈالو تو ہر غم از خود مرہم بن جاتا ہے۔" جیکب بولا۔ "میری مثال تمہارے سامنے ہے۔ سلوما کی موت میں مشیتِ ایزدی شامل تھی — اس لیے میں نے آنسو نہیں بہائے، نہایت صبر و سکون سے اس صدمے کو خدا کی دین سمجھ کر برداشت کر لیا۔"

"تمہیں کالی طاقتوں کے بارے میں کوئی علم نہیں ہے اس لیے۔"

"کیلاش! میں نے اس بحث کو ختم کرنے کی خاطر تیزی سے پوچھا۔ "بچے کی ولادت میں اب کتنا عرصہ باقی ہے؟"

"اگر کوئی دشواری پیش نہ آئی تو مجھے یقین ہے کہ چار مہینے بعد تم باپ بن جاؤ گے۔"

"اور باپ بننے سے پیشتر ضروری ہے کہ تم ابھی سے بردباری کی عادت ڈالو اور لغو قسم کی باتوں سے ذہن کو پراگندہ کرنے سے باز آ جاؤ۔" جیکب نے ایک بار پھر مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔

"کیا حویلی میں زچگی کے سارے انتظامات ہو سکیں گے؟"

"کیوں نہیں۔" کیلاش جلدی سے بولا۔ "میرے ہوتے ہوئے تمہیں ان باتوں کی فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ فی الحال یہ ضروری ہے کہ اب ہر وقت ایک نرس بھابی کی دیکھ بھال کے لیے حویلی میں موجود رہے۔ تمہیں اعتراض نہ ہو تو میں ایک قابلِ اعتماد نرس کا بندوبست کر دوں۔"

"لیڈی ڈاکٹر شکنتلا اور درخشاں کی ملاقات ہو جانے کے بعد اب تم جو چاہو میری اجازت کے بغیر کر سکتے ہو۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "آگے جو خدا کو منظور ہو۔"

"گڈ۔" جیکب بول پڑا۔ "میں بھی تم کو اتنے دنوں سے یہی سمجھانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ سب کچھ نیلی چھتری والے پر چھوڑ دو اور اس سے بہتر نتائج کی امید لگائے رکھو۔"

"تمہاری مذہبی باتیں دل کو موہ لیتی ہیں میرے معصوم دوست۔" کیلاش نے جیکب سے کہا، پھر معنی خیز انداز میں بولا۔ "مجھے اب کسی ایسی نرس کی تلاش کرنا ہو گی جو پہلے تمہاری بھابی کی خدمت کر سکے اور پھر بعد میں ہماری بھابی بن کر ہماری خدمت کر سکے۔"

"کبھی کبھی اپنی نظر بھی اتروا لیا کرو۔" خلافِ توقع جیکب نے بھڑک اٹھنے کے بجائے نہایت معصومیت سے کہا۔ "اس وقت تم نے ایک اچھا مذاق کیا ہے۔ اگر اجازت دو تو میں زبردستی مسکرانے کی کوشش کروں؟"

"جمال!" کیلاش نے مجھے دیکھتے ہوئے حیرت کا اظہار کیا۔ "دیکھا تم نے۔ فادر جیکب نے عقلمندوں کی صحبت میں گفتگو کرنے کا ڈھنگ سیکھ لیا۔"

"تخمِ تاثیرِ صحبت کا اثر اسی کو کہتے ہیں۔" جیکب نے بڑی سادگی سے جواب دیا۔

"گویا تم دوسری شادی کرنے پر آمادہ ہو۔" کیلاش نے دریافت کیا۔

"پہلے آپ نرس کا بندوبست کریں۔ میری ہاں یا نا کا انحصار اس کی تیمارداری پر ہو گا۔"

"کس کی تیمارداری کے لیے نرس کا بندوبست کیا جا رہا ہے؟" درخشاں نے ڈرائنگ روم میں داخل ہوتے ہوئے مسکرا کر پوچھا تو کیلاش نے برجستہ کہا۔

"ہمارے اور آپ کے بھائی جیکب کو اچانک انتہائی خطرناک قسم کا دلبجے کا مالیخولیا ہو گیا ہے۔"

"یہ مالیخولیا کیا ہوتا ہے؟"

"عشق کی ایک پیچیدہ بیماری ہے جس میں مریض کا ذہن معیاری باتوں سے بالکل خالی ہو جاتا ہے اور وہ مالی کا پیشہ اختیار کر کے محبوب کی کوٹھی کے لان پر اکڑوں بیٹھا غنچوں کی کتر بیونت کرتا نظر آتا ہے۔"

"کیوں جیکب بھائی۔ کیا یہ سچ ہے؟" درخشاں نے بدستور مسکراتے ہوئے جیکب سے سوال کیا تو وہ کیلاش کو گھورتا ہوا اٹھا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا ڈرائنگ روم سے باہر چلا گیا۔

*

جیسے جیسے درخشاں کے ماں بننے کے دن قریب آ رہے تھے میرے وسوسے بڑھتے جا رہے تھے، درخشاں بھی سہمی سہمی اور خاموش رہنے لگی تھی، ہم دونوں نے ہر وقت ایک ساتھ رہنا شروع کر دیا۔ ہمیں ایک لمحے کی جدائی بھی گوارا نہیں تھی، شاید اس لیے کہ آنے والی ابدی جدائی کے پیشِ نظر ہم زندگی کی ہر اکائی سے دل بھر کر استفادہ حاصل کر لینا چاہتے تھے۔

کیلاش، جیکب اور دیوان جی سب ہی نے ہم کو یقین دلایا کہ ہم نے اپنے ذہن میں جو واہمے بٹھا رکھے ہیں انہیں کھرچ کر نکال پھینکیں مگر نہ جانے کیوں ہمیں اس بات کا یقین ہو چلا تھا کہ ہماری رفاقت کے دن گنے چنے رہ گئے ہیں اور گزرتے وقت کا کوئی بھی لمحہ ہمارے درمیان وقت کی ایک ناقابلِ عبور

تعلیم حاصل کر سکے گا۔ ہماری حالت قابلِ دید تھی، ہم دونوں ہی اپنی اپنی جگہ خائف تھے لیکن ایک شوہر کی دل جوئی کا پورا پورا خیال بھی رکھتے تھے کبھی میری آنکھوں میں خوف ابھرتا تو درخشاں مجھے سمجھانے کی کوشش کرتی، اپنی پیاری پیاری معصوم اور شوخ حرکتوں سے مجھے مسکرانے پر مجبور کر دیتی۔ کبھی اس کی گھنیری اور دراز پلکوں کے گوشے آنے والے اندیشوں کے تصور سے بھیگنے لگتے تو میں تڑپ کر اپنے مجنونانہ پیار سے اس کے اندیشوں کو دور کرنے کی خاطر دنیا جہاں کی باتیں شروع کر دیتا اور اس وقت تک اسے ستاتا رہتا جب تک وہ شرما کر اپنا حسین چہرہ ہاتھوں کے درمیان نہ چھپا لیتی۔ غرض کہ وقت کے ساتھ ساتھ ہماری اضطرابی کیفیتیں بھی بڑھتی جا رہی تھیں۔

کیلاش نے جس نرس کا بندوبست کیا تھا وہ انتہائی پُرخلوص، نرم گفتار، تجربہ کار اور بے حد انسان دوست تھی، ہر وقت درخشاں کا خیال رکھتی، وقت پر اسے دوا کھلاتی، وقت پر اس کا ضروری معائنہ کرتی اور وقت پر سونے کی تلقین کرتی۔ رات دن درخشاں کی دل جوئی اور اس کی تیمارداری میں لگی رہتی۔ ایک دن میں نے موقع پاکر تنہائی میں اسے بھی کریدنے کی کوشش کی۔

”نرس۔ تمہارا تجربہ درخشاں کے بارے میں کیا کہتا ہے؟“

”آپ کی بیوی کی حالت بالکل ٹھیک ہے اور خدا نے چاہا تو ہر کام اپنے وقت پر بڑے اطمینان سے انجام پائے گا۔“

”کیا بچے کی حالت بھی نارمل ہے؟“

”بالکل نارمل ہے جناب۔“ نرس نے مجھے وثوق سے بتایا۔ ”تمام سسٹم ٹھیک کام کر رہا ہے۔“

”لیکن کیلاش کا خیال کچھ اور ہے۔“ اس خیال سے کہ کیلاش نے میری پریشانی کے پیشِ نظر نرس کو پہلے ہی سے کسی تکلیف دہ انکشاف سے گریز کرنے کی تاکید کر دی ہو گی، میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر ایک نفسیاتی حربہ استعمال کرنے کی کوشش کی۔

”سرجن صاحب کا کیا کہنا ہے؟“ نرس نے سنجیدگی سے میرے چہرے کے تاثرات کو بغور محسوس کرتے ہوئے دریافت کیا۔

”کیلاش کا خیال ہے کہ مجھے کسی ایک کے حق سے دست بردار ہونا پڑے گا۔“ میں نے ایک سرد آہ بھری۔ ”یا تو مجھے اپنی بیوی کی زندگی کی خاطر بچے سے ہاتھ دھونا پڑے گا یا پھر.....“

”مسٹر جمال۔“ نرس نے میرا جملہ کاٹتے ہوئے تیزی سے کہا۔ ”آپ شاید میرے ساتھ مذاق کر رہے ہیں یا پھر میرے تجربے کا امتحان لینے کی کوشش کر رہے ہیں۔“

”کیا مطلب؟“

”مطلب یہ ہے کہ میں اپنے سابقہ تجربوں اور آپ کی بیوی کی کیفیت دیکھنے کے بعد پورے یقین اور اعتماد کے ساتھ کہہ سکتی ہوں کہ زچہ اور بچہ دونوں خیریت سے رہیں گے اور میں یہ بات بھی کسی قیمت پر ماننے کو تیار نہیں کہ سرجن کیلاش جیسے ماہر ڈاکٹر نے کسی خطرے کا اظہار کیا ہو گا۔“

”یو آر رائٹ نرس، میں یوں ہی تمہارا امتحان لے رہا تھا۔“ میں نے مسکرا کر کہا پھر نرس سے معذرت طلب کر کے بات ختم کر دی لیکن نہ جانے کیوں میرے دل کو کسی طور اطمینان نصیب نہیں ہو رہا تھا، کوئی نادیدہ خوف جیسے میرے ذہن پر منجمد ہو کر رہ گیا تھا، کسی آنے والے خطرے کا احساس جیسے میرے وجود کو دن رات اندر ہی اندر گھلاتا جا رہا تھا۔

وقت یوں ہی گزرتا رہا۔ میں حویلی کی باہر کی دنیا کو قطعی فراموش کر چکا تھا، میرے پاس اتنا وقت ہی نہیں تھا جو میں اپنے دشمنوں یا دوستوں کے بارے میں کچھ سوچ سکتا، دیوان جی نے میری پریشانی کے پیشِ نظر بندہ دنوں سے ملاقاتی کمرے میں ڈیرہ جما رکھا تھا لیکن مجھے ان کی موجودگی سے بھی کوئی سروکار نہیں تھا۔

کیلاش نے حویلی کے ایک کمرے میں کیس کی تمام ضروریات کا بندوبست پہلے ہی سے کر رکھی تھی لیکن جیسے جیسے درخشاں کے یہاں ولادت کے دن قریب آتے گئے میری پریشانی دوچند ہوتی گئی، ایک رات درخشاں سوتے میں اچانک چیخ مار کر بیدار ہوئی تو میں بھی ہڑبڑا کر جاگ گیا اسے بہلانے لگا۔ شاید وہ کوئی ہولناک خواب دیکھ کر خوف زدہ ہو گئی تھی، میں نے اس وقت اسے کریدنا مناسب نہیں سمجھا، دوسری صبح ناشتے کے بعد جب وہ میرے ساتھ پائیں باغ میں آکر بیٹھی تو میں نے دبی زبان میں پوچھا۔ ”رات تم نے غالباً کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا تھا؟“

”ہاں۔“ اس نے مختصراً جواب دیا پھر بات ٹالنے کی خاطر بولی۔ ”جب سے عذرا (نرس) نے حویلی میں قدم رکھا ہے کیلاش جی نے جکیب بھائی کا جینا دوبھر کر دیا ہے، ہر وقت اسے عذرا کا نام لے کر تنگ کرتے رہتے ہیں۔“

”سچ؟“

”ہاں۔ اور اب تو عذرا نے بھی ادھر کچھ دنوں سے بھائی جکیب کو کنکھیوں سے دیکھنا شروع کر دیا ہے۔“ درخشاں نے مسکراتے ہوئے کہا۔ ”عذرا بے حد شریف اور خدمت گزار لڑکی

ہے، وقت کی ایک آندھی نے اسے نرس کا پیشہ اختیار کرنے پر مجبور کر دیا ورنہ اس کا تعلق بہت اچھے خاندان سے ہے۔ ویسے تمھارے ارادے مجھے کچھ خطرناک نظر آتے ہیں۔"

"آپ کسی وقت اپنے دوست کو ٹٹولیے۔ اگر وہ آمادہ ہو جائیں تو عذرا ان کے لیے بڑی اچھی بیوی ثابت ہوگی۔"

"اگر یہ تمھاری خواہش ہے تو میں جلتے بجھے ہوئے دل میں محبت کی چنگاریاں ضرور روشن کرنے کی کوشش کروں گا لیکن ایک شرط پر۔"

"شرط کیسی؟"

"پہلے وعدہ کرو کہ تم میری شرط ضرور پوری کرو گی۔"

"وعدہ۔" درخشاں نے بڑے معصوم اور دل کش انداز میں وعدہ کر لیا۔

"یہ بتاؤ، تم نے رات کو کیا خواب دیکھا تھا؟" میں نے دوبارہ خواب کا ذکر چھیڑا تو درخشاں یک لخت سنجیدہ ہو گئی۔ چند لمحے خاموش بیٹھی مجھے خالی خالی نظروں سے گھورتی رہی، پھر اپنی نشست پر پہلو بدل کر بولی: "رات مجھے لیڈی ڈاکٹر شگفتہ کا چہرہ نظر آیا تھا۔"

"بھول جاؤ ان باتوں کو۔" میں نے اپنی غلطی کو محسوس کرتے ہوئے جلدی سے کہا۔ "یہ سب تمھارا وہم ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ تم کہتے ہو تو بھولے جاتی ہوں۔" اس نے میری دل جوئی کے پیشِ نظر کہا پھر بولی: "ایک بات پوچھوں؟"

"پوچھو۔"

"تمھارا کیا خیال ہے۔" اس نے قدرے لجاتے ہوئے پوچھا۔ "تم بیٹے کے باپ بنو گے یا بیٹی کے؟"

"مجھے تمھاری خوشیوں کے سوا اور کچھ نہیں چاہیے۔" میں جذباتی بن گیا۔

"میرا مشورہ مانو تو ابھی سے کچھ مناسب نام سوچ لو ورنہ عین وقت پر سر کھجلانے بیٹھ جاؤ گے۔"

"مجھے صرف ایک ہی نام پسند ہے۔ درخشاں۔ درخشاں اور درخشاں۔"

"جمال۔" اچانک درخشاں کی پلکوں کے گوشے نمناک ہو گئے۔ "تمھاری بے پناہ محبت نے مجھے بے حد بزدل بنا دیا ہے اور شاید یہی وجہ ہے کہ اب میں موت کے تصور سے بھی کانپنے لگتی ہوں۔"

"درخشاں۔ تم نے پھر وہی باتیں شروع کر دیں۔" میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔ "جو کچھ بیت چکا ہے اسے بھول جاؤ۔"

"میں بہت کوشش کرتی ہوں لیکن نہ جانے کیوں میرا دل بار بار یہی کہتا ہے کہ میں کچھ عرصے کے بعد تم سے جدا ہو جاؤں گی۔" درخشاں نے مجھے پیار بھری نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔ "مجھ سے ایک وعدہ کرو جمال۔ تم میری موت سے مایوس نہیں ہو گے۔"

"درخشاں۔" میں چیخ اٹھا۔ "تمھارے بغیر میں زندگی کا تصور بھی گناہ سمجھتا ہوں۔"

"میری بات غور سے سنو جمال۔" وہ میرا ہاتھ تھام کر بڑی اپنائیت سے بولی۔ "میں نے سچے دل سے کلمہ پڑھ کر تمھارا مذہب قبول کیا ہے۔ اب میں ان عقیدوں کو نہیں مانتی جو مسلمان ہونے سے پیشتر میری ذات سے وابستہ تھے لیکن کچھ ایسی باتیں بھی ہوتی ہیں جنھیں میں بھولنا چاہتی ہوں مگر بھول نہیں سکتی۔ میں ان باتوں کی کوئی توجیہ نہیں پیش کر سکتی لیکن انھیں جھٹلا دینا بھی میرے بس کی بات نہیں ہے۔ ان باتوں کا تعلق میری ذات اور میرے گھرانے سے بہت پرانا ہے۔ اس وقت جب میری ماں کا انتقال ہوا تھا تو انھوں نے بھی پتا جی سے یہی کہا تھا کہ وہ بہت جلد کسی اور روپ میں ان کے پاس دوبارہ آ جائیں گی سو میں آ گئی۔ اور اب مجھے بھی رہ رہ کر یہی خیال آتا ہے کہ میں بھی تم سے کچھ عرصے کے لیے جدا ہو جاؤں گی مگر بہت جلد کسی اور روپ میں تم سے ضرور مل جاؤں گی۔ کب اور کہاں؟ یہ مجھے نہیں معلوم لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ میری روح میرے جسم کا ساتھ چھوڑنے کے بعد بھی زیادہ عرصے تک تم سے دور نہیں رہ سکتی۔"

"پلیز درخشاں۔ ان باتوں کو اپنے ذہن سے نکال پھینکو، یہ سب تمھارا واہمہ ہیں۔"

"سچ بتانا جمال۔ تم نے جب پہلی بار مجھے دیکھا تھا تو کیا تمھیں میری ماں یاد نہیں آئی تھیں؟"

"میں انکار نہیں کروں گا لیکن دو صورتوں کی مماثلت کوئی حیرت انگیز بات نہیں۔ دنیا میں ایسی ہزاروں مثالیں آج بھی موجود ہیں۔" میں نے اسے سمجھاتے ہوئے بڑے پیار سے کہا۔ "جان، باتوں پر غور کرنا چھوڑ دو ورنہ اس کا اثر تمھاری صحت پر ناخوش گوار ثابت ہوگا۔"

"میں بہت کوشش کرتی ہوں۔ لیکن خواب میرا پیچھا نہیں چھوڑتے۔" درخشاں ہونٹ چباتے ہوئے بولی۔ "کل رات بھی میں نے یہی دیکھا کہ میں تم سے ہمیشہ کے لیے جدا ہو کر موت کی ابدی نیند سو گئی ہوں۔ پھر تم آتے ہو اور مجھے میری طویل نیند سے بیدار کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ میں تمھاری آواز سن کر اٹھ بیٹھتی ہوں تمھیں اور اس جگہ کو آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھنے لگتی ہوں لیکن اچانک تمھاری عورت جو ڈاکٹر شگفتہ کے

fsurdu.blogspot.com

وپ میں مجھ سے مل چکی ہے اور ہمارے درمیان آجاتی ہے۔ وہ آگے بڑھ کر میرا گلا دبانے کی کوشش کرتی ہے تو میں خود سے بلبلا کر چیخ اٹھتی ہوں۔ گزشتہ رات میں نے تیسری بار یہی خواب دیکھا ہے۔ اور وہ جگہ۔ میں یہ نہیں بتا سکتی کہ وہ کہاں واقع ہے لیکن میرا دل گواہی دیتا ہے کہ وہ جگہ دوسری دنیا میں نہیں۔ اسی دنیا میں کہیں ہے۔"

"ہوسکتا ہے کہ گاؤں کے عقیدے کے پیش نظر میری محبت نے تمہیں ایک حسین خواب کے تصور میں مبتلا کر دیا ہو۔ لیکن یہ سب کتابی باتیں ہیں۔" میں نے اسے یقین دلانے کی کوشش کی۔ "روح ایک بار جسم سے جدا ہوجائے تو اسے آسمانوں پر بلا لیا جاتا ہے' دنیا سے اس کا تعلق ہمیشہ کے لیے ختم ہوجاتا ہے۔"

"اچھا۔ میں کوشش کروں گی کہ دوبارہ ان باتوں پر غور نہ کروں۔" درخشاں نے بڑی سادگی اور معصومیت سے کہا پھر ٹامی کو پکارا تو وہ لپک کر اس کے قریب آگیا اور اس کے قدموں میں لوٹنے لگا۔ میں بہت دنوں سے محسوس کر رہا تھا کہ میرا پالتو کتا ٹامی درخشاں سے بہت زیادہ قریب ہونے لگا ہے جب بھی درخشاں پریشان ہوکر اسے آواز دیتی وہ لپک کر اس کے قریب چلا جاتا اور زبان نکال کر یوں دائیں بائیں گردن گھمانے لگتا جیسے درخشاں کو اپنے اشاروں کنایوں سے تسلی دینے کی کوشش کر رہا ہو۔ اس وقت بھی یہی ہوا۔ ٹامی ہم سے تھوڑے فاصلے پر بیٹھا تھا لیکن درخشاں کے چمکارتے ہی وہ ایک جست میں اس کے قریب آگیا اور بڑے اضطرابی انداز میں کبھی وہ درخشاں کے قدموں میں لوٹنے لگتا اور کبھی سر اٹھا کر یوں دیکھنے لگتا جیسے وہ بھی درخشاں کی اداسی کا سبب جاننے کے لیے بے چین ہو۔

میں کچھ دیر تک خاموش بیٹھا ٹامی اور درخشاں کو دیکھتا رہا پھر مجھ سے ضبط نہ ہوسکا تو میں درخشاں سے ایک ضروری کام کا بہانہ کرکے اٹھا اور لمبے لمبے قدم مارتا اپنی اسٹڈی میں آکر دل کا غبار دور کرنے کی خاطر بے اختیار پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا۔

جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا میرا اضطراب بھی بڑھتا جاتا تھا' درخشاں کے بغیر ایک لمحے کو بھی زندگی کا تصور مجھے منظور نہ تھا اس کی جدائی کا تصور میرے لیے بے حد تکلیف دہ تھا۔ ایک روز میں نے دل کا بوجھ کم کرنے کی خاطر کیلاش سے درخشاں کے خوابوں کا ذکر کیا تو وہ مجھے ایسی نظروں سے گھورنے لگا جیسے اسے درخشاں کے بجائے میری ذہنی حالت پر شبہ ہو رہا ہو۔

"تم۔ مجھے ایسی مشکوک نظروں سے کیوں دیکھ رہے ہو؟" میں نے احتجاج کیا۔

"میں تمہاری حماقتوں پر غور کر رہا ہوں۔" کیلاش بولا۔ "کیا تمہیں بھابی کی باتوں پر یقین آگیا ہے؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو میرے دوست' بات میرے یقین یا اعتبار کرنے کی نہیں' درخشاں کی پریشانی کی ہے' اگر وہ ان ہی کیفیتوں سے دوچار رہی تو کیا ہوگا؟"

"بھابی کی حالت تم مجھ سے زیادہ نہیں جانتے۔" کیلاش نے مجھے تسلی دیتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "عذرا انتہائی تجربہ کار نرس ہے' میں اس سے روزانہ بھابی کی خیریت دریافت کرتا رہتا ہوں اور تمہیں یہ سن کر خوش ہونا چاہیے کہ بھابی کی حالت بالکل نارمل ہے۔"

"پھر۔ درخشاں کا وہ خواب؟"

"وہ ایک نفسیاتی ردعمل ہے۔" کیلاش نے مجھے سمجھانے کی کوشش کی۔ "پہلے کیس کے موقع پر دنیا کی بیشتر عورتیں اسی قسم کے واہموں کا شکار ہوجاتی ہیں اور پھر موت کا تصور ان کے ذہنوں میں حقیقت بن کر کوئی نہ کوئی شکل ضرور اختیار کر لیتا ہے جو انہیں سوتے جاگتے اور اٹھتے بیٹھتے ڈراتا رہتا ہے لیکن جب وہ فراغت پا لیتی ہیں تو وہی باتیں سوچ سوچ کر خود اپنی حماقت پر مسکراتی بھی ہیں۔ بھابی بھی چونکہ اسی دور سے گزر رہی ہیں اس لیے ان کی پریشانی اپنی جگہ ایک قدرتی امر ہے۔"

"تم لیڈی ڈاکٹر شکنتلا کو کیوں فراموش کر رہے ہو؟"

"حوصلے سے کام لو میرے دوست' تم مرد ہوکر اگر ہمت ہار بیٹھے تو پھر بھابی کو کون سنبھالے گا؟"

"کیلاش۔ کیا تمہیں امید ہے کہ میرے دشمن میری طرف سے بے خبر ہوں گے؟"

"دشمن ہر حال میں دشمن ہی ہوتا ہے اس سے کسی اچھی بات کی توقع نہیں رکھنا چاہیے۔"

کیلاش نے ایک مخلص دوست اور ایک ماہر سرجن کی حیثیت سے مجھے ہر ممکن یقین دلانے کی کوشش کی کہ درخشاں کا کیس بالکل نارمل ہے اور بظاہر اسے کوئی خطرہ درپیش نہیں لیکن نہ جانے کیوں مجھے کسی کروٹ چین نہیں حاصل ہوتا تھا۔ میری چھٹی حس ہر لمحے مجھے کسی پیش آنے والے خطرے کا احساس دلاتی رہتی پھر کچھ ایسے غیر معقول واقعات پیش آنے لگے جس کی کوئی توجیہہ نہیں پیش کی جاسکتی تھی۔

سرِشام ہی سے حویلی میں بلیوں کے رونے کا شور بلند ہونا شروع ہوجاتا حالانکہ حویلی میں ایک بلی بھی نہیں تھی لیکن یوں لگتا جیسے ہزاروں بلیاں مل کر میری بدنصیبی پر ماتم کر رہی ہوں اور لطف کی بات یہ تھی کہ اس قیامت خیز شور

fsurdu.blogspot.com

غل کی آوازیں میرے سوا کسی اور کو نہیں سنائی دیتی تھیں شاید میرے دشمنوں نے مجھے پاگل بنا دینے کی خاطر حویلی میں نادیدہ اور گندی قوتوں کا جال بچھا رکھا تھا' پہلی بار میں نے بلیوں کے لڑنے کی آواز کا ذکر حبیب سے کیا تو وہ حیران ہو کر مجھے گھورنے لگا پھر سنجیدگی سے بولا۔

"میرا مشورہ مانو تو تم اپنی مقدس کتاب کی آیات کا ورد کرتے رہا کرو' جہاں مذہبی قوت موجود ہو وہاں شیطانی طاقتیں اپنا قدم نہیں جما سکتیں۔"

بہرحال مجھے خوشی تھی کہ وہ منحوس آوازیں صرف مجھے پریشان کرتی تھیں' اگر درخشاں کو بھی علم ہو جاتا تو وہ اور خوف زدہ ہو جاتی' حبیب کے مشورے کے مطابق میں نے قرآنی آیات کا ورد بھی شروع کر دیا مگر حویلی میں نادیدہ شیطانی قوتوں کا زور بڑھتا گیا۔ کھانے کے وقت مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے کسی نے شیشے کے تمام برتن اٹھا کر یک دم فرش پر اچھال دیے ہوں' چھنا کے کی آواز سن کر میں بے اختیار چونک اٹھتا لیکن دوسروں کو اس آواز کا مطلق احساس نہ ہوتا۔ کبھی مجھے ایسا محسوس ہوتا جیسے ان گنت افراد میرے آس پاس چل رہے ہوں' میں حیرت زدہ ہو کر ادھر ادھر دیکھنے لگتا' قدموں کی چاپ کی آوازیں میری قوتِ سماعت سے ٹکراتی رہتیں لیکن مجھے کوئی شے نظر نہیں آتی تھی' اکثر حویلی میں نسوانی قہقہوں کی آوازیں بلند ہو کر اتنی شدت اختیار کر لیتیں کہ کان کے پردے پھٹنے لگتے اور پھر اچانک یہ آوازیں گیدڑ کے رونے کی آواز میں بدل کر اتنی مکروہ ہو جاتیں کہ میرے دل کی دھڑکنیں ناقابلِ برداشت ہونے لگتیں مگر میں یہ سب کچھ برداشت کرتا رہتا۔ مجھے یقین تھا کہ یہ کالی طاقتیں حویلی کے اندر میرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی البتہ لیڈی ڈاکٹر شگفتہ کے روپ میں جس بدروح نے درخشاں سے ہاتھ ملایا تھا اس کے نتائج ضرور خراب ہو سکتے تھے۔ اور پھر۔ پھر وہی ہوا جس کی پیش گوئی ایک بدروح نے شگفتہ کے روپ میں کی تھی' میرے دشمنوں کی چال کامیاب ہو گئی' ان کے ناپاک عزائم پورے ہو گئے۔ کیس کے عین موقع پر درخشاں کی حالت نے کچھ ایسی پیچیدہ صورت اختیار کر لی کہ سب ہی کے ہاتھ پیر پھول گئے' درخشاں کی زندگی بچانے کی خاطر کیلاش کو ہنگامی طور پر آپریشن کرنا پڑا لیکن اس کی تمام مہارت اور کوششیں رائیگاں گئیں' وہ بچے کو نہ بچا سکا' درخشاں کی حالت بھی تشویش ناک تھی اس لیے کیلاش نے مجھے ڈلیوری روم میں جانے کی اجازت دے دی۔

میں نے دھڑکتے ہوئے دل سے کمرے میں قدم رکھا'

درخشاں کی نگاہیں دروازے پر جمی تھیں' وہ میری آمد کی منتظر تھی' ہر چند کہ وہ آپریشن کے تکلیف دہ اور خطرناک مرحلے سے گزر چکی تھی لیکن مجھے دیکھتے ہی اس کے چہرے پر شگفتگی پھیل گئی' اس کے یاقوتی لبوں پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ ابھر آئی' اس کی نگاہوں میں حسرت و یاس کی ملی جلی کیفیت موجود تھی۔

"درخشاں۔ میری زندگی۔" میں نے قریب جا کر بڑے پیار سے کہا۔ "مجھے تمہارے سوا اور کچھ نہیں چاہیے۔"

"جمال۔" وہ میرا ہاتھ تھام کر آہستہ سے بولی۔ "مجھے افسوس ہے کہ میں تمہیں تمہاری خوشیاں نہ دے سکی۔"

"قدرت کو یہی منظور تھا۔" میں نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا پھر اس کی پیشانی چوم کر بولا۔ "تم مجھے مل گئیں میرے لیے یہی بہت ہے۔"

"وقت بہت کم ہے میرے سرتاج' میری باتوں کو غور سے سنو۔" اس بار درخشاں نے مجھے بے چین نظروں سے دیکھتے ہوئے نحیف آواز میں کہا۔ "مجھ سے وعدہ کرو جمال کہ تم میری موت کا سوگ نہیں مناؤ گے۔ مجھے دیکھو میں اس وقت بھی مطمئن ہوں' اس لیے کہ ہم دوبارہ بہت جلد ملیں گے۔ اسی دنیا میں۔ مگر مجھے دوبارہ پانے کے لیے تمہیں دور دراز کا سفر کرنا ہوگا۔ اس سفر کے اختتام پر میں تمہاری راہ دیکھ رہی ہوں گی۔ ایک نئے روپ میں۔"

"درخشاں' میری زندگی! خدا کے لیے مایوسی کی باتیں مت کرو' تم بہت جلد صحت یاب ہو جاؤ گی۔" میں نے خود کو سنبھالتے ہوئے درخشاں کو تسلی دی۔

"میں اب بھی صحت مند ہوں جمال۔ طویل سفر اختیار کرنے کے لیے انسان کا صحت مند ہونا ضروری ہے۔" درخشاں نے ہونٹ بھینچ کر اپنی اذیت ناک تکلیف کو برداشت کیا پھر اکھڑی اکھڑی سانسوں کے درمیان بولی۔ "میں اب رخصت ہو رہی ہوں۔ میری باتوں کو۔۔۔ فراموش مت کر دینا۔ میری خاطر۔۔۔ سفر ضرور کرنا۔۔۔ ہم دوبارہ پھر ملیں گے اسی دنیا میں۔۔۔ اچھا جمال۔۔۔ خدا۔۔۔ خدا۔۔۔ حا۔۔۔ فظ۔۔۔"

درخشاں نے ایک آخری ہچکی لی پھر دنیا کے قید و بند سے ہمیشہ کے لیے آزاد ہو گئی۔ اور میں سکتے کی حالت میں اسے یوں گھورنے لگا جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں۔ پھر اس خواب کا طلسم ٹوٹا تو میں چیخ مار کر بے اختیار درخشاں کی بے جان لاش پر گر پڑا۔

درخشاں کی موت نے میری حالت اضطراب کی سی کر دی۔ مجھ پر غشی کے دورے پڑنے لگے۔ دنیا میری نظروں میں تاریک اور اندھیر ہو کر رہ گئی۔ مجھے سوائے درخشاں کے کسی چیز کا ہوش نہیں تھا۔ وقت نے میرے وجود پر حالات کی صلیب گڑوا کر دی۔ شاید میں زندگی کی حرارتوں سے بے نیاز ہو گیا تھا۔ میں نے موت اور زندگی کے فاصلوں کو ختم کرنے کی خاطر دو تین بار خودکشی کی کوشش بھی کی۔ اس طرح میں فاصلوں کی قید سے آزاد ہو کر اپنی درخشاں کے پاس جانا چاہتا تھا لیکن میرے دوست اور ملازم بھی میری کیفیت اور جنونی حرکتوں کے پیش نظر ہر وقت میری نگرانی پر مامور رہتے۔ میں نے دو ایک بار دیواروں سے بھی سر ٹکرایا لیکن موت نے مجھے قبول نہیں کیا۔

شاید میں پاگل ہو گیا تھا۔ ملازم بھی جیکب یا کیلاش جب مجھے صبر و سکون کی تلقین کرتے تو میں حیرت سے ان کا منہ تکنے لگتا۔ میں انھیں یہ سمجھاتا کہ درخشاں کی جدائی نے میرے وجود کو جو زخم عطا کیے ہیں وہ اتنی جلدی بھلائے کیسے مندمل ہو سکتے تھے۔ ابھی تو ہر شے میں میری محبت کی خوشبو اور درخشاں کی یادوں کی مہک رچی بسی تھی۔ حویلی کے در و دیوار میں جیسے مرنے والی صورت نقش ہو کر رہ گئی تھی۔ میں جدھر بھی نظر اٹھاتا درخشاں کا تصوراتی ہیولا میرے سامنے ہوتا۔ اس کے قہقہے میرے کانوں میں گونجتے رہتے۔ اس کی بھولی بھالی اور معصوم باتیں مجھے یاد آتیں تو میرے زخم پھر سے ہرے ہو جاتے اور مجھے یوں محسوس ہوتا جیسے درخشاں دبے قدموں میرا تعاقب کر رہی ہو۔ اکثر میرے کانوں میں اس کی آوازیں گونجتی جیسے وہ مجھے آوازیں دے رہی ہو۔ میں چونک کر تیزی سے پلٹتا پھر ایک کرب ناک آہ میرے حلق سے خارج ہو کر حویلی کے در و دیوار میں گم ہو جاتی۔

درخشاں کو مجھ سے جدا ہوئے تین ماہ گزر گئے۔ وقت میرے جنون کے لیے آہستہ آہستہ اپنا کام کرتا رہا۔ میری وحشتوں میں بڑی حد تک کمی آ گئی لیکن میں اب بھی ہر وقت درخشاں کے تصور میں گم رہتا۔ اس نے مرتے وقت جو آخری جملے مجھ سے کہے تھے وہ اکثر میرے کانوں میں صدائے بازگشت بن کر گونجتے رہتے۔ میں نے ایک روز کیلاش سے اس کا ذکر کیا تو وہ مجھے گھور کر رہ گیا لیکن جیکب نے مجھے تسلی دیتے ہوئے کہا۔

”ہمت اور صبر سے کام لو میرے دوست! زندگی خداوند کی امانت ہوتی ہے اور وہ جب چاہے اپنی امانت واپس لے سکتا ہے۔ جہاں تک تمھاری بیوی نے آخری جملوں کا تعلق ہے تو میں اسے ماننے کو تیار نہیں البتہ میں یہ ضرور کہوں گا کہ محبت کرنے والے زندگی کے آخری لمحوں میں بڑے جذباتی ہو جاتے ہیں اور ایسے خوابوں کے بارے میں سوچنے لگتے ہیں جن کا حقیقی باتوں سے دور کا بھی کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ یہ بات ہے کہ مرنے کے بعد تمھاری روح دوسری دنیا میں بھابی سے جا ملے۔“

”کاش ایسا میرے اختیار میں ہوتا۔“ کیلاش نے میرے جواب کی کسک محسوس کی تو دبی زبان میں بولا۔

”میرے دھرم میں آواگون کا تصور موجود ہے اور اس عقیدے کو ماننے والوں کا خیال ہے کہ روح کبھی نہیں مرتی۔ موت ایک عارضی دوری اور جدائی کہلاتی ہے۔ آتما ایک شریر سے اپنا تعلق ختم کرنے کے بعد کچھ دنوں تک بھٹکتی رہتی ہے پھر کسی دوسرے روپ اور شریر میں ہمارے درمیان واپس آ جاتی ہے۔“

”کیا تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بھابی بھی جمال کو دوبارہ مل جائیں گی۔“ جیکب نے برا سا منہ بناتے ہوئے دریافت کیا۔

”اپنے اپنے عقیدے کی بات ہے۔“ کیلاش نے کہا۔ ”درخشاں بھابی کا تعلق چونکہ ہندو دھرم سے تھا اس لیے ہو سکتا ہے کہ انھوں نے آواگون کے ”عقیدے“ پر یقین رکھتے ہوئے وہ بات کر دی ہو جو جمال کے ذہن میں بیٹھ کر رہ گئی ہے۔ لیکن ذاتی طور پر میں ان باتوں کو نہیں مانتا۔“

”رب عظیم کی قسم، وقت زخموں کے لیے بے حد مفید اور تریاق ہوتا ہے۔“ جیکب نے مجھے تسلی دینے کی خاطر کہا۔ ”زندگی میں کوئی عزیز دوست، ساتھی یا ہم سفر اچانک منہ موڑ لے تو تکلیف کا احساس اتنا ہی شدید ہوتا ہے جتنا گوشت کا ناخن سے جدا ہو جانے پر ہوتا ہے۔ سلویا کی موت نے مجھے بھی دیوانہ کر دیا تھا۔ میرے قدم بھی ڈگمگا گئے تھے مگر میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔ خدا کی مرضی کے سامنے سر جھکا دیا اور دوبارہ دنیا کے ہنگاموں میں گم ہو گیا۔ سلویا کی یاد آج بھی میرے دل و دماغ پر نقش ہے لیکن میں نے اسے خود پر طاری کرنے کی کوشش نہیں کی۔ آہستہ آہستہ اس کی شدتوں کو کم کرنے کی کوشش کرتا رہتا ہوں۔ دنیا کا یہی دستور ہے میرے عزیز! اس لیے میں تمھیں بھی یہی مشورہ دوں گا کہ خدا کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دو اور خود کو مصروف رکھنے کی عادت ڈالو۔ باقی کام وقت کرے گا۔“

جیکب نے ٹھیک ہی کہا تھا کہ وقت ہر زخم کے لیے تریاق کا کام کرتا ہے۔ کیلاش نے مجھے مشورہ دیا کہ میں دوبارہ لکھنا شروع کر دوں اور مطالعے کے شوق کو از سر نو اپنا لوں اس طرح

معروفیت میرے غموں کا بوجھ کچھ ہلکا کرے گی۔ میں نے کیلاش کے مشورے کو مان لیا اور دل کے احساسات کو نوکِ قلم کی زبانی صفحۂ قرطاس پر بکھیرنے لگا۔ شروع شروع میں مجھے دشواری اور اذیت کا احساس ہوا لیکن رفتہ رفتہ دل کا غبار چھٹنے لگا اور میری کیفیت سنبھلنے لگی۔

دیوان جی نے میری جاگیر کے کاموں کو سنبھال رکھا تھا، وہ اکثر حویلی آکر مجھ سے کاروبار کی باتیں کرتے۔ ایک آدھ بار انھوں نے مجھ سے کہا بھی کہ اب میں براہِ راست جاگیر کے کاموں کو دیکھوں مگر میں نے ان کا یہ مشورہ رد کر دیا، اس لیے کہ مجھے ان پر اعتماد تھا اور اس لیے بھی میں حویلی سے باہر نہیں جانا چاہتا تھا کہ میرے ملنے جلنے والے پرسشِ احوال کریں گے تو دل کے زخم پھر ہرے ہو جائیں گے۔ ایک بار دیوان جی نے دبی زبان میں مجھے میرے دشمنوں اور جنگی کے بارے میں بھی کچھ بتانا چاہا لیکن میں نے سننے سے انکار کر دیا۔۔۔ درخشاں کے بعد اب ان باتوں پر دھیان دینا مجھے گوارا نہیں تھا۔

میں دن بھر لکھنے پڑھنے کے شغل میں مصروف رہتا، دوپہر کو کچھ دیر آرام کرتا، اکثر اوقات سو بھی جاتا۔۔۔ شام کو اپنے عزیز دوستوں جیکب اور کیلاش کے ساتھ بیٹھ کر باتیں کرتا اور رات کو درخشاں کے تصور سے لپٹ کر پڑ جاتا، پھر شب و روز اسی طرح اپنی منزلیں طے کر رہے تھے۔

ایک روز میں اپنی اسٹڈی میں بیٹھا لکھنے میں مصروف تھا کہ جیکب جھلایا ہوا اندر داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کوئی کتاب تھی جس پر بادامی رنگ کا کاغذ چڑھا ہوا تھا، قبل اس کے کہ میں جیکب سے اس کی جھلاہٹ کا سبب دریافت کرتا اس نے ہاتھ میں دبی ہوئی کتاب زور سے میرے سامنے میز پر رکھتے ہوئے کہا۔

"لو۔ اسے بھی پڑھ کر دیکھو شاید یہ بے ہودہ سفر نامہ تم کو پسند آجائے، اس کا مصنف ایک سیاح ہے کبھی زمانے میں میرا پڑوسی رہ چکا ہے اور اسی ناتے سے اس بے ہودہ شخص نے یہ فضول اور واہیات کتاب مجھے روانہ کی ہے تاکہ میں اسے پڑھوں اور اس پر اپنی رائے کا اظہار کروں۔"

"کیا تم نے یہ سفر نامہ پورا پڑھ لیا ہے۔" میں نے جیکب کی جھلاہٹ سے لطف اندوز ہوتے ہوئے دریافت کیا۔

"کوشش کی تھی لیکن بیس پچیس صفحات سے زیادہ ہضم نہیں کر سکا۔"

"کیوں۔ کیا اس میں ایڈونچر نہیں ہے؟"

"ایڈونچر کم اور لچر پن زیادہ ہے۔" جیکب نے حقارت سے جواب دیا پھر جھلا کر کتاب دوبارہ اٹھائی بادامی کاغذ جلد سے اتار کر سرورق میری نگاہوں کے سامنے کرتا ہوا بولا۔

"اسے دیکھو۔ یہ بے ہودگی نہیں تو اور کیا ہے۔ اور اس تصویر والی لڑکی کے بارے میں تو فاضل مصنف نے زمین و آسمان کے قلابے ملا دیے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونک کر پوچھا۔ "کیا یہ تصویر بھی سفر نامے سے کوئی تعلق رکھتی ہے؟"

"ہاں۔" جیکب نے کڑوا منہ بناتے ہوئے جواب دیا۔ "یہ فضول لڑکی مصنف سے ایک جزیرے پر ٹکرائی تھی۔" جیکب مجھے کتاب کے بارے میں بتا رہا تھا کہ اتفاق سے کیلاش بھی آگیا، اس نے بھی سرورق کی تصویر کو بہت غور سے دیکھا جو ایک نہایت حسین و جمیل دوشیزہ کی تھی، وہ ایک درخت سے ٹیک لگائے کھڑی ڈوبتے سورج کا نظارہ کر رہی تھی اس کے گداز ہونٹوں پر زندگی سے بھرپور مسکراہٹ نظر آرہی تھی البتہ اس کے کھڑے ہونے کا انداز ایسا تھا کہ جس کو جیکب نے بے ہودگی اور لچر پن سے تعبیر کیا تھا۔

"کیا خرابی ہے اس تصویر میں؟" کیلاش نے بڑی سنجیدگی اور معصومیت سے جیکب سے دریافت کیا۔

"کیا تمھیں کچھ نظر نہیں آرہا؟" جیکب نے تلملا کر جواب دیا۔

"آرہا ہے۔ لیکن یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ جس علاقے سے اس لڑکی کا تعلق ہو وہاں جسم کی ستر پوشی کا رواج نہ ہو۔ ایسی صورت میں اس بے چاری غریب لڑکی کو بھلا مورد الزام کیونکر ٹھہرایا جا سکتا ہے۔ ذرا تم اسے ایک بار پھر پوری توجہ سے دیکھو کس قدر حسین اور معصوم نظر آرہی ہے۔"

"شیطان بھی انسان کو ورغلانے کی خاطر ہمیشہ حسین اور معصومیت کا پیکر نظر آتا ہے۔"

"تمھیں اعتراض کس بات پر ہے؟"

"اس کے اس طرح کھڑے ہو کر تصویر بنوانے پر جو میرے نزدیک گناہِ کبیرہ سے کم نہیں۔" جیکب غصے سے بولا۔ "میرے اختیار میں ہوتا تو اس کتاب کے مصنف کو گولی مار دیتا۔"

"یہ تم اس لیے کہہ رہے ہو کہ اسے اپنا نہیں سکتے اگر یہ حسینہ تمھاری بیوی بن جائے تو تم اسے کبھی گولی نہیں مارو گے۔"

"تم جیسے نامعقول سر جن سے مجھے کسی ایسے ہی بے ہودہ سوال کی توقع تھی۔" جیکب بڑبڑانے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ اس سفر نامے میں جنگلی قبائل کا ذکر زیادہ ہوگا۔" میں نے کیلاش کے ہاتھ سے کتاب لے کر اس پر

itsurdu.blogspot.com

ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے کہا پھر جیکب سے پوچھا "کیا تمہیں صرف اس تصویر پر اعتراض ہے یا سفرنامے کے نفسِ مضمون میں کوئی خرابی نظر آتی ہے؟"

"خرابی؟" جیکب ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا "پڑھ کر دیکھ لو تمہیں خود اندازہ ہو جائے گا اس قبیلے کے لوگ کس قدر شریف اور معصوم واقع ہوئے ہیں۔ اس قدر بدبخت لوگ ہیں کہ تبلیغ کے لیے وہاں جانے والے پادریوں کو بھون کر کھا جانا اپنا فرض سمجھتے ہیں۔"

کیلاش یہ سن کر بے اختیار قہقہے لگانے لگا پھر بڑی مشکلوں سے اپنی ہنسی ضبط کرتے ہوئے بولا "نہایت سمجھدار اور دُور اندیش لوگ معلوم ہوتے ہیں۔ میرا بس چلے تو دنیا کے تمام پادریوں کو اکٹھا کر کے اسی قبیلے میں بھجوا دوں۔"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ خدا گنجے کو ناخن نہیں دیتا۔" جیکب نے چڑ کر کہا۔

"لیکن تمہارے اوپر یہ مثال صادق نہیں آتی۔" کیلاش نے فادر جیکب کے گھٹے ہوئے سر کی جانب دیکھتے ہوئے شوخی سے کہا "تم گنجے بھی ہو اور ربِ عظیم نے تمہیں ناخن جیسی نعمت سے بھی مالا مال کر رکھا ہے۔"

ہم خاصی دیر تک جیکب سے تفریح لیتے رہے۔ اسی رات میں نے سفرنامے کا سرسری مطالعہ کیا تو میری دلچسپی بڑھتی گئی، مصنف نے ان جزائر کا بڑا خوب صورت نقشہ کھینچا تھا جہاں جہاں اس کا گزر ہوا تھا، مہم جوئی کی یہ داستان اتنی دلچسپ اور خوب صورت تھی کہ مجھے وقت کا احساس ہی نہیں رہا، پھر اس سفرنامے کو پڑھتے پڑھتے میری آنکھ لگ گئی تو میں نے خواب میں خود کو اسی جزیرے پر محسوس کیا جہاں سرو قد والی وہی حسین و جمیل دوشیزہ ایک درخت سے ٹیک لگائے کھڑی میری راہ تک رہی تھی اس کا خوب صورت چہرہ شفق کی سرخی کے سبب تپ کر گلنار بن گیا تھا، وہ بے حد معصوم اور خوب صورت نظر آ رہی تھی اور مجھے بے خودی کے عالم میں گھور رہی تھی اور پھر میرے دیکھتے ہی دیکھتے اس حسینہ نے میری درخشاں کا روپ اختیار کر لیا۔ وہی رنگ و روپ، وہی خد و خال، وہی ناک نقشہ اور وہی سراپا حسن و جمال۔

میں اپنی جگہ محوِ حیرت کھڑا اسے آنکھیں پھاڑے دیکھ رہا تھا کہ اس نے مسکراتے ہوئے بڑی اپنائیت سے اپنے بازو پھیلا دیے اس کے یاقوتی لبوں کو جنبش ہوئی اور درخشاں کی مانوس آواز میرے کانوں میں گونجی "جمال۔ مجھے یقین تھا تم مجھے پانے کے لیے دور دراز کا سفر ضرور اختیار کرو گے۔"

"درخشاں۔ یہ تم ہو؟"

"ہاں جمال۔ میں تمہاری درخشاں ہوں جو ایک عرصے سے تمہاری راہ دیکھ رہی تھی، میں نے تم سے کہا تھا نا کہ ہماری جدائی عارضی ہوگی اور ہم اسی دنیا میں دوبارہ ایک دوسرے کو پالیں گے مجھے خوشی ہے کہ تم نے مجھے تلاش کر لیا۔"

درخشاں کی آواز نے میرا سکون درہم برہم کیا تو میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنی خواب گاہ میں اپنے بستر پر بالکل تنہا تھا، میرا حلق خشک ہو رہا تھا، میں نے اٹھ کر پانی پیا اور ذہن جھٹک کر دوبارہ سونے کی کوشش کرنے لگا، کچھ دیر بعد میری آنکھ لگی تو میں نے ایک بار پھر وہی خواب دیکھا، درخشاں میری نظروں کے سامنے موجود تھی لیکن اس بار وہ بے حد مضطرب اور بے چین نظر آ رہی تھی، اس نے حسرت بھرے لہجے میں مجھ سے شکوہ کیا۔

"جمال کیا تم اپنی درخشاں کو پانے کی خاطر دور دراز کا سفر اختیار نہیں کرو گے؟ کیا تمہارے انتظار میں میری آنکھیں پتھرا جائیں گی۔ بولو جمال، کیا تم اپنی درخشاں کی آخری خواہش پوری نہیں کرو گے۔ کیا تم مجھے یکسر فراموش کر دو گے؟"

"نہیں۔ نہیں۔" میں سوتے میں چیخ پڑا۔ میری آنکھ دوبارہ کھل گئی، میرا جسم پسینے سے شرابور ہو رہا تھا اور میرے ذہن میں آندھیاں چل رہی تھیں، درخشاں کا تصور میری نظروں کے سامنے تھا اور اس کی آواز صدائے بازگشت بن کر میرے کانوں میں گونج رہی تھی، میں تڑپ کر اٹھ بیٹھا اور خواب گاہ میں ٹہلنے لگا۔ نیند میری آنکھوں سے اچاٹ ہو چکی تھی پھر میں نے خود کو اس بات پر ملامت کی کہ درخشاں کی آخری خواہش پوری کرنے میں اتنی دیر کیوں لگا دی، اسی رات میں نے عزم کر لیا کہ پہلی فرصت میں کسی دور دراز کے سفر پر روانہ ہو جاؤں گا۔

کچھ دنوں تک میں خاموش رہا پھر ایک روز میں نے جیکب اور کیلاش سے کہا کہ حسین آباد اور کردی کے علاقوں میں رہ کر درخشاں کو بھلانا میرے اختیار کی بات نہیں، اس لیے میں تبدیلی کی خاطر سفر اختیار کرنا چاہتا ہوں، اس طرح ممکن ہے کہ میں اپنی ماضی کی حسین یادوں کی شدت کو کم کرنے میں کامیاب ہو جاؤں۔ کیلاش اور جیکب نے میری رائے سے اتفاق کیا۔ میں نے ان دونوں کو بھی ساتھ چلنے کی دعوت دی تو کیلاش بلا کسی حیل و حجت آمادہ ہو گیا لیکن جیکب کو آمادہ کرنے کے لیے ہمیں خاصی محنت کرنا پڑی۔ میرے پاس دولت کی فراوانی تھی اس لیے مجھے کوئی دشواری نہیں ہوئی، دوستوں

کی آمادگی کے بعد میں نے سیلون میں اپنے ایک پرانے واقف کار کو تار دے دیا کہ وہ میرے لیے ایک مضبوط اور آرام دہ چھوٹے جہاز کو کسی بھی کرائے کے عوض دو ڈھائی ماہ کے لیے حاصل کرلے۔ مجھے زیادہ دنوں تک انتظار کی زحمت نہیں ہوئی۔ دس گیارہ روز بعد ہی مجھے اطلاع مل گئی کہ میرے لیے نہایت مناسب قیمت پر ایک بہترین جہاز حاصل کرلیا گیا ہے۔

اس خوش خبری کے ملتے ہی میں جاگیر کا مکمل انتظام دیوان جی کے سپرد کر کے اپنے دوستوں کے ہمراہ روانہ ہوگیا اور ایک صبح خشکی کو خیرباد کہہ کر سمندری سفر کے لیے بحری عقاب پر سوار ہوگیا جہاں اس وقت بھی میں اپنے کیبن میں بیٹھا ماضی کی داستان کو ڈائری میں محفوظ کر رہا ہوں۔

*

گابا کی پراسرار موت کا اثر ابھی میرے ذہن پر باقی تھا کہ جیکبن کے خط نے میرا سکون برباد کردیا۔ میں رات بھر جیکبن کے خط کو بار بار پڑھتا رہا، دوسرا بند لفافہ میری پریشانیوں کو دوچند کر رہا تھا۔ نہ جانے اس کے اندر میرے لیے کیا پیغام درج تھا۔ شاید جیکبن نے میری اور درخشاں کی ملاقات کے بارے میں روحوں کی پیشین گوئی کا کوئی ذکر کیا ہو۔ میں نے سوچا، جو بات وہ زبان پر نہیں لانا چاہتا تھا غالباً اس نے وہ تحریر کے ذریعے مجھ تک پہنچا دی ہو مگر اس سلسلے میں جیکبن نے یہ شرط بھی لگا دی تھی کہ جب تک بحری سفر ختم نہ ہو اس لفافے کو نہ کھولا جائے ورنہ روحیں ناراض ہوگئیں تو آئندہ پیش آنے والے واقعات کی ترتیب بدل بھی سکتی ہے۔ گویا جیکبن کو روحوں کے ذریعے میرے سفر کے آئندہ حالات کا بھی علم ہو چکا تھا، وہ حالات یقیناً خوش گوار نہیں ہوں گے ورنہ وہ اس طرح اپیا کے جزیرے پر اچانک ہمارا ساتھ نہ چھوڑ دیتا۔

جس انداز میں گابا اپنی زبان کھولتے کھولتے اچانک کسی نادیدہ قوت کا شکار ہوکر موت سے ہمکنار ہوا تھا وہ منظر ابھی تک میرے ذہن میں محفوظ تھا۔ اپیا کے جزیرے پر وہ اچانک میرے راستے میں حائل ہوگیا تھا پھر اس نے اپنے دائیں ہاتھ میں لیے ہوئے کسی مردہ جانور کی سالخوردہ ہڈیوں کے بے ہنگم ڈھانچے کو چومتے ہوئے مجھے اپنے علم سے متاثر کرنا شروع کردیا، وہ مجھے میرے ماضی کے بارے میں بتا رہا تھا پھر اس نے مجھے میرے سفر کے حالات کے بارے میں بتانا شروع کیا، اس کی باتوں نے جیسے مجھ پر سحر کردیا ہو یا تسخیر کرلیا ہو۔ وہ جو کچھ کہہ رہا تھا وہ حرف بحرف درست تھا پھر میں نے گابا سے اپنی اور درخشاں کی ملاقات کے بارے میں دریافت کیا لیکن قبل اس کے کہ وہ اپنی زبان کھولتا ہڈیوں کا ڈھانچہ اس کے ہاتھ سے نکل کر اس کی پیشانی سے ٹکرایا اور وہی ایک شدید ضرب گابا کی ہلاکت کا سبب بن گئی۔

گابا نے مرنے سے پیشتر خود بھی حیرت کا اظہار کیا تھا، اس نے کہا تھا کہ اس روز سے پیشتر ہڈیوں کے اس عظیم اور پراسرار ڈھانچے نے اس کی زبان بند رکھنے کی کوشش کبھی نہیں کی۔

اور گابا کے منہ سے نکلے ہوئے ان ہی آخری جملوں نے جیکبن کی شخصیت کو میرے لیے اور زیادہ پراسرار اور مشکوک بنا دیا۔ جیکبن جو بذاتِ خود بھی روحوں کو بلانے اور عملِ تنویم میں مہارت رکھتا تھا یقیناً گابا کے قبضے میں موجود ہڈیوں کے اس ڈھانچے کی پراسرار اہمیت اور خاصیتوں سے واقف ہو چکا تھا اور اگر میرا خیال غلط نہیں تو جیکبن ہی نے اپنی قوت کا مظاہرہ کر کے نہ صرف یہ کہ گابا کو ٹھکانے لگا دیا بلکہ ہڈیوں کے اس سالخوردہ ڈھانچے کو بھی حاصل کرلیا جس کی عظمت کے آگے اپیا کے تمام باشندے سرنگوں ہوگئے تھے۔ جیکبن نے میرے اندازے کے مطابق نہایت کمال ہوشیاری سے ایک تیر سے دو شکار کیے تھے۔ ہڈیوں کا ڈھانچہ بھی اس کی تحویل میں چلا گیا اور وہ بات جو گابا کی زبان سے نکل کر میری اور درخشاں کی ملاقات کے اسرار کا پردہ چاک کرنے والی تھی وہ بھی ہمیشہ کے لیے گابا کے وجود ہی میں دفن ہوکر رہ گئی۔

رات بھر میں اپنے کیبن میں بستر پر لیٹا کروٹیں بدلتا رہا، جیکبن کی شخصیت کے بارے میں جس قدر سوچتا وہ اتنی ہی پراسرار اور پیچیدہ ہوتی جاتی۔ اس رات میں نے متعدد بار جھلا کر دوسرے لفافے کو کھولنے کی کوشش کی لیکن اپنے ارادے کو عملی جامہ نہ پہنا سکا۔ یقیناً وہ کوئی نادیدہ قوت ہی تھی جو اس بند لفافے کا تحفظ بھی کر رہی تھی اور جس نے مجھے بار بار میرے ارادے سے باز رکھا۔

دوسری صبح ناشتے کی میز پر جیکب اور کیلاش حسبِ معمول میرے ساتھ شریک تھے۔ میرا سر رات بھر جاگتے رہنے کے باعث قدرے بھاری اور بوجھل بوجھل سا ہو رہا تھا۔ کیلاش خلافِ توقع سنجیدہ اور خاموش نظر آرہا تھا البتہ جیکب بڑے خوش گوار موڈ میں تھا، کبھی وہ کیلاش کو معنی خیز نظروں سے دیکھنے لگتا اور کبھی آہستہ سے مجھے کہنی مار کر کیلاش کی جانب متوجہ کرنے کی کوشش کرنے لگتا۔

”کیا بات ہے کیلاش؟“ میں نے جیکب کے بار بار کہنے پر کیلاش سے دریافت کیا۔ ”تم آج خلافِ توقع اس قدر گم صم کیوں نظر آرہے ہو؟“

"میرا خیال ہے کہ سر جی تمام رات بے خوابی کی پریشان کن کیفیتوں سے دوچار رہا ہے۔"

"تمھیں کیسے معلوم ہوا؟" کیلاش نے چونکتے ہوئے جیکب کو دیکھا۔ انداز کچھ ایسا ہی تھا جیسے جیکب نے اس کی کسی دکھتی رگ پر ہاتھ رکھ دیا ہو۔

"اپنی پلیٹ پر ایک نظر ڈالو۔ ہر چیز جوں کی توں موجود ہے اور چائے کی پیالی بھی سرد ہو چکی ہے۔"

"اوہ۔" کیلاش نے دوبارہ چونکتے ہوئے کہا پھر بے اختیار چائے کا کپ ہونٹوں سے لگایا تو جیکب نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"کیوں۔ کیا تمھیں چائے کا درجۂ حرارت نفی سے زیادہ محسوس ہو رہا ہے؟"

"تم۔ کہنا کیا چاہتے ہو؟" کیلاش نے قدرے جھلائے ہوئے انداز میں چائے کا کپ ایک طرف رکھتے ہوئے جیکب کو گھورا۔

"کیا تمھیں اندازہ ہے کہ ہم اس وقت کہاں ہیں؟" جیکب نے انتہائی سنجیدگی سے سوال کیا۔

"کیوں نہیں۔ ہم اس وقت اپنے دوست جمال اصغر کے ساتھ بحری عقاب نامی جہاز پر سفر کر رہے ہیں۔"

"خدا کا شکر ہے کہ تمھاری دماغی حالت ابھی پوری طرح متاثر نہیں ہوئی ورنہ میرا خیال تھا کہ تم ابھی تک اپیا کے ساحل پر چہل قدمی کر رہے ہو گے۔"

"آہ میرے دوست۔ میرے زخموں کو مت کریدو۔" کیلاش نے ایک سرد آہ بھر کر کہا۔ "تم میرے دل کی دھڑکنوں کو نہیں سمجھ سکو گے۔"

"میں محسوس کر رہا ہوں کہ تم جسمانی طور پر اس وقت ہمارے درمیان ضرور موجود ہو لیکن تمھارا دل اور دماغ ابھی تک اپیا کے ساحل پر ناریل فروخت کرنے والی حسینہ توکیلا کے تصور میں کھویا ہوا ہے۔"

"تم شاید میری محبت کا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"نہیں۔ میں تمھیں یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ شیطان ہمیشہ خوب صورت اور حسین روپ میں سامنے آ کر اچھے بھلے انسانوں کو بھی حماقت میں مبتلا کر دیتا ہے۔" جیکب بولا۔ "اپنی مثال لے لو۔ توکیلا سے ملنے سے پیشتر تم خاصے سمجھ دار اور ذہین واقع ہوئے تھے لیکن محبت کے بے ہودہ اور مہلک جراثیم تمھارے اوپر کچھ اس طرح حملہ آور ہوئے کہ تم بھی گئے کام سے۔"

"جمال۔" اچانک کیلاش نے مجھے اپنی سنجیدہ شرارت کے درمیان گھسیٹتے ہوئے پوچھا۔ "ایمان سے کہنا کیا تم نے توکیلا کو غور سے دیکھا تھا اور کیا تمھیں ایسا محسوس نہیں ہوا کہ توکیلا کے روپ میں پرستان کی کوئی حور آسمانوں سے بھٹک کر زمین پر اتر آئی ہے؟"

"تم شاید بھول رہے ہو میرے قابلِ رحم دوست کہ حور کا تعلق جنت سے ہوتا ہے۔ پرستان سے نہیں۔" جیکب نے مسکراتے ہوئے تصحیح کی تو کیلاش جھلا کر میز پر ہاتھ مارتے ہوئے بولا۔

"میں اپنی غلطی تسلیم کرتا ہوں لیکن کیا تم اس حقیقت سے انکار کر سکو گے کہ تمھارے تحت الشعور میں وہ سیاہی حسینہ روپا آج بھی موجود ہے جس نے سمندر کی موجوں میں ایک مردہی کے عشق میں مبتلا ہو کر چھلانگ لگا دی تھی۔"

"میں ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں اس پر۔" جیکب نے اچانک کڑوا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

"میں اس لعنت کی وجہ بھی بتا سکتا ہوں میرے بھولے پادری۔ اگر روپلے لاسا کے بجائے تمھاری طرف نظرِ عنایت کی ہوتی تو آج تم بھی میری طرح سرد چائے حلق کے نیچے اتارنے پر مجبور ہو جاتے۔"

"کیا مطلب؟" جیکب گڑبڑا گیا۔ "کیا تم پھر اسی ناگوار اور منحوس عورت کا ذکر تازہ کرنے کی حماقت کر رہے ہو جو شب دیجور سے زیادہ تاریک اور سیاہ تھی۔"

"تم نے توکیلا کے خوب صورت حل میں جھانک کر دیکھنے کی کوشش نہیں کی جہاں ایک معصوم روح اپنی تمام تر پاکیزگیوں کے ساتھ کسی ہم سفر کی تلاش میں نہ جانے کب سے بے چین اور مضطرب ہے۔" کیلاش نے پھر سنجیدگی سے جیکب کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔

کیلاش اور جیکب کے درمیان یہ نوک جھونک جاری تھی کہ میں نے گفتگو کا موضوع بدلنے کی خاطر پہلی بار اپنے دوستوں کو بتایا کہ جیکسن نے اپیا کے ساحل سے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا ہے۔ کیلاش میری بات سن کر چونکا تھا لیکن جیکب نے کیلاش کو چھیڑنے کی خاطر کہا۔

"میرا خیال ہے کہ جیکسن بھی اس جزیرے پر گھومنے والی کسی حسینہ کی زلف کا شکار ہو کر اپنی عاقبت خراب کرنے کی خاطر رک گیا ہو گا۔"

"کیا اسٹیلے کو علم ہے کہ جیکسن جہاز پر موجود نہیں؟" کیلاش نے جیکب کی بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں۔ اور کپتان کا خیال ہے کہ جیکسن نے دیدہ و دانستہ ایسا کیا ہے ورنہ اگر وہ چاہتا تو جہاز پر واپس آ سکتا تھا۔" میں نے تفصیل بتاتے ہوئے کہا۔ "روانگی سے پیشتر ایک کشتی جیکسن کی

خاطر ساحل پر بھیجی گئی تھی مگر اس نے آنے سے انکار کر دیا۔"

"یہ بہت برا ہوا۔" کیلاش نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ "اگر جہاز کا عملہ اسی طرح کم ہوتا رہا تو ہمارے سفر کا کیا بنے گا؟"

"اس خدشے کا اظہار میں نے بھی کیا تھا لیکن ایشلے نے مجھے یقین دلایا ہے کہ آئندہ ایسا نہیں ہو گا۔ اور میرا خیال ہے کہ ایشلے جیکسن کی غیر موجودگی سے خفا ہونے کے بجائے خوش ہے، شاید اس لیے کہ وہ جیکسن کے روحوں والے چکر کو پسندیدہ نظروں سے نہیں دیکھتا تھا۔"

"اور میرا دل کچھ اور گواہی دے رہا ہے۔" اس بار جیکب نے بے حد سنجیدگی سے کہا۔ "تم دونوں شاید گالا کی کہی ہوئی بات کو فراموش کر رہے ہو۔ اس نے کہا تھا کہ خطرناک بلائیں سمندر کے اندر گھات لگائے بیٹھی ہیں اور سیاہ، نادیدہ قوتیں ایک ایسے تباہ کن طوفان کو جنم دینے والی ہیں جس سے سمندر کی موجیں آتش فشاں بن کر ابلیں گی اور سب کچھ تباہ و برباد ہو جائے گا۔ ممکن ہے جیکسن نے روحوں کے ذریعے آنے والی تباہی و بربادی کا احوال جان لیا ہو اور بروقت اپنا سفر ترک کر دیا ہو۔ میں نے بھی یہی درخواست کی تھی کہ ہمارے ساحل سے واپس لوٹ جانا اور خشکی کا راستہ اختیار کرنا ہمارے لیے زیادہ سود مند ثابت ہو گا۔"

"تم محض ایک پادری ہو اس لیے اپنی اسی حیثیت پر اکتفا کرو۔ نجومی بننے کی کوشش مت کرو۔" کیلاش نے جیکب کو ٹوکا۔

"میں تسلیم کرتا ہوں کہ میں مذہب کی خدمت کرنا اپنا مقدم فرض سمجھتا ہوں اور پیش گوئیاں کرنا یا غیب کے حال بتانا میرا پیشہ نہیں لیکن نہ جانے کیوں میرا دل اب بھی بار بار یہی کہہ رہا ہے کہ ہمیں پہلی فرصت میں اپنا بحری سفر ترک کر دینا چاہیے۔"

"مروت۔" کیلاش نے جیکب کو گھورتے ہوئے سرزنش کی۔ "گالا نے جہاں بربادی اور تباہی کی پیش گوئی کی تھی وہاں یہ بھی کہا تھا کہ ہم تینوں طوفان کی ہلاکت خیزیوں سے بالکل محفوظ رہیں گے اور خوش رہیں گے۔"

"ہو سکتا ہے وہ بات اس نے محض ہماری خوشنودی حاصل کرنے کی خاطر کہہ دی ہو۔" جیکب بولا۔ "پیشہ ور نجومی اپنے گاہکوں کو خوش رکھنے کی خاطر ہمیشہ ایسے ہی نفسیاتی حربے استعمال کرتے ہیں۔"

کیلاش پلٹ کر جیکب کو کوئی سخت جواب دینا چاہتا تھا اچانک جہاز کو ایک جھٹکا سا لگا اور میز پر رکھے ہوئے ناشتے کے تمام برتن پھسل کر فرش پر ادھر ادھر بکھر گئے۔ کیلاش نے اگر بروقت میز کا کونا نہ تھام لیا ہوتا تو شاید وہ بھی اپنی نشست پر توازن برقرار نہ رکھ سکتا۔ اسی لمحے عملے کا ایک کارندہ بھاگتا

> **ایک** مشہور مصنف کا کہنا ہے کہ محبت کا کھیل دنیا کا قدیم ترین کھیل ہے۔
> ہم اس بات سے متفق ہیں لیکن اتنا کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ موجودہ دور میں ہونڈے نے اس کی جگہ زبردستی لے لی ہے۔

ہوا اندر داخل ہوا اور اس نے چیخ کر کہا۔

"ہمیں طوفانوں نے آگھیرا ہے جناب۔ کپتان کا مشورہ ہے کہ اگر آپ حضرات بڑے کیبن میں پناہ لیں تو زیادہ مناسب ہو گا۔"

"خداوند خیر۔" جیکب نے سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے کہا۔ "مروت۔ بحر الکاہل میں اس قسم کے چھوٹے موٹے طوفان آتے رہتے ہیں۔" کیلاش نے جیکب کو گھورتے ہوئے کہا۔

ہم کپتان کی ہدایت کے مطابق بڑے کیبن میں آ گئے۔

جیکب بری طرح سہما ہوا نظر آ رہا تھا شاید اس کے دل پر یہ خوف ابھی تک طاری تھا کہ گالا کی پیش گوئی کے تحت بحری عقاب کسی لمحے بھی طوفان کی زد میں آ کر تباہ و برباد ہو جائے گا لیکن اس روز ایسا نہیں ہوا، کم و بیش چار گھنٹے تک طوفان کی ہمہ وقتی شدتیں جہاز کی قوت کو آزماتی رہیں پھر سمندر پرسکون ہو گیا۔ کیلاش نے جیکب کو مخاطب کیا جس کے ہونٹ ابھی تک بڑبڑا رہے تھے۔ "دیکھا تم نے طوفان آیا بھی اور گزر بھی گیا۔"

"جب کوئی پریشانی آ کر گزر جائے تو ہمیں ربِ عظیم کی مہربانیوں کا شکر گزار ہونا چاہیے۔"

"میرا خیال ہے کہ گالا نے ہماری زندگیاں محفوظ رہنے کی پیش گوئی غلط نہیں کی۔"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" جیکب نے پوچھا۔

"وہ جہاں کی زندگی کے تحفظ کی خاطر یقیناً درخشاں بھائی کی روح کوشاں ہو گی میرے لیے تو کیلا خیر و برکت کی دعائیں مانگ رہی ہو گی اس لیے کہ ہمارے روانگی کے وقت میں اس سے کہہ آیا تھا کہ بہت جلد واپس آ کر اسے اپنے ساتھ لے جاؤں گا۔" کیلاش سنجیدگی سے بولا پھر جیکب کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اور تمہاری وجہ سے ہم تینوں ہی بحری سفر کے دوران ہمیشہ محفوظ رہیں گے۔"

"کوئی خاص وجہ؟" میں نے پوچھا۔

"ہاں۔" کیلاش نے بے حد پراسرار انداز میں کیبن کی چھت کو گھورتے ہوئے جواب دیا۔ "سمندر کی موجیں جب بھی متلاطم ہوں گی روپا کی سیاہ اور مقدس روح ۔۔۔"

"لعنت ہے تمہاری بدذہنی پر۔" جیکب نے نفرت سے کہا پھر تیزی سے اٹھ کر کیبن سے چلا گیا اور ہم بہت دیر تک اس کی

معصومیت اور سادہ لوحی پر دل کھول کر مسکراتے رہے۔

ایبابکے ساحل کو خیرباد کہے ہمیں چار دن ہوگئے تھے ہم تقریباً سات سو میل سفر کر چکے تھے کہ ایک شام اچانک موسم کے تیور پھر خطرناک ہوگئے۔ طوفانی ہواؤں نے شدت اختیار کر لی جو سائیکلون کی آمد کا پیش خیمہ تھیں۔ رات کو گیارہ بجے کے بعد سمندر اتنا متلاطم ہوگیا کہ طوفانی لہروں کا پانی عرشے تک آنے لگا لیکن طوفان نے زیادہ شدت اختیار نہیں کی۔ صبح نمودار ہوئی تو آسمان پر گہرے بادل چھائے ہوئے تھے اور سمندر میں ایسا مدوجزر باقی تھا کہ کھڑا رہنا دشوار ہو رہا تھا لیکن ابھی تک ہماری قسمت اچھی تھی جو بحری عقاب کو ایک ذرا بھی گزند نہیں پہنچا تھا۔ ہم نے کپتان اینٹلے کو بھی دیکھا جو بہت فکر مند اور پریشان نظر آرہا تھا مگر قبل اس کے ہم اسے آواز دے کر طوفان کے بارے میں کچھ دریافت کرتے وہ لمبے لمبے ڈگ بھرتا ایک انجینئر کے ساتھ انجن روم کی جانب چلا گیا۔

شام تک موسم اسی طرح رہا۔ رات کو ہوا کے جھکڑ اور تیز ہوگئے۔ ہم کھانے والے بڑے کیبن میں بیٹھے موسم اور حالات کے تغیر پر غور کر رہے تھے کہ اینٹلے آگیا۔ اس کا چہرہ خوف سے زرد ہو رہا تھا۔ میرا یا تجربہ تھا کہ سفر کے دوران میں پہلی بار کپتان کو اس درجہ وحشت زدہ محسوس کر رہا تھا۔ میں نے اسے ٹٹولنے کی خاطر جہاز کی مضبوطی کی تعریف کی تو وہ مجھے غور سے دیکھنے لگا پھر ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "میرے عزیز! ایبابا سے روانہ ہونے کے بعد ہم پہلی بار جس طوفان سے دوچار ہوئے تھے اس نے ہمیں ہمارے راستے سے بھٹکا دیا ہے۔"

"کیا مطلب؟" میں نے چونکتے ہوئے دریافت کیا۔

"لاگ (LOG) لہروں کی نذر ہو چکے ہیں اور صرف کمپاس باقی ہے اس لیے یقین سے نہیں کہا جا سکتا کہ ہم سمندر میں کہاں اور کس سمت جا رہے ہیں۔"

"پھر اب کیا ہوگا؟" جیکب نے خوف زدہ لہجے میں سوال کیا۔

"پریشان مت ہو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "کیا تم محسوس نہیں کر رہے کہ ہوا کا زور ٹوٹ رہا ہے اور جہاز کے ہچکولوں میں بتدریج کمی واقع ہو رہی ہے۔"

اینٹلے نے میرا جواب سنا تو وہ اور زیادہ بدحواس نظر آنے لگا پھر نہ جانے کیوں مجھے ملامت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے بولا۔ "ہوا کی شدت میں کمی کا خواب مت دیکھیے میرے عزیز! اپنی اپنی خیر منائیے۔ ہم کسی لمحے بھی بحر الکاہل کے بدترین سائیکلون سے دوچار ہونے والے ہیں۔ جیکسن کے بچے کو ان حالات کا علم ہو چکا تھا اس لیے اس حرام زادے نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا۔ زندگی عزیز ہے تو گڑگڑا کر خدا سے دعائیں مانگیے۔"

کپتان کا چہرہ خوف کی شدت سے تاریک ہو رہا تھا۔ اس نے اپنی بات مکمل کی پھر ہونٹ چباتا ہوا برق رفتاری سے اٹھا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"میں نے پہلے ہی یہ مشورہ پیش کیا تھا کہ بحری سفر ترک کر دیا جائے۔" جیکب نے مردہ آواز میں کہا۔ کپتان کی گفتگو نے اسے بے حد دہلا دیا تھا۔

"بکواس مت کرو۔" کیلاش اسے جھڑکتے ہوئے بولا۔ "جو ہونا ہے ہو کر رہے گا، شور کرنے سے کیا فائدہ؟"

"تم لوگ یہاں بیٹھ کر خوش گپیاں جاری رکھو میں عبادت کرنے جا رہا ہوں۔" جیکب نے اٹھتے ہوئے کہا پھر وہ بھی اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔

"جمال!" کپتان اور جیکب کے جانے کے بعد کیلاش نے مجھ سے کہا۔ "کیا تم نے محسوس کیا کہ کپتان اینٹلے آج کس قدر بدحواس اور بوکھلایا ہوا نظر آرہا ہے۔"

"موت برحق ہے میرے دوست اس لیے پریشان ہونے سے فائدہ؟ آؤ چل کر عرشے پر صورتِ حال کا جائزہ لیں۔"

کیلاش مسکراتا ہوا میرے ساتھ اٹھ کھڑا ہوا۔ ہم دونوں عرشے پر پہنچے تو ہوا بالکل بند ہو چکی تھی اور سمندر کا تموج بھی خاصا کم ہو چکا تھا۔ البتہ تاریکی اتنی شدید تھی کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ ایسا سکوت و سناٹا تھا کہ خوف محسوس ہوتا تھا۔ عملے کے ملاح لالٹینیں ہاتھ میں لیے احتیاطی تدبیر اختیار کرنے میں لگے ہوئے تھے۔ کچھ دیر بعد جیکب بھی ہمیں تلاش کرتا ہوا آدھمکا۔

"خداوند کا احسان ہے کہ موسم کے تیور ٹھیک ہوگئے۔"

"میرا خیال ہے کہ دریا کی روح نے سمندر کے مدوجزر کو اپنی بانہوں میں سمیٹ کر تمہاری زندگی کو بچانے کی خاطر ایک عظیم قربانی پیش کی ہے۔"

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ تو کیلاش! تمہاری واپسی کی امید میں خدائے بزرگ و برتر سے دعا مانگی ہو جو قبول ہو گئی ہو۔"

"ہے بھگوان ۔ یہ کیا ہے۔" اچانک کیلاش نے خوف زدہ لہجے میں کہا۔ میں نے نظریں اٹھا کر دیکھا۔ تاریکی اور گھپ اندھیرے میں کسی مہیب عفریت کی طرح کوئی سفید سی بلند شے ہمارے جہاز کی سمت بڑھ رہی تھی باوجودیکہ اس وقت ہوا نام کو بھی نہیں تھی لیکن ہمارا جہاز یوں کراہنے لگا جیسے کسی اذیت میں مبتلا ہو۔ اسی لمحے ایک ملاح کی دہشت زدہ آواز ہمارے کانوں سے ٹکرائی۔

"صاحب! بھاگ کر جلدی نیچے چلے جاؤ ورنہ طوفانی

لہر بہالے جائے گی۔ سائیکلون آ رہا ہے۔"

فضا میں ایک خوف ناک آواز پیدا ہو رہی تھی۔ ہم خوف زدہ ہو کر گرتے پڑتے بڑے کیبن میں آ گئے، ٹامی جو وہاں پہلے سے موجود تھا بھاگ کر میرے قدموں سے لپٹ گیا اور دُم ہلا کر لیوں کوں کوں کی آوازیں حلق سے خارج کرنے لگا جیسے اس نے بھی آنے والے خطرے کو محسوس کر لیا ہو۔ جیکب کے چہرے پر مردنی چھا گئی، وہ بے حد خوف زدہ دکھائی دے رہا تھا، میں نے اسے سمجھانے کے لیے کچھ کہنا چاہا لیکن دوسرے ہی لمحے ہم سب فرش پر ڈھیر ہو گئے۔ جہاز کو اتنی زور کا جھٹکا لگا تھا کہ ہم اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے اور پھر جیسے قیامت آ گئی ہو۔ ہوا کے جھکڑ اتنے شدید تھے کہ فضا میں دہشت ناک آوازیں سنائی دے رہی تھیں، طوفانی لہریں جہاز کو تنکے کی طرح اچھال اچھال کر پھینک رہی تھیں۔ اچانک کیبن میں گھپ اندھیرا پھیل گیا، شاید ڈائنمو نے وقتی طور پر کام کرنا بند کر دیا تھا۔ تاریکی میں ایک مکروہ اور بھیانک شور سنائی دیا جیسے کسی کو ذبح کیا جا رہا ہو۔ پھر لائٹ واپس آ گئی۔ میں اور کیلاش قریب قریب تھے لیکن جیکب تھوڑے فاصلے پر فرش پر اوندھے منہ پڑا تھا، اس کی گردن عجیب انداز میں ایک سمت ڈھلکی نظر آ رہی تھی۔

"کہیں شدید جھکولوں کی وجہ سے اس کی گردن ٹوٹ تو نہیں گئی؟" میں نے ایک امکانی خطرے کا اظہار کیا تو کیلاش فرش پر رینگتا ہوا اس کے قریب گیا پھر بولا۔

"گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اسے صرف متلی ہو رہی ہے۔ یہ اتنی آسانی سے مرنے والوں میں سے نہیں ہے۔"

"کاش مر ہی گیا ہوتا۔" جیکب نے کراہ کر جواب دیا۔ "اتنی اذیت ناک حالت سے تو دوچار نہ ہوتا۔"

"فکر مت کرو۔ موت بھی تم سے بہت زیادہ دور نہیں ہے لیکن مرنے سے پیشتر برانڈی کے چند قطرے حلق کے نیچے اتار لو یہ تمہارے حق میں بہتر ثابت ہوں گے۔"

برانڈی سے جیکب کی حالت کچھ درست ہو گئی کیلاش نے برطبی مہارت سے کام لیتے ہوئے جیکب کو مارفیا کا انجکشن لگا کر سلا دیا مبادا کہ طوفان کے جھکولوں سے اسے پھر قے نہ ہونے لگے۔ باہر طوفان کی شدت بدستور جاری تھی جہاز کسی کاغذ کی ناؤ کی طرح لہروں پر ڈانواڈول ہو رہا تھا، کبھی اگلا حصہ اوپر اٹھ جاتا اور کبھی عقبی حصہ اتنا بلند ہوتا جیسے اب جہاز سے الگ ہو جائے گا۔ اچانک جہاز کے انجن کی گھڑگھڑاہٹ کی آوازیں آنا بند ہو گئیں تو ہمیں اپنی تباہی کا مکمل یقین آ گیا۔ کیلاش نے اس پریشانی اور خوف کے عالم میں بھی ہوش مندی کا ثبوت دیا اور جیکب کو برتھ پر لٹا کر اسے باندھ دیا تاکہ کہیں جہاز کے ہچکولوں کے ساتھ اس کا سر کسی وزنی شے سے ٹکرا کر پاش پاش نہ ہو جائے ہم نے بڑی میز کے پایوں کو پوری قوت سے تھام رکھا تھا جو چوبی فرش میں مضبوطی سے جڑے ہوئے تھے، میرا کتا ٹامی ہمارے درمیان سہما بیٹھا تھا، اس کی حیوانی حس نے بھی شاید موت کی وہ چاپ محسوس کر لی تھی جو دبے قدموں ہمارے قریب آ رہی تھی۔

"کیلاش۔" میں نے پریشانی کے عالم میں کہا۔ "پتہ نہیں ہم کدھر جا رہے ہیں۔"

"موت کی آغوش میں۔" کیلاش سنجیدگی سے بولا۔ "جمال، ہم ہمیشہ بہت اچھے دوست اور ساتھی رہے ہیں، کاش مرنے کے بعد ہماری روحیں بھی ایک ساتھ رہیں۔"

ہم اپنی اپنی جگہ سہمے ہوئے موت کا انتظار کر رہے تھے لیکن کچھ دیر بعد طوفان کی شدت میں کمی آ گئی تو ہم نے اطمینان کا سانس لیا، ہم نے سوچا کہ اوپر عرشے پر جا کر صورتِ حال کا جائزہ لیا جائے لیکن کیبن کا دروازہ کھولنے میں ہماری تمام تر کوششیں ناکام ہو گئیں۔ طوفان کی شدت کے سبب وہ بری طرح جام ہو کر رہ گیا تھا، ہم نے اسے پیٹنا شروع کر دیا مگر جب کسی نے ہمارے مسلسل دروازہ پیٹنے اور چلانے کے باوجود باہر سے کوئی جواب نہ دیا تو یقین آ گیا کہ ہم تینوں کے سوا باقی تمام لوگ طوفانی لہروں میں بہہ کر سمندر میں ڈوب چکے ہوں گے، ٹامی اور جیکب نے کچھ ایسی ہی پیش گوئیاں کی تھیں۔

"کیلاش۔ ہمارے تمام ساتھی شاید موت کا شکار ہو گئے ہیں۔"

"اور اب ہماری باری ہے۔" کیلاش نے پہلی بار سہمی ہوئی آواز میں کہا۔

اسی لمحے طوفانی ہواؤں نے ایک بار پھر شدت اختیار کر لی اور یوں چیختی چنگھاڑتی جہاز سے ٹکرانے لگیں جیسے اسے خس و خاشاک کی طرح بہالے جائیں گی، جہاز بری طرح ہچکولے کھانے لگا، اس کی ایک ایک چول ہل رہی تھی اور کبھی یہ چرچراہٹ اتنے زور سے بلند ہوتی کہ یوں لگتا جیسے بحری عقاب ٹکڑے ٹکڑے ہو کر بپھری موجوں کے تلاطم میں غرق ہو جائے گا، طوفان کا شور اتنا قیامت خیز اور شدید تھا کہ ہم کو ایک قدم کے فاصلے سے بھی ایک دوسرے کی آوازیں نہیں سنائی دے رہی تھی۔ پھر گھپ اندھیرا پھیل گیا اور اس کے ساتھ ہی اس قدر دہشت ناک شور سنائی دیا کہ ہمارے دل دہل اٹھے اور پھر ہمیں ایسا محسوس ہوا جیسے کسی غیر مرئی قوت نے بحری عقاب کو سیکڑوں فٹ بلندی میں اچھال دیا ہو۔

جھٹکا اس قدر قیامت خیز اور اچانک تھا کہ ہم اپنا توازن برقرار نہ رکھ سکے اور اس سے پیشتر کہ ہم کچھ سوچ اور سمجھ سکتے ایک زبردست دھماکا ہوا کہ ہمارے ہوش و حواس گم ہو گئے۔ یوں لگا تھا جیسے جہاز کسی آہنی چٹان سے ٹکرا گیا ہو اس کے بعد کیا ہوا مجھے کچھ یاد نہیں میرا ذہن تاریکی میں ڈوب گیا۔

وہ آخری آواز جو میرے ڈوبتے ذہن کی سماعت سے ٹکرائی میرے وفادار کتے ٹامی کی تھی۔

دوسری بار مجھے ہوش آیا تو میرا تمام جسم پھوڑے کے مانند دکھ رہا تھا۔ جوڑ جوڑ اس طرح ٹوٹ رہا تھا جیسے میں اپنے قدموں پہ نہ کھڑا ہو سکوں گا۔ کچھ دیر تک میں یوں ہی چپ چاپ لیٹا گزرے ہوئے واقعات کے بارے میں سوچتا رہا پھر جیکب اور کیلاش کا خیال آیا تو ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔ سب سے پہلے میری نظر جیکب پر پڑی۔ اس کی رسی ٹوٹ گئی تھی اور وہ تولیوں کے سہارے فضا میں معلق نظر آ رہا تھا۔ اس کا چہرہ بے حد زرد پڑ چکا اور آنکھیں یوں نیم وا تھیں جیسے ان میں زندگی کی کوئی حرارت باقی نہ رہ گئی ہو۔

میں نے اپنے اطراف اور ماحول کا جائزہ لیا۔ پورٹ ہول سے چھن کر آنے والی روشنی میں میری نظر چھت پر کھلنے والے دروازے پر پڑی جو اکھڑ کر ایک سمت کھسک گیا تھا۔ چھت کا ایک وزنی تختہ ٹوٹ کر اندر کی جانب جھول آیا تھا۔ جس میز کے نیچے ہم نے پناہ لی تھی وہ ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی تھی ہر چیز تتر بتر نظر آ رہی تھی۔

باہر نہ جہاز کے انجن کا شور سنائی دے رہا تھا نہ طوفان کی چنگھاڑتی آوازیں آ رہی تھیں ہر چیز غیر متحرک دیکھ کر مجھے ایک لمحے کو احساس ہوا جیسے میں کوئی بھیانک خواب دیکھ رہا ہوں پھر اچانک میری نظر کیلاش پر پڑی جو کچھ فاصلے پر بے حس و حرکت پڑا تھا۔ اس کے سر سے خون بہہ رہا تھا میں اٹھ کر اس کے قریب گیا۔ خدا کا شکر تھا کہ اس کی سانس چل رہی تھی وہ زندہ تھا لیکن موت کی اذیت ناک تاریکی جیسے اس کے چہرے پر رقم کر دی گئی تھی۔

میں نے پریشانی کے عالم میں ادھر ادھر نظریں دوڑائیں تو قریب ہی مجھے برانڈی کی بوتل نظر آئی۔ میں نے لپک کر اسے اٹھا لیا، ہر چند کہ برانڈی میرے مذہب میں حرام ہے لیکن کیلاش کی زندگی بچانے کی خاطر میں نے فوری طور پر بوتل کی کارک کھول کر اسے چند گھونٹ پلانے چاہے مگر مجھے مایوسی ہوئی۔ اس کے دانت سختی سے ایک دوسرے پر بھنچے ہوئے تھے میں بوکھلا گیا پھر میں برانڈی کی خاصی مقدار کیلاش کے چہرے پر نظر آنے والے زخموں پر انڈیل دی اور اس وقت میری خوشی کی کوئی انتہا نہ رہی جب کیلاش نے زخموں میں ہونے والی تکلیف کے تحت کراہ کر آنکھیں کھول دیں۔ چند لمحے وہ پلکیں جھپکا جھپکا کر مجھے یوں دیکھتا رہا جیسے اسے اپنی قوت بصارت پر شبہ ہو رہا ہو پھر بڑی نقاہت بھری آواز میں بولا۔ "ہم کہاں ہیں۔ کیا۔ کیا ہم واقعی ابھی تک زندہ ہیں؟"

"ہاں ہاں میرے دوست، اسے معجزہ ہی سمجھو کہ ابھی تک ہماری سانس چل رہی ہے۔"

میں نے برانڈی کی بوتل کیلاش کے منہ سے لگا دی دو چار گھونٹ حلق کے نیچے اترے تو اس کی حالت قدرے بہتر نظر آنے لگی پھر اس نے جیکب کو ہوا میں معلق دیکھ کر حیرت اور حیرانگی سے پوچھا۔

"یہ کیا چیز ہمارے اوپر لٹک رہی ہے؟"

"یہ جیکب ہے جسے تم نے مارفیا کا انجکشن دینے کے بعد تولیے سے باندھ دیا تھا۔" میں نے کہا۔ "تم ہمت کر کے اٹھو تو دیکھیں کہ بے چارہ زندہ ہے یا طوفان کی شدتوں کا شکار ہو کر ہم سے جدا ہو گیا۔"

"مطمئن رہو۔ یہ اتنا حیادار نہیں جو اتنی آسانی سے مر جائے، غور سے دیکھو اس کی آنکھوں کے پپوٹے متحرک نظر آ رہے ہیں۔"

"پہلے میرا بھی خیال تھا کہ شاید اس دار فانی سے کوچ کر کے جنت میں پہنچ چکا ہوں لیکن تم دونوں شیطانوں کی آوازیں سنائی دیں تو یقین آ گیا کہ ابھی تک اسی دنیا میں ہوں۔" جیکب نے کراہتے ہوئے کہا۔

"سنا تم نے۔" کیلاش نے سر کو خفیف سا جھٹکا دے کر اٹھتے ہوئے کہا۔ "یہ مردود شخص اس وقت بھی جنت کے خواب دیکھ رہا ہے۔"

"خدا کے لیے مجھے اس شکنجے سے نجات دلاؤ۔" جیکب بولا۔

"میرا سارا جسم مفلوج ہو کر رہ گیا ہے۔"

ہم نے اٹھ کر جیکب کو آہستہ سے نیچے اتارا تو اس نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"بہت دیر سے تم دونوں کو آوازیں دے رہا تھا لیکن۔"

"تم نے یہی سوچا کہ ہم دونوں جہنم رسید ہو چکے ہیں اور تم جنت کے مزے لوٹ رہے ہو۔" کیلاش نے جیکب کو گھورتے ہوئے جملہ مکمل کیا۔

"مجھے غلط مت سمجھو۔" جیکب نے وضاحت کی پھر چھت کے ٹوٹے ہوئے دروازے کی جانب دیکھتے ہوئے بولا۔ "وہ بہت

دیر سے وہاں کھڑی مجھے جھانک جھانک کر دیکھ رہی تھی اسی کو دیکھ کر میرے ذہن میں جنت کا تصور ابھر آیا۔"

"وہ کون ہے؟" میں نے حیرت سے پوچھا۔

"وہ۔ وہی سفرنامہ والی حسین دوشیزہ جس کی تصویر تم دونوں بھی دیکھ چکے ہو۔"

"اور وہ اوپر کھڑی تمھیں جھانک رہی تھی؟" کیلاش نے بے حد سنجیدگی سے جیکب کو گھورتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔ وہ بالکل ویسی ہی تھی اور......"

"یہ۔ یہ کتنی ہیں؟" کیلاش نے انگلیاں جیکب کے چہرے کے سامنے نچاتے ہوئے دریافت کیا۔

"تین۔ کیوں؟"

"بھگوان کی بڑی کرپا ہے کہ تم کچھ کچھ ہوش و حواس میں ہو۔"

"کیا مطلب۔ کیا تم دونوں میری بات کا یقین نہیں کر رہے ہو؟"

"ہمیں مکمل یقین ہے فادر جیکب۔ غالباً آپ کو مردہ سمجھ کر جنت کی حوریں آپ کے استقبال کے لیے آئی ہوں گی۔"

"اور تمھیں زندہ دیکھ کر بے نیل و مرام واپس لوٹ گئیں۔" میں نے ہمدردی کا اظہار کیا۔

"ربِ عظیم کی قسم۔ میں غلط بیانی سے کام نہیں لے رہا، وہ وہی سفرنامے والی دوشیزہ تھی جو مجھے اوپر نظر آئی تھی اور......"

اور اسی لمحے فضا میں مترنم نسوانی قہقہوں کی جھنکار سنائی دی تو ہم چونک اٹھے۔ نظریں اٹھا کر اوپر کی جانب دیکھا تو جیکب کے بیان کی تصدیق ہو گئی۔ ٹوٹی ہوئی کھڑکی کے خلا سے واقعی ایک حسین ماہ جبیں اندر جھانک رہی تھی —— ہمیں اپنی سمت متوجہ دیکھ کر وہ تیزی سے سامنے سے ہٹ گئی اور اسی وقت متعدد نسوانی مترنم قہقہے کھنک اٹھے۔ جیکب نے سچ کہا تھا عرشے پر بلاشبہ بہت ساری لڑکیاں موجود تھیں انھوں نے اپنے گلے، کمر اور کلائیوں میں پھول ہی پھول باندھ رکھے تھے ان کی آواز سن کر میرے ٹامی نے بھی بھونکنا شروع کر دیا۔ میں نے دروازے کی جانب لپکنے کی کوشش کی تو کیلاش نے میرا ہاتھ تھام لیا۔

"ٹھہرو جمال۔" اس نے سمجھایا۔ "جہاں یہ حسین دوشیزائیں ہیں وہاں مرد بھی ضرور ہوں گے۔ ہمارا اس طرح باہر نکلنا ٹھیک نہیں۔"

بات چونکہ معقول تھی اس لیے میں نے جلد بازی نہیں کی۔ ہم نے اپنے پستول تلاش کر کے اس میں گولیاں بھریں پھر دروازے کی طرف بڑھے، جیکب چونکہ آتشیں اسلحہ کو ہاتھ لگانا گناہ تصور کرتا تھا اس لیے اس نے انجیلِ مقدس کی جلد اٹھا کر بغل میں دبالی۔ ہمیں دروازہ کھولنے میں زیادہ دشواری پیش نہیں آئی پھر ہم جیسے ہی باہر نکلے بہت سی لڑکیاں جہاز سے کود کر سامنے پھیلے ہوئے چمکدار ریتیلے ساحل پر دوڑتی نظر آئیں۔ وہ ایسا حسین اور ناقابلِ یقین منظر تھا کہ ہم چند لمحوں کے لیے دم بخود ہو گئے پھر قدم اٹھاتے عرشے کے کنارے آ گئے۔

ہمارے سامنے سفید چمکیلی ریت کا ساحل دور تک پھیلا ہوا تھا، کچھ فاصلے پر بہت سارے جنگلی مرد کھڑے تھے لڑکیوں کو بدحواسی کے عالم میں بھاگتا دیکھ کر انھوں نے ہاتھ میں پکڑے ہوئے لکڑی کے ڈنڈے بلند کر لیے وہ ڈنڈے گرز کی طرح کے تھے، بعض مردوں نے لکڑی کی بنی ہوئی تلواریں اور اسی کے نوک دار نیزے بھی لے رکھے تھے ان کے جسموں پر لباس کے بجائے پتے نظر آ رہے تھے۔ ہمیں عرشے پر دیکھ کر ان کے تیور اچانک خطرناک ہو گئے۔ انھوں نے جتھے کی صورت میں آگے بڑھنا شروع کیا تو کیلاش نے کہا۔

"جمال! ہمیں انھیں عرشے سے دور ہی رکھنا ہو گا۔ اگر انھیں ہماری تعداد کا علم ہو گیا تو یہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔" میں نے جواب میں ہاتھ فضا میں بلند کر کے یکے بعد دیگرے دو فائر کیے تو تمام مرد دہشت زدہ ہو کر بھاگے اور عقب میں گھنے درختوں کے پیچھے جا کر غائب ہو گئے۔

"ایسا لگتا ہے جیسے اس جزیرے پر ہم سے پہلے کسی پڑھی دنیا کے انسان کے قدم نہیں آئے۔" میں نے کہا۔ "گولی کی آواز بھی ان کے لیے نئی ثابت ہوئی ہو گی۔"

"تم ٹھیک کہتے ہو لیکن اب ہمیں نہ جانے کب تک ان ہی وحشیوں کے درمیان رہنا ہو گا۔" کیلاش بولا۔

"یہ لوگ تہذیب سے بھی قطعی ناواقف معلوم ہوتے ہیں۔" جیکب نے کہا۔ "مجھے ان وحشیوں کو مہذب بنانے کے لیے دین کی تبلیغ کرنا پڑے گی۔ شاید خداوند نے مجھے اسی غرض سے یہاں بھیجا ہے۔"

"ممکن ہے خدا کی مرضی کچھ اور ہو۔" میں نے کہا۔ "ہو سکتا ہے کہ یہ وحشی لوگ تمھارے ڈھنگ میں رنگنے کے بجائے تمھیں اپنا ڈھنگ اختیار کرنے پر مجبور کر دیں۔"

"بھگوان کی سوگند، اگر فادر جیکب نے ان حسین لڑکیوں کی خاطر اپنا یہ پادریوں والا چوغا اتار پھینکا تو مجھے بے حد

خوشی ہوگی۔"

"میری موت کے بعد ایسا ہو تو ہو۔ زندگی میں نہیں ہو سکتا۔" جیکب نے برا سا منہ بنا کر جواب دیا۔

"تم ایک اہم بات بھول رہے ہو میرے بھولے پادری۔" کیلاش بولا۔ "اگر یہ وہی جزیرہ ہے جس کا ذکر سفرنامہ میں درج تھا تو پھر تمہاری خیر نہیں۔ یہ وحشی لوگ پادریوں کا گوشت بھون کر اور مزے لے کر کھا جاتے ہیں۔"

"اگر میرے مقدر میں یہی لکھا ہے تو مجھے یہ بھی منظور ہے۔" جیکب نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر انجیل مقدس کو بوسے دینے لگا۔

ہم نے پہلی بار گردوپیش کا جائزہ لیا تو حیرت زدہ ہوگئے۔ جہاز کا اگلا حصہ غائب ہو چکا تھا، یوں لگ رہا تھا جیسے کسی پراسرار قوت نے اسے درمیان سے کاٹ کر دو حصوں میں منقسم کر دیا ہو۔ بہت دور بپھرے ہوئے سمندر کی غضب ناک لہریں اب تک کسی خوف ناک اژدہے کی طرح سر اٹھا رہی تھیں اور ایک بلند چٹان سے ٹکرا کر واپس چلی جاتی تھیں، ہمارے عقب میں ایک سرسبز پہاڑی تھی اور اسی شاداب پہاڑی کے کنارے ہمارا جہاز کا نصف حصہ ریتیلے ساحل میں آ کر دھنس گیا تھا۔

ہم نے پیش آنے والے حادثے کا تصور کیا تو ہمارے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوگئے، وہ طوفانی لہر یقیناً بے پناہ قوت کی مالک رہی ہوگی جس نے بحری عقاب کے پچھلے حصے کو ایک بلند چٹان کے اوپر سے اچھال کر سرسبز پہاڑی کے دامن میں لا پھینکا تھا۔ "گابا اور جیکسن کی پیش گوئی درست ثابت ہوئی، ہمارے تمام ساتھی طوفان کا شکار ہو چکے تھے لیکن ہم تینوں اور ٹامی بقید حیات تھے۔

"میرے خدا۔" میں نے جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ "اگر ہمارا جہاز چٹان سے ٹکرا جاتا تو کیا ہوتا؟"

"ہمارے جسم پاش پاش ہو جاتے اور آبی جانور ہمارا گوشت ہڑپ کر جاتے۔" جیکب نے سرد آہ بھری۔ "لیکن خداوند کو ہمیں بچانا مقصود تھا۔"

"بے شک، ہمارا بچ جانا کسی معجزے سے کم نہیں۔"

"یہاں رکنا بیکار ہے۔" میں نے تجویز پیش کی۔ "چلو نیچے اتر کر دیکھیں کہ قسمت ہمیں کس جگہ لے آئی ہے اور آئندہ ہمیں اپنے وجود کو قائم رکھنے کی خاطر کیا لائحہ عمل اختیار کرنا ہوگا۔"

ہم تینوں دوست جہاز سے اتر کر ساحل پر آ گئے، میرا ٹامی خشکی پر ادھر ادھر بھاگنے لگا، شاید وہ زندہ بچ جانے پر اپنی مسرت کا اظہار کر رہا تھا، کچھ دور جانے کے بعد ہمیں ایک پگڈنڈی نظر آئی جو سرسبز پہاڑی کے ایک جانب پچاس فٹ بلند ٹیلے پر جا کر ختم ہوتی تھی، ہم اس راستے پر چل پڑے، جیکب اور کیلاش کی نوک جھونک بدستور جاری تھی البتہ میں درخشاں اور اپنی ملاقات کے امکانی پہلوؤں پر غور کرنے میں محو تھا۔

بلند ٹیلے پر پہنچ کر ہم نے اطراف کا جائزہ لیا تو ایک حسین اور دلکش منظر ہمارے سامنے تھا۔ ہم پہاڑی کے اس ہموار ٹیلے پر کھڑے تھے جس کے نشیب میں ایک صاف و شفاف پانی کا چشمہ بہہ رہا تھا، ٹامی نے بھاگ کر اپنی پیاس بجھانی شروع کر دی، ہم لوگوں نے بھی اس کی تقلید کی، چشمہ کا پانی بے حد میٹھا اور سرد تھا، "تازہ دم ہو کر ہم نے پھر قرب و جوار کا جائزہ لیا، ہمارے دونوں اطراف سرسبز جھاڑیوں کا خوش نما سلسلہ پھیلا ہوا تھا جس کے درمیان جا بجا ناریل کے بلند درخت، جو ہوا کی شدت سے خمیدہ ہو گئے تھے نظر آ رہے تھے۔ نیچے پھیلی ہوئی شاداب وادی کئی میل دور جا کر ایک بہت بڑی جھیل کے پاس ختم ہو گئی تھی، جھیل کے درمیان کافی فاصلے پر ایک پہاڑی کی چوٹی نظر آ رہی تھی جس کی چٹانیں بھورے رنگ کی تھیں اور اس کے کنارے پر کسی قدیم عمارت کے کھنڈرات نظر آ رہے تھے۔ کیلاش نے کہا۔

"ایسا لگتا ہے جیسے ہم کسی سرد آتش فشاں کے دہانے پر کھڑے ہیں، ذرا غور سے دائیں بائیں جانب کی ان ڈھلوانوں کو دیکھو جو جھیل تک چلی گئی ہیں، یہ سب سرد لاوے کی طرح نظر آتی ہیں۔"

"اور یہ بھی ہماری خوش بختی ہے کہ یہ پہاڑی اتنی بلند ہے کہ سمندر کی طوفانی لہریں وادی کے اندر نہیں داخل ہو سکتیں ورنہ یہاں بھی ہمارا جینا مشکل ہو جاتا۔"

جیکب نے کہا پھر چونک کر بولا۔ "حیرت ہے، وہ وحشت کے مارے وحشی باشندے کہاں غائب ہو گئے؟"

"میرا خیال ہے کہ وہ تمہارا گوشت بھوننے کی تیاریوں میں مصروف ہوں گے۔" کیلاش نے مسکرا کر کہا۔

میں نے پلٹ کر ان جھاڑیوں کی سمت دیکھا جو سطح ساحل پر تقریباً سو گز کے فاصلے پر موجود تھیں، مجھے ان جھاڑیوں کے قریب وحشیوں کے چہرے بھی نظر آ گئے جو آہستہ آہستہ درختوں کی آڑ سے ایک ایک کر کے دوبارہ سامنے آ رہے تھے۔ ہم باہمی مشورے کے بعد پیچھے ہٹ کر اس کھلی ہوئی ہموار جگہ پر آ گئے جہاں پگڈنڈی ختم ہوتی تھی۔ ہمیں خدشہ تھا کہ کہیں وحشی ہمیں اپنے نرغے میں نہ لے لیں، ہماری نظریں بدستور ان پر جمی ہوئی تھیں جو ہمارے سامنے کچھ فاصلے پر جمع ہو رہے تھے، مردوں کے چہروں پر ابھی تک آتشیں دھماکے کا خوف

میکفرسن

بہت کنجوس مشہور تھا لیکن نہ جانے کیا بات تھی کہ جب ایک لڑکی نے ادائے بے نیازی سے مسکرا کر میکفرسن کے سامنے چندے کا تھیلا لہرایا تو وہ مجبور ہو گیا کہ اپنی جیب سے ایک پینی نکالے اور اس کے تھیلے میں ڈال دے۔

اُس لڑکی کو گئے ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی تھی کہ کچھ ہی دیر بعد دُوسری لڑکی چندے کا تھیلا لٹکائے اُس کے سامنے آکھڑی ہوئی اور بولی "یتیموں اور بیواؤں کی مدد کے لیے آپ آسانی سے جو رقم دے سکتے ہیں عنایت فرمائیے، آپ کو اجرِ عظیم ملے گا۔"

"نہیں نہیں۔" میکفرسن کانپ اُٹھا۔ "میں ابھی ایک منٹ پہلے ہی چندہ دے چکا ہوں۔"

"اچھے کام بار بار انجام دینے چاہییں۔" لڑکی نے مسکرا کر کہا۔ "غریبوں کی مدد کے لیے آپ جو رقم خرچ کریں گے، اُس کا آپ کو سوگنا اجر ملے گا۔"

"سنا تو میں نے بھی یہی ہے۔" میکفرسن نے جواب دیا۔ "لیکن میں اُس وقت تک دوبارہ سرمایہ لگانے کے لیے تیار نہیں ہوں جب تک پہلے لگائے ہوئے سرمائے کا اجر مجھے نہ مل جائے۔"

طاری تھی لیکن وہ لکڑی کے مختلف اور عجیب و غریب ہتھیاروں سے بدستور لیس تھے۔ ہم نے عورتوں اور لڑکیوں کو دیکھا، انھوں نے کمر کے گرد اور کلائیوں پر پھولوں کے گجرے باندھ رکھے تھے۔ ہجوم کے درمیان اس بار ہمیں ایک دراز قد شخص نظر آیا جس نے پروں کا بنا ہوا خوب صورت لباس پہن رکھا تھا۔ اس کے گرد آٹھ دس افراد جنھوں نے چہروں پر مضحکہ خیز قسم کے مصنوعی نقاب چڑھا رکھے تھے، اچھل کود رہے تھے۔ ان کے سروں پر ٹوکریاں نما خول بھی چڑھے ہوئے تھے۔

ہجوم کی شکل میں جمع ہو جانے کے بعد انھوں نے آہستہ آہستہ ہماری جانب بڑھنا شروع کیا۔ اس بار ان کے چہروں پر وہ نفرت اور حقارت نہیں تھی جو پہلے نظر آتی تھی۔ ہجوم کے پیچھے کچھ عورتوں نے کھانے اور پھلوں کی ٹوکریاں ہاتھوں میں اٹھا رکھی تھیں۔

"میرا خیال ہے کہ اب یہ وحشی باشندے ہم سے دوستی کے خواہاں ہیں ورنہ ہمارے لیے کھانا اور پھل لے کر نہ آتے۔" جیکب نے آہستہ سے کہا۔

"اگر اس کھانے میں زہر بھی شامل ہوا تو کیا ہوگا؟" کیلاش نے ایک امکانی شبہے کا اظہار کیا۔

"ہمیں ہر حال میں بہت پھونک پھونک کر قدم اٹھانا ہوگا۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر تامی کو اٹھا کر گود میں لے لیا جس کے بھونکنے سے مقامی باشندے خوف زدہ نظر آتے تھے، غالباً انھوں نے کتے نما کسی جانور کو بھی پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

ہماری نظریں وحشیوں پر مرکوز تھیں اور انگلیاں پستول کے ٹریگر پر جمی ہوئی تھیں۔ ایک مخصوص فاصلے پر آ کر وہ رک گئے۔ ہم نے انھیں قریب سے دیکھا، وہ لوگ بے حد خوب صورت اور صحت مند جسم کے مالک تھے۔ ان کے قد دراز، بدن چست اور خد و خال نہایت دل کش تھے۔ رنگت سرخی مائل بھوری تھی۔ مردوں کے مقابلے میں عورتیں زیادہ حسین تھیں۔ نوجوان لڑکیوں کے حسن و شباب کو اگر مہکتے ہوئے تازہ پھولوں اور ادھ کھلی کلیوں سے تعبیر کیا جاتا تو زیادہ مناسب ہوتا لیکن دراز قد کا آدمی جس نے پروں کا لباس پہن رکھا تھا، بہت بدصورت تھا۔ اس کی گردن کے اوپر گوشت کی ایک بڑی رسولی تھی جو گوشت کے وزنی لوتھڑے کی شکل میں اس کے کندھے تک لٹک رہی تھی۔

"میرا خیال ہے کہ یہ لمبا ان کا سردار ہے اور عجیب چہروں کی نقاب پہنے ہوئے افراد اس کے پجاری یا مخصوص ساتھی ہوں گے۔" کیلاش نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "میں آپریشن کر کے اسے بدنما رسولی سے نجات دلا سکتا ہوں بشرطیکہ وہ آمادہ ہو جائے۔"

"کیا تمھیں ان مقامی دوشیزاؤں میں تو کیلا کی کوئی ہم شکل نظر آ گئی ہے جو تم سردار پر اچانک اس قدر مہربان نظر آ رہے ہو۔" جیکب نے کیلاش کو چھیڑتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "ذرا ان وحشی درندوں سے بچ کر رہنا۔ یہ اپنے دشمنوں سے رعایت یا رحم کا برتاؤ نہیں کرتے۔"

"میں جیکب کے خیال سے متفق ہوں، ہمیں ہر حال میں بے حد احتیاط کرنا پڑے گی۔"

ہم دبی زبان میں ان کے بارے میں گفتگو کر رہے تھے۔ وہ خاموش کھڑے ہمیں کینہ توز مگر سہمی سہمی نظروں سے دیکھتے رہے۔ ان کی نظریں بار بار ہمارے پستولوں پر پڑتی تھیں۔ غالباً وہ آتشیں ہتھیاروں کے استعمال سے ناواقف تھے اور شاید یہی

وجہ تھی کہ وہ ابھی تک ہم سے خوف زدہ تھے ورنہ ان کی تعداد ہم سے بہت زیادہ تھی، اگر وہ چاہتے تو ایک ہی ہلے میں ہماری تکا بوٹی کر دیتے۔

کچھ توقف کے بعد ہجوم کے پیچھے کھڑی ہوئی عورتوں نے آگے بڑھ کر کھانوں اور پھلوں سے بھری ہوئی ٹوکریاں ہمارے سامنے رکھ دیں انداز ایسا ہی تھا جیسے وہ ہمیں نذرانہ پیش کر رہی ہوں کھانے میں گوشت کے بڑے بڑے ٹکڑے تھے اور پھلوں میں ناشپاتی، سنگترے اور ناریل وغیرہ قسم کی چیزیں موجود تھیں پھل لانے والی لڑکیاں اور عورتیں اب ہمیں بڑی بڑی سیاہ آنکھوں سے گھور رہی تھیں ان کی حسین آنکھوں میں سحر کی تمام خصوصیات موجود تھیں اگر وہ مہذب دنیا کی خواتین ہوتیں تو یقیناً مادہ پرست ان کی پوجا سے بھی دریغ نہ کرتے۔

"کیا خیال ہے؟" جیکب نے آہستہ سے کہا۔ "ہم ان کا نذرانہ قبول کر لیں؟"

"نہیں۔" کیلاش نے سرسراتی آواز میں جواب دیا۔ "ہمیں ان وحشیوں پر اتنی جلدی اعتماد نہیں کرنا چاہیے۔ کیا عجب کہ ان خورد و نوش کی اشیا میں زہر ملا ہو جسے کھانے کے بعد ہم دنیا سے کوچ کر جائیں اور یہ درندے ہمارے مردہ جسموں کو اپنے دیوتاؤں کے سامنے پیش کر کے وحشیانہ رقص کریں اور ہماری حماقت کا جشن برپا کریں۔"

"پھر۔ ہمیں کیا کرنا چاہیے؟" جیکب نے دریافت کیا۔

"میں انھیں اپنا عندیہ سمجھانے کی کوشش کرتا ہوں۔" کیلاش نے آہستہ سے جواب دیا پھر اس نے پیٹ دبا کر اپنی بھوک کا اظہار کیا مگر اس کے ساتھ ساتھ آنکھیں بند کر کے لڑکھڑانے کا اشارہ بھی کیا جس سے وہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ اسے کھانے کی چیزوں میں کسی نشہ آور شے یا زہر کا اندیشہ بھی ہے۔"

کیلاش کے اشاروں پر وہ بوکھلا کر ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے جیسے ہماری بات کا مفہوم جاننے کی کوشش کر رہے ہوں عورتوں اور لڑکیوں کا بھی یہی حال تھا، کیلاش نے دوبارہ ہاتھ ہلا ہلا کر انھیں اپنا مقصد سمجھانے کی کوشش شروع کر دی۔

"یہ حرکتیں بند کرو۔" جیکب بولا۔ "وہ تمھیں مداری سمجھ رہے ہیں۔"

کیلاش نے کوئی جواب نہیں دیا، وہ بدستور اشاروں کی مختلف زبانیں اختیار کرتا رہا پھر ہمیں ناکامی نہیں ہوئی،

پھلوں کی ٹوکری کے قریب کھڑی ہوئی ایک کافرادا حسینہ جو بڑی دیر سے ٹکٹکی باندھے کیلاش کو تکے جا رہی تھی مسکراتے ہوئے آگے بڑھی دراز قد بدصورت شخص کے قریب جا کر اس نے اپنی زبان میں کچھ کہا تو وہ ہماری جانب نفرت اور حقارت سے گھورنے لگا، چہروں پر مختلف اقسام کے ڈراؤنے نقاب لگائے ہوئے اس کے ساتھی بھی ہماری طرف متوجہ ہو گئے، ان کے مصنوعی چہروں کی نقابوں سے ہمیں محض ان کی آنکھیں دکھائی دے رہی تھیں جن میں اچانک انتقام کے شعلے بھڑک اٹھے تھے۔ کچھ دیر تک وہ ہمیں گھورتے رہے پھر دراز قد والے کے اشارے پر اس کے ساتھی آگے بڑھے، انھوں نے ٹوکری میں رکھی اشیا کو ایک ایک کر کے چکھا پھر دوبارہ اپنی اپنی جگہوں پر چلے گئے تو جیکب نے اطمینان کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

"رب عظیم کا احسان ہے جو یہ ہمارا اشارہ سمجھ گئے ورنہ میرا تو خیال تھا کہ نہ جانے وحشی درندوں نے کیلاش کے اشاروں کا کیا مطلب اخذ کیا ہو۔"

"میرا خیال ہے کہ وہ تمھارے پادریوں والے لباس کو بھی اچھی نظروں سے نہیں دیکھ رہے۔" کیلاش نے سنجیدگی سے کہا۔ "میری مانو تو تم اس لباس کو اتار پھینکو اور کوئی دوسرا لباس پہن لو۔"

"کیوں اس لباس میں جس سے میری مذہبی حیثیت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا ہے کیا خرابی ہے؟"

"سمجھنے کی کوشش کرو۔" میں بولا۔ "کیلاش ٹھیک کہہ رہا ہے جنگلی اور وحشی لوگ بھی کسی نہ کسی دیوی یا دیوتا کی پوجا کرتے ہیں یا قدرت کی نعمتوں میں سے کسی ایک شے کو برتر سمجھ کر اس کی پرستش کرتے ہیں لیکن اپنے مذہبی عقائد میں یہ افراد درندوں جیسی خو رکھتے ہیں اور کسی کی مداخلت پسند نہیں کرتے۔ ہو سکتا ہے کہ آج تک انھوں نے تمھارے جیسے کسی پادری کو نہ دیکھا ہو لیکن اگر انھیں تمھاری اصلیت کا پتہ چل گیا تو پھر تمھاری خیر نہیں۔"

"مذہب کے نام پر اگر میری زندگی کام آ گئی تو یہ بھی میری خوش قسمتی ہوگی۔" جیکب نے فیصلہ کن لہجے میں جواب دیا پھر وحشیوں پر ایک نظر ڈال کر ہاتھ میں دبی انجیل مقدس کو چوم کر بولا۔ "اگر خداوند نے چاہا تو میں ان تمام وحشیوں کو مسیح کے آگے احترام سے سر جھکانا اور ہاتھ سے سینے پر صلیب کا نشان بنانا سکھا دوں گا۔"

"اور میرا خیال ہے کہ اگر تم نے ایسی کوئی حماقت کی تو یہ

لوگ سفرنامے کے عین مطابق ہمیں بھون کر کھا جائیں گے۔"

کیلاش نے بدستور سنجیدگی سے کہا: "اس لیے میں تم سے پہلی اور آخری بار درخواست کر رہا ہوں کہ ان وحشیوں کے درمیان کسی حماقت کا ثبوت نہ پیش کرنا ورنہ تمہارے ساتھ ہم بھی مفت میں کام آ جائیں گے۔"

پھر کیلاش ہی کے مشورے پر ہم نے آگے بڑھ کر پھل اور گوشت کھانا شروع کر دیا۔ جیکب کو شاید کیلاش کی نصیحت گراں گزری تھی اس لیے وہ کچھ کبیدہ خاطر نظر آ رہا تھا لیکن کچھ دیر بعد وہ حسب معمول نارمل ہو گیا۔ جتنی دیر ہم اس جنگلی دسترخوان پر شکم سیر ہوتے رہے وحشی ـــــ ہمارے سامنے قطار اندر قطار کھڑے ہمیں گھورتے رہے پھر جب ہم اٹھ کر دوبارہ اپنی جگہ آ گئے تو پھلوں کی ٹوکریاں ہمارے سامنے سے اٹھا لی گئیں۔

"اب کیا قیمتی مشورہ ہے تمہارا؟" جیکب نے کیلاش کو گھورتے ہوئے قدرے خشک لہجے میں دریافت کیا۔ "ہم جہاز پر واپس چلیں یا اسی طرح یہاں وحشیوں کے درمیان تفریح کا سامان بنے کھڑے اپنی نمائش کرتے رہیں؟"

"جیکب۔" اچانک کیلاش نے چونکتے ہوئے کہا۔ "سفر کے دوران ہم نے آسٹریلیا کے جزائر اور دوسرے مختلف حصّوں میں بولی جانے والی زبانوں کی کتابوں کا مطالعہ کیا تھا کیوں نہ ہم قسمت آزمائیں، ہو سکتا ہے کہ اس طرح ہمارے درمیان زبان کا مسئلہ حل ہو جائے۔"

"تم نے بہت دیر بعد ایک عقل مندی کی بات کہی ہے اس لیے میں تمہارے مشورے کی تائید کرتا ہوں۔" جیکب نے سنجیدگی سے جواب دیا پھر اس نے وحشیوں کی سمت دیکھ کر ٹوٹے پھوٹے لہجے میں مختلف زبانوں کے الٹے سیدھے جملے بولنے شروع کر دیے۔

وحشی خاموش کھڑے جیکب کو عجیب نظروں سے گھورتے رہے پھر اچانک وہ بھی چونک اٹھے، جیکب کی ایک لسان ان کے سمجھ میں آ گئی تھی لہٰذا ہمارے درمیان رابطے کی گنجائش پیدا ہو گئی۔ ایک اہم مشکل آسان ہو گئی تو جیکب اور کیلاش ان سے سوالات کرنے لگے جن کا جواب وہی لڑکی دیتی رہی جس نے کیلاش کے اشاروں کا مفہوم سمجھا تھا، میں خاموش کھڑا سب کچھ سنتا رہا لیکن میں چونکہ اس زبان سے قطعی نابلد تھا اس لیے ان کے درمیان ہونے والی گفتگو میرے سر سے گزرتی رہی، مجھے اس بات پر بھی حیرت ہو رہی تھی کہ ابھی تک کسی مرد نے براہ راست جیکب یا کیلاش سے کوئی گفتگو نہیں کی تھی، وہی لڑکی ترجمے کا کام سرانجام دے رہی تھی کیلاش کو وحشیوں سے گفتگو میں مصروف دیکھ کر میں نے دبی زبان میں جیکب سے پوچھا۔

"کچھ مجھے بھی تو بتاؤ کہ یہ لوگ کون ہیں، کیا کہہ رہے ہیں اور ہم بھٹک کر کس دنیا میں آ پہنچے ہیں؟"

"ہم جس جزیرے پر موجود ہیں سمورا کے مطابق اس کا نام اورو فینا ہے۔"

"یہ سمورا کس بلا کا نام ہے؟"

"اسی دراز قد گندمی بلا کا جس کی دستی نے اس کو اور زیادہ بدنما بنا دیا ہے۔" جیکب نے برا سا منہ بنا کر بتانا شروع کیا۔ "مقامی لوگوں میں سمورا کو سردار کی حیثیت حاصل ہے اور یہ مصنوعی چہرے والے افراد اس کے مخصوص نمائندے ہیں جو پیچیدہ معاملات میں سر جوڑ کر بیٹھتے ہیں اور کسی اہم گتھی کو سلجھانے کے سلسلے میں باہمی فیصلوں کے ذریعے سمورا کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ ہم سے پیشتر ان لوگوں نے بیرونی دنیا کے کسی آدمی کو نہیں دیکھا اسی لیے یہ ابھی تک اس بات پر حیران ہیں کہ ہم اچانک ان کے درمیان کس طرح آ گئے۔ بحری عقاب کے نصف حصّے کی جزیرے پر موجودگی بھی ان کی بدحواسی کا سبب بنی ہوئی ہے، یہ ہمیں کسی اور ہی دنیا کی مخلوق سمجھ رہے ہیں۔"

"کیا سمورا تمہاری اور کیلاش کی بولی نہیں سمجھ رہا ہے؟"

"سمجھ رہا ہے۔"

"کیوں؟"

"پھر وہ براہ راست گفتگو کیوں نہیں کر رہا؟"

"سردار ہونے کی وجہ سے وہ اس وقت تک ہم سے براہ راست کوئی بات چیت نہیں کرے گا جب تک اسے ہمارے بارے میں تفصیل سے سب کچھ معلوم نہیں ہو جائے گا۔"

"اور یہ لڑکی کون ہے جو مترجم بنی ہوئی ہے؟"

"اس کا نام سادوری ہے۔" جیکب نے ناگوار انداز میں بتانا شروع کیا۔ "ہر چند کہ ان وحشیوں کے درمیان شادی بیاہ اور اس قسم کے کسی بھی رسم و رواج کا کوئی وجود نہیں پھر بھی سردار کو یہ حق حاصل ہوتا ہے کہ وہ جس لڑکی کو چاہے اپنی ملکیت بنا لے اور جسے چاہے اپنی بیٹی مان لے۔ چنانچہ سمورا نے سادوری کو اپنی بیٹی مان لیا ہے۔"

جیکب مجھے مختصراً اپنی معلومات اور وحشیوں سے ہونے والی گفتگو کے بارے میں بتاتا رہا پھر وہ چونک کر کیلاش کی سمت دیکھنے لگا، میں نے بھی کیلاش کو دیکھا جو اپنی جگہ سینہ تانے کھڑا نہایت سخت لہجے میں براہ راست سمورا سے کوئی بات کہہ رہا تھا۔ اور دوسری جانب سمورا اور اس کے ساتھیوں کے

چہرے غضب ناک ہو رہے تھے، عورتیں اور لڑکیاں بھی سہمی سہمی نظر آ رہی تھیں، ساوری کے چہرے پر کچھ لمحے پیشتر نظر آنے والا اطمینان بھی رخصت ہو چکا تھا۔ وہ بھی گھبرائی گھبرائی نظر آ رہی تھی۔

"یہ کیلاش سمورا سے کیا کہہ رہا ہے؟" میں نے جیکب سے دریافت کیا۔

"یہ سرجن کا بچّا سردار کو بتا رہا ہے کہ اس کی حیثیت بھی دیوتاؤں سے کم نہیں اور اسے اوورفینا کے جزیرے پر سمورا کی بدنما رسولی کا علاج کرنے کی خاطر بھیجا گیا ہے۔ سمورا اور اس کے ساتھی کسی اور دیوتا کا تصور برداشت نہیں کر سکتے اس لیے بھڑک اٹھے ہیں اور انھوں نے ساوری کے ذریعے ہم سے درخواست کی ہے کہ ہم جتنی جلدی ممکن ہو اوورفینا سے واپس چلے جائیں۔"

صورتِ حال جو کچھ دیر پیشتر زبان کی مشکل آسان ہو جانے کے سبب سنبھل گئی تھی اچانک سرجن کیلاش کی پیش کش سے خراب ہو گئی۔ جیکب اور کیلاش باری باری مجھے تفصیلات سے آگاہ کر رہے تھے (جسے میں قارئین کی دل چسپی کے پیشِ نظر یوں پیش کروں گا گویا میں بھی اوورفینا میں آباد وحشیوں کی زبان سے واقف ہوں میرا خیال ہے کہ اس انداز میں میری یہ داستان زیادہ دل چسپ ہو جائے گی)

"کیلاش۔" جیکب نے کیلاش کو گھورتے ہوئے کہا۔ "یہ دیوتا والے مسئلے کو درمیان میں لا کر تم نے ان کے مذہبی عقائد کو ٹھیس پہنچائی ہے۔ میری مانو تو سمورا اور اس کے ساتھیوں کو اصلیت سے آگاہ کر دو پھر جو ہوگا دیکھا جائے گا۔"

"تم اپنی زبان بند ہی رکھو۔" کیلاش نے درشت لہجے میں جیکب کو سرزنش کرتے ہوئے کہا۔ "میں جو کچھ کر رہا ہوں سوچ سمجھ کر رہا ہوں جب تک ہم مقامی لوگوں کو اپنی برتری کا احساس نہیں دلائیں گے یہ ہمیں سکون نہیں لینے دیں گے، میں جانتا ہوں کہ یہ اپنے مذہبی معاملات میں کسی کی دخل اندازی پسند نہیں کرتے۔ یہ لوگ کالے جادو، جنتر منتر، سفلی عمل اور معجزات پر اندھا یقین رکھتے ہیں میں ان کی اسی کمزوری سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کر رہا ہوں کامیابی کی صورت میں ہمارا پلا بھاری رہے گا۔"

"اور ناکامی کی صورت میں؟"

"موت جو برحق ہے۔" کیلاش تیزی سے بولا۔ "کیا تم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے؟"

جیکب نے کوئی جواب نہیں دیا۔ منہ ہی منہ میں کچھ بدبدا کر خاموش ہو گیا۔ دوسری جانب سمورا اور اس کے مخصوص ساتھیوں کے درمیان بھی کانا پھوسی جاری تھی، کچھ دیر تک ماحول پر ایک خوف زدہ سی دھند طاری رہی پھر سمورا کے بائیں جانب کھڑے ہوئے مصنوعی چہرے والے نے جس کا نام مکالا تھا اور جسے نائب سردار کی حیثیت حاصل تھی کیلاش کی طرف مخاطب ہوتے ہوئے خشک آواز میں بڑی مشکل سے پوچھا۔

"تمھارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تمھیں بھی دیوتاؤں کا درجہ حاصل ہے۔"

"اس کا ثبوت سمورا کی گردن کی بدنما رسولی ہے گی جو تمھارے دیوتا کا عتاب ہے اور میں تمھارے سردار کو اس عتاب سے نجات دلا کر اپنی برتری کا کرشمہ پیش کروں گا۔"

"تم جو بات اتنے یقین سے کہہ رہے ہو اگر غلط ثابت ہوئی تو ہم اپنے سردار سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔" ساوری نے سہمے ہوئے انداز میں کہا۔

"ساوری! تم ہماری نیت پر شبہ کر کے ہماری لازوال قوتوں کو للکار رہی ہو۔" اچانک کیلاش دبنگ آواز میں بولا۔ "ہم سمندر اور ہواؤں کے دیوتا ہیں جو کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتے۔ کیا ہماری طاقت کا یہ ثبوت نہیں ہے کہ ہم تمھارے جزیرے پر تمھارے روبرو کھڑے ہیں جب کہ تمھارے بیان کے مطابق آج تک کسی اور نے یہاں قدم نہیں رکھا۔"

"تم شاید ٹھیک ہی کہہ رہے ہو۔" سردار کی پشت سے ایک بوڑھے نے اچانک سامنے آتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔ "میرا نام منالا ہے اور اس جزیرے پر میری حیثیت ایک نجومی رہنما جیسی ہے۔ میرا حساب کبھی غلط نہیں ثابت ہوا۔"

"اب مارے گئے۔" جیکب نے مردہ آواز میں آہستہ سے کہا لیکن اس کی آواز منالا کی بھاری بھرکم آواز میں دب کر رہ گئی جو کیلاش سے مخاطب تھا۔

"میں علمِ رمل کا ماہر ہوں۔ میرے حساب نے ایک چاند پہلے ہی تمھاری آمد کی پیش گوئی کر دی تھی۔ اچھا ہوتا کہ تم آرام و سکون سے آتے۔ اپنے ساتھ طوفان لانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"تم لوگوں کو یہ باور کرانے کی خاطر کہ اس کرۂ ارض پر ہزاروں دیوتا موجود ہیں جو اپنی جگہ بے پناہ قوت رکھتے ہیں۔"

"اگر تم واقعی سمندر اور ہواؤں کے دیوتا ہو تو پھر اس ٹوٹی کشتی پر کیوں آئے؟" مصنوعی چہرے والوں میں سے ایک اور نے سوال کیا۔ اس کا اشارہ بحری عقاب کی طرف تھا جس کا نصف حصہ طوفانوں کی نذر ہو چکا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

"ہم ہمیشہ آدھی کشتی پر ہی سفر کرتے ہیں تاکہ لوگ ہماری عظمت اور حیثیت کا اندازہ آسانی سے لگا سکیں۔"

"جمال! یہ جیکب نے سرگوشی کی۔ "سن رہے ہو اس سرجن کی باتیں کس قدر بے باکی سے زمین و آسمان کے قلابے ملا رہا ہے۔"

"خاموش رہو۔" میں تیزی سے بولا۔ "حالات کے پیش نظر کیلاش جو کر رہا ہے وہی وقت کا تقاضا ہے۔"

"کیا دیوتا گوشت اور پھل وغیرہ بھی کھاتے ہیں۔" سمورا کے ایک اور نائب نے ہماری سمت گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کیوں نہیں۔" کیلاش نے گرج کر جواب دیا۔ "دیوتا اگر انسان کا روپ اختیار کرنے کی طاقت رکھتے ہیں تو وہ کھانا بھی کھا سکتے ہیں۔"

"تم۔ تم ہم سے کیا چاہتے ہو۔" سمورا نے بڑی عقیدت سے دریافت کیا۔

"ہم کچھ دنوں اور روفینا پر آرام کریں گے اس لیے ہمارے لیے ایک مناسب اور محفوظ مکان بنایا جائے اور ہمارے لیے برابر کھانے اور پھل کا نذرانہ پیش کیا جائے۔ جب تک تم ہمارے آرام کا بندوبست نہیں کرتے ہمارا قیام آدھی کشتی پر رہے گا اور یاد رکھو اگر کسی نے ہماری اجازت کے بغیر آدھی کشتی کے قریب آنے کی کوشش کی تو اس کا انجام بھیانک موت کی صورت میں تمہارے سامنے آئے گا۔" کیلاش نے بدستور دیوتاؤں جیسے لب و لہجے میں اپنا کردار جاری رکھتے ہوئے کہا۔ "ہم تمہیں یقین دلاتے ہیں سمورا کو رسوتی کے عتاب سے نجات دلانے کے بعد ہمارا کام ختم ہو جائے گا لیکن ہماری واپسی کب ہو گی۔ یہ ہم قبل از وقت نہیں بتا سکیں گے۔"

"مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔" اچانک سمورا نے براہ راست کیلاش کو مخاطب کیا۔ "اگر تم نے مجھے اس رسوتی کے عتاب سے نجات دلادی تو ہم تمہیں بھی دیوتا مان کر تمہاری پوجا کرنے لگیں گے اور تمہاری خدمت میں حسین لڑکیوں کا نذرانہ بھی پیش کریں گے۔"

"یہ کیا بکواس ہے۔" جیکب کی مذہبی رگ پھڑک اٹھی۔ اس نے اپنی زبان میں کیلاش سے کہا۔ "ہم دیوتا کبھی نہیں بن سکتے۔ کم از کم میں ایسا جھوٹ نہیں بول سکتا جو میری عاقبت خراب کر دے۔ یہ گناہ ہے۔"

"اپنی زبان بند رکھو۔" کیلاش نے اتنے سرد اور سفاک انداز میں وہ جملہ کہا کہ مجھے بھی جھرجھری آ گئی۔ جیکب غریب سہم کر میرے قریب ہو گیا۔

سمورا اور اس کے ساتھیوں سے اپنی پہلی ملاقات ختم کر کے ہم واپس بحری عقاب پر آ گئے۔ جہاز پر آنے کے بعد ہم نے بچے کھچے حصے کا جائزہ لیا تو پتہ چلا کہ خوش نصیبی سے ہمارا بیشتر ساز و سامان اور خورد و نوش کی اشیا محفوظ تھیں اس کے علاوہ ہنگامی حالات سے دوچار ہونے کے لیے ایک بڑی لائف بوٹ بھی تباہ ہونے سے بچ گئی تھی جو فی الحال ہمارے کسی کام نہیں آ سکتی تھی اس لیے کہ ہمیں اس بات کا کوئی اندازہ نہیں تھا کہ ہم دنیا کے کس خطے میں ہیں اور جزیرہ روفینا دنیا کے کس کونے میں واقع ہے۔ بہرحال ایک بات یقینی تھی کہ ہم نے طوفان کی شدت سے دوچار ہونے کے بعد جس جزیرے پر قدم رکھا تھا وہ جہاز رانی کے عام اور جانے پہچانے راستوں پر واقع نہیں تھا ورنہ اس سے پیشتر بھی وہاں دوسرے لوگوں کا گزر ضرور ہوا ہوتا۔

ہم نے فوری طور پر کیبنوں کی صفائی کی اور عام ضروری سامان ایک خالی کیبن میں رکھوا کر اسے مقفل کر دیا۔ اس رات ہم نے پہلی بار خود اپنے ہاتھوں سے کھانا تیار کیا۔ کھانے کے دوران بھی جیکب ہم دونوں سے کھنچا کھنچا رہا۔ شاید اسے کیلاش کی دیوتاؤں والی بات ابھی تک پسند نہیں آئی تھی۔ ہم نے بھی اسے فوری طور پر قائل کرنے کی کوشش نہیں کی اور ٹوٹے ہوئے دروازے کی مرمت کے کام میں مشغول ہو گئے۔

رات کو میں سونے کے لیے لیٹا تو اچانک مجھے جیکسن کے اس بند لفافے کا خیال آ گیا جسے اس وقت تک نہ کھولنے کی تاکید کی گئی تھی جب تک ہم کشتی پر نہ پہنچ جائیں۔ میں نے اسی

اقوالِ زریں

کہا ایک شادی شدہ لڑکی نے کہ شادی سے پہلے ہر لڑکی کی زندگی نامکمل ہوتی ہے اور شادی کے بعد تو بالکل ہی ختم ہو جاتی ہے۔

❁

دنیا میں ایک محتاط اندازے کے مطابق ایک ہزار برائیاں ہیں۔ ان میں سے ایک برائی زر اور دوسری زن ہے۔ باقی نوسو اٹھانوے برائیوں کا نام زن ہے۔

❁

دوستو! یہ دنیا بھی عجیب شے ہے۔ خاموش رہو تو شبہ ہوتا ہے کہ تم جاہل ہو۔ گفتگو کرنا شروع کر دو تو یہ شبہ دور ہو جاتا ہے۔

وقت وہ لفافہ نکال لیا اور اسے چاک کر کے جیکسن کے دوسرے خط کا مضمون پڑھنے لگا۔ اس نے لکھا تھا۔

"میرے محترم۔ میں اس لیے بحری عتاب کو خیر آباد کہہ رہا ہوں کہ مجھے مقدس رُوحوں نے اس سفر کے انجام سے آگاہ کر دیا ہے۔ مجھے بتا دیا گیا ہے کہ اپیا سے روانگی کے بعد ہمارا جہاز ایک طوفان میں پھنس کر تباہ ہو جائے گا اور آپ تینوں اور ٹامی کے سوا کوئی باقی نہ بچے گا۔ رُوحوں کا حکم تھا کہ اگر جان عزیز ہے تو جہاز کا سفر ترک کر دو چنانچہ میں آپ لوگوں کو خدا حافظ کہنے پر مجبور ہوں۔

مجھے یقین ہے کہ وہ میں کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتیں۔ میں نے آپ حضرات کو جہاز کی بربادی کے خطرے سے اس لیے باخبر نہیں کیا کہ مقدس رُوحوں نے اس ضمن میں مجھے سختی سے زبان بند رکھنے کا حکم دیا تھا۔ زبان کھولنے کی صورت میں میری موت بلحد اذیت ناک ہوتی اس لیے میں نے بے ہوشی کا ناٹک رچا کر آپ کو ٹال دیا تھا۔

بہرحال میں نے آپ لوگوں کی زندگی بچانے کی خاطر ایک دوسرا راستہ اختیار کیا۔ کپتان اینٹلے سے درخواست کی کہ وہ کسی بہانے سے بحری جہاز کو اپیا سے آگے لے جانے سے انکار کر دے مگر اس رات وہ بے حد نشے میں تھا، مجھے بے تحاشا گالیاں دینے لگا اور میرے علم کا مذاق اڑانے لگا چنانچہ میں مجبوراً رخصت ہو رہا ہوں۔ میں بزدل نہیں ہوں میرے محترم! لیکن زندگی کسے عزیز نہیں ہوتی۔ ایک خوش خبری اور سنا رہا ہوں رُوحوں کی پیش گوئی کے مطابق آپ کی مرحوم بیوی کا کہا ضرور پورا ہو گا مگر کب؟ کہاں؟ افسوس ہے کہ رُوحوں نے قبل از وقت اس سلسلے میں بھی زبان نہ کھولنے کی تاکید کر دی ہے اس لیے مجبور ہوں۔

امید ہے آپ مجھے معاف کر دیں گے۔"

خادم جیکسن

میں نے خط پڑھنے کے بعد جیکسن کو دل ہی دل میں لاتعداد گالیاں دیں۔ کاغذ کے اس ٹکڑے کو سینکڑوں حصوں میں منقسم کر کے فضا میں اڑا دیا پھر سونے کے ارادے سے بستر پر لیٹ گیا۔

ٹامی چونکہ پہرے داری کے معاملے میں بے حد چوکس اور دیانت دار واقع ہوا تھا اس لیے ہمیں کوئی خطرہ نہیں تھا اور یقین تھا کہ اگر کسی نے جہاز پر آنے کی کوشش کی تو ٹامی اس کی بہتر طور پر خبر لے گا لیکن رات بھر نہ تو ٹامی کے بھونکنے کی آواز سنائی دی اور نہ کوئی دوسرا قابلِ ذکر واقعہ پیش آیا۔

صبح سویرے اٹھ کر ہم چشمے پر گئے۔ بحری سفر اور طوفان کی شدت سے ہمارے اعصاب پر جو تھکن طاری تھی وہ غسل کرنے سے دور ہو گئی۔ ہم نے احتیاطاً پانی کا اضافی ذخیرہ جہاز پر کر لیا کہ کسی ہنگامی صورت میں ایک ہفتے کی ضرورت پوری ہو جائے۔ جہاز پر واپس آ کر ہم نے خود اپنے ہاتھوں سے ناشتہ تیار کیا۔ ناشتے کے دوران بھی جیکب چپ چاپ تھا، مجھے بھی اس کی خاموشی گراں گزر رہی تھی لیکن قبل اس کے کہ میں اس کی خفگی دور کرنے کی خاطر کچھ کہتا کیلاش نے اسے مخاطب کرتے ہوئے کہا۔

"کیا بات ہے فادر جیکب! میں محسوس کر رہا ہوں کہ کل شام سے تمہاری بولتی پر صدمہ آیا ہوا ہے۔"

"ہاں۔" جیکب نے کافی کا ایک گھونٹ حلق کے نیچے اتارتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "میں تمہارے محسوسات کی تردید نہیں کروں گا۔"

"خاموشی کی کوئی وجہ۔ کوئی سبب؟"

"میں دروغ گوئی کو گناہِ کبیرہ سمجھتا ہوں۔"

"حالات کو سمجھنے کی کوشش کرو۔" میں نے جیکب کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "ہم جس جزیرے میں آ پھنسے ہیں یہاں کا ماحول ہماری مہذب دنیا سے مختلف ہے، اگر وحشیوں کو ہماری اصلیت کا اندازہ ہو گیا تو وہ ہمیں زندہ نہیں چھوڑیں گے اور پھر تم یہ کیوں بھول رہے ہو کہ ہر مذہب نے زندگی جیسی قیمتی شے کو بچانے کی خاطر اہم حالات کے پیشِ نظر کچھ رعایتیں بھی دے رکھی ہیں۔"

"میں مانتا ہوں لیکن یہی کیا ضروری ہے ہم خود کو دیوتا ظاہر کریں؟"

"ٹھیک ہے۔ میں آج ہی سمورا اور اس کے ساتھیوں کو یہ بتا دوں گا کہ تم دیوتا نہیں بلکہ دو دیوتاؤں کے درمیان ایک خادم کی حیثیت رکھتے ہو۔" کیلاش نے سپاٹ لہجے میں کہا۔

"مگر اتنا سوچ لو کہ ایک انسان کی حیثیت سے ان وحشیوں میں

متعارف ہو جانے کے بعد تم یہاں اپنے مذہب کی تبلیغ نہ کر سکو گے۔"

"مذہب کی تبلیغ کرنا میری زندگی کا مقصد ہے اور میں اسے کسی قیمت پر ترک نہیں کر سکتا۔"

"ساودی کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟"

"کیا مطلب؟" جیکب نے کیلاش کے اس اچانک سوال پر چونک کر پوچھا۔

"وہ اگر تمہارا مذہب قبول کر لے تو کیا تم بھی اسے قبول کر لو گے؟"

"مجھے یقین تھا کہ تم ایسی ہی کوئی احمقانہ بات کرو گے۔"

"اگر شادی کرنا حماقت ہے تو تم پہلے بھی ایک بار اس حماقت کے مرتکب ہو چکے ہو۔"

"میں اس قسم کے مذاق پسند نہیں کرتا۔"

جیکب کچھ دیر تک بڑبڑاتا رہا لیکن جب میں نے اور کیلاش نے پیار و محبت سے اسے سمجھایا کہ دیوتاؤں کا روپ اختیار کیے بغیر ہمارا بچنا محال ہے تو وہ اس شرط پر ہمارا ساتھ دینے کو آمادہ ہو گیا کہ ہم اپنے بارے میں جو دل چاہے کہیں لیکن اس کی شخصیت کو مسخ نہ کیا جائے۔ ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا تھا، ہم نے ہامی بھر لی تو بات ختم ہو گئی۔

ناشتے کے بعد ہم فولڈنگ چیزیں لے کر عرشے پر آ گئے۔ موسم اور فضا کی وہ صبح بے حد خوشگوار اور حسین تھی۔ ہم ماحول سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ ہم نے مقامی باشندوں کا ہجوم درختوں کے عقب سے نمودار ہو کر اپنی سمت آتے دیکھا۔ حسبِ معمول سمورا سب سے آگے آگے تھا۔ دائیں بائیں مصنوعی چہرے والے تھے جن کی شناخت ان کے سر پر لہرانے والی بے ہنگم اور مختلف ساخت کی ٹوکریوں سے کی جاتی تھی۔ منامہ حسبِ دستور سمورا کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا اور اس کے پیچھے لڑکیوں کی ایک ٹولی ہمارے لیے کھانا اور پھل لیے آ رہی تھی۔ لڑکیوں کی ٹولی کی قیادت ساودی کر رہی تھی۔ جہاز سے کچھ فاصلے پر پہنچ کر ہجوم رک گیا۔

ہم نے آنے والوں کو غور سے دیکھا۔ آج ان کے چہروں پر وہ خوف اور دہشت نہیں تھی جو کل تک طاری تھی۔ یا تو وہ ہماری باتوں پر اعتماد کر کے مطمئن ہو گئے تھے یا پھر ان کے اطمینان کے پیچھے کوئی خطرناک سازش کارفرما تھی جو راتوں رات ان کے درمیان طے پا چکی تھی۔ بہرحال گزشتہ دن کے مقابلے میں آج وہ زیادہ بے خوف نظر آ رہے تھے۔ کچھ دیر تک وہ خاموش کھڑے ہمیں گھورتے رہے پھر سمورا اپنے ساتھیوں کے ساتھ اور قریب آ گیا۔ ساودی بھی اس کے ساتھ آگے بڑھی اور اس کے اشارے پر پھلوں کی ٹوکریاں ساحل پر رکھ دی

گئیں۔ آج ساودی کے بجائے خود سمورا نے ہمیں مخاطب کیا اور اس بات کا شکوہ کیا کہ ہم اپنی آدھی کشتی سے نیچے کیوں نہیں اترے ہیں۔ جواب میں کیلاش نے انہیں بتایا کہ ہم غسل کر چکے ہیں اور اب ناشتے کے بعد بیٹھے موسم اور ماحول سے لطف اندوز ہو رہے ہیں۔

"کیا دیوتاؤں کے لیے غسل بھی ضروری ہوتا ہے؟" منامہ نے مشکوک لہجے میں سوال کیا۔

"ہاں۔ روح کے ساتھ ساتھ جسم کا بھی پاک ہونا ضروری ہے۔" کیلاش بولا۔ "جب ہم نے انسانوں کا روپ اختیار کر لیا ہے تو غسل کرنا بھی ہمارے اوپر لازم ہو گیا ہے۔"

"کیا تم مذہبی عقائد کو دوسری باتوں پر فوقیت دینا ضروری سمجھتے ہو؟" اس بار منامہ نے سامنے آ کر دریافت کیا۔

"کیوں نہیں۔"

"تو سنو۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ جب بھی ہمارے درمیان کوئی اجنبی آیا ہم تباہی و بربادی کا شکار ہو جائیں گے اور اسی لیے ہم نے اپنے دیوتا اور وے کے روبرو یہ عہد کیا ہے کہ اگر کسی اجنبی نے ہمارے جزیرے پر قدم رکھا تو ہم اسے دیوتا کے قدموں میں بھینٹ چڑھا دیں گے۔ یہ رسم ہمارے آباؤ اجداد کے زمانے سے چلی آ رہی ہے۔"

"کیا ہم سے پہلے بھی اور لوگ یہاں آ چکے ہیں؟" جیکب نے پوچھا۔

"ہاں۔" منامہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "یہ بات مجھے میرے والد نے بتائی تھی کہ ان کے پردادا کے زمانے میں سفید نسل کی ایک عورت اور ایک مرد نے ایک کشتی کے ذریعے یہاں قدم رکھا تھا لیکن عقیدے کے مطابق ان دونوں کو فوراً ہی اور وے کے قدموں میں قربان کر دیا گیا۔"

"کیا تم ہم دیوتاؤں کے ساتھ بھی انسانوں جیسا سلوک کرنا چاہو گے؟" کیلاش نے غصے سے کہا پھر تیزی سے ابھر کر ہجوم کو گھورنے لگا۔

"تم چونکہ انسانوں کے روپ میں ہو اس لیے ہم تمہارے ساتھ انسانوں جیسا سلوک کرنے پر مجبور ہیں۔" ایک مصنوعی چہرے والے نے اپنا لکڑی کا ہتھیار فضا میں بلند کرتے ہوئے کہا۔ اس کے تیور بے حد خطرناک نظر آ رہے تھے۔

کیلاش کوئی مناسب جواب دینے کے لیے پر تول رہا تھا کہ تامی جو میرے قدموں کے پاس کھڑا تھا ایک ہی جست میں عرشے سے کود کر ساحل پر چلا گیا پھر پیشتر اس کے کہ کوئی اسے روکتا تامی نے لپک کر اس مصنوعی چہرے والے کی ٹانگ

پر کاٹ دیا جس نے اپنا ہتھیار ہماری جانب بلند کیا تھا، ثامی کا وہ طرزِ عمل قطعی طور پر غیر متوقع تھا لیکن اس عمل سے ہمیں یہ فائدہ ہوا کہ سمورا اور اس کے ساتھی خوف زدہ ہو کر پیچھے ہٹ گئے۔ ثامی نے جس کی ٹانگ پر اپنے نوکیلے دانت جمائے تھے وہ ریت پر پڑا تڑپ رہا تھا پھر یہ بھی شاید تائیدِ غیبی تھی کہ وہ تڑپ تڑپ کر ٹھنڈا پڑ گیا۔ سمکالا اور اس کے ساتھیوں نے ثامی پر اپنے نیزے تان لیے تو کیلاش نے گرج کر کہا۔

"او روفینا کے جاہل اور گنوار لوگو! کیا تم خود اپنی بربادی کا سبب بننا چاہتے ہو۔ یہ کتا جس پر تم نے اپنے ہتھیار اٹھائے ہیں یہ دیوتا ؤں کا وفادار ہے اور اگر تم نے اسے ہلاک کیا تو میں سمندر اور ہواؤں کو حکم دوں گا کہ وہ تمھاری پوری آبادی کو نیست و نابود کر دیں۔"

کیلاش کی آواز کی گھن گرج سن کر انھوں نے اپنے ہتھیار نیچے کر لیے۔ ثامی بدستور ان کے سامنے کھڑا بھونک رہا تھا۔ میں نے اسے آواز دی تو وہ دُم ہلاتا ہوا میرے پاس واپس آ گیا۔ منا ما نے اپنے ایک آدمی کی بے گناہ موت کا سبب دریافت کیا۔ کیلاش نے تیزی سے کہا۔

"تمھارے آدمی نے دیوتاؤں پر ہتھیار اٹھا کر اپنی موت کو دعوت دی تھی۔ اگر ہم تمھارے دیوتا کو للکار دیں تو کیا تم ہمارے عمل کو برداشت کر لو گے۔"

دلیل چونکہ نہایت معقول تھی اس لیے منا ما اور اس کے ساتھی قائل ہو گئے۔ سمورا کے حکم پر مرنے والے کی اکڑی ہوئی لاش کو گھسیٹ کر ہمارے سامنے سے ہٹا دیا گیا پھر سمورا نے دوبارہ جہاز کے قریب آ کر کہا۔

"اگر تم میری رسولی کا عتاب ختم کر دو تو ہم تمھیں کوئی نقصان نہیں پہنچائیں گے۔ جزیرے کی ہر چیز پر تمھارا اختیار ہو گا۔ میں اور میرے ساتھی تمھاری اطاعت کریں گے اور تمھارے حکم کے بغیر ہمارا کوئی آدمی تمھاری آدھی کشتی پر قدم نہیں رکھے گا۔ لیکن ایک شرط ہماری بھی ہو گی۔ اگر تم نے یا تمھارے ساتھیوں میں سے کسی نے چھل دالی بجودی پیا ڈسی پر جانے کی کوشش کی تو پھر ہم اپنا عہد توڑ کر تمھارے دشمن ہو جائیں گے۔ خواہ اس دشمنی کا نتیجہ ہماری موت ہی کیوں نہ ہو۔"

"مجھے تمھاری شرط منظور ہے۔" کیلاش نے جواب دیا پھر سمورا کو عرشے پر آنے کی دعوت دی جسے اس نے کچھ پس و پیش کے بعد قبول کر لیا۔

سمورا کے علاوہ کیلاش نے منا ما اور ساوری کو بھی عرشے پر آنے کی اجازت دے دی تھی۔ رسولی کا بغور معائنہ کرنے کے بعد کیلاش نے اسی وقت آپریشن کا ارادہ ظاہر کیا تو میں نے اسے سمجھانے کی کوشش کی۔

"سوچ لو کیلاش۔ اگر تمھارا آپریشن ناکام رہا تو پھر ہم مشکلات میں گھر جائیں گے اور اب تک ہم نے دیوتاؤں کا جو ڈھونگ رچا رکھا ہے وہ بھی بے اثر ہو جائے گا۔ بہتر ہو گا کہ تم اپنے آپریشن والے فیصلے پر نظرِ ثانی کر لو۔"

"لیکن میرا مشورہ اس کے برعکس ہے۔" حبیب بولا۔ "کیلاش نے جو فیصلہ کر لیا ہے اس پر فوری طور پر عمل ضروری ہے ورنہ مقامی لوگ ہمارے قول و فعل کی طرف سے مشکوک ہو جائیں گے۔ اگر خداوند کو ہماری بہتری منظور ہوئی تو آپریشن ضرور کامیاب ہو گا۔ دوسری صورت میں ہمیں مشیتِ ایزدی کے سامنے سر جھکا دینا لازم ہو گا کہ یہی عین عبادت ہے۔"

حبیب کیلاش کے فیصلے کی تائید کی تو میں خاموش ہو گیا۔ عرشے پر ہی آپریشن کا بندوبست کیا گیا۔ کیلاش آلاتِ جراحی اور دوائیں ساتھ لایا تھا جو اس وقت ہمارے کام آ گئیں۔ آپریشن سے پہلے منا ما کے حکم پر مقامی لوگ لکڑی کا بنا ہوا ایک بڑا سا بے ہنگم اور ہیبت ناک بت اٹھا کر عرشے پر لے آئے۔ منا ما نے عجیب انداز میں گھٹنوں کے بل جھک کر اور دیوتا کے بت کو عقیدت سے سلام کیا پھر اپنے بازو میں شگاف کر کے اس نے خون کے چند قطرے بت کے قدموں پر نچھاور کیے اور چند قطرے سمورا کی پیشانی پر لگا کر کیلاش کو اشارہ کیا کہ وہ اپنا کام شروع کرے۔

کیلاش نے حبیب کی مدد سے سمورا کو کلوروفارم دے کر بے ہوش کیا پھر وہ آپریشن میں مصروف ہو گیا۔ منا ما اور ساوری بدستور قریب کھڑے کیلاش کو حیرت بھری نظروں سے دیکھ رہے تھے پھر جب کیلاش نے رسولی کاٹ کر سمورا کے جسم سے علیحدہ کی تو منا ما کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ رسولی کیا تھی آٹھ دس سیر وزنی گوشت کا لوتھڑا تھا جسے کیلاش نے نہایت مہارت سے سمورا کی گردن سے کاٹ کر نکال دیا تھا۔

آپریشن کے بعد کیلاش نے گوشت کے اس بدنما لوتھڑے کو ہاتھوں پر بلند کر کے ساحل پر کھڑے ہوئے افراد کو دکھایا تو وہ خوشی سے ناچ ناچ کر رقص کرنے لگے پھر انھوں نے کیلاش کو دیوتا تسلیم کر لیا اور اس کے سامنے سجدے میں گر گئے۔ منا ما نے بھی اپنے ساتھیوں کی تقلید کی۔ حبیب جو چڑی ورے لکڑی کے بت کو نفرت اور حقارت بھری نظروں سے گھور رہا تھا دبی زبان میں مجھ سے مخاطب ہوا۔

"جمال - کیا یہ سب کچھ جہالت کی بدترین مثال نہیں ہے جو ہماری نظریں دیکھ رہی ہیں۔"

"ہم یہاں اپنی خوشی سے یا قیام کے ارادے سے نہیں آئے ہیں۔" میں نے جیکب کے جذبات کو محسوس کرتے ہوئے کہا۔ "جیسے ہی حالات سازگار ہوئے ہم اورو فینا پر ہزار بار لعنت بھیج کر یہاں سے رخصت ہو جائیں گے۔"

"لیکن میرا دل نہ جانے کیوں گواہی دے رہا ہے کہ یہ جزیرہ ہی میری زندگی کی آخری منزل ثابت ہو گا۔"

"تم پادری ہو کر مایوسی کی باتیں کر رہے ہو؟"

"میرا فرض مجھے بار بار آواز دے رہا ہے جمال۔" جیکب سنجیدگی سے بولا۔ "میں کوشش کروں گا کہ اورو فینا کے وحشی لوگوں میں مذہب کی سچی لگن پیدا کر سکوں۔"

"اس کے لیے تمہیں ایک مناسب وقت کا انتظار کرنا ہو گا، جلد بازی میں اٹھایا ہوا کوئی قدم ہماری ہلاکت کا سبب بھی بن سکتا ہے۔"

"میں تمہاری نصیحت اور مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کروں گا۔" جیکب نے سپاٹ آواز میں کہا اور پھر اورو کے بدہیئت بت کو حقارت سے گھورنے لگا۔

سمورا کو بے ہوشی کا انجکشن لگا دیا گیا۔ کیلاش نے اس کے ساتھیوں کو بتایا کہ سمورا تقریباً چھ گھنٹے بے ہوش رہے گا اس لیے اگر وہ لوگ جانا چاہیں تو جا سکتے ہیں لیکن وہ اپنے سردار کو چھوڑ کر جانے پر آمادہ نہیں ہوئے، وہیں ساحل پر جمے کھڑے رہے۔ سورج غروب ہونے سے کچھ دیر پیشتر سمورا کو ہوش آ گیا تو کیلاش نے منکالا اور اس کے ساتھیوں کو اس بات کی اجازت دے دی کہ وہ دو دو کر کے اوپر آئیں اور سمورا سے ملاقات کر کے واپس چلے جائیں۔ اس طرح سمورا کے ساتھیوں کو اعتبار آ گیا کہ ان کا سردار زندہ ہے اور ایک عذاب سے نجات حاصل کر چکا ہے۔

منامانے سمورا کو ساتھ لے جانے کی خواہش کا اظہار کیا تو کیلاش نے سختی سے منع کر دیا البتہ ساوری کو مریض کی تیمارداری کی خاطر سمورا کے قریب رہنے کی اجازت دے دی، منامانے کیلاش کے فیصلے پر کسی ناخوشگوار ردعمل کا اظہار نہیں کیا البتہ وہ جاتے وقت گوشت کے وزنی لوتھڑے کو کسی تبرک کی طرح بڑے احترام سے ایک ٹوکری میں رکھ کر اپنے ساتھ لے گیا۔ ہجوم کے رخصت ہو جانے کے بعد کیلاش نے سمورا کی تکلیف کے پیش نظر اسے بے ہوشی کا ایک اور انجکشن لگا دیا پھر جس میز پر سمورا کا آپریشن کیا گیا تھا اسے ہم نے اندھیرا پھیلنے کے بعد ایک کیبن میں منتقل کر دیا۔ تاکہ رات میں اسے اوس اور ٹھنڈ سے محفوظ رکھی جا سکے۔

ایک شخص نے اپنے ملازمین کو زیادہ سے زیادہ آسائشیں بہم پہنچانے پر خاصی رقم خرچ کر چکا تو اس نے ملازمین سے کہا۔ "میرا جی چاہتا ہے کہ جب میں ورکشاپ میں آیا کروں، تو تمہیں نہایت خوشدلی کے ساتھ کام کرتے ہوئے دیکھا کروں۔ اگر تمہیں مزید کسی سہولت کی ضرورت محسوس ہو رہی ہو تو اس بکس میں جو میں نے گیٹ پر رکھوا دیا ہے، اپنی تجاویز لکھ کر ڈال دینا۔"

ایک ہفتے بعد جب اس نے بکس کھولا تو اس میں بے شمار پرچیاں پڑی ہوئی تھیں اور ہر پرچی پر ایک ہی مضمون تحریر تھا۔ "مہربانی فرما کر آپ ورکشاپ میں ربڑ سول کے جوتے پہن کر تشریف نہ لایا کریں۔"

ساوری نے ہمارے کسی عمل پر کوئی اعتراض نہیں کیا اور نہایت سعادت مندی سے ہمارے ہر فیصلے پر سر تسلیم خم کرتی رہی۔

رات کو کھانے کی میز پر ساوری بھی ہماری شریک تھی، کیلاش نے بے حد اصرار کے بعد اسے کھانے پر مجبور کیا تھا۔ ساوری کی موجودگی کی وجہ سے ہم بہت محتاط انداز میں گفتگو کر رہے تھے، جیکب نے تو خاص طور پر چپ سادھ لی تھی اسے اندیشہ تھا کہ اگر اس نے گفتگو میں زیادہ حصہ لیا تو کیلاش اسے ساوری کی شخصیت کے ساتھ نتھی کر کے اس کا جینا دوبھر کر دے گا، میرے اور کیلاش کے درمیان اورو فینا اور سمورا کے بارے میں بات ہو رہی تھی۔

کیلاش نے ہمارے علاوہ جزیرے کے وحشی لوگوں کو بھی یقین دلایا تھا کہ سمورا کا آپریشن بے حد کامیاب رہا ہے اور وہ دس بارہ روز کے اندر بالکل ٹھیک ہو جائے گا، بظاہر مجھے بھی ایک دوست کی حیثیت سے کیلاش کی باتوں پر اعتماد کر لینا چاہیے تھا لیکن غالباً ماضی کے تجربوں نے مجھے ڈرا دیا تھا، بار بار میرے ذہن میں ایک اندیشہ سر ابھارنے لگتا۔ "اگر سمورا کا آپریشن کامیاب نہ ہوا تو کیا ہو گا؟ دس بارہ روز بعد وہ صحت مند ہو کر اپنے لوگوں میں واپس جانے کے بجائے اگر ملک عدم کو سدھار گیا تو کیا صورت حال ہو گی؟ کیا اورو فینا کے جنگلی اور وحشی لوگ جو تہذیب کی ابجد سے بھی ناواقف تھے سمورا کی موت کو مشیتِ ایزدی سمجھ کر خاموش ہو جائیں گے۔ یا وہ اپنے سردار کی موت کو ہماری شرارت سمجھ کر ہمارے خون کے پیاسے ہو جائیں گے۔"

جنگلی لوگوں سے واسطہ پڑنے کا وہ میرا پہلا تجربہ تھا

لیکن میں نے کتابوں میں ان کے عجیب و غریب رسم و رواج اور ان کی زندگی کے بے شمار قصے اور کہانیاں پڑھ رکھی تھیں اور شاید یہی خیال بار بار میرے اعصاب پر طاری ہو کر مجھے خوف زدہ کر رہا تھا۔ اس وقت کھانے کی میز پر بھی میرے ذہن میں سمورا کی موت کا تصور اچانک بیدار ہوا تو میں چپ نہ رہ سکا۔ دبی زبان میں کیلاش سے مخاطب ہوا۔

"میرے دوست، کیا تمھیں یقین ہے کہ سمورا بہت جلد رو بصحت ہو جائے گا؟"

"کیوں؟ کیا تمھیں میری صلاحیتوں پر اعتماد نہیں ہے؟"

"درخشاں کے تجربے نے مجھے بزدل بنا دیا ہے۔"

"وہ بات اور تھی۔" کیلاش بولا۔ "جہاں کالے جادو اور گندی قوتوں کا دخل ہو وہاں انسان کی تمام صلاحیتیں بیکار ہو جاتی ہیں۔"

"اور روفینا کے وحشی افراد کے بارے میں تمھارا کیا خیال ہے۔۔؟"

"میں سمجھا نہیں۔" کیلاش نے مجھے وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ وحشی دنیا کے غیر مہذب لوگ کالے جادو اور ٹونے ٹوٹکوں پر زیادہ اعتقاد رکھتے ہیں۔ ایک ذرا سی بات ان کے لیے بے حد اہم اور حیرت انگیز ثابت ہوتی ہے اور اکثر وہ بڑی سے بڑی باتوں کو بھی نظر انداز کر جاتے ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر بولا۔ "تم نے سمورا کو ایک عذاب سے نجات دلا کر یقیناً اپنے فرض کی ادائیگی کی ہے اور انسانیت کی خدمت کی ہے لیکن ذرا سوچو۔ اگر خدانخواستہ تمھاری یہ خدمت کارگر ثابت نہ ہوئی تو ہمارا انجام کیا ہو گا؟"

"وہی۔ جو سنا ما ہمیں بتا چکا ہے۔" کیلاش نے بے پروائی سے جواب دیا۔ "وحشی لوگ ہمیں دھوکے باز اور فریبی سمجھ کر اپنے دیوتاؤں کے چرنوں میں بھینٹ چڑھا دیں گے اور ہماری کہانی ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اور روفینا کی پراسرار زمین پر دفن ہو جائے گی۔"

"یہ مذاق کا وقت نہیں ہے۔ ہمیں آیندہ کے بارے میں پہلے سے کچھ سوچنا ہو گا۔"

میں نے اپنی باتوں میں وزن پیدا کرنے کی خاطر بے حد سنجیدگی سے کہا تو جیکب بھی اپنی نشست پر کسمسا کر رہ گیا۔ البتہ ساوری سر جھکائے میٹھی آہستہ آہستہ لقمے لے رہی تھی۔ وہ ہماری زبان سے ناواقف تھی اس لیے اسے ہماری باتوں سے کوئی دلچسپی بھی نہیں ہو سکتی تھی۔

"پریشان مت ہو جمال۔ مجھے قوی امید ہے کہ سمورا بہت جلد ٹھیک ہو جائے گا۔"

"خدا کرے ایسا ہی ہو لیکن اگر میرا اندیشہ درست ثابت ہوا تو۔۔۔۔۔"

"تو سمندر اور ہواؤں کے یہ سرجن دیوتا اپنی شکتی کے زور سے سمورا کے شریر میں کوئی نئی روح پھونک دیں گے۔" جیکب نے الجھتے ہوئے کہا پھر کیلاش کو گھور کر بولا۔ "تمھیں بلاوجہ خود کو دیوتا ثابت کرنے کی کیا ضرورت تھی؟"

اچانک میں نے ساوری کو چونکتے ہوئے دیکھا۔ جیکب کا جملہ سن کر اس نے یک لخت نظر اٹھا کر کیلاش کو بہت غور سے دیکھا تھا۔ ممکن ہے وہ میرا وہم ہو اور ساوری کی وہ حرکت محض ایک اتفاق رہی ہو لیکن نہ جانے کیوں میرے ذہن میں یہ خیال بڑی سرعت سے بیدار ہوا کہ ساوری ہماری باتیں صرف سن ہی نہیں رہی ہے بلکہ سمجھ بھی رہی ہے چنانچہ میں نے جلدی سے ہندوستانی زبان میں کہا۔

"کیا یہ مناسب نہ ہو گا کہ ہم انگریزی کے بجائے اپنی مادری زبان میں گفتگو کریں۔"

"کیا اس میں بھی کوئی خاص مصلحت ہے؟" کیلاش نے مسکراتے ہوئے یوں میری طرف دیکھا جیسے میری بزدلی کا مذاق اڑا رہا ہو۔

"ہمیں اس حقیقت کو ایک لمحے کے لیے بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہیے کہ اس وقت وحشی قبیلے کی ایک لڑکی ہمارے درمیان موجود ہے۔"

"اور تمھارے خیال کے مطابق وہ انگریزی زبان سے بھی واقف ہو گی۔ کیوں؟" کیلاش نے ایک بار پھر میرے شبے کا مذاق اڑایا۔

"احتیاط کرنے میں بظاہر ایسا کوئی ہرج بھی نہیں۔" جیکب نے میری بات کی تائید کرتے ہوئے کہا۔ "آیندہ ہمارے درمیان جو باتیں ہوں گی وہ صرف ہندوستانی زبان میں ہوں گی۔"

"ابھی تم کو میری اس بات سے اختلاف تھا کہ میں نے خود کو دیوتا ظاہر کر کے حماقت کا ثبوت دیا ہے۔"

"حماقت نہ سہی غلطی کہہ لو لیکن تم نے بہرحال دروغ گوئی سے کام لیا ہے اور میرے عقیدے کے مطابق خداوند جھوٹ بولنے والوں کو بھی معاف نہیں کرتا۔" جیکب نے خالصتاً پادریوں کے لہجے میں کہا۔ "سچائی کے راستوں پر آنے والی موت جھوٹ کی زندگی سے بدرجہا بہتر ہوتی ہے۔"

"تم اپنے دوست کے سفر نامے کو فراموش کر رہے ہو؟"

fsurdu.blogspot.com

کیلاش نے سنجیدہ باتوں سے فرار حاصل کرنے کی خاطر پہلو بدل کر جیکب سے کہا۔ "اگر وہ سفر نامہ چشم دید واقعات کا مجموعہ ہے تو میں بڑے وثوق کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ اور ذوفینا ہی وہ جزیرہ ہے جہاں کے وحشی لوگ پادریوں کے جسم کو دہکتی آگ پر بھون کر بہت ذوق و شوق سے کھاتے ہیں اور بچی کھچی ہڈیوں کو ساحل کے کنارے اس خیال سے دفن کر دیتے ہیں کہ طوفانی ہوائیں اور سمندر کی بپھری ہوئی تباہ کن لہریں اس مقدس اور متبرک دفینے کی سرحد عبور نہ کر سکیں گی۔"

"تم نے اپنی طرف سے غالباً کوئی معیاری مذاق کرنے کی کوشش کی ہے لیکن مجھے تمھاری احمقانہ باتوں پر رونا آ رہا ہے۔" جیکب نے سنجیدگی سے کہا۔ "میں بڑے یقین سے کہہ سکتا ہوں کہ اس وقت تمھیں بھی دیوتاؤں والی بات پر اپنی غلطی کا احساس ہو رہا ہے جسے چھپانے کی خاطر تم الٹی سیدھی بے سر و پا باتوں سے خود کو بہلانے کی کوشش کر رہے ہو۔"

"تم شاید ٹھیک کہہ رہے ہو فادر۔" کیلاش اس بار سنجیدگی سے بولا۔ "مجھے اپنی غلطی کا احساس ہے لیکن اس وقت اگر میں نے فوری طور پر دیوتاؤں والا حربہ چلایا ہوتا تو شاید اس وقت اتنے اطمینان سے بیٹھے ڈینر اڑا رہے ہوتے۔ اور ذوفینا کے باسیوں کی تعداد ہمارے مقابلے میں سیکڑوں گنا زیادہ ہے اور اگر ایک بار وہ بھڑک اٹھتے تو ہماری موت یقینی تھی۔ میں نے انھیں مرعوب کرنے کی خاطر خود کو دیوتا ظاہر کیا تھا۔ اس لیے کہ میں جانتا ہوں کہ وحشی اور تہذیب کے عاری لوگ دیوتاؤں اور ان کے نادیدہ عتاب سے بے حد خوف زدہ رہتے ہیں اور اسی لیے دیوتاؤں کے قدموں میں زندہ قربانیاں بھی گزارتے رہتے ہیں۔"

"میں تمھاری دلیل سے متفق ہوں لیکن تمھیں اتنی جلدی سمورا کے آپریشن کے لیے نہیں تیار ہونا چاہیے تھا۔" میں نے کہا۔ "ہمیں قدم جمانے کے لیے کچھ وقت کی ضرورت تھی۔"

"تمھاری پریشانی فضول ہے مائی ڈیئر۔" کیلاش بولا۔ "سمورا کی رسولی کا آپریشن اتنا تشویش ناک نہیں جتنا تم سمجھ رہے ہو۔ البتہ زخم بھرنے میں دس پندرہ روز ضرور درکار ہوں گے۔"

"وحشی قبیلوں میں دیوتاؤں کے بعد سرداروں کو پوجا جاتا ہے اور اس اعتبار سے سمورا کی زندگی بھی بے حد اہم ہے۔"

"میں تم سے اتفاق کرتا ہوں اور اسی لیے میں نے سمورا کے آپریشن میں جلد بازی کا مظاہرہ کیا ہے کہ مقامی افراد کو غور و فکر کا موقع نہ مل سکے۔"

کیلاش نے مخصوص لہجے میں کہا۔ "دیوتا ہونے کا اعلان کرنے کے بعد یہ بھی ضروری تھا کہ ہم اپنی قوت سے اور ذوفینا کے وحشی عوام کو اپنے دعوے کا کوئی ثبوت بھی فراہم کرتے۔ سچ پوچھو تو سمورا کی رسولی دیکھنے کے بعد ہی مجھے یہ ترکیب سوجھی تھی۔"

"اور یہی ترکیب ہماری موت کا سبب بھی بن سکتی ہے۔" جیکب تلملا کر بولا۔

"تمھاری موت کا سامان تو اس وقت بھی کھانے کی میز پر موجود ہے۔" کیلاش نے ساوری کو کنکھیوں سے دیکھتے ہوئے جیکب کو چھیڑا پھر یک لخت بڑی سنجیدگی سے بولا۔ "فادر جیکب تم اگر چاہو تو میری غلطی کا تدارک ہو سکتا ہے۔"

"وہ کس طرح؟" جیکب نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"اگر تم ساوری کے ساتھ۔۔۔۔"

"میں لعنت بھیجتا ہوں تمھارے اس بھونڈے اور بے ہودہ مذاق پر۔" جیکب نے نفرت سے جواب دیا۔

"مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تبلیغ کا کام تمھارے بس کا نہیں۔" معاً کیلاش نے تیوری پر بل ڈال کر حقارت سے کہا۔ "انجیل مقدس کو ہاتھ میں لے کر گھومنا محض تمھارا ڈھونگ ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"شہریوں اور مہذب لوگوں کے درمیان تبلیغ نہایت آسان کام ہے لیکن جہاں واسطہ جنگلیوں اور غیر مہذب وحشی درندوں سے ہو وہاں موت کا تصور ہی مذہبی جذبوں کو زنگ آلود کر دیتا ہے اور تم میرے اس تجربے کی جیتی جاگتی مثال ہو۔" کیلاش نے بدستور جذباتی اور سنجیدہ انداز میں جیکب کو گھورتے ہوئے کہا۔ "تم نے اور ذوفینا کے ان وحشی مرد و زن کو دیکھ کر کہا تھا کہ یہ جہالت کی بدترین مثالیں ہیں اور تم اپنی تبلیغ کے ذریعے انھیں مہذب بنانے کی پوری جدوجہد کرو گے۔"

"ہاں میں نے کہا تھا اور میں اب بھی اپنے عہد پر قائم ہوں۔"

"اگر تم اپنے عہد پر قائم ہوتے تو ساوری کی شخصیت کو اتنے روکھے اور خشک انداز میں کبھی فراموش نہ کرتے۔" کیلاش نے تیزی سے کہا۔ "میرا اندازہ ہے کہ مقامی خواتین میں ساوری کو ایک اہم رتبہ حاصل ہے اور سمورا اسے اپنی بیٹی بھی بنا چکا ہے۔ ایسی صورت میں کیا ساوری کو اپنا ہم خیال بنا لینا تمھارے تبلیغی پروگرام کے لیے بے حد مفید و موثر ثابت نہیں ہو گا۔ اور کیا جو موقع تمھیں اس وقت نصیب ہو گیا ہے دوبارہ مل سکے گا؟"

"تمھارا مشورہ معقول ہے لیکن میں ساوری کو سلوا کی جگہ

نہیں دے سکتا۔" جیجب نے نرم اور مدھم آواز میں جواب دیا۔

"کیلاش نے یہ کب کہا کہ تم ساوری کو شریکِ حیات بنا لو۔" میں نے کیلاش اور جیجب کی گفتگو میں سنجیدگی سے دلچسپی لیتے ہوئے کہا۔ "ساوری سے تمہاری دوستی نہ صرف یہ کہ تمہارا مقصد آسان کر دے گی بلکہ اس سے ہمیں بھی فائدہ حاصل ہو سکتا۔"

"وہ کس طرح؟"

"میرا خیال ہے کہ سمورا، مکالا یا منا مانے ہمیں اب تک جن باتوں سے آگاہ کیا ہے وہ غلط بھی ہو سکتی ہیں۔ قدرت نے جانوروں کو بھی سوچنے سمجھنے اور خطروں سے بچاؤ کی حس عطا کی ہے اور وفینا کے افراد تو پھر انسان ہیں۔" میں نے اپنے الفاظ پر زور دیتے ہوئے کہا۔ "ہو سکتا ہے سمورا اور اس کے ساتھیوں نے محض رسولی کے عتاب کو دور کرنے کی خاطر یا ہم سے عارضی طور پر خوف زدہ ہو کر ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ہو۔ اور در پردہ وہ ہمیں ختم کر دینے کے لیے اندر ہی اندر خطرناک سازش کر رہے ہوں۔ ساوری کو اگر شیشے میں اتار لیا جائے تو ہماری مشکلیں بھی آسان ہو سکتی ہیں اور ہمیں فرار کا راستہ بھی معلوم ہو سکتا ہے۔"

"عورت پر اعتبار کرنا میرے نزدیک دنیا کی سب سے بڑی حماقت ہے لیکن مذہب کی تبلیغ کی خاطر میں یہ خطرہ بھی قبول کر لوں گا۔" جیجب نے بمشکل اپنی آمادگی کا اظہار کیا۔

کیلاش کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے اسے اشارے سے سمجھا دیا کہ اس وقت اگر جیجب کو چھیڑا گیا اور وہ بھتّے سے اکھڑ گیا تو دوبارہ اسے راہِ راست پر لانا دشوار ہو گا۔ کیلاش نے میری بات مان لی اور سنجیدہ ہو گیا پھر اس نے میری فرمائش پر ساوری کو مخاطب کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا اپنے دوسرے ساتھیوں کی طرح سمورا تمہیں بھی بہت عزیز ہے؟"

"ہاں۔" ساوری نے چونک کر ہماری طرف باری باری دیکھا پھر سپاٹ لہجے میں بولی۔ "سمورا نے مجھے اپنی بیٹی تسلیم کر کے مجھے ہزاروں مشکلات سے نجات دلا دی ہے اس سے محبت کرنا اور اس کے حکم پر سرِ تسلیم خم کرنا میرا فرض ہے۔"

"اگر سمورا تمہیں اپنی بیٹی تسلیم نہ کرتا تو؟" جیجب نے دریافت کیا۔

"تو میں اپنے لوگوں کے ظلم و ستم کا شکار رہتی۔ اور پھر آٹھ دس بچوں کی ماں بننے کے بعد بوڑھی ہو جاتی تو رسم و رواج کے مطابق مجھے بھی اور و دیوتا کے قدموں میں بھینٹ چڑھا دیا جاتا۔"

"سمورا کی بیٹی بن جانے کے بعد کیا تمہیں بھینٹ نہیں چڑھایا جائے گا؟" کیلاش نے پوچھا۔ جیجب نے ساوری کا جواب سن کر نفرت سے اپنا ہونٹ کاٹنا شروع کر دیا۔

"نہیں۔ اب وہ میری موت تک مجھے کبھی ہاتھ نہیں لگا سکیں گے البتہ اگر سمورا چاہے تو سردار کی حیثیت سے مجھے کوئی بھی حکم دے سکتا ہے۔"

"کیا تم نے جب سے ہوش سنبھالا ہے سمورا ہی یہاں کا سردار ہے؟" کیلاش نے اصل مقصد کی طرف آتے ہوئے دریافت کیا۔

"نہیں۔" ساوری نے ایک بار پھر محتاط انداز میں ہمارے چہروں کے تاثرات کا جائزہ لیتے ہوئے جواب دیا۔ "سمورا سے پہلے لوگا ہمارا سردار تھا، یہ تقریباً بارہ سال پہلے کی بات ہے۔"

"پھر۔ کیا لوگا مر گیا؟"

ساوری نے چونک کر کیلاش کو کچھ عجیب نظروں سے دیکھا پھر گردن جھکا لی۔ کچھ دیر وہ خاموش بیٹھی رہی اس کے بعد اس نے کیلاش کے سوال کو یکسر نظرانداز کرتے ہوئے پوچھا۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ تم نے سمورا پر جو عمل کیا ہے اس کے بعد وہ دیوتاؤں کے عتاب سے محفوظ رہے گا؟"

"ہاں۔ ایک بار جو دیوتاؤں کے عتاب سے نجات حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے اسے دوسری بار نشانہ نہیں بنایا جاتا۔"

"سمورا کی ذات ہمارے لیے بے حد مقدس اور قابلِ احترام ہے جس روز وہ ہمارے ساتھ دوبارہ ساحل پر قدم رکھے گا اس روز ہم دیوتاؤں کے سامنے اپنا روایتی جشن منائیں گے۔"

"اور اگر دیوتاؤں کو سمورا کی زندگی منظور نہ ہوئی تو؟" جیجب نے دبی زبان میں سوال کیا تو ساوری کے چہرے کی رنگت اچانک زرد پڑ گئی پھر اس کی آنکھوں میں شعلے بھڑکنے لگے۔ وہ جیجب کو یوں ٹکٹکی باندھے حقارت بھری نظروں سے گھور رہی تھی جیسے اسے زندہ چبا جائے گی۔ اس کے تیور حد درجہ خوفناک ہوتے جا رہے تھے۔ اس کے چہرے پر خون کی تمازت ہر لمحہ بڑھتی جا رہی تھی۔

"میں نے ایک امکانی بات کہی تھی۔" جیکب نے گڑبڑاتے ہوئے کہا۔ "اگر تمھیں میری بات سے دکھ پہنچا ہو تو میں معافی چاہتا ہوں۔"

"تم نے بوگا کے سلسلے میں ہمیں کوئی جواب نہیں دیا۔" کیلاش نے ساوری سے سوال کیا لیکن جیسے وہ اپنے ہوش میں نہیں تھی یا جان بوجھ کر اس نے کیلاش کو نظرانداز کر دیا تھا، اس کی خوں خوار نظریں بدستور جیکب پر مرکوز تھیں۔

اسی لمحے برابر والے کیبن سے سمورا کے کراہنے کی آواز سنائی دی تو ساوری یوں چونکی جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ اس نے ایک جھرجھری لے کر ہمیں دیکھا پھر آہستہ سے اٹھتے ہوئے بڑی خواب ناک سی آواز میں بولی۔

"مقدس سردار مجھے اپنی تیمارداری کے لیے آواز دے رہا ہے۔"

اور ساوری کے جانے کے بعد ہم ایک دوسرے کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھنے لگے۔ اس پر جیکب کے آخری سوال کے بعد جو کیفیت طاری ہوئی اور سمورا کی آواز کے ابھرتے ہی زائل ہو گئی۔ وہ ہمارے لیے بے حد پراسرار اور معنی خیز تھی۔

ساوری کے جانے کے بعد بھی میرا ذہن خاصی دیر تک اسی میں الجھا رہا۔ جیکب نے سمورا کی امکانی موت کے بارے میں جو اظہارِ خیال کیا تھا اس پر ساوری کے چہرے کی بدلتی رنگت اور اس کے بگڑے تیور کو کیلاش نے بھی بطورِ خاص محسوس کیا تھا چنانچہ ساوری کے جانے کے بعد وہ کچھ دیر تک جیکب کو کھا جانے والی تیز نظروں سے گھورتا رہا پھر بے حد سنجیدگی سے بولا۔

"کیا ضروری ہے کہ تم ہر بات میں اپنی ٹانگ پھنساؤ۔"

"تمھاری گفتگو کا انداز اس بات کی غمازی کر رہا ہے کہ تم کو میری کوئی بات ناگوارِ خاطر گزری ہے لیکن وہ بات کیا ہے۔ یہ میں نہیں سمجھ سکا۔"

"تمھیں سمورا کی امکانی موت کا خیال ظاہر کرنے کی کیا ضرورت تھی۔"

"انجیلِ مقدس کی قسم میں نے جو کچھ کہا وہ عین ممکن بھی ہے۔" جیکب نے اپنی غلطی تسلیم کرنے کے بجائے سنجیدگی سے جواب دیا۔ "تم ایک ماہر اور کامیاب سرجن ہو، میں تسلیم کرتا ہوں لیکن وہ فیصلے جو آسمانوں پر کیے جاتے ہیں تمھاری سرجری سے زیادہ اہم اور اٹل ہوتے ہیں۔ تم نے سمورا کی رسولی کا نہایت کامیاب آپریشن کیا ہے، میں اسے تسلیم کرتا ہوں مگر کیا تم یہ بات پورے وثوق اور یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہو کہ وہ تمھارے خیال کے مطابق دس بارہ روز بعد مکمل روبصحت ہو جائے گا۔"

"موت اور زندگی بھگوان کے اختیار کی بات ہے لیکن ہمیں اس کے روشن پہلو پر زیادہ نظر رکھنا چاہیے۔" کیلاش نے تلملا کر کہا۔ "تم نے شاید ساوری کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا اندازہ نہیں لگایا، تمھاری بات سننے کے بعد اس کی آنکھوں سے نفرت اور حقارت کی چنگاریاں ابل پڑی تھیں۔"

"اگر یہ بات ہے تو تمھیں اس پر خوش ہونا چاہیے۔"

"کیا مطلب؟"

"ہر چند کہ میں نے ساوری کے چہرے کے خدوخال پر زیادہ توجہ نہیں دی لیکن میرا خیال ہے کہ وہ توکیلا سے غضب کی مشابہت رکھتی ہے اور غالباً یہی وجہ ہے کہ تم اس حسین دوشیزہ کے چہرے کے آثار چڑھاؤ کے سلسلے کو زیادہ محسوس کر رہے ہو۔" جیکب نے اس بار بھی کیلاش کو گھورتے ہوئے کہا۔ "میری مانو اب بھی وقت ہے۔ اپنے چہرے سے فرضی دیوتاؤں کا نقاب اتار پھینکو ورنہ ہمارا انجام ہماری توقعات سے کہیں زیادہ بھیانک اور خطرناک بھی ثابت ہو سکتا ہے۔"

"جمال۔" کیلاش نے جھلا کر مجھے مخاطب کیا۔ "سن رہے ہو اس احمق کی باتیں؟"

"میں کیلاش سے متفق ہوں۔" میں نے کیلاش کی حمایت میں جیکب کو سمجھانے کی کوشش کی۔ "میں مانتا ہوں کہ تمھاری زبان سے ایک امکانی بات نکل گئی تھی لیکن....."

"لیکن تمھیں یہ ماننا پڑے گا کہ ہر وہ زندگی جو آج اس دنیا کے ہنگاموں میں دامن پھیلائے اپنے حصے کی خوشیاں یا غم سمیٹ رہی ہے ایک دن خالی ہاتھ اس دنیا سے رخصت ہو کر اس لازوال طاقت کے سامنے ضرور پیش ہو گی جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔"

"اگر تم نے آئندہ اس جزیرے کے معاملات میں اپنی زبان بند نہ رکھی تو ہمارے مقابلے میں تمھارا انجام زیادہ ہولناک اور خطرناک ہو گا۔" کیلاش نے تیزی سے کہا۔

جیکب اور کیلاش کے درمیان نوک جھونک کا سلسلہ جاری رہا تو میں اکتا کر خاموشی سے اٹھا اور اپنے کیبن میں آ گیا۔ میرا ذہن بدستور ساوری کی شخصیت کے اسرار میں الجھا ہوا تھا۔ کھانے کی میز پر ہمارے درمیان انگریزی میں گفتگو ہو رہی تھی لیکن جس وقت جیکب نے کیلاش سے کہا تھا کہ اس نے بلاوجہ جزیرے کے لوگوں کے روبرو خود کو سمندر اور ہواؤں کا دیوتا ظاہر کرنے کی حماقت کیوں کی تو ساوری اس انداز میں چونکی تھی جیسے ہماری بات اس کی سمجھ میں آ رہی ہو۔ جزیرہ اور دیوتا کے پرانے سردار بوگا کے سلسلے میں اس نے دیدہ و دانستہ کھل کر کیلاش کا جواب دینے سے گریز کیا تھا۔

itsurdu.blogspot.com

ساودی کی پُراسرار شخصیت کے علاوہ میرے ذہن میں مناما کے کہے ہوئے الفاظ بھی گونج رہے تھے۔ اس نے گفتگو کے دوران نہایت کھلے الفاظ میں یہ بات کہی تھی کہ جزیرے کے لوگوں کے عقیدے کے مطابق جب بھی کوئی اجنبی ان کے درمیان آیا انھیں تباہی اور بربادیوں سے دوچار ہونا پڑا چنانچہ سمورا اور جزیرے کے مخصوص بڑے لوگوں نے اپنے دیوتا اوروکے عظیم بُت کے سامنے سرنگوں ہو کر عہد کیا تھا کہ جب بھی کسی اجنبی نے اوروفینا کے جزیرے پر قدم رکھا اسے دیوتا کے قدموں میں بھینٹ چڑھا دیا جائے گا۔ یہ رسم مناما کے کہنے کے مطابق ان کے آبا و اجداد کے زمانے سے چلی آ رہی تھی۔ پھر۔

سمورا، مناما یا مکالا نے ہمارے ساتھ رعایت سے کیوں کام لیا۔ کیا اس میں بھی ان کی کوئی خاص چال تھی؟ اور بوگا کی موت کے سوال کے سلسلے میں ساودی نے کوئی جواب دینے سے گریز کیوں کیا؟

میرے ذہن میں اس رات بڑی دیر تک متعدد سوالات آپس میں گڈمڈ ہوتے رہے پھر میں نے خود کو بہلانے کی خاطر اپنی وہ ڈائری نکالی جس میں میرے ماضی کی داستان کا بیشتر حصہ خود میرے ہاتھوں رقم کیا جا چکا تھا۔ میں نے اپنی داستانِ حیات کو مزید قلم بند کرنے کی کوشش کی لیکن نہ جانے کیوں میرا دل آمادہ نہ ہوا، کوئی ایسی ہی بات تھی جو مجھے کسی کروٹ چین نہیں لینے دے رہی تھی چنانچہ میں نے ڈائری کو دوبارہ الماری میں مقفل کیا اور ایک خواب آور گولی لینے کے بعد کیبن کی روشنی بند کر کے سونے کے ارادے سے اپنے بستر پر لیٹ گیا۔ کچھ دیر تک میں حالات کے تانے بانے میں الجھا رہا پھر زود اثر دوا نے اپنا تسلط میرے اعصاب پر جمایا تو میری آنکھوں کے پپوٹے بوجھل ہونے لگے اور رفتہ رفتہ میں گرد و پیش سے بے نیاز ہو کر دنیا و مافیہا سے بے خبر نیند کی آغوش میں جھکولے لینے لگا۔

❋

سمورا کی موت کی خبر اوروفینا جزیرے کے باشندوں میں جنگل کی آگ کی مانند ایک سرے سے دوسرے سرے تک پھیل گئی تھی ہر طرف ایک شور و ہنگامہ برپا تھا۔ رنگ دھڑنگ وحشیوں نے ہمارے جہاز کو چاروں طرف سے اپنے نرغے میں لے رکھا تھا اور ہاتھوں میں نیزے اٹھائے ہمارے خون کے پیاسے ہو رہے تھے، مکالا، مناما اور جزیرے کے دوسرے بہت سارے لوگ جہاز پر چڑھ آئے تھے، مکالا کے تیور سب سے زیادہ خراب اور خطرناک نظر آ رہے تھے، نائب سردار ہونے کے سبب وہ بپھرے ہوئے وحشیوں کی سربراہی میں پیش پیش تھا، مناما جسے مذہبی رہنما کی حیثیت حاصل تھی مکالا کے ساتھ ساتھ تھا لیکن اس نے ابھی تک اپنی زبان بند کر رکھی تھی، سمورا کی موت کے سلسلے میں ابھی تک اس کی زبان سے کوئی نازیبا بات نہیں نکلی تھی مگر اس کے چہرے کے تاثرات بتا رہے تھے کہ وہ اندر ہی اندر کسی پرانے آتش فشاں کی طرح سلگ رہا تھا۔ وحشیوں نے تاریکی کا سینہ چیرنے کی خاطر اپنے ہاتھوں میں مشعلیں اٹھا رکھی تھیں جن کے بھڑکتے شعلوں کی لپٹ نے ماحول کو بے حد خوف ناک اور پُراسرار بنا دیا تھا۔

کیلاش اور جیکب عرشے پر کھڑے، ہجوم کو اشتعال انگیزی سے باز رکھنے کی خاطر اپنی کوششوں میں مصروف تھے۔ کیلاش نے اپنا بھرا ہوا پستول سیدھے ہاتھ میں نہایت مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا لیکن فادر جیکب کے ہاتھ میں صرف بائبل کی جلد تھی، اس کی نگاہیں نیلے آسمان پر مرکوز تھیں اور ہونٹ یوں متحرک تھے جیسے وہ خود کو شر سے محفوظ رکھنے کی خاطر خیر کی دعاؤں کا ورد کر رہا ہو۔

شور و غل کی آواز سن کر میں بھی بوکھلایا ہوا اپنے کیبن سے باہر آ گیا، میلز نامی جو اس اچانک افتاد سے بوکھلا کر برابر بڑبڑائے جا رہا تھا میرے ہمراہ تھا۔ میرا پستول میرے گاؤن کی جیب میں رکھا ہوا تھا۔ میں جس وقت کیلاش کے قریب گیا وہ مکالا سے بلند اور سخت آواز میں مخاطب تھا۔

"تمھارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تمھیں سردار سمورا کی موت کی جو اطلاع ملی ہے وہ درست ہے؟"

"اگر سردار زندہ ہے تو پھر تم ہمیں اس کے پاس جانے سے روک کیوں رہے ہو۔" مکالا نے اپنا نیزہ ہوا میں بلند کرتے ہوئے تیز لہجے میں کہا۔ "ہم خود اپنی آنکھوں سے سردار کی زندگی کی تصدیق کرنا چاہتے ہیں۔"

مکالا کے ساتھ اس کے آٹھ دس دوسرے ساتھی بھی موجود تھے جو نیزے ہاتھ میں لیے ہمیں قہر آلود اور خوں خوار نظروں سے گھور رہے تھے، مناما بدستور مکالا کے سیدھے ہاتھ پر خاموش کھڑا کسی گہری سوچ میں غرق تھا، کیلاش اور بپھرے ہوئے ہجوم کے درمیان مشکل بیس فٹ کا فاصلہ رہا ہو گا۔ ہمارے درمیان بائیں جانب عرشے پر اوروو دیوتا کا لکڑی کا بنا ہوا بے ہنگم مگر بہت ہیبت ناک شکل کا بُت ایستادہ تھا۔

"جیکب۔" میں نے قریب پہنچ کر جیکب سے دریافت کیا۔ "کیا یہ سمورا چل بسا؟"

"مجھے اصلیت کا علم نہیں۔" جیکب نے دبی زبان میں جواب دیا۔ "شور و غل کی آواز سن کر میں بھی سیدھا عرشے کی طرف آ گیا۔"

"کیلاش کا کیا کہنا ہے؟"

"مجھے ابھی تک کچھ پوچھنے کا موقع نہیں ملا۔" جیکب نے ٹھنڈی سانس بھر کے کہا۔ "لیکن ایک بات یقینی ہے۔ ان خوں خوار وحشیوں کو ایک بار ہم پر چڑھائی کا موقع مل گیا تو پھر وہ ہماری تکہ بوٹی کیے بغیر سکون کا سانس نہیں لیں گے۔ بہتر ہے آنے سے پیشتر میں ربِ عظیم سے اپنے لیے مغفرت کی دعائیں مانگ آیا تھا۔" میں حقیقت معلوم کرنے کے لیے ایک قدم کیلاش کی جانب بڑھا تو اس نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے روک دیا پھر مکالا کو گھورتے ہوئے سخت آواز میں بولا۔

"تم شاید بھول رہے ہو کہ ہم سمندر اور ہواؤں کے دیوتا ہیں اور کبھی غلط بیانی سے کام نہیں لیتے۔"

"لیکن ہم اپنے مقدس سردار کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر تسلی کرنا چاہتے ہیں۔" مکالا کے ایک دوسرے ساتھی نے گرجتے ہوئے کہا۔ "ہم صرف تمھاری بات پر یقین نہیں کر سکتے۔"

"میں نے وعدہ کیا تھا کہ سمورا دس بارہ روز میں مکمل صحت یاب ہو کر دوبارہ تمھارے درمیان ہوگا۔ تمھیں میری بات پر یقین کرنا چاہیے۔"

"نہیں۔ ہم سردار کو زندہ دیکھے بغیر تمھاری کسی بات پر یقین نہیں کریں گے۔" مکالا کے تیور بے حد خطرناک ہو گئے۔ جوش اور غصے کی حالت میں نیزا سنبھالے وہ دو تین قدم آگے بڑھا تو کیلاش نے پستول آسمان کی سمت بلند کر کے داغ دیا۔

فائر کی آواز سن کر مکالا کے بڑھتے قدم رک گئے لیکن وہ پیچھے نہیں ہٹا۔ اس کی اور اس کے ساتھیوں کی آنکھوں سے انتقام کے شعلے بلند ہو رہے تھے۔ پھر منالما نے پہلی بار اپنی زبان سے کچھ الفاظ ادا کیے۔

"اے سمندر اور ہواؤں کے دیوتاؤں ہم تمھاری حیثیت سے انکار نہیں کرتے، تم نے ہمارے سردار سمورا کو رسولی کے عتاب سے نجات دلا کر بے شک یہ ثابت کر دیا ہے کہ تم ہم انسانوں سے زیادہ بلند اور طاقت ور ہو جیسا کہ ہم اپنے بزرگوں سے دیوتاؤں کی طاقت اور ان کے کرشموں کے بارے میں سنتے آئے ہیں لیکن کیا تم ہماری بے چینی دور کرنے کی خاطر ہمیں ایک نظر اپنے سردار کو دیکھنے کی اجازت نہیں دے سکتے؟"

"اگر تم ہمیں دیوتا تسلیم کرتے ہو تو تمھیں ہماری باتوں پر بھی اعتبار کر لینا چاہیے۔" کیلاش سپاٹ آواز میں بولا۔ "اس وقت سمورا آرام کر رہا ہے اور اس کے آرام میں خلل ڈالنا اس کی زندگی کے لیے خطرناک ثابت ہوگا۔"

"اگر یہ بات ہے تو ہم اصرار نہیں کریں گے۔" منالما اچانک بڑی دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے بولا۔ "لیکن کیا یہ بھی ممکن نہیں کہ تم ساوری کو چند لمحوں کے لیے ہمارے سامنے بلا لو، ہم اس سے سردار کی زندگی کی تصدیق کر کے واپس چلے جائیں گے۔"

منالما نے ایک معقول بات کہی تو کیلاش ہونٹ چبا کر رہ گیا، مکالا کے مصنوعی چہرے والے ساتھیوں نے بھی بلند آواز میں منالما کے پیش کردہ مشورے کی تائید شروع کر دی۔

مجھے پہلی بار بڑی شدت سے موقعے کی نزاکت اور حالات کی سنگینی کا احساس ہوا، کیلاش کو اصولاً منالما کی بات مان لینا چاہیے تھی لیکن اس کی خاموشی اس خدشے کو ہوا دے رہی تھی کہ سمورا واقعی دنیا سے سدھار چکا ہے لیکن ساوری... کیا کیلاش نے جزیرے کے لوگوں کو تاریکی میں رکھنے کی خاطر اسے بھی ٹھکانے لگا دیا؟ میرے ذہن میں ساوری سے متعلق یہ خیال اتنی سرعت سے ابھرا کہ مجھے جھرجھری آگئی۔ حالات اتنی جلدی ہمارے حق میں اس قدر خطرناک ہو جائیں گے ہم نے اس کے بارے میں سوچا بھی نہیں تھا۔ میں نے کیلاش کے قریب جا کر اس سے سرگوشی میں صورت حال دریافت کرنے کی کوشش کی لیکن اسی وقت مکالا کی گرج دار آواز ابھری اور میری سرگوشی اس کی بھاری بھرکم آواز تلے ڈوب کر رہ گئی۔ وہ براہِ راست کیلاش سے مخاطب تھا۔

"نہیں۔ ہم ساوری کی تصدیق پر بھروسہ نہیں کر سکتے۔ ہم سردار کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں۔"

"کیا مطلب؟" کیلاش نے حیرت سے پوچھا۔ "کیا تمھیں ساوری کی باتوں پر بھی یقین نہیں آئے گا؟"

"یہ ہمارا آپس کا معاملہ ہے۔ تمھیں اس سے کوئی بحث نہیں ہونا چاہیے۔"

"گویا تم اپنے پجاری کی تجویز سے بھی اتفاق نہیں کرو گے۔ کیوں؟"

"ہو سکتا ہے تم نے اپنے کالے جادو کے زور سے ساوری کے ذہن پر بھی قبضہ کر رکھا ہو اس لیے ہم اپنی آنکھوں کے سوا کسی اور چیز پر اعتبار نہیں کر سکتے۔ اگر سردار زندہ ہے تو مجھے اس کے قریب جانے کی اجازت کیوں نہیں دیتے؟" مکالا نے نہایت عیارانہ انداز میں کہا۔ "میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ میرے ساتھ اور کوئی نہ ہوگا ہم اپنا اطمینان کرنے کے بعد خاموشی سے واپس لوٹ جائیں گے۔"

کیلاش کا لہجہ سرد ہو گیا۔ "تم دیوتاؤں پر شبہ کر کے خود کو بدترین سزاؤں اور عتاب کا حق دار بنا رہے ہو۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مگر میں نے سولانے اور ودلیا کے کسی اور کے آگے جھکنا نہیں سیکھا۔" مکالا سینہ ٹھونک کر بولا۔

itsurdu.blogspot.com

بات بڑھتی جارہی تھی۔ میں نے تیزی سے کیلاش کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی زبان میں کہا۔

"کیا سردار سمورا کی حالت تشویش ناک ہے یا وہ؟"

اسی وقت ہمارے پیچھے اس کیبن کا دروازہ ایک دھماکے کی آواز کے ساتھ کھلا جہاں سمورا کو بغرض آرام رکھا گیا تھا اور جو شخصیت کیبن سے نمودار ہوئی وہ ساوری کے سوا کوئی اور کی نہیں تھی۔ میں نے پلٹ کر ساوری کے چہرے پر نظر ڈالی تو میرا دل دھک سے رہ گیا۔ اس کا حسین چہرہ حسرت و یاس کی تصویر بنا ہوا تھا، بال بکھرے ہوئے تھے اور خوب صورت آنکھوں کے پپوٹے بری طرح سوج رہے تھے۔ مشعلوں کی کپکپاتی روشنی میں اس کا وجود اس وقت بڑا ہی پراسرار نظر آرہا تھا۔

"ساوری" سب سے پہلے منامانے اسے بلند آواز میں مخاطب کیا۔ "کیا سردار سمورا بقید حیات ہے؟"

جواب میں ساوری نے ایک نظر اورو دیوتا کے بے ہنگم اور بے جان بت پر ڈالی پھر اس نے حقارت بھری نظروں سے مکالا کو گھورا اس کے بعد اس کی ویران آنکھیں کیلاش کے چہرے پر جم کر رہ گئیں۔

"وہی ہوا جو میں نے کہا تھا۔" جیکب نے سینے پر انگلیوں سے صلیب کا نشان بناتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "غریب سمورا ایک دکھ سے نجات پانے کے لالچ میں تمام دکھوں سے آزاد ہوگیا۔ رب عظیم اس پر رحم کرے۔"

جیکب کی باتیں سن کر میرے دل کی دھڑکنیں اور تیز ہوگئیں۔

"تو چپ کیوں ہے ساوری۔ جواب دے۔" مکالا نے بڑی حقارت سے پوچھا۔ "کیا سردار زندہ ہے؟"

"نہیں۔ سمورا اب اس دنیا میں نہیں رہا۔" ساوری نے ایک لمحے کی پراسرار خاموشی کے بعد بلند آواز میں کہا پھر ہماری جانب نفرت بھری نظروں سے گھورتے ہوئے بولی۔ "یہ تمہارے سامنے سمندر اور ہواؤں کے دیوتا کھڑے ہیں یہ سب جھوٹے مکار اور فریبی ہیں۔ رات کھانے کی میز پر میں نے ان کی ایک بات بہت غور سے سنی ہے۔ ہمارے عتاب سے بچنے اور خود کو اورو دیوتا کے قدموں میں بھینٹ چڑھنے سے بچانے کی خاطر انھوں نے فرضی دیوتاؤں کا ڈھونگ رچایا ہے۔"

ساوری کا بیان سن کر ماحول پر سکتہ طاری ہوگیا پھر اس نے سرجن کیلاش پر نظر جماتے ہوئے حقارت سے کہا۔

"یہ رہا ہمارا سب سے بڑا دشمن جس نے مقدس سمورا کو ہم سے چھین لیا۔ سردار کی موت کے بعد اس نے مجھے بھی ٹیکہ لگا کر مارنے کی کوشش کی تھی لیکن اورو کی عظیم قوت نے مجھے بچا لیا۔"

میرے دل کی دھڑکنیں دو چند ہوگئیں میرا شبہ غلط نہیں تھا۔ ساوری انگریزی زبان سے بخوبی واقف تھی اسی لیے ہماری تمام باتوں کو جان گئی۔ رات تک وہ ایک دوست کی حیثیت سے ہمارے درمیان موجود رہی لیکن اس وقت ہماری موت بنی سامنے کھڑی ہمیں حقارت بھری نظروں سے گھور رہی تھی۔ میں ہم بجود کھڑا ساوری کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ رہا تھا کہ کیلاش کی تیز آواز میرے کانوں سے ٹکرائی۔ "جمال۔ بے دریغ فائرنگ کر کے ان وحشیوں کو آگے بڑھنے سے روکو۔"

میں نے چونک کر سنبھلنے کی کوشش کی لیکن جنگلی، وحشی اور غیر مہذب لوگوں کا ہجوم سمورا کی موت کی خبر سن کر بے قابو ہو چکا تھا، کیلاش کی فائرنگ سے میں نے مکالا کے ایک ساتھی کو چیخ مار کر عرشے پر گرتے دیکھا لیکن دوسرے ہی لمحے متعدد مشعلیں ہوا میں تیرتی ہوئی آئیں اور کیلاش کا پستول اس کے ہاتھ سے نکل گیا۔ جیکب نے بلند آواز میں دعائیں شروع کر دیں۔ میں نے موقعے کی نزاکت محسوس کر کے سنبھلنے کی کوشش کی لیکن مکالا اور اس کے ساتھی ہم پر آندھی اور طوفان بن کر اس طرح اچانک ٹوٹ پڑے کہ ہم پلک جھپکتے میں ان کے سامنے بے دست و پا ہو کر رہ گئے۔ کچھ لوگوں نے میرے ساتھی کو بھی نیزے مارنے کی کوشش کی لیکن منامانے انھیں باز رکھنے کی خاطر بلند اور تیز آواز میں کہا۔

"میرے ساتھیو۔ جلد بازی اور جذبات سے کام مت لو۔ یہ ہمارے دشمن ہونے کے ساتھ ساتھ ہمارے عظیم دیوتا اورو کے بھی دشمن ہیں۔ اس لیے جزیرے کے قدیم رسم و رواج کے مطابق انھیں جشن منا کر دیوتا کے قدموں میں بھینٹ چڑھانا زیادہ مناسب ہوگا۔ یہی رسم ہمارے بزرگوں کے زمانے سے چلی آرہی ہے۔"

مکالا کو منامانی تجویز گراں گزری لیکن جب ہجوم کے علاوہ اس کے معصومی چہرے والے ساتھیوں نے بھی منامانی تجویز کی تائید کی تو چاروناچار مکالا کو بھی اپنی رضامندی کا اظہار کرنا پڑا۔ البتہ عرشے سے واپسی کے وقت اس نے جس انداز میں ساوری کے چہرے کی سمت دیکھا اس میں برسوں کی تشنہ اور ناکام خواہشات تڑپتی نظر آرہی تھیں۔

اورو کے بے ہنگم بت کو دوبارہ جہاز سے اتار کر کھلے میدان میں رکھ دیا گیا جس کے چاروں طرف جزیرے کے وحشی لوگ جوق در جوق جمع ہو رہے تھے۔ میں، جیکب اور کیلاش ساتھ ساتھ تھے لیکن اس طرح کہ دو دو آدمیوں نے ہمیں پوری قوت سے جکڑ رکھا تھا اور

متعدد وحشی درندے نیزے اٹھائے برابر ہماری طرف یوں دیکھ رہے تھے کہ ہم اپنے بچاؤ کے لیے ذرا بھی ہاتھ پاؤں ہلانے کی کوشش کریں تو وہ ہمارے جسم کو بے دریغ چھلنی کر دیں۔

منالا اور اس کے چند دوسرے بوڑھے ساتھی لورودیوتا کے بُت کے آگے لکڑیاں جمع کر کے الاؤ روشن کرنے کا اہتمام کر رہے تھے۔ مکالا ہمارے سامنے ایک اونچے مقام پر اپنے مصنوعی چہرے والے ساتھیوں کے سامنے سینہ تانے کھڑا تھا اور ہم حسرت بھری نظروں سے اپنے انجام کا اہتمام ہوتا دیکھ رہے تھے۔

"خدا کی قسم اگر ہم نے دروغ گوئی سے کام نہ لیا ہوتا تو شاید اتنی اذیت ناک سزاؤں کے مستحق نہ ہوتے۔" جیکب نے کہا۔

"تمھارا انجام ہمیں کتابی سفر نامے سے ہی معلوم ہو گیا تھا جس میں یقیناً اسی جزیرے کا ذکر موجود تھا جہاں وحشی لوگ پادریوں کا گوشت بڑے اہتمام سے بھون کر اور بے حد مزا لے کر کھاتے ہیں۔" کیلاش نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔ مجھے حیرت تھی کہ موت کے شعلے بلند ہوتے دیکھ کر بھی وہ قطعی خائف نظر نہیں آ رہا تھا۔

"ہو سکتا ہے کہ تم درست بکواس کر رہے ہو لیکن میرا خیال ہے کہ سمورا کی موت کے الزام میں تمھاری شخصیت میرے مقابلے میں وحشی درندوں کے لیے زیادہ اہم ہو گی۔"

"مجھے اس وقت اپنی موت اور بھیانک انجام سے زیادہ ٹوکیلا کا حسین تصور تڑپا رہا ہے۔" کیلاش نے سرد آہ بھر کر کہا۔ "کاش اس وقت وہ میری نگاہوں کے سامنے ہوتی تو موت میرے لیے ایک اعزاز سے کم نہ ہوتی۔ تمھارا کیا خیال ہے فادر جیکب؟"

"نیلا آسمان تمھارے اوپر رحم کی بارش کرے۔ میں محسوس کر رہا ہوں کہ تمھاری دماغی کیفیت رفتہ رفتہ تمھارے اعصاب سے قطع تعلق کر رہی ہے۔ ٹوکیلا کا ذکر اسی سلسلے کی ایک کڑی نظر آتا ہے۔"

"اگر موت کی اذیت میں کسی حسین محبوبہ کا ذکر اعصاب کے کھنچاؤ کے احساسات کو مفلوج کر سکتا ہے تو تم بھی صدقِ دل سے اپنی رذیا کے تصور میں گم ہو کر موت کو فراموش کرنے کی کوشش شروع کر دو۔"

"میں ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں رذیا کے منحوس تصور پر۔" جیکب نے حقارت سے جواب دیا تو میں چپ نہ رہ سکا۔

"ایک طرف ہماری موت کا اہتمام کیا جا رہا ہے اور دوسری طرف تم دونوں کو مذاق کی سوجھ رہی ہے۔ بچاؤ کا کوئی راستہ سوچو۔"

"کچھ حاصل نہ ہو گا اس لیے یہی بہتر ہے کہ ہم موت اور زندگی کے درمیان جو وقفہ باقی رہ گیا ہے اسے ہنس بول کر گزار دیں۔" کیلاش نے کہا۔

پھر مسکراتے ہوئے بولا۔ "تمھارا کیا خیال ہے جمال کیا موت سے پیشتر یہاں کے لوگ ہم سے ہماری آخری خواہش دریافت نہیں کریں گے؟"

"تم شاید بھول رہے ہو کہ ٹوکیلا یہاں سے ہزاروں میل دور ایپیا کے جزیرے پر سیاحوں کو ناریل کا پانی پلا کر ان کا کلیجہ ٹھنڈا کر رہی ہو گی۔"

"میں شادی کی بات کر رہا ہوں۔" کیلاش نے جیکب کو جلانے کی خاطر ایک ٹھنڈی آہ بھر کر بڑے رومانٹک لہجے میں کہا۔ "اگر مرنے سے پیشتر شادی سے میری شادی ہو جائے تو یہ میری خوش نصیبی ہو گی۔ سنا ہے جو لوگ زندگی میں پھیرے لگائے بغیر کنوارے مر جاتے ہیں انھیں سورگ (جنت) میں اپسرائیں چین سے نہیں رہنے دیتیں۔"

"موت کا بھیانک تصور تمھارے ذہن پر آہستہ آہستہ اثر انداز ہو رہا ہے۔" جیکب نے بڑا سا منہ بنا کر کہا۔ "شادی سے شادی نہ ہوئی تو بھی تم گھاٹے میں نہیں رہو گے۔ مجھے یقین ہے کہ دوسری دنیا میں لعیاکی آتما اپنی تمام تر سیاہ کاریوں کے ساتھ تمھاری راہ تک رہی ہو گی۔"

جیکب اور کیلاش دونوں ہی اپنے انجام کو فراموش کر چکے تھے لیکن میری نظریں لورودیوتا کی بلند و بالا مورتی کے سامنے روشن الاؤ پر جمی ہوئی تھیں جس میں آگ بھڑکنا شروع ہو چکی تھی۔ الاؤ کے گرد مقامی لوگوں کی کثیر تعداد حلقہ بنائے کھڑی تھی۔ پھر مکالا کے اشارے پر ہماری موت (بھینٹ) کے جشن کا آغاز کیا گیا جس کی ابتدا ہی انتہائی ہول ناک اور اذیت ناک تھی۔

سب سے پیشتر چار ہٹے کٹے وحشی ایک بوڑھی عورت کو گھسیٹتے ہوئے لورو کے مجسمے کے سامنے لائے پھر بڑی بے دردی سے اس کو بُت کے قدموں پر گرا کر جانوروں کی طرح ذبح کیا گیا اور اس کے خون سے لورو دیوتا کو غسل دیا گیا۔ لاش کے اکڑے ہوئے باقی ماندہ وجود کا انجام بھی عبرت ناک تھا۔ میرا خیال تھا کہ وہ اسے دور کہیں لے جا کر ریت کے نیچے دبا دیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا۔ ان وحشی درندوں نے لاش کو سیکڑوں حصوں میں منقسم کر کے روشن الاؤ میں جھونک دیا جس کے ساتھ شعلے بھڑک کر آسمان سے باتیں کرنے لگے۔ فضا میں چراند کی بُو پھیلنے لگی۔

الاؤ کے اطراف کھڑے ہوئے وحشی لوگ اس عمل کے دوران خوشی کے فلک شگاف نعرے لگا رہے تھے پھر مکالا کے اشارے پر شیطانیت کا رقص شروع ہوا۔ جزیرے کی حسین لڑکیاں اس رقص میں شریک تھیں۔ ڈھول تاشے کی آواز کے ساتھ

رفتہ رفتہ ان کے رقص میں بھی تیزی آتی جا رہی تھی۔ جیکب اور کیلاش بھی اب خاموش ہو چکے تھے اور حیرت سے آنکھیں پھاڑے اس بے ہودہ جشن کا منظر دیکھ رہے تھے جس کا تصور ہم نے کبھی خواب میں بھی نہیں کیا تھا۔ الاؤ کے بھڑکتے شعلوں کی لپٹ ہجوم کے چہروں پر موت کے خونی رقص کا سماں پیش کر رہی تھی۔

"یسوع مسیح کی قسم یہ لوگ تو درندوں سے بھی بدتر ہیں" جیکب نے پہلی بار جھرجھری لیتے ہوئے کہا۔ "رب عظیم نے چاہا تو یہ ایک دن پورے جزیرے سمیت سمندر کی بپھری ہوئی موجوں میں غرق ہو جائیں گے۔"

"اور ہماری سوریا ان وحشیوں کا گوشت کھا کر ہمیشہ جوان رہنے کا راز پالے گی پھر دوسرے جسم میں اس کی آتما منتقل ہو کر جب نیا جنم لے گی تو...."

کیلاش ابھی اپنا جملہ پورا نہیں کر پایا تھا کہ ہمیں اپنے عقب سے ٹامی کے زور زور سے بھونکنے کی آواز سنائی دی۔ ٹامی جسے میں موت کے تصور میں گم ہو کر یکسر فراموش کر چکا تھا غالباً ہمارے خلاف اس جشن پر احتجاج کر رہا تھا اور اس کا وہ احتجاج رائیگاں نہیں گیا۔ وحشیوں کے چہرے جو خوشی سے تپ کر گلنار ہو رہے تھے ٹامی کی آواز سن کر خوف زدہ نظر آنے لگے۔ شاید انہیں اپنے اس ساتھی کا انجام یاد آ گیا تھا جو ٹامی کے کاٹنے کے بعد پل بھر میں لوٹ پوٹ ہو کر ٹھنڈا ہو گیا تھا۔

مکالا اور اس کے ساتھیوں کی توجہ بھی اسی جانب مبذول ہو گئی جدھر سے ٹامی کے بھونکنے کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ ڈھول کی تیز آواز پر رقص کرتے جسم بھی یک لخت تھم کر رہ گئے۔ پھر اچانک میری نگاہوں نے ایک عجیب منظر دیکھا۔ جیکسن جو ایبا کے جزیرے پر ہمارا ساتھ چھوڑ چکا تھا۔ معاً بھیڑ کو چیرتا ہوا نمودار ہوا اور الاؤ کے قریب آ کر سینہ تان کر کھڑا ہو گیا۔ اس نے اپنے سیدھے ہاتھ میں مردہ جانور کی سال خوردہ ہڈیوں کا وہی ڈھانچہ بلند کر رکھا تھا جو گابا کی موت کا باعث بنا تھا۔

جیکسن کی آمد ہمارے لیے کسی پراسرار ناول یا کہانی کے ناقابلِ یقین باب سے کم نہ تھی لیکن میں محسوس کر رہا تھا کہ جیکسن کے آتے ہی اوروفینا کے باسیوں کے چہرے زرد پڑ گئے تھے۔ وہ خوف زدہ نگاہوں سے جیکسن کے ہاتھ میں بلند ہڈیوں کے ڈھانچے کو پھٹی پھٹی نظروں سے گھور رہے تھے۔ ٹامی کے بھونکنے کی آواز بھی بند ہو گئی تھی۔

"یہ۔ یہ تو جیکسن ہے" جیکب نے حیرت سے ہکلاتے ہوئے کہا۔ "یہ اچانک یہاں کیسے آ گیا؟"

"ہو سکتا ہے کہ مقامی وحشی، پادریوں کے جسم کا روسٹ بنانے میں مہارت نہ رکھتے ہوں اس لیے جیکسن کو انہیں بھون کر ایک عمدہ اور لذیذ ڈش کی شکل دینے کے لیے طلب کیا گیا ہو۔"

"تم۔ تم بھی اوروفینا کے وحشی درندوں سے کم نہیں" جیکب نے ہونٹ چباتے ہوئے نفرت سے جواب دیا۔ "مرجری نے تمہارے لطیف احساسات کو یکسر زنگ آلود کر دیا ہے، سامنے ہماری موت کا جشن برپا کیا جا رہا ہے اور تمہیں اس وقت چل تگی سوجھ رہی ہے۔"

"میں الاؤ کے گرد تھرکتے حسین جسموں کا کیبرے دیکھنے میں محو تھا اس لیے موت کی طرف توجہ نہیں دے سکا۔" کیلاش سپاٹ آواز میں بولا۔

جیکب جل بھن کر کوئی سخت جواب دینا چاہتا تھا لیکن جیکسن کی بلند ہونے والی آواز سن کر وہ بھی اس کی جانب متوجہ ہو گیا۔ ہڈیوں کے ڈھانچے کو بدستور سر سے بلند کیے وہ اونچی اور تیز آواز میں ہجوم سے مخاطب تھا۔

"اوروفینا کے وحشی درندو اور دیوتا کے عظیم پجاریو! کیا تم سرداری حاصل کرنے کے جھگڑے میں اتنے اندھے ہو گئے ہو کہ تمہیں انسان اور دیوتا کی پہچان بھی نہیں رہی ہے۔"

"ہم اور دیوتا کے پجاری ہیں۔ کسی اور کو اپنے دیوتا سے بلند نہیں مان سکتے" مکالا نے جیکسن کے ہاتھ میں دبے ڈھانچے کو عقیدت مندی سے گھورتے ہوئے سرد لہجے میں کہا۔ "ہم جنہیں سزا دے رہے ہیں وہ دیوتا نہیں ہیں۔ ساودی نے ہمیں بتایا ہے کہ ان تینوں نے خود کو ہمارے دیوتا کے عتاب سے محفوظ کرنے کے لیے دیوتاؤں کا ڈھونگ رچا رکھا تھا لیکن سمورا کی موت نے ان کا بھانڈا پھوڑ دیا۔"

"اور اب سمورا کے بعد تم اوروفینا کے نئے سردار ہو گے۔ کیوں مکالا کیا میں ٹھیک کہہ رہا ہوں؟"

"ہاں۔ اس کا فیصلہ سردار سمورا اور ہمارے ساتھی پہلے ہی کر چکے ہیں۔"

"میں جانتا ہوں" جیکسن نے ہاتھوں میں بلند ہڈیوں کے بے جان ڈھانچے کی طرف دیکھتے ہوئے چبھتے انداز میں کہا۔ "سمورا کا یہی فیصلہ تھا کہ اس کی موت کے بعد اوروفینا کی باگ ڈور تمہارے ہاتھوں میں ہو لیکن۔ بوگا کا کیا بنے گا؟"

"بوگا" میں چونک اٹھا۔ بوگا کے سلسلے میں کوئی حتمی جواب دینے سے ساودی نے بھی دیدہ و دانستہ گریز کیا تھا اور بوگا ہی کا نام سن کر مکالا کے چہرے پر بھی ہوائیاں اڑنے لگی تھیں پھر وہ سنبھل کر بولا۔

"پہلے ہم اپنے دشمنوں سے نمٹ لیں اس بات کا

فیصلہ بعد میں ہوگا۔"

"تم سمندر اور ہواؤں کے دیوتاؤں کو دشمن کہہ رہے ہو۔" جکیسن کا لہجہ بدستور بے حد پُراسرار اور بھیانک تھا۔ "اپنے انجام سے ڈرو ورنہ ہنگارو (HANGAROO) کی روح تم کو برباد کر دے گی۔"

مکالا ایک ثانیے کو چپ ہوگیا پھر اس نے ایک نظر ساوری اور کیلاش پر ڈالتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

"میں عظیم ہنگارو کی پُراسرار روح کے آگے سر جھکاتا ہوں لیکن اپنے سردار کے قاتلوں کو دیوتا نہیں مان سکتا۔"

"تم پچھتاؤ گے مکالا۔ سوچ لو۔"

"عظیم اورو کے نام پر بھڑکنے والے یہ شعلے دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں۔" مکالا نے کرخت لہجے میں جواب دیا۔ "اگر یہ دیوتا ثابت ہوئے تو آگ ان پر اثر نہیں کرے گی۔"

"ٹھیک ہے۔" جکیسن تھوڑے توقف سے بولا۔ "تم باری باری ان دونوں کو آگ میں پھینک کر اپنی تسلی کر لو لیکن اتنا یاد رکھنا کہ اگر میرے بیان کے مطابق یہ دیوتا ثابت ہوئے تو پھر تمہیں اور دیوتا کے قدموں کو چوم کر اسی آگ میں چھلانگ لگانا پڑے گی۔"

ہجوم سکتے کی کیفیتوں سے دوچار گم صم کھڑا مکالا اور جکیسن کی گفتگو سن رہا تھا۔ الاؤ کے شعلے ہجوم کے چہروں پر موت کے بھیانک سایوں کی طرح لپک رہے تھے۔ جکیسن کی بات سن کر مکالا کسی گہری سوچ میں غرق ہوگیا۔ اس نے کینہ توز اور حقارت بھری نظروں سے ساوری کی طرف دیکھا، کچھ دیر پلکیں جھپکائے بغیر اسے قہر آلود نظروں سے گھورتا رہا پھر اپنے ساتھیوں کے ہجوم سے نکل کر اورو کے بت کے قریب آ کر بولا۔

"مجھے تمہاری شرط منظور ہے۔"

"میں تمہیں ایک موقع اور دیتا ہوں مکالا پھر سوچ لو۔ تیر کمان سے نکل گیا تو واپس نہیں آ سکے گا۔"

"مکالا نے اپنے انجام کی پروا کبھی نہیں کی۔" مکالا نے اس بار غصے سے چھاتی پیٹ کر کہا۔ "ہنگارو کی روح تمہارے قبضے میں ہے تو اس نے تمہیں ہمارے اور لوگا کے بارے میں بہت کچھ بتا رکھا ہوگا۔ موت اور زندگی کا کھیل کھیلنا ہمارا دستور ہے اور مکالا اس دستور کو اپنی زندگی کی آخری سانس تک برقرار رکھنا بھی جانتا ہے۔"

پھر مکالا نے اپنے جملے کے اختتام کے ساتھ ہی انتہائی غضب ناک انداز میں کیلاش کی جانب ہاتھ بلند کر دیا۔ مکالا کا اشارہ پاتے ہی وحشیوں نے کیلاش کو اپنے شکنجے میں جکڑ کر بھڑکتے شعلوں کی طرف دھکیلنا شروع کر دیا۔ میں نے بوکھلا کر جکیسن کی طرف دیکھا۔ اس کے ہونٹوں پر بڑی پُراسرار مسکراہٹ رقص کر رہی تھی۔ میں چپ نہ رہ سکا۔ سمندری سفر کے دوران میں جکیسن کے ہاتھوں بے شمار کرشمے رونما ہوتے دیکھ چکا تھا۔ مجھے اس بات کا بھی علم تھا کہ جکیسن روحوں کو بلانے کے علاوہ عمل تنویم میں بھی مہارت رکھتا ہے۔ ہو سکتا تھا کہ اس نے عین وقت پر بازی پلٹ دینے کے بارے میں اپنے ذہن میں کوئی منصوبہ بنا رکھا ہو لیکن میں کیلاش کو اس بھڑکتی آگ کے حوالے ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا چنانچہ جب وہ اسے زبردستی کھینچتے ہوئے شعلوں کے قریب پہنچے تو میں بے اختیار چیخ اٹھا۔

"نہیں۔۔ ایسا مت کرو، میں تمہیں عظیم دیوتاؤں کا واسطہ دیتا ہوں میرے دوست کو چھوڑ دو۔"

میں چیخ چیخ کر ان سے فریاد کر رہا تھا لیکن جیسے وہ میری چیخ و پکار نہیں سن رہے تھے یا پھر جان بوجھ کر بہرے بنے ہوئے تھے۔ میں پوری قوت لگا کر خود کو وحشیوں کے چنگل سے چھڑانے کی ناکام کوشش کر رہا تھا لیکن وہ جیسے انسان نہیں تھے آہنی شکنجے تھے جنھوں نے مجھے اپنی گرفت میں جکڑ رکھا تھا۔ میں نے جکیسن کی سمت دیکھا۔ وہ خوف سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھا اس کے ہونٹ متحرک تھے، شاید وہ کیلاش کی نجات کے لیے کسی دعا کا ورد کر رہا تھا۔ میں نے پلٹ کر تیزی سے جکیسن کی طرف نگاہ ڈالی وہ بدستور اپنی جگہ سینہ تانے کھڑا معنی خیز انداز میں مسکرا رہا تھا۔ جکیسن کا وہ اطمینان مجھے اس وقت بہت گراں گزرا۔ میں نے نفرت سے منہ پھیر لیا۔ کیلاش کی جانب توجہ مبذول کی تو میرا نیچے کا سانس نیچے اور اوپر کا اوپر رہ گیا۔

چار ہٹے کٹے وحشیوں نے کیلاش کو ہاتھ پیروں سے یوں تھام رکھا تھا کہ اس کا جسم ہوا میں جھول گیا تھا۔ وہ اسے جھلاتے ہوئے الاؤ کی طرف اچھالنا چاہتے تھے کہ میں نے ہذیانی انداز میں ایک دل دوز چیخ ماری اور پھر۔

میری آنکھ کھل گئی۔ میں اپنے کیبن میں اپنے بستر پر موجود تھا۔ میرا ملازم [illegible] میرے قریب کھڑا حیرت سے میرا منہ تک رہا تھا۔ جو کچھ میں دیکھ رہا تھا وہ ایک بھیانک خواب تھا جس نے مجھے سرتاپا پسینے میں شرابور کر دیا تھا۔ میں نے اطمینان کا ایک طویل سانس لیا لیکن دوسرے ہی لمحے میری نظر کیبن کے دروازے کی جانب اٹھی تو میں ایک بار پھر بے اختیار چونک اٹھا۔ دروازے کے بیچوں بیچ ساوری کھڑی مجھے سپاٹ

نظروں سے گھور رہی تھی۔

ہر چند کہ جو کچھ میں نے دیکھی وہ محض ایک خواب تھی۔ بہر اسلافی داہموں کی ایک بھیانک اور ہولناک صورت جو میرے ذہن کے پردوں پر متحرک شکل میں نمودار ہو کر اوجھل ہو گئی لیکن میرا دل خواب کی اذیت ناک اور وحشت ناک کیفیتوں کے زیر اثر بدستور پوری شدت سے دھڑک رہا تھا۔

میں اپنے کیبن میں اپنی بستر پر زندہ و سالم موجود تھا۔ تامی بھی میرے قریب تھی اور شور و غل اور آہ و بکا کی وہ دل خراش آوازیں جو چند لمحے پیشتر میرے اعصاب کو مسخ کر رہی تھیں میرے ہوش میں آتے ہی حرفِ غلط کی طرح ناپید ہو چکی تھیں۔ ہر طرف ایک گہرا سکوت طاری تھا۔ میرے کیبن کا مدھم روشنی والا بلب بھی اس پرہول سناٹے میں اونگھتا نظر آ رہا تھا لیکن خواب میں نظر آنے والے خونچکاں مناظر نے مجھے پسینے میں شرابور کر دیا تھا۔

خواب کی کیفیت سے نجات پا کر حقیقت کے عالم میں آنے کے بعد میرے ذہن کو جو شدید جھٹکا لگا، میں ابھی اس سے پوری طرح خود کو مطمئن بھی نہ کر پایا تھا کہ ساوری کو دروازوں کے بیچوں بیچ کھڑا دیکھ کر بے اختیار چونک اٹھا۔ میں نے فوری طور پر اپنے ذہن کو کریدا جہاں تک خیال پڑتا تھا میں نے سونے سے پیشتر کیبن کے دروازے کو اندر سے بولٹ کر لیا تھا لیکن ساوری کی موجودگی خواب نہیں بلکہ ایک حقیقت تھی۔ میں نے جلدی سے اپنی آنکھیں مل کر اس بات کی تصدیق بھی کر لی کہ میرے کیبن کے دروازے پر ساوری کی موجودگی خواب نہیں بلکہ ایک زندہ حقیقت ہے۔

میں نے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی قدرے رخ بدل کر یوں ساوری کی نظروں میں جھانکا جیسے وہاں اتنی رات گئے اس کی موجودگی کا سبب دریافت کر رہا ہوں اس نے کوئی جواب نہیں دیا، بدستور خاموش کھڑی سپاٹ نظروں سے گھورتی رہی۔ اس کے گھورنے کے انداز میں کسی نفرت یا حقارت کا اظہار نہیں تھا۔ یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے وہ مجھ سے کچھ کہنے کی خواہش مند ہو لیکن دل کی بات زبان تک لانے سے پیشتر مجھے تکا ہوں تکا ہوں میں تول رہی ہو۔ چند ثانیے ہم دونوں نے ایک دوسرے کو ٹٹولتی نظروں سے دیکھا پھر میں نے اپنے دل کی دھڑکنوں پر بتدریج قابو پاتے ہوئے دریافت کیا۔

”تم کچھ کہنا چاہتی ہو؟“

جواب میں اس نے کچھ نہیں کہا۔ ٹکٹکی باندھے میری سمت دیکھتی رہی۔ مجھے اس کی خاموشی سے وحشت ہونے لگی۔ میں پوری طرح اس کی زبان سے واقف نہیں تھا شاید اس لیے وہ میرا سوال نہیں سمجھ سکی تھی۔ میں نے ٹوٹے پھوٹے لہجے میں اپنا مافی الضمیر ادا کرنا چاہا لیکن مجھے کامیابی نہیں ہو سکی۔ زبان کا مسئلہ میرے اور اس کے درمیان اجنبیت کی دیوار بن کر حائل ہو رہا تھا بہرحال ایک بات مجھ پر پوری طرح واضح ہو چکی تھی کہ وہ میرے کیبن میں بلا مقصد نہیں آئی تھی۔ مجھ سے کوئی اہم بات کرنے کی خواہش مند تھی بصورتِ دیگر وہ دشمن کی حیثیت سے کسی خطرناک ارادے سے آئی ہوتی تو اب تک میرا کام تمام ہو چکا ہوتا۔

مجھے اپنی حماقت کا احساس بھی ہو رہا تھا، وحشیوں کے جزیرے میں مجھے دروازہ کھلا چھوڑ کر نہیں سونا چاہیے تھا اور اچانک میرے ذہن میں ایک سوال تیزی سے ابھرا۔ نہ جانے وہ کیبن کے دروازے پر کب سے کھڑی ہو؟ ہو سکتا ہے اس نے سوتے میں میرے چیخنے چلانے کی آواز سنی ہو اور پرسشِ احوال کے لیے چلی آئی ہو؟ لیکن اگر میرے شور و غل سے اس کی آنکھ کھل سکتی تھی تو پھر حبیب اور کیلاش کو بھی اس کے ساتھ ہی موجود ہونا چاہیے تھا؟

کیبن میں طاری طویل خاموشی میرے اعصاب پر اثر انداز ہونے لگی تو میں آہستہ سے بستر سے اتر کر نیچے آ گیا پھر میں نے اپنا دایاں ہاتھ تیزی سے ڈریسنگ گاؤن کی جیب میں ڈالا۔ سکون کی ایک لہر میرے جسم میں دوڑ گئی۔ میرا آتشی پستول جسے میں عام طور پر سوتے وقت تکیے کے نیچے رکھتا تھا میری جیب میں موجود تھا۔ شاید رات میری آنکھ اچانک لگ گئی تھی جس کی وجہ سے نہ تو میں کیبن کا دروازہ بند کر سکا نہ مجھے پستول گاؤن سے نکال کر تکیے کے نیچے رکھنے کا خیال رہا۔ میں نے ایک نظر اپنے عزیز تامی پر ڈالی پھر دوبارہ ساوری کی جانب دیکھی جو مجھ سے چند قدموں کے فاصلے پر کسی بت کی مانند ایستادہ خاموش نظر آ رہی تھی معاً مجھے تاریکی میں روشنی کی ایک کرن نظر آئی، جہاں زبان ساتھ نہ دے وہاں اشارے ترجمان بن جاتے ہیں چنانچہ میں نے اشاروں کی زبان میں اسے مخاطب کیا۔

”اس وقت تمہارے یہاں آنے کا مقصد کیا ہے سب خیریت تو ہے؟“

اس بار مجھے اپنے ارادے میں مایوسی نہیں ہوئی۔ ساوری نے جواب میں گردن گھما کر پیچھے کی جانب دیکھی جس کے دو ہی مفہوم ہو سکتے تھے۔ یا تو وہ مجھے باور کرانا چاہتی تھی کہ دمورا کی حالت ٹھیک نہیں اور مجھے اس کی مدد کرنا چاہیے۔ یا پھر یہ دیکھنا چاہتی تھی کہ وہاں کہیں قریب ہمارے سوا کوئی تیسری شخصیت تو موجود نہیں۔ اگر میرا پہلا اندازہ درست تھی تو اس کو میرے پاس آنے کے بجائے ڈاکٹر کیلاش کے پاس جانا چاہیے تھی

جس نے سموا کو رسولی سے نجات دلائی تھی دوسری صورت میں اس کی شخصیت میرے لیے ایک معمہ ثابت ہوئی۔ جب اسے علم تھا کہ میں مقامی زبان سے ناآشنا ہوں تو پھر وہ تنہائی میں مجھ سے کیا کہنے کی خواہش مند تھی؟

دفعتاً مجھے ایک امکانی خطرے کا احساس ہوا۔ کہیں ایسا تو نہیں کہ ساوری کے دوسرے ساتھی ہمارے نصف جہاز پر موجود ہوں اور باری باری کیلاش اور حبیب کو ٹھکانے لگانے کے بعد اب میری سمت آنے والے ہوں۔ منا نے کھلے الفاظ میں اس بات کا اظہار کیا تھا کہ جب بھی اجنبی لوگوں نے جزیرے پر قدم رکھے وہ تباہی اور بربادی سے ضرور دوچار ہوتے رہے۔ اسی لیے انھوں نے جزیرے میں قدم رکھنے والے ہر اجنبی کو دیوتا کے قدموں میں بھینٹ چڑھا دینے کی رسم ڈالی تھی۔ ہمارے سلسلے میں انھیں اس لیے مایوسی ہوئی کہ ہمارے پاس آتشی اسلحہ تھا جو ان کے لیے عجوبہ ثابت ہوا۔ خوف زدہ ہو کر وقتی طور پر انھوں نے ہماری جانب دوستی کا ہاتھ بڑھا لیا پھر جب سردار سموا کو رسولی کے عذاب سے بھی نجات حاصل ہو گئی تو جزیرے کے بزرگ لوگوں کے باہمی مشورے سے ان وحشی درندوں نے ہم سے رات کی تاریکی میں چھٹکارا پانے کی ٹھان لی ہو اور۔ شاید ساوری اسی لیے میرے کیبن کے دروازے پر جمی کھڑی تھی کہ کہیں میں خطرے کی بو پا کر رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان کی دسترس سے دور نہ نکل جاؤں۔

مجھے وطن سے دور ایک گمنام جزیرے میں وحشیوں کے ہاتھوں کرب ناک موت سے دوچار ہونے کے تصور ہی سے جھرجھری آ گئی۔ میں نے جیب میں پڑے ہوئے پستول پر اپنی گرفت اور مضبوط کر لی۔ مرنے سے پہلے پستول کی میگزین میں موجود آٹھ گولیاں میرے آٹھ عدد دشمنوں کو خون میں لت پت کرنے کے لیے کافی تھیں۔

مجھے خود اپنی سادگی پر غصہ آنے لگا۔ میں ساوری کے چہرے کی معصومیت میں گم ہو کر بہت سارے قیمتی لمحات ضائع کر چکا تھا لیکن خطرے کا احساس ہو جانے کے بعد ایک ایک لمحہ بہت قیمتی تھا چنانچہ میں تیزی سے دروازے کی جانب بڑھا تب دوسرے ہی لمحے ساوری نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے رکنے کی ہدایت کی پھر دبی زبان میں نہایت روانی سے انگریزی زبان میں مجھے مخاطب کرتے ہوئے بولی۔ "مجھے تم سے بہت اہم اور ضروری باتیں کرنا ہیں۔"

میرے بڑھتے ہوئے قدم یک لخت رک گئے۔ ساوری کو انگریزی بولتا سن کر میرے دل کی دھڑکنیں ایک بار پھر تیز ہو گئیں۔ رات کھانے کی میز پر اس کے بارے میں میرے ذہن میں جو خدشہ ابھرا تھا وہ غلط نہیں تھا۔

"تم۔ کیا چاہتی ہو؟" میں نے تیز نظروں سے گھورتے ہوئے پوچھا۔ "آہستہ بولو۔ سردار کو اگر شبہ ہو گیا کہ میں تنہائی میں تم سے ملی ہوں تو وہ میرا دشمن بن جائے گا۔" اس نے سرگوشی کی پھر قبل اس کے کہ میں کچھ کہتا وہ تیزی سے اندر آئی اور پلٹ کر کیبن کے دروازے کو آہستہ سے بولٹ کر دیا۔

خلافِ توقع نامی نے اس وقت بھونکنے کی کوشش نہیں کی شاید اس کی چھٹی حس نے بھانپ لیا تھا کہ ساوری اس وقت میرے کیبن میں کسی خطرناک ارادے سے نہیں آئی تھی۔

"سموا کی حالت اب کیسی ہے؟" میں نے ساوری کے چہرے کے تاثرات کو بغور پڑھتے ہوئے آہستہ سے پوچھا۔ فوری طور پر میں نے اس سے یہ دریافت کرنے کی عجلت نہیں کی کہ اس کی اصلیت کیا ہے اور اس نے انگریزی زبان کس طرح اور کہاں سے سیکھی۔ کسی جلد بازی کا مظاہرہ کر کے میں اس پر اپنی بوکھلاہٹ کا اظہار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

"پہلے سے بہتر ہے۔" اس نے ہونٹ کاٹتے ہوئے آہستہ سے کہا۔ "درد کی شدت کو رفع کرنے والی گولی کے ساتھ میں اسے نیند کی گولی بھی دے آئی ہوں مبادا کہ اس کی آنکھ دوبارہ کھل جائے۔"

"تم خاصی ذہین اور دور اندیش معلوم ہوتی ہو لیکن..."

"کیا تمھیں یقین ہے کہ سرجن کیلاش نے سردار کا جو آپریشن کیا ہے وہ کامیاب ثابت ہو گا؟" ساوری نے میری بات کو نظر انداز کرتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"موت اور زندگی خدا کے ہاتھ ہے رہا کیلاش کا مسئلہ تو میں ہمیشہ سے اس کی صلاحیتوں کا معترف ہوں۔" میں نے پورے وثوق سے کہا۔ "کیلاش ایک بے حد کامیاب اور تجربہ کار سرجن ہے۔"

"اگر سردار کا آپریشن کامیاب رہا تو جزیرے کے لوگ اس کی صحت کا شاندار جشن منائیں گے۔" ساوری نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا تو میں چونک اٹھا۔

"کیا تمھیں سردار سموا کی زندگی عزیز نہیں؟"

"وہ مجھے اپنے باپ ہی کی طرح عزیز ہے۔" وہ تیزی سے بولی۔ "اگر اس شریف آدمی نے مجھے بیٹی نہ بنایا ہوتا تو شاید میں خود اپنے ہاتھوں اپنا گلا گھونٹنے پر مجبور ہو چکی ہوتی۔"

"حیرت ہے۔" میں زہرخند سے بولا۔ "تم ان وحشیوں کو شریف کہہ رہی ہو جو تہذیب کی ابجد سے بھی ناواقف ہیں۔"

"میں نے صرف سردار کے بارے میں اپنی رائے کا اظہار

کیا ہے ورنہ اسی قبیلے میں مکالا جیسے مکار اور عیار درندے بھی موجود ہیں۔" ساوری نے نہایت حقارت سے جواب دیا پھر تھوڑے توقف سے بولی۔ "تم لوگ خوش نصیب ہو جو ابھی تک زندہ ہو۔"

"شاید اس لیے کہ ہم نے خود کو سمندر اور ہواؤں کا دیوتا ظاہر کر کے انھیں خوف زدہ کر دیا ہے۔"

"تم کسی حد تک ٹھیک سمجھ رہے ہو لیکن ذرا سمورا کو ٹھیک ہو جانے دو اسے جامِ صحت نوش کر لینے دو۔ پھر تمھیں اندازہ ہو جائے گا کہ اس جزیرے پر بھی ایسے لوگ موجود ہیں جو دولت اور اقتدار کی خاطر دیوتاؤں کو اپنی ہوس کی بھینٹ چڑھا ڈالنے سے دریغ نہیں کرتے۔"

"اوہ۔" میں نے ساوری کی بات کے مفہوم کو بھانپتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "گویا تم مجھے یہ باور کرانا چاہتی ہو کہ جس طرح ہم نے وحشیوں سے دروغ گوئی کے سہارے اپنی زندگیاں محفوظ کی ہیں اسی طور قبیلے کے کچھ سربرآوردہ لوگ بھی ہمارے ساتھ فریب کاری میں مصروف ہیں۔ انھیں غالباً سمورا کی زندگی کی خاطر ہمارے ساتھ سمجھوتا کرنا پڑا ہے۔"

"اور مکالا کا نام ان ہول ناک درندوں میں سرِ فہرست ہے۔" ساوری حقارت سے بولی۔ "وہ اور روفینا کے اقتدار کے ساتھ ساتھ مجھ پر بھی دانت جمائے ہوئے ہے۔ تعجب نہیں کہ وہ اس وقت بھی اپنے دس بارہ ساتھیوں کے ساتھ سر جوڑے بیٹھا سمورا کی موت کے بعد اپنی کامیابی کے جشن کا خواب دیکھ رہا ہو۔ اگر منالا نے مذہب کے نام پر تمھیں دیوتا کے قدموں پر بھینٹ چڑھانے کا فوری مشورہ نہ دیا ہوتا تو وہ تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو اب تک موت کے گھاٹ اتار چکا ہوتا۔"

"کیا سمورا اور منالا کو اس بات کا علم نہیں کہ مکالا ان کے درمیان آستین کا سانپ ہے؟"

"معلوم ہے لیکن قبیلے کے سربرآوردہ لوگوں کے درمیان ایک راز ایسا مشترک ہے جس کی وجہ سے وہ مکالا کے خلاف برملا کوئی کارروائی نہیں کر سکتے۔" ساوری کے لہجے میں کرب کی تپش تھی جسے محسوس کر کے میرے ذہن کے دریچے کھلنے لگے۔

پھر مجھے خواب کی باتیں یاد آئیں۔ جیکسن نے بھی مکالا کو سمورا کے بعد سردار بننے کا حوالہ دیا تھا لیکن بوگا کے نام پر مکالا چونک اٹھا تھا۔ جیکسن کی باتوں سے یہی اندازہ ہوتا تھا کہ بوگا جو بارہ سال قبل اور روفینا کے قبیلے کا سردار تھا مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ وہ باتیں خواب کی تھیں لیکن چونکہ جیکسن جیسے پراسرار شخص کے زبان سے ادا ہوئی تھیں اس لیے بلا مقصد نہیں ہو سکتی تھیں۔ کھانے کی میز پر خود ساوری نے بھی بوگا کے سلسلے میں کوئی جواب دینے سے گریز کیا تھا۔

میں چند لمحے گہری نگاہوں سے اس کے چہرے پر اچانک ابھرنے والی نفرت اور حقارت کے ملے جلے تاثرات کو دیکھتا رہا پھر تاریکی میں ہوا کے دوش پر ایک تیر چھوڑتے ہوئے بڑے معنی خیز لہجے میں بولا۔

"اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو تمھارا سابقہ سردار بوگا ابھی تک مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔"

"تم۔ تم اس بات کو اس قدر وثوق سے کیسے کہہ سکتے ہو؟" اس بار ساوری کے چونکنے کی باری تھی۔

"سمورا کے برسرِ اقتدار آنے سے پہلے مکالا اور وہ ایک دوسرے کے ساتھی اور گہرے دوست ہوں گے۔" میں نے رک رک کر کہنا شروع کیا۔ "سمورا کو قبیلے کی سرداری سے غرض تھی اور مکالا کو یاری سے۔ دونوں ہم پیالہ اور ہم نوالہ تھے لیکن بوگا کو درمیان سے غائب کر دینے کے بعد وہ ایک دوسرے کے دشمن ہو گئے اور یہ دشمنی آہستہ آہستہ زور پکڑتی گئی اور اب مکالا کسی ایسے موقعے کی تلاش میں ہے جو نہ صرف اسے سرداری کی گدی فراہم کر دے بلکہ تمھارے خوب صورت وجود کو بھی بلا شرکتِ غیرے اس کی ملکیت بنا دے۔"

"تمھیں یہ باتیں کس طرح معلوم ہوئیں؟"

"گویا میرا خیال درست ہے کہ بوگا ابھی تک زندہ ہے اور مکالا اور سمورا دونوں اس راز سے واقف ہیں؟"

"ہاں۔ تمھارا خیال ٹھیک ہے۔"

"اور میرا یہ اندازہ بھی اپنی جگہ یقیناً درست ہوگا کہ مکالا کو اقتدار سے زیادہ تم عزیز ہو۔ شاید اسی لیے وہ سمورا کو اس طرح راستے سے ہٹا دینا چاہتا ہے کہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" میں نے ٹھوس لہجے میں کہا۔ "ایک بات بظاہر مکالا کے حق میں جاتی ہے۔ برا نہ ماننا، اگر اس نے محض تمھاری خاطر سرداری سمورا کو سونپ دی تھی تو سمورا کو بھی تمھارے سلسلے میں اپنا برتاؤ کم از کم مکالا کے ساتھ نرم رکھنا چاہیے تھا۔"

"سردار مر جاتا گوارا کر لے گا لیکن مجھے مکالا کے ہاتھوں کسی قیمت پر برباد نہیں ہونے دے گا۔"

"مکالا کو یقیناً یہ راز معلوم ہوگا کہ بوگا کو کہاں روپوش کیا گیا ہے۔ وہ اس راز کی قیمت کے سلسلے میں سمورا کے سامنے تمھاری بولی کیوں نہیں لگا دیتا؟"

"وہ۔۔۔ ایسا نہیں کر سکتا۔" ساوری حقارت سے بولی۔ "بوگا کی زندگی کا راز اگر قبیلے والوں کو معلوم ہو گیا تو وہ سردار

سموراکے ساتھ ساتھ مکالا کی بھی تکہ بوٹی کر ڈالیں گے۔"

"کیا تم واقف ہو کہ بوگا کہاں قید ہے؟" میں نے سنجیدگی سے دریافت کیا۔

"ہاں۔ سمورا نے مجھے اپنا ہمراز بنا لیا ہے، صرف اس لیے کہ اگر وہ اس دنیا میں باقی نہ رہے تو میں مکالا کے ناپاک اور گندے ہاتھوں کو اپنی طرف بڑھنے سے روک سکوں۔"

"ہو سکتا ہے تمہارا خیال درست ہو لیکن میرا خیال اس کے برعکس ہے۔" میں نے معاملے کی نزاکت محسوس کرتے ہوئے ایک امکانی شبہے کا اظہار کیا۔ "سمورا کی موت کے بعد مکالا جیسا عیار اور مکار شخص فوری طور پر تمہاری جانب رجوع نہیں ہو گا۔ ایسا کرنے سے پیشتر وہ سب سے پہلے بوگا کو یا تو ہمیشہ کے لیے ٹھکانے لگا دے گا یا موجودہ قید خانے سے کسی اور جگہ منتقل کر دے گا۔"

"نہیں۔ مکالا بوگا کو قتل نہیں کر سکتا۔" وہ تیزی سے بولی۔ "اور وقینا کے وحشی درندے غیر مہذب ہونے کے باوجود کچھ عقیدے رکھتے ہیں، جانتے ہیں کہ کسی سردار کا قتل ان پر تباہی اور بربادی بھی لا سکتا ہے اسی لیے بوگا کو قتل نہیں کیا گیا۔ ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ مکالا سردار کی موت کے بعد بوگا کو کسی اور محفوظ مقام پر منتقل کر دے۔"

"کیا بوگا کی زندگی کا راز مکالا اور سمورا کے سوا کسی اور کو نہیں معلوم۔ میرا مطلب ہے کہ اگر قبیلے والوں کو ان کی سازش کا علم ہو جائے تو ان کا ردِ عمل کیا ہو گا؟"

"انتقام کی آگ انہیں اندھا کر دے گی۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ بوگا کو برآمد کرنے سے پیشتر ہی مکالا اور سمورا دونوں کو اپنے عتاب کا نشانہ بنا ڈالیں۔"

"تم نے مجھے اس سلسلے میں اپنا رازدار کیوں بنا لیا؟" میں نے تھوڑے توقف سے پوچھا۔

"محض اس لیے کہ تم اپنے دونوں ساتھیوں کو اس بات سے باز رکھو کہ وہ میری شخصیت میں کسی دل چسپی کا اظہار کرنے کی حماقت سے گریز کریں ورنہ مکالا کو اگر شبہ ہو گیا تو قہرِ بن کران پہ ٹوٹ پڑے گا۔"

"تم کیلاش اور حبیب کو غلط سمجھ رہی ہو وہ دونوں۔"

"میں اپنی نہیں مکالا کی بات کر رہی ہوں جو چیتے سے زیادہ خوں خوار اور لومڑی سے بھی زیادہ چالاک اور عیار طبیعت کا مالک ہے۔ قبیلے کے بیشتر لوگ اس سے خوف زدہ رہتے ہیں۔" ساوری نے سپاٹ مگر سنجیدہ انداز میں جواب دیا۔ "یہ اور بات ہے کہ وہ تم لوگوں کے جھانسے میں آ گیا لیکن ایک لمحے کے لیے بھی تمہاری طرف سے غافل نہیں ہو گا۔ اس کی دلی خواہش ہو گی کہ سمورا کا آپریشن کامیاب ہو تاکہ وہ ایک تیر سے دو شکار کر سکے۔ امید ہے تم میرا مطلب سمجھ گئے ہو گے۔"

"ہاں۔ سمورا کی موت کے بعد تمہارے طلوع ہونے کا بھرم ٹوٹ جائے گا۔"

"میں اب چلتی ہوں سردار کے ہوش میں آنے سے پیشتر مجھے اس کے پاس ہونا چاہیے۔" اس نے جلدی سے کہا۔ "میں تمہیں صرف اتنا بتانے آئی تھی کہ تم لوگوں کا رویّہ بے حد محتاط ہونا چاہیے اور میرے سلسلے میں کھل کر اپنی دل چسپی کا اظہار کبھی نہ کرنا۔"

"تم نے اپنے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔" میں نے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر تیزی سے سوال کیا۔ "تمہاری اصلیت کیا ہے اور تم انگریزی اتنی روانی سے کس طرح بول لیتی ہو۔ کیا میں یہ سمجھوں کہ تمہارا تعلق بھی ہماری ہی طرح ...؟"

"ہاں۔" ساوری نے ایک سرد آہ بھر کر جواب دیا۔ "میں تمہارے اندازے کی تردید نہیں کروں گی لیکن یہ ایک طویل کہانی ہے۔ زندگی رہی تو پھر کسی وقت تفصیل سے بتاؤں گی۔ اور ہاں۔ اس بات کا سختی سے خیال رہے کہ میری اور تمہاری ملاقات کا علم کسی تیسری شخصیت کو نہیں ہونا چاہیے تمہارے ساتھیوں کو بھی نہیں ورنہ کھیل کی بساط الٹ جائے گی۔"

"میں خیال رکھوں گا لیکن کیا تم مجھے یہ بتانا پسند نہیں کرو گی کہ بوگا کہاں قید ہے؟" میں نے سنجیدگی سے کہا پھر اپنے سوال کی وضاحت کرتے ہوئے بولا۔ "میرا مطلب ہے کہ خدانخواستہ اگر اچانک سمورا اور تمہارے خلاف حالات کا رخ تبدیل ہو جائے تو میں تمہارے کسی کام آ سکوں۔"

"میں کم و بیش چودہ سال سے انھی درندوں کے درمیان پرورش پا رہی ہوں اس لیے یہ بھی جانتی ہوں کہ مجھے اپنے بچاؤ کی خاطر کس وقت اور کیا اقدام کرنا ضروری ہے۔ بوگا کو کہاں رکھا گیا ہے؟ فی الحال میں اس سلسلے میں اپنی زبان نہیں کھول سکتی۔"

"مجبوری یا پابندی کا کیا راز ہے؟" میں نے اندھیرے میں ایک اور تیر چھوڑا۔ "یقیناً کوئی بہت ہی اہم وجہ ہو گی جو سردار سمورا نے تمہیں کسی صورت میں بھی اس کی سمت رخ نہ کرنے کی سختی سے تاکید کی ہے۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے کبھی بھول کر بھی ادھر کا رخ نہ کرنا ...

کی سمت جانے کا ارادہ نہ کرنا ورنہ وہ دن تم تینوں کی زندگی کا سب سے زیادہ تباہ کن دن ہوگا اور تمہاری بربادیوں کے باب میں ایک عبرت ناک اضافہ ہوگا۔ اس وقت میں اس سے زیادہ اور کچھ نہیں بتا سکوں گی۔"

"صرف ایک سوال اور۔" میں نے ساوری کو دروازے کی سمت پلٹتا دیکھ کر ٹھوس آواز میں کہا۔ "کیا تم مجھے منگارو اور اس کی مقدس روح کے بارے میں کچھ بتانا پسند کرو گی؟"

ساوری کے بڑھتے ہوئے قدم یک لخت رک گئے۔ وہ تیزی سے پلٹ کر مجھے حیرت سے گھورنے لگی، چند ثانیے میرے چہرے پر جاری تاثرات کو پڑھنے کی کوشش میں مصروف رہی پھر بولی۔ "تم۔ تم نے یہ نام کہاں سنا ہے؟"

"میں اپنے سوال کا جواب چاہتا ہوں۔" میں نے دیدہ و دانستہ اپنے ہونٹوں پر ایک فاتحانہ اور معنی خیز تبسم بکھرتے ہوئے کہا۔

"منگارو کے بارے میں مجھے کچھ زیادہ نہیں معلوم البتہ ایک بار سردار نے اتنا ضرور بتایا تھا کہ اس نام کا جانور جس کی نسل اب تقریباً ناپید ہو چکی ہے کسی زمانے میں افریقہ کے خطرناک گھنے اور ناقابلِ عبور جنگلات میں پایا جاتا تھا۔ سمورا کے بیان کے مطابق جب کوئی شخص چالیس روز تک اس خوں خوار جانور کو بھوکا پیاسا اپنی قید میں رکھنے کے بعد اس کی ہڈیوں کے ڈھانچے کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتا ہے تو منگارو کی روح اس کے تابع ہو جاتی ہے اور اسے مستقبل میں پیش آنے والے تمام حالات سے آگاہ کرتی رہتی ہے وحشی قبیلے کے لوگ منگارو کو بے حد عظیم اور مقدس سمجھتے ہیں اور اس شخص کو بھی قابلِ احترام سمجھتے ہیں جو منگارو کے پنجر کا مالک ہوتا ہے۔ لیکن تم۔ تم۔۔۔؟"

"پریشان مت ہو۔" میں نے ایک بار پھر فاتحانہ انداز میں اپنی برتری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ "جاؤ اور جا کر سردار کی خدمت کرو۔ وقت آنے پر تمہیں ہمارے بارے میں بھی حیرت انگیز باتیں معلوم ہو جائیں گی۔"

ساوری مجھے کچھ دیر تک حیرت بھری نظروں سے گھورتی رہی، منگارو کے تذکرے نے اسے ششدر کر دیا تھا۔ پھر وہ کسی اچانک خیال کے تحت تیزی سے پلٹی اور کیبن کا دروازہ کھولتی ہوئی باہر نکل گئی۔

میں ابراجکسن کے بارے میں سوچنے لگا جو جزیرہ اسپانچو گا کی موت کے بعد منگارو کی سالخوردہ ہڈیوں کے ڈھانچے کو حاصل کرنے کے بعد اور زیادہ حیرت انگیز قوتوں کا مالک بن چکا تھا۔

سمورا کے حق میں کیلاش کی مسیحائی بیکار نہیں گئی۔ تین روز تک وہ بے ہوشی کی کیفیتوں سے دوچار رہا لیکن چوتھے روز اس کی حالت سنبھل گئی۔ اس روز اس نے خود اپنی زبان سے سرجن کا شکریہ ادا کیا۔

"تم نے ایک آسمانی عتاب سے نجات دلا کر مجھے خرید لیا ہے۔"

"دیوتاؤں کی طاقت لازوال ہوتی ہے میرے دوست۔" کیلاش نے مسکراتے ہوئے کہا۔ "تمہاری قسمت اچھی تھی جو تم نے اور تمہارے ساتھیوں نے ہماری طرف دوستی کا ہاتھ بڑھایا ورنہ۔"

"ورنہ کیا ہوتا؟" سمورا نے تیکھے لہجے میں سوال کیا۔

"ورنہ یا تو ہمیں تمہارے قدموں پر سر جھکا کر اپنی زندگی کی بھیک مانگنا پڑتی یا پھر خود اپنے ہاتھوں پھانسی کا پھندا گلے میں ڈال کر عزت کی موت کو ترجیح دینا پڑتا۔" جیکب نے برا سا منہ بناتے ہوئے کہا۔

"کیا تم اپنی کالی زبان کچھ دیر کے لیے بند نہیں رکھ سکتے؟" کیلاش نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

"میری اماں تو اب بھی سردار کے سامنے اپنی اہلیت ظاہر کر دو۔" جیکب نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا۔ "ربِ عظیم کی قسم میں نے دروغ گوئی اور فریب کو کبھی پھلتے پھولتے نہیں دیکھی۔"

"یہ۔ یہ تمہارا ساتھی کیا کہہ رہا ہے؟" سمورا نے دریافت کیا۔

"تمہاری صحت کے لیے دعائے خیر کر رہا ہے۔" کیلاش نے بڑی خوب صورتی سے بات ٹال دی پھر سردار سے باتوں میں مشغول ہو گیا۔

ساوری سب کچھ سننے اور سمجھنے کے باوجود اس طرح انجان بنی کھڑی رہی جیسے ہماری باتیں اس کی سمجھ سے بالاتر ہوں میں اس کی حیرت انگیز اداکارانہ صلاحیتوں پر غور کر رہا تھا جب جیکب نے میرے قریب آتے ہوئے سرگوشی کی۔

"تمہارا کیا خیال ہے جمال۔ کیا سمورا کی کیفیت سچ مچ سنبھل گئی ہے یا مرنے سے پیشتر یہ سنبھالا لینے کی حالت سے دوچار ہے؟"

"خدا کے لیے جیکب اپنی زبان بند ہی رکھو۔" میں نے تیزی سے کہا۔ "ہم حالات کے جس دوراہے پر کھڑے ہیں وہاں ایک جانب کرب ناک موت ہے اور دوسری جانب زندگی کی ایک موہوم سی امید ہمیں امید کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑنا چاہیے۔"

"اسی لیے تو کہہ رہا ہوں میرے عزیز کہ مرنے سے پیشتر ہمیں اپنے اپنے دلوں کا بوجھ ہلکا کر لینا چاہیے۔" جیکب سینے پر صلیب کا نشان بناتے ہوئے سنجیدگی سے بولا۔ "کیا تم

بھول رہے ہو کہ ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰؑ کو یہودیوں نے کس بے دردی سے صلیب کے نشان پر کیلوں سے جڑوا دیا تھا۔ انجیل مقدس میں درج ہے کہ آپ آخری سانسوں تک رب عظیم کے مقدس نام کا ورد کرتے رہے۔ زبان سے اُف تک نہ کی۔"

"ہاں میں جانتا ہوں کہ تمہارے پیغمبر پر کیا بیتی اور یہ بھی میرے علم میں ہے کہ آپ مُردوں کو زندہ کر دینے کی طاقت بھی رکھتے تھے۔" میں نے جیکب کو قائل کرنے کی کوشش کی۔ "ہم تو ابھی زندہ ہیں اس لیے....."

"تم بھی کیلاش کی طرح گمراہی کے راستوں پر بھٹک گئے ہو میرے دوست۔" جیکب پر اس وقت مذہب کا بھوت سوار تھا۔ میری بات کو کاٹتے ہوئے بولا۔ "زندگی ہمارے پاس خدا کی امانت ہے اور اس امانت میں خیانت کرنا بدترین سزاؤں سے ہمیں دوچار کر سکتا ہے۔"

"لیکن تم حالات کی نزاکت کو....."

"ہم بہرحال انسان ہیں۔ ہمیں محض اپنی زندگی بچانے کی خاطر دیوتاؤں کا لبادہ اوڑھنا زیب نہیں دیتا۔ میری بات کا یقین کرو جمال! راست گوئی کے بعد ہمیں جو موت نصیب ہوگی وہ بلاشبہ بے حد اذیت ناک ہوگی لیکن عاقبت میں ہمیں اس کا اجر ضرور ملے گا اس لیے۔"

"اس لیے تم نے اگر اب بھی اپنی منحوس زبان بند نہ کی تو پھر مجبوراً مجھے سردار سمورا اور اس کے ساتھیوں کو بتانا ہوگا کہ تم نے محض لوگوں کو بے وقوف بنانے کی خاطر مذہب کا لبادہ اوڑھ لیا ہے۔" کیلاش جو غالباً ہماری باتیں سن رہا تھا پلٹ کر بولا۔

"اور تم نے جو۔"

"ہمارا فیصلہ آنے والا وقت کرے گا لیکن تم خود کو کسی طرح بھی بے گناہ ثابت نہیں کر سکو گے۔" کیلاش بے حد سنجیدہ نظر آ رہا تھا۔ "تم نے ہمیں صرف اتنا بتایا ہے کہ روپا رات کی تنہائی میں تمہارے کیبن میں لاساکی زندگی کی خاطر دعا کے لیے آئی تھی لیکن تمہارے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ تمہارا دامن پاک ہے۔"

"کک۔ کیا مطلب۔" جیکب بوکھلا گیا۔ روپا کا ذکر یوں بھی اس کے اعصاب کو جھنجوڑ دینے کے لیے بہت کافی تھا۔

"ہو سکتا ہے تم نے ہم سے جھوٹ بولا ہو اور غریب روپا نے خود کو سمندر کی بپھری ہوئی موجوں کے حوالے صرف اس لیے کر دیا ہو کہ وہ تمہارے گناہ کے بوجھ سے اپنے وجود کو ہلکا کرنا چاہتی تھی۔"

"میں۔ میں لعنت بھیجتا ہوں روپا پر۔" جیکب نے خوف سے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔

"اب بھیج رہے ہو جب وہ تمہاری شخصیت کا بھانڈا پھوڑنے کے لیے اس دنیا میں موجود نہیں رہی۔"

"جمال! اس مردود سرجن کو روکنے کی کوشش کرو ورنہ اگر میری زبان بھی کھل گئی تو اس کے سمندری اور ہوائی دیوتا ہونے کا سارا بھرم خاک میں مل جائے گا۔" جیکب تلملا کر بولا۔ کیلاش کی باتوں نے اس کے مذہبی وجود کو زلزلے کی کیفیتوں سے دوچار کر دیا تھا۔

میں نے کنکھیوں سے ساوری کی جانب دیکھا۔ وہ بدستور ہماری باتوں سے بے نیاز سمورا کے بستر سے لگی کھڑی اس کے بازو کو آہستہ آہستہ سہلا رہی تھی البتہ سردار سمورا جیکب اور کیلاش کی باتوں کا مفہوم سمجھنے کی خاطر کچھ بے چین اور مضطرب نظر آ رہا تھا۔ اس خیال سے کہ بات زیادہ نہ بڑھنے پائے میں نے کیلاش کو سمجھانے کی کوشش کی۔

"کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ہم اپنی بحث فی الحال ختم کر دیں۔"

"یہ اسی صورت میں ممکن ہے جب تم اس بھوتیو کی آواز بند کرا دو۔" کیلاش نے جیکب کو ایک خوبصورت لقب سے نوازا تو سمورا نے دریافت کیا۔

"کیا۔ تمہارے اس ساتھی کا نام بھوتیو ہے؟"

"ہاں۔" کیلاش سمورا کو سمجھانے لگا۔ "آسمانی دیوتاؤں کے درمیان بھوتیو کو ہمیشہ ایک اہم حیثیت حاصل رہی ہے اسی لیے جب ہم نے تم کو آسمانی عتاب سے نجات دلانے کی خاطر اڑنے جہاز پر سفر کا آغاز کیا تو اس مقدس بھوتیو کو اپنے ہمراہ لے آئے۔"

"کیا سردار بہت جلد اپنے پیروں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو جائے گا؟" اس بار ساوری نے نہایت معصومیت سے پوچھا۔ میرا خیال تھا کہ ساوری نے بھی گفتگو میں حصہ لے کر کیلاش اور جیکب کی نوک جھونک ختم کرانے کی کوشش کی تھی۔

"ہم سمندر اور ہواؤں کے دیوتا مکاری اور فریب کو گناہ عظیم خیال کرتے ہیں۔" کیلاش نے ساوری کو گھورتے ہوئے قدرے خشک آواز میں جواب دیا۔ "ہم نے سمورا کے صحت مند ہونے کے لیے جو وقت اور مدت ایک بار بتا دی وہ اپنی جگہ اٹل ہے ہمارے فیصلے کو دنیا کی کوئی طاقت رد نہیں کر سکتی۔"

"تم۔ واقعی عظیم ہو۔" سمورا نے کیلاش کو عقیدت بھری نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "اور فینا کی زمین پر تمہارے مقدس قدم ہمارے لیے نیک شگون ثابت ہوں گے۔"

"اس کا اندازہ تمہیں بہت جلد ہو جائے گا بے وقوف۔"

جیکب نے بدلتے ہوئے کہا پھر تیزی سے پلٹ کر اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔

دوپہر کو جزیرے کے کچھ لوگ سردار کی خیریت دریافت کرنے آئے لیکن کیلاش نے انھیں جہاز پر آنے کی اجازت نہیں دی ساودری نے اپنے لوگوں کو سمورا کی خیریت سے آگاہ کیا تو وہ مطمئن ہو کر واپس لوٹ گئے۔

میں نے ساودری کی ایما پر ابھی تک جیکب یا کیلاش پر اس کی اصلیت ظاہر نہیں کی تھی البتہ مجھے اس بات کی تشویش ضرور لاحق تھی کہ جتنی جلدی ممکن ہو سکے ساودری کے بارے میں زیادہ سے زیادہ معلومات حاصل کر لوں اور وفینا کے اجنبی جزیرے پر وحشیوں کے درمیان ساودری کی شخصیت ہماری لیے بے حد کارآمد ثابت ہو سکتی تھی میں خاص طور پر لوگا کے سلسلے میں یہ جاننا چاہتا تھا کہ اسے کہاں قید کیا گیا ہے ساودری نے مجھے لوگا کے بارے میں جو باتیں بتائی تھیں وہ سب سے زیادہ اہمیت کی حامل تھیں اور وفینا کے جزیرے پر بسنے والوں کو کسی آڑے وقت اپنے حق میں ہموار کرنے کے لیے لوگا کی شخصیت کا حوالہ بے حد موثر ثابت ہو سکتا تھا۔

میں نے متعدد بار ساودری سے تنہائی میں ملنے کی کوشش کی لیکن مجھے کامیابی نہیں ہوئی۔ وقت تیزی سے اپنی مسافت طے کرتا رہا۔ سمورا کی حالت بھی بہتر ہوتی گئی، ساتویں روز وہ اپنے قدموں پر کھڑا ہونے کے قابل ہو گیا، آٹھویں روز کیلاش نے اسے تھوڑی چہل قدمی کی اجازت بھی دے دی۔ ساودری سمورا کے صحت مند ہو جانے پر بے حد مسرور نظر آتی تھی لیکن جیسے جیسے دن گزر رہے تھے میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی، مجھے اس بات پر بھی حیرت تھی کہ سمورا کی خیریت دریافت کرنے کی خاطر آٹھ دنوں میں اور وفینا کی بیشتر آبادی آ چکی تھی لیکن مکالا اور اس کے مصنوعی چہرے والے نہیں آئے تھے۔ نویں روز میری یہ الجھن ختم ہو گئی۔

اس روز شام کے وقت ہم اپنے آدھے جہاز کے عرشے پر ریلنگ کے قریب آرام کرسیوں پر بیٹھے سمندر اور خوش گوار ہواؤں سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ مکالا اپنے مصنوعی چہرے والوں کے ہمراہ آ گیا۔ منا ما بھی ان کے ہمراہ تھی لیکن نہ جانے کیوں مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا ہو۔

میرے کو بیز کتے ثامی نے جو اپنا بیشتر وقت جہاز کی سیڑھیوں کے آس پاس چوکیداری کے فرائض انجام دینے میں گزارتا تھا اچانک بھونکنا شروع کر دیا۔ یہ گویا آنے والوں کے لیے ایک قسم کی تنبیہ تھی کہ جب تک انھیں ہماری جانب سے اجازت نہ مل جائے وہ سیڑھیوں پر قدم رکھنے سے گریز کریں چنانچہ مکالا اور اس کے ساتھی رک گئے۔ میں نے ثامی کو آواز دی۔ وہ دُم ہلاتا خاموشی سے میرے قریب آ کر بیٹھ گیا۔ کیلاش نے مکالا اور اس کے ساتھیوں کو اوپر آنے کی اجازت دی تو وہ اپنے نیزے لیے جنگلیوں جیسے انداز میں سیڑھیاں پھلانگتے اوپر آ گئے۔ مکالا کے چہرے پر حسب سابق اس وقت بھی کرختگی اور درندگی کے ملے جلے تاثرات نمایاں تھے گفتگو شروع کرنے سے پہلے اس نے بڑی حقارت اور نفرت بھری نظروں سے میرے ثامی کو گھورا پھر کیلاش سے مخاطب ہوا۔

"سمندری دیوتا۔ ہم تم سے سردار سمورا کا حال دریافت کرنے آئے ہیں۔"

"تمہارا سردار بالکل تندرست ہے البتہ ابھی اس کے زخم پوری طرح نہیں بھرے۔"

"تمھیں اپنا وعدہ تو یاد ہے؟" مکالا کھردرے اور کرخت لہجے میں بولا۔ "تم نے کہا تھا کہ ہم سردار کو تیرہ سورج ڈھلنے کے بعد اپنے ساتھ واپس لے جا سکتے ہیں۔"

"ابھی تک صرف نو سورج ڈھلے ہیں۔" کیلاش نے نہایت اطمینان سے جواب دیا۔ "میرا خیال ہے کہ اگلے سات دنوں میں سمورا کے زخم پوری طرح مندمل ہو جائیں گے اور تب تم اسے اپنے ساتھ لے جا سکو گے۔"

"تم دیوتا ہو تو پھر یقین سے کیوں نہیں بتا سکتے کہ ہمارا سردار کب تک بالکل تندرست ہو جائے گا۔"

"مکالا" کیلاش کا لہجہ ایک دم ہی سخت اور خوں خوار ہو گیا۔ "کیا تم دیوتاؤں کو شبے کی نظروں سے دیکھنے سے باز نہیں آؤ گے؟ کیا ہمیں تمھیں اور تمھارے ساتھیوں کو کوئی مناسب سبق دینا ہو گا تاکہ وہ ہمارے رتبے اور مرتبے کو پہچان سکیں۔"

"ہمیں غلط مت سمجھو۔" منا ما نے جلدی سے درمیان میں بولتے ہوئے نرم آواز میں کہا۔ "سردار سے دوری نے ہمیں وقتی طور پر الجھا دیا ہے یہ ہمارے لیے پہلا تجربہ ہے کہ ہم سمورا سے اتنے دنوں کے لیے دور ہوئے ہیں۔"

"دیوتا کو یہی منظور تھا اس لیے تمھیں صبر سے کام لینا چاہیے۔"

"ہم اپنے سردار کا جشن صحت بڑی دھوم دھام سے منانا چاہتے ہیں اس لیے ہمیں معلوم ہونا چاہیے کہ وہ کب تک ہمارے ساتھ تمھارے اس آدھے جہاز سے واپس جائے گا۔" مکالا بولا۔ اس کے لب و لہجے سے مجھے بدستور مکاری اور عیاری کی بو آ رہی تھی۔

"یہ بات بھی دیوتاؤں کی مرضی پر منحصر ہے۔" میں نے ساوری سے ملاقات کے بعد کیلاش اور جیکب سے مقامی زبان میں تھوڑی بہت شد بد حاصل کر لی تھی چنانچہ اس وقت براہ راست مکلالا کو مخاطب کرتے ہوئے سپاٹ آواز میں بولا۔

"اگر بات صرف ہماری مرضی کی ہوتی تو ہم تمہیں یقینی طور پر سمورا کی جہاز سے روانگی کا وقت بتا سکتے تھے لیکن تمہارا سردار چونکہ اورو دیوتا کے عتاب میں گرفتار تھا اس لیے ہمیں اس کی مرضی کا بھی خیال رکھنا ہوگا۔"

"تو کیا تم اورو دیوتا سے گفتگو کرنے کی طاقت رکھتے ہو؟"

"مناما۔" میں نے غصے سے مناما کو گھورا پھر مکلالا پر ایک اچٹتی ہوئی نظر ڈال کر بولا۔ "تم کو جزیرے پر مذہبی رہنما کی حیثیت حاصل ہے۔ مذہبی رہنما جو دیوتاؤں کا نائب ہوتا ہے۔ کیا تم نے مکلالا کو یہ بتانے کی ضرورت نہیں محسوس کی کہ دیوتاؤں کی قوت لامحدود اور لازوال ہوتی ہے۔ ہم دلوں کا حال بھی جاننے کی طاقت رکھتے ہیں۔"

"مکلالا یہ سب کچھ جانتا ہے لیکن یہ بھی جانتا ہے کہ ہمارا اورو دیوتا تمام دیوتاؤں میں سب سے زیادہ عظیم اور بلند ہے۔" مناما کے بجائے مکلالا نے جواب دیا۔ اس کے تیور خطرناک نظر آ رہے تھے۔ میں نے خود کو محتاط رکھا۔ کیلاش بات بنانے کی خاطر کچھ کہنا چاہتا تھا لیکن میں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے روک دیا پھر مکلالا کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر سرد آواز میں بولا۔

"تم اپنی حد پھلانگنے کی جسارت کر رہے ہو۔ اوقات میں رہ کر بات کرنے کے آداب سیکھو ورنہ گھاٹے میں رہو گے۔"

"مکلالا موت سے نہیں ڈرتا۔" وہ سینہ تان کر دبنگ ہو گیا۔ "ہم اورو کے پجاری ہیں اس لیے ہمارے اوپر اورو کے سوا کسی اور کی تعظیم ضروری نہیں۔ تم مکلالا کو بتاؤ کہ سردار کتنے سورج ڈھلنے کے بعد ہمارے ساتھ واپس جا سکے گا۔"

مکلالا ہر لمحے خطرناک ہوتا جا رہا تھا۔ ساوری مجھے اس کی خصلت کے بارے میں آگاہ کر چکی تھی اسی لیے وہ سچویشن بڑی نازک تھی۔ اگر مکلالا اور اس کے نیزہ بردار مشتعل ہو جاتے اچانک ہمارے اوپر ٹوٹ پڑتے تو ہماری دروغ گوئی دھری کی دھری رہ جاتی۔ مجھے مکلالا کے ساتھیوں کے منحوس چہرے نظر نہیں آ رہے تھے البتہ اودنگے ہونگے اور رنگ برنگے نقابوں کے اندر سے ان کی جھانکتی ہوئی آنکھیں نظر آ رہی تھیں۔ ان آنکھوں میں خون کی آمیزش تھی جو ان کے خطرناک ارادوں کی ترجمانی کر رہی تھی۔

ساوری نے مجھے باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ مکلالا سمورا کی موت کا خواہش مند ہے لہٰذا اپنے لوگوں کی زبانی یہ جان کر کہ سمورا تیزی سے رو بہ صحت ہو رہا ہے اسے یقیناً کوئی خوشی نہیں حاصل ہوئی ہو گی شاید اسی لیے وہ اتنے دنوں تک خود بیٹھا اپنے ساتھیوں کو ہمارے خلاف بھڑکاتا رہا اور آج کوئی آخری فیصلہ کر لینے کے بعد ہی وہ ہمارے سامنے خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا تھا۔

میرے اور کیلاش کے پاس آتشی اسلحہ ہر وقت موجود رہتے تھے۔ ہم چاہتے تو فوری طور پر اپنے دفاع کے لیے انہیں استعمال کر سکتے تھے۔ ہمارے ریوالور اور پستول سے نکلی ہوئی کچھ گولیاں مکلالا اور اس کے چند ساتھیوں کی زندگی کا چراغ گل کر سکتی تھیں پھر یہ بات بھی یقینی تھی کہ باقی ماندہ دشمن ہمارے جسموں کو اپنے نیزوں سے چھلنی کر ڈالتے۔ میں نے فوری طور پر ایک اہم فیصلہ کر لیا۔ نہایت روکھے مگر معنی خیز انداز میں بولا۔

"مکلالا۔ تم ہم سے کس سردار کے بارے میں دریافت کرنا چاہتے ہو؟"

"ہم سمورا کی بات کر رہے ہیں۔" مکلالا نے قدرے چونکتے ہوئے جواب دیا۔

"اور ہم اگر چاہیں تو اپنی قوت کے ذریعے تمہیں اور تمہارے ساتھیوں کو ان سرداروں کے بارے میں بھی بہت کچھ بتا سکتے ہیں جو سمورا سے پہلے اور وفینا کی گدی سنبھال چکے ہیں۔" میں نے بدستور جھنجھلاتے ہوئے لہجے میں کہا۔ "تم ان کے بارے میں بھی ہماری طاقت اور معلومات کا امتحان لینا پسند کرو گے؟"

میرا وار نہایت کاری اور بھرپور ثابت ہوا۔ مکلالا یوں چونکا جیسے کوئی بھیانک خواب دیکھتے دیکھتے اچانک اس کی آنکھ کھل گئی ہو۔ اس کی بے داغ پیشانی پر تفکرات کی آڑی ترچھی لکیریں ابھر آئیں۔ وہ مجھے نگاہوں نگاہوں میں تولتا رہا۔ میرے جملے کی گہرائی کی حدود کی پیمائش کرتا رہا۔

"ہمیں یاد ہے کہ سمورا نے ہم سے وعدہ لیا تھا کہ ہم کبھی جھیل والی جنوبی پہاڑیوں کی سمت رخ نہیں کریں گے۔" میں نے مکلالا کے جھٹکے ہوئے ذہن کو ایک اور ضرب لگائی۔ "ہم اپنے وعدے پر بدستور قائم ہیں لیکن اگر ہم چاہیں تو..."

"تم نے میری باتوں کا شاید غلط نتیجہ اخذ کر لیا۔" مکلالا نے کسی زہریلے ناگ کی طرح یک لخت اپنی کینچلی بدلی، بڑے نرم لہجے میں بولا۔ "سمورا کی غیر حاضری اور عارضی جدائی نے ہمیں پریشان کر دیا ہے اس لیے..."

"ہمیں یہ علم ہے کہ تم سمورا کے سلسلے میں خاصے فکر مند ہو لیکن جلد بازی ٹھیک نہیں۔" میں نے کمال ہوشیاری سے مکالا کو ایک اور فریب میں مبتلا کرنے کی خاطر ذو معنی انداز اختیار کیا۔ "وقت کا انتظار کرو، سب کچھ تمہارے ساتھیوں کے حق میں ہوگا۔"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے وقت کا انتظار کرنا پڑے گا۔" مکالا نے ہونٹ کاٹتے ہوئے ایک سرسری نظر اور قد کے بے ہنگم اور ہیبت ناک بت پر ڈالی اس کے بعد وہ زیادہ دیر نہیں رکا۔ سمورا سے ملاقات کرنے کے بعد اپنے ساتھیوں کے ہمراہ واپس چلا گیا۔

میں اپنی کامیابی پر بے حد خوش تھا لیکن جیکب مجھے آنکھیں پھاڑے ایسی نظروں سے دیکھ رہا تھا جیسے میں دنیا کا آٹھواں عجوبہ رہا ہوں۔ کیلاش کی نظریں بھی میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔

"جمال۔ میرا خیال تھا کہ تم کیلاش کے مقابلے میں زیادہ سیدھے سادے اور نیک واقع ہوئے ہو لیکن آج مجھے اپنے خیال کی تردید کرنا پڑ رہی ہے۔" مکالا کے جانے کے بعد جیکب نے کہا۔ "تم اس سے زیادہ خطرناک ثابت ہو رہے ہو۔"

"تم نے کیسے اندازہ لگایا؟"

"تمہاری باتوں سے۔ جس وقت تم درندہ صفت مکالا سے ہم کلام تھے میں تمہارے چہرے کے تاثرات کو بغور دیکھ رہا تھا۔ مجھے یہ محسوس ہو رہا تھا جیسے تم حقیقت میں کوئی دیوتا ہو جو غیب کے حالات بھی جانتا ہے۔ میرا مشورہ مانو تو اس منحوس جزیرے سے نجات پاتے ہی اداکاری کا شعبہ اختیار کر لینا، خاصے کامیاب رہو گے۔"

"میں کوشش کروں گا کہ جمال تمہاری اس آخری وصیت پر ضرور عمل کرے۔" کیلاش نے سنجیدگی سے کہا۔

"آخری وصیت سے تمہاری کیا مراد ہے؟" جیکب نے چونک کر بڑی معصومیت سے پوچھا۔

"مجھے افسوس ہے کہ تم اپنے انجام سے اتنے بے خبر ہو۔" کیلاش ایک سرد آہ بھر کر بولا۔ "میرے عزیز دوست کیا تم اس سفر نامے کو بھول رہے ہو جس میں ایک ایسے جزیرے کا ذکر موجود ہے جہاں جنگلی لوگ پادریوں کا گوشت اپنے لیے سب سے بڑی آسمانی نعمت سمجھتے ہیں۔"

"تم نے اپنے خیال میں کوئی اچھا مذاق کیا ہے مگر میں اس بے ہودہ مذاق پر کسی مسرت کا اظہار نہیں کر سکتا۔"

"اس لیے کہ تم اوّل درجے کے بھونپو ہو۔"

جیکب تلملا کر کوئی جواب دینا چاہتا تھا لیکن ساوری اور سمورا کے آجانے سے اس کی حسرت دل کے اندر ہی گھٹ کر رہ گئی۔

رات کے کھانے پر ساوری کے علاوہ سمورا بھی پہلی بار شریک تھا، ہمارے درمیان اور وفینا جزیرے کے بارے میں گفتگو ہوتی رہی۔ سمورا ہمیں اپنے قبیلے اور اس کی عجیب و غریب رسموں کے بارے میں بتاتا رہا۔ جیکب جو کیلاش کی شرارت کی وجہ سے سمورا اور جزیرے کے بیشتر لوگوں کے درمیان بھونپو کے نام سے مشہور ہو گیا تھا خلاف توقع بے حد خاموش خاموش تھا لیکن جب سمورا نے بتایا کہ اس کے جشنِ صحت پر اور وفینا کی چار عورتوں کو اور و دیوتا کے قدموں میں بھینٹ چڑھایا جائے گا تو وہ چپ نہ رہ سکا۔ سمورا کو گھور کر بولا۔ "تمہیں اپنے قبیلے کی سرداری کے فرائض انجام دیتے ہوئے کتنے سال ہو گئے؟"

"تقریباً بارہ سال۔"

"اس مناسبت سے تم کم از کم ایک درجن عورتوں کو دیوتا کی خوشنودی کی خاطر قربان کرنا چاہیے۔" جیکب کے لہجے میں بہت زیادہ نفرت تھی۔

"سمجھا۔ تم شاید ہماری رسموں کا مذاق اڑا رہے ہو۔" سمورا نے ہونٹ کاٹ کر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا۔ "اور و کی خوشنودی کی بات ہو تو پورا قبیلہ اس کے قدموں پر قربان ہو سکتا ہے لیکن کسی سردار کے جشنِ صحت کے موقعے پر ہمارے ہاں صرف چار عورتوں کی قربانی پیش کی جاتی ہے۔ یہ رسم برسوں سے چلی آ رہی ہے۔"

"تم میرا مقصد نہیں سمجھ سکے۔" جیکب نے بات بنانے کی خاطر کہا۔ "اگر چار عورتیں تمہاری تندرستی کے نذرانے کے طور پر اور و دیوتا کے قدموں پر قربان کی جا سکتی ہیں تو چار چار عورتیں سمندر اور ہواؤں کے دیوتاؤں کے نام پر بھی بطور چڑھاوا چڑھائی جا سکتی ہیں۔ کیا تم ان دونوں دیوتاؤں کے نام پر کچھ قربان نہیں کرو گے؟"

جیکب کا اشارہ میری اور کیلاش کی طرف تھا۔ کیلاش نے سٹپٹا کر میری سمت دیکھا پھر جیکب کو سرزنش کرتے ہوئے بولا۔

"بھونپو، تمہیں دوسروں کی اندرونی رسم و رواج کے معاملات میں نہیں بولنا چاہیے۔ تمہارا کام صرف دیوتاؤں کی خدمت کرنا ہے اس لیے محض اپنے کام سے کام رکھا کرو۔"

"ہم اور وفینا کے لوگ سمندر اور ہواؤں کے دیوتاؤں کے شکر گزار ہیں جنہوں نے ہمارے سردار کو نئی زندگی بخشی ہے۔" ساوری نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے جیکب کو مخاطب کیا۔ "تم دیوتاؤں کے خادم ہو اس لیے ہم تمہارا بھی احترام کرتے ہیں۔"

"میرا نہیں — اس سوجن کی دُم کا احترام کرو جو تمھارے حسن کے چوکھٹے کے اندر خوکیلا کے نقش و نگار تلاش کرنے میں اپنا وقت ضائع کر رہا ہے۔" جیکب نے اس بار اردو میں جواب دیا اس لیے سمورا اس کی بات کا مفہوم نہ سمجھ سکا۔

"یہ تمھارا بھوپو کیا کہہ رہا ہے۔" ساوری نے بڑی معصومیت سے کیلاش سے سوال کیا۔

"یہ سردار کو اس کا وعدہ یاد دلانے کی بات کر رہا ہے۔" کیلاش نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔ "سمورا نے کہا تھا کہ اگر اسے سولی کے عذاب سے نجات مل گئی تو نہ صرف یہ کہ ہماری پوجا کی جائے گی بلکہ ہماری خدمت میں حسین لڑکیوں کا نذرانہ بھی پیش کیا جائے گا۔"

"سمورا کو اپنا وعدہ یاد ہے۔ سناما نے مجھے بتایا ہے کہ وہ حسب وعدہ جزیرے کے ایک خوب صورت اور پرسکون گوشے میں تمھارے وقتی قیام کے لیے ایک محفوظ رہائش گاہ کا نہایت معقول بندوبست بھی کر چکا ہے۔" سردار نے ہمیں یقین دلانے کی کوشش کی۔ "جشنِ صحت کے بعد ہم تمھاری خدمت میں تحفے ضرور پیش کریں گے اور دیوتا کی طرح تمھاری پوجا بھی میرے اوپر فرض ہوگی۔"

"بھوپو کو پوجا پاٹ سے کوئی غرض نہیں۔" کیلاش نے سنجیدہ گفتگو کو مزاح کا رنگ دینے کی خاطر کہا۔ "اسے تو بس ایک خوب صورت حسین اور تندرست لڑکی درکار ہے جو تمام عمر اس کی خدمت کرتی رہے۔"

"ہم بھوپو کی اس خواہش کا بھی نہایت مناسب بندوبست کریں گے۔" ساوری نے نہایت سادگی سے کہا۔

"جہنم میں گیا بھوپو۔" جیکب یک لخت تیزی سے اکھڑ گیا۔ شاید بھوپو کی بار بار کی تکرار نے اس کا پارہ چڑھا دیا تھا۔ مجھے غصیلی نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔ "جمال۔ تم اس سوجن کے پیچھے کو سمجھانے کی کوشش کرو۔ مجھے اس قسم کے لغو اور لچر مذاق مطلق پسند نہیں۔ ہر بات کی ایک حد ہوتی ہے۔ میں لعنت بھیجتا ہوں خوب صورت حسین اور تندرست لڑکیوں پر۔" پھر وہ تیزی سے اٹھا اور ساوری کو گھورتا ہوا اور منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتا اپنے کیبن کی طرف چلا گیا۔

ساوری اور سمورا نے بیک وقت کیلاش کو وضاحت طلب نظروں سے دیکھا۔

"ہمارے غلام نے ایک لڑکی کا انتخاب پہلے ہی کر لیا ہے۔" کیلاش نے بے پروائی سے زیرِ لب مسکراتے ہوئے کہا پھر ساوری کی جانب دیکھ کر تھوڑے توقف سے بولا۔

"وہ خوش نصیب لڑکی تم ہو۔"

"نہیں۔ یہ ناممکن ہے۔ یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔" سمورا کے تیور اچانک تیکھے ہو گئے۔ غصے سے ہونٹ چباتے ہوئے بولا۔ "عہد شکنی سمورا کے اصول کے خلاف ہے لیکن تمھارے غلام کو کسی اور لڑکی کا چناؤ کرنا پڑے گا۔ ساوری کو میں نے اپنی بیٹی بنایا ہے اس لیے یہ کسی اور کی نہیں ہو سکتی۔"

"تم پریشان مت ہو۔" میں نے سمورا کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔ "میں غلام کو سمجھانے کی کوشش کروں گا۔"

"لیکن اگر وہ اپنی ضد پر اڑا رہا تو۔ تو کیا ہو گا؟" کیلاش نے سمورا کے چہرے کے تاثرات کو پڑھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"میری زندگی تمھارے رحم و کرم پر ہے۔ تم عظیم قوتوں کے مالک ہو۔ مجھے واپس موت کے اندھے کنوئیں میں گرا سکتے ہو۔ میں اُف تک نہیں کروں گا مگر میری زندگی میں کوئی میری بیٹی پر اپنا تسلط نہیں جما سکتا۔" سمورا کے تیور بدستور تیکھے تھے۔

"سوچ لو۔ تم اپنے وعدے سے پیچھے ہٹ رہے ہو۔"

"ہاں۔ اور اسی وعدہ خلافی کے عوض میں اپنی زندگی تمھارے حوالے کر رہا ہوں۔"

"کیا ساوری تمھیں اتنی ہی عزیز ہے؟" کیلاش نے سپاٹ آواز میں دریافت کیا۔

"میں ساوری کی خاطر اپنی زندگی بھی بھینٹ کر سکتا ہوں۔" سمورا نے پورے یقین سے جواب دیا۔

"سمورا۔" کیلاش نے اپنا بھرم قائم رکھتے ہوئے دبنگ لہجے میں کہا۔ "ہر چند کہ تم وعدے سے انحراف کر کے خود کو دیوتاؤں کی نظروں میں یقیناً سزا کا مستحق ٹھہرا چکے ہو لیکن ہم کوشش کریں گے کہ بھوپو کی توجہ ساوری کے بجائے کسی اور لڑکی کی جانب مبذول کر دیں۔"

"سمورا تمھارا یہ احسان کبھی مرتے دم تک یاد رکھے گا۔"

"تمھیں اس وقت آرام کی ضرورت ہے۔ خون کا دباؤ بڑھ جانے کی صورت میں تمھیں نقصان بھی ہو سکتا ہے لیکن جانے سے پیشتر ایک بات کان کھول کر سن لو۔ آئندہ کبھی ہم دیوتاؤں کے سامنے نظریں اونچی اور آواز بلند کر کے احتجاج کرنے کی حماقت نہ کرنا ورنہ تمھارا انجام تمھاری توقعات سے کہیں زیادہ بھیانک ہوگا۔"

"میں یاد رکھوں گا۔" سمورا تھکے ہوئے لہجے میں بولا پھر ساوری کا ہاتھ تھام کر اٹھا اور اپنے کیبن کی سمت چلا گیا۔

میں بگڑی ہوئی صورتِ حال کے بارے میں غور کرنے لگا۔ ساوری کو ہماری اصلیت کا اندازہ ہو چکا تھا جاری

دیوتاؤں والی فرضی حیثیت اس کی نگاہوں میں کوئی وقعت نہیں رکھتی تھی اگر وہ سمورا کو ہمارے بارے میں آگاہ کر دیتی تو اور وفینا کی زمین اور وہاں کا آسمان ہمارے لیے زندگی کی تمام راہیں مسدود کر دیتا۔ ساوری کی تاکید پر میں نے بھی اس کی اصلیت اپنے دوستوں سے پوشیدہ رکھی تھی مگر جکیب کی ایک ذرا سی حماقت نے حالت کو ہمارے حق میں بے حد مخدوش کر دیا تھا۔

سمورا ساوری کی خاطر اپنی زندگی قربان کر دینے پر آمادہ تھا۔ جواب میں اگر ساوری کے ہونٹوں کی مہر بھی ٹوٹ جاتی تو ہمارا کیا انجام ہوتا۔

"کس خیال میں گم ہو جمال؟"

"یوں ہی۔ جکیب کی حماقتوں کے بارے میں غور کر رہا ہوں۔"

"میں کچھ اور سوچ رہا ہوں۔"

"کیا؟" میں نے جلدی سے پوچھا۔

"سمورا اور اس کے ساتھیوں پر اب کسی حالت میں بھی اعتماد نہیں کیا جا سکتا۔ جو شخص سردار ہو کر اپنے وعدے سے پھر سکتا ہے وہ اپنا مطلب نکل جانے کے بعد ہمیں موت کے گھاٹ بھی اتار سکتا ہے۔"

"پھر۔ تم نے کیا سوچا ہے؟"

"ابھی تیر ترکش سے باہر نہیں نکلا۔ ہم وقت سے پورا پورا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔"

"میں سمجھا نہیں۔"

"میرے پاس ایسی دواؤں کے انجکشن موجود ہیں جو کسی ہٹے کٹے انسان کو ایک طویل عرصے کے لیے مفلوج کر سکتے ہیں۔" کیلاش نے سنجیدگی سے کہا۔ "ایک خوراک کا چوتھا حصہ بھی سمورا جیسے سرکش اور بد عہد سردار کی مزاج پرسی کے لیے کافی ہوگا۔"

"وہ تو ٹھیک ہے لیکن ہم مکالا اور اس کے ساتھیوں کو کیا جواب دیں گے؟" میں نے جلدی سے کہا۔ "میرا مطلب ہے کہ وہ زیادہ سے زیادہ چار پانچ روز اور صبر کریں گے پھر ہمارے وعدے کے مطابق سمورا کی واپسی کا مطالبہ تیز کر دیں گے۔"

"میں ایک تیر سے دو شکار کر کے ان وحشی اور جاہل لوگوں پر اپنی طاقت کا سکہ بھی جمانا چاہتا ہوں۔" کیلاش بولا۔ "ایک طرف سمورا کو اندازہ ہو جائے گا کہ اس نے دیوتاؤں سے وعدہ خلافی کر کے اچھا نہیں کیا اور دوسری طرف مکالا اور اس کے ساتھیوں کو بھی ساوری کے ذریعے اپنی لازوال اور لامحدود قوتوں کا یقین دلایا جا سکتا ہے۔"

"لیکن اس طرح ہمارے دشمنوں کی تعداد میں اضافہ بھی ممکن ہے۔" میں نے کچھ سوچتے ہوئے جواب دیا۔

"محبت اور جنگ میں تمام حربے جائز ہوتے ہیں، ہو سکتا ہے کہ یہ موقع جو جکیب کی حماقت سے ہمارے ہاتھ آگیا ہے دوبارہ میسر نہ ہو سکے۔"

"پھر بھی۔ ہمیں اتنی جلد بازی سے کام نہیں لینا چاہیے۔"

"میں تمہارے خیال سے متفق ہوں۔ سمورا ہمارے نصف جہاز پر ابھی چند دنوں اور مہمان ہے اس مدت میں ہم خوب سوچ سمجھ کر ہی کوئی آخری فیصلہ کریں گے۔"

"میرا بھی یہی مشورہ ہے۔" میں نے اطمینان کا سانس لیا۔

⁂

صندل کی مانوس مہک میری سانسوں سے ٹکرائی تو میں ایک لمحے کو کسمایا پھر خوابوں کے دریچے کھلتے چلے گئے۔ ذہن پر غنودگی کا جو خمار تھا وہ ٹوٹ کر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ میں نے تاریکی کے پردے چاک کر کے دوسری سمت دیکھی تو میری سانسوں کی رفتار اور تیز ہو گئی — کچھ دھندلے نقوش آہستہ آہستہ واضح ہو رہے تھے، شیشے پر بھاپ کی چادر میری سانس کی تپش پا کر سرکی تو دل کی دھڑکنوں میں بھی اضافہ ہو گیا۔

وہ۔ وہ یقیناً میری روح میری درخشاں تھی۔ شب خوابی کا ہلکا آسمانی رنگ والا لباس آج بھی اس کے ارغوانی وجود پر سرسرا رہا تھا۔ میری آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔ خوب صورت ہونٹوں پر تبسم کے جادو جگاتی وہ آہستہ آہستہ میرے قریب آ رہی تھی اور قریب۔ اور قریب۔ پھر مجھ پر نشے کی کیفیت طاری ہونے لگی، وہ میرے اس قدر قریب تھی کہ میں اس کی سانسوں کی تپش اپنے چہرے پر محسوس کر رہا تھا، اس کی زلفیں اس کے کندن جیسے کومل شریر پر ناگنوں کی طرح ہی تھیں بل کھا رہی تھیں۔

ایک مدت بعد مجھے اپنی زندگی کا قرب نصیب ہوا تو میں نے اٹھ کر اس کا شایانِ شان استقبال کرنے کی کوشش کی مگر اس نے مجھے روک دیا پھر اس کی مترنم آواز میرے کانوں میں رس گھولنے لگی۔

"جمال۔ مجھے یقین تھا۔ تم میری خواہش کی تکمیل ضرور کرو گے۔"

"درخشاں میری زندگی، میں تمہارا حکم کیسے ٹال سکتا تھا لیکن سمندر کے بدترین اور ہولناک طوفانوں نے بحری جہاز کو روند کر پاش پاش کر دیا۔ میرا سفر ......"

"تمہارا سفر پورا ہو گیا جمال۔" وہ میرا جملہ کاٹتے ہوئے بولی۔ "موجوں نے تمہیں جو ساحل دیا ہے یہی تمہاری منزل ہے۔"

tsurdu.blogspot.com

"میری منزل تو تم ہو۔ تم کہاں ہو؟" میں نے بڑے اضطراب کا اظہار کیا۔

"لمحوں کا طویل سفر تمام ہوا، اب فاصلے بہت مختصر رہ گئے ہیں۔" اس کے گلابی ہونٹوں پر مسرتیں ابھر آئیں۔ "ہم بہت جلد ایک دوسرے سے ملنے والے ہیں۔ میں نے تم سے یہی کہا تھا۔"

"کیا تمھارا قیام یہیں اور وہ فینا کے جزیرے پہ ہے؟" میں نے بے چینی سے دریافت کیا۔

"تھوڑا انتظار کرلو میری خاطر، پھر تم سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ لوگے۔"

"میرا دم گھٹنے لگتا ہے میری زندگی۔" میں نے شکایت کی۔ "تمھارے بغیر زندگی کا تصور بھی میرے لیے بے حد اذیت ناک ہے۔ میرے دشمنوں نے عرصۂ حیات میرے اوپر تنگ کر رکھا ہے، میں تمھیں کیا کیا بتاؤں۔"

"روحیں وقت اور فاصلوں کی قید سے آزاد ہوتی ہیں۔" وہ یک لخت ملول ہوگئی۔ "تم پر کیا کچھ بیتی ہے میں سب جانتی ہوں لیکن تم نہیں جانتے کہ تمھارے انتظار میں میری بے چین روح پر کرب ناک لمحوں نے کیسی کیسی شدید اور آہنی ضربیں لگائی ہیں۔"

"درخشاں۔" میں تڑپ اٹھا۔

"ہاں جاناں، جب تم مجھے ملوگے تو تمھیں تفصیل سے بتاؤں گی کہ موت اور زندگی کے درمیانی راستے کتنے سنگلاخ اور ویران ہوگئے ہیں اور......"

پھر وہ کچھ کہتے کہتے خاموش ہوگئی۔ اس نے پلٹ کر عقب کی جانب دیکھا، اس کے چہرے پر خوف کے بادل منڈلانے لگے۔ میں نے اس کے خوف کا سبب دریافت کرنا چاہا لیکن وہ جیسے پرچھائیں تھی، پلک جھپکتے میں میری نگاہوں سے اوجھل ہوگئی۔ اسی لمحے کھٹ کھٹ کی آواز میرے کانوں سے ٹکرائی تو میں ہڑبڑا کر جاگ اٹھا۔

میں شاید خواب کی کیفیتوں سے دوچار تھا، میں نے نظر گھما کر نامی کو دیکھا جو حسب دستور اپنے مخصوص انداز میں ناگوں

علم الاعداد، علم دست شناسی، علم تحریر، علم قیافہ، علم نجوم، کردار شناسی نہ جادو ہیں نہ چھو منتر۔ اللہ تعالٰی نے ہر ذی روح کو دماغ نام کا کمپیوٹر عطا کیا ہے اس کمپیوٹر میں سوچنے سمجھنے اور محسوس کرنے کی صلاحیتیں بھر دی ہیں۔ ضرورت ہے کہ کسی علم کی طرف توجہ دی جائے صرف توجہ دینے ہی سے ہر گتھی کو دو اور دو چار کی طرح سلجھایا جا سکتا ہے۔ سیکڑوں ماہرین نے ہزاروں سال تجربات کئے اور پھر ایس صدیقی نے سب کے تجربات کو موجودہ صدی میں "دنیا کے چھ پراسرار علوم" کے نام سے یک جا کر دیا ہے۔ (پروفیسر عالم اقبال)

ڈاکٹروں کا کہنا ہے اگر انسان اپنی بیماری کو جان لے تو اس کا تدارک آسان ہو جاتا ہے اور بہت معمولی معمولی دواؤں سے وہ اپنا علاج خود کر سکتا ہے۔ عالی جناب ڈاکٹر بی۔ سی گپتا نے مجربہ دکھانے والی دو سو ہومیو پیتھک دوائیں اور ان کے استعمال کے طریقے "ہومیو پیتھک ڈاکٹر بنو" نامی کتاب قیمت بیس روپے میں درج کر دیئے ہیں۔ اس کتاب کی مدد سے غریب و نادار لوگ پیسہ بچا کر بھرپور فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ "کتاب والا" سے طلب کریں۔ (محمد انیس)

قرآن مجید کے پڑھنے میں ثواب اور سمجھ کر پڑھنے میں دس گنا ثواب ہوتا ہے۔ قرآن کو سمجھنے کے لئے آسان اور بامحاورہ اردو زبان میں کلام پاک کا ترجمہ **روشن چراغ** کا مطالعہ کیجئے اور خالق کائنات کے احکامات کو اپنی زبان میں سمجھ کر دین و دنیا کی برکتیں سمیٹ لیجئے۔ ہدیہ صرف چالیس روپے۔ منگانے کے لئے دس روپے کا پیشگی منی آرڈر کریں۔

پر سرد کے کیبن کے مشرقی کونے میں محوِ خواب تھا۔ میز پر رکھی ہوئی گھڑی رات کے ڈیڑھ کا اعلان کر رہی تھی۔ میں نے اعصاب پر طاری بوجھل جمود کو توڑنے کی خاطر طویل جماہی لی پھر دوبارہ بستر پر دراز ہونے کے ارادے سے قدرے جھکا تھا کہ کھٹ کھٹ کی آواز دوبارہ میری قوتِ سماعت سے ٹکرائی اور میں چونک کر سیدھا ہو گیا۔ وہ آواز خواب نہیں حقیقت تھی، کوئی میرے کیبن کے دروازے پر ہولے ہولے دستک دے رہا تھا۔

میرے ذہن میں ساودی کا خیال ابھرا، شاید وہ مجھے اپنی اصلیت کے بارے میں بحری عقاب کے اترنے سے پیشتر آگاہ کرنا چاہتی تھی۔ میں نے بہرحال خطرے کے امکان کو نظر انداز نہیں کیا۔ تکیے کے نیچے سے پستول نکال کر اس پر اپنی گرفت جمائی اور پنجوں کے بل چلتا ہوا دروازے کے قریب آ گیا۔ باہر موت کا بھیانک سناٹا طاری تھا۔ میں نے جلد بازی سے گریز کیا۔ دروازے سے کان لگائے باہر کی سن گن لیتا رہا لیکن جب تھوڑے وقفے کے بعد تیسری بار کھٹ کھٹ کی آواز عین میرے کان کے پردے پر ابھری تو میں پوری طرح چوکس ہو گیا۔

"کون ہے؟" میں نے آہستہ سے دستک دینے والے کو آواز دے کر مخاطب کیا۔

"دروازہ کھولو جلدی۔" باہر سے ایک گھبرائی ہوئی نسوانی آواز سنائی دی۔ وہ ساودی نہیں تھی البتہ بولنے والی نے انگریزی ہی میں میرے سوال کا جواب دیا تھا۔ لب و لہجے سے یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا تھا کہ اسے انگریزی پر خاصا عبور حاصل ہے۔

"تم... تمہارا نام کیا ہے اور اتنی رات گئے مجھ سے ملنے کا..."

"وقت مت ضائع کرو۔" دوسری جانب سے تیزی سے جواب ملا۔ "دروازہ کھولو ورنہ موت تمہارے تعاقب میں کسی کاہلی کا ثبوت نہیں دے گی۔"

ایک ثانیے کو میرے ذہن میں یہ خیال بڑی سرعت سے ابھرا کہ شامی کو بیدار کر دوں تاکہ وہ مجھے کسی فوری خطرے کی صورت میں مدد پہنچا سکے لیکن پھر نہ جانے کیوں میں نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔ آہستہ سے ہاتھ بڑھا کر دروازے کی چٹخنی کھولی پھر حیرت انگیز پھرتی سے اچھل کر ایک سمت ہو لیا مبادا کوئی سامنے سے کیا جانے والا پہلا ہی وار میری زندگی کا چراغ گل کر دیتا۔

دروازہ کھلتے ہی وہ تیزی سے اندر داخل ہوئی پھر اس نے برق رفتاری سے کیبن کو دوبارہ بولٹ کر دیا۔ میں نے اسے دیکھا، صورت و شکل کے اعتبار سے وہ مقامی ہی لگ رہی تھی۔ پستہ قد اور بھرے بھرے خدوخال کی مالک ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے جسم میں چستی اور پھرتی کوٹ کوٹ کر بھری تھی خاص طور پر اس کی آنکھوں کی چمک قابلِ دید تھی۔ یوں لگتا تھا جیسے کسی برقی نظام نے اس کے سیاہ جسم پر آنکھوں کے حلقوں کے درمیان دو بلب روشن کر دیے ہوں۔ ابھی میں اس کا تفصیلی جائزہ لینے میں منہمک تھا کہ وہ دروازہ بند کر کے تیزی سے میری جانب پلٹی، میرے ہاتھ میں پستول دیکھ کر ایک لمحے کو ششدر ہوئی پھر اس نے اپنا سیدھا ہاتھ میری طرف بڑھا کر مٹھی کھول دی۔ اس کی گداز ہتھیلی پر لکڑی سے ملتی جلتی کوئی مختصر سی شے نظر آ رہی تھی۔ قبل اس کے کہ میں کچھ دریافت کرتا وہ ٹھوس مگر مدھم آواز میں بولی۔

"اسے جلدی سے اٹھاؤ اور حلق کے نیچے اتار لو۔"

"یہ ہے کیا شے؟" میں نے اس کی بے پروائی کو مشکوک نظروں سے محسوس کرتے ہوئے سرد لہجے میں پوچھا۔ میرے پستول کا رخ اس کے سینے کی سمت تھا۔ ٹریگر پر انگلی کا ایک ہلکا سا دباؤ اس کی ساری پھرتی اور عیاری کو ایک پل میں دھواں کر سکتا تھا۔

"اسے مقامی زبان میں ٹونگا کہتے ہیں۔ تم اسے حیرت انگیز بوٹی بھی کہہ سکتے ہو۔" اس نے سنجیدگی سے مجھے باور کرانے کی کوشش کی۔ "اسے کھا لینے کے بعد قاتل سے قاتل زہر بھی تمہارا بال بیکا نہیں کر سکتا۔ کسی زمانے میں یونانی طبیب اس کا استعمال کرتے تھے لیکن اب یہ نایاب ہو چکی ہے۔"

"اور تم اسے مجھے کھلانا چاہتی ہو؟" میں نے اسے خطرناک نظروں سے گھورا۔

"جلدی کرو ورنہ بلو پائپ (BLOWPIPE) کے ذریعے پھینکی گئی زہریلی سوئیاں تمہارے وجود کو پلک جھپکنے میں نیست و نابود کر سکتی ہیں۔"

"بہت خوب۔" میں نے زہر خند سے کہا۔ "مکالا نے تمہیں میری موت کے لیے منتخب کر کے یقیناً اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے لیکن اس وقت تم میرے رحم و کرم پر ہو۔ سیدھی طرح اپنے آنے کا مقصد بتاؤ ورنہ مجھے تمہاری جوان موت پر کوئی افسوس نہ ہو گا۔"

"شاید مکالا کے ساتھی اپنی کمین گاہوں سے نکل کر تمہارے تعاقب میں چل پڑے ہیں۔ میں ان کے ناپاک قدموں کی آہٹ سن رہی ہوں۔" اس نے چونکتے ہوئے کہا پھر اچانک فرش پر لیٹ کر کمرے کے تختوں سے کان لگا کر کچھ سننے لگی۔ بظاہر وہ بے حد سنجیدہ نظر آ رہی تھی لیکن میرا خیال تھا کہ وہ مجھ پر حملہ آور ہونے کی خاطر بہانے

تلاش کر رہی ہے۔" میں نے ایک قدم پیچھے ہٹ کر خود کو اس کی پہنچ سے دور کر لیا، پستول پر میری گرفت اور مضبوط ہو گئی پھر میں نے اسے للکارتے ہوئے کہا۔

"پھرتیلی ناگن سا اپنا یہ ناٹک ختم کر دو، میں تمھاری اصلیت اور آتنی رات گئے اپنے کیبن میں آنے کا مقصد جان چکا ہوں۔"

وہ بدستور آدھے منٹ تک زمین پر اوندھی لیٹی رہی پھر اٹھ کر کھڑی ہو گئی، ہتھیلی پر رکھی ہوئی بوٹی جسے اس نے 'ترنگا' کا نام دیا تھا ایک بار پھر میری طرف بڑھاتے ہوئے بولا۔

"جتنی جلدی ممکن ہو اسے حلق سے نیچے اتار لو اور میرے ساتھ اس آدھے جہاز سے نیچے چلو، ہمارے لیے مناسب ہو گا کہ اپنے دشمنوں کو جہاز پر آنے سے پہلے ہی موت کی ابدی نیند سلا دیں تاکہ تم پر اور تمھارے ساتھیوں پر کوئی الزام نہ آ سکے۔" اس بار اس پراسرار لڑکی کا لہجہ تحکمانہ تھا، میں نے پلٹ کر کوئی سخت جواب دینا چاہا لیکن اس کی آنکھوں کی چمک یکلخت تیز ہو گئی، وہ پلکیں جھپکائے بغیر میری آنکھوں میں جھانکتی رہی۔ مجھے یوں محسوس ہوا جیسے میری تمام قوتِ مدافعت جواب دے گئی ہو، میں پوری طرح اس کی نگاہوں کے سحر میں ڈوبتا چلا گیا۔

شاید وہ عمل تنویم میں ماہر تھی، میں نے اپنی آنکھوں کو اس کی آنکھوں کی تپش سے بچانا چاہا مگر بچا نہ سکا، ان آنکھوں میں بلا کی کشش تھی میں تسخیر ہو گیا پھر کسی سعادت مند معمول کی طرح اس کی ہتھیلی پر رکھی ہوئی بوٹی اٹھائی اور اسے حلق کے نیچے اتار لیا، ترنگا کی تیزی میرے وجود میں پگھلے ہوئے سیسے کی مانند اترتی چلی گئی، مجھے اپنا دماغ چکراتا محسوس ہوا۔ میرے سوچنے سمجھنے کی قوت جیسے سلب کر لی گئی تھی پھر لڑکی کی پلکوں کو جنبش ہوئی، اس کے گداز ہونٹ متحرک ہوئے، مجھے گھورتے ہوئے بولی۔

"تم نے جینی کی بات مان کر خود کو نادیدہ خطرات سے بڑی حد تک محفوظ کر لیا ہے۔"

"تمھارا تعلق کس گروہ سے ہے۔ تم میری خاطر ملالا کی دشمنی کیوں مول لے رہی ہو؟" میں نے جینی کے سحر سے آزاد ہوتے ہوئے پوچھا۔

"یہ وقت تفصیلی باتوں کا نہیں، میرے ساتھ آؤ، ابھی ہمیں اپنے دشمنوں کو ٹھکانے لگانا ہے۔" ڈیڑھ بجے رات کو تاریکی میں ایک اجنبی لڑکی کے ساتھ جہاز سے نیچے قدم رکھنا ہر چند کہ عقل مندی کے منافی تھا لیکن میں اس وقت بھی کسی غیبی قوت کے زیرِ اثر تھا جو مجھے جینی کے مشورے پر عمل کرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

کیبن کے دروازے کو آہستہ سے کھول کر ہم باہر آ گئے، کھلے عرشے پر اورو دیوتا کا طویل القامت اور بے ہنگم بت اس وقت کچھ زیادہ ہی پراسرار اور ہولناک نظر آ رہا تھا، جزیرے پر ہر سمت تاریکی پھیلی ہوئی تھی ساحل سے ٹکرانے والی موجوں کا شور اس تاریکی کو خوفناک صوتی اثرات دے رہا تھا۔

جینی کا وجود بھی اس وقت میرے لیے کسی خطرناک چھلاوے سے کم نہیں تھا، وہ تاریکی کے باوجود نہایت پھرتی اور تیزی کا مظاہرہ کر رہی تھی سیڑھیاں اترنے کے بعد ہم نے سخت ریت پر قدم رکھا تو مجھے پھریری آ گئیں۔

"کیا تمھیں یقین ہے کہ اس وقت....."

"کوئی آواز مت نکالو۔ چپ چاپ میرے ساتھ قدم بڑھاتے رہو۔" جینی نے سرگوشی کی پھر مجھے کھینچتی ہوئی جہاز کے بائیں جانب ایک ایسے مقام پر لے آئی جہاں ریت کا اچھا خاصا ذخیرہ جمع ہو گیا تھا۔ ہم اس محفوظ مقام پر بیٹھ کر جہاز پر چڑھنے اترنے والوں کو بآسانی دیکھ سکتے تھے۔

"سنو۔" جینی نے ریت کے ٹیلے سے ٹیک لگاتے ہوئے مجھے نہایت مدھم آواز میں مخاطب کیا۔ "کیا تم نے کبھی بلو پائپ کے ذریعے سوئیوں کا استعمال کیا ہے؟"

"نہیں۔" میں تھوک نگلتے ہوئے بولا۔

"پھر تم خاموش بیٹھے میری طرف پوری توجہ سے دیکھتے رہنا۔ تجربہ انسان کو سب کچھ سیکھنے پر مجبور کر دیتا ہے۔" وہ بڑے اعتماد سے بولی۔

"دشمنوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد تمھارا کیا انجام ہو گا؟ کیا وہ تم پر شبہ نہیں کریں گے؟"

"جینی ان کے لیے مر چکی ہے اس لیے شش....."

میری بات کا جواب دیتے دیتے اچانک اس نے مجھے خاموش رہنے کی تاکید کی پھر ریت میں اور زیادہ دبک کر بیٹھ گئی، اس کی توجہ بستی سے جہاز کی سمت آنے والے راستے پر مرکوز تھی۔ میں بھی اس کی تقلید میں آنکھیں پھاڑنے لگا۔ کچھ دیر تک مجھے کوئی خاص بات نظر نہیں آئی لیکن اس کے بعد وہ تین انسانی سائے مجھے بھی دکھائی دینے لگے جو آگے پیچھے قدم اٹھاتے ہمارے جہاز کی جانب تیزی سے بڑھ رہے تھے، میں ان کی شکلیں دیکھنے سے قاصر تھا مگر اتنا ضرور سمجھ سکتا تھا کہ اتنی رات گئے وہ ہمارے لیے کوئی خیر سگالی کا پیغام لے کر نہیں آ رہے تھے، ان کے ارادے یقیناً خطرناک تھے لیکن۔

جینی کون تھی ؟

اسے مکالا اور اس کے ساتھیوں کے خطرناک ارادوں کا علم کس طرح ہو گیا؟

میرے ذہن میں جینی سے متعلق متعدد خیالات جنم لے رہے تھے۔ میں نے پلٹ کر اس کی سمت دیکھی تو چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ اپنے ہونٹوں کے درمیان اس نے ایک قلم جیسا پائپ دبا رکھا تھا۔ اس کی عقابی آنکھیں بحری عقاب کی جانب بڑھتے ہوئے دشمنوں پر مرکوز تھیں۔ غالباً وہ بلو پائپ تھا جسے اس نے اپنے کپڑوں میں کہیں چھپا رکھا تھا۔

اس کی کیفیت اس وقت کسی ایسے خطرناک چیتے جیسی تھی جو اپنے شکار کے لیے گھات لگائے بیٹھا ہو۔ میں نے جینی کو مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا اور ان متحرک سایوں کو دیکھنے لگا جو ہر لمحہ جہاز کی سیڑھیوں سے قریب تر ہوتے جا رہے تھے اور پھر۔ اچانک ان میں سے ایک لڑکھڑاتا ہوا زمین بوس ہو گیا۔ دوسرے کا انجام بھی وہی ہوا۔ تیسرے نے پلٹ کر بھاگنے کی کوشش کی لیکن میں نے جینی کی تیسری پھونک کی آواز سنی اور اس کے ساتھ ہی وہ آخری دشمن بھی کراہتا ہوا ڈھیر ہو گیا۔ پہلے دو دشمن منہ سے کوئی آواز نکالے بغیر ہی ختم ہو گئے تھے۔

میرے جسم میں خوف کی ایک سرد لہر دوڑ گئی لیکن جینی بے حد مطمئن نظر آ رہی تھی۔ بلو پائپ اور بچی ہوئی سوئیوں کو کپڑے میں لپیٹ کر میری طرف بڑھاتے ہوئے بولی۔

”اسے سنبھال کر احتیاط سے اپنے پاس رکھنا۔ وحشی اور جنگلیوں کے خلاف ریوالور اور پستول کے مقابلے میں یہ حربہ تمہارے لیے زیادہ کارآمد ثابت ہو گا۔“

”کیا مکالا کو اپنے آدمیوں کی اطلاع نہیں ہو گی؟“

”ہو گی۔ لیکن اس وقت جب وہ صبح بیدار ہو کر اپنی کامیابی کا انجام دیکھنے کے لیے تمہاری طرف آئے گا۔“

”گویا اب ہمارے اور مکالا کے درمیان باقاعدہ ٹھن جائے گی۔“

”ضروری نہیں ہے۔“ جینی نے بے پروائی سے جواب دیا پھر مسکرا کر بولی ”تم لوگ سمندر اور ہواؤں کے دیوتا ہو اور اسی حیثیت میں مکالا کو اپنی لامحدود قوتوں کا یقین دلا کر خوف زدہ بھی کر سکتے ہو۔“

”میرے لیے اب کیا حکم ہے؟“

”اپنے کیبن میں جا کر آرام سے سو جاؤ۔ سورج نکلنے سے پیشتر تم اور تمہارے ساتھی بالکل محفوظ رہیں گے۔“

”جینی۔“ میں نے کچھ توقف کے بعد دبی زبان میں کہا۔ ”تم نے ڈونگا والی بوٹی کے بارے میں جو بات کہی ہے وہ سچ ہے؟“ جواب میں جو کچھ ہوا وہ میری توقعات کے خلاف ہی تھا۔

جینی نے بلو پائپ نکال کر اس میں ایک زہریلی سوئی رکھی پھر اسے ہونٹوں کے درمیان دبا لیا۔ میرا خیال تھا وہ مجھے اس کے استعمال کا طریقہ سکھا رہی ہے لیکن دوسرے ہی لمحے میری آنکھوں کے نیچے اندھیرا پھیل گیا۔ جینی کے منہ سے خارج ہونے والی پھونک کے ساتھ ہی مجھے کوئی باریک سی شے اپنے بائیں بازو میں اترتی محسوس ہوئی۔ ایک لمحہ کو مجھے ایسا لگا جیسے میرے تن بدن میں آگ لگ گئی ہو۔ دوسرے لمحے مجھے اپنے حلق میں کانٹے پڑتے محسوس ہوئے اور تیسرے ہی لمحے میں اپنا توازن کھو بیٹھا۔ آخری بات جو میرے ڈوبتے ذہن میں محفوظ رہی وہ چکر دار ریت کے ٹیلے پر گرنا تھی۔

اس کے بعد چاروں طرف گھپ اندھیرا طاری ہو گیا۔

*

صبح میری آنکھ کھلی تو میں اپنے کیبن میں بستر پر موجود تھا۔ گزشتہ رات کی پراسرار باتیں میرے ذہن میں ابھریں تو بوکھلا کر بستر سے نیچے آ گیا۔ ٹامی کو دروازے کے قریب سوتا دیکھ کر مجھے اطمینان ہوا کہ کیبن کا دروازہ بدستور بند ہے۔ ٹامی کا روزمرہ کا معمول تھا کہ صبح اٹھتے ہی وہ دروازے کے اطراف چکر لگاتا رہتا اور جب تک میں دروازہ نہ کھولوں وہ اس کے قریب سے نہیں ہٹتا تھا۔

ٹامی کی ضروریات کا خیال کر کے میں دروازہ کھولنے کے ارادے سے آگے بڑھا تو میرے ذہن کو پھر دھچکہ لگا۔ رات آخری بار میں ریت کے ٹیلے پر تیورا کر گرا تھا۔ جینی نے بلو پائپ سے جو زہریلی سوئی پھینکی تھی وہ میرے بازو میں چبھی تھی اور پھر بے اختیار میری نظریں اپنے بائیں بازو پر پڑیں تو میں اچھل پڑا۔

ٹھیک اسی جگہ جہاں رات جینی نے مجھے بلو پائپ کا شکار کرنے کی کوشش کی تھی سوئی لگنے کا ایک چھوٹا سا سرخ مگر بے حد واضح نشان موجود تھا۔ گویا میں جسے خواب سمجھ رہا تھا وہ حقیقت تھی۔ میں جلدی سے پلٹ کر اپنے بستر کے قریب آ گیا۔ تکیہ اٹھا کر دیکھا تو دل کی دھڑکنیں اور تیز ہو گئیں۔ پستول کے ساتھ ہی مختصر تھیلی نما کپڑے میں بلو پائپ اور وہ سوئیاں موجود تھیں جن کے ذریعے ہمارے تین دشمنوں کو کمال ہوشیاری سے موت کے گھاٹ اتار دیا گیا تھا۔

آہستہ آہستہ میرے ذہن کی الجھی گرہیں کھلنے لگیں۔ جینی نے مجھے ڈونگا نامی ایک بوٹی کھلائی تھی اس کے بعد جب ہمارے دشمن موت کی نیند سو گئے تو میں نے جینی سے اس حیرت انگیز بوٹی کے سلسلے میں استفسار کیا اور جینی نے اس بات کا عملی مظاہرہ کر دکھایا کہ ڈونگا کھا لینے کے بعد زہر کا اثر کام نہیں

کر پاتا۔ اس کے بعد غالباً وہی مجھے کیبن تک لائی اور بستر پہ لٹا کر واپس چلی گئی لیکن ایک سوال میرے ذہن کو بدستور الجھا رہا تھا۔ کیبن کے دروازے کو اندر سے کس طرح بند کیا گیا ؟

میں خاصی دیر تک جینی کے پراسرار وجود کے بارے میں غور کرتا رہا، ٹامی بار بار میری طرف ملتجی نظروں سے دیکھ رہا تھا، بالآخر مجھے اس پہ ترس آگیا، میں نے دروازے کے بولٹ کھولے تو وہ خوشی سے اچھلتا تیزی سے باہر نکل گیا،

ٹامی کے جانے کے بعد میں بھی جلدی جلدی روزمرہ کے معمول سے فارغ ہوا اور لباس تبدیل کر کے باہر آگیا جہاں جیکب اور کیلاش فولڈنگ چیئر پہ بیٹھے خاصے خوشگوار موڈ میں گفتگو کر رہے تھے، میں جینی کے خیال سے الجھتا ہوا ان کے قریب گیا تو کیلاش نے میرے چہرے کی جانب بغور دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پوچھا۔

"کیا بات ہے جمال! تمہارے چہرے سے تھکن ظاہر ہو رہی ہے کیا رات آرام کی نیند نہیں سو سکے ؟"

"ہاں! رات مچھروں نے کچھ زیادہ ہی پریشان کیا۔"

"میری طرح چادر سر سے پاؤں تک تان کر سویا کرو۔" جیکب نے بڑے اچھے موڈ میں کہا۔

"سمورا کی طبیعت اب کیسی ہے ؟" میں نے گفتگو کا رخ بدلتے ہوئے کیلاش سے دریافت کیا۔

"اس کی حالت حیرت انگیز طور پہ کل کے مقابلے میں آج زیادہ بہتر نظر آ رہی ہے۔"

"کیلاش کا خیال ہے کہ سمورا اور ساوری اپنے اس بے ہنگم اور منحوس لکڑی کے بت کو لے کر کل تک بڑی عقاب سے دفعان ہونے کے قابل ہو جائیں گے۔" جیکب اور کے بُت کو نفرت سے گھورتے ہوئے بولا۔

"کیوں کیلاش ؟" میں نے تعجب کا اظہار کیا۔ "کیا تم سمورا کو اتنی جلدی رخصت کر دو گے ؟"

"میں اسی نکتے پر غور کر رہا ہوں۔"

"کیا مطلب ؟" جیکب جسے کیلاش کے پلان کا مطلق کوئی علم نہیں تھا، چونکتے ہوئے بولا۔ "کیا تم لوگوں کا ارادہ ہے کہ ان مصیبتوں کو ابھی کچھ دن اور بطورِ مہمان رکھا جائے ؟"

"سمورا کی حالت تو بظاہر تمام خطروں سے باہر ہے لیکن۔"

"لیکن کیا ؟" جیکب نے اسے وضاحت طلب نظروں سے گھورا۔

"تم چونکہ بنیادی طور پہ اور پیدائشی اعتبار سے بھی محض پادری واقع ہوئے ہو اس لیے ساوری کو جو مرض لاحق ہے اس کا اندازہ نہیں لگا سکتے۔" کیلاش نے بے حد سنجیدگی سے جواب دیا۔ "سمورا اسے اپنی زندگی سے زیادہ عزیز رکھتا ہے، بڑی عقاب سے جانے کے بعد اگر ساوری اپنے مرض کا شکار ہو گئی تو اس کی ذمے داری بھی ہمارے اوپر عائد کی جائے گی، اس طرح ہمارے اور وحشیوں کے درمیان جو تعلقات اب تک استوار ہوئے ہیں وہ دشمنی میں بدل جائیں گے۔"

"کیا واقعی ساوری کسی خطرناک مرض سے دوچار ہے ؟" میں نے حیرت سے پوچھا تو کیلاش بڑی صفائی سے آنکھ مارتا ہوا ایک سرد آہ بھر کر بولا۔

"ہاں جمال۔ ساوری کو سینے کا کینسر ہے۔"

"کینسر ؟" جیکب بڑبڑانے لگا۔ "تو گویا اب تم اس کے سینے کے کینسر کا علاج کرو گے، تمہیں ربِ عظیم کا واسطہ اپنے اس خطرناک ارادے سے باز آجاؤ، میں مانتا ہوں کہ تم ایک نہایت قابل اور تجربہ کار سرجن ہو لیکن اس ویرانے میں کینسر جیسے موذی مرض کا علاج میرے خیال سے ناممکن ہی ہے۔ ہمارے پاس ماڈرن سرجری کے وہ آلات اور ضروری ادویات بھی نہیں جو کسی دم توڑتے مریض کی زندگی بحال کرنے میں کام آتی ہیں۔"

"تمہارا خیال کسی حد تک درست ہے لیکن بحیثیت سرجن میں خطرناک مرض کو نظر انداز بھی نہیں کر سکتا۔"

"میں نے کینسر کے مرض میں مبتلا نوے فی صد مریضوں کو صرف مرتے ہی سنا ہے پھر تم یہ خطرہ بلاوجہ کیوں مول لینا چاہتے ہو ؟"

"اس لیے کہ میں نے ساوری کے کینسر کی نوعیت کا اندازہ لگا لیا ہے۔"

"کیا اندازہ ہے تمہارا ؟" جیکب نے جھلاتے ہوئے سوال کیا۔

"تم پادری ہو جیکب۔ ہاں میرے دوست اگر تم بھی میرا ساتھ دو تو ساوری کی بیماری کی پیچیدگیاں ختم ہو سکتی ہیں۔"

"میں۔ میں بھلا کیا کر سکتا ہوں ؟"

"وحشیوں کے درمیان دمکتا ہوا وہ جنگلی پھول اپنے سینے کی گہرائیوں میں تمہارے جیسے سنگدل بھول کے کانٹے کی چبھن کا زخم چھپائے ہوئے ہے، ساوری کو تمہارے پیار کا کینسر ہے اور تم اگر چاہو تو......"

"میں اس کے کینسر کے ساتھ ساتھ تمہاری تشخیص پر بھی ہزار بار لعنت بھیجتا ہوں۔" جیکب غراتے ہوئے کیلاش کو گھورتے ہوئے بولا۔ "تم اس قابل ہی نہیں ہو کہ تمہارے وعدوں یا گفتگو پہ بھروسہ کیا جائے، ابھی صبح ہی صبح تم نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ لغویت کی باتوں سے گریز کرو گے لیکن جمال کے آتے ہی تم نے پھر وہی بے ہودگی شروع کر دی۔"

"صرف اس لیے کہ جمال نے مجھے اشارہ کیا تھا کہ تمہیں چھیڑا جائے۔" کیلاش نے ڈھٹائی سے جواب دیا۔ "ورنہ جمال کے آنے

سے پیشتر میں بالکل خرافات کے موڈ میں تھا۔"

"میں نے کتے کی دم کے بارے میں بھی یہی سنا ہے کہ بارہ سال بعد بھی اگر نلکی سے نکال جائے تو ٹیڑھی ہی ملے گی۔" جیکب تلملا کر بولا۔

"یہ تمہارا اور رجال کا ذاتی معاملہ ہے اس لیے میں اس ضرب المثل کے سلسلے میں اپنا کوئی خیال نہیں ظاہر کروں گا۔"

"میں تم سے مخاطب ہوں۔"

"پھر بھی میں مجبور ہوں فادر جیکب اس لیے کہ میں جانوروں کا نہیں انسانوں کا ڈاکٹر ہوں۔" کیلاش نے برجستہ کہا۔

"تم محض جانور کہے جا سکتے ہو۔ انسانوں یا ڈاکٹروں سے تمہارا تعلق بے حد عارضی ہے۔"

"تو کیا تمہارا تعلق بھی ٹامی کی نسل سے ہے۔" اس بار کیلاش چونکتے ہوئے اتنی سنجیدگی سے بولا کہ خود جیکب بھی زیر لب مسکرا دیا لیکن یہ ہنسی زیادہ دیر برقرار نہ رہ سکی اس لیے کہ ٹامی بھونکتا ہوا سیڑھیوں کے ذریعے عرشے پر واپس آ رہا تھا۔

میں نے ٹامی کو خاموش کرایا پھر ریلنگ کے قریب جا کر دیکھا تو مکالا اور اس کے چار مصنوعی چہرے والے ساتھی تیز تیز قدم اٹھاتے چلے آ رہے تھے۔ مکالا کے تیور کچھ زیادہ اچھے نظر نہیں آئے۔ ٹامی نے بھونکنا بند کر دیا البتہ بار بار اچھل اچھل کر مختلف زاویوں سے مکالا اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ رہا تھا۔

میرے ذہن میں رات والے پراسرار حادثے کی یاد تازہ ہو گئی۔ ٹامی کے سر پر ہاتھ سے تھپکی دیتا ہوا میں واپس پلٹ کر کیلاش اور جیکب کے درمیان خالی کرسی پر بیٹھ گیا۔

ٹامی کے بھونکنے کی آواز سن کر ساودی بھی اپنے کیبن سے باہر نکل آئی لیکن غالباً مکالا اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر وہ سمورا کو ان کی آمد سے باخبر کرنے واپس لوٹ گئی تھی۔ جیکب کی پشت چونکہ ساحل کی جانب تھی اس لیے وہ ٹامی کے بھونکنے کا سبب مجھ سے پوچھ رہا تھا مگر قبل اس کے کہ میں سوال کا جواب دیتا مکالا اور اس کے ساتھی سیڑھیاں پھلانگتے عرشے پر آ گئے۔

کیلاش چونکہ سیڑھیوں کے عین سامنے بیٹھا تھا اس لیے پہلے اسی نے حسب معمول دیوتاؤں جیسے بھاری بھرکم لہجے میں مکالا کو مخاطب کیا۔ "صبح بخیر مکالا۔"

"صبح بخیر۔" مکالا نے باری باری سب کے چہروں پر مشکوک نظر ڈالتے ہوئے خشک اور تیکھے انداز میں جواب دیا۔

"تم پر اور تمہارے ساتھیوں پر دیوتا اوروکی رحمتیں نازل ہوں لیکن میرا اندازہ اگر غلط نہیں تو تم اور تمہارے دوست اس وقت کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں۔" کیلاش نے مکالا کے تیور محسوس کرتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔ "کیا میں تمہاری الجھن کا سبب دریافت کر سکتا ہوں؟"

"اگر تم دیوتا ہو تو اپنی لامحدود اور لازوال قوتوں سے معلوم کر لو، ہم سے کیوں پوچھ رہے ہو۔" مکالا زہر خند سے بولا۔ اس کے جواب میں تلخی اور گہرا طنز تھی۔

"ہم سب کچھ جانتے ہیں مکالا۔" کیلاش نے یک لخت ناخوشگوار لہجہ اختیار کر لیا، تیوری پر بل لاتے ہوئے خشک آواز میں کہا۔ "رات کی تاریکی میں جو گناہ پروان چڑھتے ہیں وہ بھی ہماری نگاہوں سے اوجھل نہیں رہتے اور سورج دیوتا کی روشنی میں چہروں پر جو سادگی اور معصومیت نظر آتی ہے ہماری نگاہیں ان کے اندر تک دیکھنے کی طاقت رکھتی ہیں ہم دلوں کی دھڑکنوں کے اسباب بھی جانتے ہیں اور یہ بھی علم رکھتے ہیں کہ کب کون سا لمحہ کس قسم کی کروٹ لینے والا ہے لیکن چھوٹی چھوٹی باتوں پر پیشانی پر آڑی ترچھی سلوٹیں نمودار ہو جاتی ہیں، یہ دیوتاؤں کی نہیں انسانوں کی شناخت ہوتی ہے۔"

"گویا تم جانتے ہو کہ ہم اس وقت کس مقصد سے آئے ہیں؟" مکالا نے اپنا نچلا ہونٹ چباتے ہوئے جواب دیا۔ کیلاش نے اسے جیمز اور رفٹ یا تھی کجونزوں کے انداز میں مرعوب کرنے کی کوشش کی تھی مگر مکالا کو غالباً اپنے وہ تین ساتھی یاد آ رہے تھے جو گزشتہ رات پراسرار جینی کی حکمت عملی سے موت کی ابدی نیند سو گئے تھے۔

"ہاں۔" میں نے کیلاش کی مشکل آسان کرنے کی خاطر مخصوص آواز میں جواب دیا۔ "ہم جانتے ہیں کہ تم اس وقت خلاف توقع اس قدر عجلت میں سردار سمورا سے کیوں ملاقات کرنا چاہتے ہو۔ تمہارا کچھ کھو گیا ہے تم اس کی تلاش میں بھٹک رہے ہو۔"

"بوڑھے منامانے بھی یہی جواب دیا ہے لیکن اس کے آگے وہ بھی کچھ نہیں بتا سکا۔"

"اس کے آگے کیا ہے یہ تم نہیں جان سکتے۔" میں سپاٹ لہجے میں بولا۔

"لیکن ہم جاننا چاہتے ہیں کہ یہ سب کیوں اور کیسے ہو گیا؟" مکالا کے مصنوعی چہرے والے ساتھیوں میں سے ایک نے اپنا جملہ مکمل کرتے ہوئے آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر ٹامی اچانک گرج دار آواز میں بھونکا اور وہ اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ اسی وقت سمورا اپنے کیبن سے نمودار ہوا، ساودی اس کے ساتھ تھی مکالا کے ساتھی سردار کی تعظیم میں قدرے جھکے پھر سیدھے

itsurdu.blogspot.com

ہو گئے لیکن مکالا بدستور گردن اونچی کیے اور سینہ تانے کھڑا رہا۔ سمورا کی تجربہ کار اور دور بین نظریں کچھ دیر مکالا کے تیور بھانپتی رہیں پھر اس نے آہستہ سے سوال کیا۔

"کیا قبیلے پر پھر سیاہ آندھی کے بادل منڈلائے ہیں؟"

"ہاں۔" مکالا ہونٹ کاٹتے ہوئے بولا۔ "ہمارے خاص ٹولے میں سے تین افراد گم ہو گئے ہیں۔"

"کیا؟ یہ کیسے ممکن ہے۔" سمورا نے حیرت سے پوچھا۔ "آج سے پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا۔"

"میں بھی تمہیں یہی اطلاع دینے آیا ہوں سردار کہ بارہ سال بعد ہمارے درمیان پھر افراتفری پھیل رہی ہے۔"

"کون تھے وہ؟"

"میرے بہترین دوست، کیمورا کا اور بنگا۔" مکالا نے ہماری جانب ایک سرسری نظر ڈالتے ہوئے جواب دیا۔ "آدھی رات گئے تک وہ میرے ساتھ تھے لیکن اب میں نے جزیرے کا کونا کونا چھان مارا، ان کا کوئی پتہ یا سراغ نہیں ملا۔"

"اور ڈونگے؟" سمورا یک لخت چونکتے ہوئے دریافت کیا۔

"اپنی جگہ موجود ہیں۔"

"پھر۔ تینوں کہاں گئے؟ مناما کا کیا کہنا ہے؟"

"وہ ابھی تک چکنی ریت پر بیٹھا الٹی سیدھی لکیریں کھینچ رہا ہے۔" مکالا بجھتی آواز میں بولا۔ "البتہ اس نے دبی زبان میں یہ بھی کہا ہے کہ ہم نے چونکہ اپنی رسموں سے منہ پھیر لیا ہے اس لیے اورو کا عتاب ہم پر ضرور نازل ہو گا۔"

سمورا نے کوئی جواب نہیں دیا، ہاتھ مل کر رہ گیا۔ میں دیکھ رہا تھا کہ وہ مکالا کے آخری جملے کے بعد کسی گہری سوچ میں غرق ہو گیا۔ مناما کے حوالے سے جس رسم کا ذکر کیا گیا تھا وہ ہمارے علم میں تھی لیکن یہ بھی سمجھ رہا تھا کہ مکالا اس وقت نہایت عیاری اور مکاری سے اپنے جرم اور قاتلانہ اقدام کو جزیرے پر ہماری آمد اور دیوتا اورو کی ناراضگی سے منسلک کرنے کی کوشش کر رہا ہے۔ بہرحال مجھے اس وقت نئی معلومات حاصل کر کے بے حد خوشی ہوئی۔ سمورا نے یقیناً دانائی اور جلد بازی میں ڈونگے کے بارے میں دریافت کیا تھا اور مجھے یوں محسوس ہوا جیسے اورو فینا سے فرار کا ایک راستہ اچانک مجھے نظر آ گیا ہو۔

ڈونگا لغوی اعتبار سے چھوٹی کشتیوں کو کہتے ہیں مگر ہمارے لیے یہ بھی کیا کم تھا۔ ڈوبنے والوں کے لیے تنکے کا سہارا بھی بہت ہوتا ہے۔ میں پوری توجہ اور انہماک سے سمورا کے چہرے کے تاثرات کا مطالعہ کرتا رہا۔ مجھے اس بات پر بھی حیرت ہوئی کہ مکالا کے تینوں ساتھی جنہیں اس نے کیمورا کا اور بنگا کے نام سے یاد کیا تھا کہاں غائب ہو گئے۔ اس کی باتوں سے یہ ظاہر ہو رہا تھا جیسے وہ تینوں اچانک اور پراسرار طور پر غائب ہو گئے ہوں جب کہ میں نے گزشتہ رات خود اپنی نگاہوں سے ان تینوں کو باری باری جینی کے ہاتھوں موت کے گھاٹ جہنم رسید ہوتے دیکھا تھا۔

دو ہی صورتیں ممکن تھیں، یا تو مکالا نے اپنی سازش کو ناکام ہوتا دیکھ کر ان تینوں کو سمندر کی سرکش موجوں کے حوالے کر دیا ہو گا یا پھر جینی نے راتوں رات انھیں کہیں اور ٹھکانے لگا دیا۔ تین افراد گم ہو جانے کے حوالے پر کیلاش بھی چونکا تھا البتہ جیکب بدستور اپنی نشست پر بیٹھا یوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے کبھی مکالا اور سمورا اور کبھی مجھے اور کیلاش کو دیکھ رہا تھا جیسے وہ ابھی تک معاملے کی نزاکت کو محسوس کرنے کی کوشش کر رہا ہو۔

"کیا تمہیں یقین ہے کہ وہ تینوں جزیرے پر موجود نہیں ہیں؟" سمورا نے کچھ توقف کے بعد گہری سنجیدگی سے سوال کیا۔

"تمہارا کیا خیال ہے سردار۔ کیا مکالا دروغ گوئی سے کام لے رہا ہے؟"

"میرا یہ مطلب نہیں تھا لیکن......"

"مجھے اپنی بیوی کی نہیں اُس کے پرس کی تلاش ہے"

کتبہ

"یہاں میری بے چاری بیوی ابدی نیند سو رہی ہے۔ نہ اس کے نیچے بستر ہے نہ اوپر کمبل، مگر خدا کا شکر ہے کہ وہ کسی کمبل کی طرح بے جان ہو چکی ہے۔"

"ہمیں دیوتا اور و کو خوش اور راضی کرنے کے لیے کچھ قربانیاں دینا ہوں گی ورنہ ہم سب خطرناک اور ہولناک عتاب کا شکار ہو جائیں گے۔" مکالا نے سمودا کو اکسانے کی کوشش کی اور پھر ہمیں حقارت بھری نظروں سے گھورنے لگا۔

سمودا اس بار بھی ہونٹ کاٹ کر رہ گیا، اسے فوری طور پر کوئی آخری فیصلہ کرنے میں ہچکچاہٹ محسوس ہو رہی تھی۔ ساوری کی نظریں بدستور مکالا کے چہرے پر مرکوز تھیں، ان نظروں میں مکالا کے لیے نفرت اور حقارت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور تب میں خاموش نہ رہ سکا۔ سمودا کی الجھن کو دور کرنے کی خاطر ضروری تھا کہ میں دیوتا کے ڈھونگ کی آڑ لے کر اشاروں کنایوں میں مکالا کو یہ باور کرانے کی کوشش کرتا کہ ہماری قوتیں لامحدود ہیں اور ہم اس کی ناپاک سازش اور خطرناک چال سے آگاہ ہو چکے ہیں یوں ایک تیر سے دو شکار ہو سکتے تھے۔ مکالا نہ صرف یہ کہ ہماری دیوتاؤں والی حیثیت کو تسلیم کر کے خوف زدہ ہو جاتا بلکہ آئندہ کے لیے ہمارے خلاف کسی خطرناک اقدام سے بھی گریز کرتا۔ لہٰذا میں نے اٹھتے ہوئے کہا۔

"سردار سمودا۔ ہم دیکھ رہے ہیں کہ تم اس وقت کسی اندرونی الجھن کا شکار ہو، کیا ہم دیوتا کی حیثیت سے تمہاری کسی مشکل کو آسان کر سکتے ہیں؟"

"مکالا کے بیان کے مطابق ہمارے خصوصی ٹولے کے تین افراد کل رات اچانک غائب ہو گئے ہیں اور یہ ہمارے لیے کوئی اچھا شگون نہیں۔" سمودا نے دبی زبان میں کہا۔ "ایسا ہمیشہ اسی وقت ہوتا ہے جب اور و دیوتا ہم سے ناراض ہو۔"

"تم پریشان مت ہو۔ ہم سمندر اور ہواؤں کے دیوتا بخوبی جانتے ہیں کہ دیوتا اور و تم سے ناراض نہیں ہے۔" میں نے سپاٹ لہجے میں جواب دیا۔

"پھر۔ ہمارے تینوں ساتھی کیا ہوئے؟" مکالا نے تنک کر پوچھا، شاید اسے میری مداخلت ناگوار گزری تھی۔ میں نے مسکراتے ہوئے معنی خیز نگاہوں سے مکالا کو گھورا پھر یک لخت خود پر گہری سنجیدگی طاری کرتے ہوئے بولا۔

"بڑی مچھلی ہمیشہ چھوٹی مچھلی کو ہڑپ کر جاتی ہے۔ آسمانوں پر جو فیصلے لکھے جا چکے ہیں وہ ہر حال اور ہر صورت میں پورے ہوتے ہیں۔ کل رات ایک جنگارو کی بے چین روح میرے پاس آئی، اس نے یہی کہا تھا کہ جزیرہ اور و فینا پر کل کی رات بھاری تھی۔ مجھے یہ بھی بتایا گیا کہ تین انسانی چہرے پر اسرار طور پر غائب ہو جائیں گے۔"

"جنگارو کی روح۔" مکالا چونکا پھر خود کو سنبھالتے ہوئے بولا۔ "تم جنگارو کے بارے میں کیا جانتے ہو؟"

"مکالا۔" اچانک میرا لہجہ غضب ناک ہو گیا۔ میں نے اسے خون خوار نگاہوں سے گھورتے ہوئے کرخت لہجے میں مخاطب کیا۔ "تم گستاخ ہوتے جا رہے ہو، شاید تم نے ابھی تک ہمیں دیوتاؤں کی حیثیت سے تسلیم نہیں کیا۔ بولو۔ کیا تم جاننا چاہو گے کہ جیموزا کا اور جنگا کل رات گھپ اندھیرے میں کس مقصد سے اپنے گھروں سے باہر نکلے تھے اور ان کا انجام کیا ہوا؟"

مکالا میری گھن گرج سن کر بوکھلا گیا۔ بغلیں جھانکنے لگا۔ میں نے اسی لمحے ایک اور کاری ضرب لگائی۔

"گندے اور ناپاک ارادوں کو بے نقاب کرنا دیوتاؤں کی شان کے خلاف ہے لیکن تم اگر ہمارا امتحان لینا چاہو تو میں تیار ہوں۔ تمہیں پوری تفصیل سے کل رات کی پوری کہانی سنا سکتا ہوں۔ کیوں؟ کیا تم سننا پسند کرو گے؟"

"ن۔ نہیں نہیں۔" مکالا گڑبڑا گیا، وہ پوری طرح مجھ سے مرعوب ہو چکا تھا، ہنہنا کر بولا۔ "میں اور میرے ساتھی تمہیں دیوتا مانتے ہیں۔ تم نے سردار کو دسوبی کے عتاب سے نجات دلا کر ہم سب پر احسان کیا ہے۔"

"ہمارے اوپر تمہاری خدمت فرض ہے۔" سمودا نے مجھے عقیدت مندانہ نظروں سے دیکھتے ہوئے کہا۔ "لیکن کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ میرے تینوں مخصوص آدمی کہاں گم ہو گئے؟"

"اور و دیوتا کو جو قربانی درکار تھی وہ پوری ہو چکی۔ تم بھی دیوتاؤں کے معاملے میں اپنی زبان بند رکھو ورنہ حالات اور خراب ہو جائیں گے۔"

سمودا نے مجھ سے پھر کوئی استفسار نہیں کیا، خاموشی سے آگے بڑھ کر چوترے پر رکھے ہوئے بت کے سامنے سرنگوں ہو گیا، مکالا اور اس کے ساتھیوں نے بھی اپنے سردار کی تقلید میں سر جھکا دیے لیکن ساوری اور کیلاش۔ دونوں کی نگاہیں میرے چہرے پر مرکوز تھیں۔ میں اپنی جگہ سینہ تانے کھڑا رہا لیکن ایک سوال میرے ذہن کو بھی الجھاتا رہا۔

جینی کون تھی؟ مکالا کے تینوں ساتھی جو ہماری زندگی کے خریدار بن کر بحری عقاب کی طرف بڑھے تھے۔ ان کی لاشیں اچانک راتوں رات کہاں غائب ہو گئیں؟

※

میں مکالا کو مرعوب کرنے میں کامیاب ہو گیا مگر کیلاش اور جیکب دونوں پنجے جھاڑ کر میرے پیچھے پڑ گئے۔ کیلاش اس بات پر بضد تھا کہ میں کچھ باتوں کا علم رکھتا ہوں لیکن

کسی خاص مصلحت کی بنا پر اسے زبان تک لانے سے گریز کر رہا ہوں کیلاش کا قیاس اپنی جگہ صد فی صد درست تھا لیکن میری مجبوری اپنی جگہ تھی۔

ساوری نے مجھے منع کر دیا تھا کہ میں اس کی اصلیت کے بارے میں زبان بند رکھوں اور جینی کون تھی، کس مقصد کے پیشِ نظر اس نے قبیلے کے لوگوں کے مقابلے میں میری مدد کی تھی وہ کہاں سے آئی تھی اور کہاں غائب ہو گئی، ابھی تک میں بھی ان سوالوں کے جواب سے بے خبر تھا البتہ میں نے اتنا اندازہ ضرور لگا لیا تھا جینی پراسرار قوتوں کی مالک ہے اگر نہ ہوتی تو صبح بیدار ہونے کے بعد مجھے اپنے کیبن کا دروازہ اندر سے بولٹ نہ ملتا۔ نکاسی کا کوئی دوسرا راستہ ہوتا تو اس پر بھی غور کیا جا سکتا تھا لیکن وہاں ایسی کوئی بات نہیں تھی، دروازے کے علاوہ ایک چھوٹا سا روشن دان ضرور تھا لیکن ایک تو اس کا دائرہ اتنا تنگ تھا کہ اس میں کسی انسان کا گزرنا ممکن تھا، دوسرے یہ کہ روشن دان میں ایک انگز اسٹ فین بھی فٹ تھا جسے دوسری جانب سے جالیوں سے ڈھانپ دیا گیا تھا تا کہ حشرات الارض اندر نہ آ سکیں، ایسی صورت میں میں نے یہی مناسب سمجھا کہ خود کو انجان ہی بنائے رکھوں چنانچہ میں بڑی معصومیت سے تمام باتوں سے اپنی لاعلمی کا اظہار کرتا رہا۔ کیلاش کسی حد تک میری باتوں سے مطمئن ہو گیا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ اس نے جان بوجھ کر زیادہ اصرار کرنا مناسب نہ خیال کیا ہو لیکن جیکب کسی جونک ہی کی طرح مجھ سے الجھتا رہا۔

"تم نے مکالا کے تینوں ساتھیوں کے سلسلے میں نہایت یقین اور اعتماد سے کہا تھا کہ تم اس مقصد سے واقف ہو جس کے تحت وہ کل رات اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلے تھے۔" جیکب نے کہا۔

"تم نرے گاؤدی اور کند ذہن واقع ہوئے ہو۔" میں بولا۔ "ظاہر ہے کہ ہر شخص جو رات کے گھپ اندھیرے میں نصف رات گئے گھر سے باہر نکلے گا اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہو گا۔"

"تم نے اسے کہانی بھی تفصیل سے سنانے کی دھمکی دی تھی اور۔"

"اور وہ یک لخت گڑبڑا گیا۔" میں نے مسکراتے ہوئے تیزی سے جواب دیا۔ "وہ بھی ایک نفسیاتی حربہ تھا جو بے حد کامیاب رہا اور صرف یہی نہیں بلکہ اب تو مجھے یقین بھی ہو چلا ہے کہ مکالا ہمارے خلاف کوئی خطرناک سازش کر رہا ہے۔"

"کوئی وجہ؟"

"ہاں۔ اس کی دو وجوہ ہیں۔" میں نے سنجیدگی سے کہا۔ "اول یہ کہ اس نے سمورا کو دیوتا اور روح کی ناراضگی کا حوالہ دے کر ہمارے خلاف اکسانے کی کوشش کی۔ دوسرے یہ کہ اگر اس کے تینوں ساتھیوں کے گم ہو جانے میں اس کی کسی ذاتی چال کو دخل نہیں تھا تو پھر وہ تفصیلی کہانی والی بات پر کیوں بوکھلا گیا۔"

"ممکن ہے تم ٹھیک کہہ رہے ہو لیکن میرا دل گواہی دے رہا ہے کہ کوئی نہ کوئی بات ایسی ضرور ہے جو تم ہم سے چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔" جیکب نے سنبھلتے ہوئے کہا لیکن فوراً ہی چونک کر بولا۔ "تم نے کسی جنگارو کی روح کا ذکر بھی کیا تھا، میں نے اس حوالے پر بھی مکالا کو چونکتے دیکھا تھا۔ اس نے جنگارو کے بارے میں تمہاری معلومات دریافت کی تھیں؟"

"کیا تم نے یہ نہیں دیکھا کہ اسی وقت میرا لہجہ اچانک غضب ناک ہو گیا تھا اور میں نے فوراً ہی گفتگو کا رخ مکالا کے غائب ہونے والے ساتھیوں کی سمت پھیر دیا تھا۔"

"چلو مان لیا۔ مگر تمہاری زبان پر اچانک جنگارو ہی کیسے آ گیا؟"

"کوئی نہ کوئی ایسی بات تو کرنا ہی تھی جو ان کے لیے حیرت انگیز اور ناقابلِ فہم ثابت ہوتی۔"

"جنگارو ہی کیوں؟" جیکب نے مجھے گھورتے ہوئے کہا۔

"تم کچھ اور بھی کہہ سکتے تھے۔"

"پہلے میرا ارادہ تھا کہ کسی مخنث کی روح کا حوالہ دوں لیکن تمہاری خفگی کے خیال سے مجھے مجبوراً جنگارو گھڑنا پڑا۔"

"تم نا تجربہ کار ہو، صحبت کا اثر ایسے ہی موقعوں کے لیے کہا گیا ہے۔" جیکب نے ناگوار انداز میں جواب دیا پھر کیلاش پر ایک نظر ڈالی اور میرے کیبن سے تلملایا ہوا باہر چلا گیا۔

"یہ تو چمٹ ہی گیا تھا۔" میں نے جیکب کے جانے کے بعد اطمینان کا سانس لیا۔

کیلاش نے میرے اطمینان پر کوئی تبصرہ نہیں کیا البتہ اس کے چہرے کے تاثرات اس بات کی غمازی کر رہے تھے کہ وہ بھی میری صفائی سے پوری طرح متفق نہیں ہے۔ میں نے بھی اس مسئلے کو زیادہ طول دینا مناسب نہیں سمجھا مگر اسی روز ایک اور ایسا واقعہ پیش آیا جس نے ہم سب کو انگشت بدنداں کر دیا۔ دوپہر کے وقت خلافِ توقع سمورا اور ساوری ہمارے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہوئے میرے استفسار پر سمورا نے یہی بتایا کہ اپنے آدمیوں کی گمشدگی اور دیوتا کی خوشنودی کی خاطر اس نے اور ساوری نے برت رکھا ہے لیکن ہماری خوشی کی خاطر وہ میز پر موجود تھے۔ جیکب میز پر برتن اور ڈشیں لگانے میں مصروف تھا (ہم نے کام کے سلسلے میں اپنی اپنی باری مقرر کر رکھی تھی) اور کیلاش سمورا کے ساتھ اس کے

گمشدہ ساتھیوں کے بارے میں گفتگو کر رہا تھا۔ میں خاموش بیٹھا ان دونوں کی باتیں غور سے سن رہا تھا، اچانک سمورا نے کیلاش سے باتیں کرتے کرتے پلٹ کر میری طرف دیکھا اور بے چینی سے بولا۔

"ہواؤں کے دیوتا۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ مقدس اور دھرم سے اس بات پر خفا نہیں ہوگا کہ ہم اس کے پجاریوں کی معقول حفاظت نہیں کر سکے۔"

"شاید مکالا کی باتوں نے تمہیں گمراہ کر دیا ہے۔" میں نے روکھے انداز میں جواب دیا۔

"پھر بھی سردار کی حیثیت سے کسی شبہے کی تصدیق کر لینا میرا فرض ہے۔"

"ہمارے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟" کیلاش نے سمورا کو گھورتے ہوئے سوال کیا۔ "کیا تمہیں ہمارے دیوتا ہونے پر شبہ ہے؟"

"آزمائش صداقت کی کسوٹی ہوتی ہے۔" سمورا نے دبی زبان میں کہا تو میں چونکے بغیر نہ رہ سکا۔ کیلاش نے بھی سمورا کو معنی خیز نظروں سے دیکھا جو اپنا جملہ مکمل کرنے کے بعد چھت کی جانب گھور رہا تھا۔

"وہاں کیا تلاش کر رہے ہو؟" کیلاش نے کرسی پر پہلو بدل کر پوچھا۔

"آسمانی بلاؤں اور گردشوں کا بھید سوائے دیوتاؤں کے اور کون جان سکتا ہے۔" وہ اپنی پیشانی پر نمودار ہونے والے پسینے کے قطروں کو خشک کرتے ہوئے بولا۔ "کون کیا ہے؟ اس کا فیصلہ صرف وقت کرے گا۔"

"اور دیوتاؤں کی ناراضگی گزرتے وقت کو روک دینے کی طاقت بھی رکھتی ہے۔" کیلاش نے سرسراتے لہجے میں جواب دیا۔ "تمہاری باتوں سے مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے تم نے اپنے اور دیوتا کے سوا کسی کے آگے جھکنا نہیں سیکھا۔"

"گھٹنا صرف پیٹ کی جانب جھکتا ہے شرمیان کیلاش جی اور پیٹ میں غذا نہ ہو تو گھٹنے کمزور ہو کر خود بخود جھکنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔" جیکب نے جو کہ ناگا جکا تھا ہماری باتوں سے اکتاتے ہوئے کہا۔ "کیا یہ مناسب ہوگا کہ ہم پہلے پیٹ پوجا کر لیں اس کے بعد تم بڑے شوق سے دیوتاؤں کی پوجا پاٹ کا چکر چلاتے رہنا۔"

"جیکب۔ کیا تم کچھ دیر کے لیے سنجیدہ نہیں ہو سکتے ہو؟" کیلاش نے اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔ "کبھی معاملے کی سنگین نوعیت پر بھی غور کر لیا کرو۔"

"غور کرنے کے لیے عقل کی ضرورت ہوتی ہے اور عقل کی نشوونما کے لیے وقت پر اچھی اور صحت مند خوراک کا ملنا بے حد ضروری ہے۔" جیکب نے نہایت بے پروائی سے جواب دیا پھر ڈش اٹھا کر اپنی پلیٹ میں کھانا نکالنے لگا۔

گفتگو کی نوعیت کے پیش نظر اس وقت جیکب کی وہ حرکت مجھے بھی ناگوار محسوس ہوئی۔ سمورا اور ساوری نے بھی اسے تولتی نظروں سے دیکھا لیکن پھر اس کے بعد جو کچھ ہوا اس نے خود جیکب کی سٹی بھی گم کر دی۔

پلیٹ میں کھانا نکالنے کے بعد جیکب نے ہماری طرف اجازت طلب نظروں سے دیکھا پھر اس نے پہلا نوالہ اٹھا کر منہ میں ڈالنے کی کوشش کی ہی تھی کہ اچانک جیسے کیبن زلزلے کی کیفیت سے دوچار ہو گیا۔ کھانے کی وزنی میز لڑکھڑا کر اس طرح ملی کہ اگر جیکب اچھل کر ایک طرف نہ ہٹ جاتا تو شاید اس کے نیچے دبا ہوتا۔ کھانے کے تمام برتن یکے بعد دیگرے پُرشور چھناکوں کی آواز سے ٹوٹ کر چکنا چور ہو گئے اور ڈشوں میں موجود کھانا پورے کیبن کے فرش پر پھیل گیا۔

جیکب کے ساتھ ہی باقی لوگ بھی بوکھلا کر کرسیوں سے اٹھ گئے۔ سمورا اور ساوری چونکہ میز کی دوسری جانب بیٹھے تھے اس لیے کیلاش نے انہیں خوں خوار نگاہوں سے گھورنا شروع کر دیا۔ میرا ذاتی خیال بھی یہی تھا کہ سمورا نے جیسے جیکب کی وہ چلبلازی بری لگی تھی میز الٹ کر اپنی ناراضگی کا اظہار کیا ہے۔

میری نظریں بھی سمورا کی جانب اٹھ گئیں جو کیبن سے باہر کی طرف متوجہ تھا۔ میں نے دیکھا کہ طاقچے پر رکھا ہوا دیوتا اور وکالے ہنگم اور ہیبت ناک بت بھی سر تا پاؤں لرز رہا تھا جیسے غصے کی شدت سے کانپ رہا ہو اور پھر سمورا نے جو حرکت کی وہ سب ہی کے لیے بے حد حیرت انگیز اور قابل وضاحت تھی۔ اور وکی جانب سے نظریں ہٹا کر اس نے کیلاش کو ایک نظر دیکھا پھر یک لخت سجدے میں گرا اور کیلاش کے قدموں پر اپنی پیشانی رگڑنے لگا۔

ساوری اپنی جگہ کھڑی ہونٹ کاٹتی رہی۔ اس کی آنکھوں میں حیرت اور تجسس کی کیفیت موجود تھی۔

اس دلچسپ ترین داستان کے بقیہ

واقعات دوسرے حصہ میں ملاحظہ فرمائیں

isurdu.blogspot.com

دورِ جدید کی ٹکنک سے روشناس کرانے والی کتابیں جس کی مدد سے بیروزگاری ختم کی جاسکتی ہے۔ عام فہم زبان جسے معمولی پڑھا لکھا آدمی بھی سمجھ سکے۔

جدید الیکٹرک گائیڈ ۲۵/-
جدید الیکٹرک وائرنگ ۲۵/-
جدید ریڈیو گائیڈ ۳۰/-
جدید موٹر وائنڈنگ گائیڈ ۲۵/-
جدید گیس و الیکٹرک ویلڈنگ ۲۵/-
کمپیوٹر گائیڈ ۲۵/-
جدید صابن سازی ۲۵/-
جدید پٹرول انجن گائیڈ ۳۵/-
جدید ڈیزل انجن گائیڈ ۱۵/-
جدید کلر ٹی وی گائیڈ ۳۵/-
ٹی وی ریپئرنگ گائیڈ ۱۵/-
جدید موٹرز گائیڈ ۱۵/-
جدید فوٹو گرافی ۲۰/-
جدید موٹر ڈرائیوری ۱۵/-
جدید گھڑی سازی ۳۰/-
ٹیپ ریکارڈ ۳۰/-
آئینہ سازی ۱۵/-
موم بتی بنانا ۱۵/-
درزی ماسٹر ۲۵/-
وی سی آر سروس گائیڈ ۳۰/-
ایمپلی فائر گائیڈ ۳۰/-
ٹرانسفارمر گائیڈ ۲۵/-
ریفریجریٹر گائیڈ ۵۰/-
ایرکنڈیشنر گائیڈ ۴۰/-
ٹی وی گائیڈ (ہندی) ۴۰/-
اسکرین پرنٹنگ ۲۵/-

خود حفاظتی پر چار بہترین کتابیں

* فن جوڈو (باتصویر) ۳۰/-
* آسان کراٹے (باتصویر) ۲۰/-
* جو کاڈو ۲۵/-
* ایکاڈو ۲۵/-

پُراسرار علوم پر پُراسرار کتابیں

ہپناٹزم سے علاج ۱۵/-
ہپناٹزم کیا ہے؟ ۲۵/-
ہپناٹزم کے عملی طریقے ۲۵/-
ٹیلی پیتھی گائیڈ ۲۵/-
آئینہ بینی و عمل حاضرات ۱۵/-
دنیا کے چھ پُراسرار علوم ۱۵/-
وِچ کرافٹ (کالا جادو) ۱۰/-
تعبیر نامہ و خواب نامہ (مکمل) ۲۰/-
نام اور اس کے اثرات ۱۵/-
عملیات تسخیر قلوب ۲۵/-
آئینہ عملیات (اندرجال) ۲۰/-
اسم اعظم ۱۰/-
نقش معظم ۱۰/-
عملیات محبت ۱۵/-
چین و بنگال کا جادو ۱۵/-
فن جادو مسمریزم ۱۵/-
کالا جادو عرف قانون محبت ۲۰/-
حل المشکلات ۱۰/-
گنجینۂ عملیات ۱۵/-
عملیات تسخیر محبوب ہمدرد عاشقان ۱۵/-
عملیات آسیب (تسخیر جنات) ۱۰/-
کمالات مسمریزم ۲۰/-
آئینہ طلسمات مع عملیات مسمریزم ۲۰/-

itsurdu.blogspot.com

وہ علوم جنہیں ہزاروں روپیہ صرف کر کے بھی سیکھنا ممکن نہ تھا

اب آپ گھر بیٹھے سیکھ سکتے ہیں

- دنیا کے ہر علم پر باتصویر کتابیں سلیس اردو زبان میں پیش کرنے کا فخر صرف ہمیں حاصل ہے
- ۱۵۰/- روپے کی کتابیں ایک ساتھ منگانے پر محصول ڈاک معاف ● آرڈر کے ہمراہ -/۳۰ روپے کا منی آرڈر ضرور بھیجیے

ریفریجریٹر گائیڈ ۵۰/- — ایرکنڈیشنر گائیڈ ۴۰/- — اسکرین پرنٹنگ گائیڈ ۲۵/-

۱. فن جوڈو ۳۰/-
۲. آسان کراٹے ۳۰/-
ایکاڈو ۲۵/-
جکاڈو ۲۵/-
۳. ہپناٹزم کیا ہے؟ ۲۵/-
۴. ہپناٹزم کے عملی طریقے ۲۵/-
۵. ہپناٹزم سے علاج ۱۵/-
۶. دنیا کے عجیب پراسرار علوم ۱۵/-
۷. وچ کرافٹ ۱۰/-
(کالے جادو پر حیرت انگیز کتاب)
۸. آئینہ بینی و عمل حاضرات ۱۵/-
۹. عملیات تسخیر قلوب ۲۵/-
۱۰. عملیات جنات ۱۰/-
۱۱. فالنامہ خواب نامہ ۲۰/-
۱۲. اندرجال ۲۰/-
۱۳. ٹیلی پیتھی گائیڈ ۲۵/-
۱۴. جدید ریڈیو گائیڈ ۳۰/-
۱۵. جدید الیکٹرک گائیڈ ۲۵/-
۱۶. جدید الیکٹرک وائرنگ ۲۵/-
۱۷. جدید الیکٹرک موٹر وائنڈنگ ۲۵/-
۱۸. جدید گیس الیکٹرک ویلڈنگ ۲۵/-
۱۹. جدید صابن سازی ۲۵/-
۲۰. کمپیوٹر گائیڈ ۲۵/-
۲۱. گھڑی سازی ۳۰/-
۲۲. پٹرول انجن گائیڈ ۳۵/-

۲۳. کلر ٹی وی گائیڈ ۳۵/-
۲۴. ٹی وی ریپیئر گائیڈ ۱۵/-
۲۵. جدید موٹر کار گائیڈ ۱۵/-
۲۶. فوٹوگرافی ۲۰/-
۲۷. موٹر ڈرائیوری ۱۵/-
۲۸. آئینہ سازی ۱۵/-
۲۹. درزی ماسٹر ۲۵/-
۳۰. ڈکشنری اردو سے انگریزی ۱۱۰/-
۳۱. ڈکشنری انگریزی سے اردو ۱۱۰/-
۳۲. فیروز اللغات جامع اردو سے اردو ۲۲۵/-
۳۳. فیروز اللغات درمیانہ ۶۵/-
۳۴. فیروز اللغات (پاکٹ) ۲۵/-
۳۵. المنجد عربی اردو کلاں ۱۷۵/-
۳۶. خط نویسی ۱۰/-
۳۷. انگلش ٹیچر ۲۵/-
۳۸. پھلوں سے علاج ۱۳/-
۳۹. سبزیوں سے علاج ۱۳/-
۴۰. پھولوں سے علاج ۱۳/-
۴۱. احتلام اور نامردی کا شرطیہ علاج ۱۳/-
۴۲. گھر کا ڈاکٹر ۱۵/-
۴۳. بالوں کی بیماریاں اور ان کا علاج ۱۶/-
۴۴. سر سے پیر تک بیماریوں کا علاج ۱۳/-
۴۵. نوجوانوں کے مسائل اور انکا حل ۱۷/-

۴۶. لڑکی کی کمزوری اور اسکا سبب ۱۳/-
۴۷. آسان گھریلو نسخے ۱۳/-
۴۸. ۹۹۹ بیماریوں کا علاج ۱۳/-
۴۹. عورتوں کی بیماریاں اور انکا علاج ۱۵/-
۵۰. پیغمبری غذائیں ۱۰/-
۵۱. کنز المفردات ۱۷/-
۵۲. گھریلو ترکیبیں ۱۰/-
۵۳. حمل سے پیدائش تک ۱۳/-
۵۴. نفسیاتی مسائل ۱۳/-
۵۵. صحت بخش کھانے ۱۳/-
۵۶. صحت پرور سستی غذائیں ۱۵/-
۵۷. ہومیوپیتھک ڈاکٹر ۲۰/-
۵۸. جنسی صلاحیت بڑھایئے ۲۰/-
۵۹. خفیہ جنسی راز ۲۰/-
۶۰. کوک شاستر ۲۰/-
۶۱. سہاگ رات ۱۵/-
۶۲. بہار شباب ۱۳/-
۶۳. قانون مباشرت ۲۰/-
۶۴. موم بتی بنانا ۱۵/-
۶۵. ڈیزل انجن گائیڈ ۱۵/-
۶۶. ٹرانسفارمر گائیڈ ۲۵/-
۶۷. ایمپلی فائر گائیڈ ۳۰/-
۶۸. وی سی آر سروس ۳۰/-
۶۹. ٹیپ ریکارڈر گائیڈ ۳۰/-
۷۰. ٹی وی گائیڈ (ہندی) ۴۰/-

روشن چراغ اردو زبان میں بامحاورہ **کلام مجید**
ہدیہ: -/40 روپے (محصول ڈاک: -/6 روپے علاوہ)

کتاب والا ۲۷۹۴، گلی جھوت والی، پہاڑی بھوجلہ، **دہلی** 110006-

ٹیلی پیتھی گائیڈ (اپنے خیالات کو دوسروں تک پہنچانے کا سائنسی طریقہ) قیمت -/25 روپے

● ٹیلی پیتھی منگاتے وقت حلفیہ لکھیے: کہ میں ٹیلی پیتھی سیکھ کر اس کا غلط استعمال نہیں کروں گا۔